



جلد دوم: تفسیر حلال و حرام



تَفْسِیْرُ کَمَالِیْنِ

شرح اُردو

تَفْسِیْرُ جَلالِیْنِ

شرح

حضرت مولانا محمد عظیم دیوبندی صاحب

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

تفسیر

علامہ جلال الدین محلی و علامہ جلال الدین سیوطی

دارالانشاء

اڈوکارا اسماعیل بیچل روڈ کراچی پاکستان 021-32213768



تَفْسِيرُ کَمَالِیْن

شرح اردو

تَفْسِيرُ حَاجِیْ

جلد دوم

پارہ ۶ تا پارہ ۱۰

بقیہ سورۃ النساء، المائدہ

تا

سورۃ التوبہ

تَفْسِيرُ

عَلَامَةُ جَلَالِ الدِّينِ عَلِيِّ و عَلَامَةُ جَلَالِ الدِّينِ سَيُوطِي

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحبِ ظہیر

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

مکتبہ

دارالاشاعت

آؤوبازار اسماعیل خان روضہ کراچی پاکستان 2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

پاکستان میں جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین ۶ جلد مترجم و شارح مولانا نعیم الدین اور کچھ پارے مولانا انظر شاہ صاحب کی تصنیف کردہ کے جملہ حقوق ملکیت اب پاکستان میں صرف خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی کو حاصل ہیں اور کوئی شخص یا ادارہ غیر قانونی طبع و فروخت کرنے کا مجاز نہیں۔ سینٹرل کاپی رائٹ رجسٹرار کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے لہذا اب جو شخص یا ادارہ بلا اجازت طبع یا فروخت کرتا پایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ ناشر

انڈیا میں جملہ حقوق ملکیت وقار علی مالک مکتبہ تھانوی دیوبند کے پاس رجسٹرڈ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ایڈیشن جنوری ۲۰۰۸ء

ضخامت : ۶ جلد صفحات ۳۲۲۳

تصدیق نامہ

میں نے ”تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین“ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ خوری ۱۴۲۰ھ)
نمبر جاریہ R.R.OAUQ 2002/538
رجسٹرڈ پروف۔ نذر محمد اوقف سندھ



23/08/06

..... ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ امدادیہ بی بی ہسپتال روڈ ملتان
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ رابع بازار اور اولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ بیت آباد
مکتبہ المعارف محمد جنگلی۔ پٹنہ ور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 ویب روڈ السیلہ کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

یہ پاکستانی طبع شدہ ایڈیشن صرف انڈیا یا ایکسپورٹ نہیں کیا جاسکتا

اجمالی فہرست

جلد دوم، پارہ نمبر ششم تا دہم

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۲	وضو میں چار فرضوں کے علاوہ دوسری چیزیں مستنون ہیں		لا یحب اللہ
۴۸	بنی اسرائیل کے بارہ نقیب اور افسری، آئی، ڈی	۱۶	کن مواقع پر برائی کے اظہار کی اجازت ہے اور کہاں نہیں
۴۸	معتزلہ پر رد	۱۶	جرائم کی پاداش میں یہود گرفتار سزا ہوئے
۴۹	آنحضرت ﷺ کی آمد سے متعلق انجیلی بشارات کا انفاء	۱۶	کفار شرعی احکام کے مکلف ہیں یا نہیں؟
۴۹	آجکل عیسائی اور یہودی دنیا کا اتحاد و اتفاق آیت کے منافی نہیں	۲۱	تمام مذاہب کی مذہبی تعلیم کا نچوڑ
۴۹	آنحضرت ﷺ کی توری ہیں یا خاکی	۲۲	اہل مذاہب کا دینی غلو
۵۰	یہودی کی طرح قدیم راجپوتوں کا ادعاء	۲۲	نصاری میں شرکیہ عقیدہ کا آغاز
۵۰	جامل پیر زادوں کی مغرورانہ غلط فہمی	۲۳	نیچریوں کا اشکال
۵۷	دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست	۲۶	نبی کے اتباع سے استنکاف گویا اطاعت الہی سے استنکاف ہے
۵۸	قابلیت و مقبولیت ہی اکثر حسد کا باعث بن جاتی ہے	۲۶	احکام میں میراث کے تکرار کا نکتہ
۵۸	زن زمر، زمرین ہمیشہ فتنہ و فساد کی بنیاد بن جاتی ہے	۳۰	بعض جانوروں کی حلت و حرمت
۵۸	اقدام قتل یا عداوت قتل اور نصوص میں تطبیق	۳۰	آیات ذیل کا نسخ
۵۸	ہر مذمت تو بہ نہیں ہوتی	۳۵	بعض مخصوص جانوروں کی حرمت
۵۹	حسنہ میں تضاعف رحمت ہے اور سینہ میں مساوات حکمت ہے	۳۵	قمار اور جوئے کی ایک صورت
۶۲	ڈاکر زنی اور اس کی سزا کی چار صورتیں بطور حصر عقلی ہیں	۳۵	قرعہ اندازی کے حدود
۶۲	فقہی اختلاف	۳۵	دین اسلام کی تکمیل
۶۵	حق اللہ اور حق العباد کا فرق	۳۵	شکار کے حلال ہونے کی شرائط
۶۵	توسل بزرگان	۳۷	آجکل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں ہے
۶۵	چوری کی سزا	۳۷	ایک نادر نکتہ
۶۶	ایک اشکال کا جواب	۴۱	شرائط وضو
۶۶	ڈاکو اور کفن چوری کی سزا	۴۱	فقہی اختلاف مذاہب
۷۰	حنفیہ کے نزدیک حد زنا کا فر پر جاری نہیں ہوتی	۴۱	وضو میں پاؤں کا مسح
۷۰	یہود کے عوام اور خواص کی خرابیاں	۴۲	لفظ کعبین سے کیا مراد ہے؟

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۰۹	قسم کی قسمیں		پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف لفظی و معنوی ہوئی لیکن
۱۰۹	قسم اور کفارہ	۷۶	قرآن میں تحریف لفظی نہیں ہو سکی
۱۰۹	آیت میں صرف شراب اور جوئے کی برائی مقصود ہے	۷۶	ترک شریعت گناہ ہے یا کفر؟
۱۰۹	مختلف کھیلوں کا حکم	۷۶	پچھلی شریعت کے احکام حجت ہیں یا نہیں
۱۰۹	حرام ہونے سے پہلے شراب پینے والوں کا حکم	۷۶	قصاص میں فقہی اختلاف
۱۱۰	لٹائف آیات انما یرید الشیطن الخ وغیرہ	۷۶	ایک پیچیدہ اشکال
۱۱۳	حکم نازل ہونے سے پہلے خلاف ورزی جرم نہیں کہلائے گی	۷۷	دوسرا اشکال
۱۱۳	حرم اور احرام سے متعلق احکام شکار	۷۷	جوابی تقریر
۱۱۳	جزائے فعل اور جزائے محل	۷۷	جانی قصاص کے بعد عضوی قصاص
۱۱۵	شاعی حرام کے شکار کا تاوان	۷۸	مماثلت کے بغیر عضوی قصاص نہیں بلکہ ارش واجب ہے
۱۱۵	شکاری جانور کے زخم کا تاوان	۷۸	قصاص کے معانی
۱۱۵	کعبہ کی دنیوی اور دینی برکات	۷۸	نئی شریعت آنے سے لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے
۱۱۶	ہدی کی قسمیں	۷۸	ایک شبہ کا ازالہ
۱۱۶	حج کے مہینوں کی حرمت کا فائدہ	۸۲	منافقین کا جلد ہی بھرم کھل گیا
۱۱۹	لٹائف آیات یا ایہا الذین امنوا الخ وغیرہ	۸۲	دوسرے شبہ کا جواب
۱۲۰	کردار و گفتار کا فرق	۸۲	شیعوں پر رد
۱۲۰	آیت کریمہ پوچھنے کی سب صورتوں کو شامل ہے	۸۳	حضرت ابن عباس کی توجیہ
۱۲۰	ایک شبہ کا ازالہ	۸۸	اہل کتاب کا کفر
۱۲۰	مطلق اور مقید میں فقہی نقطہ اختلاف	۸۸	فرق یہود میں پھوٹ
۱۲۱	ہدایت یافتہ ہونے کے باوجود دوسری کی اصلاح ضروری ہے	۸۸	تورات پر صحیح عمل کا نتیجہ تصدیق محمدی ہے
۱۲۱	حالات کے لحاظ سے تبلیغ کا جو حکم ابتداء تھا وہ بعد میں نہیں رہا	۹۳	طبعی خوف منافی کمال نہیں
۱۲۱	لٹائف آیات ما جعل اللہ الخ وغیرہ	۹۳	ابتداء میں نئی شریعت اجنبی معلوم ہوا کرتی ہے
۱۲۶	آیت سے سات احکام معلوم ہوئے	۹۳	غیر اللہ کی الوہیت باطل ہونے کی دلیل
۱۲۶	حلف کی تغلیظ اور کیفیت	۹۷	سب سے پہلے حبشہ میں مسلمانوں کو پناہ ملی
۱۲۶	حلف کے اس مخصوص طرز کی مصالح	۹۷	عیسائیوں کا تعریفی پہلو
۱۲۶	لٹائف آیات یا ایہا الذین امنوا شہادۃ الخ وغیرہ		قرآن کریم میں نہ تو ایک طرف سے تمام عیسائیوں کی تعریف
۱۳۰	حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے حق میں انعام	۹۷	ہے اور نہ ہی خاص لوگ مراد ہیں۔
۱۳۰	لٹائف آیات لا علم لنا الخ وغیرہ	۹۷	اخلاق حسنہ کی تعریف اور اسلام کی عالی ظرفی
۱۳۲	توحید و تثلیث	۱۰۳	واذا سمعوا
۱۳۳	سورۃ الانعام	۱۰۵	تحریم کی تین صورتوں کے احکام
۱۳۶	توحید اور قیامت	۱۰۵	بعض اعمال و اشغال میں ترک حیوانات کا حکم
۱۳۷	کسی قوم کو ہلاک کر دینے سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۷۹	لطائف آیات ومن اظلم الخ وغیرہ	۱۳۷	حاصل کلام
۱۸۲	کائنات مادی و روحانی کا ہر ذرہ پروردگار عالم کی رحمت پر شاہد ہے	۱۳۷	لطائف آیات الحمد لله الذی وغیرہ
۱۸۳	نظام ربوبیت سے توحید پر استدلال	۱۴۰	کائنات ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی محکم دلیل ہے
۱۸۳	برہان ربوبیت کی عجیب و غریب ترتیب	۱۴۱	بلغ پیرایہ بیان
۱۸۳	توہمات جاہلانہ	۱۴۱	لطائف آیات کتب علی نفسه الخ وغیرہ
۱۸۳	لطائف آیات لتهدوا الخ وغیرہ	۱۴۳	قیامت میں بتوں کا حاضر اور غائب ہونا
۱۸۸	رویت باری تعالیٰ	۱۴۴	سچائی کی قدامت
۱۸۹	رد معزلہ اور شیخ اکبر کی تحقیق	۱۴۴	کفار کی حالت کا تمثیلی بیان
۱۸۹	معبودان باطل کو بڑا بھلا کہنا	۱۴۵	دو شبہوں کا جواب
۲۸۹	دو بیش قیمت اصول اور تحقیق و تحقیق کا فرق	۱۴۵	ایک شبہ کا ازالہ
۱۸۹	شبہات کا ازالہ	۱۴۵	لطائف آیات وہم ینھون عنه الخ وغیرہ
۱۸۹	لطائف آیات لا تدركه الابصار الخ وغیرہ	۱۵۰	دنیا کا مفہوم اور لب و لعب
۱۹۳	ولو اننا	۱۵۰	آنحضرت ﷺ کو تسلی و تشفی
۱۹۷	انسانی اور جناتی شیاطین	۱۵۱	لاڈ اور ناز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خطاب
۱۹۸	قرآن کریم کے چھ کمال	۱۵۱	شفاعت کبریٰ
۱۹۸	اصول و فروع کے طریقہ استدلال میں فرق	۱۵۱	ایک شبہ کا ازالہ
۱۹۸	حاصل جواب	۱۵۱	لطائف آیات وہم یحملون وغیرہ
۱۹۹	ذبح اختیاری و غیر اختیاری اور متروک التسمیہ ذبیحہ	۱۵۳	مجرمین کی دار و گیر اور سزا کی ترتیب
۱۹۹	مردار جانور میں رخصت شرعی	۱۵۵	شفاعت ایمانداروں کے لئے ہوگی نہ کہ کفار کیلئے
۱۹۹	حنفیہ کی طرف سے جوابات	۱۵۵	لطائف آیات فللعماء نسوا الخ وغیرہ
۲۰۳	شوریدہ سر لوگوں کی اہل حق سے دشمنی	۱۵۹	نومسلم غرباء کی تالیف قلب
۲۰۸	انسان اور جنات کی ہدایت کے لئے سلسلہ انبیاء	۱۶۰	گناہ دانستہ ہو یا نادانستہ ہر حال میں گناہ ہے
۲۰۹	کفار کی دس برائیوں کا ذکر	۱۶۳	تین طرح کے فرشتے اور ان کے کام
۲۱۲	زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ	۱۷۰	قوم ابراہیم اور کلدانیوں کا مذہبی حال
۲۱۲	شہد کی زکوٰۃ	۱۷۰	حضرت ابراہیم کا ابتدائی اٹھان
۲۱۳	اختراع تحریم کا بانی عمرو بن لُحی ہے	۱۷۱	حضرت خلیل کا اثر انگیز وعظ
۲۱۸	تحریم کا حصہ حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے	۱۷۱	ایک نادر نکتہ
۲۱۹	ایک شبہ کا تحقیقی اور الزامی جواب	۱۷۱	اہل سنت کی طرف سے معزلہ کے استدلال کا جواب
۲۱۹	تیسرے شبہ کا جواب بطریقہ منع اور بطریقہ نقض	۱۷۲	لطائف آیات کذلک نجزی المحسنین وغیرہ
۲۱۹	اہل سنت والجماعت کا امتیازی نشان	۱۷۸	منکرین کی تین قسمیں
۲۲۰	اسلام اپنے اصول و فروع میں تمام سابقہ مذاہب سے ممتاز ہے	۱۷۹	کتاب اللہ کے حصے بخرے
۲۲۰	مسلمانوں میں بہتر فرقے گمراہ اور ایک فرقہ اہل حق کا	۱۷۹	موت کی سختی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۶۱	مضامین آیات کا خلاصہ	۲۲۰	ہدایت یافتہ ہے
۲۶۱	ایک ہی بات کو مختلف انداز سے بیان کرنے کی تین وجہیں	۲۲۰	گمراہ فرقوں کی تفصیل
۲۶۱	قوم عاد کی تحقیق	۲۲۱	اصول روافض
۲۶۶	قوم ثمود کا حال	۲۲۱	خارجی فرقے کے بنیادی اصول
۲۶۶	قوم لوط کا حال	۲۲۱	فرقہ جبریہ کا نظریہ
۲۶۷	قوم لوط پر عذاب کے متعلق قرآن اور تورات کے بیان میں اختلاف	۲۲۱	فرقہ قدریہ کا نقطہ اختلاف
۲۶۷	قوم لوط کی عورتوں پر عذاب کیوں آیا	۲۲۱	جہمیہ کے افکار
۲۶۷	ان قوموں کے عذاب کی تعیین و تعبیر میں اختلاف	۲۲۱	مرجیہ کے عقائد
	قال الملا	۲۲۶	اہل کتاب کی تبلیغی کوتاہی بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا سبب بنی
۲۷۴	قوموں اور پیغمبروں کی تاریخ کے آئینہ میں حالات کا جائزہ	۲۲۷	علامات قیامت
۲۷۸	عذاب الہی کا دستور	۲۲۷	معتزلہ کے استدلال کا جواب
۲۷۸	عذاب الہی کا فلسفہ	۲۲۸	نیکی اور بدی کے بدلہ کا فرق
۲۷۸	عذاب الہی سے بے خوفی اور رحمت الہی سے مایوسی کے کفر ہونے کا مطلب	۲۲۸	اسلام ہی مذہب حق ہے اور اہل سنت ہی مسلک حق پر ہیں
۲۸۳	آیات سے کیا مراد ہے؟	۲۲۹	ایک دقیق شبہ کا ازالہ
۲۸۳	بنی اسرائیل کا نبی ہونے سے ساری دنیا کا نبی ہونا لازم نہیں آتا	۲۲۹	ہر حالت اللہ کی ایک نعمت ہے
۲۸۳	معجزہ اور جادو کا فرق	۲۳۵	سورۃ الاعراف
۲۸۳	فرعونی پروپیگنڈہ	۲۳۶	قیامت میں اعمال کو تولنا
۲۸۵	جادو محض فریب نظر کا نام نہیں	۲۳۶	وزن اعمال پر مشہور شبہ کا جواب
	حضرت موسیٰ نے جادو کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ کھیل کرنے	۲۳۶	شیطانی قیاس اور اس کے تار و پود
	کی اجازت دی تھی	۲۳۶	قیاس فقہی اور قیاس ابلیس کا فرق
۲۸۵	فرعون کی طرف سے سازش کا جھوٹا الزام	۲۳۶	شیطان کا مرنا
۲۸۵	فرعون نے نو مسلم جادو گروں کو سزا دی تھی یا نہیں؟	۲۳۷	شیطان کی دعا قبول ہوئی یا نہیں
۲۹۱	لااتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے	۲۳۷	قرآن میں ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں بیان کرنا
۲۹۱	بنی اسرائیل کس ملک کے مالک تھے؟	۲۳۷	چند نکات
۲۹۱	دواشکالوں کا جواب	۲۳۱	جنات نظر آتے ہیں یا نہیں
۲۹۱	محسوس محسوس ہونے کے بعد اچھی چیز بھی بری معلوم ہوا کرتی ہے	۲۳۱	امام رازی کی تحقیق
۲۹۱	کامیابی یا مصلحتوں کے قدم چومتی ہے	۲۳۱	ایک لطیفہ
۲۹۲	جمال الہی	۲۵۲	ایک اشکال کا جواب
۲۹۲	کلام الہی	۲۵۲	اعراف کی تحقیق
۲۹۲	حب نبوی میں مانگھی سے غلو	۲۵۶	توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال
۲۹۷	پہاڑ پر چلی الہی کی کیفیت	۲۵۷	آداب دعا
۲۹۷	پہاڑ کے برقرار رہنے یا نہ رہنے اور حضرت موسیٰ کے چلی	۲۵۷	ہدایت و گمراہی کا اثر اور اس کی مثال

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۹۷	مشرکین کی توحید ربوبیت میں ٹھوکر نہیں لگی بلکہ توحید الوہیت	۲۹۷	الہی کا نظارہ کر سکنے یا نہ کر سکنے میں کیا ربط ہے؟
۳۳۰	میں ہمیشہ بھٹکتے رہے	۲۹۸	تجلی الہی کے لئے پہاڑوں کی تخصیص
۳۳۱	شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاء کی عصمت کے خلاف نہیں ہے	۲۹۸	تورات کی تختیاں لکھی لکھائی ملیں یا حضرت موسیٰ نے لکھوائی تھیں؟
۳۳۱	نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرآن پڑھنے نہ پڑھنے	۳۰۱	سونے کی مورتی بنی اسرائیل میں کس نے بنائی تھی؟
۳۳۱	کے متعلق شوافع کی نسبت حنفیہ کا موقف زیادہ صحیح اور مضبوط ہے	۳۰۱	شرک کی غصہ سے عقل ماری جاتی ہے
۳۳۱	قرآن کریم رحمت جدید بھی ہے اور رحمت مزید بھی	۳۰۱	جائز اور ناجائز غصہ کی حدود اور اس کے اثرات
۳۳۲	ذکر جہری افضل ہے یا ذکر خفی؟	۳۰۵	دعوت اسلام کی تین خصوصیتیں
۳۳۷	مال قیمت کس کا ہے؟	۳۰۵	مذہب یہود کی دشواریاں
۳۳۸	جنگ کس مجبوری سے مسلمانوں کو اختیار کرنی پڑی؟	۳۰۶	رسول اللہ ﷺ کا آدمی ہو کر ساری دنیا کے لئے معلم بننا
۳۳۸	مختصر احکام جنگ	۳۰۶	پچھلی آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کی طرح
۳۳۸	اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سب حقوق کی ادا پگی کا حکم	۳۰۶	آپ کا نام نامی بھی موجود تھا
۳۳۸	واقعہ بدر کی تفصیل	۳۰۶	آپ کی نبوت عامہ
۳۳۲	بدر کے موقعہ پر تائید الہی	۳۰۶	نبی اور رسول کا فرق
۳۳۳	فرشتوں کی کمک	۳۰۶	آیت کی جامعیت
۳۳۳	میدان جنگ سے بھاگنا	۳۱۱	نفسانی حیلہ بازی مذہب کے ساتھ ایک قسم کا آنکھ پھولی کا کھیل ہے
۳۳۳	جو انسان ہدایت قبول نہ کرے وہ چوپایہ سے بدتر ہے	۳۱۱	نصیحت بہر حال مفید چیز ہے
۳۵۱	انسانی دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے وہ جھڑپا ہے پھیر دے	۳۱۲	ظالم حاکم بھی عذاب الہی ہے
۳۵۱	فتنہ کی آگ صرف سلگانے والے ہی کو نہیں جلاتی بلکہ دوسروں	۳۱۲	علامہ زکریاؒ کے اعتراض کا جواب
۳۵۱	کو بھی بھسم کر دیتی ہے	۳۱۸	اقرار ربوبیت کے بارے میں انسان کی فطری آواز جلی اور تعذیب ہے
۳۵۲	انسان اپنے بننے ہوئے مکر کے جال میں آ کر کار خود ہی پھنس جاتا ہے	۳۱۹	انبیاء علیہم السلام اسی فطری آواز کو ابھارتے ہیں
۳۵۳	عذاب الہی کی ایک سنت	۳۱۹	انسان کی طرح جنات سے بھی عہد الگ لیا گیا
۳۵۳	فقہی استنباط	۳۱۹	ہر زمانہ میں ہلیم باعور کی طرح کے لوگ آرہے ہیں
		۳۱۹	ایک نکتہ نادرہ
		۳۲۰	چند اعتراضات کے جوابات
۳۶۳	مال قیمت کی تقسیم	۳۲۰	نکوئی اور شرعی غرض کا فرق
۳۶۳	فقہ حنفی کی رو سے مال قیمت کی موجودہ تقسیم	۳۲۳	اللہ کا قانون امہال
۳۶۴	حکومت کے فوجی خصوصی انعامی اختیارات	۳۲۳	آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی خود ایک بڑا معجزہ ہے
۳۶۴	چھ قیمتی فوجی قواعد	۳۲۳	قیامت کا نپاٹا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے
۳۶۴	طاعت آیت لایزالیکم اللہ الخ وغیرہ	۳۲۳	نفع و نقصان کے مالک نہ ہونے سے لازم آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کے
۳۶۷	مذہبی نشر اور اس کا اثر	۳۲۳	سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے
۳۶۸	قوموں کا عروج و زوال خود ان کے اپنے ہاتھوں میں ہوتا ہے	۳۲۴	پیغمبر کی اصلی حیثیت
۳۶۸	یہود کو ان کی غدار یوں کی عبرت ناک سزا	۳۳۰	نام رکھنے میں شرک کا واقعہ حضرت آدمؑ کا ہے
۳۶۸	لڑنے کی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اسلام کا عدل و انصاف		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۹۷	عام مسجد یا مسجد حرام میں کفار کا داخل ہونا	۳۶۸	لطف آیت ذلک بان اللہ الخ وغیرہ
۳۹۸	کفار عرب کا حکم	۳۷۳	مسلمانوں کو ہر قسم کی فوجی طاقت واسلحہ فراہم رکھنے کا حکم
۳۹۸	کفار سے جزیہ لینا انہیں کفر کی اجازت دینے کیلئے نہیں ہے	۳۷۳	مسلمانوں کا اصل مشن صلح و سلامتی ہے
۳۹۸	لطف آیت یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الخ وغیرہ	۳۷۳	رسول اللہ ﷺ کا بے مثال کارنامہ
۴۰۱	اسلام کا غلبہ	۳۷۳	مسلمانوں کو ذمہ داری طاقت کے مقابلہ میں بھی پامردی کا حکم
۴۰۲	ایک شبہ کا جواب	۳۷۳	صحابہ کرام کا ضعف و کمزوری ایمانی نہیں تھا بلکہ طبعی ضعف مراد ہے
۴۰۲	مہینوں اور تاریخ کی تبدیلی	۳۷۳	ایک دقیق اشکال
۴۰۲	دوسری صورت	۳۷۳	اشکال کا حل
۴۰۲	تیسری صورت	۳۷۵	صحابی کی اجتہادی غلطی
۴۰۳	اصلام اور رسوم کا غیر معمولی اہتمام	۳۷۵	آنحضرت ﷺ کا اعتبار سے کیوں محفوظ رہے
۴۰۳	چاند کی تاریخیں	۳۷۵	اجتہاد میں غلط ہونے پر اکہرا اور درستی پر دوہرا ثواب ملتا ہے
۴۰۳	لطف آیت قاتلہم اللہ الخ وغیرہ	۳۷۸	لطف آیت لو انفقت الخ وغیرہ
۴۰۷	جبکہ ہم میں چھ قسم کے لوگ ہو گئے تھے	۳۷۸	اسلام کا بے نظیر بھائی چارہ
۴۰۷	واقعہ ہجرت	۳۷۹	مسلمانوں کا غلبہ یقینی ہے
۴۰۷	لطف آیت فانزل اللہ سکینۃ الخ وغیرہ	۳۷۹	ہجرت اور میراث کے احکام
۴۱۳	لطف آیت عفا اللہ عنہ وغیرہ	۳۸۰	لطف آیت ان اللہ یعلم الخ
۴۱۹	زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک منسوخ ہو گیا	۳۸۳	آیات نازل ہونے کی ترتیب
۴۱۹	منافقین کی چالاکیوں اور آنحضرت ﷺ کی خاموشی مروت اور حسن	۳۸۳	معاندہ جدیدہ
۴۱۹	اخلاق کی وجہ سے تھی	۳۸۵	چار جماعتیں
۴۱۹	رفع تعارض	۳۸۵	ایک شبہ کا جواب
۴۱۹	لطف آیت ومنہم الذین یؤذون الخ وغیرہ	۳۸۵	چاروں جماعتوں کے احکام
۴۲۲	لطف آیت ورضوان من اللہ اکبر	۳۸۶	حضرت عثمان کا تحقیقی جواب
۴۲۵	ایمان سے نورانیت اور کفر سے ظلمت بڑھتی ہے	۳۸۶	قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب
۴۲۵	ثعلبہ کا داویلا کرنا تو بہ نہیں تھا	۳۸۶	حاصل سوال
۴۲۶	لطف آیت ومنہم من عاہد اللہ الخ وغیرہ	۳۸۶	حاصل جواب
۴۳۰	ابن ابی کی نماز جنازہ پر تو اعتراض کیا گیا مگر کفن میں قیص	۳۸۷	سورت برأت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ
۴۳۰	یا جہدینے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا	۳۸۷	پندرہ تنبیہات
۴۳۰	آنحضرت ﷺ کے نماز جنازہ پڑھانے پر فاروق اعظم کا اعتراض	۳۹۱	چند نکات
۴۳۰	شبہ کا حل	۳۹۱	لطف آیت اشتروا الخ وغیرہ
۴۳۱	ستر مرتبہ استغفار کرنے سے کیا مراد ہے؟	۳۹۶	کسی کافر کا مسجد بنانا
۴۳۱	نماز جنازہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے	۳۹۶	دنیا و آخرت کی محبت
۴۳۲	کافر کی ارٹھی کو کندھا دینا یا سادھی پرجانا	۳۹۷	غزوہ حنین کی فتح و شکست
۴۳۲	لطف آیت لاتنفرُوا الخ وغیرہ	۳۹۷	اسلام میں چھوٹ چھات کی ممانعت

پارہ نمبر (۶)

لَا يُحِبُّ اللَّهُ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۴	فقہی اختلاف	۱۶	کن مواقع پر برکی کے ظہار کی اجازت ہے اور کہاں نہیں
۶۵	حق اللہ اور حق العباد کا فرق	۱۶	جرم کی پاداش میں یہود و کفار سزا جوئے
۶۵	توسل بزرگان	۱۶	کفر شرعی احکام کے مکلف ہیں یا نہیں؟
۶۵	چوری کی سزا	۲۱	تمہندہ سب کی مذہبی تعظیم کا نچوڑ
۶۶	ایک اشکال کا جواب	۲۲	اہل مذہب کا اپنی نحو
۶۶	۱۰ اوپر رکعت چوری کی سزا	۲۲	نصاری میں شریعہ حقیقہ کا آغاز
۷۰	حنیفہ کے نزدیک حد زنا کا فر پر جاری نہیں ہوتی	۲۳	نیچریوں کا شکل
۷۰	یہود کے عوام اور خواص کی خرابیاں	۲۶	نبی کے اتباع سے استکفاف گویا اطاعت الہی سے استکفاف ہے
	پچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف لفظی و معنوی ہوئی لیکن	۲۶	حکام میں میراث کے ٹکراؤ کا نکتہ
۷۶	قرآن میں تحریف لفظی نہیں ہو سکتی	۳۰	بعض جانوروں کی حلت و حرمت
۷۶	ترک شریعت گناہ ہے یا کفر؟	۳۰	آیات ذیل کا نسخ
۷۶	پچھلی شریعت کے احکام حجت ہیں یا نہیں	۳۵	بعض مخصوص جانوروں کی حرمت
۷۶	قصاص میں فقہی اختلاف	۳۵	قمار اور جوئے کی ایک صورت
۷۶	ایک پیچیدہ اشکال	۳۵	قرعہ اندازی کے حدود
۷۷	دوسرا اشکال	۳۵	دین اسلام کی تکمیل
۷۷	جوابی تقریر	۳۵	شکار کے حلال ہونے کی شرائط
۷۷	جانی قصاص کے بعد عضوی قصاص	۳۷	آجکل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں ہے
۷۸	سماخت کے بغیر عضوی قصاص نہیں بلکہ ارش واجب ہے	۳۷	ایک نادرنکتہ
۷۸	قصاص کے معانی	۴۱	شرط وضو
۷۸	نئی شریعت آنے سے لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے	۴۱	فقہی اختلاف مذاہب
۷۸	ایک شبہ کا ازالہ	۴۱	وضو میں پاؤں کا مسح
۸۲	متنفقین کا جلد ہی بھرم کھل گیا	۴۲	لفظ تعین سے کیا مراد ہے؟
۸۲	دوسرے شبہ کا جواب	۴۲	وضو میں چار فرضوں کے علاوہ دوسری چیزیں مسنون ہیں
۸۲	شیعوں پر رد	۴۸	بنی اسرائیل کے بارہ نقیب اور افسری، آئی، ڈی
۸۳	حضرت ابن عباسؓ کی توجیہ	۴۸	معجزہ پر رد
۸۸	اہل کتاب کا کفر	۴۹	آنحضرتؐ کی آمد سے متعلق انجیلی بشارات کا اخفاء
۸۸	فرق یہود میں پھوٹ	۴۹	آجکل عیسائی اور یہودی دنیا کا اتحاد و اتفاق آیت کے منافی نہیں
۸۸	تورات پر صحیح عمل کا نتیجہ تصدیق محمدی ہے	۴۹	آنحضرتؐ پر نوری میں یا خاکی
۹۴	طبعی خوف منافی کمال نہیں	۵۰	یہودی کی طرف قدیم راجہوتوں کا ادعاء
۹۴	ابتداء میں نئی شریعت اجنبی معلوم ہوا کرتی ہے	۵۰	جاہل پیر زادوں کی مغرورانہ غلط فہمی
۹۴	غیر اللہ کی الوہیت باطل ہونے کی دلیل	۵۷	دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز سے نیست
۹۷	سب سے پہلے حبشہ میں مسلمانوں کو پناہ ملی	۵۸	قبیلت و مقبولیت ہی اکثر حسد کا باعث بن جاتی ہے
۹۷	عیسائیوں کا تعریفی پہلو	۵۸	زک زمرہ میں ہمیشہ فتنہ و فساد کی بنیاد بن جاتی ہے
	قرآن کریم میں نہ تو ایک طرف سے تمام عیسائیوں کی تعریف	۵۸	اقدام قتل یا مدافعت قتل اور نصوص میں تطبیق
۹۷	ہے اور نہ ہی خاص لوگ مراد ہیں۔	۵۸	ہر مذمت تو بہ نہیں ہوتی
۹۷	اخلاق حسنہ کی تعریف اور اسلام کی عالی ظرفی	۵۹	حسنہ میں خضاع و رحمت ہے اور سید میں مساوات حکمت ہے
		۶۴	ذاکہ زنی اور اس کی سزا کی چار صورتیں بطور حصر عقلی ہیں

لَا يُحِبُّ اللَّهُ

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ مِنْ أَحَدٍ أَى يُعَاقِبُ عَلَيْهِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ فَلَا يُؤَاخِذُهُ بِالْجَهْرِ بِهِ
بِأَن يُخَبِّرَ عَنْ ظُلْمِ ظَالِمِهِ وَيَدْعُوَ عَلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا لِمَا يُقَالُ عَلَيْهِمَا ﴿١٣٨﴾ بِمَا فَعَلَ إِنْ تَبَدُّوا
تُظْهِرُوا خَيْرًا مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ أَوْ تُخْفُوهُ تَعْمَلُوهُ سِرًّا أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءِ ظُلْمِ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفْوًا
قَدِيرًا ﴿١٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ بِأَن يُؤْمِنُوا بِهِ
دُونَهُمْ وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضِ مِنَ الرُّسُلِ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ مِنْهُمْ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخَذُوا بَيْنَ ذَلِكَ
الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ سَبِيلًا ﴿١٤٠﴾ طَرِيقًا يَذْمَبُونَ إِلَيْهِ أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا مَصْدَرٌ مُؤَكَّدٌ لِمَضْمُونِ
الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٤١﴾ ذَا إِهَانَةٍ هُوَ عَذَابُ النَّارِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
كُلِهِمْ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ أَجُورَهُمْ ثَوَابُ أَعْمَالِهِمْ
وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا لِرَأْسِ الْوَلِيَّاتِ رَحِيمًا ﴿١٤٢﴾ بِأَهْلِ طَاعَتِهِ يَسْأَلُكَ يَا مُحَمَّدُ أَهْلُ الْكِتَابِ الْيَهُودُ أَنْ ع
تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ جُمْلَةً كَمَا أَنْزَلَ عَلَى مُوسَى تَعْتَنَّا فَإِنْ اسْتَكْبَرْتَ ذَلِكَ فَقَدْ سَأَلُوا أَى
أَبَاؤُهُمْ مُوسَى أَكْبَرَ أَعْظَمَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرْنَا اللَّهَ جَهْرَةً عَيَانًا فَأَخَذَتْهُمْ الصَّعِقَةُ الْمَوْتُ عِقَابًا
لَهُمْ بِظُلْمِهِمْ حَيْثُ تَعْتَنَّا فِي السُّوَالِ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ إِلَهًا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ
الْمُعْجَزَاتُ عَلَى وَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ تَعَالَى فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَلَمْ نَسْتَاصِلْهُمْ وَآتَيْنَا مُوسَى سُلْطَانًا
مُبِينًا ﴿١٤٣﴾ تَسَلُّطًا بَيْنَنَا ظَاهِرًا عَلَيْهِمْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ بِقَتْلِ أَنْفُسِهِمْ تَوْبَةً فَاطَاعُوهُ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ
الْحَبْلَ بِمِيثَاقِهِمْ بِسَبَبِ اخْتِالِ الْمِيثَاقِ عَلَيْهِمْ لِيَخَافُوا فَيَقْبَلُوهُ وَقُلْنَا لَهُمْ وَهُوَ مُظِلٌّ عَلَيْهِمْ ادْخُلُوا الْبَابَ
بَابَ الْقَرْيَةِ سَجْدًا سُجُودًا إِنْجَنَاءً وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْلُوا فِي قِرَاءَةِ يَفْتَحُ الْعَيْنُ وَتَشْدِيدُ الدَّالِ وَفِيهِ إِدْعَامُ
الْقَاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الدَّالِ أَى لَا تَعْتَنُوا فِي السَّبَبِ بِأَصْطِيَادِ الْحَيَاتَانِ فِيهِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا

غُلِظًا ۵۴ عَنِ ذَٰلِكَ فَتَقْضُوهُ فَبِمَا نَقَضْتُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَالْبَاءُ لِلْسَّبِيَةِ مُتَعَلِّقَةٌ بِمَحْدُوفٍ أَيْ لُغَاهُ سَبَّ
نَقَضْتُمْ مِثْقَالَهُمْ وَكُفِّرْتُمْ بِأَيْتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ لِّلنَّبِيِّ قُلُوبُنَا غُلْفٌ لِأَنِّي
كَأَمْتُ بَلْ طَبَعَ خَتَمَ اللَّهِ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا تَعْنِي وَغُظًا فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۵۵ مَسْهُمٌ كَعَبْدِ اللَّهِ
نَسْ سَلَامٌ وَأَصْحَابِهِ وَبِكُفْرِهِمْ ثَانِيًا بَعِثْنِي وَكُرِّرَ الْبَاءُ لِلْفَضْلِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا عَصَفَ عَلَيْهِ وَقَوْلِهِمْ عَلَى
مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۵۶ حَيْثُ رَمَوْهَا بِالزَّنَا وَقَوْلِهِمْ مُفْتَحِرِينَ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
رَسُولَ اللَّهِ فِي رَغَمِهِمْ أَيْ بِمَجْمُوعِ ذَلِكَ عَذَّبْنَا هُمْ قَالَ تَعَالَى تَكْذِبُوا لَهُمْ فِي قَتْلِهِ وَمَا قَتَلُوهُ
وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمُ الْمَقْتُولُ وَالْمَصْلُوبُ وَهُوَ صَاحِبُهُمْ بَعِثْنِي أَيْ أَقْبَى اللَّهُ عَلَيْهِ شَبَّهُهُ
فَقُضِيَ يَأْهُ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ إِي فِي عِيسَى لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مِنْ قَتْلِهِ حَيْثُ قَالَ نَعَضُّهُمْ لَمَّا رَأَوْا
الْمَقْتُولَ أَوَّجَهُ وَجْهَهُ عِيسَى وَالْجَسَدُ لَيْسَ بِجَسَدِهِ فَلَيْسَ بِهِ وَقَالَ آخِرُونَ بَلْ هُوَ مَا لَهُمْ بِهِ بِقَتْلِهِ مِنْ
عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ أَيْ لَكِنْ يَتَّبِعُونَ فِيهِ الظَّنَّ الَّذِي تَحْيِلُوهُ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۵۷ خَارُ
مُؤَكَّدَةٌ لِبَعْثِي أَقْتُلْ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا فِي مَلِكِهِ حَكِيمًا ۵۸ فِي صُغِهِ وَإِنْ مَا مَنَ
أَهْلَ الْكِتَابِ أَحَدًا إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ بَعِثْنِي قَبْلَ مَوْتِهِ أَيْ الْكِتَابِيُّ حِينَ يُعَايِنُ مَلَائِكَةَ الْمَوْتِ فَلَا يَسْمَعُهُ
إِيمَانُهُ أَوْ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى لَمَّا يَنْزِلُ قُرْبَ السَّاعَةِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عِيسَى
عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۵۹ بِمَا فَعَلُوهُ لَمَّا بَعِثَ إِلَيْهِمْ فَبِظُلْمٍ أَيْ بِسَبَبِ ظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا هُمْ الْيَهُودُ
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ هِيَ الَّتِي فِي قَوْلِهِ حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفَرٍ آيَةٌ وَبَصَدِهِمُ النَّاسَ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ دِيْبِهِ صَدًّا كَثِيرًا ۶۰ وَأَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ فِي التَّوْرَةِ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ بِالرُّشَى فِي الْحُكْمِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۶۱ مُؤَلِّمًا لَكِنِ الرُّسُخُونَ
الْمُنَاقِبُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَالْمُؤْمِنُونَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يُؤْمِنُونَ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ
وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْكِتَابِ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ نَصَبٌ عَلَى الْمَدْحِ وَقُرِئَ بِالرَّفْعِ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
۶۲ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمُ الْبَنُونَ وَالْبَنَاءُ أَجْرًا عَظِيمًا ۶۳ هُوَ الْحِجَّةُ

ترجمہ: ... اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بری بات زبان پر لانا (کسی کا۔ یعنی اس پر سزا دیں گے) لایہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو (تو اس پر
کوئی مواخذہ نہیں اگر وہ ظلم کے ظلم کو بر ملا ظاہر کر کے بددعا کر دے) اور اللہ میاں خوب سنتے ہیں (جو بات کہی جائے) اور خوب جانتے
ہیں (جو کچھ کیا جاتا ہے) تم کوئی بات کھلم کھلا کرو (ظاہر طور پر کرو) بھلائی (نیکی) یا چھپا کر کرو (پوشیدہ طریقہ پر عمل کرو) یا کسی کی برائی
(ظلم) سے درگزر کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمانے والے، قدرت والے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے برگشتہ ہیں

ور چاہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) میں تفریق کر دیں (کہ اللہ کو تو مان لیں اور اور رسولوں کو نہ مانیں) اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں (ان پیغمبروں میں سے) اور (ان میں سے) بعض کو نہیں مانتے، اور اس طرح چاہتے ہیں کہ اختیار کر لیں اس (ایمان و کفر) کے درمیان کوئی راہ (ایک طریقہ جس کی طرف چل سکیں) تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں (لفظ تھا مصدر ہے پہلے مضمون جہم کے لئے مذکر ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے (تو ہیں آمیز عذاب جہنم) اور جو لوگ اللہ اور اس کے (کل) رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کیا۔ سوائے ہی لوگ ہیں کہ ہم عنقریب ان کو عطا کریں گے (نون اور یاء کے ساتھ ہے) ان کے اجر (عمال کا ثواب) اور اللہ تعالیٰ بخشے والے ہیں۔ (اپنے دوستوں کو) اور رحمت رکھنے والے ہیں (اپنے اہل عمت شعروں پر) آپ سے درخواست کرتے ہیں (اے محمد ﷺ) اہل کتاب (یہودی) کہ آسمان سے کوئی کتاب ان پر نازل کرنا (پوری کی پوری جس طرح کہ حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی ہے۔ ان کا یہ سوال ازراہ سرکشی ہے۔ پس اگر ان کی یہ فرمائش آپ کو شاق گذری ہو) تو فرمائش کر چکے ہیں (ان کے آباء و اجداد) موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا دکھا دیجئے ہمیں اللہ تھم کھلا (آشکارا طور پر) تو ان کو پکڑ لیا بجلی نے (موت نے سزائے) ان کی گستاخی کی وجہ سے (کیونکہ سوال کرنے میں سرکشی کا مظاہر کیا تھا) پھر پھٹڑے کو لے بیٹے (معبود بنالیا) باوجود یہ کہ ان پر روشن دلیلیں واضح ہو چکی تھیں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر تجزات آچکے تھے) پھر بھی ہم نے ان سے درگزر کر دیا تھا (اور ان کو بالکل ختم نہیں کر دیا تھا) اور موسیٰ کو ہم نے بڑا اقتدار دیا تھا (واضح رعب جو ان پر چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو قتل تو بہ کا حکم دیا تو انہوں نے اس کی تعمیل کر دی) اور ہم نے ان کے سروں پر (کوہ) طور معلق کر دیا تھا۔ ان سے قول و قرار لینے کے لئے (عہد و پیمان لینے کے لئے تاکہ ذکر احکام حق قبول کر لیں) اس کے بعد ہم نے انہیں حکم دیا تھا (طور پہاڑ ابھی ان کے سروں ہی پر تھا) کہ دروازہ سے داخل ہونا (شہر کے دروازہ سے) عاجزی سے (تواضع سے جھکتے ہوئے) اور ہم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تجاوز مت کرنا۔ (ایک قرأت میں فتح عین اور تشدید دال کے ساتھ ہے اور اس صورت میں اصل تاء کا ادغام دال میں ہو رہا ہے یعنی لا تعتلوا تھا) ہفتہ کے دن (مچھلیوں کا شکار کھیل کر) اور ہم نے ان سے کچے قول و قرار لئے تھے (اس بات پر۔ مگر انہوں اس کو توڑ دیا) سو ہم نے ان کی عہد شکنی (مازائد ہے اور باسیبہ ہے محذوف سے متعلق ہے یعنی لعنا ہم بسبب نقصہم) اور اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے (نبی سے) کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (آپ کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں) بلکہ مہر لگا دی (بند لگا دیا) اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے (اس سے آپ کا وعظ نہیں سمجھ سکتے) یہی وجہ ہے کہ گئے چنے چند آدمیوں کے سوا سب کے سب ایمان سے محروم ہیں (ان ہی چند آدمیوں میں عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی بھی ہیں) اور نیز اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا۔ (دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور باکو معطوف علیہ اور معطوف میں فصل کرنے کے لئے مکرر لایا گیا ہے) اور مریم کے خلاف ایسی بات کہنے کی وجہ سے جو بڑی ہی بہتان کی بات تھی (کیونکہ ان پر زنا کی تہمت لگائی) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے (شیخی بگھارتے ہوئے) کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو جو رسوں میں اللہ کے قتل کر دیا (اپنے زعم میں۔ غرض کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے ہم نے ان کو عذاب دیا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے دعویٰ قتل کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں) حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی (مقتول اور مصلوب۔ جو ان کا رفیق تھا وہ حضرت عیسیٰ کی ہم شکل ہو گیا تھا یعنی اللہ نے مقتول کو شکل عیسیٰ بنا دیا اور لوگ اس کو عیسیٰ خیال کرنے لگے) اور جن لوگوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بلاشبہ وہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (قتل عیسیٰ کی بات۔ کیونکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ اس کا چہرہ تورخ عیسیٰ سے ملتا جلتا ہے لیکن اس کا جسم ان کے

جسم سے نہیں ملتا تو کہنے لگے کہ یہ شخص وہ نہیں ہے۔ مگر دوسروں کا کہنا یہ تھا کہ یہ تو وہی شخص ہے) ان کے پاس کوئی دلیل نہیں (ان کے قتل کی) بجز تخمینہ یا توں پر عمل کرنے کے (یہ استثناء منقطع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لکن یتبعون فیہ الطن الذی تخیلوہ) یقیناً انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا (یہ حال مؤکدہ ہے قتل کی نفی کے لئے) بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب رہنے والے ہیں (اپنے ملک میں) اور حکمت والے ہیں (اپنی صنعت میں) اور اہل کتاب میں سے (کوئی) نہ ہوگا جو تصدیق نہ کر لیتا ہو ان کی (عیسیٰ علیہ السلام) کی اپنی موت سے پہلے (یعنی کتابی جب کہ ملائکہ عذاب کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس وقت اس کا ایمان لانا مفید نہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ایمان لانا مراد ہے جب کہ وہ قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمائیں گے جیسے کہ حدیث میں آتا ہے) اور قیامت کے روز وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہی دیں گے (جو کچھ ان یہود نے ان کے مبعوث ہونے کے وقت ناشائستہ حرکتیں کی تھیں) سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے مظالم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں (جن کا ذکر آیت انعام حرمنا کل ذی ظفر میں آ رہا ہے) ان پر حرام کر دی ہیں اور اس لئے کہ وہ روکتے تھے (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے بہت زیادہ اور ان کے سودی کاروبار کرنے کی وجہ سے۔ حالانکہ ان کو اس سے روکا گیا تھا (تورات میں) اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے (فیصلوں میں رشوتیں لے کر) اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان تیار کر رکھا ہے۔ (جو تکلیف دہ ہوگا) لیکن ان میں سے جو لوگ بچے (پختہ) ہیں علم میں (جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ) اور جو ایمان لے آنے والے (مہاجرین و انصار) ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے اور آپ (ﷺ) سے پہلی (کتابوں) پر بھی اور نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں (یہ منصوب علی المدح ہے۔ اور ایک قراءت میں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے) اور زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اور اللہ اور قیامت کے دن پر یقین و اعتقاد رکھنے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں۔ جنہیں عنقریب ہم عطا کریں گے (نون اور یا کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ثواب عظیم (جنت)۔

تحقیق و ترکیب: الجہر یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ بیان واقع اور شان نزول کی وجہ سے ہے ورنہ مطلقاً غیر محبوب ہے جہر اہو یا سرا۔ البتہ جہر انش ہے۔ من احد۔ یہ جہر مصدر کے فاعل کا بیان ہے اور بالسوء مفعول ہے اور من القول حال ہے سوء کا۔ اور عدم محبت سے مراد سزا دینا ہے تاکہ مظلوم کا استنجا صحیح ہو سکے دوسری صورت تقدیر مضاف کی بھی ہے ای الا جہر من الظلم۔ مظلوم کے لئے شکایت یا دوسروں کو بچانے کے لئے اظہار حال کی اجازت ہے اور ظالم متماد ہو تو بدو کا بھی اجازت ہے۔

بین احد غفہ بین کو احد پر اس لئے داخل کیا گیا کہ اس میں مذکر مؤنث، واحد، تشبیہ، جمع سب کی گنجائش ہے۔

غفور ارحیم۔ اس میں مرتکب کبیرہ کی عدم تخلید پر معتزلہ کے برخلاف استدلال ہو سکتا ہے نیز صفات افعال کو قدیم نہ کہنے والوں کے خلاف بھی آیت میں استدلال موجود ہے کیونکہ کان اللہ غفور ارحیم فرمایا گیا ہے یعنی ازل میں بھی وہ ان صفات کے ساتھ متصف تھے۔ مسئلہ چونکہ اس قسم کے سوالات تحت اور عناد کے لہجہ میں ہوتے ہیں اس لئے پورے نہیں کئے جاتے ورنہ ستر شاؤ جو سوالات ہوتے ہیں وہ قابل منظور سمجھے جاتے ہیں۔

فان استکبرت۔ اس میں اشارہ ہے فقد سالوا الخ کی شرط محذوف کی طرف اور سترہ نقباء کا سوال یہود موجود کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے وہ اپنے آبائی طریقوں پر رضامند تھے فاطا عوہ چنانچہ ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مقتول ہو گئے۔

وہو مظل علیہم۔ غالباً جلال المفسر سے سہو ہو گیا ورنہ تاریخی اعتبار سے واقعہ رفع طور واقعہ تہ سے پہلے ہو چکا تھا۔ اور واقعہ دخول قریہ بہت بعد کا ہے۔ اور قریہ سے مراد ریحا ہے۔

وكرر الباء معطوف عليه بما نقضهم به اور بل طبع اللہ اجنبی فاصل ہے مسح چونکہ حضرت جبرائیل نے ان کو چھو کر برکت دی یہ وہ خود مریضوں کو چھو کر اچھا کر دیتے تھے اس لئے مسح کہا گیا۔ اول صورت میں مسیح بمعنی مسح اور دوسری صورت میں بمعنی مسح ہے۔ رسول اللہ . یہود نے یا تو استہزاء یہ لفظ استعمال کیا۔ اور یا خود حضرت عیسیٰ کے زعم اور دعویٰ کے لحاظ سے کہا ہے۔ وریاء اللہ تعالیٰ نے تو صیغی جملہ ارشاد فرمایا۔ پس اس تیسری توجیہ پر اس جملہ کا تعلق حکایت سے ہوگا محض عنہ سے نہیں ہوگا۔ ولکن شبه لہم یہود نے جب حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو گرفتار کر لیا تو انہوں نے یہود کے حق میں بددعا فرمائی اللہم انت ربی وکلمتک حلققتنی اللہم العن من سبئی ولسب والدتی چنانچہ بددعا کا یہ اثر ہوا کہ انکو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ اور ایک منافق شخص طحیہ نوس ان کا شبیہ بنا، یا گیا جو مقتول و مصلوب ہوا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف بچائے گئے۔ الا الظن۔ ظن کو اصرار میں داخل نہ کیا جائے تو استثناء منقطع ہوگا۔ اور علم سے مراد عام لی جائے تو پھر استثناء متصل ہو جائے گا وان من اهل الكتب میں ان مافیہ ہے مخبر عنہ محذوف ہے۔ صفت اس کے قائم مقام ہوگئی ای وما احد من اهل الكتب اور لفظ احد نفی استثناء کی صورت میں عام طور پر محذوف ہوتا ہے۔

الا لیؤمنن یہ جملہ قسمیہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے وان من اهل الكتب احد الا لیؤمن بہ یعنی اپنی موت سے پہلے ان باتوں پر ایمان لاتا ہے مگر غرغره کا ایمان فرشتہ موت ظاہر ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہوں یعنی قیامت کے نزدیک وفات عیسیٰ سے پہلے سب ان پر ایمان لائیں گے اور وہ فی الحقیقت اسداس کو ماننا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہو کر صلیب توڑیں گے، خنزیر قتل کریں گے، جز یہ موقوف کر دیں گے۔ اور پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ثبوت میں اس آیت کو پڑھا۔

الدین ہادوا۔ ہادوا بمعنی قابوا ورجعوا۔ چونکہ یہود نے گوسالہ پرستی سے رجوع کر لیا تھا اس لئے یہود کہلائے۔

لکن الراسخون۔ یہ استدراک ہے واعتدنا الخ سے، الراسخون مبتداء ہے اور فی العلم اس سے متعلق است اور منہم محذوف سے متعلق ہے اور راسخون سے حال ہے اولئک مبتداء ثانی سنوئہم اس کی خبر پورا جملہ پھر الراسخون کی خبر ہے والمقیمین بتقدیر مدح المقیمین یا ما انزل پر عطف کرتے ہوئے مجرور بھی ہو سکتا ہے اور رفع کی صورت میں راسخون یا یؤمنون کی ضمیر پر عطف ہو سکتا ہے یا پھر مبتداء مانا جائے اور اولئک سنوئہم الخ خبر ہو۔

ربط: پچھلی آیات میں کفار و منافقین کی عداوتوں کا تذکرہ تھا۔ چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی بھی ہوتی ہے اور ایذا رسانی میں شکایت کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ اس لئے آیت لا یحب اللہ الخ میں اس کی حدود پر گفتگو کی جا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی معافی کی فضیلت بھی مذکور ہے اس کے بعد ان الذین الخ سے اعتدنا لہم عذاباً الیماً۔ تک یہود کی مختلف نالائقیات اور پھر ان کی پاداش اور سزائیں مذکور ہیں۔ اور لکن الراسخون سے ان کے مقابل اہل ایمان کی مدح سرائی کی جا رہی ہے۔

شان نزول: ابن جریر نے مجاہد سے تخریق کی ہے کہ کسی شخص نے چند آدمیوں کی دعوت کی انہوں نے ہانا نہیں کھایا تو داعی صاحب ان کی شکایت کرتے پھر اس پر عتاباً آیت لا یحب اللہ نازل ہوئی۔ اس صورت میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوگا نہ کہ خصوص سبب کا۔ اور خازن میں متعلق سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ آنحضرت (ﷺ) کی مجلس میں کسی نے ان کو برا بھلا کہا مگر وہ خاموش رہے اور برا بھلا کہنے والے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بعد میں صدیق اکبر نے

جب کسی بات کا جواب دیا تو آنحضرت (ﷺ) سن کر کھڑے ہو گئے۔ صدیق اکبرؓ نے شکایتی لہجہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ان کی گالیوں کو تو خاموش سنتے رہے لیکن جب میں نے جواب دیا تو آپ کھڑے ہو گئے؟ فرمایا: جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا۔ اور شیطان درمیان میں آ گیا اس لئے مجھے بھی اٹھ جانا پڑا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت ورفعنا کے متعلق ابن جریر ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ یہود نے عناداً آنحضرت (ﷺ) سے فرمائش کی کہ آپ منجانب اللہ ہر ایک کے نام نوشتہ بھجواد بھیجئے جس میں آپ کے رسول (ﷺ) ہونے کی اطلاع اور تصدیق درج ہو۔ ان خطوط اور پیغامات کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔ یہ سن کر آنحضرت (ﷺ) کو بڑا رنج ہوا کہ اس قسم کی واہی تباہی فرمائشوں میں اپنا وقت عزیز برباد کرتے ہیں۔ اس پر تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور لکن الراسخون کا نزول عبداللہ بن سلام اور اسید اور ثعلبہ وغیرہ کے بارے میں ہوا ہے۔

﴿تشریح﴾: ... کن مواقع پر برائی کے اظہار کی اجازت ہے اور کہاں نہیں: آیت لا یحب

اللہ میں حصر حقیقی نہیں ہے کہ صرف ظالم کے مقابلہ میں شکایت اور اظہار کی اجازت ہے۔ بلکہ حصر اضافی مراد ہے۔ یعنی اس شخص کے لحاظ سے حصر کیا جا رہا ہے جو بلا کسی معتبر اور شرعی مصلحت کے دوسرے کی شکایت زبان پر لائے۔ ورنہ ظالم کے علاوہ بعض اور مواقع بھی ہیں جن میں شریعت برائی کے اظہار کی اجازت دیتی ہے مثلاً: اگر کسی سے کوئی دینی یا دنیاوی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے حالات سے لوگوں کو باخبر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا۔ غرض کہ بغیر مصلحت و ضرورت کسی کی عیب جوئی جائز نہیں ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت ان الذین الخ خصوصیت سے یہود کے متعلق ہے اگرچہ الفاظ کے عموم کے لحاظ سے نصاریٰ بھی ضمناً داخل ہو سکتے ہیں اور رفعنا الخ کا حاصل مضمون یہ نکلا کہ آپ ان کی بے سرو پا باتوں سے شکستہ دل نہ ہوں۔ کیونکہ اس قوم سے تو اس سے بھی زیادہ حماقت مآب اور بے تکلفی فرمائشیں سرزد ہو چکی ہیں کیونکہ دنیا میں پیغامات الہی اور وحی ربانی کا سلسلہ برابر جاری ہے اگرچہ غیر انبیاء کے لئے اس قسم کی توقعات بجا ہیں۔ اور دیدار خداوندی کی دنیا ہی میں درخواست انتہائی درجہ کی جرات بجا ہے۔ کیونکہ دنیا میں کبھی رویت الہی واقع نہیں ہوئی۔ اگرچہ آخرت میں ضرور اس کا وقوع ہوگا۔ اور اس لحاظ سے گوسالہ پرستی تو اس سے بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ یہ محالات عقلیہ اور شرعیہ میں سے ہے کسی زمان و مکان میں اس کا امکان نہیں، چنانچہ لفظ ثم اسی استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ تاخیر زمانی مراد نہیں ہے۔ اسی طرح نقص یشاق میں مابعد کا پورا مضمون داخل ہے لیکن زیادہ برائی کے لئے معاملات کی تفصیل بھی کر دی ہے اور ان آیات سے متعلق ضروری بحثیں پہلے گزر چکی ہیں۔

جرائم کی پاداش میں یہود گرفتار سزا ہوئے: یہود میں اگرچہ بعض صلحاء ان مذکورہ جرائم سے محفوظ تھے لیکن عادتاً اللہ کے مطابق بہت سی حکمتوں کے باعث جن کی طرف آیت واتقوا الفتنة لا تصین الذین ظلموا منکم خاصۃ میں اشارہ ہے اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے کہ اس کے غیر ضروری سوال کی وجہ سے زمانہ وحی میں کوئی چیز سب کے لئے حرام کر دی جائے۔ غرض کہ اس قسم کی مصلحتوں کے پیش نظر یہود میں تحریم عام ہو گئی تھی۔ البتہ شریعت محمدیہ (ﷺ) میں جو چیزیں حرام ہیں وہ کسی جسمانی یا روحانی مضرت کے پیش نظر ہیں پس اس لحاظ سے ان کو غیر طیب سمجھنا چاہئے۔ غرض کہ یہود کے حق میں طیبات نافذ کا حرام ہونا تو عقوبت و سزائش ہے لیکن امت محمدیہ کے حق میں غیر طیبات ضارہ کا حرام ہونا باعث حفاظت و رحمت ہے۔

کفار شرعی احکام کے مکلف ہیں یا نہیں: بعض حضرات نے آیت یظلم الخ سے کفار کے مخاطب بالشرائع

ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ تحریم حلال کی وجہ سے ان پر عاجل و آجل مواخذہ ہوا ہے لیکن یہ استدلال ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اختلاف دربارہ عبادات ہے ورنہ کفار کے مخاطب بالمعاملات اور محرمات کے ارتکاب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہماری طرح ان پر بھی چوری اور زنا اور ڈاکہ زنی اور قذف کی حدود جاری کی جائیں گی۔ بہر حال ربوا اور زنا کا مطلقاً حرام ہونا معلوم ہوا۔ بخلاف شراب و خنزیر کے۔ فان الحمر لهم كالخيل لنا والخنزير لهم كالشاة لنا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفار ایمان، عقوبات، معاملات کے لحاظ سے تو مکلف ہیں ہی۔ عبادات میں بھی اخروی لحاظ سے مخاطب ہیں البتہ دنیا میں ادائیگی کے مکلف نہیں ہیں اگرچہ بعض علماء کے نزدیک ادائیگی دنیا کے اعتبار سے بھی مکلف ہیں۔ اسی طرح جو احکام خود ان کے مذہب میں بھی حرام ہوں بذا اختلاف ان کے مخاطب بھی ہوں گے۔ البتہ نکاح محارم، یا بغیر گواہوں کے نکاح، یا عدت کے اندر نکاح، یا بغیر مہر کے نکاح یا عدم مہر کی شرط پر نکاح، یا مردار جانور، یا شراب یا سوز کے بدلہ میں نکاح۔ ان سب احکام کی تفصیل ہدایہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

اظہار آیت: . . . آیت لا یحب اللہ الجہر سے انتقام کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کی ایک فرد شکایت بھی ہے لیکن آیت ان تبدواخیر الخ سے صبر و عفو کا محبوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اول ضعفاء کی اور دوسرے اہل ہمت و عزیمت کی شان ہے۔ پہلے حکم کی مصلحت سینہ کا کینہ سے صفا ہونا ہے اور دوسرے حکم کی مصلحت خروج القلب الی القرب ہے آیت یسئلک اہل الکتب الخ سے قیاساً ایسے شخص کی مذمت معلوم ہوتی ہے جو برکات سماویہ کو شیخ کے اختیار میں سمجھ کر اس سے درخواست کرے۔ اور آیت فقلوا ارنا اللہ سے ایسے شخص کی مذمت معلوم ہوتی ہے جو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا معتقد ہو۔ اور آیت فبظلم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاصی کے سبب سالک سے واردات کا قبض بھی ہو سکتا ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنْشَاءً وَيَعْقُوبَ ابْنَ إِسْحَاقَ وَالْأَسْبَاطَ أُولَئِكَ عَيسَى وَآيُوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَنَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴿١٧٣﴾ بِالْفَتْحِ اسْمٌ لِلْكِتَابِ الْمَوْتَى وَالضَّمُّ مُصَدَّرٌ بِمَعْنَى مَرْبُورًا أَيْ مَكْتُوبًا وَ أَرْسَلْنَا رُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ رَوَى أَنَّهُ تَعَالَى نَعَتْ ثَمَانِيَةَ آلَافٍ نَبِيِّ أَرْبَعَةَ آلَافٍ مِنْ إِسْرَائِيلَ وَأَرْبَعَةَ آلَافٍ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ قَالَهُ الشَّيْخُ فِي سُورَةِ غَافٍ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى بِلَا وَاسِطَةٍ تَكْلِيمًا ﴿١٧٤﴾ رُسُلًا بَدَلٌ مِنْ رُسُلٍ قَبْلَهُ مُبَشِّرِينَ بِالثَّوَابِ مِنْ آمَنَ وَ مُنذِرِينَ بِالْعِقَابِ مَنْ كَفَرَ أَرْسَلْنَاهُمْ لِيَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ أَمْقَالٌ بَعْدَ أَرْسَالِ الرُّسُلِ إِلَيْهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَتَتَّبِعَ آيَاتَكَ وَتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَبَعَثْنَاهُمْ لِقَطْعِ عُذْرِهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا فِي مُلْكِهِ حَكِيمًا ﴿١٧٥﴾ فِي صُنْعِهِ وَنَزَلَ لَمَّا سَأَلَ الْيَهُودُ عَنْ نُبُوَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَرُوهُ لَكِنْ اللَّهُ يُشْهِدُ بَيِّنَاتٍ نُبُوَّتِكَ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ الْمُعْجَزِ أَنْزَلَهُ مُتَلَسِّسًا بِعِلْمِهِ أَيْ عَالِمًا بِهِ أَوْ وَفِيهِ عِلْمُهُ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ لَكَ أَيْضًا وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٧٦﴾ عَلَى ذِيكَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَصَدُّوا النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِ الْإِسْلَامِ بِكُتْمِهِمْ نَعْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ الْيَهُودُ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦٤﴾ عَنِ الْحَقِّ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَظَلَمُوا نَبِيَّهُ بِكُتْمَانِ نَعْتِهِ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيُهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ مِنَ الطَّرِيقِ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ أَيْ الطَّرِيقَ الْمُرْتَدِّ إِلَيْهَا خُلْدَيْنِ فِيهَا مُقَدَّرَيْنِ الْخُلُودَ إِذَا دَخَلُوهَا أَبَدًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ هَيَّا يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ مُحَمَّدٌ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا بِهِ وَاقْصِدُوا خَيْرًا لَكُمْ مِمَّا أَنْتُمْ فِيهِ وَإِنْ تَكْفُرُوا بِهِ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ بَلْ كَأَنَّكُمْ تَبْذُرُونَ كُفْرَكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا بِخَلْقِهِ حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ يَأْهَلُ الْكِتَابِ الْإِنْجِيلَ لَا تَغْلُوا تَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْقَوْلَ الْحَقَّ مِنْ تَنْزِيلِهِ عَنِ الشَّرِيفِ وَالْوَلَدِ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا أَوْصَلَهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ أَيْ ذُو رُوحٍ مِنْهُ أُضِيفَ إِلَيْهِ تَعَالَى تَشْرِيفًا لَهُ وَلَيْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ وَابْنُ اللَّهِ أَوْ إِلَهًا مَعَهُ أَوْ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ لِأَنَّ ذَا الرُّوحِ مُرَكَّبٌ وَالْإِلَهَ مُرَّةً عَنِ التَّرَكِيبِ وَعَنْ نِسْبَةِ الْمُرَكَّبِ إِلَيْهِ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا الْإِلَهَةُ ثَلَاثَةٌ اللَّهُ وَعِيسَى وَآمَنَ أَنْتَهُوا عَنْ ذَلِكَ وَأَتُوا خَيْرًا لَكُمْ مِنْهُ وَهُوَ التَّوْحِيدُ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَنَهُ تَرْبِيهَا لَهُ عَنِ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ خَلْقًا وَالْمَلَكِيَّةُ تَنَافَى السُّوءَ وَكَفَى بِاللَّهِ فَاعْلَمُوا ﴿١٧١﴾ شَهِيدًا عَلَى ذَلِكَ۔

ترجمہ: ... ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح پر اور ان کے بغیر نبیوں پر وحی بھیجی ہے۔ اور (جس طرح) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (دونوں صاحبزادہ ابراہیم ہیں) اور یعقوب (صاحبزادہ اسحاق) اور اولاد یعقوب (یعقوب کی نسل میں جو نبی ہوئے ہیں) اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، سلیمان پر بھیجی ہے اور ہم نے عطا کی (سلیمان کے والد) داؤد کو زبور (لفظ زبور، لفتح ہے عطا کردہ کتاب کا نام ہے۔ اور بالضم مصدر ہے بمعنی مزبور و مکتوب)۔ اور (بھیجا ہم نے) ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم اس سے پہلے آپ کو سنا چکے ہیں اور کچھ ایسے رسول جن کا حال ہم نے آپ کو نہیں سنایا ہے (مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی مبعوث فرمائے تھے۔ چار ہزار انبیاء، بنی اسرائیل اور چار ہزار اور باقی انسانوں میں شیخ جلال الدین محلی نے سورۃ غافر میں اس کو ذکر کیا ہے) اور کلام فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے (براہ راست) خاص طور پر۔ ان سب رسولوں کو (پہلے رسل سے یہ لفظ بدل ہو رہا ہے) خوشخبری دینے والے (ایمان لانے والوں کو ثواب کی) اور ڈرانے والے (کفار کو عذاب کا۔ ان کو ہم نے بھیجا ہے) تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت (معذرت) باقی نہ رہے ان پیغمبروں کے (ان کی طرف بھیجنے کے) بعد (چنانچہ یہی کہنے لگیں) اے اللہ آپ نے کیوں نہ بھیجا ہمارے پاس اپنا رسول تاکہ ہم آپ کی آیات کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں شمار ہوتے۔ غرض کہ قطعاً جنت کے لئے ان کے پاس ہم نے اپنے رسول بھیج دیئے) اور اللہ میاں (اپنے ملک میں) غالب اور (اپنی صنعت میں) حکمت رکھنے والا

اے ہیں (یہود سے آنحضرت ﷺ) کی نبوت کے بارے میں کسی نے سوال کیا لیکن جب انہوں نے انکار کر دیا تو یہ آیت نازل ہوئی (لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں) (آپ کی نبوت ظاہر کر رہے ہیں) اس کتاب کے ذریعہ جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے (قرآن کریم مع اپنے اچھے کے) اور بھیجا بھی اپنے کمال علم کے ساتھ (متلبس کر کے یعنی اس سے خود واقف ہے یا اس کتاب میں اس کا علم ہے) اور فرشتے بھی تصدیق کر رہے ہیں (نیز آپ کی) اور اللہ ہی کی شہادت کافی ہے (اس پر) جو لوگ منکر ہیں (اللہ تعالیٰ کے) اور روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے (دین اسلام سے۔ نبی کریم ﷺ) کی صفات کو چھپا کر۔ مراد اس سے یہود ہیں) وہ بھٹک گئے دور دراز کی گمراہیوں میں (حق سے) بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں (اللہ کے) اور ظلم کر رہے ہیں (نبی کریم ﷺ) پر۔ ان کی خوبیاں چھپا کر (تو اللہ تعالیٰ انہیں کبھی بخشے والے نہیں ہیں اور نہ انہیں راہ دکھلائیں گے) (راہوں میں سے) بجز راہ جہنم کے (یعنی ایسا راستہ جو ان کو جہنم رسید کر کے رہے گا) جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (دوام ان کے حق میں طے ہو چکا ہوگا) اسی جہنم میں (جب ایک دفعہ اس میں داخل ہو جائیں گے) دائمی طور پر۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معمولی (سہل) بات ہے۔ اے لوگو! (مکہ والو!) بلاشبہ تمہارے پاس رسول (محمد ﷺ) تشریف لائے ہیں۔ سچی بات تمہارے پروردگار کی طرف سے لے کر۔ سو تم (ان پر) ایمان لے آؤ (اور اختیار کرو۔ ایسی چیز کو) جو تمہارے لئے بہتر ہو (تمہاری موجودہ حالت سے) اور اگر تم (ان سے) منکر رہے تو آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے (اسی کی ملک، مخلوق اور بندے ہیں لہذا تمہارا کفر کرنا اس کے لئے ضرور رساں نہیں ہو سکتا) اور اللہ پوری طرف سب کچھ جاننے والے ہیں (اپنی مخلوق کا حال) اور کامل حکمت رکھنے والے ہیں۔ (اپنی مخلوق کے تمام کاموں میں) اے اہل کتاب (نصاری) غلومت کرو (حد سے آگے نہ بڑھو) اپنے دین میں۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بجز حق (بات) کے اور کچھ نہ کہو (شریک اور اولاد کی براءت کے سوا) مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے حکم کا ظہور ہیں جو القاء کیا گیا (ڈالا گیا) تھا مریم پر نیز ایک روح ہیں (جاندار ہیں) جو اللہ کی طرف سے بھیجی گئی تھی (روح کی اضافت حق تعالیٰ کی طرف تشریفاً کی گئی ہے یہ نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں یا اللہ کے ساتھ شریک الوہیت ہیں یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں کیونکہ ہر جاندار چیز مرکب ہوتی ہے اور اللہ کی شان ترکیب سے اور مرکب کی نسبت اس کی طرف کرنے سے بالا ہے) پس چاہئے کہ اللہ پر اور ان کے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ یہ بات نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں (ایک اللہ، دوسرے عیسیٰ تیسرے عیسیٰ کی والدہ) باز آ جاؤ (ایسی بات کہنے سے اور وہ کام کرو جو) تمہارے لئے بہتر ہو (بہ نسبت تثلیث کے اور وہ توحید ہے) فی الحقیقت اللہ ہی اکیلے معبود ہیں۔ وہ اس سے پاک ہیں (ان کے لئے تزیہ ثابت ہے) کہ ان کے کوئی فرزند نہ ہو۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کے لئے ہے (اس کی مخلوق اور ملکیت ہے۔ اور ملکیت اور فرزندگی میں ایک دوسرے سے تضاد ہے) اور اللہ ہی کافی وکیل ہیں (اس پر نگران ہیں)

تحقیق و ترکیب:..... النبی فوح۔ حضرت نوح سے ابتداء کرنا یا تو اول نذیر ہونے کی وجہ ہے یا اس لئے ہے کہ ان کی امت سب سے اول معذب ہوئی ہے ان کے بعد بارہ نامور انبیاء جو عرب اور اہل کتاب کے (نزدیک مسلم رہے ہیں۔ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔) واتینا جملہ معطوف ہے او حینا پر۔

والا سباط۔ سبط کی جمع ہے بمعنی قبیلہ۔ یعنی خاندان کی شان۔ وحی کے معنی زجاج کے نزدیک ایماء اور اعلام علی سبیل الا فہاء کے ہیں۔ زبور بروزن فہاء بمعنی مفعول جیسے۔ رکوب۔ حلوب۔ زبور سے ماخوذ ہے زبر ث بمعنی کتب۔ حضرت داؤد پر جو کتاب نازل ہوئی جس میں ڈیڑھ سو سورتیں تھیں ہر سورت کو زبور کہا جاتا ہے لیکن ان میں کوئی حکم حلال حرام سے متعلق نہیں تھا بلکہ سب مضامین تسبیح تقدیس اور حمد کے ترانوں اور مواعظ و نصائح پر مشتمل تھے۔ لفظ زبور کی دوسری قرائت حمزہ کے نزدیک مضموم ہے۔ پس

یہ مصدر یعنی اسم مفرد بروزن مفعول ہوگا جیسا کہ دخول، جلوس، قعود ہیں۔ لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ فاعل ضمہ کے ساتھ مصدر لازم آتا ہے نہ کہ متعدی۔ الا یہ کہ محفوظ الفاظ ہوں جیسے لبروم نہو کہ۔ حالانکہ زبور متعدی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ لفظ جمع ہو زبور بفتح مصدر کی باب ضرب و نصر سے بمعنی کتب جیسے فلس کی جمع فلوس یا پھر زبور بالکسر کی جمع ہے جیسے حمل جمول، قدر قدور۔ روی حاتم نے روایت کی ہے اور ابو یعلیٰ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کان من خلعا عن اخوانی من الانبیاء ثمانیۃ الاف سی ثم کان ابن مریم ثم کنت انا۔

اور ابو سعید عن انسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں بحث علی اثر ثمانیۃ الاف من الانبیاء مہم اربعۃ الاف من ہسی اسرئیل۔ لیکن متعین طور پر انبیاء کی تفصیلی معرفت شرط ایمان نہیں ہے ورنہ سب کا تذکرہ ضروری تھا۔
و کلم اللہ یہ عطف قصہ علی القصہ ہے اور مصدر مؤکد لانے سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ نے حقیقتہً کلام الہی سنہ قد یہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ نے کسی چیز میں کلام پیدا فرمادیا تھا اور اس سے موسیٰ علیہ السلام نے سنا۔

لئلا یكون اس کا تعلق ارسلنا یا مبشرین یا منذرین کے ساتھ ہے یشہد۔ اللہ کی شہادت اور گواہی یہ ہے کہ انبیاء کے ہاتھ پر خوارق و معجزات ظاہر فرمائے جو ایک طرح کی تصدیق ہے ورنہ کاذب کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ بعلمہ اس میں معتبر۔ پروردگار جو منکر صفات ہیں کیونکہ حق تعالیٰ خود اپنے لئے صفت علم ثابت کر رہے ہیں مفسر علامہ دو تو جیہ میں کر رہے ہیں۔ پہلی توجیہ پر جار مجرور فاعل سے حال ہوگا۔ اور دوسری توجیہ پر مفعول سے حال ہوگا اور جملہ محل تفسیر میں ہوگا ماقبل سے خلدین۔ یہ حال مقدمہ ہے مفعول یشہدہم سے اور ہدایت سے مراد راہ جہنم کی طرف ہدایت ہے۔ یہ دونوں آیات صرف ان کفار کے بارے میں ہیں جن کا ہدایت پر نہ آنا علم الہی میں مقدمہ ہو چکا ہے۔ بالحق ای بالا سلام یا یہ حال ہے ای محققاً۔

خیراً یہ منصوب ہے فعل مضمر قصد واک کی وجہ سے اور بعض نے لکن الا یمان خیر الکم تقدیر ممانی ہے لیکن بصری اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ اس صورت میں کان سے اسم محذوف ماننا پڑے گا۔ نیز شرط و جزا کا حذف کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔
فلا یضرہ اشارہ ہے کہ جواب محذوف ہے اور فان اللہ حال بر جواب ہے۔ الکتاب اس کے بعد الا بعجل سے اشارہ ہے کہ عام سے مراد خاص ہے۔ پہلے یہود کا ذکر تھا۔ اب نصاریٰ کا ذکر ہے۔ اور بعض نے عام اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد لئے ہیں۔ افراط و تفریط کے دونوں ہی غلو میں مبتلا ہوئے۔ ایک گروہ نے خدا بنا کر۔ دوسرے گروہ نے سولی چڑھا کر اور ولد الزنا قرار دے کر۔

اما المسیح۔ یہ مبتدا ہے اور عیسیٰ بدل ہے یا عطف بیان اور ابن مریم اس کی صفت اور رسول اللہ خبر ہے اور و کلمۃ اس پر معطوف ہے لفظ مسیح عبرانی زبان کا ہے اصل میں مشخیا تھا جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ اگرچہ سارے عالم کی تخلیق لفظ کن سے فرمائی گئی لیکن بالوسائط، برخلاف حضرت عیسیٰ کے، وہ والد اور نطفہ کے بغیر لفظ کن سے پیدا ہوئے اور ان کو کلمہ اس لئے کہا گیا کہ جس طرح وہ کلام سے ہدایت حاصل کرتے تھے کلمہ سے بھی ہدایت حاصل کرتے تھے۔ اور چونکہ احیاء موتی کا معجزہ ان کو عطا ہوا تھا اس لئے روح کہا گیا۔ قرآن کریم کو بھی اس لحاظ سے روح کہا گیا ہے و کذا لک اوحینا الیک روحاً کیونکہ اس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور لفظ منہ تبغیضہ نہیں ہے جیسا کہ نصاریٰ کا گمراہانہ خیال ہے بلکہ من ابتداء یہ ہے ایک نصرانی طبیب ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہو اور واقعہ سے منظرہ کا اس نے چیلنج دیا کہ قرآن بھی مسیح کو جزاء اللہ مانتا ہے اور استدلال میں یہی آیت بڑھی۔ فوراً واقعہ کی رحمتہ مدلیہ نے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے دوسری آیت تلاوت کر دی و سخر لکم مافی السلوٰت و مافی الارض جمیعاً منہ۔ یہاں بھی لفظ منہ استعمال کیا گیا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ کل عالم اللہ کا جزء ہے۔ یہ سن کر نصرانی طبیب مبہوت ہو گیا اور بالآخر اس کو مسلمان ہونا

پڑا جس پر ہارون رشیدؑ نے خوش ہو کر واقدی کو خلعت فاخرہ عطا کیا۔

اللہ کی طرف روح کی نسبت بیت اللہ ناقۃ اللہ کی طرح تشریفاً ہے۔ اور کلام عرب میں روح و روح کے معنی نفخ کے آتے ہیں۔ دونوں غلط متقارب ہیں گویا نفخ جبریلی سے حضرت عیسیٰؑ کا تولد ہوا یہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری آیت میں ہے فنفسخا فیہ من روحا۔ لیس کما زعمتم۔ عیسائیوں میں تین مشہور فرقے ہیں۔ یعقوبیہ۔ نسطوریہ۔ ملاکیہ ان میں سے ہر ایک فرقہ کی طرف اشارہ ہے جو تثلیث کا قائل ہے لاں ذالروح شکل اول سے مرکب قیاسی ہے۔ عیسیٰؑ ذوروح وکل ذی روح مرکب۔ نتیجہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ مرکب اس نتیجہ کو پھر دوسرے قیاس کا صغریٰ بنا کر اس طرح شکل ثانی بنائی گئی۔ عیسے مرکب والالہ لا یسکون مرکباً۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عیسیٰ لیس سالہ لا مستقلاً ولا واحداً من الثلاثة ولا ابن اللہ۔ ثلاثہ۔ یہ خبر ہے الالہۃ اس سے پہلے مبتدا محذوف ہے۔ انتھوا خیر الکم اول کے متعلق اور ثانی کے عامل محذوف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ صبحنہ۔ اے مسیحہ تسیحاً۔ یہ منصوب ہے۔ مصدر یا اسم مصدر یا علم مصدر ہے۔

رابطہ: اہل کتاب چونکہ دوسری قوم کے اتباع میں عار محسوس کرتے تھے نیز عرصہ سے ان میں کوئی نئی نہیں آیا جس کی وجہ سے نبی کے بارے میں عرج طرح کے ادہام اور غلط خیالات کا شکار رہتے تھے۔ کبھی یہود کہتے ان تنزل علیہم کتاباً من السماء الح جس کا منشا محض جہل تھا اس لئے آیت انا وحبنا الیلٹ سے بارہ مسلم انبیاء کا ذکر کر کے اس کی تردید کی جا رہی ہے کہ یہ حضرات بھی مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے پھر ان کا اتباع کیسے کیا گیا۔ نیز ان میں سے کسی پر بھی پوری کتاب ایک دم نازل نہیں کی گئی ہے۔ پھر آنحضرت (ﷺ) سے یہ بیجا فرمائش کیسی؟ اگر اثبات نبوت ان باتوں پر موقوف ہے تو تمام انبیاء میں اس کا لزوم ہونا چاہئے حالانکہ لازم منطقی ہے پس توقف بھی باطل ہے غرض کہ جس دلیل سے دوسروں کی نبوت مانی ہے اسی دلیل سے آپ (ﷺ) کی نبوت بھی واجب التسلم ہے۔ اس کے بعد یا ایہا الناس الخ سے خطاب عام ہے تصدیق نبوت کے سلسلہ میں۔ اور پھر یا اہل الکتاب سے خطاب خاص نصاریٰ کو جس میں ان کے غلو کا ابطال ہے۔

شان نزول: یہود میں سے مسکین اور عدی بن زید نے آنحضرت (ﷺ) سے اعتراضاً کہا یا محمد ما نعلم ان اللہ انزل علی بشر من شنی من بعد موسیٰ۔ اس پر تردید ان آیات کا نزول ہوا ہے۔ اور بعض کی رائے میں ان کا نزول یہود کے قول لئو من لک حتی تنزل علینا کتاباً کے سلسلہ میں ہوا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت جب آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا انی واللہ اعلم انکم تعلمون انی رسول اللہ یہود نے جواباً کہا ما نعلم ذلک اس پر آیت لکن اللہ یشہد الح نازل ہوئی۔

دوسری روایت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ جب آیت انا وحبنا الح نازل ہوئی تو یہود نے کہا ما یشہد لک اس پر آیت لکن اللہ یشہد الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: تمام مذاہب کی مذہبی تعلیم کا نچوڑ: وحدت دین کی اس اصل عظیم کا اعلان ہے کہ نوع انسانی کے لئے خدائی کی سچائی ایک ہی میں ہے اور تمام رہنماؤں نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ لیکن یہ پیروان مذاہب کی بے پرواہی

ہے کہ سروہ بندیاں کر کے الگ الگ دین بنائے اور ایک دین کے بھی بہتر (۷۲) دین کر لئے اور لگے ایک دوسرے کو جھٹلانے۔ لیکن ہدایت الہی مندرجہ ذیل باتوں پر روشنی ڈال رہی ہے۔ (۱) قرآن کریم اگرچہ بعض پیغمبروں کا ذکر کرتا ہے اور بعض کا نہیں کرتا، لیکن تصدیق سب کی کرتا ہے اور سب پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ (۲) کوئی عہد اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں خدا نے پیغمبر نہ بھیجے ہوں۔ (۳) جو لوگ سچے ہیں اور علم حقیقی میں پکے ہیں وہ جس طرح پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن کریم پر بھی اسی طرح ایمان رکھتے ہیں۔ اور اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ خدائی دین ایک ہے اور جس طرح پہلے بے شمار پیغمبروں پر خدا کی سچائی نازل ہو چکی ہے۔ اسی طرح پیغمبر اسلام پر بھی نازل ہوئی ہے۔ (۴) یہود کا یہ گمراہانہ اعتراض غلط ہے کہ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب کیوں نہیں اتار دی جاتی؟ کیونکہ یہ بے شمار نبی جو تورات کی مشہور شخصیتیں ہیں ان میں سے کسی پر بھی ایسی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ ایسا ہونا سنت الہی کے بھی خلاف ہے۔ پس جس طرح خدا نے نبیوں کو اپنی وحی سے نوازا ہے، اسی طرح اور اسی قسم کی وحی سے پیغمبر اسلام (ﷺ) کو بھی سرفراز فرمایا ہے۔

اہل مذاہب کا دینی غلو:..... لیکن اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ کی ایک بہت بڑی گمراہی دینی غلو ہے۔ یعنی حق و اعتدال سے ہٹ کر ادھر ادھر ہو جانا اور میانہ روی کو چھوڑ کر بہت دور نکل جانا۔ اگر کسی کی محبت و تعظیم پر آتے ہیں تو اتنے کہ خدائی کے منصب پر بٹھلا دیتے ہیں۔ اور مخالفت پر آتے ہیں تو اتنے کہ حد انسانیت و شرافت سے بھی گرا دیتے ہیں۔ زہد و عبادت کی راہ چلے تو اتنی دور نکل گئے کہ رہبانیت کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ اگر دنیا کے پیچھے پڑے تو اتنے بگٹ دوڑے کہ نیک و بد کی تمیز ہی نہ رہی۔ غرض یہ کہ یہود و نصاریٰ دونوں گمراہیوں کا شکار ہوئے، لیکن بالخصوص عیسائی اس درجہ غلو کا شکار ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور ایک خدا کی جگہ تین خداؤں کا اعتقاد پیدا کیا۔ جس کا رد علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں خوب لکھا ہے کہ یہودی کا غلو تو یہ تھا کہ وہ ظواہر میں بہت تعمق کرتے اور باطن کی نفی کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مظہر صفات الہی ہونے سے انکار کرتے تھے اور نصاریٰ ان کے برعکس بواطن میں زیادہ تعمق کرتے اور ظواہر کے منکر تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درجہ الوہیت تک پہنچا کر چھوڑا اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ موجودہ عیسائی اس میں سے بعض اقوال کا انکار کرتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ اس زمانہ کی عیسائی ان کے قائل ہوں اور یا پھر یہ کہا جائے کہ ان اقوال سے یہ عقائد لازم آتے ہیں اور لازم بن ملزوم ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان آیات میں حسن الاستدلال سے کام لیا گیا ہے۔

نصاریٰ میں شرکیہ عقیدہ کا آغاز:..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدایا ابن اللہ ہونے کا عقیدہ حواریوں کے بعد پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ جس کو بہت سے قدیم دیندار جو حواریوں کے معتقد تھے نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ آریوس وغیرہ محققین نے اسکندر یہ میں اس عقیدے کا بڑے زور و شور سے بطلان کیا۔ ان کے بعد بھی یونی ٹیرین وغیرہ فریق منکر رہے۔ لیکن زیادہ تر گروہ پولوس کے مریدین کا تھا۔ اس لئے دوسری صدی عیسوی میں اس عقیدے نے اکثر کلیساؤں میں بار پیدا کر لیا۔ آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں بھی کلیسائی دنیا کا یہی عقیدہ تھا۔ جس کی قرآن تردید کر رہا ہے۔

ان کے بالمقابل یہود تھے جو ان کو حرامی اور عیاذ باللہ ولد الزنا قرار دیتے تھے۔ قرآن نے اس باطل اور خلاف واقعہ بات کی بھی تردید کی۔ کلمۃ اللہ اور روح اللہ اور رسول اللہ کہہ کر دونوں کی تعلیل کر دی۔ یہود کی تو اس طرح کہ وہ ان کو حرامی، جھوٹا، جادوگر سمجھتے تھے۔ تو بتلادیا کہ یہ باتیں منافی ہیں۔ ان کی رسالت و تقدیس کے بعد اور عیسائیوں کی تردید اس طرح کہ ان میں اوصاف بشریت ہیں

جو منافی ہیں الوہیت کے۔ پس انتفاء لازم مستلزم ہے انتفاء لزوم کو۔

نیچریوں کا اشکال: بعض نیچریوں کا خیال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن سے ثابت نہیں ہے، لیکن کلمۃ القہا الی مریم وروح منہ نص قرآنی اس خیال کی تردید کبریٰ ہے۔ دوسری نصوص سے بھی اس آیت کی تائید ہوتی ہے اور عقلاً بھی ممکن بلکہ واقع ہے۔ جیسا کہ حشرات الارض ہیں۔ ان مثل عیسیٰ الخ میں نظیر پیش کر کے اسی کی تقریر کی گئی ہے۔

لطائف آیات: آیت ولا تقولوا علی اللہ الا الحق میں توحید محمدی مراد ہے جس میں ظاہر و باطن کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ آیت ولا تقولوا ثلاثہ سے طول و اتحاد کا بطلان صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ جس سے جاہل صوفیوں کی اور حلولی فرقوں کی تغلیط ہو رہی ہے جو ادتاروں جیسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ يَتَكَبَّرَ وَيَأْنِفَ الْمَسِيحُ الَّذِي زَعَمْتُمْ أَنَّهُ إِلَهٌ عَنْ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَسْتَنْكِفُونَ أَنْ يَكُونُوا عِبِيدًا وَهَذَا مِنْ أَحْسَنِ الْإِسْطِطْرَادِ ذِكْرٌ لِلرَّدِّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهَا إِلَهَةٌ أَوْ بَنَاتُ اللَّهِ كَمَا رَدَّ بِمَقْبَلَةٍ عَلَى النَّصَارَى الزَّاعِمِينَ ذَلِكَ الْمَقْصُودُ خِطَابُهُمْ وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرُ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۱۷۲﴾ فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ثَوَابَ أَعْمَالِهِمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْ عِبَادَتِهِ فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا مُؤَلِّمًا هُوَ عَذَابُ النَّارِ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيَّ غَيْرِهِ وَلِيًّا يُلْفَعَهُ عَنْهُمْ وَلَا نَصِيرًا ﴿۱۷۳﴾ يَمْنَعُهُمْ مِنْهُ يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ حُجَّةٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿۱۷۴﴾ بَيِّنًا وَهُوَ الْقُرْآنُ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا طَرِيقًا مُسْتَقِيمًا ﴿۱۷۵﴾ هُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَلَةِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَلَةِ إِنْ امْرُؤًا مَرْفُوعٌ بِفَعْلٍ يُفْسِرُهُ هَلَكَ مَا تَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ أَيْ وَلَا وَالِدٌ وَهُوَ الْكَلَلَةُ وَلَهُ أُخْتُ مِنْ أَبَوَيْنِ أَوْ أَبٍ فَلَهَا نِصْفُ مَآثَرِكَ وَهُوَ أَيْ الْآخُ كَذَلِكَ يَرِثُهَا جَمِيعُ مَآثَرِكَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ ذَكَرٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ أَوْ أُنْثَى فَلَهُ مَا فَضَّلَ عَنْ نَصِيبِهَا وَلَوْ كَانَتْ الْأُخْتُ أَوْ الْآخُ مِنْ أُمِّ فَفَرْضُهُ السُّدُسُ كَمَا تَقَدَّمَ أَوَّلَ السُّورَةِ فَإِنْ كَانَتْ أَيْ الْأُخْتُانِ اثْنَتَيْنِ أَيْ فَصَاعِدًا لِأَنَّهَا نَزَلَتْ فِي جَابِرٍ وَقَدْ مَاتَ عَنْ أَخَوَاتٍ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ الْآخُ وَإِنْ كَانُوا أَيْ الْوَرَثَةُ إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِنْهُمْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ شَرَائِعَ دِينِكُمْ لِي أَنْ لَا تَضِلُّوا

۷۷ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُ الْمِيرَاثُ رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ الْبَرَاءِ أَنَّهَا آيَةٌ بَرَأَتْ مِنَ الْفَرَائِصِ -

ترجمہ: ہرگز عار (تکبر اور گھمنڈ) نہیں مسیح کو (جنہیں تم خدا بنائے بیٹھے ہو) کہ وہ خدا کے بندے سمجھے جائیں اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہوں (اللہ کے نزدیک اس بات سے ننگ و عار ہے کہ انہیں اللہ کا بندہ سمجھا جائے اور یہ بہترین استطراد ہے۔ ان مشرکین پر رد کرنا ہے جن کا گمان یہ تھا کہ ملائکہ خدا ہیں یا خدا کی بیٹیاں۔ جیسا کہ پہلا جملہ عیسائیوں پر رد تھا جو اس قسم کے گمان باطل میں مبتلا تھے۔ اور مقصود ان ہی کو خطاب کرنا ہے) اور جو کوئی اللہ کی بندگی میں ننگ و عار سمجھے اور گھمنڈ کرے۔ تو وہ وقت دور نہیں کہ اللہ سب کو اپنے حضور (آخرت میں) جمع کریں گے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں تو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ (ان کے اعمال کا ثواب) انہیں دے دیں گے اور اپنے فضل سے اس میں زیادتی بھی فرمائیں گے۔ (اتنی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی ورنہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی اس کا خیال گذرا ہوگا) لیکن جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور گھمنڈ کیا (اس کی بندگی سے) تو انہیں دردناک عذاب دیں گے (جو نہایت تکلیف دہ ہوگا یعنی عذاب جہنم) اور انہیں اللہ کے سوا (اللہ کے عداوہ) نہ کوئی رفیق ملے گا (جو اس عذاب کو دفع کر سکے) اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ (جو ان سے عذاب روک سکے) لوگو! تمہارے پاس آجکی سے برہان (دلیل) تمہارے پروردگار کی طرف سے (جو تمہارے لئے قائم ہو چکی ہے یعنی نبی کریم ﷺ) اور ہم نے تمہاری طرف چمکتی ہوئی روشنی بھیج دی (جو بالکل واضح ہے یعنی قرآن پاک) پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کا سہارا مضبوط پکڑ لیا تو وہ انہیں عنقریب اپنی رحمت کے سایہ میں داخل کر دیں گے اور ان پر اپنا فضل فرمائیں گے۔ اور انہیں اپنے رب تک پہنچنے کی راہ دکھلائیں گے جو بالکل سیدھی ہے (یعنی مذہب اسلام) لوگ آپ سے (کلامہ کے بارے میں) حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو اللہ تمہیں کلامہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا آدمی (یہ مرفوع ہے جس کی تفسیر آئندہ فعل کر رہا ہے) مرجائے (وفات پا جائے) کہ جس کی اولاد نہ ہو (اور نہ اس کا والد ہو۔ اس کو کلامہ کہتے ہیں) اور اس کے بہن ہو (حقیقی یا علاتی) تو اس کو آدھا ملے گا جو کچھ مرنے والے نے چھوڑا ہے اس میں سے اور خود وہ (بھائی بھی اسی طرح) سب مال کا وارث ہوگا اس بہن کے مال کا اگر بہن کی کوئی اولاد نہ ہو (لیکن اگر بہن کے زینہ اولاد ہو تو پھر بھائی کا حصہ کچھ نہیں۔ اور لڑکی ہے تو پھر بھائی کو وہ ملے گا جو لڑکی کے حصہ سے بچے گا۔ لیکن اگر بہن بھائی اخیانی ہوں تو ان کا ترکہ چھٹ حصہ ہے جیسا کہ شروع سورت میں گذر چکا ہے) پھر اگر ہوں (بہنیں) دو (یا دو سے زیادہ۔ کیونکہ یہ آیت جابر کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ کئی بہنیں چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے) تو انہیں (بھائی کے) ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا اور اگر (میراث پانے والے) بھائی بہن کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں تو پھر (ان میں سے) ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اس لئے بیان فرما دیتے ہیں (مذہبی احکام تاکہ) تم گمراہ (نہ) ہو اور اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا علم رکھنے والے ہیں (منجملہ ان باتوں کے میراث ہے شیخین براء سے روایت کرتے ہیں کہ فرائض کے سلسلہ کی یہ آخری آیت ہے۔)

تحقیق و ترکیب: وَلَا الْمَلَائِكَةُ پوری عبارت اس طرح تھی وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ان یكونوا عباد اللہ لیکن ایجازاً حذف کر دیا اور اس لئے کہ لفظ عباد اللہ پر دلالت کر رہا ہے۔ اس آیت سے معتزلہ تفصیل پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ ترتیب طبعی یہ ہے کہ ترقی من الادنیٰ الی الا علی ہوا کرنی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے فلان لا یتستکف عن خدمتی ولا ابواہ یہ نہیں کہا جائے گا ولا عبده پس وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ایسا ہے جیسے وَلَا مِنْ هُوَا عَلٰی مِنْهُ قَدْرًا کہہ دیا۔ چنانچہ لفظ مقربون اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس سے صرف ملائکہ کی تفصیل حضرت عیسیٰؑ پر ثابت ہوئی اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض اہل سنت اس کے بھی قائل ہوئے ہیں تو اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ دعویٰ تو عام ہے کہ تمام ملائکہ تمام انسانوں سے افضل ہیں مگر دلیل خاص نکلی کہ تمام ملائکہ صرف حضرت عیسیٰؑ سے افضل ہیں جو مفید مدعا نہیں۔ دوسرے اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر

ملائکہ کو افضل نہ مانا جائے تو ترقی من الادنی الی الاعلیٰ نہیں دینی بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس صورت میں بھی یہ ترتیب طبعی باقی رہتی ہے۔ کیونکہ منشاء یہ ہے کہ اگر بے باپ ہونا بندگی کے منافی ہوتا تو بے ماں باپ ہونا بدرجہ اولیٰ بندگی کے منافی ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ ان دونوں قسموں کو اللہ کی بندگی سے عاری نہیں جیسے حضرت عیسیٰ اور ملائکہ مقربین۔ غرض کہ عجائز و اعداء میں ملائکہ حضرت عیسیٰ سے بڑھ گئے۔ اس لئے اہل سنت کا عقیدہ ہی بر حال رہا۔ اور اس سے عدول کا کوئی مقتضی نہ ہوا۔

من احسن الاستطراء۔ استطر او کہتے ہیں کسی چیز کو کسی مناسبت کی وجہ سے بے محل ذکر کرنا۔ پس یہاں عیسائیوں پر ان کے شرکیہ افعال کے بارے میں رد کیا جا رہا ہے اس مناسبت سے مشرکین پر بھی رد ہو گیا کیونکہ جرم تو مشترک ہے۔

ومن يستنکف پوری عبارت اس طرح بھی ومن يستنکف ومن لا يستنکف جیسا کہ عموم جواب فسیحشر ہم اس پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ حشر تو متکبرین اور غیر متکبرین سب کا ہوگا۔ نیز فاما الذین الخ کی تفصیل بھی اس پر دلالت کر رہی ہے پس تفصیل میں آنے کی وجہ سے ہی اجمال سے حذف کر دیا گیا ہے۔

و يستکبر۔ استنکاف کہتے ہیں بلا استحقاق بڑائی کو۔ اور تکبر کہتے ہیں استحقاق کے ساتھ بڑائی کو۔ استنکاف تکبر سے بڑھ ہوا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے ہی ایک دوسرے پر عطف کیا گیا ہے۔ مالا عین رات متعدد تفصیل کی نفی کرنی ہے ورنہ اجمالاً تو نعمائے جنت کا تذکرہ ہماری زبانوں پر بھی ہوتا ہے اور دلوں میں بھی خطور ہوتا ہے۔

يستفتونلث یہاں سے الکلالۃ محذوف ہے جس پر ثانی الکلالۃ دلالت کر رہا ہے جو لوگ کلالہ میں صرف اولاد نہ ہونا کافی سمجھتے ہیں جیسے ابن عباسؓ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جریر کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک کلالہ کہتے ہیں جس کے نہ اولاد ہو اور نہ باپ دادا۔ جیسا کہ ابو بکر نے ابن ابی شیبہ سے خر تاج کی ہے۔ جلال مفسر نے جمہور کی تائید کی ہے اور کلالہ اس وارث کو بھی کہتے ہیں جو نہ میت کے ماں باپ سے ہو اور نہ اولاد میں سے۔ یہ لفظ کل سے مشتق ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں چونکہ ایسے آدمی کو اپنی کفالت اور وراثت میں لینا انسان بار سمجھتا ہے اس لئے کلالہ کہا گیا ہے۔

آیت میں صرف اولاد نہ ہونے پر اس لئے اکتفاء کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ قریب اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں جب بھائی میراث سے محروم نہیں تو باپ دادا جو بعید ہیں ان کے نہ ہونے سے بدرجہ اولیٰ محروم نہیں رہنا چاہئے تو گویا انتقاء ولد انتقاء والد پر بدرجہ اولیٰ دلالت کر رہا ہے۔ اس کا اطلاق کبھی ایسے شخص پر بھی کر دیا جاتا ہے جو علاوہ اولاد اور باپ دادا کے میراث سے محروم رہے۔

وقدمات حضرت جابرؓ کی وفات آنحضرت (ﷺ) کے بہت بعد ہوئی۔ حتیٰ کہ تمام صحابہؓ وفات کے لحاظ سے ان کو آخری شخص مانا گیا ہے لان لا تضلوا کسی نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور آیت میں لا مبالغہ کی وجہ سے محذوف ہے گویا مفعول لہ ہے اور بعض نے تقدیر کراہۃ ان تضلوا نکالی ہے۔ حذف لا کے ساتھ کوفیوں کے نزدیک من الفرائض اس قید سے ابن عباسؓ کی روایت اب معارض نہیں رہی کہ اخراۃ نزلت اية الربو اثم سورة النساء۔

رابطہ: ... پچھلی آیت میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا ابطال کیا تھا آیت لن يستنکف الخ میں اسی کی تاکید کے لئے ترقی ہے کہ عیسیٰ معبود تو کیا ہوتے وہ اور مقرب فرشتے سب اس کے عبد اور بندے ہیں تو گویا مدعی سست، گواہ چست کا مضمون ہو گیا اس کے بعد مقررین و منکرین کی جزا و سزا کا بیان ہے۔ پھر آیت یا ایہا الناس سے خطاب عام کے ساتھ پیغمبر (ﷺ) اسلام اور قرآن کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد آیت يستفتونلث میں ابتداء سورت کی طرح میراث سے متعلق ایک خاص صورت کا حکم بیان کر کے سورت کو ختم کر دیا گیا تاکہ مضمون کی بلاغت و اہمیت بڑھ جائے۔

شان نزول: حضرت جابرؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے آنحضرت (ﷺ) عیادت کو تشریف لائے تو جابرؓ نے عرض کیا یا

رسول اللہ (ﷺ) میں کلالہ ہوں۔ میرے لئے میراث کے سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ لیکن صاحب کشاف نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) حجۃ الوداع میں تشریف لے جا رہے تھے کہ مکہ کے راستہ میں جابر بن عبد اللہ آئے اور عرض کیا کہ میری ایک بہن ہے مجھے اس کی میراث کتنی ملنی چاہئے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان دونوں روایتوں میں یہ فرق رہا کہ اول صورت میں تو بہن کا حصہ دریافت کرنا مقصود تھا۔ اور دوسری صورت میں بھائی کا حصہ دریافت کرنا ہوا۔ امام زاہد نے صرف دوسری روایت نقل کر کے کہا ہے کہ بہن کا ترکہ دریافت کر رہے تھے مگر بہن سے پہلے خود انتقال کر گئے۔ پس حق تعالیٰ اول بھائی کا حصہ اور بعد میں بہن کا حصہ ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انسان خود اپنی موت کے لئے تیار رہے نہ کہ مال کے لالچ میں دوسرے کے مرنے کی فکر میں رہے۔ اور لباب میں ابن مردویہ سے حضرت عمرؓ کا سوال کرنا بھی سبب نزول بیان کیا گیا ہے۔ اور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ کلالہ سے متعلق پہلی آیت نساء موسم سرما میں اور یہ آخری آیت نساء موسم گرما میں نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾: نبی کے اتباع سے استنکاف گویا اطاعت الہی سے استنکاف ہے: بظاہر

آیت فاما الذین استکفوا پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں ان لوگوں کو نہ اللہ کی عبادت سے استنکاف تھا اور نہ تکبر۔ بلکہ صرف اس مضمون کے من اللہ ہونے یا جزو عبادت ہونے میں کلام تھا۔ پھر استنکاف کا الزام کیوں دیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ ان کے مجموعہ احوال سے یہ ثابت ہے کہ ان پر حق واضح ہو چکا تھا یعرفون کما یعرفون ابناء ہم۔ البتہ آنحضرت (ﷺ) کا اتباع نا گوار تھا حالانکہ آپ کا اتباع مامور بہ ہے اور ہر مامور بہ عبادت ہوا کرتا ہے پس آپ کے اتباع سے عار ہونا گویا اللہ کی عبادت سے عار ہے۔ آیت فاما الذین امنوا الخ میں ایمان اور عمل کی جزاء صراط مستقیم اور طریق رضا کی طرف ہدایت بتلائی ہے حالانکہ یہی طریق رضا ایمان و عمل ہے پس اس کو ثمرہ کہنا تحصیل حاصل ہے؟ لیکن کہا جائے گا کہ ایمان و عمل کی دو حیثیتیں ہیں زمانہ ماضی میں یہ دونوں چیزیں سبب تھیں اور زمانہ مستقبل میں یہی دو چیزیں مسبب اور ثمرہ ہوئیں اس طرح تو دونوں میں فی الجملہ مغایرت ہو گئی اس لئے تحصیل حاصل مازم نہیں آیا کیونکہ حاصل یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اطاعت پر ثبات نصیب ہوتا ہے۔

احکام میراث کے تکرار کا نکتہ: ابتداء سورت میں ایک رکوع گذرنے پر میراث و وصیت کے احکام بیان کئے گئے اس کے ایک پارہ بعد پھر احکام میراث کا اعادہ کیا گیا ہے اور اب اختتام سورت پر بھی اس کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔ اس طرح تین متفرق جگہ احکام میراث بیان کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس پارے میں اسلام سے پہلے جو کوتاہیاں عمل میں آرہی تھیں اب وہ نظر انداز ہو جانی چاہئیں اور بہن سے مراد یہاں یا حقیقی بہن ہوگی یا علانی۔ اخیانی بہن بالا جماع مراد نہیں ہے۔ کیونکہ بھائی عصبہ ہو گیا ہے حالانکہ اخیانی بھائی عصبہ نہیں ہوا کرتا برخلاف اول صورت کی آیت کے وہاں بہن بھائی اخیانی مراد تھے کیونکہ وہاں چھٹا حصہ بیان کیا گیا تھا اور وہاں شریک اولاد ہی کے مناسب ہے۔ غرض کہ اس طرح کلالہ کی تینوں صورتوں کا حکم معلوم ہو گیا دو کا یہاں اور ایک کا پہلے۔ یعنی (۱) اگر کسی کی بہن یا بھائی مرے اور اس کے اولاد اور والدین نہ ہوں تو بہن کو نصف اور بھائی کو کل ترکہ ملے گا (۲) اگر لا ولد مرنے والے کے دو بہنیں ہوں تو دو تہائی ترکہ ان کو اور بقیہ دوسرے وارثوں کو ملے گا۔ (۳) اور کئی بہن بھائی ہوں یا ایک بہن اور ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے ہوں تو بھائی کو دو ہر اور بہن کو اکبر حصہ دیا جائے گا۔

لطا ئف آیات: لن يستکف الخ سے معلوم ہوا کہ عبدیت شرف کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ آيَةً أَوْ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسِتَّةٌ عَشَرَ رُكُوعًا
ترجمہ: سورۃ مائدہ مدنیہ ہے جس میں ایک سو بیس یا تیس آیتیں علی اختلاف الاقوال ہیں۔ اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ الْعُهُودِ الَّتِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ أَوْ النَّاسِ أَجَلْتُ لَكُمْ بِهِمَ
الْأَنْعَامِ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ أَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ إِلَّا مَا يَتْلَى عَلَيْكُمْ تَحْرِيمُهُ فِي حُرْمَتِ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةِ الْآيَةُ
فَالِاسْتِثْنَاءِ مُنْقَطِعٌ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهِ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ
وَأَنْتُمْ حُرْمٌ أَيْ مُحْرَمُونَ وَنُصِبَ غَيْرُ عَلَى الْحَالِ مِنْ ضَمِيرٍ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿٢﴾ مِنَ التَّحْلِيلِ
وَعَبْرِهِ وَلَا إِعْتَرَاضَ عَلَيْهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ جَمْعُ شَعِيرَةٍ أَيْ مَعَالِمٍ دِينِهِ بِالصَّيْدِ فِي
الْإِحْرَامِ وَلَا الشَّهْرِ الْحَرَامِ بِالْقِتَالِ فِيهِ وَلَا الْهَدْيِ مَا أُهْدِيَ إِلَى الْحَرَمِ مِنَ النِّعَمِ بِالتَّعَرُّضِ لَهُ
وَلَا الْقَلَائِدَ جَمْعُ قَلَادَةٍ وَهِيَ مَا كَانَ يُتَقَلَّدُ بِهِ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لِیَأْمَنَ أَيْ فَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهَا أَوْ لِأَصْحَابِهَا
وَلَا تَحِلُّوا آمِينَ قَاصِدِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ بِأَنْ تُقَاتِلُوهُمْ يَتَغَفَّوْنَ فَضْلًا رِزْقًا مِنْ رَبِّهِمْ بِالتَّجَارَةِ
وَرِضْوَانًا مِنْهُ بِقَصْدِهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِآيَةِ بَرَاءَةِ وَإِذَا حَلَلْتُمْ مِنَ الْإِحْرَامِ فَاصْطَادُوا أَمْرُ ابَّاحِهِ
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ يَكْسِبَنَّكُمْ شَنَا نُ بَفَتْحِ النُّونِ وَسُكُونِهَا بَغْضُ قَوْمٍ لِأَجْلِ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا عَلَيْهِمْ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ فَعَلُ مَا أَمَرْتُمْ بِهِ وَالتَّقْوَى بِتَرْكِ مَا نَهَيْتُمْ بِهَا
عَنْهُ وَلَا تَعَاوَنُوا فِيهِ حُذِفَ إِحْدَى التَّائِينَ فِي الْأَصْلِ عَلَى الْإِثْمِ الْمَعَاصِي وَالْعُدْوَانِ التَّعَدَّى فِي
حُدُودِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ خَافُوا عِقَابَهُ بِأَنْ تُطِيعُوهُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٣﴾ لِمَنْ خَالَفَهُ .

ترجمہ: مسلمانو! اپنے معاہدے پورے کرو (وہ مضبوط معاہدے جو تم نے اپنے اور اللہ کے۔ یا اپنے اور دوسرے لوگوں

کے درمیان کر رہے ہیں) تمہارے لئے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے ہیں (اونٹ، گائے، بیل، بھینسیں، بکری، بکر، بھیڑ وغیرہ) و نوح کے بعد کھانا) مگر وہ جن کی نسبت آئندہ حکم نایا جائے گا (اس کی حرمت کا حکم آیت حرمت علیکم الحیۃ النجسہ الحیۃ النجسہ الحیۃ النجسہ سے یہ استثنا منقطع ہوا اور استثنا متصل بھی ہو سکتا ہے اور تحریم سے مراد موت وغیرہ سے جو چیزیں عارض ہوتی ہیں) لیکن جب حرام کی حالت میں ہو تو پھر شکار کرنا حلال نہ سمجھ لو (یعنی دراصل ایک تم محرم ہو۔ لفظ غیر منصوب علی الحال لکن کی تفسیر سے) ہاں اللہ جیسا کچھ چاہتے ہیں حکم دے دیتے ہیں (حلال وغیرہ کرنے کا اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا جاسکتا) مسلمانو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کے شعائر کی (یہ جمع ہے شعیرہ کی جنہیں نشانت دین کی بے حرمتی نہ کرو بحالت احرام شکار کھیل کر) اور نہ محترم مہینوں کی (ان میں جنگ و جدال کر کے) اور نہ قربانی کی (جانوروں کی جو ہدیٰ حرم کی طرف روانہ کی جاتی ہے اس سے یا اس کے لے جانے والے سے تعرض نہ کرو) اور نہ جانوروں کی جن کی گردنوں میں پٹے ڈال دیئے جاتے ہیں (فلا تدم جمع قلاوہ کی ہے حرم کے درختوں سے بناً بطور علامت جو پہنیا جاتا ہے جس کو دیکھ کر جانور سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ یعنی نہ اس جانور سے تعرض کرو اور نہ لے جانے والے سے) نیز ان لوگوں کی (بے حرمتی) نہ کرو جو وہ (قصد) رکھتے ہیں بیت الحرام کا (اس طرح کہ ان کو مار ڈالو) وہ ڈھونڈتے ہیں فضل (روزی) اپنے پروردگار کا (تجارت کر کے) اور (اس کی) خوشنودی (اپنے گمان کے مطابق بیت الحرام کا قصد کر کے۔ یہ حکم آیت براءت سے منسوخ ہو چکا ہے) اور جب تم (حرام سے) باہر آ جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو (یہ حکم اباحتی ہے) اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں ابھار دے (اُس دے) دشمنی (فتح نون) اور سکون نون کے ساتھ دونوں طرح ہے مراد عداوت ہے) ایک گروہ کی (اس لئے کہ) انہوں نے مسجد حرام سے تمہیں روک دیا تھا اس پر (ان کے ساتھ) زیادتی کرنے لگو (ان کو قتل وغیرہ کر کے) اور تمہیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے نیکی پر (جس چیز کے تمہیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے) اور پرہیزگاری کی ہر ایک بات پر (جس چیز کے چھوڑنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کو چھوڑ کر) اور یہ تعوان نہ دو (اس کی اصل میں دو تائیں سے ایک حذف ہو رہی ہے) گناہ (نافرمانیوں) اور ظلم کی بات (اللہ کے حدود پھد گئے) میں ورنہ سے ڈرا (اس کے عذاب سے ڈر کر اس کی اطاعت کرو) یقیناً وہ سخت سزا دینے والے ہیں (جو ان کا خلاف کرتا ہے)۔

تحقیق و ترکیب: اوفوا۔ وفاء اور افیاء کے معنی موجب عقد کو قائم کرنا ہیں۔ اور لفظ عقد میں ستع رہا کہ نہ یہ کیا گیا ہے رسی کی گرہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں تمام احکام دینیہ خواہ عقود امانات ہوں یا معاملات وغیرہ سب آگئے۔ عہد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ خود آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ آیت کو عام رکھنا چاہئے حدیث ترمذی میں ہے اذا وعد الرجل احاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجی للمیعاد فلا اثم علیہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایفاء وعدہ کوئی شرعی قانون نہیں بلکہ ایک ضابطہ اخلاقی ہے۔ جلال محقق سوکدہ کی قید لفظ عقد پر نظر کرتے ہوئے بڑھا رہے ہیں۔

بھیمة الا نعام بھیمہ بمعنی چوپایہ خواہ بڑی ہو یا بھری۔ اس میں اضافت بیان یہ ہے ثوب الخبز کی طرح۔ انعام کہتے ہیں اونٹ گائے بکری وغیرہ کو۔ اور بھیمہ سے مراد جنس ہے اس لئے باوجود مفرد کے انعام جمع کے ساتھ لایا گیا ہے۔ اور وہ آٹھ قسمیں ہیں جن کا بیان سورۃ انعام کے آخر میں آ رہا ہے۔ ما یبلی۔ آیت حرمت میں دس چیزوں کا بیان آ رہا ہے۔ تحریمہ اصل میں آیۃ تحریمہ تھا مضاف لفظ آیۃ کو حذف کر کے مضاف الیہ کو قائم مقام کیا گیا پھر مضاف الیہ کو بھی حذف کر دیا گیا۔

استثناء منقطع کیونکہ تلاوت مستثنیٰ اور بھیمہ مستثنیٰ منہ اور دونوں ہم جنس نہیں ہیں لیکن اگر مستثنیٰ مشہد حلال اور مستثنیٰ لفظ حرام قرار دیا جائے تو پھر متصل ہو جائے گا۔ ونحوہ جیسے حق و قدح کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ حرم۔ یہ جمع ہے حرام کی۔ صفت مشبہ بمعنی اسم فاعل ہے لفظ محرمین سے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جملہ حال ہے محلی الصيد کی ضمیر مستتر سے ای احلت لکم هذه الاشياء

الا محلین الصيد واتم حرم .

ان الله يحكم . یہ جملہ گویا ماقبل کی علت ہے۔ یعنی اللہ جو چاہتے ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے اس میں معتزلہ پر بھی رد ہے جو اللہ پر اس صلح کو واجب کہتے ہیں۔ شعائر۔ یہ جمع شعیرۃ کی ہے شعائر اور قربانی کو کہتے ہیں اسی طرح مرا می الحجار مطاف، مسعی وغیرہ افعال حج پر بھی اطلاق آتا ہے۔ یتغنون۔ حال ہے ضمیر امین سے اور یرزعمہم صفت ہے رضوان کی ای رضوانا کا نا بحسب زعمہم الفاسدۃ ورنہ کفار کو رضاء الہی سے کیا حاصل سکتا ہے۔

وهذا مسوخ . ولا الشهر الحرام سے لے کر ولا امین البیت تک چاروں منسوخ ہیں اور ناسخ صرف آیت برأت ہی نہیں بلکہ اس جیسی متعدد آیات ہیں۔ اور کبیر میں ہے کہ بعض حضرات اس آیت کو منسوخ اور بعض غیر منسوخ مانتے ہیں۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی کوئی آیت بجز اس آیت کے منسوخ نہیں ہے۔ لیکن مفسرین کی ایک جماعت اس آیت کو غیر منسوخ مانتی ہے۔ امر اباحۃ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امر ممانعت کے بعد مطلقاً اباحت پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ فساد الاسلخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشرکین میں ممانعت کے بعد وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔

فتح النون فتح کے ساتھ ہی اجود ہے کیونکہ اکثر مصادر ایسے ہی آتے ہیں جیسے حیر بن، میلان، علیان، غشیان۔ لفظ شان مضاف الی المفعول ہے۔ بمعنی بغض۔

ربط : پچھلی سورہ کے ختم پر آیت یدین اللہ الخ میں فرمایا گیا تھا کہ ہم احکام شرع بیان کرتے ہیں۔ اس سورت میں اسی وعدہ کا ایفاء کرتے ہوئے تمام سورتوں سے زیادہ اس سورت میں احکام بیان کر کے اس کے اتباع اور بجا آوری کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے گویا خود بھی ایفاء کیا، دوسروں سے بھی اسی کی اپیل ہے یہ مناسبت تو اس کے آغاز اور ماقبل کے انجام میں ہوئی لیکن پوری دونوں کے احکام میں بھی باہمی مناسبت ظاہر ہے۔ اسی طرح خود اس سورت کی آیات میں بھی مناسبت نہایت لطیف ہے گویا پہلی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور باقی سورت اسی کی شرح ہے۔ کیونکہ لفظ عقد پورے احکام شرع پر حاوی ہے چنانچہ آیت احسب الخ سے اسی کلی حکم کی جزئیات بیان کی جا رہی ہیں۔ پہلا حکم احلت میں چوپاؤں کی حلت و حرمت سے متعلق ہے۔ دوسرا حکم لا تحلوا میں شعائر اللہ کی ترک و تعظیم کا ہے۔

شان نزول : آیت یا ایہا الذین امنوا الخ کا شان نزول یہ ہے کہ شریح بن حنیفہ مشہور بد بخت۔ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتا ہے کہ آپ (ﷺ) لوگوں کو کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اپنی رسالت کی تصدیق اور اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور یہی تم سے چاہتا ہوں۔ اس نے اپنی قوم سے مشورہ کی مہلت چاہی۔ اور مدینہ سے چلتے وقت لوگوں کے جانور بٹکا لے گیا۔ حالانکہ اس کے آنے سے پہلے آنحضرت (ﷺ) فرمایا بھی چکے تھے کہ آج ایک ایسا شخص آئے گا جو شیطان کی زبان میں بات کرے گا، کافرانہ آئے گا اور غداری کر کے جائے گا۔ اس کے بعد جب آپ (ﷺ) صحابہ کی معیت میں مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ نے شریح کو دیکھ کر پہچان لیا کہ اونٹ لئے جا رہا ہے۔ تعاقب کرنا چاہا تو یہ آیت نازل ہو گئی۔

ابن جریر کی تخریج کے مطابق یہ آیت لا تحلوا حکم بن ہندی البکر کے متعلق نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گیا تھا اور ذیقعدہ میں جب مسلمانوں کو مکہ میں اس کا جانا معلوم ہوا تو انہوں نے تعاقب کا ارادہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض صرف مشرکین یا صرف مسلمانوں کے بارے میں اور بعض دونوں کے بارے میں مانتے ہیں جمہور دوسری صورت کو لیتے ہیں۔ اور آیت لا یجزم منکم کا نزول بعض مشرکین کے بارے میں ہوا۔ جب بارادہ عمرہ مکہ میں

ان کا جاننا مسلمانوں کو حدیبیہ کے بعد معلوم ہوا اور انہوں نے تعاقب کا ارادہ کیا جس پر آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: بعض جانوروں کی حلت و حرمت:..... سورۃ انعام مکی ہے۔ جس میں اس سے پہلے اونٹ

وغیرہ اور ان جیسے دوسرے جانور ہرن، نیل گائے وغیرہ جو نہ درندے ہوں۔ اور نہ شکاری۔ نیز دوسرے دلائل شرعیہ حدیث وغیرہ سے مستثنیٰ نہ ہو چکے ہوں تمام اہلی اور وحشی بہائم کو حلال کر دیا تھا۔ آیت آئندہ میں اسی کی اطلاع دی جا رہی ہے البتہ بعض جانور باوجود یہ کہ بہیمۃ الانعام میں داخل ہیں اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ سے مستثنیٰ بھی نہیں۔ آئندہ آیت حرمت الخ میں ان کی حرمت بیان کی جا رہی ہے اور ان کو حلال ہونے سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے احرام کی حالت میں خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا۔ حدود و حرم میں ہو یا باہر۔ اور خود اندرون حرم خواہ احرام کی حالت میں ہو یا بلا احرام کے بری وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے اور فی الحقیقت دائمی یا ہنگامی حلت و حرمت سب کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے۔ حلال پرندوں کا یہاں اگرچہ تذکرہ نہیں ہے لیکن دوسری دلیل شرعی سے چوپائوں کی طرح ان کی حلت بھی ثابت ہے۔ غرض کہ اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ حلال ہیں البتہ طبعی موت وغیرہ مخصوص حالتوں میں یہ جانور اور اسی طرح خنزیر جن کا ذکر آگے آ رہا ہے حرام ہیں۔ یا حدیث کی رو سے گدھا حرام ہے اسی طرح درندے بھی حرام ہیں۔ اور ہرن، نیل گائے، گھوڑا وغیرہ وحشی جانور بھی حلال ہیں۔ البتہ ان وحشی جانوروں اور وحشی پرندوں کا شکار احرام اور حرم کی حالت میں ناجائز ہے مگر بحری شکار اس سے مستثنیٰ ہے وہ ہر حالت میں حلال ہے۔ اسی طرح غیر محرم کے لئے غیر حرم کا شکار حلال ہے۔

صلہ حدیبیہ کا واقعہ، اسی طرح اشہر حرم کا منسوخ ہونا سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے اور ولا الہدی سے لے کر امیں البیت الحرام تک یہ احکام اس وقت کے لئے تھے۔ جب کہ کفار بھی حج و عمرہ کے لئے مسجد حرام میں حاضر ہوتے تھے لیکن اب حج و عمرہ کے لئے ان کو جانے دینا ہی منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے ان باتوں کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

آیت ذیل کا نسخ:..... اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ بیضاوی اس کو نسخ منسوخ نہیں مان رہے ہیں۔ لیکن صاحب مدارک اس سے تعرض ہی نہیں کرتے بلکہ وہ ایسی تفسیر کر رہے ہیں جس سے نسخ لازم ہی نہ آئے یعنی چونکہ ان افعال کی وجہ سے حج میں رکاوٹ پڑتی ہے اس لئے ان سے بچنا چاہیے اور یہ معنی اس لئے بھی مناسب ہیں کہ یہ آخری سورت ہے جس میں نسخ کا احتمال نہیں ہونا چاہئے۔ اور کشاف کی رائے ہے کہ یہ سورت محکم ہے کیونکہ حدیثوں میں ہے المائدة من اخر القرآن نزولا فاحلوا حللہا وجرموا حرامہا۔ اسی طرح ابن مرہ سے مروی ہے کہ اس سورت میں اٹھارہ فرض احکام ہیں اور ان میں کوئی منسوخ نہیں ہے۔

اور شعائر اللہ اور ہدی دونوں اگرچہ عام ہیں مگر ان کے بعد بعض خاص افراد کا ذکر اسی طرح قلائد کا ذکر صرف اہتمام کے لئے ہے کیونکہ ہدی کبھی ذی قند ہوتی ہے اور کبھی غیر ذی قند۔ اور چونکہ بعض قاصدین حرم اپنے ساتھ ہدی نہیں لے جاتے اس لئے امین کا عطف تغیر کے لئے ہے اور کفار کا امیدوار فضل و رضا ہونا ان کے اپنے خیال کے لحاظ سے ہے اور مقصود حج و عمرہ سے کنایہ کرنا ہے جو فضل و رضا کے الہی کا سبب ہوتا ہے۔

لطف آیات:..... ان الله يحكم الخ میں اسرار احکام کی تفتیش کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت یا ایہا الذین امنوا الخ سے تبرکات کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے مفہوم ہوتی ہے۔ ولا امین البیت الخ سے معلوم ہوا کہ طالب رضا، مولیٰ قبل رعایت ہے اگرچہ اس کی راہ میں اس سے خطا ہی ہوگئی ہو اور من رہم میں ان کی وسعت رحمت کی طرف اشارہ ہے

کہ وہ صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العالمین ہیں۔ آیت واذا حللتم الخ سے معلوم ہوا کہ کسی مباح کے ترک سے اگر اس کے حرام ہونے کا شبہ ہونے لگے تو پھر اس مباح کا کرنا مطلوب ہو جائے گا۔

آیت ولا یجوز منکم الخ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے بغض فی اللہ ہو تب بھی اس سے معاملات کے حدود شرعیہ میں تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ آیت وتعاونوا علی البر الخ سے معلوم ہوا کہ اچھائی برائی کے لحاظ سے مقدمات کا وہی حکم ہوگا جو مقاصد کا ہوتا ہے اور مبادی مقاصد ہی کے تابع ہوں گے ارباب تربیت باطن اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں اور تعاون بر کو عدم تعاون اثم پر مقدم کرنے میں اشارہ ہے کہ باطنی تخلیہ مقدم ہے تخلیہ پر جیسا کہ محققین مشائخ کا تعال ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اَيْ اَكْلُهَا وَالدَّمُ اَيِ الْمَسْفُوحُ كَمَا فِي الْاَنْعَامِ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اَهْلٌ لِّغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ اَيْ اَنْ ذُبِحَ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ الْمَيْتَةُ خَنِقًا وَالْمَوْقُوذَةُ الْمَقْتُولَةُ ضَرْبًا وَالْمُتَرَدِّيةُ السَّاقِطَةُ مِنْ عُلوٍّ اِلَى سَفَلٍ فَمَاتَتْ وَالنَّطِيحَةُ الْمَقْتُولَةُ بِنَطْحٍ اُخْرٰى لَهَا وَمَا اَكَلَ السَّبْعُ مِنْهُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ اَيْ اَدْرَكْتُمْ فِيهِ الرُّوْحَ مِنْ هَذِهِ الْاَشْيَاءِ فَذَبَحْتُمُوهُ وَمَا ذُبِحَ عَلَى اسْمِ النَّصَبِ جَمْعُ بَضَابٍ وَهِيَ الْاَصْنَامُ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوا تَطْلُبُوا الْقِسْمَ وَالْحُكْمَ بِالْاَزْلَامِ جَمْعُ زَلَمٍ يَفْتَحُ الرَّايَ وَضَمِّهَا مَعَ فَتْحِ اللَّامِ قَدْحٌ بِكُسْرِ الْقَافِ سَهْمٌ صَغِيرٌ لَا رِيْشَ لَهُ وَلَا نَضْلَ وَكَانَتْ سَبْعَةٌ عِنْدَ سَادِ الْكُعْبَةِ عَلَيْهَا اَعْلَامٌ وَكَانُوا يَحْيَوْنَهَا فَاِنْ اَمَرْتَهُمْ اِتَمَرُوا وَاِنْ نَهَيْتَهُمْ اَنْتَهَوْا ذَلِكُمْ فِسْقٌ خُرُوجٌ عَنِ الطَّاعَةِ وَنَزَلَ بِعَرَفَةَ عَامَ حَجَّةِ الْوِدَاعِ الْيَوْمَ يَسَّ الدِّينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ اِنْ تَرْتَدُّوا عَنْهُ بَعْدَ طَمَعِهِمْ فِيْ ذٰلِكَ لَمَّا رَاَوْ مِنْ قُوَّتِهِ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ اَحْكَامُهُ وَقَرَأَيْضَهُ فَلَمْ يَزَلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ بِاِكْمَالِهِ وَقِيلَ بِدُخُولِ مَكَّةَ اَمِينٍ وَرَضِيْتُ اِخْتَرْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ مَّجَاعَةٍ اِلَى اَكْلِ شَيْءٍ مِّمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِ فَاَكَلَ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ مَّا بِلِ لَآئِمٌ مَّعْصِيَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ لَّهٗ مَا اَكَلَ رَحِيْمٌ ﴿۳﴾ بِهِ فِيْ اِبَاحَتِهِ لَهُ بِخِلَافِ الْمَائِلِ لِآئِمٍ اَيِ الْمُتَلَبِّسِ بِهِ كَقَاطِعِ الصَّرِيْقِ وَالنَّاعِيْ مَثَلًا فَلَا يَجِلُّ لَهُ الْاَكْلُ يَسْأَلُوْنَكَ يَا مُحَمَّدُ مَاذَا اَحِلُّ لَهُمْ مِنَ الطَّعَامِ قُلْ اَحِلُّ لَكُمْ الطَّيِّبُ الْمُسْتَلَذَاتُ وَصَيْدٌ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ الْكَوَاسِبُ مِنَ الْكِلَابِ وَالسَّبَاعِ وَالطَّيْرِ مُكَلِّبِينَ حَالٌ مِنْ كَلَبْتُ الْكَلْبَ بِالتَّشْدِيْدِ اَرْسَلْتُهُ عَلَى الصَّيْدِ تَعْلُمُوْنَهُنَّ حَالٌ مِنْ صَمِيرٍ مُكَلِّبِينَ اَيِ تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَدَابِ الصَّيْدِ فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاِنْ قَتَلْتُمْ اَنْ لَّهٗ يَأْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَلَّمَةِ فَلَا يَجِلُّ صَيْدُهَا وَعَلَامَتُهَا اَنْ تُسْتَرْسَلَ اِذَا اُرْسِلَتْ وَتَنْزَجِرُ اِذَا زَجِرَتْ

وَتَمَسْكُ الصَّيْدَ وَلَا تَأْكُلُ مِنْهُ وَأَقْلُ مَا يَعْرِفُ بِهِ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ أَكَلْتَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَى صَاحِبِهَا فَلَا يَحِلُّ أَكْلُهُ كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ وَفِيهِ إِنَّ صَيْدَ السَّهْمِ إِذَا أُرْسِلَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ كَصَيْدِ الْمُعَلَّمِ مِنَ الْحَوَارِجِ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ عِنْدَ إِرسَالِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۴﴾ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ الْمُسْتَلَذَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ أَيْ دَنَائِحُ الْيَهُودِ وَنَصْرَى حِلٌّ حَلَالٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ إِيَّاهُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ نَحَرَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ حِلٌّ لَكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُهْرَهُنَّ مُحْصِنِينَ مُتَزَوِّجِينَ غَيْرِ مُسْلِفِينَ مُعْلِنِينَ بِالزَّانَا بِهِنَّ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ أَجَلَاءَ مِنْهُنَّ تُسَبَّرُونَ بِالرِّبَا مِنْهُنَّ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ أَيْ يَرْتَدَّ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ الصَّالِحُ قَبْلَ ذِكِّ فَلَا يُعْتَدُّ بِهِ وَلَا يُعْتَابُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۵۵﴾ إِذَا مَاتَ عَلَيْهِ

ترجمہ: مسلمانوں! تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار (کا کھانا) اور خون (یعنی بہتا ہوا خون۔ جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے) اور سور کا گوشت۔ اور جو جانور غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (غیر اللہ کے نام ذبح کیا گیا ہو اور جو جانور گلا گھونٹ کر مر جائے) (گلا گھسنے سے مر جائے) اور جو کسی چوٹ سے مر جائے (ضرب سے مارا جائے) اور جو کسی بلندی سے گر کر مر جائے (اونچی جگہ سے نیچی جگہ گر کر ہلاک ہو جائے) اور جو کسی ٹکر سے مر جائے (جانور ایک دوسرے کے سینکڑوں پاؤں لے اور مر جائے) اور جیسے درندہ پھاڑ کھائے۔ مگر بس جسے تم ذبح کر ڈالو (یعنی ان تمام جانوروں میں سے کسی کی جان ہلک رہی ہو اور تم اس کو ذبح کر ڈالو) اور جو جانور کسی بٹ (کے نام) پر ذبح کیا جائے (نصب جمع ہے نصاب کی یعنی بٹ) اور یہ بات بھی حرام ہے کہ آپس میں تقسیم کرو (کسی جانور وغیرہ کی تقسیم یا فیصے کرنا چاہو) تیروں کے پانسوں سے (ازلام جمع زلم کی ہے فتح ز اور ضم ز کے ساتھ مع فتح لام کے۔ قدح بکسر القاف ہم۔ یعنی چھوٹا تیر جس کے پرو پیکان نہ ہوں۔ اور وہ سات تیر کعبہ کے مجاوروں کے پاس رکھے رہا کرتے تھے۔ جن پر کچھ علامات ہوتی تھیں۔ اور یہ ان سے جواب لیا کرتے تھے۔ اگر ان کی طرف سے حکم ملتا تھا تو یہ لوگ تعمیل حکم کرتے تھے۔ اور منع کر دیا جاتا تو اس کام سے باز رہتے تھے) یہ گناہ کی بات ہے (نافرمانی ہے اور یہ آیت حجۃ الوداع کے سال عرفہ میں نازل ہوئی ہے) وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی۔ تمہارے دین کی طرف سے آج مایوس ہو چکے ہیں (تم کو دین سے مرتد بنادینے سے۔ اسلامی شوکت کو دیکھ کر۔ حالانکہ پہلے اس بارے میں وہ پر امید رہتے تھے) پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرتے ہو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے (اس کے احکام و فرائض۔ چنانچہ اس کے بعد کوئی حلال حرام حکم نازل نہیں ہوا ہے) اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی (اسلام کو مکمل کر کے۔ یا بعض لوگوں کی رائے پر من کے ساتھ مکہ میں داخل کر کے) اور تمہارے لئے پسند (منتخب) کر لیا ہے دین اسلام کو۔ پس جو کوئی بے بس ہو جائے بھوک سے (حرام چیز کے کھانے کی طرف مجبور ہو جائے) یہ بات نہ ہو کہ گناہ کرنا چاہے (کسی گناہ کی طرف میلان نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں (جو کچھ اس نے کھالیا ہے) رحم فرمانے والے ہیں (کہ اس حالت میں اس کے لئے کھانا مباح کر دیا۔ بخلاف گناہ کی طرف مائل ہونے والے شخص کے یعنی مرتکب جرم کے جیسے مثلاً: ذاکو باغی کہ ان کے لئے کھانے کی اجازت نہیں ہے) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں (اے محمد ﷺ) کہ کیا کیا چیزیں ان کے لئے حلال ہیں (کھانے کی) کہہ دیجئے جتنی اچھی (لذیذ) چیزیں ہیں سب تمہارے

سے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور (شکار) ان شکاری جانوروں کا جن کو تم نے سدھا رکھا ہے (شکاری کتے، درندے، پرندے) اور تم ان کو چھوڑ بھی (لفظ مکلسین حال ہے۔ کلبت الکلبت مشدد سے، خود ہے یعنی میں نے اس کو شکار پر چھوڑ دیا) اور ان کو تعظیم دو (یہ حال ہے ضمیر مکلسین سے۔ یعنی تم ان کو سدھاؤ) اس طریقہ سے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے (شکار کے آداب) سو تم کھا سکتے ہو ایسا شکار جس کو یہ شکاری جانور تمہارے لئے پکڑے رکھیں (اگرچہ یہ شکاری جانور شکار کو مار ڈالیں۔ مگر خود اس میں سے کچھ نہ کھائیں بر خلاف غیر سدہ ہائے ہوئے جانوروں کے کہ ان کا شکار حلال نہیں ہے۔ جس کی شناخت یہ ہے کہ جب تم شکار کے پیچھے دوڑاؤ تو دوڑ جائیں اور جب ٹلکی بھر کر روکنا چاہو تو رک جائیں۔ اور شکار کو پکڑے رکھیں۔ خود اس میں سے نہ کھائیں۔ اور کم از کم تین مرتبہ ایسے امتحان کر کے معلوم کیا گیا ہو۔ چنانچہ اگر کسی دفعہ پکڑے ہوئے شکار کو خود کھا بیٹھے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے مالک کے لئے شکار نہیں کیا ہے۔ لہذا ایسے شکار کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر شکار پر بسم اللہ پڑھا کر تیر چھوڑا جائے تو اس کا حکم بھی سدھا ہوئے جانوروں کے شکار جیسا ہوگا) اور اس پر اللہ کا نام بھی (چھوڑنے کے وقت) پڑھا کرو۔ اور اللہ میوں سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ بہت تیزی سے حساب سینے والے ہیں آج تمام اچھی (مذیذ) چیزیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ نے کا ذبیحہ جانور) جائز (حلال) کر دیا گیا ہے تمہارے لئے اور تمہارا ذبیحہ (ان کے لئے) حلال کر دیا گیا ہے۔ نیز مسلمان پارسیاں اور پارسیاں (آزاد) عورتیں ان لوگوں کی جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے (تمہارے لئے حلال ہے کہ ان سے نکاح کر لو) بشرط یہ کہ ان کا معاوضہ (مہر) ان کے حوالہ کر دو۔ مقصود بیوی بنانا (نکاح میں مانا) ہو۔ یہ بات نہ ہو کہ شہوت پرستی ہو (علانیہ بدکاری ہو) یا چوری چھپے آشنائی کی جائے (لک چھپ کر ان سے حرام کاری کی جائے) جو شخص ایمان سے منکر ہوگا (یعنی مرتد ہو جائے گا) تو اس کے سرے کام اکارت جائیں گے (ارتداد سے پہلے جو نیک کام کئے ہوں گے وہ سب کالعدم ہو جائیں گے ان پر کوئی ثواب نہیں ملے گا) اور آخرت میں اس کی جگہ تباہ کاروں میں ہوگی (اگر وہ مرتد ہونے کی حالت ہی میں مر گیا)۔

تحقیق و ترکیب: ... لغير الله به یہاں لفظ اللہ پہلے لایا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد معطوفات ہیں۔ برخلاف سورہ بقرہ کے وہاں فصل ہے۔ خنق بکسر النون گلا ہونٹنا۔ نطح سنگ مارنا۔

وقد بمعنى ضرب سا ان اللعبة۔ یہ تیر خادم کعبہ کے پاس رہتے تھے۔ یاہبل بڑے بت میں رکھے رہتے تھے۔ نصب جمع نصاب بمعنی منصوب جیسے حمر جمع ہے ہمار کی۔

استقسام تیروں سے خاص طریقہ سے یہ لوگ تفاؤل حاصل کرتے تھے چونکہ اس تفاؤل میں کسی حکم یا خبر پر اعتقاد رکھنا ہوتا تھا اس لئے حرام قرار دیا گیا برخلاف تفاؤل شرعی کے اس میں اللہ سے امید رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے جائز ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ تیر تین طرح کے ہوتے تھے ایک قسم عام تیروں کی تھی جو سب کے لئے ہوتے تھے اور وہ تین تیر تھے جن پر لفظ امر۔ نہی۔ غفل لکھا ہوتا تھا۔ فال لینے والا اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈالتا۔ اگر لفظ امر لکھتا تو اس کام کو کر لیا جاتا۔ لفظ نہی نکلتا تو رک جاتے۔ اور لفظ عفل نکلتا تو پھر ان تیروں کو لوٹا کر فال نکالی جاتی۔ اور سات تیر احکام کے لئے تھے جو کعبہ کے ہر کاہن اور حاکم کے پاس رہتے تھے ایک پر منکم دوسرے پر من غیر کم تیسرے پر مصلوق چوتھے پر عقول اور دبتیں لکھے ہوتے تھے۔ اسی طرح تیسری قسم جوئے کے تیروں کی ہوتی تھی جن میں سے سات پر خطوط اور تین پر غفل لکھے ہوتے ان کو گھم کر جو اکھیٹے۔ ازلام جمع زلم کی ہے۔ قسم یسر یعنی کوئی حکم حلال حرام سے متعلق اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوا۔ ورنہ مطلقاً وحی کی نفی نہیں۔ چنانچہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ

سب سے آخری آیت و اتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ نازل ہوئی کہ صرف نوروز بعد آپ (ﷺ) کا وصال ہو گیا۔

رضیت۔ یہ جملہ مستانفہ حال ہے اکملت پر معطوف نہیں ہے ورنہ یہ غلط معنی ہو جائیں گے کہ اسلام سے آج راضی ہوئے اس سے پہلے راضی نہیں تھے۔ فمن اضطر یہ جملہ حرمت پر مقرر ہے اور الیوم ینس الخ جملہ معترضہ ہے جس میں دین اسلام کا سہل ہونا ظاہر کرنا ہے۔ منحصہ سخت بھوک جو ہلاکت کے قریب پہنچ دے۔ غیر متجانف۔ جلال محقق نے اپنے شافعی مسلک کی رعایت کرتے ہوئے گناہ کی طرف میلان نہ کرنے کی تفسیر کی ہے ورنہ حنفیہ کے نزدیک اس کے معنی قدر ضرورت سے زیادہ نہ کھانے کا ہے۔ یسلونک۔ یہ جملہ حرمت علیکم پر مرتب ہے اور چونکہ یسلونک میں ضمیر غائب ہے اسی لئے احل لہم میں بھی ضمیر غائب لائی گئی ہے اگرچہ اہل لٹا بھی ہو سکتا تھا۔ طبیات امام شافعی طیب کا ترجمہ لذیذ کے ساتھ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک عرب جس چیز کو نجس اور قابل نفرت سمجھتے ہوں وہ حرام ہو جاتی ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک اس کے معنی شرعاً حلال چیز کے ہیں جس سے طبائع سلیمہ نفرت نہیں کرتی ہیں۔ ما عجلتم اس کا عطف طبیات پر ہے مضاف محذوف ہے جس کی طرف جلال مفسر نے اشارہ کر دیا ہے صید بمعنی مصید ہے کیونکہ یہی حلال ہے ورنہ جوارح حلال نہیں ہوتے خواہ سدھائے ہوئے ہوں۔ الکواسب۔ جوارح کا ترجمہ ہے جیسے والذین اجترحوا ای اکتسبوا۔ مراد شکاری جانور جیسے کتا، چیتا، شکرہ باز، شاہین وغیرہ درندے ہوں یا پرندے بشرطیکہ ذی ناب ہوں یا ذی مخلب جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام شافعی کی رائے ہے۔

مکلبیں۔ بمعنی معلمین۔ یہ حال ہے ضمیر علمتم سے سبع پر بھی کلب کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے آنحضرت (ﷺ) نے بدعا فرمائی ہے۔ اللہم سلط علیہ کلباً من کلابک ای سبعاً بولتے ہیں کلبت الکلب یا تو اس لئے اکثر شکار کتے کے ذریعہ ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ درندہ کو بھی کتا ہی کہا جاتا ہے ثلاث مرات۔ امام ابو حنیفہ امام شافعی کے نزدیک یہ معیار ہے اور امام احمد کے نزدیک اور ایک قول امام شافعی کا ہے کہ مطلقاً کھانا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ عدی بن حاتم کی روایت میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کل مما امسک علیک وان اکل منه فلا تاكل فانما امسک علی نفسہ۔ لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ پرندوں میں یہ شرط نہایت مشکل ہے ان کو اس درجہ نہیں سدھایا جاسکتا۔ امام مالک مطلقاً شرط نہیں فرماتے۔ جیسا کہ حدیث ابی ثعلبہ میں ہے کہ فکل وان اکل۔ اور حدیث عدی بن حاتم کو زہد پر محمول کرتے ہیں۔ من الجوارح حدیث میں ہے اذاریت بسہمک فاذا ذکر اسم اللہ فان غاب عنک یوماً فلم تجد فیہ غیر اثر سہمک فکل ان شئت۔

ای ذبائح البہود۔ اہل تورات و انجیل کے علاوہ جو اہل کتاب ہیں جیسے صحف ابراہیم کو ماننے والے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ غرض کہ ذبیحہ کی صحت حلت نکاح کے تابع ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ عام طور پر جو دین سماوی کے تابع ہوں جیسے صحف ابراہیم اور کتاب شیث اور زبور کو ماننے والے ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح جائز ہوگا۔

وطعاً مکم۔ ذبیحہ کھانے کے علاوہ ان سے خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار اہل کتاب ہماری شریعت کے بھی مکلف ہیں۔ لیکن زجاج کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں ویحل لکم ان تطعموہم۔ یعنی مسلمانوں کو خطاب ہے۔ الحرائر امام شافعی کے نزدیک اہل کتاب باندی سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اسی لئے صاحب ہدایہ نے محسنات کا ترجمہ عفاف کے ساتھ کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ اس کا ترجمہ مسلمات کے ساتھ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک کتابیہ اور مشرک دونوں یکساں ہیں نکاح ناجائز ہونے میں اسی اختلاف کے پیش نظر شاید یہاں لفظ محسنات کی تفسیر کرنی پڑی ورنہ پہلے محسنات کے معنی بالاتفاق عفاف کے ہیں۔

رابطہ: ابتداء سورت میں حلال چوپاؤں میں سے بعض کا استثناء فرمایا تھا۔ آیت حرمت الخ میں اس کی تفصیل ہے گویا یہ تیسرا حکم ہے۔ اس کے بعد آیت اليوم الخ سے اکمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت مذکور ہے اور مقصود اس سے تمام اوامر و نواہی کے امتثال کا اہتمام کرنا ہے جن میں اس آیت کے محرمات و محلات بھی داخل ہیں۔ پھر آیت فمن اضطر الخ میں ان ہی جانوروں کا بحالت اضطرار حلال ہونا مذکور ہے۔ آیت یسئلونک ماذا احل الخ میں بعض محلات کا ذکر ہے یعنی مخصوص شکار کا حلال ہونا اور اہل کتاب کے ذبیحہ کا حلال اور ان سے نکاح کا جائز ہونا مذکور ہے۔ ذبیحہ کا تعلق اگرچہ مال سے اور نکاح کا تعلق نفس سے ہے۔ تاہم استفادہ دونوں میں مشترک فیہ ہے۔ یہ چوتھا اور پانچواں اور چھٹا حکم ہوا۔

آیت اليوم الخ کے متعلق تین شخصین کی روایت حضرت عمرؓ سے ہے کہ ذی الحجہ ۱۰ھ روز جمعہ عصر کے وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک یہودی نے جب فاروقؓ اور ابن عباسؓ پر طنز کیا تھا کہ اگر اس قسم کی آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم خوشی میں اس دن کو یادگاری عید کا دن بنا لیتے؟ مقصد یہ تھا کہ تم لوگوں نے کچھ بھی قدر نہ کی۔ مگر فاروقؓ اعظمؓ نے جواب دیا کہ ہمارے لئے تو دوہری عید ہوئی ہے ایک تو یہ کہ عرفہ کا دن تھا۔ دوسرے جمعہ کا دن تھا۔ جو ہمیشہ مسلمانوں کی عیدین رہیں گی۔

شان نزول: جب آیت حرمت نازل ہوئی تو عدی بن حاتمؓ اور زید بن جبل الطائیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم پہاڑی لوگ ہیں جہاں بجز شکاری جانوروں کے شکار کے گوشت کا دستیاب ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اور ایسا موقعہ بہت کم ملتا ہے کہ اس شکار کو ہم صحیح سلامت ذبح کر لیں؟ اس پر آیت یسئلونک نازل ہوئی۔ امام زاہدؒ نے اسی کے ساتھ ایک اور روایت بھی ابوارفع سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل امینؑ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے مگر حاضر نہیں ہوئے اور عرض کیا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ کے لئے داخل ہونا زیبا نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت (ﷺ) نے مدینہ میں عام طور پر کتوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارے لئے ان کی کوئی چیز حلال بھی ہے یا نہیں؟ تب آیت یسئلونک الخ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے شکاری کتوں اور حفاظتی کتوں کے پالنے اور رکھنے کی اجازت دی۔ مگر کٹ کھنے اور کالے کتوں کے مارنے کا حکم بدستور رہا۔

﴿تشریح﴾: بعض مخصوص جانوروں کی حرمت: حرمت کا مدار چونکہ خبیث نیت پر ہوتا ہے جس کا اظہار کبھی قول سے ہوتا ہے جیسے کسی جانور کو غیر اللہ کے نامزد کر دینا۔ اور کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں کو پرستش گاہوں اور تھانوں پر ذبح کر دینا۔ اس لئے یہ دونوں صورتیں حرام ہوئیں مبیہ کے عموم میں اگرچہ مختصہ وغیرہ ساتوں قسمیں داخل ہیں۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں ان جانوروں کے کھانے کی عادت تھی اس لئے تصریح اور مزید تفصیل کرنی پڑی۔ غرض کہ ان صدقات کے ذریعہ دم نکلنے سے پہلے اگر کچھ علامات حیات معوم ہونے پر جانور کو ذبح کر لیا تو حلال ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ جانوروں کو شرعی قاعدہ سے اختیار اور اضطرار اذبح کرنے اور احکام شرعیہ کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

یہاں اگرچہ بہائم کا ذکر ہو رہا ہے لیکن ان کا حرام ہونا بہائم ہونے کی خصوصیت سے نہیں ہے بلکہ اصل وجہ ان کا مردار اور مختصہ وغیرہ ہونا ہے جو بہائم کی طرح پرندوں میں بھی جاری ہو سکتا ہے اور صحت استثناء کے لئے یہ عموم مفسر نہیں ہے بلکہ جیسے جاء نی القومہ الا العمیان کہنا صحیح ہے۔ اگرچہ عمیان کا عموم قوم کے عمیان سے زیادہ ہے۔ پس اسی طرح یہاں عام عنوان سے استثناء صحیح ہوگا اور

مذکورہ چوپاؤں کی طرح منقحہ وغیرہ پرند بھی حرام قطعی ہوں گے۔

قمر اور جوئے کی ایک صورت: زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ پتی ڈال کر ایک جانور خرید کر ذبح کر لیا جاتا۔ لیکن اس کا گوشت داموں کی نسبت سے شرکاء میں تقسیم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ چھٹی کے طریقہ پر اس کام کے سنے دس تیر مخصوص کر رکھے تھے جن میں سے سات تیروں پر کچھ نشانات بنے ہوئے ہوتے اور تین سادہ ہوتے اور کچھ خاص اصطلاحات ٹھہرا رکھی تھیں جن کے بموجب گوشت تقسیم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ دام دینے والا محروم بھی رہ سکتا تھا۔ اور دام سے زیادہ گوشت بھی اس کے حصہ میں آ سکتا تھا۔ لیکن اسلام اور قرآن نے اس غلط رسم کی اس آیت میں اصلاح کر دی۔

قرعہ اندازی کے حدود: البتہ اس سے شرعی قرعہ پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی اجازت تو ایسے مواقع پر ہے جہاں اس کے بغیر بھی باہم اتفاق جائز ہو جیسے کسی مشترک مکان کی تقسیم کو بلا قرعہ بھی اگر دونوں شریک باہمی صلاح اور مشورہ سے یہ طے کریں کہ ایک سا جھمی ایک طرف کا اور دوسرا سا جھمی دوسری طرف کالے لے تب بھی جائز ہے۔ قرعہ کا حاصل صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اس سے دل میں غشش نہیں رہتی بلکہ خدائی اور تقدیری فیصلہ سمجھ کر انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دو بیویوں سے شرعاً جس کو چاہے سفر میں لے جاسکتا ہے لیکن ان کی تالیف قلب کے لئے قرعہ اندازی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حرف شکایت بیویوں کی زبان پر نہیں آ سکتا۔ لیکن چند سا جھمی اگر برابر روپیہ لگا کر جانور خرید کر ذبح کریں اور باہمی رضا مندی سے یہ طے کر لیں کہ ایک سا جھمی کو ایک ٹلٹ اور دوسرے کو دو ٹلٹ ملے گا تو بلا قرعہ جب یہ صورت حرام ہے تو قرعہ اندازی کے بعد بھی یہ صورت ناجائز ہی رہے گی۔

دین اسلام کی تکمیل: اور الیسوم سے مراد خاص نزول ہی کا دن نہیں ہے بلکہ ماقبل و مابعد کا قریبی زمانہ مراد ہے۔ چنانچہ اگر اس کے بعد بھی کسی حکم کا نازل ہونا ثابت ہو جائے تو اس اکمال و تکمیل پر اعتراض لازم نہیں آئے گا۔ اور ضیت لکم کی وجہ سے احکام کا منسوخ نہ ہونا عام ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔ اول تو اس لئے کہ کسی مزید وحی کے ذریعہ نسخہ نہیں ہوا۔ اور دوسرے اس لئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی من حیث النبوت نہیں آئے گا۔ اور دوسرے دلائل سے احکام کا ثابت ہونا اس اکمال کے منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث تو مابہ الاکمال میں داخل ہے ہی۔ رہے قیاس و اجماع وہ بھی جب انصوص آیات و احادیث سے مستنبط ہوں گے تو معارض نہیں بلکہ ان ہی کے حکم میں داخل ہوں گے۔ البتہ قیاس و اجماع جو قرآن و حدیث سے باہر ہوں وہ دلائل ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کو دلائل شمار نہیں کیا جائے گا۔

شکار کے حلال ہونے کی شرائط: آیت وما علمتم من الجوارح الخ میں شکاری جانور کی چار شرطیں ذکر کی گئی ہیں اول تعلیم دینا لفظ ما علمتم میں دوسرے شکار پر چھوڑنا لفظ مکلبین میں۔ تیسرے شکار کا تمہارے لئے شکار کیا جانا جو ممسا امسکن میں ہے۔ اور چوتھے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑنا جو اذکروا اسم اللہ میں ہے۔ اور ایک پانچویں شرط امام اعظم کے نزدیک شکار کو زخمی کرنے کی بھی ہے جس کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ ہے جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں۔ شکار کا ایک طریقہ تیر یا بھالہ وغیرہ مارنا بھی ہے جو کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ آیت میں صرف شکاری جانوروں کا حکم بیان کیا جا رہا ہے لیک جو وحشی جانور نہیں بلکہ اہل ہیں وہ بدون ذبح شرعی حلال نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر شکار کے بعد جانور زندہ پکڑ لیا اور ذبح کرنے کا موقع مل گیا تب

بھی ذبح کرنا ضروری ہو جائے گا اس کے بعد کتابی کے ذبیحہ حلال ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اصلی کتابی ہو۔ اور مسلمان سے مرتد ہو کر کتابی نہ بنا ہو۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم کتابی ہو گیا ہو تو اس کا حکم اصل کتابی جیسا ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ذبیحہ پر کتابی اللہ کے سوا کسی کا نام نہ لے ورنہ ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔ مسلمان یا کتابی عورت اگر پارسانہ بھی ہو تب بھی اس سے نکاح حلال ہے مگر بہتر نہیں ہے خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم مرد سے صحیح نہیں ہے خواہ وہ کتابی ہو یا غیر کتابی۔

آج کل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں ہے:..... آج کل اکثر یہودی اور عیسائی برائے نام ہی اہل کتاب ہیں ان کا ذبیحہ اور نکاح اصلی کتابی جیسا نہیں سمجھا جائے گا۔ نیز آیت میں وجوب مہر بتلانا مقصود ہے اس کا شرط نکاح ہونا مقصود نہیں۔ چنانچہ مہر کا تذکرہ نہ ہو بلکہ عدم مہر کی شرط ہو یا مہر کی ادائیگی نہ کی ہو تب بھی نکاح درست ہو جائے گا۔ اس آیت میں اہل کتاب کے ذبیحہ اور کفار کے مطلق کھانے کی اباحت و اجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلا ضرورت ان کی ساتھ مواصلت اور کھانا پینا بھی جائز ہو جائے۔ کیونکہ مقصود فی نفسہ مواصلت کی ممانعت نہیں ہے بلکہ بلا ضرورت ان سے دوستانہ تعلقات اور مواصلت کی ممانعت کی جارہی ہے۔ کیونکہ نجس اور حرام چیزوں کے اختلاط وغیرہ سے مفاسد کے قوی شہادت ہیں۔ دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ اگر ممانعت کی ایک علت نہ پائی جائے تو دوسری علتیں بھی نہ ہوں۔

ایک نکتہ نا در: اور آیت ومن یکفر بالایمان الخ میں جہاں اعمال کی سزا کے علاوہ اس مقام پر ایک فائدہ اور ہے کہ چونکہ اہل کتاب کے ذبیحہ اور عورت سے نکاح کا جواز گزرا ہے تو ممکن ہے جو مسلمان مرتد ہو کر اہل کتاب بن جائیں ان کے ذبیحہ اور نکاح کا حکم بھی یہی سمجھا جائے۔ اس لئے اس جملہ میں اس شبہ کو صاف کر دیا ہے کہ جس نے اسلام کی حقانیت کا انکار کر دیا۔ یاد رکھو کہ اس کے سب اعمال بالکلیہ اکارت گئے۔ حتیٰ کہ اس کا ذبیحہ اور اس سے نکاح بھی بیکار ہو گیا اب اس پر حلت و جواز کا حکم مرتب نہیں ہو سکے گا۔ اور خسارہ اخروی اس کے علاوہ رہا۔ یا آیت کا یہ مطلب ہو کہ اہل کتاب کو اگر دنیا میں اتنی عزت دے دی کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورت مسلمانوں کے لئے حلال کر دی گئی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ اخروی خسارہ سے نہیں بچ سکیں گے۔

لطائف آیات: آیت الیوم اکملت الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء..... نے جو احکام ظہر و باطن سے مستنبط کئے ہیں وہ سب دین ہیں اور فقہاء و مشائخ اس بارے میں واجب الاتباع ہیں ورنہ اکمال دین کے بعد اس استنباط و اجتہاد کی اجازت اور گنجائش نہ ملتی۔ کیونکہ اس سے دین کا غیر مکمل ہونا لازم ہے اور لازم باطل ہے۔ فالملزوم مثله۔

آیت فَمِنْ اضْطُرٍّ مَعْلُومٍ ہوتا ہے کہ جس کام کی اجازت بھروسہ اور مجبوری دی جائے اس سے لذت نفس کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً: حکیم، ڈاکٹر یا گواہ کے لئے بھروسہ و بدن یا عورت کو دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس میں التذات نفس کا دخل بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ پس اس سے قلب کی حفاظت کا بھی خاص اہتمام مفہوم ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ إِلَى الصِّقْرِ أَيُّ الصِّقْرِ الْمَسْحَ بِهَا مِنْ غَيْرِ إِسَالَةِ مَاءٍ وَهُوَ إِسْمُ جَنْسٍ فَيَكْفِي أَقْلٌ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَسْحُ بَعْضِ شَعْرِهِ وَعَلَيْهِ

اَشْفَافُیْ وَارْجُلُکُمْ بِالنَّضْبِ عَطْفًا عَلٰی اَیْدِیْکُمْ وَالْحَرَّ عَلٰی الْحَوَارِ اِلٰی الْکَفْبِیْنِ اِیْ مَعَهُمَا کَمَا بَشَتْهُ
اِسْنَةً وَهُمَا الْعِظَمَانِ الثَّانِیَانِ فِیْ کُلِّ رِجْلٍ عِنْدَ مَفْصَلِ السَّاقِ وَالْقَدَمِ وَالْفُضْلُ بَيْنَ الْاَیْدِیْ وَالْاَرْحْلِ
اَلْمَعْسُوْلَةِ بِالرَّاسِ الْمَمْسُوْحِ یُفِیْدُ وَجُوْبَ التَّرْتِیْبِ فِی طَهَارَةِ هَذِهِ الْاَعْضَاءِ وَعَلِیْهِ الشَّافِعِیُّ وَیُوْخَدُ مِنْ
اِسْنَةٍ وَجُوْبُ النِّیَّةِ فِیْهِ کَغَیْرِهِ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْهَرُوْا فَاغْتَسِلُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی
مَّرْضًا یَضُرُّهُ الْمَاءُ اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ مُسَافِرِیْنِ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِنْکُمْ مِنَ الْغَائِطِ اِیْ اَحَدٌ اَوْ لَمْ یَسْتُمْ
النِّسَاءُ سَبَقَ مِثْلُهُ فِی سُوْرَةِ النِّسَاءِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً بَعْدَ طَلَبِهِ فَتَمَسَّمُوْا اَقْصَدُوْا صَعِیدًا طَیِّبًا تُرَابًا
طَاهِرًا فَاَمْسَحُوْا بِوُجُوْهِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مَعَ الرَّاْفِقِ مِنْهُ بِضَرْبَتَیْنِ وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَبَشَتْ اِسْنَةً اَنْ
اَلْمُرَادُ اِسْتِیْعَابُ الْعَضْوِیْنِ بِالْمَسْحِ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ ضَیِّقٍ بِمَا فَرَضَ عَلَیْکُمْ مِنْ
الْوُضُوْءِ وَالْمُغْسِلِ وَالتَّیْمَمِ وَلٰکِنْ یُرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالدُّنُوْبِ وَلِیَتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَیْکُمْ سِتَانِ
شَرَائِعِ الدِّیْنِ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۷﴾ نِعْمَةٌ وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ بِالْاِسْلَامِ وَمِثَاقِهِ عِنْدَ الَّذِیْ
وَاَتَقَّیْکُمْ بِہٖ عَآہِدَکُمْ عَلَیْهِ اِذْ قُلْتُمْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حِیْنَ بَايَعْتُمُوْہُ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا بِیْ کُلِّ مَا
تَأْمُرُ بِہٖ وَتَنْہِیْ مِمَّا نَحِبُّ وَنَکْرَہُ وَاَتَقُوا اللّٰہَ فِیْ مِثَاقِہٖ اَنْ تَنْقُضُوْہُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۸﴾
بِمَا فِی الْقُلُوْبِ فَبَغِیْرِہٖ اَوْلٰی یَاٰیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوِّمِیْنَ لِّلّٰہِ بِحَقُوْقِہٖ شَہَادَآءَ بِالْقِسْطِ
بِالْعَدْلِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ یَحْمِلَنَّکُمْ شَنَاٰنُ بَعْضِ قَوْمٍ اِی الْکُفَّارِ عَلٰی الْاَتْعَدِلُوْا فَتَنَالُوْا مِنْهُمْ لِعَدُوَاتِهِمْ
اَعْدِلُوْا فِی الْعَدُوِّ وَالْوَلِیِّ هُوَ اِی الْعَدْلُ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاَتَقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾
فَبَحَارِیْکُمْ بِہٖ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَعَدَا حَسَنًا لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾ هُوَ
الْحِجَّةُ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱﴾ یَاٰیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ هُمْ قَوْمٌ مُّشْرِکُوْنَ اَنْ یَّسْتَطُوْا یَمْدُوْا اِلَیْکُمْ اَیْدِیْہُمْ لِیَفْتِکُوْ بِکُمْ فَکَفَّ
بِاَیْدِیْہُمْ عَنْکُمْ وَعَصَمَکُمْ مِّمَّا رَاَدُوْ بِکُمْ وَاَتَقُوا اللّٰہَ وَعَلٰی اللّٰهِ فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: ... مسلمانو! جب تم آمادہ ہو (کھڑے ہونے کا ارادہ کرو) نماز کے لئے (اور تم بے وضو بھی ہو) تو چاہئے کہ اپنا منہ
اور ہاتھ کہنیوں تک دھویا کرو (یعنی کہنیوں سمیت جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور سر کا مسح کر لیا کرو) اس میں بالصدق کے لئے ہے یعنی
مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرو۔ بغیر اپنی بہائے اور لفظ راں اسم جنس ہے۔ لہذا کم سے کم درجہ بھی کافی ہے جس پر یہ لفظ صادق آسکے بعض
سر کے بالوں کا۔ اور امام شافعی کا مسلک یہی ہے (نیز اپنے پاؤں (نصب کے ساتھ اس کا عطف ایدیکم پر ہے۔ اور اس پر جزمی ہے
مجرور کے قریب ہونے کی وجہ سے) ٹخنوں تک دھولو (یعنی ٹخنوں سمیت جیسا کہ سنت سے ثابت ہے اور اس سے مراد وہ ابھری ہوئی دو

بندیاں ہیں جو ہر پیر پر پنڈلی اور قدم کا درمیانی جوڑ ہوتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں جو اعضائے مغسولہ ہیں ان کے درمیان سر کا ذکر آنا جس پر مسح کیا جاتا ہے۔ اس سے باہمی ان اعضاء کے درمیان ترتیب قائم رکھنا واجب معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے اور وضو اور دوسری عبادات میں نیت کا وجوب بھی سنت سے ثابت ہے) اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو چاہئے کہ پاک صاف ہو جاؤ (غسل کر لو) اور اگر تم بیمار ہو (ایسا مرض ہو جس میں پانی کا استعمال مضر ہو) یا سفر میں ہو (یعنی مسافر ہو) یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آیا ہو (بے وضو ہو گیا ہو) یا تم نے بیویوں کو چھوا ہو (سورۃ نساء میں بھی ایسی آیت گذر چکی ہے) اور پھر پانی میسر نہ آئے (باوجود تلاش کے) تو ایسی حالت میں تیمم کر لیا کرو (کام لیا کرو) یعنی عمدہ زمین (پاک مٹی سے) اپنے منہ اور ہاتھوں پر (کہنیوں سمیت) مسح کر لیا کرو (دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر۔ اس میں بالالصاق کے لئے ہے اور سنت سے ثابت ہے کہ ان دونوں اعضاء پر استیعاب کے ساتھ ہاتھ پھیرنا مراد ہے) اللہ میاں کو یہ منظور نہیں کہ تمہیں کسی طرح کی مشقت میں ڈالیں (وضو، غسل، تیمم کے جو احکام فرض کئے ان سے تمہیں تنگی ہو) لیکن یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں پاک صاف رکھیں (میل پچیل اور گناہوں سے) نیز یہ کہ تم پر اپنی نعمتیں مکمل فرمادیں (دینی احکام بیان فرمانا تاکہ تم (ان کی نعمتوں کے) شکر گزار ہو سکو اور اللہ نے تم پر (اسلام کے) جو انعام فرمائے ہیں ان کی یاد سے غافل مت ہو اور ان کے عہد (پیام) نہ بھولو جو مضبوطی کے ساتھ وہ تم سے ٹھہرا چکے (تم سے معاہدہ کر چکے) جب تم نے کہا تھا (نبی کریم ﷺ) سے بیعت کرتے وقت) کہ ہم آپ کا فرمان سن چکے اور ہم نے اسے قبول کیا (جن پسندیدہ باتوں کا آپ حکم دیں گے اور جن ناگوار باتوں سے آپ منع کریں گے) اور اللہ سے ڈرو (مضبوط وعدہ کر کے عہد شکنی کرنے میں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتے ہیں جو کچھ سینوں میں چھپا ہوتا ہے (دلوں میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ تو اور چیزوں کو بدرجہ اولیٰ جانتے ہوں گے) مسلمانو! اللہ کے (حقوق کے) لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور عدل (انصاف) کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہئے کہ تمہیں ابھار دے (آمادہ کر دے) دشمنی (عداوت) کسی خاص گروہ کی (یعنی کفار کی) اس بات کے لئے کہ تم ان کی ساتھ انصاف نہ کرو (اور تم ان سے مخض ان کی دشمنی کی وجہ سے کچھ حاصل کر لو) انصاف کرو (دشمن اور دوست کے ساتھ) کہ یہی (یعنی انصاف) تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ وہ تمہارے کارناموں سے باخبر ہیں (وہ ضرور تمہیں بدلہ دیں گے) اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے (بہترین وعدہ) ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت ہی بڑا اجر (جنت) ہوگا۔ لیکن جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخی ہیں۔ مسلمانو! اپنے اوپر اللہ کا وہ احسان یاد کرو کہ جب ارادہ کر لیا تھا ایک گروہ (قریش) نے کہ تم پر ہاتھ چھوڑ دیں (تمہیں اچانک قتل کرنے کے لئے) تو اللہ نے ان کے ہاتھ تمہارے خلاف بڑھنے سے روک دیئے (اور تمہیں ان کے ارادوں سے محفوظ رکھا) اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اللہ ہی ہیں جن پر مسلمانوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

تحقیق و ترکیب: وانتم محدثون ظاہر آیت سے تو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو جیسا کہ داؤد ظاہریؒ کی رائے ہے۔ یا حضرت علیؓ، عکرمہؓ، ابن سیرینؒ سے مروی ہے لیکن جمہور اس کی کئی توجہیں کرتے ہیں مثلاً اذا قمتم الخ کے معنی اذا قمتم من النوم کے لیتے ہیں جس کے لئے حدیث لازمی ہے اور بعض اس امر کو استحباب و ندب پر محمول کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ظاہر آیت کے مطابق ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا ضروری تھا۔ پھر احادیث کے ذریعہ اس کا نسخ ہوا۔ چنانچہ عبد اللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا جو مسلمانوں پر شاق معلوم ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے تخفیف فرما کر صرف حدیث کے بعد ضروری رکھا۔ یہی روایت کہ سورۃ مائدہ تو خود آخری سورۃ ہے فلا حلوا حلالہا و حرموا حرامہا۔ تو اول تو عراقی اس کو مرفوع نہیں مانتے بلکہ آخری نزول براءت کا ہوا ہے۔ دوسرے اگر اس روایت کو صحیح

بھی مان سیکے تو بنی ظالم صورت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ آیت اور حکم بھی اس میں داخل ہو۔

وارحکمکم نصب اور جرود قراءتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جو حکم میں دو آیتوں کے بھی جاتی ہے۔ قراءت نصب تو پاؤں دھونے پر محمول ہوگی اور قراءت جرح خفین پر۔ اس طرح پیروں سے متعلق دو حکم ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں قراءتوں کا تعلق ایک ہی حالت سے ہو تو پھر دونوں حکم برابر ہوں گے۔ مگر دھونے کے حکم کو ترجیح سنت کی طرف رجوع کرنے کی بناء پر ہوگی۔ چنانچہ اس بارہ میں اخبار مشہورہ بلکہ اخبار متواترہ وارد ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) پاؤں دھویا کرتے تھے اور حدیث شویل للا عقاب من النار درجہ شہرت پر پہنچی ہوئی ہے۔

عند مفصل۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ جو لوگ پاؤں پر مسح کرنے کے قائل ہیں وہ کعب سے مراد "معتقد شرک" سمجھنے کی جگہ مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ حسنہ ہر پیر میں ایک ہوتا ہے اس لئے بقاعدہ استعمال و ایدیکم الی الموافق کی طرف الی الکعب ہونا چاہئے تھا لیکن الی الکعبین تنفیہ لانے سے اشارہ ہو گیا کہ ہر پیر میں دو کعب ہونے چاہئیں اور وہ ٹخنوں اور گانوں کے معنی لینے ہی سے ہو سکتا ہے۔

وجوب الترتیب۔ لیکن ہمارے نزدیک جیسا کہ زکشری نے ذکر کیا ہے اعضاء مغسولہ کے درمیان عضو مسومہ کا لانا پیروں کے بارے میں جو اسراف سے کام لیا جاتا ہے اس پر تنبیہ کرنا ہے۔ و بیست۔ یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ بالصاق کے لئے آتی ہے پس ان دونوں عضو کا عدم استیعاب ثابت ہوا۔ حالانکہ وضو میں استیعاب ثابت ہے پس آیت وضو اور آیت تیمم میں تعارض ہو گیا بلکہ تیمم جو ناب ہے اصل وضو کے برضاف ہو گیا واضح ہونا چاہئے کہ آیت وضو اور آیت تیمم سات چیزوں پر مشتمل ہیں۔ وہ صہارتیں۔ اصل اور بدل۔ اور اصل بھی دو ہیں مستوعب اور غیر مستوعب۔ پھر غیر مستوعب بلحاظ فعل کے غسل اور مسح ہے اور بلحاظ محل کے محدود اور غیر محدود ہے۔ اور ذریعہ صہارت سیال ہو گیا جامد۔ اسی طرح موجب طہارت حدث اصغر ہو گیا حدث اکبر۔ وضو سے تیمم کی طرف آنا۔ مرض کی وجہ سے ہو گیا سفر کی وجہ سے طہارت کے حصول پر۔ گناہوں سے پاک ہونے اور اتمام نعمت کا وعدہ ہے غرض کہ یہ سب چیزیں دود اور جوڑ ہیں۔

منہ۔ فقط صعيد کی طرف ضمیر راجع ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو وہم ہو گیا کہ چونکہ من تبعیضیہ ہے اس لئے تیمم کے لئے مٹی پر غبار ہونا شرط ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ من ابتدائیہ ہے۔ یا بقول زجاج کہا جائے کہ صعيد سے مراد وجہ ارض ہے خواہ مٹی ہو یا پتھر اور یا کہا جائے کہ ضمیر منہ حدث کی طرف راجع ہے۔ بایعتموه۔ کیکر وغیرہ درخت کے نیچے جو بیعت کا واقعہ ہو اس کی طرف اشارہ ہے۔ قوامین یہ خبر ہے کوفہ کی اور شہداء خبر ثانی ہے۔

یجر منکم چونکہ یجر من متضمن ہے یعنی یحملن کو۔ اسی لئے علی کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے اور یکسن کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے دونوں معنی قریب قریب ہیں۔ اسی لئے جلال منسرت نے اس لفظ کی دونوں جگہ دو تفسیریں کر دی ہیں۔

قوم۔ اس سے مراد خاص کفار قریش ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا جیسا کہ صاحب کشف کی رائے ہے یا عموم الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے عام افراد مراد لئے جائیں خصوص سبب کا اعتبار نہ کیا جائے۔

فتنوا یہ منصوب ہے جواب نفی کی وجہ سے۔ یعنی قتل اور مال کا لوٹنا جو تمہارا مقصد ہے وہ اس طرح حاصل کرو۔

ربط۔ گذشتہ آیات میں بعض احکام دنیا کا بیان تھا۔ اور آیت یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الخ میں بعض دینی احکام کا بیان ہو رہا ہے۔ یہاں تو اس حکم وضو کے وجوب کا اور آٹھواں حکم وجوب غسل کا ہے اور نواں حکم تیمم کی مشروعیت سے متعلق ہے۔ آیت مسایرید اللہ الخ میں اس حکم تطہیر کا نعمت ہونا مذکور ہے اور پھر واذا کروا الخ میں عام احکام کا نعمت ہونا بتلانا ہے۔ اور آیت یا ایہا الذین امنوا کووا الخ میں دسواں حکم عدل و انصاف سے متعلق ہے اور پھر اطاعت شعاروں کے لئے وعدہ اور نافرمانوں کے لئے وعید ہے۔

شان نزول: امام بخاریؒ کے قول کے مطابق حضرت عائشہؓ کے ہارگم ہونے کا تعلق آیت مائدہ لَا يَأْتِيهَا الذِّينَ آمَنُوا اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ سے ہے سورۃ نساء سے اس کا تعلق جیسے بعض لوگوں نے سمجھا ہے وہ صحیح میں ہے۔ وضو کا وجوب اس آیت سے نہیں ہوا کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور نماز کی فرضیت بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر وضو و طہارت تو آپ نے نماز ہرگز نہیں پڑھی ہوگی۔ آیت میں اس کے اظہار کی حکمت اور اس کی فرضیت کو متلو قرار دینا ہے۔

﴿تشریح﴾: شرائط وضو: ظاہر آیت سے ہر نماز کے لئے تازہ وضو کا وجوب معلوم ہو رہا ہے حالانکہ اجماع اور سنت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت (ﷺ) نے ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آج آپ کو یہ نئی بات کرتے ہم دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے قصد ایسا کیا ہے یعنی بیان جواز کے لئے۔ اسی طرح ظاہر آیت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نماز قائم ہونے کے وقت وضو کرنا ضروری ہے خواہ نماز کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ ان ہی دونوں شبہات کے ازالہ کے لئے مفسر علامؒ نے قمتم کی تفسیر از قمتم کے ساتھ کی ہے اور و انتم محدثون کی قید کا اضافہ کیا ہے۔ اور بعض نے قواعد منطقہ پر یہ توجیہ کی ہے کہ اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ قاضی مہملہ ہے جو حکم میں خبریہ کے ہوا کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس کی تعبیر اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ کلام رب میں اِذَا بعض اوقات کے لئے آتا ہے۔ پس عموم کے ساتھ حکم کلی اور دائمی نہ رہا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ طہارت جنابت کے ساتھ جو لفظ ان استعمال کیا گیا ہے وہ اس لئے ہے کہ یہ شرط دائمی نہیں ہے بلکہ دوسری شرط ستر عورت کی طرح صرف نماز کے لئے مخصوص ہے۔

فقہی اختلاف مذاہب: بہر حال اعضاء وضو وغیرہ دھونے میں بقول ابو یوسفؒ صرف اتنا پانی بہانا ضروری ہے کہ کم از کم قطرہ در قطرہ ٹپک بھی جائے۔ امام مالکؒ کی طرح وضو یا غسل میں بدن کو ملنا یا مسلسل پانی بہانا حنفیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے کیونکہ آیت میں جو لفظ غسل ہے لفظ یہ دونوں قیدیں اس میں داخل نہیں ہیں۔ اس لئے اس کو زیادتی علی الکتاب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح مسح کے معنی بھیکے ہوئے ہاتھ پھیرنے کے آتے ہیں لیکن اگر قطرات ٹپک جائیں یا پانی بہنے لگے تو پھر بجائے مسح کے غسل ہو جائے گا۔ مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا اور احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔ امام مالکؒ تو بسرو سکم کی باز آمد مانتے ہیں اور احناف و شوافع تبعیض کے لئے کہتے ہیں مگر شوافع یقینی تبعیض کی وجہ سے سر کا ادنیٰ درجہ مراد دیتے ہیں یعنی بال دو بال بھی کافی ہیں احناف کے یہاں بھی تبعیض ہی مراد ہے لیکن باکو الصاقیہ مان کر اور چونکہ باطل پر داخل ہے اس لئے اس کی تبعیض ہو جائے لیکن مطلق اور مبہم طریقہ پر۔ البتہ حدیث نامیہ کی وجہ سے اس کی تفصیل و توضیح ہو گئی یعنی چوتھائی سر متعین ہو گیا۔ اور بعض نے تین انگل مقدار کو کافی کہا ہے۔

وضو میں پاؤں کا مسح: بہر حال آیت سے وضو کے فرائض چارگانہ معلوم ہو گئے باقی چیزیں مسنون ہیں۔ لفظ ار جلکم کی دونوں قراءتیں مشہور ہیں جو دو آیتوں کے حکم بلکہ اس سے بھی زیادہ متحد المعنی ہونی چاہئیں۔ پس ان میں کسی طرح کا تعارض ہونا محال ہے۔ لیکن قراءت جر پر روانض اس کا عطف رؤسکم پر مانتے ہیں اور پیروں کے مسح کی فرضیت کے قائل ہو گئے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح ہے اور خود آنحضرت (ﷺ) کے عمل کے برخلاف ہے۔ چنانچہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ واللہ ما علمت احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی القدمین۔ نیز روایت ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے کچھ لوگوں کو پیروں کا مسح

کرتے دیکھا تو ویل للاحقاب من النار فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک صاحب کو وضو کرتے دیکھا کہ انہوں نے پیروں کا نچلا حصہ چھوڑ دیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعادہ وضو کا حکم فرمایا۔ لفظ الی الکعبین خود اس کا قرینہ ہے کہ پیروں کا مسح مراد نہیں ہے کیونکہ یہ غایت واقع ہو رہا ہے اور مسح کی شرعاً کوئی غایہ نہیں ہوتی۔

نیز امام لغت ابوزید انصاری وغیرہ کی تصریح کے مطابق مسح بمعنی غسل آتا ہے چنانچہ مسح الارض المطر بولتے ہیں یعنی بارش سے زمین دہل گئی۔ اور متمسح کے معنی متوضی کے آتے ہیں اس لئے پیر دھونے کے متعلق احادیث صحیحہ اور اجماع کی روشنی میں مسح اور غسل کے ایک ہی معنی مراد لئے جائیں گے اور لفظ امسحوا مقدار مان کر اس کا عطف وامسحوا مذکور پر ہو جائے گا۔ کیونکہ وامسحوا ملفوظ کے ماتحت ماننے سے لازم آئے گا کہ سر کے ساتھ تو اس کے معنی مسح متعارف کے ہوں اور پیر کے ساتھ دھونے کے معنی ہوں اور یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس سے بچنے کے لئے ایک امسحوا مقدار مان لیا جائے گا۔ اور نکتہ اس میں پانی کے اسراف سے بچانا ہے جیسا کہ عام طور پر پیروں پر زیادتی پانی بہانے کی عادت ہے یا پھر جرجوار پر محمول کر لیا جائے۔ جیسا کہ عطف کی صورت میں جرجوار نابذ کے اس شعر میں ہے۔

لم یبق الا اسیر غیر منفلت وموثق فی حبال القد مجنوب

لفظ موثق مجرور بھی ہے اور اس کا عطف اسیر پر ہو رہا ہے یا قراءت نصب کو بغیر موزہ پیر دھونے پر محمول کر لیا جائے اور جرجوار کی قراءت کو موزہ پہننے کی حالت میں مسح متعارف پر محمول کر لیا جائے۔ اور بقول کشاف حسنؒ تو وضو میں غسل اور مسح دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔

لفظ کعبین سے کیا مراد ہے؟..... کعبین سے مراد جمہور کے نزدیک گنا اور ٹخنہ ہے ہشام نے جو مفصل اور وسط قدم کے معنی لئے ہیں وہ مرجوح اور مردود ہیں کیونکہ کلام عرب میں جمع کا مقابلہ جب جمع سے ہوتا ہے تو احاد کا انقسام اہاد پر کیا جاتا ہے جیسے اعسلوا وجوہکم وایدیکم کے معنی یہ ہوں گے ہر آدمی اپنے اپنے چہرے اور ہر ہاتھ کو دھوئے۔ لیکن جب تشنیہ جمع کے مقابل لایا جاتا ہے تو یہ معنی نہیں رہا کرتے بلکہ ہر فرد کے مقابلہ میں تشنیہ مراد ہوتا ہے جیسے الی الکعبین میں تشنیہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ ہر پیر میں دو کعب ہوں اور یہ بات بطریقہ جمہور ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ٹخنہ کی دونوں طرف ابھری ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ ہشام کی رائے پر یہ صورت ممکن نہیں۔ قاعدہ کی خلاف ورزی کرنی پڑے گی۔ رہا یہ شبہ کہ اس قاعدہ کے لحاظ سے تو ایدیکم وارجلکم میں صرف ایک ایک ہاتھ پیر دھونا چاہئے تاکہ فرد کا مقابلہ فرد سے ہو سکے؟ جواب یہ ہے کہ آیت سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے یعنی ایک ہاتھ پیر دھونے کا وجوب۔ لیکن دوسرے ہاتھ پیر کا دھونا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

وضو میں چار فرضوں کے علاوہ دوسری چیزیں مسنون ہیں:..... امام شافعیؒ کے نزدیک وضو میں ترتیب، تسبیح، تسلسل بھی واجب ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ سب چیزیں مسنون ہیں دلائل اصول میں موجود ہیں۔ حدیث اصغر کے ازالہ کے بعد جس کا نام وضو ہے۔ آیت وان کنتم الخ میں حدیث اکبر یعنی غسل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ فاطھروا چونکہ مبالغہ کا صیغہ ہے اسی لئے احناف کے نزدیک غسل میں تین فرض ہوئے۔ (۱) مضمضہ (۲) استنشاق۔ (۳) باقی ظاہری بدن کا دھونا۔ تاکہ کامل طہارت حاصل ہو جائے۔ حالانکہ مضمضہ اور استنشاق وضو میں صرف سنت ہیں اور امام شافعیؒ وضو پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی ان کو مسنون ہی کہتے ہیں۔ جنابت کی تفصیلات کتب فقہ میں ہیں۔ اسی کے بعد تیمم کا بیان ہے اور طہارت ان تینوں صورتوں، وضو، غسل تیمم کو یکجا کرنے کے لئے ہی

شاید سورہ نساء کے بعد ماندہ میں اس آیت کو مکرر لایا گیا ہے۔ سعید بن جبیرؓ کے نزدیک اتمام نعمت سے مراد دخول جنت ہے کیونکہ اس کے بغیر نعمت ناقص ہے محمد بن کعبؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) سے جب کوئی حدیث سنا کرتا تو اس کو قرآن پر منطبق کرنے کی کوشش کیا کرتا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے جب الوضوء بکفر ما قبلہ سنا تو میں نے قرآن میں اس کو تلاش کیا تو سورۃ فتح میں آیت ویتمم نعمتہ علیک مل گئی جس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد مغفرت ہے۔ پھر آیت ماندہ میں وضو سے اتمام نعمت بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وضو سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔

آیت اذہم قوم الخ میں یا تو کفار کے مام حملوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض نے خاص واقعات کی طرف اشارہ مانا ہے مثلاً ۵۷ھ میں آپ (ﷺ) کسی غزوہ سے واپسی پر عسفان میں نماز ظہر پڑھنے لگے تو کفار نے حملہ کا اراد کیا۔ مگر وحی سے آپ (ﷺ) کو علم ہو گیا۔ یہ یہودی نصیر میں ایک دیت کے سلسلہ میں مع چار یاروں کے آپ (ﷺ) تشریف لے گئے لیکن انہوں نے دھوکہ سے آپ (ﷺ) کو ہلاک کرنا چاہا۔ آپ (ﷺ) کو محسوس ہو گیا اور آپ ناراض ہو کر چلے آئے۔ یا بقول مفسر علام واقعہ حدیبیہ کی طرف اشارہ ہو۔

لَطَافِ آیات:..... آیت یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الخ کے سلسلہ میں طویل کلام مسائل السلوک میں قابل ملاحظہ ہے آیت ما یرید اللہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی رخصتوں میں نقصان کے شبہ سے تنگ دل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عمل میں اس درجہ غلو بھی حق کی مزاحمت ہے۔ آیت لا یجبر منکم الخ سے معلوم ہوا کہ معاملات میں طبعی تقاضوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے کہ یہ بھی ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ آیت یا ایہا الذین امنوا اذا کروا سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دینوی نعمتوں کو ہرگز حقیر نہیں سمجھا چاہئے جیسا کہ بتلائے افراط جال درویش کیا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ بِمَا يُذَكِّرُ بَعَثْنَا فِيهِ الْفِثَاقَ عَنِ الْغِيَةِ أَقْمَنَا مِنْهُمْ اثْنِي عَشَرَ نَقِيبًا مِنْ كُلِّ سَبْطٍ نَقِيبٌ يَكُونُ كَفِيلًا عَلَى قَوْمِهِ بِالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ تَوَثُّقًا عَلَيْهِمْ وَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ لَئِنْ لَمْ تَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ مَوَاهِمَ نَصْرَتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا بِالْإِنْفَاقِ فِي سَبِيلِهِ لَا كُفْرًا عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلًا بَنِيكُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ الْمِيثَاقِ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۲﴾ أَخْطَأَ طَرِيقَ الْحَقِّ وَالسَّيِّئَاءِ فِي الْأَصْلِ الْوَسْطِ فَتَقَضُّوا الْمِيثَاقَ قَالَ تَعَالَى فِيمَا نَقَضِهِمْ مَا زَائِدَةٌ مِيثَاقَهُمْ لَعْنُهُمْ أَبْعَدْنَاَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً لَا تَنبِيْنَ لِقَبُولِ الْإِيمَانِ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ الَّذِي فِي التَّوْرَةِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِ عَنْ مَوَاضِعِهِ الَّتِي وَصَّعَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا أَيْ يُبَدِّلُونَهُ وَلَسُوا تَرَكُوا خَطَا نَصِيحًا فَمَا ذَكَرُوا أَمَرُوا بِهِ فِي التَّوْرَةِ مِنْ إِتْبَاعِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَزَالُ خِطَابُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُعُ تُظْهِرُ عَلَى خَائِنَةٍ أَيْ خِيَانَةٍ مِنْهُمْ بِنَقْضِ الْعَهْدِ وَغَيْرِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ مِمَّنْ أَسْلَمَ فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳﴾ هَذَا

مُسُوْحُ بَايَةِ سَيْفٍ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ كَمَا أَخَذْنَا عَلَى سِي
إِسْرَائِيلَ الْيَهُودِ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فِي الْأَنْجِيلِ مِنَ الْإِيمَانِ وَغَيْرِهِ وَنَقَضُوا الْمِيثَاقَ فَأَغْرَيْنَا
أَوَقَعًا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ بِتَفْرِقِهِمْ وَاختِلَافِ أَهْوَائِهِمْ فَكُلُّ فِرْقَةٍ تَكْفُرُ
الْآخَرَى وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۳﴾ فَيَحْزَنُنَهُمْ عَلَيْهِ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ الْيَهُودُ
وَالنَّصْرَى قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا مُحَمَّدٌ يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ تَكْتُمُونَ مِنَ الْكِتَابِ
النُّورَةَ وَالْأَنْجِيلِ كَنَايَةً الرَّجْمُ وَضَفَّتِهِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ مِّنْ ذَلِكَ فَلَا يُبَيِّنُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَضْحَةٌ إِلَّا
أَفْصَحَ حُكْمَ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللَّهِ نُورٌ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكِتَابٌ قُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿۱۴﴾ بَيِّنٌ صَاحِبٌ
يَهْدِي بِهِ إِلَى الْكِتَابِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ يَأْتِ سُبُلَ السَّلَامِ طُرُقَ السَّلَامَةِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمَاتِ الْكُفْرِ إِلَى النُّورِ الْإِيمَانِ بِإِذْنِهِ بِإِرَادَتِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۵﴾ دِينِ الْإِسْلَامِ
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ حَيْثُ جَعَلُوهُ إِلَهًا وَهُمْ أَلِفْقُوبِيَّةُ فِرْقَةٌ مِّنَ
النَّصَارَى قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ أَيْ يَدْفَعُ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا أَيْ لَا أَحَدٌ يَمْلِكُ وَلَوْ كَانَ الْمَسِيحُ إِلَهًا لَقَدَّرَ عَلَيْهِ وَلِلَّهِ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَآءٌ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾ وَقَالَتْ
الْيَهُودُ وَالنَّصْرَى أَيْ كُلُّ مَنَّهُمَا نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ أَيْ كَأَسَائِهِ فِي الْقُرْبِ وَالْمُرْتَبَةِ وَهُوَ كَانِيَا فِي الشَّفَقَةِ
وَالرَّحْمَةِ وَأَحِبَّاءُ قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدٌ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ إِنْ صَدَقْتُمْ فِي ذَلِكَ وَلَا يُعَذِّبُ إِلَّا
وَلَدَهُ وَلَا الْحَبِيبُ حَبِيبَهُ وَقَدْ عَذَّبَكُمْ فَأَنْتُمْ كَاذِبُونَ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّنْ جُمْلَةٍ مِّنْ خَلْقٍ مِّنَ الشَّرِّ لَكُمْ
مَالَهُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ الْمَغْفِرَةَ لَهُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ تُعَذِّبُهُ لَا إِعْرَاضَ عَلَيْهِ وَلِلَّهِ
مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۷﴾ الْمَرْجِعُ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُنَا مُحَمَّدٌ يُبَيِّنُ لَكُمْ شَرَائِعَ الدِّينِ عَلَى فِتْرَةٍ انْقِطَاعٍ مِّنَ الرُّسُلِ إِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَيْسَى رَسُولٍ
وَمُدَّةُ ذَلِكَ خَمْسُمِائَةٍ وَتِسْعٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً لَّ أَنْ لَا تَقُولُوا إِذَا عَذَّبْتُمْ مَا جَاءَنَا مِنْ رَّائِدَةٍ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ
مِّنْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ فَلَا عُذْرَ لَكُمْ إِذَا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۸﴾ وَمِنْهُ تُعَذِّبُكُمْ إِنْ لَمْ تَتَّبِعُوهُ

ترجمہ: ... اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا (جس کا ذکر آ رہا ہے) اور ہم نے مقرر کر دیئے تھے۔
(اس میں صفت التفات غائب کے صیغہ سے ہے اور بعضا کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قائم کر دیا) ان میں بارہ سردار خاندان کا ایک سردار
ان کی طرف سے وفاء عہد کا ذمہ دار بنادیا گیا تاکہ ان کی جانب سے اطمینان رہے (اور اللہ نے (ان سے) فرمادیا تھا کہ میں تمہارے

ساتھ ہوں (اعانت اور نصرت سے) اگر (لام قسم ہے) تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے پیغمبر رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد (تائید) کرتے رہے اور اللہ کو قرض نیک دیتے رہے (اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے) تو میں ضرور تمہاری برائیاں منادوں گا اور تمہیں ضرور باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں پھر جس نے اس (عہد و پیمان) کے بعد بھی تم میں سے انکار کیا تو یقیناً اس نے سیدھی راہ گم کر دی (راہ حق سے ہٹ گیا۔ سوا کے معنی دراصل وسط کے ہیں۔ غرض کہ انہوں نے عہد توڑ دیا۔ اس لئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) پس اس وجہ سے کہ (مازائد ہے) ان لوگوں نے اپنا عہد اطاعت توڑ ڈالا ہم نے ان پر لعنت کی (اپنی رحمت سے دور پھینک دیا) اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ (ایمان قبول کرنے کے لئے نرم نہیں ہوتا) چنانچہ یہ لوگ باتوں کو پھیر دیتے ہیں (اللہ نے تورات میں محمد ﷺ کے اوصاف وغیرہ کے سلسلہ میں لکھی ہیں) اپنی اصل جگہ سے (جو اللہ نے ان کے لئے متعین فرمائی ہے۔ اس سے بدل ڈالتے ہیں) اور فراموش کر بیٹھے (چھوڑ بیٹھے) ایک بڑے حصہ (نفع) کو جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی (محمد ﷺ) کی اتباع کے بارے میں جو تورات میں ان کو حکم دیا گیا تھا) اور آپ ہمیشہ (اس میں آنحضرت ﷺ) کو خطاب (مطلع) واقف ہوتے رہیں (ورنہ کسی خیانت پر ان کی جانب سے) (نقض عہد وغیرہ کی) البتہ بہت تھوڑے سے ایسے لوگ ہیں جو ایسا نہیں کرتے مسلمان ہو چکے ہیں) پس آپ ان سے درگزر کیجئے۔ اور اپنی توجہ ہٹائیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک کرداروں ہی کو دوست رکھتے ہیں (معافی کا یہ حکم۔ آیت جہاد سے منسوخ ہو چکا ہے) اور جو لوگ اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ان سے بھی (اس کا تعلق آئندہ سے ہے) ہم نے عہد لیا تھا (جیسا کہ بنی اسرائیل میں بے یہود سے عہد لیا تھا) پھر ایسا ہوا کہ بھلا دیا انہوں نے بھی اس نصیحت کے ایک بڑے حصہ کو جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی (انجیل میں ایمان وغیرہ کے متعلق۔ لیکن انہوں نے بھی عہد توڑ ڈالا) سو ہم نے بھڑکا دی (برپا کر دی) قیامت تک کے لئے ان کے درمیان عداوت اور دشمنی کی آگ (مختلف ٹولیوں میں بٹنے اور خواہشات کے اختلاف کی وجہ سے چنانچہ ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے) اور وہ وقت دور نہیں کہ اللہ انہیں حقیقت حال سے خبردار کر دیں گے۔ (آخرت میں) جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں (اس پر ان کو سزا ملے گی) اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) یہ واقعہ ہے کہ ہمارے رسول (محمد ﷺ) تمہارے پاس آچکے۔ صاف صاف بیان کرتے ہیں بہت سی وہ باتیں جنہیں تم چھپاتے رہتے ہو (مخفی رکھتے ہو) کتاب الہی میں سے (جیسے آیت رجم اور آنحضرت ﷺ) کے اوصاف کا چھپانا۔ تورات و انجیل میں) اور بہت سی باتوں سے درگزر کر جاتے ہیں (ان میں سے جن کے اظہار میں بجز تمہاری رسوائی کے اور کوئی مصلحت اور نفع نظر نہیں آتا ان کو ظاہر نہیں فرماتے) اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آچکی ہے (نبی کریم ﷺ) اور واضح کتاب (قرآن جو بالکل کھلی ہوئی ہے) کھول دیتے ہیں اس (کتاب) کے ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو ان کی خوشنودی کے تابع ہوں (ایمان قبول کر کے) سلامتی کی راہیں (سلامتی کے طریقے) اور انہیں نکال دیتے ہیں (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف اپنے حکم (ارادہ) سے اور انہیں سیدھی راہ (دین اسلام) پر لگا دیتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ مریم کا بیٹا مسیح ہے (کیونکہ ان لوگوں نے مسیح کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھا۔ مراد نصاریوں کا ایک فرقہ یعقوبیہ ہے) آپ (ﷺ) کہئے۔ کون جرأت کر سکتا ہے۔ (دفع کر سکتا ہے) اللہ (کے عذاب) کو ذرا سا بھی۔ اگر وہ ہلاک کرنے پر اتر آئے مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور روئے زمین پر بسنے والی سب چیزوں کو (یعنی کسی میں یہ دم خم نہیں ہے۔ بالفرض اگر مسیح خدا ہوتا تو ان میں ضرور اس کی ہمت ہونی چاہئے تھی) اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمان و زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان میں بھی جو چاہتے ہیں ان میں پیدا کر دیتے ہیں اور اللہ ہر ایسی چیز پر (جس کو وہ چاہیں) قدرت رکھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں (ان میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے) کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں (یعنی بیٹوں کی طرح ہیں تقرب اور مرتبہ کے لحاظ سے اور اللہ شفقت و

رحمت کے اعتبار سے ہمارے لئے باپ جیسے ہیں (آپ ان سے) کہئے (اے محمد ﷺ) تو پھر اللہ تمہیں تمہاری بد اعمالیوں کی پاداش میں مبتلائے عذاب کیوں کرتے رہتے ہیں (اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ کیونکہ نہ باپ بیٹے کو عذاب دیا کرتا ہے اور نہ دوست دوست کو۔ حالانکہ اس نے تم کو عذاب دیا ہے۔ معلوم ہوا تم جھوٹے ہو) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم بھی انسان ہو مجملہ ان (انسانوں) کے جن کو انہوں نے پیدا کیا ہے۔ (تمہارے لئے وہی نفع ہے جو ان کے لئے ہے اور تمہارے لئے نقصان بھی وہی ہے جو ان کے لئے ہو سکتا ہے) وہ جسے (بخشنا) چاہیں بخش دیں۔ اور جسے (عذاب دینا) چاہیں عذاب دے سکتے ہیں (ان پر کچھ گرفت نہیں ہو سکتی اور اللہ کی سلطانی میں ہے جو کچھ آسمانوں وزمین اور ان کے درمیان ہے اور سب کو ان ہی کی طرف (بالآخر) لوٹنا ہے۔ اے اہل کتاب سچی بات یہ ہے کہ ہمارے رسول (محمد ﷺ) آچکے ہیں جو کھول کھول بیان کر رہے ہیں۔ تمہارے لئے (احکام دین) ایسی حالت میں کہ مدتوں سے منقطع (بند) تمہارے سولوں کا ظہور (کیونکہ آنحضرت ﷺ) اور حضرت عیسیٰ کے درمیان اور کوئی نبی نہیں آئے۔ اور یہ زمانہ فترت پانچ سو اسی سال ہوتا ہے۔ تاکہ (تم یہ) نہ (کہو) جب تمہیں عذاب دیا جائے (لگے) کہ ہماری جانب کوئی رسول نہیں بھیجا گیا (من زائد ہے) نہ تو بشارت دینے والا اور نہ ڈرانے والا۔ تو اب بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبر (ﷺ) تمہارے پاس تشریف لے آئے ہیں (لہذا اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہا) اور اللہ ہر بات پر قادر ہیں (اگر تم لوگ پیغمبر کا کہنا نہیں مانو گے تو تمہیں عذاب دینا بھی اس کی قدرت میں داخل ہے۔

تحقیق و ترکیب: بعثنا۔ جلال مفسر نے اشارہ کر دیا ہے کہ بعث بمعنی ارسال نہیں ہے بلکہ بمعنی اقمنا ہے۔

نقبا۔ نقب کے معنی تفتیش احوال کے ہیں نقیب بمعنی منقش چونکہ اولاد یعقوب بارہ قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی اس لئے بارہ نگر اس سردار مقرر کئے گئے۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر واپس ہوئے تو شام کی سرزمین میں اریحا کی طرف مارچ کرنے کا حکم ملا۔ وہاں کنعانی جبار رہتے تھے۔ ان پر لشکر کشی کا حکم ہوا۔ اسی کی تفصیل ان آیات میں کی جا رہی ہے۔ لسن اقمنا۔ لام قسمیہ ای واللہ لسن الخ اور لا کفرن صرف جواب قسم ہے اسی کی وجہ سے جواب شرط حذف کر دیا گیا۔

عزروہم۔ عزر بروزن ازر۔ حقیقی معنی تقویت اور معنی کے ہیں اور مجازاً نصرت کے ہیں۔ بولتے ہیں عزرت فلاناً میں نے اس کو گھبرا دیا۔ نماز اور زکوٰۃ کو ایمان سے پہلے بیان کیا حالانکہ ایمان اصل ہے اور وہ فروغ ہیں یہ بتلانے کے لئے کہ بلا ایمان طاعت معتبر نہیں ہے جیسا کہ اہل کتاب بعض انبیاء کی تکذیب کے باوجود خود کو مطہج سمجھتے تھے۔

واقروضم۔ اتفاق فی سبیل اللہ کو مجازاً قرض کہہ دیا ورنہ حقیقی مالک اللہ ہیں گویا مستحق کو صدقہ دینا بطور قرض ہوا۔ اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں اس سے مراد صدقات نافذہ ہیں اس لئے یہ شبہ نہیں کہ زکوٰۃ بھی اقروضم میں داخل ہے پھر علیحدہ کیوں ذکر کیا۔

فمن کفر۔ کفر سے مراد صرف حدوث کفر ہی نہیں بلکہ عام مراد ہے۔ استمرار کفر بھی اس میں داخل ہے۔

سوا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ کئی معنی میں مستعمل ہے۔ مفسر علام نے یہاں ایک معنی کی تعیین کر دی۔ خائنة۔ اس میں تین اعرابی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اسم فاعل ہو اور تا مبالغہ کے لئے ہو جیسے راویۃ اور نسیایۃ مراد شخص خائن ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تا مانیث لی جائے بمعنی نفس اور طائفۃ تیسری صورت یہ ہے کہ عافیۃ اور عاقبۃ کی طرح مصدر ہو جیسا کہ مفسر کہہ رہے ہیں۔

اعمش۔ کی قراءت علی خیانۃ بھی اس کی مؤید ہے اس کی اصل خواہ تھی قائمۃ کی طرح تعلیل ہو گئی۔

الاقلیل۔ یہ استثناء ضمیر منہم سے ہے۔ ومن الذین۔ چونکہ بزبان خود اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے تھے جو ایک درجہ میں خود ستائی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکایت کر دی اور من النصاریٰ نہیں کہا جو اللہ کی طرف منسوب ہوتا۔ اور ومن الذین کا تعلق آئندہ اخذنا کے

ساتھ ہے ای لو اخذنا من الذین قالوا الخ اور جار مجرور لفظ میثاق پر کردی تاکہ اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبہ لازم نہ آجائے نصاریٰ کا مفرد نصران اور نصرانہ آتا ہے ہمیشہ اس کی یاء نسبتی آتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نصرۃ شہر کی طرف منسوب ہے جس کا مفرد نصری ہے۔

فاغربنا بینہم اس ضمیر کے مصداق میں دو قول ہیں یہود و نصاریٰ مراد ہوں کہ ان میں باہمی عداوت قائم کر دی گئی یا صرف نصاریٰ مراد ہوں کہ ان میں مختلف فرقے قائم ہو کر خانہ جنگی رہتی ہے۔ اغری بمعنی لذیذ ای القی العداۃ کأنہ الزقہا بہم بولتے ہیں غروت الجلد ای الصقۃ بالغراء اغری بول کر القاء عداوت کی طرف کنایہ بلغ طریقہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں فترت کے لئے ہے۔ فکل فرقہ نصاریٰ میں تین فرقے ہیں۔ نسطوریہ۔ یعقوبیہ۔ ملاکیہ۔

کایۃ السرجم۔ یہ مثال کتمان یہودی کی ہے۔ باقی کتمان نصاریٰ کی مثال مفسر علام نے نہیں بیان کی لیکن خطیب نیشاپوری وغیرہ نے حضرت عیسیٰ کی بشارت دربارہ آنحضرت (ﷺ) بیان کی ہے۔ قد جاء کم آنحضرت (ﷺ) کی آمد کے منافع اسی میں منحصر نہیں بلکہ بے شمار ہیں۔ سبل السلام کے معنی بعض لوگوں نے دین اللہ کے بھی بیان کئے ہیں سلام سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور سلام بمعنی سلامۃ بھی آتا ہے جیسے لذاذۃ اور لذاذ۔

شاء ہ اس سے مراد ممکنات ہیں۔ اور اللہ کی ذات و صفات اور محالات ممتنعات مراد نہیں ہیں کیونکہ قدرت کا تعلق ان سے نہیں ہوتا۔ نحن ابناء اللہ۔ دراصل خالق و مخلوق کے تعلق کی نوعیت اور کیفیت کو سمجھانے کے لئے پچھلے مذاہب میں استعارات سے کام لیا گیا ہے۔ کسی نے باپ بیٹے کے تعلق سے تشبیہ دی، کسی نے ماں بیٹے کے تعلق کو سامنے رکھ کر سمجھانا چاہا۔ اور کسی نے میاں بیوی اور زن و شوئی کی محبت و تعلق پر اس کو قیاس کیا۔ کسی نے مخلوق کو اللہ کی عیال اور کنبہ مانا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کون سی تعبیر و تشبیہ قریب رہی اور کون سی بعید۔ نیز کون سی اصل شکل و صورت اور روح کے ساتھ باقی رہی اور کون سی کی روح فنا ہو گئی بلکہ مسخ ہو کر محض الفاظ رہ گئے۔ اور کون سی کی شکل اور روح دونوں فنا ہو گئیں چنانچہ ابراہیمؑ بھی فرماتے ہیں کہ یہود نے تورات میں جب یہ الفاظ پائے یا ابناء احباری تو ان کو بدل کر یا ابناء ابکاری کر دیا۔ اسیلئے یہود نحن ابناء اللہ کہتے تھے۔ اور بعض نے اس کے معنی ابناء رسل اللہ کہے ہیں۔

فترة۔ دو پندرہویں کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں فترۃ الشی یفتر فتوراً ای اذا سکت حرکتہ چونکہ اس زمانہ میں احکام شرع نہ ہونے یا ان پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے اعمال میں فتور آ جاتا ہے اس لئے زمانہ فترۃ کہتے ہیں اس کا اور ان تقولوا کا تعلق جاء کے ساتھ ہے۔ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیانی زمانہ میں اختلاف ہے۔ عثمان نہدی چھ سو ۶۰۰ سال اور قتادہ اور معمر اور کلبی پانچ سو ساٹھ سال بتلاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کی درمیانی سترہ سو ۷۰۰ سال مدت میں بہت سے انبیاء آئے لیکن حضرت عیسیٰ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیان میں صحیح یہ ہے کہ کوئی دوسرا نبی نہیں آیا البتہ جن چار نبیوں کا نام لیا جاتا ہے مگر ان کے حامد بن سنان۔ اور تین کا تعلق بنی اسرائیل سے بتلایا جاتا ہے تو ممکن ہے یہ نبی ہوں مگر رسول نہ ہوں۔ اور اچھا جواب یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے تاریخی اعتبار سے بھی اس کا ثبوت دیا ہے۔

رابطہ: ... پچھلی آیات میں احکام شرعیہ جو ایک طرح کا معاہدہ الہیہ ہے ان کے امتثال کا حکم فرمایا تھا۔ آیات ولقد اخذ اللہ میں اسی کی مزید اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے اور اس کی خلاف ورزی سے جو ان کو نقصان اور ضرر پہنچے ترغیب طاعت اور ترہیب معصیت کے لئے اس کو نقل فرمایا جا رہا ہے۔ پھر یہود و نصاریٰ کو الگ الگ خطاب کرنے کے بعد دونوں کو یکجہ کی طور پر آیت یا اهل الکتاب الخ میں خطاب ہے اور آیت ومن الذین قالوا میں نصاریٰ کا اجمالاً نقض عہد مذکور تھا آیت لقد کفر الذین الخ میں ان کے بنیادی عقیدہ توحید کی خلاف ورزی کا ذکر ہے پر آیت وقالت اليهود میں دونوں فریق کا کفر و معصیت کے باوجود خود کو عند

اللہ مقبول و مقرب سمجھنا مذکور ہے۔ آگے آیت یا اهل الكتاب الخ میں دونوں کو مشترک خطاب کے ساتھ آنحضرت (ﷺ) کی آمد کی بشارت سنائی جا رہی ہے جس سے زیادہ مقصود قطع عذر ہے۔

شان نزول: ... ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں یہود نے رجم کے بارے میں سوال کیا آپ (ﷺ) نے پوچھا تم میں سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے ابن صوریہ کی طرف اشارہ کیا آپ (ﷺ) نے ان کو قسمیں دے کر ان سے تو رات کا حکم دریافت کیا۔ انہوں نے سو ۱۰۰ اکوڑے لگانے اور سر منڈانے کو زنا کی سزا میں ظاہر کیا اس لئے حق تعالیٰ نے ان پر رجم کی سزا مقرر کی آیت یا اهل الكتاب میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

﴿تشریح﴾: ... بنی اسرائیل کے بارہ نقیب اور افرسی آئی ڈی: ... موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جب دشت فاران میں پہنچے تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کے لئے بارہ سردار اور نقیب مقرر کر کے ان سب کو سرزمین کنعان میں بھیجے جس کے فتح کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ انہوں نے قبیلہ روبن کے لئے سموع بن ذکور کو۔ اور قبیلہ شمعون کے لئے سفت بن حوری کو اور خاندان یہودا کے لئے کالب بن یغنه کو۔ اور فرقہ شکار کے لئے اجال بن یوسف۔ اور فرقہ فرائیم کے لئے ہوسیہ بن نون کو جن کا نام حضرت موسیٰ نے یوشع رکھا تھا۔ اور قبیلہ بنیامین کے لئے خلتی بن رفو کو اور فرقہ زبلون میں سے جدی ایل بن سودی کو اور گروہ دان کے لئے عمی ایل بن جملی کو اور گروہ آسہ کے لئے ستور بن میکائیل کو اور فرقہ تھال میں سے نجی بن دلی کو اور فرقہ جدین سے جواہل بن ماکہ کو اور فرقہ یوسف یعنی منسی میں سے جدی بن سوی کو مقرر فرما دیا اور کنعانیوں کی جاسوسی اور جستجوئے حال کے لئے بھیجی چنانچہ یہ بارہ سردار جہرون تک گئے لیکن اس ملک کی سرسبزی اور شادابی اور وہاں کے باشندوں میں سے بنی اعناق اور عموری اور عمالیق اور حتی اور یوسی کی بہادری اور قد آوری دیکھ کر گھبرا گئے اور واپس آ کر بجز کالب اور یوشع بن نون کے سب نے اپنی قوم کو ذرا دیا جس کو سن کر لوگوں میں تقاعد اور بزدلی پیدا ہو گئی۔

حضرت موسیٰ کو انقباض اور مشکلات پیش آئیں۔ حق تعالیٰ کا عتابی حکم ہوا کہ اس سرزمین پر بجز ان دو شخصوں کے سب کا داخلہ ممنوع کر دیا ہے۔ چنانچہ بیس سال سے زیادہ عمر کے لوگ ہی وادی میں ہلاک کر دیئے گئے۔ بعد میں یوشع بن نون کے دور میں جا کر کہیں اللہ نے ان کے ہاتھ پر یہ شہر فتح کرایا۔ اور اقتدار ملنے کے بعد پھر حق تعالیٰ نے احکام شرعیہ کو تازہ اور عہد کو پختہ کرایا۔

ابتدائی آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کو مجازاً قرض سے تعبیر کر دیا گیا ہے کہ جس طرح قرض واجب الاداء ہوتا ہے اسی طرح یہ صدقہ خیر بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

معتزلہ پر رد: ... نیز آیت میں اس شخص کا حال بیان نہیں کیا گیا جو نہ کفر کرے اور نہ اعمال صالحہ کرے بلکہ ابراہیم کے بیٹے والی بوقرآن کریم کے اکثر موقعوں میں کامل فرمانبرداری اور کامل نافرمانی کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ طرفین کے حال سے درمیان کا حال خود بخود واضح ہو سکتا ہے کہ جب جرم بھی ہے اور طاعت بھی تو سزا بھی ہونی چاہئے اور جزا بھی جس کی تفصیل احادیث میں پوری طرح چکی ہے۔

یہودی تازہ خیانت یہ تھی کہ رجم کا حکم چھپا لیا۔ یا آنحضرت (ﷺ) کے دریافت کرنے پر تو رات کا حکم ایک دفعہ غلط بیان کر دیا جس پر آیت لا تحسن الذین یفرحون الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح کی دوسری غلط بیانیوں جن کا ذکر آیات لس تمس الج ل

بدخل الجنة الخ، نحن انشاء الله میں آچکا ہے۔ ان سب باتوں کی تردید اس آیت میں کی جا رہی ہے۔

آنحضرت (ﷺ) کی آمد سے متعلق انجیلی بشارات کا اخفاء: حضرت عیسیٰ کی معرفت نصاریٰ سے جو عہد لیا گیا انجیل یوحنا کے چودھویں باب میں ہے کہ ”اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حُصوں پر عمل کرو“ یا آنحضرت (ﷺ) کے بارے میں ارشاد ہے کہ ”اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔“ یا انجیل یوحنا کے چھٹے باب میں فارقلیط کی آمد کی بشارت سنائی گئی جس کا ترجمہ احمد ہے جس کی طرف سورۃ صف میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یاتنی من بعدی اسمہ احمد۔ لیکن نصاریٰ باوجود یہ کہ فارقلیط کی آمد کے منتظر تھے عہد شکن بن گئے۔ اور اختلاف و شقاق کا شکار ہو کر باہم لکڑیوں میں بٹ گئے۔ نسطور یہ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ اور یعقوبیہ حضرت مسیح کو اللہ۔ اور ملکانیہ۔ اقا نیم ثلثہ کے قائل ہوئے۔ ظاہر ہے کہ بنیادی عقیدے کے اس شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے باہمی عداوت کا ہونا لازمی ہے اور وہ بھی جب کہ عذاب الہی کی شکل میں ہو۔

آج کل عیسائی اور یہودی دنیا کا اتحاد و اتفاق آیت کے منافی نہیں ہے: البتہ جو شخص ان عقائد کا سرے سے پابند نہ ہو وہ اس بحث ہی سے خارج ہے اس لئے اگر ایسے لوگوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو جائے تو شبہ اور اعتراض کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ آج کل کے عیسائی برائے نام عیسائی ہیں ان میں کسی بات کے متعلق اگر اتفاق پایا جائے تو آیت کے منافی نہیں ہے۔ ہاں مذہبی لوگوں میں اب بھی عداوت پائی جاتی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ مگر اس کے باوجود عیسائی سلطنتوں میں جو کچھ اختلاف اور عداوت پائی جاتی ہے وہ اپنی جگہ ہے۔ تاہم قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہو رہا ہے نہ اقرار میں اور نہ انکار میں۔

آنحضرت (ﷺ) نوری ہیں یا خاکی: مفسر علام کی تفسیر کے مطابق اگر نور سے مراد ذات نبوی ہو تب بھی مراد نور ہدایت ہے۔ بطور مجازیہ اطلاق شائع و ذائع ہے۔ نیز نور خداوندی کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جس کے آپ مظہر اکمل اور مصدر اتم تھے لیکن اس سے انکار بشریت سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ (ﷺ) کا جسم مبارک بھی دوسروں کی طرح مادی اور مرکب تھا۔ قرآن کریم یوں تو سب کے لئے ہادی ہے لیکن اس سے انتفاع صرف طالب حق کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اس لئے ان کی تخصیص کر دی گئی ہے۔

قل فمن يملئ . میں استدلال کا حاصل یہ ہے کہ یہ باتیں لوازم الوہیت میں سے ہیں۔ حضرت مسیحؑ میں ان کا انتفاء ظاہر ہے اور انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو مستلزم ہوتا ہے۔ پس اس سے ان کی الوہیت کا ابطال ہو گیا۔ بظاہر عیسائیوں کے تین فرقوں میں سے آیت میں ایک فرقہ یعقوبیہ کا رد معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن معنی یہ دلیل ہر منکر توحید کے مقابلہ میں جاری ہو سکتی ہے۔

نکات آیت: اور حضرت مریم کے ذکر کرنے میں یا تو حضرت مسیح کے عجز کی تاکید مقصود ہو گئی کہ نہ وہ خود کو بچ سکتے ہیں اور نہ ماں جیسی عزیز و شفیق ذات کو۔ یا پھر اس کا منشاء فرقہ ملکانیہ پر رد کرنا ہوگا جو حضرت مریمؑ کو الوہیت کا ایک ستون سمجھتے تھے۔ اور حضرت مریمؑ کی موت کو فرض کرنا حالانکہ ان کی وفات پہلے ہو چکی تھی۔ یا تو تغلیا سے اور یا مقصود تاکید ہے کہ دیکھو اس دلیل کا ایک نمونہ ہم پہلے دکھلا بھی چکے ہیں۔ نیز من فی الارض کے اضافہ سے یا تو تمام معبودان باطل کی الوہیت کا بطلان صراحت کرتا ہے اور یا حضرت مسیحؑ کے عجز کی تاکید کرنی ہے کہ ہمارے نزدیک اس لحاظ سے سب برابر ہیں اور یہ خالق مایںشاء کا منشاء یا تو استدلال ہے توحید پر۔ اور یا منشاء اشتباہ و گھٹانا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کے بے باپ پیدا ہونے سے تمہیں الوہیت کا دھوکہ ہوا ہے یا احیاء موتی وغیرہ معجزات سے تم نے مغالطہ کیا ہے

تو یاد رکھو یہ سب طریقے اللہ کی قدرت میں داخل ہیں۔ انہوں نے زمین و آسمان بے مادہ پیدا کئے اور حضرت آدم کو خیر جنس مٹی سے پیدا کیا۔ اسی طرح ہم جنس مادہ میں صرف مذکر سے پیدا کر سکتے ہیں جیسے حوا کی پیدائش آدم سے اور کبھی صرف مادہ کے ذریعہ جیسے ولادت عیسیٰ۔ اور کبھی نر و مادہ دونوں سے جیسے دنیا میں اکثری تو والد و ناسل کا طریقہ رائج ہے۔ پھر کبھی یہ تصرفات براہ راست کرتے ہیں جیسے اکثر مخلوقات کی پیدائش اور کبھی کسی مخلوق کے واسطے سے جیسے معجزات و خوارق کا انبیاء و اولیاء کے ہاتھوں پر ظاہر ہونا۔

یہود کی طرح قدیم راجپوتوں کا ادعاء: یہود و نصاریٰ کا خود کو فرزند ان خدا کہنا اگر ہندوستان کے سورن نبیوں اور راجپوتوں کی طرح نہیں جو خود کو چاند سورج کی اولاد بتلاتے ہیں۔ اور خاکی اور زمینی ہونے کے باوجود علو اور رفیع کی خاطر آسمانی اور نوری بننے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ ان کا منشاء مجازاً مقبول و محبوب بننا ہے تو ”فلم یعذبکم“ سے اس خوش فہمی کی قلمی ٹھونٹی ہے کہ واقعہً اگر ایسا ہے تو پھر آخرت میں ان کی حرکتوں پر تعذیب کیسے ہوگی۔ آخر اپنی اولاد کو بھی کوئی تعذیب کیا کرتا ہے؟ اور اگر اس کی توجیہ و تاویل تادیب کے ساتھ کرتے ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مقصد تادیب یہ ہوتا ہے کہ آئندہ پھر یہ حرکت نہ کی جائے۔ لیکن آخرت میں اس کا کیا امکان؟ اور پھر تادیب ہی کا کیا سوال؟ غرض کہ ان کا یہ دعویٰ اختصاص باطل رہا۔ بلکہ عام انسانوں کی طرح تم بھی اس ضابطہ کے ماتحت ہو کہ اللہ جس کو چاہے گے بخشیں گے اور جس کو نہیں چاہے گے نہیں بخشیں گے۔ اور تمام ادیان سابقہ اور کتب البیہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مغفرت کی اولین شرط ایمان ہے۔ اور کافر کے لئے ابدی عذاب ہے۔ پس آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب کی وجہ سے تم بھی اس ابدی طوق لعنت کے مستحق ہو چکے ہو۔ پس خصوصیت تو گنی گزری ہوئی تم تو معمولی ایمانداروں کے برابر بھی نہ نکلیے۔

جاہل پیرزادوں یا صاحبزادوں کی مغرورانہ غلط فہمی: افسوس کہ آج کل بعض جاہل پیرزادے اور صاحبزادے بھی اس قسم کے بیجا گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ وہ کچھ بھی کریں مگر اپنے انتساب کی وجہ سے کھڑے کھڑے جنت میں چلے جائیں گے یہ آیات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت عیسیٰ اور آنحضرت (ﷺ) کے درمیانی زمانہ کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے جو بقول سلمان فارسی چھ سو ۶۰۰ سال ہے۔ اس زمانہ میں کوئی نبی نہیں آئے۔ حدیث مشکوٰۃ کے الفاظ میں انا اولی الناس بعیسیٰ۔ اور آگے فرمایا گیا ہے۔ ولیس بیسا بی (متفق علیہ) پس سورہ یسین میں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ تو حضرت عیسیٰ کے فرستادہ تھے جن کو اہل اطہا کیہ کے پاس انہوں نے بھیجا تھا۔ البتہ حضرت خالد بن سنان عربی اگر بقول بعض نبی تھے تو بقول شہادت حضرت عیسیٰ سے پہلے ہوئے تھے اور بعض تاریخی کتابوں میں ان کی صاحبزادی کا خدمت نبوی میں حاضر ہونا جو مذکور ہے اس سے بلا واسطہ صاحبزادی مراد نہیں بلکہ ان ہی کی نسل اور اولاد سے ہوں گی۔ ربایہ شبہ کہ تورات و انجیل کی موجودگی میں یہود نے ماجاء نامن بشیر ولا نذیر۔ کیسے کہا تو اس کا جواب مقدمہ تفسیر حقانی میں منقول ہے۔

لطايف آیات: آیت وبعثنا منهم النخ سے مشائخ کے اس طریقے کی اصل نکلتی ہے کہ وہ سالکین کی اصلاح اور نگرانی و تربیت کا کام بعض مخصوص جانشین یا خلفاء کی سپرد کر دیتے ہیں۔

آیت فیما یقضہم النخ سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ سالکین کے قبض کا منشاء معاصی ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بعض معاصی قبض سے بھی ناش ہو جاتے ہیں۔ آیت ففسوا حظاً النخ سے معلوم ہوا کہ معاصی جس طرح آخری عقاب کا سبب ہیں اسی طرح نبوی عذاب و عقاب کا باعث بھی بن جاتے ہیں مثلاً خانہ جنگی یقیناً ایک نبوی عذاب ہے۔ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔ آیت

بعضوا عن كثير الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ عداوت میں بھی نفسانی غیظ کی شفاء کا ارادہ نہیں کرتے اور جب اس میں کوئی دینی ملحت نہ ہو تو اس غصہ پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

آیت یہدی بہ اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مقصود اصلی طلب رضاء الہی ہونی چاہئے۔ جنت بھی مقصود ہے مگر مقصود اصلی بلکہ اس کے تابع ہے۔ آیت لقد کفر الذین الخ سے معلوم ہوا کہ حق اور خلق میں اتحاد کا قائل ہونا محض غلو اور غلط ہے۔ آیت قالت اليهود الخ سے معلوم ہوا کہ کسی کو ایسا مقرب اور مقبول سمجھنا کہ اس سے معاصی پر بھی مواخذہ نہ ہو بالکل غلط ہے۔

اذْکُرْ اِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ یَقُوْمُ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اٰیۃً مِنْکُمْ اَنْبِیَآءَ
جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا اَصْحَابِ خِیَمٍ وَحَشَمٍ وَّاَتَکُمْ مَّآلٍۭ یُّوْتِ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾ مِّنَ الْمَنْ
یَسْلُوْی وَفَلَی الْبَحْرِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ یَقُوْمُ اَدْخُلُوْا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الْمُطَهَّرَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ
مِنْۢهَا اَدْخُلُوْهَا وَهِيَ الشَّامُ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِکُمْ تَنْهٰزِمُوْا خَوْفَ الْعَدُوِّ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾
سَعِیْکُمْ قَالُوْا یَمُوْسٰی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبّٰرِیْنَ ۖ مِّنْ بَقَیَا عَادٍ طُوْآلَ ذٰوِیْ قُوَّةٍ وَّاِنَّا لَنُدْخِلُهَا حَتّٰی
تَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ یَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَهَا قَالَ لَہُمْ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ مُخَالَفَةَ
رَبِّ اللّٰهِ وَہُمَا یُوشَعَ وَکَالِبُ مِنَ النَّبِیَّآءِ الَّذِیْنَ بَعَثَہُمْ مُّوسٰی فِیْ کَشَفِ اَحْوَالِ الْجَبّٰرِیَّةِ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِمَا
بِالْعِصْمَةِ فَکَتَمَا مَا اُطْلِعَا عَلَیْہِ مِنْ حَالِہِمُ اِلَّا عَنْ مُّوسٰی بِخِلَافِ بَقِیَّةِ النَّبِیَّآءِ فَاَفْشَوْہُ فَجَبُّوْا اَدْخُلُوْا
لِیْہِمُ الْبَابُ ۚ نَابَ الْقَرْیَةَ وَلَا تَخْشَوْہُمْ فَاِنَّہُمْ اَجْسَادٌ بِاَقْلُوْبٍ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ قَالَا
ذٰلِکَ تَیْقٰنًا بِصَرِّ اللّٰهِ وَاِنْجَارٍ وَعَدِہٖ وَعَلٰی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا یَمُوْسٰی اِنَّا لَنُ
خَلِّیْہَا اَبَدًا مَا دَامُوْا فِیْہَا فَاذْہَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا ۚ ہُمْ اِنَّا هُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ عَنْ اِقْتَالِ قَال
مُوسٰی حِیْثُ رَّبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاِلَّا اَخِیْ وَلَا اَمْلِکُ غَیْرَہُمَا فَاَجْبِرْہُمْ عَلٰی اطَاعَةِ
فَرَقَ فَاَفْصَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ تَعَالٰی لَہُ فَاِنَّہَا اٰی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ مُحَرَّمَةٌ
لِیْہُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْہَا اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَّتِیْہُوْنَ یَتَخِیَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَہِیْ تِسْعَةٌ فَرٰسِخٌ قَاۡلَہُ اِبْنُ عَبَّّاسٍ
اَتَاَسَ تَخْرُجُ عَلٰی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ رَوٰی اَنَّهُمْ کَانُوْا یَسِیْرُوْنَ اللَّیْلَ جَادِیْنِ فَاِذَا اَصْبَحُوْا اِذَا ہُمْ
فِی الْمَوْصِعِ الَّذِیْ اَنْتَدَاوْا مِنْہُ وَیَسِیْرُوْنَ النَّہَارَ کَذٰلِکَ حَتّٰی اِنْقَرَضُوْا کُلُّہُمْ اِلَّا مِنْ لَّمْ یَبْلُغِ الْعِشْرَیْنَ قَبْلَ
کَانُوْا سِتْمَاۡتَۃً اَلْفٍ وَمَاتَ ہَرُوْنُ وَمُوسٰی عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فِی التَّیِّہِ وَکَانَ رَحْمَةً لِّہُمَا وَعَدَانِ لَا وَفَتْ
مَّا مَوْسٰی رَآہُ عِنْدَ مَوْتِہٖ اَنْ یُّذْنِیْہُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِیَۃً بِحَجَرٍ فَاذْنٰہُ کَمَا فِی الْحَدِثِ وَنَسِیَ

يَوْمَ سَعَى الْأَرْبَعِينَ وَأَمَرَ بِقِتَالِ الْجَبَارِينَ فَسَارِبِمَنْ بَقِيَ مَعَهُ وَقَاتِلَهُمْ وَكَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَوَقَفَتْ لَهُ
الشَّمْسُ سَاعَةً حَتَّى فَرَغَ عَنْ قِتَالِهِمْ وَرَوَى أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ حَدِيثَ أَنَّ الشَّمْسَ سَمِ نَحْسَ عَلَى سِرِّ لَا
لِيَوْمَ سَعَى لِيَالِي سَارَ إِلَى الْبَيْتِ الْمُقَدَّسِ -

ترجمہ: اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا۔ اے لوگو! اللہ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ اس نے تم میں
نبی پیدا کئے۔ اور تمہیں بادشاہ بنایا (مالک جاہ و حشمت) اور تمہیں وہ بات عطا فرمائی جو دنیا میں کسی کو نہیں دی گئی (یعنی من و سلویٰ و
سمندر میں پڑ جانا وغیرہ) لوگو! داخل ہو جاؤ مقدس (پاکیزہ) سرزمین میں جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ (تم کو اس کے فتح
کرنے کا حکم دیا ہے مراد سرزمین شام ہے) اور اٹھ پاؤں پیچھے کی طرف نہ ہو (کہ دشمن کے خوف سے شکست خوردہ ہو جاؤ) کہ نقصان
و تباہی میں پڑ جاؤ گے۔ (اپنی جدوجہد کے سلسلہ میں) کہنے لگے اے موسیٰ اس سرزمین میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو بڑے ہی زبردست
ہیں (قد آوری اور طاقت میں قوم عاد کے بقیہ آثار ہیں) جب تک وہ نہیں نکلتے ہم اس سرزمین میں قدم نہیں دھر سکتے ہاں اگر وہ لوگ
وہاں سے نکل گئے تو پھر ہم (وہاں) ضرور داخل ہو جائیں گے۔ اس پر (ان سے) ان دونوں نے کہا جو اللہ سے ڈرنے والوں میں
سے تھے (خدائی حکم کی خلاف ورزی کرنے سے یعنی یوشع اور کالب جن کو حضرت موسیٰ نے نقیب بنا کر جبارہ کی تفتیش حال کے لئے روانہ
فرمایا تھا) اور اللہ نے انہیں نعمت عطا فرمائی تھی (دولت عصمت جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے معانیہ کے حرارت بجز موسیٰ علیہ السلام
کے سب سے چھپائے برخلاف دوسرے نقیبوں کے کہ انہوں نے ان کا افشاء کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں عام بزدلی پھیل گئی) کہ تم ان پر شہر
کے دروازہ تک تو چلو (دروازہ سے مراد شہر کا دروازہ ہے اور ان سے گھبراؤ مت کہ وہ محض بے قلب کے قاسب ہیں) سو جس وقت تم
دروازہ میں قدم رکھو گے تو پھر غلبہ تمہارے ہی لئے ہے (ان دونوں کا یہ کہنا اللہ کی نصرت پر یقین رکھتے ہوئے اور اس کے وعدہ پر بھروسہ
کرتے ہوئے تھا) اگر تم ایمان رکھنے والے ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ بولے اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم
ہرگز اس میں قدم نہیں رکھ سکتے آپ جائیے اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیں اور دونوں (ان سے) لڑ بھڑ بیجئے۔ ہم تو یہاں سے سرتے
نہیں (شریک جنگ نہیں ہوتے) (موسیٰ نے) کہا (اب تو) خدا یا میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا
(ان کے علاوہ میرا کسی پر بس نہیں کہ میں ان کو طاعت پر مجبور کر سکوں) پس آپ فرق (فیصلہ) فرما دیجئے ہم میں اور ان نافرمان لوگوں
میں۔ اللہ کا (ان کو) حکم ہوا کہ اب تو یہ (سرزمین مقدس) ان پر حرام کر دی گئی ہے۔ (ان کا داخلہ اس سرزمین پر روک دیا گیا ہے)
چالیس سال کے لئے۔ یہ سرگردان (حیران) رہیں گے اسی بیاباں میں (جو بقول ابن عباس تو میل کا میدان ہے) سو آپ ان نافرمان
لوگوں کی حالت پر غمگین (محزون) نہ ہو جنے (روایت ہے کہ بڑی جدوجہد کے ساتھ رات بھر یہ لوگ چلتے رہتے لیکن جب صبح ہوتی تو
جہاں سے چلے تھے وہیں ہوتے۔ یہی سلسلہ دن بھر رہتا حتیٰ کہ سب مر گئے بجز بیس سال سے کم عمر لوگوں کے اور بقول بعض ان لوگوں
کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی وفات بھی اسی میدان میں ہوئی اور اس واقعہ کے دو پہلو نکلتے ہیں ان دونوں
بزرگوں کے حق میں تو یہ رحمت تھا اور ان شریروں کے حق میں عذاب۔ حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے وقت اللہ سے دعا کی کہ مجھے رشتہ
مقدس سے اتنا قریب فرما دے جتنا فاصلہ نشانہ بازی میں چھٹنے ہوئے پتھر کا ہوتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمادی
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پھر چالیس سال بعد حضرت یوشع نبی بنائے گئے اور جبارین پر چڑھائی کا حکم ہوا چنانچہ باقی ماندہ لوگ ان دن
کمان میں چلے اور جبارہ کے ساتھ جہاد کیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن پیش آیا ایک ساعت کے لئے آفتاب غروب ہونے سے ان کی خاطر

روک دیا گیا۔ حتیٰ کہ جنگ سے فراغت ہو گئی۔ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حدیث روایت کی ہے کہ آفتاب کسی انسان کے لئے نہیں ٹھہرے گا۔ بجز یوشع علیہ السلام کے۔ اس رات میں جب کہ انہوں نے بیت المقدس کی طرف مارچ کیا تھا۔

تحقیق و ترکیب: ...ملوک کا قادی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خدم چشم رکھنے کا دستور ان لوگوں میں ہوا۔ اور ابوسعید خدریؓ آنحضرت (ﷺ) سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں جس کے پاس خادم، سواری اور عورت ہوتی تھی وہ ملک کہلاتا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جس کا مکان کشادہ ہوتا اور اس میں نہر جاری ہوتی وہ ملک کہلاتا تھا یہ لوگ ایسے ہی تھے جن کو ہمارے یہاں امیر اور رئیس کہا جاتا ہے۔ ارض المقدس۔ مراد بیت المقدس ہے یا کوہ طور وغیرہ۔ یا دمشق و فلسطین یا ملک شام مراد ہے۔ اگرچہ ان بلاد میں مارین اور اشرا بھی رہتے تھے لیکن خیر غالب اور شر مغلوب ہونے کی وجہ سے ان مقامات کو مقدس کہا گیا ہے۔ امر کم بد حولہا مفسر علام نے یہ تفسیر ایک شبہ کے دفعیہ کے لئے کی ہے کہ کتب جس سے داخلہ کا حتمی ہونا معلوم ہوتا ہے وہ انہما محرمۃ علیہم اربعین سنۃ کے منافی ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ کتب سے مراد امر بالمدخول ہے دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوح محفوظ میں اس حکم کی کتابت اس تقدیر پر ہوئی تھی کہ یہ خلاف نہیں کریں گے۔ اور جب خلاف کر لیا تو اس شہر میں داخلہ حرام کر دیا گیا۔ رجلان۔ یہ موصوف ہے اور الذین یخافون ان کی صفت ہے۔

ادخلوا علیہم الباب دروازہ سے داخلہ کی قید اس لئے لگائی کہ وہ کہیں نکل کر بھاگ نہ سکیں۔

اجاز وعدہ۔ جو وعدہ موسیٰ علیہ السلام کی نصرت و فتح اور ان کے دشمنوں کی شکست و ذلت کا کیا گیا تھا۔

اذہب انت و ربک۔ چونکہ یہود میں تجسیم کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کو جسمانی مانتے تھے اس سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے لیکن اگر یہ مقولہ حقیقہ نہیں بلکہ تاویلاً کہا گیا تھا کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی مقصود تھی تو پھر یہ فسق ہے اور بعض نے رب سے مراد ہارون علیہ السلام لئے ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ سے بڑے اور مربی تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جملہ اللہ کی ذات و صفات سے بے خبری کی بناء پر کہہ دیا گیا تھا۔

الاخسی۔ یہ منصوب ہے اور نفسی پر معطوف ہے اور فاجبرہم جواب نفی کی بناء پر منصوب بھی ہو سکتا ہے اور امللت پر معطوف ہو کر مرفوع بھی ہو سکتا ہے۔ فافرق۔ چونکہ فرق کئی معنی میں آتا ہے اس لئے بعض نے تبعید مراد لی ہے۔ اور مفسر علام فیصلہ کے معنی لے رہے ہیں۔ فی الارض۔ میدان تیس ۳۰ میل لانا اور نو میل چوڑا تھا۔ بحر قلزم سے مشرق کی جانب عبور کر کے ایک بیابان ہے جو قادیسیہ اور عرب کا شمالی اور مغربی کونہ دریا یردن تک یعنی شام کے کنارہ تک پھیلا ہوا کئی سو کوس کا یہ میدان ہے۔ اس زمانہ میں وہاں کہیں کہیں پہاڑوں اور شاداب جگہوں میں کچھ قومیں بھی رہتی تھیں جن سے بنی اسرائیل کو جنگ و جدال کی نوبت آتی رہتی تھی فلانتاس۔ حضرت موسیٰ اپنی بددعا پر جب کچھ نادام ہوئے تو یہ جملہ فرمایا گیا۔

ومات ہارون۔ پہلے حضرت ہارون کی وفات ہوئی ایک سال بعد حضرت موسیٰ کی وفات ہوئی۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ملک شام پر قابض ہوئے اور یوشع ان کے مقدمۃ الجیش میں رہے۔ پھر کہیں ایک زمانہ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ دونوں کی قبروں کا حال معلوم نہیں۔ ان بدنیہ۔ اس سے کسی نبی یا ولی کے نزدیک تدفین کی اصل نکلتی ہے۔ لیکن خود ارض مقدس میں دفن کی درخواست نہ کرنا قبر کی تشہیر اور اس سے خوف فتنہ کی وجہ سے ہوا ہو۔

لم نجس علی بشر۔ یوشع سے پہلے نفی کی گئی ہے اس سے بعد کی نفی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب آپ (ﷺ) کی نماز قضاء ہونے لگی تو آفتاب ٹھہرایا گیا جیسا کہ طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ یا لیلۃ الاسراء کی صبح میں

جب کہ آپ (ﷺ) قافلہ (عمر) کا انتظار فرما رہے تھے۔ جس کی آمد کی اطلاع آپ (ﷺ) کو طلوع شمس کے وقت دی گئی تھی۔ یا ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آپ (ﷺ) سو رہے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ بقول قاضی عیاضؒ بھس شمس سے مراد اس کی واپسی ہے یا اس کا وقوف ہے یا بطور حرکت مراد ہے۔ لیالی۔ صیغہ جمع اس کا مقتضی نہیں ہے کہ بار بار یہ واقعہ ہوا ہو۔ پس لیالی کو جس کا ظرف مانا جائے گا۔

رابط : پچھلی آیات میں یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا۔ اس رکوع میں یہود کی ایک خاص عہد شکنی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾ : یہ واقعہ فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے سلطنت مصر پر قابض ہو جانے کے بعد دشت فران میں پیش آیا جب کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ ان کا آبائی وطن ملک شام بنی عمالقہ سے چھڑا کر ان کے حوالہ کیا جائے جس کی تفصیل سفر عدد چودھویں باب میں مذکور ہے۔ جس کو حقانی نے نقل کیا ہے۔

نکات آیت : البتہ تہیہ کے واقعہ سے متعلق کچھ شبہات اور ان کے جوابات ہیں جن کا تذکرہ یہاں مفید ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اشکال کے حل کی طرف جلال مفسرؒ نے توجہ کی ہے کہ وادی تہیہ میں گرفتاری اور ناکہ بندی اگر سزا تھی تو پھر حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کا قیام تا وفات کیسے رہا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کے دور رخ ہیں۔ ایک لحاظ سے وہ قیام رحمت تھا۔ اور دوسرے اعتبار سے زحمت۔ جیسا کہ جیل خانہ میں قیدی بھی رہتے ہیں اور جیلر وغیرہ بھی قیام پذیر ہوتے ہیں۔ مگر ایک کے لئے جیل زحمت ہے اور دوسرے کے لئے راحت اسی طرح جہنم میں جہنمی بھی داخل ہوں گے اور ملائکہ عذاب بھی آباد ہوں گے مگر ہر ایک کے لئے الگ الگ آثار و احکام ہوں گے۔ وادی تہیہ کا حال بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ اہل اللہ کے لئے وہ قیام باعث راحت و رحمت۔ مگر نافرمانوں کے لئے اسی آن وہ باعث تکلیف و زحمت باقی علوی اور سفلی علامات چاند۔ سورج ستارے پہاڑ وغیرہ کے ہوتے ہوئے بنی اسرائیل کو راہ نہ ملنا چونکہ موقوف ہوتا ہے قوای مدد کے کی صحت و سلامتی پر۔ لیکن جب عذاب الہی سے عقل و ادراک ہی میں فتور آ جائے تو یہ سب نشانات دھڑے کے رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں بھی ایسے ہی ہوا۔

اور چونکہ حضرت موسیٰ اس وقت تنگ دلی سے کلام کر رہے تھے۔ اس لئے استثناء میں صرف خود کو اور اپنے بھائی ہارونؑ کو ذکر کیا اور یوشع اور کالب کو صراحتہ ذکر نہیں کیا اگرچہ دلائل وہ اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور یا نبی معصوم ہونے کی وجہ سے اپنا اور بھائی کا حال تو چونکہ یقین کے ساتھ معلوم تھا اس لئے دونوں کا استثناء کر دیا لیکن ان دونوں بزرگوں کی موجودہ مستحسن حالت کے باوجود مستقبل کے بارے میں کوئی اطمینان بخش پیشگوئی نہیں کی جاسکتی تھی اس لئے سکوت اختیار کیا۔

رہا یہ کہ کتب اللہ کے احکام کے مخاطب کون لوگ ہیں جب کہ مفسر علام رحمۃ اللہ علیہ سب کا وفات پانا بیان کر چکے ہیں تو کہا جائے گا کہ اگر اس سے مراد عام قوم کے افراد ہیں تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ اولاد کو ملک ملنا گویا خود کو ملنا ہے۔ بالخصوص جب کہ بیس ۲۰ سال سے کم عمر افراد متشکی بھی ہو چکے ہوں۔ لیکن اگر خاص افراد کے لحاظ سے وعدہ کو مانا جائے تب بھی وعدہ کو مشروط و ناپڑے گا جہاد کے ساتھ۔ پس جب جہاد میں کیا تو ایفاء وعدہ کیسا؟ کہ خلف وعدہ کی نوبت آئے۔ بنی اسرائیل کو مقولہ اذهب انت و ربک اگر بلا تاویل تھا تب تو کلمہ کفر ہونا ظاہر ہے لیکن مجازاً اگر یہ تاویل کر لی ہو کہ آپ تو لڑیے اور اللہ آپ کی مدد کرے گا تو حکم جہاد کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے اس کا فسق و معصیت ہونا بھی ظاہر ہے۔ بہر صورت حضرت موسیٰ نے قوم سے توبہ کرائی ہوگی جس کا یہاں ذکر نہیں ہے۔

لَطَافِ آیت : . . . آیت یا قوم اذ کروا الخ سے مفہوم ہوا کہ اہل اللہ کے خاندان سے ہونا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کیونکہ اس تعلق سے ایک گونہ دین سے اس کو مناسبت ہوتی ہے پس اس پر شکر گزار ہونا چاہئے۔ نہ کہ عجب و تفاخر کی روش اختیار کرنا۔ آیت ولا تردوا الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے کبھی دنیوی مضرتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

آیت لا املک الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مخلص قبیح میں وہی تصرف کر سکتا ہے جو اپنے نفس میں کر سکتا ہے۔

وَاتْلُ يَا مُحَمَّدُ عَلَيْهِمْ عَلَى قَوْمِكَ نَبَاَ خَيْرِ ابْنِي آدَمَ هَابِيلَ وَقَابِيلَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقًا بِاتْلُ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا إِلَى اللَّهِ وَهُوَ كَبِشٌ لِهَابِيلَ وَزَرَءٌ لِقَابِيلَ فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَهُوَ هَابِيلُ بَانَ نَزَلَتْ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ فَامْتَحَتْ قَرَابَهُ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ وَهُوَ قَابِيلُ فَغَضِبَ وَأَضْمَرَ الْحَسَدَ فِي نَفْسِهِ إِلَى أَنْ حَجَّ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ لَا قُتِلْتَكَ قَالَ لِمَ قَالَ لِيُتَقَبَّلَ قُرْبَانُكَ دُونِي قَالَ إِنَّمَا يُتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ لَمْ تَسْمَعْ بِسَطِّكَ مَدَدْتُ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾ فِي قَتْلِكَ إِنِّي أَرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمَكَ الَّذِي ارْتَكَبْتَهُ مِنْ قَبْلُ فَتَكُونَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ وَلَا أَرِيدُ أَنْ أَبُوءَ بِإِثْمِكَ إِذَا قَتَلْتُكَ فَأَكُونُ مِنْهُمْ قَالَ تَعَالَى وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ زَيْنَتْ لَهُ نَفْسَهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ فَصَارَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۰﴾ بِقَتْلِهِ وَلَمْ يَذَرِ مَا يَضَعُ بِهِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَيِّتٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مِنْ بَنِي آدَمَ فَحَمَلَهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ يُبَشِّرُ الثَّرَابَ بِمِنْقَارِهِ وَرِجْلَيْهِ وَيُشِيرُ عَلَى غُرَابٍ آخَرَ مَيِّتٍ مَعَهُ حَتَّى وَارَاهُ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي بِسَرٍّ سُوءَ عَاقِبَةِ أَخِيهِ قَالَ يُوِيلَتِي أَعَجَزْتُ عَنْ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سُوءَ عَاقِبَةِ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿۳۱﴾ عَلَى حَمَلِهِ وَحَفَرَهُ وَوَارَاهُ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الَّذِي فَعَلَهُ قَابِيلُ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ أَيْ الشَّأْنُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ قَتَلَهَا أَوْ بِغَيْرِ فَسَادٍ آتَاهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ كُفْرٍ أَوْ رِنًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقَ وَنَحْوَهُ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا بِإِذْنِ اللَّهِ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ حَيْثُ انْتَهَكَ حُرْمَتَهَا وَصَوْنَهَا وَلَقَدْ جَاءَ تَهُمُ أَيْ سَبِي إِسْرَءِيلَ يُلِّ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ الْمُعْجَزَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿۳۲﴾ مُجَاوِزُونَ الْحَدَّ بِالْكُفْرِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

ترجمہ : . . . اور (اے محمد ﷺ) ان لوگوں (اپنی قوم) کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل قابیل) کا حال (خبر) سنا دیجئے صحیح طریقہ پر (اتل کے متعلق ہے) جب ان دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں چڑھائیں (اللہ میاں کے حضور ہابیل نے مینڈھا اور قابیل نے کھیتی اور اناج) تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی۔ (ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے نکل لیا) اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (مراد قابیل

ہے چنانچہ اس پر وہ غضب ناک ہوا اور حسد کو اپنے دل میں چھپانے رکھا۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام حج کو تشریف لے گئے (کہنے لگا قاتیل (ہائیل سے) کہ میں یقیناً تجھے قتل کر ڈالوں گا) (ہائیل نے پوچھا کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ تیری قربانی تو قبول ہوگئی اور میری نہیں ہوئی) اس نے جواب دیا کہ اللہ صرف متقیوں ہی کی قربانی قبول کرتے ہیں اگر (لام قسمیہ ہے) تو نے دست درازی کی (ہاتھ اٹھایا) میرے قتل پر تب بھی تجھے قتل کرنے کے لئے تجھ پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں (تیرے قتل کے سلسلہ میں) اللہ سے ڈرتا ہوں جو ساری دنیا کے پروردگار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سمیٹ لے میرا گناہ (قتل کا گناہ) اور اپنا گناہ (جو اس سے پہلے کیا ہوگا) دونوں اپنے سر۔ اور پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جا۔ (میں نہیں چاہتا کہ تجھ کو قتل کر کے تیرا گناہ اپنے سر لوں اور جہنمی بنوں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ظلم کرنے والوں کو یہی بدلہ ملا کرتا ہے۔ پھر ابھارا (سبز باغ دکھلایا) اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر۔ آخر اس کو قتل کر کے ہی چھوڑا نیچہ یہ نکلا کہ تباہ کاروں میں سے ہو گیا (اس کو قتل کر کے یہ نہ سمجھ میں آیا کہ اب اس کا کیا کرے کیونکہ سر زمین پر یہ سب سے پہلا انسانی قتل تھا چنانچہ نعش کو اپنی کمر پر لادے پھرا) اس کے بعد اللہ نے ایک کو ابھیجا اور وہ زمین کریدنے لگا (اپنی چونچ اور پنچوں سے زمین کریدی اور اپنے ساتھ کے دوسرے مردے کو بے پر مٹی ڈالتا رہا حتیٰ کہ کوئے کی نعش چھپادی) تاکہ اسے بتادے کہ کیسے چھپانی (پوشیدہ کرنی) چاہئے، اپنے بھائی کی لاش (مردہ جسم) وہ بول اٹھا افسوس مجھ پر۔ کیا میں اس سے بھی کیا گنہرا ہوا کہ اس کو بے جیسا بھی نہ ہو۔ کہ اپنے بھائی کی لاش ہی چھپا دیتا۔ غرض کہ وہ بہت ہی پشیمان ہوا (نعش کے اٹھائے اٹھائے پھرنے پر۔ اور ایک گڑھا کھود کر اس میں دفن دیا) اسی بناء پر (کہ قاتیل نے قتل کی کارروائی کی) ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ (ضمیرشان ہے) جس کسی نے کسی جان کو مار ڈالا بجز قصاص لینے کے اور بجز ملک میں لوٹ مار مچانے کی سزا کے (خواہ وہ فساد کفر اور زنا جیسے معاصی کی وجہ سے یا ڈاکہ زنی وغیرہ واقعات کی بنا پر ہو) تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچالی (اس کے قتل سے باز رہا) تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی (ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حکم حرمت نفس کی پامالی اور حفاظت کے لحاظ سے ہے) اور ان (بنی اسرائیل) کے پاس ہمارے رسول آتے رہے روشن دلیلوں (معجزات) کے ساتھ لیکن اس پر بھی ان میں سے اکثر ایسے نکلے جو ملک میں زیادتیاں کرنے والے تھے (کفر اور قتل وغیرہ کام کر کے حدود کو پھلانگ گئے۔)

تحقیق و ترکیب: و اتل۔ اس کا عطف ماقبل اذ قال موسیٰ کے فعل مقدر پر ہے ای اذ کرها بیل۔ یہ مقتول کا نام ہے اور جس کے نام کے شروع میں قاف ہے یعنی قاتیل اس کو قاتل کہا جائے گا۔ بعض نے فبعث اللہ غراباً کے قرینہ سے ان کو حضرت آدم کی صلی اولاد مانا ہے۔ اور بعض نے من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل کے قرینہ سے ان کو بنی اسرائیل میں سے قرار دیا ہے جو اولاد آدم ہی ہیں۔ اول قول صحیح ہے۔ حضرت آدم کے ہیوط دنیا سے سو ۱۰ سال بعد قاتیل پہلا لڑکا ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ہائیل پیدا ہوا۔ بالحق۔ یہ صفت ہے مصدر محذوف کی ای تلاوة متلبسة بالحق۔ حج آدم۔ چونکہ سرزمین ہند میں تمام سرانند پ حضرت آدم کا جنت سے ہیوط تھلایا جاتا ہے اس لئے یہاں سے مکہ معظمہ کی جانب روانگی ہوئی۔ اور ان کی غیبت میں قاتیل نے یہ کارروائی کی۔ انسی اریدا الخ کسی معصیت یا قتل کا ارادہ بھی معصیت ہے۔ پھر ہائیل نے یہ جملہ کیسے کہا؟ اس کی چند توجیہیں کی گئی ہیں مثلاً یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قیامت میں ظالم جب مظلوم کو راضی کرنا چاہے گا تو اس کی سینات اپنے ذمے لے لے گا۔ ہائیل انشاء بھی یہی تھا۔ دوسری توجیہ بقول بیضاوی یہ ہو سکتی ہے کہ بھائی کی شقاوت و معصیت کا ارادہ مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ اگر یہ بات مقدر ہو چکی ہے تو میں اپنی گردن میں ڈالنا نہیں چاہتا تیری گردن میں آ جائے تو دوسری بات ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بھائی کے گناہ کا ارادہ نہ ہو بلکہ اس کے گناہ پر عقاب و عذاب مطلوب ہو اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باٹھی۔ بایل اگر چہ قاتل سے زیادہ طاقتور تھا لیکن اقدام قتل کے ساتھ مدافعت قتل سے خود کو بھی نہ بچایا۔ خواہ تو اس لئے کہ اس وقت تک مدافعت کی اجازت بھی نہیں ہوگی اور یا اس لئے کہ عزیمت اور اولویت پر عمل پیرا ہونا چاہتا تھا۔

فطوعت له، ای سہلہ له ذو وسعہ۔ بولتے ہیں طاع له المربع اذا اتسع۔ اس میں لام تاکید تبیین کا ہے۔ الم نشرح للک کی طرح۔ سورۃ اخیه۔ سورۃ بمعنی جسم مردہ۔ اور ضمیر قاتل کی طرف راجع ہے بعث کی طرف نہیں ہے۔ یہ جملہ یواری کا مفعول ہے بجائے خاسر کے۔ خاسرین مبالغہ کے لئے کہا گیا ہے ینبش نبشہ نبشاً باب قتل سے ہے زمین کریدنا کھودنا۔ بش الرجل القبر بولتے ہیں۔ نباش کفن چور۔ یو بلتی گویا تحسّر کرنے والا ویل اور ہلاکت کو طلب کر رہا ہے اور یا الف کے بدلہ میں ہے۔

علی حملہ۔ سال بھر نعرش اٹھائے اٹھائے پھرنے پر نام ہوا۔ لا جل۔ اجل دراصل جنایت سے ہے چنانچہ احل علیہم شراً بولتے ہیں جب کہ ان پر جنابت کی جائے لیکن بعد میں تعلیل جنایات کے موقعہ میں یہ لفظ بولا جانے لگا پھر مطلق سبب کے معنی میں تو سعا استعمال ہونے لگا۔ بنی اسرائیل کی تخصیص مبالغہ فی الشناۃ کے لئے ہے کہ باوجود علم کے پھر اس پر اقدام کرتے ہیں ورنہ قصاص کی مشروعیت تو ہر مذہب و ملت میں رہی ہے۔

قتلہا۔ تقدیر مضاف کی طرف اشارہ ہے۔ بغیر فساد۔ جمہور کی رائے کی طرف اشارہ ہے کہ او فساد مجرور کا عطف لفظ جس پر عطف کرتے ہوئے اور غیر اس کی طرف مضاف ہے۔ قتل الناس۔ بقول حسن قاتل کی سزا جہنم اور اللہ کا غضب اور عذاب ہے۔ خواہ ایک نفس کا قاتل ہو یا تمام انسانوں کا اور الف لام عہد کا بھی ہو سکتا ہے مراد صرف وہی لوگ ہوں جو دوسروں کے قتل یا بقاء کا سبب اور باعث بنے ہوں۔ حدیث من سن منۃ الخ کے قاعدہ پر یا ترہیب و ترغیب کو بطور مبالغہ ذکر کرنا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے مشبہ بہ کا اعظم جرم ہونا مضرب نہیں ہوگا۔ اسلمنا کی بجائے جاء قہم کہنے میں وصول رسالت کی تصریح ہوگئی۔ ثم تراخی ربتی اور استبعاد کے لئے ہے۔

رابطہ ﴿تشریح﴾:..... اہل کتاب کی برائیوں کے ذیل میں نحن ابناء اللہ کا ذکر آچکا ہے آگے اسی گھمنڈ کو چکنا چور کرنے کے لئے ہانپل و قاتل کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں کہ باوجود پیغمبر زادہ اور صاحبزادہ ہونے کے عمل کی بجائے ان کے لئے نسبت کار آمد نہ ہوئی بلکہ اصل عمل ہی کی وجہ سے مقبولیت یا مردودیت ہوئی۔ حالانکہ تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر نسبت رکھتے تھے اور باہم برابر تھے مگر آدم کا بیٹا ہونا ان کے کام نہ آیا۔

وریں راہ فلان بن فلان چیزے نیست:..... معلوم ہوا کہ اصل مدار فلان ابن فلان ہونے پر نہیں ہے بلکہ اعمال دیکھے جاتے ہیں۔ اسی واقعہ قتل پر پھر انما جزاء الذین الخ سے قتل وغیرہ کے دنیاوی اور اخروی احکام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ واقعہ کی تلخیص یہ ہے کہ اللہ کی حکمت اور قدرت سے حواء علیہا السلام کے بطن سے تو ام بچے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ اور ایک بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیئے جاتے تھے اس ابتدائی زمانہ کی ضرورت اور مختصر آبادی کے لحاظ سے یہ اختلاف بطن ایسا ہی معتبر سمجھا گیا جیسا کہ بعد کے مذاہب میں اختلاف نسب کا اعتبار کیا گیا ہے غرض کہ اسی ضابطہ کی رو سے قاتل و ہانپل دو صاحبزادوں کی بہنیں ایک دوسرے سے منسوب کر دی گئیں اب اس کو حسن اتفاق کہئے یا سوء اتفاق کہ قاتل کی بہن جو ہانپل کے حصہ میں آئی وہ خوبصورت اور حسین تھی اور ہانپل کی بہن جو قاتل سے منسوب ہوئی وہ بد شکل و بد صورت تھی۔ لیکن اس شرعی تقسیم پر قاتل رضامند نہیں ہوا۔ بلکہ وہ اپنی

حقیقی بہن کا خواستگار ہوا جو اسی کی توام تھی۔ حضرت آدم نے ہر چند سمجھایا بھی لیکن بیسود۔ آخر کار قطع حجت کے لئے انہوں نے نیاز پیش کرنے کی ترتیب بتلائی کہ جس کی نذر نیاز قبول ہو جائے گی خوبصورت لڑکی اسی کی ہے اور مقصود محض رفع نزاع و قطع تکرر تھا۔ ورنہ قانون شرعی کے لحاظ سے وہ سمجھتے تھے کہ ہائیل حق پر ہے اور اسی کی نیاز قبول ہوگی قاتیل کے لئے حلت کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ چنانچہ ہائیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا ذبیہ نذر کیا۔ اور قاتیل گلہ کے چند خوشے اکر رو گیا۔ اور ناقابل ثابت ہوا۔ اسی لئے یہی آگ۔ ہائیل کی نیاز لئے نئی جو اس کے قابل و مقبول ہونے کی علامت تھی۔

قابلیت و مقبولیت ہی اکثر حسد کا باعث بن جاتی ہے:..... لیکن یہی مقبولیت بے چارے کے لئے وبال جان بن گئی کہ اس کے بعد قاتیل ہائیل کی جان کا خواہاں ہو گیا آخر کار اس کی جان لے کر چھوڑی۔

زن، زر، زمین ہمیشہ فتنہ فساد کی بنیاد بن جاتی ہے:..... زن، زر، زمین کے سلسلہ میں کشت و خون کی دنیا میں یہ سب سے پہلی بڑی تھی۔ حدیث سنہ کی رو سے قیامت تک اس سلسلہ میں ہونے والے تمام خونوں کا وبال قاتیل کے سر بھی رہے گا۔ ہائیل کی عمر اس وقت صرف بیس ۲۰ سال تھی۔ قاتیل کو کچھ تو بھائی کے جانے کا غم اور کچھ اپنی عقلی و روحانی کمال کے دفن جیسی معمولی چیز میں کوئے سے بھی گیا گذرا ہوا۔ اور کچھ والدین اور گھر والوں کی لعنت و ملامت۔ غرض کہ بالکل اس کی عقل مسخ ہو گئی اور دل قابو میں نہ رہا اور اسی حال میں مر گیا۔ یہ تو دنیاوی بربادی ہوئی اور اخروی بربادی کی طرف حصن حصین میں حدیث ابن مسعود اشارہ کر رہی ہے کہ قیامت تک جتنے خون ناحق ہوں گے ان سب کا وبال اسی بانی کی گردن پر بھی رہے گا۔ ہائیل کا خود کو متقیوں میں ضمنا شمار کرنا بطور تحدیث نعمت کے تھا نہ کہ تفاخر۔

اقدام قتل، یا مدافعت قتل اور نصوص میں تطبیق:..... ہماری شریعت میں مدافعت قتل کا قانون یہ ہے کہ اگر قرآن قویہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ قاتل کے وار سے بچنے کی کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ خود قاتل کو قتل کر دیا جائے تو مدافعت نہ طور پر قاتل کو قتل کر دینا جائز ہے۔ اور اسی جیسے بیٹھ میں مارا جائے تو یہ مقتول شہید ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مدافعت کار روائی بھی نہ کرے اور ہاتھ پیر ہائے بغیر ہی مارا جائے تب بھی جائز ہے بلکہ ابوداؤد و ترمذی کی بعض روایات کے لحاظ سے اس موت مظلومیت ہی کو افضل قرار دیا گیا ہے ہاں اگر کہیں مدافعت اور انتقامی کارروائی اسلامی ضرورت و مصلحت سے ہو جیسے کافروں اور باغیوں سے جہاد و قتل کرنا یا حدود و قصاص کا اجرا تو یہ سب واجب اور ضروری ہوگی اس سے تمام دلائل و نصوص میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ اور ہائیل کا یہ کہنا کہ میرا گناہ بھی تیرے سر رہے اس لئے ہے کہ مظلوم کے تمام گناہ ظالم کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس طرح ظالم کی سزا سخت۔ اور مظلوم کی ہلکی ہو جائے گی۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

ہر ندامت تو بہ نہیں ہوتی:..... اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ قاتیل مؤمن عاصی تھا اور اس کی اس ندامت کو تو بہ پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اول تو یہ ندامت قتل پر نہیں تھی بلکہ مضرات قتل پر تھی مثلاً نعش لئے مارا مارا پھرتا اور دفن کی سبیل سمجھ میں نہ آتا۔ اور کوئی جیسے جانور سے بھی گیا گذرا ہوتا۔ یا بقول بعض مفسرین اس کے بدن کا سیاہ پڑ جانا۔ حضرت آدم اور دوسرے عزیزوں کی ناراضی وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے اگر قتل پر بھی ندامت ہو تب بھی ہر ندامت تو بہ نہیں کہلاتی بلکہ جس ندامت کے بعد معذرت اور شکستگی کے آثار محسوس ہوں اور تدارک کی فکر ہو وہ تو بہ کہلاتی ہے نیز یہ ندامت طبعی تھی جو عقل کے تقاضے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ شریعت یا تقوے کا اس

میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

ایک آدمی اور تمام انسانوں کا قتل اس لحاظ سے برابر ہے کہ اس میں قانون الہی کی خلاف ورزی کر کے مستحق غضب اور دنیا و آخرت کی سزا کا مستوجب بنا، گوشت اور اشدیت کا فرق ہے اس سے کفر و بغاوت کی وجہ سے قتل اور قصاص و حدود نکل گئے کیونکہ ان پر نہ غضب الہی مرتب ہوتا ہے اور نہ دنیاوی اور اخروی سزا بلکہ بعض صورتوں میں قتل نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوتا ہے۔

حسنہ میں تضاعف رحمت ہے اور سیئہ میں مساوات حکمت ہے:..... سیئہ اور حسنہ کے تضاعف میں شرعی فرق ہے کہ سیئہ میں مطلقاً تضاعف کی نفی ہے اس لئے ایک انسان کا قتل سب انسانوں کے برابر بعض لحاظ سے مانا جائے گا اللہ کی ناراضی اور دنیا و آخرت کی سزا دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن حسنہ میں شرعاً مطلق تضاعف ہو سکتا ہے کوئی دلیل مانع تضاعف نہیں ہے۔ رہا یہ شبہ کہ پھر ایک انسان کو بچانے والا اور ہزار کو بچانے والا برابر ہونے چاہئیں۔ جواب یہ ہے کہ ایک حقیقی عمل ہوتا ہے اور ایک عمل حکمی ہوتا ہے۔ دونوں میں اگر کسی لحاظ سے مساوات ہو تو لازم نہیں آتا کہ کیفاً بھی دونوں برابر ہوں بلکہ یہ ممکن ہے کہ کیفاً دونوں میں زمین و آسمان کا فرق اور صورت مفروضہ میں پہلے شخص کا حقیقی عمل ایک ہے اور دوسرے کا ایک سے زیادہ پھر مساوات کیسے رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسرے شخص کو ممکن ہے کہ تمام انسانوں کے مضاعف عدد کا ثواب مل جائے، پھر بھی مساوات کا شبہ نہیں رہا اور اکثر کو فاسق اس لئے کہہ دیا کہ بعض مطیع و فرمانبردار بھی تھے۔

لطا کف آیات:..... آیت انما یتقبل اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ اپنا دینی کمال بارادہ شکر ظاہر کرنا جائز ہے البتہ بہ نیت فخر جائز نہیں ہے آیت لنن؟ بسطت سے معلوم ہوا کہ جس طرح مدافعت قتل کے سلسلہ میں نصوص صریح نہ ہونے کی وجہ سے احتیاط ہاتھل نے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور ان کا ایسا کرنا مستحسن ہوا اسی طرح شبہات سے بچنا بھی مطلوب و محمود سمجھا جائے گا۔ آیت فاصبح من النادمین سے معلوم ہوا کہ ہر ندامت تو بہ نہیں بلکہ جس ندامت کے بعد طبیعت میں عذروا نکسار اور آئندہ کے لئے تدارک کا اہتمام ہو اس کو تو بہ سمجھا جائے گا۔

وَنَزَلَ فِي الْعُرَيْنَيْنِ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ وَهُمْ مَرَضَى فَاذِنَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْرُجُوا إِلَى الْإِبِلِ وَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَالْبَانِيهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا الرَّاغِي وَاسْتَأْفُوا الْإِبِلَ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ بِمُحَارَبَةِ الْمُسْلِمِينَ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا يقطع الطريق أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافِ أَى أَيْدِيهِمُ الْيُمْنَى وَأَرْجُلُهُمُ الْيُسْرَى أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ أَوْ لِيُتَرْتَبِ الْأَحْوَالِ فَالْقَتْلُ لِمَنْ قَتَلَ فَقَطُّ وَالصَّلْبُ لِمَنْ قَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَالْقَطْعُ لِمَنْ أَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ يَقْتُلْ وَالنَّمْيُ لِمَنْ أَخَافَ فَقَطُّ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَصَحُّ قَوْلُهُ أَنَّ الصَّلْبَ ثَلَاثًا نَعْدُ الْقَتْلَ وَقِيلَ قَبْلَهُ قَلِيلًا وَيُلْحَقُ بِالنَّمْيِ مَا أَشْبَهَهُ فِي التَّنْكِيلِ مِنَ الْحَبْسِ وَغَيْرِهِ ذَلِكَ الْجَزَاءُ الْمَذْكُورُ لَهُمْ

خَزَىٰ دَلٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ هُوَ عَذَابُ النَّارِ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ
 الْمُحَارِبِ وَأَلْقَطَاعٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٤﴾ بِهِ
 عَبَّرَ بِذَلِكَ دُونَ فَلَا تُحَدِّثُوهُمْ لِئَلَّا يَفْقِدَ أَنَّهُ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ بِتَوْبَتِهِ إِلَّا حُدُودُ اللَّهِ دُونَ حُقُوقِ الْإِنْسَانِ كَمَا ظَهَرَ
 لِي وَلَمْ أَرِ مَنْ تَعَرَّضَ لَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ فَبِإِذَا قَتَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ يُقْتَلُ وَيُقْطَعُ وَلَا يُصَلِّتُ وَهُوَ أَصْحَقُ قَوِي
 الشَّافِعِي وَلَا تُفِيدُ تَوْبَتُهُ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ شَيْئًا وَهُوَ أَصْحَقُ قَوْلِهِ أَيْضًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَافِظُوا
 عَقَانَهُ بَأْسَ تَطِيعُوهُ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ مَا يَقْرَبُكُمْ إِلَيْهِ مِنْ طَاعَتِهِ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَا عِلَاءَ
 دِيْنِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ تَفُوزُونَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوُتَّتْ أَنْ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ
 مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ تَسْمُونَ
 أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾ دَائِهِ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ
 إِنْ فِيهِمَا مَوْضُوعَةٌ مُبْتَدَأُ وَلِشِبْهِهِ بِالْشَّرْطِ دَخَلَتِ الْمَاءُ فِي خَبْرِهِ وَهُوَ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا إِيَّامِي كُلِّ
 مِنْهُمَا مِنَ الْكُفُوعِ وَيَسَّاتِ السُّنَّةُ أَنَّ الَّذِي يُقْطَعُ فِيهِ رُبْعُ دِينَارٍ فَضَاعِدًا وَأَنَّهُ إِنْ غَادَ قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى
 مِنْ مَفْصَلِ الْقَدَمِ ثُمَّ الْيَدُ الْيُسْرَى ثُمَّ الْبَرَجْلُ الْيُمْنَى وَبَعْدَ ذَلِكَ يُعْزَرُ جَزَاءً نَصَبَتْ عَلَى الْمَصْدَرِ بِمَا
 كَسَبَا نَكَالًا عُقُوبَةً لَهُمَا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فِي حَقِّهِ فَمَنْ تَابَ مِنْ
 بَعْدِ ظُلْمِهِ رَحِمَ عَنِ السَّرِقَةِ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ فِي
 التَّعْبِيرِ بِهَذَا مَا تَقَدَّمَ فَلَا يَسْقُطُ بِتَوْبَتِهِ حَقُّ الْإِنْسَانِ مِنَ الْقَطْعِ وَرَدَّ الْمَالِ نَعَمَ يَسَّاتِ السُّنَّةُ أَنَّهُ إِنْ غُمِيَ عَنْهُ
 قَسْرُ الرُّفْعِ إِلَى الْإِمَامِ سَقَطَ الْقَطْعُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ أَلَمْ تَعْلَمْ الْأُسْتَفْهَامُ فِيهِ لِلتَّقْرِيرِ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ تَعَذُّبَهُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ الْمَغْفِرَةُ لَهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾ وَمِنْهُ التَّعَذُّبُ وَالْمَغْفِرَةُ

ترجمہ: (آئندہ آیات قبیلہ عربیں والوں کے بارے میں نازل ہوئیں جب کہ وہ مدینہ طیبہ میں آ کر بیمار پڑ گئے اور
 آنحضرت (ﷺ) نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پینے کی اجازت دی لیکن جب اچھے ہو گئے تو چرواہوں کو قتل کر کے
 اونٹوں کو اپنے ساتھ ہٹا لے گئے) بلاشبہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں (مسلمانوں سے لڑ بھڑ کر) اور
 ملک میں خرابی پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں (لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے) یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر
 چڑھائے جائیں۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں (یعنی داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں) یا انہیں جلا وطن کر دیا

جائے (اس میں غلط اور ترتیب احوال کے لئے ہے چنانچہ صرف قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور قتل کے ساتھ مال لوٹنے والے کو سون دی جائے گی اور بغیر قتل صرف مال لوٹنے والے کے ہاتھ پاؤں قطع کیے جائیں گے۔ اور محض ڈرانے دھمکانے والے کو قید و بند کر دیا جائے گا۔ ابن عباسؓ کی یہی رائے ہے جس پر امام شافعیؒ قائم ہیں اور ان کے دو قول میں سے اصح قول یہ ہے کہ قتل کے بعد تین روز تک سون پر ہنکار بنے دیا جائے۔ اور محض کی رائے ہے کہ قتل سے پہلے کچھ دیر کے لئے سولی پر رہنے دیا جائے۔ اور جلا وطن کرنے ہی میں جس اور قید و بند جیسی سزاؤں کو بھی شامل کر لیا جائے گا) یہ (مذکورہ سزائیں) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب عظیم ہے (عذاب جہنم) مگر ہاں ان میں سے جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو توبہ کر لیں (خواہ وہ حربی کافروں ہوں یا ڈاکو) تو جان لو کہ اللہ (ان کی گزری ہوئی کاروائیوں کو) بخشنے والے اور (ان پر) رحمت رکھنے والے ہیں۔ (لا تحدوہم یعنی ان پر حد قائم نہ کرو۔ کی بجائے اس طرح تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی توبہ کر لینے سے حدود اللہ تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن انسانی حقوق ساقط و نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ یہ میری اپنی رائے مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کسی نے اس سے تعرض کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال اگر قتل اور لوٹ مار دونوں ہوں تو قتل بھی کیا جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی کاٹے جائیں گے مگر سون نہیں دی جائے گی۔ یہ امام شافعیؒ کا اصح قول ہے۔ اور یہ کہ ڈاکوؤں پر قابو یافتہ ہونے کے بعد ان کی توبہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ بھی امام شافعیؒ کا اصح قول ہے (مسندنا اللہ سے ڈرتے رہو) اس کے عذاب سے ڈر کر اس کی اطاعت میں لگے رہو) اور تلاش کرو (ڈھونڈو) اس تک پہنچنے کا ذریعہ (یعنی ایسی فرما نہ دو ری جو تم کو اس کے قریب کر دے) جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی اگر (بالفرض) ان کے قبضہ میں تمام روئے زمین کا مال و متاع آجائے اور اتنا ہی اور بھی پائیں پھر یہ سب کچھ قیامت کے روز عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دے دیں، جب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا وہ چاہئیں گے (تمنا کریں گے) آج سے باہر نکل آئیں لیکن اس سے باہر ہونے والے نہیں۔ ان کے لئے تو پائیدار (دائمی) عذاب ہوگا اور جو چور خواہ مرد ہو یا عورت (ان دونوں لفظوں میں الف لام موصوہ مبتدا ہے۔ و چونکہ مشابہ بالشرب ہے اس لئے اس کی خبر پر فالائی گئی ہے) تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو (یعنی ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پہنچے پر سے کاٹ ڈالو۔ اور سنت سے ثابت ہے کہ چوتھائی دینار سے زیادہ قیمت کے مال میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ نیز اگر پھر دوبارہ چوری کرتے تو بایاں پاؤں نچنے پر سے کاٹا جائے گا پھر تیسری بار بایاں ہاتھ اور چوتھی دفعہ داہنا پیر کاٹا جائے اور پھر بھی چوری کرے تو اور مزید تعزیراً سزا دی جائے (بطور سزا کے ہے۔ (یہ مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہے) جو کچھ انہوں نے کر تو ت کیے ہیں عبرت کی نشانی ہے (ان کے لئے سزا ہے) اللہ کی طرف سے اور اللہ زبردست ہیں (اپنے حکم پر غالب) اور (اپنی مخلوق کے بارے میں) حکمت والے ہیں۔ پھر جس کسی نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لی (چوری سے باز آگیا) اور اپنے کو سنوار لیا (عمل ٹھیک کر لئے) تو اللہ اس کے حال پر توجہ فرمائیں گے بدارشہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (پہلے کی طرح یہاں بھی اس طریقہ تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے بعد بھی حقوق العباد نظر انداز نہیں ہوں گے یعنی ہاتھ کاٹنا اور مال کی واپسی رہے گی۔ البتہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ سرکار میں مقدمہ لانے سے پہلے اگر کسی نے اپنا حق معاف کر دیا تو ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے) کیا تم نہیں جانتے کہ (اس میں استفہام تقریر کے لئے ہے) کہ آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے (عذاب دینا) دے سکتا ہے اور جسے چاہے (کہ بخش دے تو) اس کو بخش سکتا ہے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت (منجملہ ان کے عذاب و مغفرت بھی ہے)

تحقیق و ترکیب: یحاربون اللہ، ای یحاربون اللہ اولیاء اللہ و اولیاء رسولہ۔ تقدیر مضاف کی صورت میں اس سے مراد مسلمان ہیں۔ یقتلوا باب تفصیل سے لانے میں اشارہ ہے کہ حق شروع ہونے کی وجہ سے ولی کے معاف کرنے سے بھی

معاف نہیں ہوگا۔ یہی حال اویصلبوا او تقطع الخ دونوں لفظوں کا ہے۔ یہی اپنی سنن میں عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ او آیا ہے وہ تخییر کے لئے ہے بجز اس جگہ کے ان یقتلوا اویصلبوا کیونکہ یہاں ترتیب کے لئے ہے تخییر کے لئے نہیں ہے۔ امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

والصوب الخ بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ خواہ اتنے ہی پراکتفاء کر لے اور یا ہاتھ پاؤں خداف جانب سے قطع کر دے یا قتل اور سولی کی سزا دیدے۔ وعلیہ الشافعی۔ امام احمدؒ کا بھی یہی خیال ہے لیکن امام مالکؒ کو تخییر کے لئے مانتے ہیں اپنی اصل وضع کے لحاظ سے۔ چنانچہ اس صورت میں امام کو ان سزاؤں کے اجراء کا اختیار ہوگا۔ لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک او ترتیب کے لئے ہے ابستہ ان سزاؤں کی تفصیل میں فرق کر دیا جائے گا۔ پس امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے قول میں دو فرق ہوں گے ایک تو یہ کہ اویصلبوا سے مراد حنفیہ کے نزدیک جلاوطن کرنا ہے اور شوافع کے نزدیک جھس اور قید کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ڈاکو نے مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک امام وقت اس کو صرف سولی دے سکتا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک اس وقت امام کو چار سزاؤں میں سے کسی ایک کے اجراء کا اختیار ہوگا۔ (۱) خواہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کرادے، (۲) خواہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی دیدے، (۳) خواہ صرف قتل کرادے، (۴) خواہ صرف سول دلا دے۔ شوافع حدیث ابو ہریرہؓ اسلمی سے استدلال کرتے ہیں جس کا جواب صاحب نوار لاناوار نے یہ دیا ہے کہ سولی کا دینا صرف اس صورت کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری صورتوں میں اس کا اجراء نہیں ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ صورت بھی سولی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس صورت میں کسی دوسری سزا کا انضمام جائز نہیں ہے کیونکہ جنایات میں اتحاد اور تعدد ہو سکتا ہے۔

واصح قولیہ۔ جمل نے منہاج سے نقل کیا ہے کہ تین دن قتل کے بعد سولی پر چڑھا رہنے دیا جائے اور بعض نے کہا ہے کہ قتل سے پہلے کچھ دیر کے لئے سولی پر چڑھا دیا جائے پھر قتل کیا جائے۔

ذلب دنیاوی سزا کے بیان میں صرف رسوائی پراکتفاء کیا حالانکہ دوسرا عذاب بھی ہے اور اخروی سزا میں صرف عذاب پراکتفاء کیا حالانکہ وہاں رسوائی بھی ہوگی۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ دنیاوی سزا میں رسوائی بڑھی ہوئی ہوگی اور اخروی سزا میں عذاب بڑھا ہوا ہوگا۔ الا اللذین میں استثناء کا تعلق دنیاوی رسوائی کے ساتھ ہے۔ اور اخروی عذاب کے ساتھ بھی ہے پس توبہ سے حدود اور عذاب دونوں ساقط ہو سکتے ہیں کیونکہ رسوائی اور حدود دونوں ایک ہی ہیں لہذا رسوائی کے ساقط ہونے سے حد بھی ساقط ہو جائے گی۔

عبر بذلک یعنی لا تحدوہم کی بجائے ان اللہ غفور رحیم فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ سے حدود اللہ تو ساقط ہو سکتے ہیں مگر حقوق العباد ساقط نہیں ہوں گے یہ بات اگرچہ ظاہر تھی لیکن مفسر نے چونکہ آیت سے اس کو مستنبط نہیں کیا تھا اس لئے مفسر عدم نے دعویٰ اختصا ص کیا ہے۔

فاذا قتل واحدا لمال الخ یقطع ویقتل سے مراد جواز ہے وجوباً نہیں کیونکہ حق العباد ہے ولی کے معاف کر دینے سے قتل معاف ہو سکتا ہے پس توبہ سے وجوب قتل ساقط ہو جائے گا اور سولی توبہ ساقط ہو جائے گی۔

وہو اصح قویہ اس قول کے مقابل انہ یصلب ہے اور سولی توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ بہر حال یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ حدود کفرہ سینات نہیں ہوتے بلکہ سائر معاصی ہوتے ہیں جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے۔

وسیلۃ بروزن فعدیۃ۔ ذریعہ تقرب کو کہتے ہیں یعنی طاعات کی بجا آوری اور معاصی کا ترک۔ لو ان لہم ما موصولہ ان کا اسم ہے اور ظرف خبر ہے۔ استقر کے متعلق ہو کر اور جمیعاً موصول سے حال اور مثلاً موصول پر معطوف ہے اور لیفتدو متعلق ہے

استقے۔ السارق الف لام تعریف کا نہیں ہے بلکہ موصولہ ہے بمعنی الذی جیسا کہ اسم فاعل واسم مفعول کے صیغوں پر آنے کا قاعدہ ہے۔ تفتازانی کی تو رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر بلا تاویل خبر ہے کیونکہ فی الحقیقت شرط کی جزا ہوتی ہے۔ ای ان سرق احد فاقطعوا لیکن سید السند کے نزدیک انشاء بلا تاویل خبر نہیں ہوا کرتی۔ عام طور پر اگرچہ ہر طبقہ اثاث کو علیحدہ خطاب نہیں کیا جاتا بلکہ مردوں کے ذیل میں ہی خطاب ہوتا ہے لیکن یہاں مزید اعتناء کے لئے ایسا کیا گیا ہے تاکہ مبالغہ فی الزجر ہو جائے اور یہاں سارق کو سبارقہ پر مقدم کرنے میں سورہ نور میں زانیہ کو مقدم کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ چورہ کرنا مردانگی کے خلاف ہے اور کم ہمتی پر دال ہے اور زنا کرنا حیا کے خلاف ہے جو عورت کا اصلی زیور ہونا چاہئے کیونکہ مقام شاعت کا ہے اس لئے اشع کو مقدم کیا گیا ہے۔ یا اس طرف اشارہ ہے کہ چوری کے باب میں مرد کامل ہوتا ہے۔ اور زنا کی تکمیل بغیر عورت کی رضا مندی کے نہیں ہو سکتی۔ سیبویہ کے نزدیک اس آیت کی تقدیر دو جملوں کے ساتھ ہوگی۔ ای حکم السارق والسارقة فیما یتلی علیکم۔ لیکن مرد کے نزدیک ایک جملہ ہے فاجزانیہ متضمن معنی شرط کو ہے۔ بہر حال فا کا مابعد فعل ماقبل فامیں عمل نہیں کر رہا ہے اس لئے اب شبہ نہیں ہو سکتا کہ السارق الخ منصوب ہونا چاہئے تھا فعل مضمر کی وجہ سے جس کی تفسیر آئندہ فعل کر رہا ہے اگرچہ قرأت نصب کی بھی ہے جو صاحب کشف اور قاضی بیضاوی کے نزدیک مختار ہے۔

سمیس چنانچہ دارقطنی کی روایت ہے کہ صفوان کی چادر جس نے چرائی تھی آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ جوڑ پر سے کٹوا دیا تھا۔ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔ اور خوارج کی رائے ہے کہ مونڈھے پر سے ہاتھ کٹوانا چاہئے۔ امام شافعی کے نزدیک مال مسروقہ کم از کم چوتھائی دینار کا ہونا چاہئے، اور امام مالک کے نزدیک تین درہم کا۔ اور امام صاحب کے نزدیک کم از کم دس درہم کا ہونا ضروری ہے۔ پھر حد میں حنفیہ کے نزدیک دو مرتبہ چوری کرنے پر قطع اعضاء کی سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ اگر کسی نے چوری کی تو حنفیہ کے نزدیک قید و بند کی سزا دی جائے گی تا وقتیکہ اس کام سے تائب نہ ہو جائے۔ اور شوافع کے نزدیک چار مرتبہ چوری پر چاروں اعضاء قطع کرائیں گے اس کے بعد مزید تعزیر کی جائے گی۔۔۔ جزاء مفعول مطلق ہے معنی فاقطعوا سے یا فعل مقدر سے۔ اور یا مفعول لہ ہے اور نکالاً جزاء سے بدل ہوتے ہوئے پس دونوں ایک ہی چیز کی علت ہیں یا قطع کی علت جزاء اور جزاء کی علت نکال قرار دی جائے تو پھر اس کو مفعول کہا جائے۔ حال متداخلہ کی طرح فی التعبير یعنی بجائے لاتحدوا کے ان الله يتوب کہنا اس پر دال ہے کہ توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے اور آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدود کفارات نہیں ہوتے جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے۔

قبل الرفع یعنی مقدمہ دائر کرنے سے پہلے اگر صاحب حق معاف کر دے تو حد ساقط ہو سکتی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے سامنے جب ایک صاحب نے چور کو معاف کرنا چاہا تو آپ نے یہ فرمادیا کہ میرے پاس آنے سے پہلے ایسا کیوں نہ کر لیا۔ شوافع کی طرح حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے کما فی الہدایۃ۔ کسی ملحد نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ذرا سے مال کے لئے اعضاء انسانی جیسی قیمتی چیزوں کو تلف کرنا اسدام کا ظلم ہے۔ لیکن علم الدین سخاوی نے کیا اچھا جواب دیا کہ بڑے جرم کے مقابلہ میں یہ ایک معمولی سزا دی ہے۔

عرا الامامة اغلاها وارخصها ذل الخيانة فافهم حكمة الباری

رابطہ:۔۔۔ پچھلی آیات میں قتل ناحق کا بیان ہوا تھا۔ آیت انما جزاء الخ سے قتل حق (قصاص) اور اس کے توابع (حدود) کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ گویا گیارہواں اور بارہواں حکم ڈاکو اور چور کے متعلق ہے جس میں فتنہ و فساد جیسے معاصی سے پرہیز اور مس احیاہا الخ سے طاعات کا اثبات مقصود تھا۔ اس لئے اگلی آیت ینا ایہا الذین الخ میں عام معاصی سے بچنے اور تمام طاقت کے بجا آنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور آیت ان الذین کفروا الخ میں کفر کا خاص طور پر ضرر بتانا ہے جس کے تقابل سے خاص طور پر ایمان کا نفع بھی

معیوم ہو جائے گا۔ سرقہ کبریٰ (ڈاکہ زنی) بعد سرقہ صغریٰ (چوری) کی سزا کا بیان آیت السارق سے ہو رہا ہے۔

شان نزول: انس بن مالک آیت انما جزاء الخ کے شان نزول کے سلسلہ میں اصحاب عرینہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں جیسا کہ مفسر علام کی رائے بھی یہی ہے لیکن ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو بردہ اسلمی سے معاہدہ فرمایا تھا کہ نہ تم ہماری مدد کرو اور نہ ہمارے خلاف لڑو۔ لیکن اس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک مورچہ جمالیا۔ اس پاس سے جو لوگ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یا تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں آنا چاہتے تو یہ لوگ ان سے لوٹ مار کرتے اور آمادہ کشت و خون رہتے۔ اسی سلسلے میں جبریل امین انما جزاء الدین سے احکام و ہدایات لے کر آئے۔ اور آیت السارق الخ ابن بریق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ پانچویں پارہ کے دوسرے رقع کے اول میں گزر چکا ہے اور یا عام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت نے چوری کی جس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس پر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ تب آیت فمن تاب الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ... ڈاکہ زنی اور اس کی سزا کی چار صورتیں بطور حصر عقلی ہیں: اول آیات میں سزایابی کی جن چار حالتوں کا بیان ہے ان کا انحصار عقلی ہے کیونکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں چار ہی صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) قتل بھی اور لوٹ مار بھی۔ (۲) نہ قتل ہو اور نہ لوٹ مار (۳) قتل ہو مگر لوٹ مار نہ ہو۔ (۴) لوٹ مار ہو مگر قتل نہ ہو۔ مذکورہ حد ان ہی چار حالتوں کے مقسم کے ساتھ خاص ہے یعنی عدم توبہ کی صورت میں لیکن اگر توبہ بھی ہو جو اس مقسم کے مقابل کی صورت ہے تو وہ استثنائی صورت آنے ذکر کی جا رہی ہے۔

فقہی اختلاف: امام مالک رحمہ اللہ، ابراہیم غنمی جو لفظ او کو اپنی اصل پر تخیر کے لئے مانتے ہیں وہ او ینفوا من الارض کو علیحدہ سزا نہیں مانتے بلکہ یہاں او بمعنی او لیتے ہیں۔ لیکن ہماری نزدیک ان تمام مواقع میں لفظ او بمعنی مل ہے جس طرح محاربہ کی چار صورتیں ہیں۔ اسی ترتیب سے ان کے بالمقابل سزائیں بھی چار ہیں۔ کیونکہ لفظ او جب مختلف الاسباب سزاؤں کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے تو وہ تقسیم کے لئے ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے ورنہ او تخیر کے لئے مانا جاتا ہے جیسے کفارہ یحیٰ میں۔ البتہ قتل اور روٹ کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک سزا کی چار صورتیں تجویز کر کے حاکم وقت کو ان میں سے کسی ایک کے اجراء کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ (۱) صرف سولی دینا۔ (۲) صرف قتل کرنا۔ (۳) ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دینا۔ (۴) ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنا۔ ان میں سے ایک صورت آیت سے اور بقیہ تین صورتیں دوسرے دلائل سے ثابت ہیں۔

نیز امام صاحب اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکہ زنی کی حد مستامن پر جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسلمان ہو یا مستامن سب پر جاری کی جائے گی۔ نفی ارض سے مراد شوائع کے نزدیک حوالہ جیل کرنا ہے احناف کے نزدیک جلاوطن کرنا ہے۔ پھر جس طرح نص سے ڈاکوؤں کے لئے حکم معلوم ہو رہا ہے۔ اسی طرح دلالت النص سے ان کے مددگاروں کے لئے بھی حکم کا عام ہونا معلوم ہوتا ہے۔

پھر قتل سے مراد عام ہے خواہ ہتھیار سے کیا ہو یا بغیر ہتھیار کے اور سولی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زندہ انسان کو سولی پر چڑھا کر برچھی وغیرہ سے اس کا پیٹ چاک کر دیا جائے حتیٰ کہ مر جائے اور داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں کو گٹے اور ٹخنے سے کاٹنے کی صورت میں داغ دینا چاہتے تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جائے۔ اور جیل خانہ بھجنے سے

پہلے کچھ تعزیری کارروائی بھی کرنی چاہئے۔ اور جیل میں اتنی مدت رکھا جائے کہ قرائن سے سپائی کے ساتھ اس کا تائب ہونا معلوم ہو جائے۔ نیز ان سب حالتوں میں جس جان و مال کو تلف کیا گیا ہے کامامون اور محترم ہونا شرعاً ضروری ہو جیسے مسلمان یا غیر مسلم ذمی کی جان و مال۔ ابو یوسف کی یہی رائے ہے اگرچہ طرفین کے نزدیک متامین پر لوٹ مار کرنے سے حد واجب نہیں ہوتی۔

حق اللہ اور حق العباد کا فرق: نیز ان چاروں حالتوں کی مذکورہ سزائیں حق اللہ اور حدود کے طریقہ پر ہیں قصاص اور حق العبد کے طور پر نہیں کہ مالک مال یا اولیاء مقتول کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائیں۔ ہاں اگر قاتل ہونے سے پہلے اگر ان دونوں کا تائب ہونا معلوم ہو جائے تو حق اللہ کی یہ حدود معاف ہو سکتی ہیں لیکن حق العباد پھر بھی معاف نہیں ہوگا۔ یعنی لوٹا ہوا مال واپس کرنا پڑے گا یا اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ اور قتل کی صورت میں قصاص دینا پڑے گا۔ البتہ ضمان یا قصاص معاف کرنے کا حق مالک مال یا ولی مقتول کو حاصل رہے گا۔ نیز یہ حد تو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے لیکن دوسری حدود جیسے شراب و زنا اور چوری اور قذف کی حدود توبہ سے معاف نہیں ہوں گی۔ ان مذکورہ سزاؤں کے اجراء میں ہر ذاکو کے جرم کی الگ الگ تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے گروہ اور جتھہ میں سے کسی ایک سے بھی اگر کوئی جرم سرزد ہو گیا تو سب کی وہی سزا ہوگی کیونکہ کسی ایک کا جرم بغیر جماعتی طاقت کے نہیں ہوا کرتا جو کچھ ایک نے کیا اس میں سب شریک سمجھے جائیں گے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے یعنی نہ قتل ہو نہ مال کا لوٹنا ہو بلکہ صرف زخمی کر دیا تو چاروں صورتوں سے خارج ہوئے کی وجہ سے اس کا حکم بھی ان سے الگ ہوگا۔ یعنی عام زخموں کی طرح اس کا قصاص یا ارش اور ضمان آئے گا۔ نیز حق العبد ہونے کی وجہ سے اس کی معافی کا حق بھی زخمی و ہوگا۔ ہاں اگر حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جائیں یعنی لوٹ مار بھی ہو جو حد کا باعث ہوتا ہے اور زخمی کرنا بھی جو قصاص کا سبب ہوتا ہے تو ایسی صورت میں صرف اجراء حد کیا جائے گا۔ شہر یا مضافات شہر میں اگر ڈکیتی ہوئی تو صرف تعزیری اور قصاص پر عمل درآمد کیا جائے گا حد جاری نہیں ہوگی۔

توسل بزرگان: آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ الخ کے ترجمہ سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کو توسل متعارف سے کوئی مس نہیں ہے۔ اس لئے اس پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ باقی توسل کے جواز و عدم جواز کی حدود علماء کے کلام اور کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

چوری کی حد جاری کرنے سے پہلے اچھی طرح پوچھنا چھ کی جائے گی کہ چوری کیا ہوتی ہے۔ کس طرح کی اور کب اور کہاں کی ہے؟ اس کے بعد امام صاحب کے نزدیک دو مرتبہ اقرار اور دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہئے۔ دابنا ہاتھ کاٹنے میں ابن مسعود کی قراءت ابھما کی بجائے ایما نہما مؤید ہے۔ نیز حدیث ابو ہریرہ کی وجہ سے بھی۔

چوری کی سزا: امام شافعی بار بار چوری کرنے پر دونوں ہاتھ پاؤں اور اس کے بعد تعزیر کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک پہلی بار چوری پر دابنا ہاتھ۔ اور دوسری چوری پر بایاں پاؤں۔ اور تیسری بار چوری کرنے پر مناسب تعزیری جائے گی۔ لیکن بایاں ہاتھ یا دابنا پاؤں نہیں کاٹا جائے گا ورنہ اس کی جنس منفعہ ہی بالکل فوت ہو جائے گی اور بالکل محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن مسعود کی قراءت کی وجہ سے ابھما سے بالا تماع دابنا ہاتھ مراد ہے پس جب کہ اس کے عدوہ دوسرا عضو محل قطع باقی ہی نہیں اور دابنا ہاتھ جو محل قطع تھا وہ کٹ چکا تو پھر بایاں ہاتھ آخر کس قاعدہ سے کاٹا جائے؟ نیز سارق اسم الفصل کا سینہ

مصدر پر دلالت کرتا ہے اور مصدر میں تعدد کی بجائے وحدت ہوتی ہے اور چونکہ وحدت کا فرد حقیقی ایک ہوتا ہے اور فرد حکمی کل چوریوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ مگر تا وقت یہ کہ پوری چوریاں سامنے نہ ہوں فرد حکمی کیسے مراد لیا جاسکتا ہے اس لئے فرد حقیقی ایک ہی چوری مراد لی جائے گی۔ اور ایک جرم کی سزا ایک ہی ہو سکتی ہے دوسرا نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے بایاں ہاتھ کاٹنے کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔

ایک اشکال کا جواب:..... البتہ دوسری مرتبہ کی چوری میں بایاں پاؤں کاٹنے کی صورت بھی اس قاعدہ کے تحت سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ حنفیہ اس کے قائل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اس کا ثبوت اگرچہ آیت سے نہیں ہو رہا ہے لیکن سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے قائل ہونا پڑا۔ مال مسروقہ اگر موجود ہے تو چوری کی سزا قطعید کے ساتھ مال بھی واپس کرنا پڑے گا۔ اور اگر چور نے دانستہ اس کو ہلاک کر دیا ہو گا تب بھی اس کی تعدی کی وجہ سے بالاتفاق چور کو ضمان دینا پڑے گا لیکن اگر مال مسروقہ خود ہلاک ہو گیا تو پھر حنفیہ کے نزدیک ضمان نہیں آئے گا۔ کیونکہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہو سکتی۔ باقی مال مسروقہ کی واپسی اس لئے ضروری ہے کہ سرقہ سے مال، ملک کی تحویل سے نکل کر اللہ کی ملک میں چلا گیا جو مالک حقیقی ہیں اس لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا کامل دے دی گئی ہے اس لئے ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ مال موجود ہو تو ملک ظاہری کی رعایت کرتے ہوئے مالک کو لوٹا دینا چاہئے۔ یا دانستہ تلف کر دینے کی صورت میں تعدی کی وجہ سے ضمان آ جانا چاہئے۔ باقی مال مسروقہ سے مالک کی عصمت کا بطلان حنفیہ لفظ جزاء بما کسبا سے ثابت کرتے ہیں نہ کہ لفظ فاقطعوا سے۔ اور لفظ جزاء شرعی اطلاقات کی رو سے جب عقوبات کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے حق اللہ ہی مرد ہوتا ہے۔ نیز حرّاء بمعنی کفّی و قضی بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا کامل ہے اور سزائے کامل جرم کامل پر ہوا کرتی ہے اور جرم کامل اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو اور یہ خلاف ورزی جب ہی شمار ہوگی جب مالک کو اللہ کی ملک میں منتقل مانا جائے۔

ڈاکو اور کفن چور کی سزا:..... آیت سے جو سزا چور کی معلوم ہو رہی ہے ڈاکو اور کفن چور بھی اس میں داخل ہونے چاہئیں لیکن جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کفن چور میں تو سرقہ کے پورے معنی نہیں پائے جاتے بلکہ حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے ایک درجہ میں نقصان پایا گیا اس لئے اس سزا میں اس کو داخل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ ڈاکو میں چوری سے بھی زیادہ جرم کا ارتکاب پایا جاتا ہے اس لئے سرقہ کبریٰ کو بدرجہ اولیٰ سرقہ صغریٰ کی سزا میں شریک کیا جائے گا۔ چوری سے توبہ کرنا اخروی عذاب سے نجات کا باعث تو ہو سکتا ہے لیکن چوری کی دنیاوی سزا معاف نہیں ہوگی۔ البتہ امام شافعی کے ایک قول کی رو سے معاف ہو سکتی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کافر حربی اگر چوری سے تائب ہو جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ تاکہ یہ معافی اس کو اسلام کی طرف مائل کر دے۔ لیکن مسلمانوں کی اصلاح اور انتظامی مصالح کے لحاظ سے معاف نہیں کی جائے گی۔ آجکل کے یورپ زدہ یا یورپین تہذیب میں سرشار حضرات تاریخی لحاظ سے اس خالص اسلامی معاشرہ اور پاکیزہ نظام پر نظر ڈالیں جس میں ان حدود و قصص کی بدولت ایک ایسی صاف ستھری فضا پیدا ہو گئی تھی جو اس قسم کے جرائم اور ان کے جرائم سے یکسر پاک تھی۔ آج کا نیا تمدن باوجود ادعاء تہذیب اور امن و امان کی چیخ و پکار کے اس کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اور اس دور کے لوگ اس زمانہ کی امن شکن حرکتوں کو خواب و خیال میں بھی نہیں لاسکے ہوں گے۔

لطف آیات:..... آیت انما جزاء الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ سے معاملہ کرنا ایسے ہی ہے جیسا خود اللہ سے معاملہ کرنا آیت وابتعوا الیہ الوسیلۃ الخ میں تو سل بمعنی تقرب کا ذریعہ طاعات کا بجالانا اور گناہوں سے بچنا بتلایا گیا ہے اس و تو سل باصالحین کے متعارف مسئلہ سے کوئی مس نہیں ہے۔ آیت فمن تاب الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کا معتبر ہونا اصلاح پر موقوف

ہے مثلاً: مسروقہ مال موجود ہو تو اس کی واپسی یا مالک سے معافی اور ابراء اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو فی سبیل اللہ اس مال کا صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

لَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ يَفْعَلُونَ فِيهِ بِسُرْعَةٍ أَيْ يُظْهِرُونَهُ إِذَا حَدُّوا قُرْصَةً مِنَ اللَّيَالِي الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ بِالسِّيَةِ مُمْتَلِقِينَ بِقَالُوا وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَهُمْ يُسَارِعُونَ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا قَوْمٌ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ الَّذِي افْتَرَتْهُمْ أَخْبَارُهُمْ سَمَاعٌ قَبُولٌ سَمِعُوا سَكَّ لِقَوْمٍ لَا جَلَ قَوْمٍ آخَرِينَ مِنَ الْيَهُودِ لَمْ يَأْتُواكَ وَهُمْ أَهْلُ خَيْبَرَ زَنَى فِيهِمْ مُحْصِيَانِ فَكَّرَهُمَا بِحُمَاهُمَا فَبَعَثُوا قُرَيْظَةَ لِيَسْأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُكْمِهِمَا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ الدِّي فِي التَّوْرَةِ كَنَاءَ الرَّجْمِ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ الَّتِي وَضَعَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا أَيْ يُبَدِّلُونَهُ يَقُولُونَ لِمَنْ أَرْسَلُوهُمْ إِنْ أُوتِيتُمْ مِمَّا الْحُكْمَ الْمُحَرَّفَ أَيْ الْجَلْدَ أَيْ أَتَاكُمْ بِهِ مُحَمَّدٌ فَخُذُوهُ فَاقْبَلُوهُ وَإِنْ لَمْ تَأْتَوْهُ بَلْ أَتَاكُمْ بِحَلَاةٍ مَا حَذَرُوا أَنْ تَقْبَلُوهُ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ إِضْلَالَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا فِي ذِفْعِهَا أُولَئِكَ لَدَيْنَ لَمْ يَرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَلَوْ أَرَادَهُ لَكَانَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ذَلٌّ بِالْفَضِيحَةِ وَ لِحِزْيَةٍ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۴۱﴾ هُمْ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلْسُّحْتِ بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُونِهَا أَيْ الْحَرَامِ كَالرُّشَى فَإِنْ جَاءُوكَ لِتَحْكُمَ بَيْنَهُمْ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ هَذَا لِتُخَيِّرَ مَسْئُوحٌ بِقَوْلِهِ وَأَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمُ الْآيَةُ فَيَجِبُ الْحُكْمُ بَيْنَهُمْ إِذَا تَرَا فَعُوا إِلَيْنَا وَهُوَ أَصَحُّ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ وَلَوْ تَرَا فَعُوا إِلَيْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجِبَ إِجْمَاعًا وَإِنْ تَعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ بَيْنَهُمْ فَاحْكُمْ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۴۲﴾ الْعَادِلِينَ فِي الْحُكْمِ أَيْ يُشِيَهُمْ وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ بِالرَّجْمِ اسْتَفْهَامٌ تَعَجُّبٌ أَيْ لَمْ يَقْضُ وَأَبْدَلِكَ مَعْرِفَةَ الْحَقِّ بَلْ مَا هُوَ أَهْوَى عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ يُعْرِضُونَ عَنْ حُكْمِكَ بِالرَّحْمِ الْمُؤَافِقِ كِتَابِهِمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ التَّحْكِيمِ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۳﴾

ع

ترجمہ: اے رسول تمہیں علمین نہ کر سکے (کاروائی) ان لوگوں کی جو کفر میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں (کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں یعنی جب بھی ان کو کوئی موقع ملتا ہے کفر کا اظہار کرتے ہیں) خواہ وہ (من بیانہ ہے) ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے من سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں (محض زبانی جمع خرچ ہے۔ بنا فواہم متعلق ہے قالوا کے) لیکن ان کے دل مؤمن نہیں ہوئے (مراد منافقین ہیں) اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو یہودی ہیں (یہ سب لوگ) جھوٹ کے لئے کان لگانے والے ہیں (جو غلط باتیں ان کے علماء گھڑ لیتے ہیں وہ ان کو قبولیت کے کان سے سن لیتے ہیں) کان لگا لگا کر سنتے ہیں (آپ کی) باتیں دوسری قوم

کی خاطر (دوسرے لوگوں کی وجہ سے) جن کا حال یہ ہے کہ وہ آپ کے پاس آئے بھی نہیں (اس سے مراد یہودی خبیث ہیں جن میں غیر شادی شدہ جوڑے نے زنا کا ارتکاب کیا مگر یہودی سزائے سنگساری ان پر جاری کرنے سے کترائے اس لئے انہوں نے یہود قریظہ کے پاس قصد بھیجی کہ وہ نبی کریم (ﷺ) سے اس کا حکم معلوم کر لیں یہ کلام کو پھیرتے رہتے ہیں (تورات کی عبرت جیسے آیت رحم) باوجود یہ کہ اس کا صحیح محل ثابت ہو چکا (جس پر اللہ نے اس کو مقرر کیا تھا یعنی اس کو بدل ڈالتے ہیں) یہ کہتے ہیں (جن کو پیغام دے رہی تھیں) اگر تم کو یہی حکم دیا جائے (تبدیل شدہ حکم کوڑوں سے متعلق یعنی اگر محمد (ﷺ) تم کو یہی فتویٰ دیں) تو قبول کر لینا (مان لینا) ورنہ دیں (بدھ اس کے خلاف فتویٰ دیں) تو اجتناب کرنا (ماننے سے) جس کسی کے لئے اللہ ہی کو منظور ہو کہ فتنہ (گمراہی) میں پڑے تو اس کے (دفع کرنے کے) لئے اللہ کے ماسوا آپ کا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ ہی کو منظور نہیں ہوا ان کے دلوں کو پاک کرنا (کفر سے ورنہ گمراہی کا ارادہ ہوتا تو ضرور ہو جاتا) ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے (بدنامی اور جزیہ کی ذلت) وراثت میں بھی ان کے سے بڑا عذاب ہے (یہ لوگ) جھوٹ کی طرف کان لگانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ بڑے طریقوں سے مال کھانے میں بے باک ہیں (لفظ مسحت ضم حاء اور سکون حاء کے ساتھ بمعنی حرام جیسے رشوت کا مال) پس اگر یہ آپ کے پاس آئیں (اپنے لئے فیصلہ کرانے) تو آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یا کنارہ کش ہو جائیے (یہ اختیار آیت و ان احکم بھم الح سے منسوب ہو چکا ہے اس لئے اب فیصلہ ہی کرنا واجب ہے بشرط یہ کہ وہ اپنے مقدمات ہمارے پاس لائیں۔ امام شافعی کا صحیح قول یہی ہے اور اگر مسلمان کے ساتھ معاملہ لے کر ہمارے پاس آئیں تب تو بالاجماع فیصلہ کرنا واجب ہے) اور اگر آپ نے ان کو مال دیا تو ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی نہ پہنچا سکیں۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں (ان کے درمیان) تو انصاف (عدل) کے ساتھ فیصلہ فرمائیے۔ بلاشبہ مذکور انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں (جو لوگ فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام لیتے ہیں ان کو ثواب دیتے ہیں) اور پھر یہ وہ کس طرح آپ کو مصنف بناتے ہیں جب تورات ان کے پاس ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے (رحم کے متعلق) کیف استفہم متعجب کے لئے ہے یعنی اس حکم سے ان کا مقصود حق کی جستجو نہیں ہے بلکہ اپنے لئے سہولت ڈھونڈنا ہے (پھر رد و ردنی کرتے ہیں) آپ کے اس حکم سے ہٹ جاتے ہیں جو ان کی کتاب کے موافق رحم کے سلسلہ میں ہے (اس فیصلہ لانے) کے بعد بھی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تحقیق و ترکیب: بافواہم۔ اس کا تعلق قالوا کے ساتھ ہے اے ای قالوا بافواہم امنا

سمعون اس سے پہلے لفظ قوم کی تقدیر سے اس طرف اشارہ ہے کہ سمعون بتقدیر موصوف مبتداء ہے اور من الذین ہادوا اس کی خبر مقدم ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ الذین قالوا پر عطف ہو اور سمعون کا مرفوع ہونا بر تقدیر وہم سمعون ہے۔ سماع کے معنی قبول کرنے والے کے ہیں جیسے بولتے ہیں الملک یسمع کلام فلان اور سمع اللہ لمن حمدہ کے معنی یہی ہیں جیسا کہ زبیر کی رائے ہے لام کے ساتھ تعدیہ معنی قبول کے متضمن ہونے کے لئے ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ لفظ قبول متعدی نہ بھی آتا ہے۔ ہاں لفظ سماع بمعنی قبول لام بمعنی من کے ذریعہ متعدی ہوتا ہے چنانچہ سمع اللہ لمن حمدہ کے معنی ہیں قل اللہ لس حمدہ ہے۔ لیکن یہ ام مسموع عنہ پر داخل ہوا کرتا ہے نہ کہ مسمع پر۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ لام کو زائدہ علیۃ کے لئے مان لیا جائے۔ ورفعال مخذوف ہو اے سماعون کلامک لیکذبوا علیک فیہا۔ یا لام کو تاکید اور تقویت کے لئے مانا جائے جیسے فعال لس برید یہاں آیت میں سماع ہونا یہود کا دو لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو اپنے علماء کی غلط بیانیوں سے کہ عوام تک پہنچاتے ہیں تاکہ عوام ان سے معتقد رہیں۔ اور دوسرے حضور (ﷺ) کی حق باتیں سن کر اپنے علماء تک پہنچاتے ہیں کہ وہ اس میں تحریف اور کتبہ نبوت کریمیں پس

سماعون لقوم کے معنی یہ ہوئے کہ بنو قریظہ آپ کے اور دوسرے یہود کے مابین واسطہ بنتا چاہتے ہیں مفسر علامہ امام ابو تعلیلہ مان رہے ہیں اور دوسرے حضرات لام اجلیہ یا معنی من لے رہے ہیں۔

من بعد مواضعہ۔ اس میں لفظ عن مواضعہ سے بھی زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ اس کی تقدیر اس طرح ہونی یحرفوہ عن مواضعہ التی وضعہ اللہ فیہا بعد ان کان ذا مواضع۔ پس من بعد مواضعہ کے معنی بعد تحقیق مواضعہ کے ہیں اس صورت میں تحریف کی تصریح ہوگئی اور عن مواضعہ میں تصریح نہ ہوئی۔

فتنہ اس کی تفسیر اضلال کے ساتھ کی ہے اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اللہ ایمان کا توارادہ کرتا ہے مگر غر کا نہیں کرتا۔ فلن تملک۔ اس میں معتزلہ پر صاف رد ہے جو کہتے ہیں کہ بند اپنے افعال کا خود خالق ہوتا ہے اسی طرح آیت لم یرد اللہ ان یتطہر قلوبہم بھی معتزلہ پر رد ہے کیونکہ اللہ کو ان کے کفر اختیار کرنے کا علم تھا۔

السحت۔ سحتہ اذا استاہلہ۔ چونکہ حرام کے ارتکاب سے عذاب کے ذریعہ استیصال کر دیا جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مسحت البرکت ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ اس کے طریق حصول میں عار ہوتی ہے جس سے انسان کی مروت ختم ہو جاتی ہے۔

کالرشی۔ رش جمع رشوة کی ہے حق کو باطل کرنے یا باطل کو حق کی شکل دینے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ لیکن جان و مال سے دفع ضرر کے لئے رشوت دینا تو جائز ہے لیکن لینا حرام ہے۔ فیجب الحکم۔ ابن عباسؓ، عمر بن عبد العزیزؓ، عطاء، مجاہد، سدی سے بھی یہی مروی ہے ابو جعفرؓ نے اس نے امام اعظم اور ان کے اصحاب سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ مقدمہ اسلاف عدالت میں آنے کے بعد انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جانا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے حاکم اسلام کو رد و قبول کا اختیار ہے۔ نخعی، شععی، زہری، حسن سعید بن جبیر، امام احمد کی رائے بھی یہی ہے۔ اور بظاہر یہی صحیح ہے کیونکہ دونوں میں کوئی تعرض نہیں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ ایک سے اختیار اور دوسری سے اثبات معلوم ہو رہا ہے۔ و کیف تورات کی موجودگی اور پھر اس سے اعراض یہ دونوں چیزیں مل کر باعث حیرت و استعجاب بنی ہوئی ہیں۔

رابطہ: ... اس سورت کے تیسرے رکوع سے اہل کتاب کا ذکر شروع ہوا تھا اور میان میں اور مضامین آگئے۔ اب یہاں سے دور تک پھر اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور ان میں سے منافقین کا ذکر مخلوط طور پر چلا گیا ہے۔

شان نزول: ... سبب نزول کی طرف جلال مفسر نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق جس کی تخریج احمد، ابو داؤد، ابن جریر نے کی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ یہود مدینہ کی ایک جماعت کے کسی فرد سے دوسری جماعت کا ایک فرد قتل ہو گیا۔ قاتل کی جماعت نے اپنے غلط دستور کے مطابق کم خون بہا دینا چاہا۔ جس کے لینے سے اولیائے مقتول نے انکار کر دیا۔ اور آنحضرت (ﷺ) سے فیصلہ کی درخواست کی۔ قاتل کے گروہ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ (ﷺ) صحیح اور حق فیصلہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے کچھ منافقین کو تجسس حال کے لئے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ کی رائے ہمارے موافق ہوگی تب تو آپ (ﷺ) کی عدالت میں مقدمہ خوشی سے رہنے دیں گے۔ ورنہ ہم منظور نہیں کریں گے۔ چنانچہ کچھ دو گلے اور دور رخے لوگ اس اسکیم کے ماتحت حاضر خدمت ہوئے۔ ایک واقعہ تو یہ تھا۔ اور جابر بن عبد اللہؓ سے ابو داؤد ابن ماجہ کی تخریج کے مطابق۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ فدک کے رہنے والے یہود میں سے ایک ناکتہد جوڑے نے زنا کیا۔ شریعت موسوی کی رو سے ان کو سنگسار کرنا چاہئے تھا۔ مگر غلط رواج اور دستور کے مطابق اس شرعی حد کی جگہ معمولی تعزیرات نے لے لی۔ چنانچہ خیبر و فدک کے رہنے

والے ان یہود نے مدینہ کے رہنے والے یہود قریظہ کے پاس خط بھیجا۔ اور بعض روایات کے مطابق خود مجرم کو بھی بھیجا اور آپ کی رائے معلوم کرنی چاہی۔ جس کی شکایت ان آیات میں کی جا رہی ہے۔ اور چونکہ ان حرکتوں سے آپ (ﷺ) کو نہایت کوفت ہوئی تھی اس لئے آیات کے شروع میں آپ (ﷺ) کی دلہی کی گئی ہے۔

اور مسلم کی تخریج کے مطابق ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زانی پر یہود نے اپنی پرانی تعزیر جاری بھی کر دی تھی۔ لیکن آپ (ﷺ) کو اطلاع ہوئی تو مناظرہ اور اتمام حجت کے بعد آپ (ﷺ) نے اس پر رجم کی حد جاری کرائی۔ ممکن ہے کہ یہ پہلا ہی قصہ ہو جس کو اول یہود نے خود ہی ختم کرنا چاہا ہو اور بعد میں آپ (ﷺ) کی مداخلت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو۔

نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) نے خود ان کو بلایا اور بعض میں بنفس نفیس ان کے مدرسہ میں آپ (ﷺ) کا تشریف لے جانا مذکور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔ پہلے آپ (ﷺ) نے بلایا ہو لیکن شاید سب نہ آئے ہوں یا اتمام حجت کی خاطر خود آپ (ﷺ) ان کے مرکز علم میں پہنچے ہوں۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ سارا مجمع بھی تنہا آپ (ﷺ) کے مقابلہ میں عہدہ بر آ نہیں ہو سکا اور ممکن ہے اس مقدمہ کے لانے کا باعث عام طور سے اسلامی احکام کا کافی نفسہ شریعت موسوی کی نسبت سہل ہونا ہو۔ اور یہ توقع ہوئی ہو کہ ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا کہ رجم سے بچ جائیں گے۔ اور ایک اچھی خاصی آڑ بھی ہاتھ آ جائے گی۔ ماننے والے مسلمانوں کے سامنے تو اس حیثیت سے کہ یہ ایک نبی (ﷺ) کا فیصلہ ہے اور نہ ماننے والے غیر مسلموں کے سامنے اس لحاظ سے کہ یہ ایک سلطان وقت کا فیصلہ ہے۔ بہر حال نبی ہونے کے ساتھ آپ (ﷺ) تاجدار مدینہ بھی تھے۔

﴿تشریح﴾:..... حنیفہ کے نزدیک حد زنا کافر پر جاری نہیں ہوتی:..... اس واقعہ میں اگرچہ اس یہودی کافر کو رجم کیا گیا ہے حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ زنا کی وجہ سے کافر کو رجم کرنے کی سزا منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ بالا جماع رجم کے لئے احسان شرط ہے حدیث میں ارشاد ہے من اشرك بالله فليس بمحصن (اسحاق بن راہویہ عن ابن عمرؓ) یعنی مشرک محسن نہیں ہوتا پس اول تو نصوص کی رو سے یہود بھی من اشرك میں داخل ہیں۔ دوسرے اگر نہ بھی داخل ہوں تب بھی مشرک غیر مشرک تمام کفر کے لئے حکم کا ایک ہونا اجماع مرکب سے ثابت ہے اب خواہ وہ رجم کا حکم ہو یا عدم رجم کا۔ ایسی صورت میں مشرک غیر مشرک میں تفریق کرنا قول بالموجب کہلائے گا۔ اس لئے احسان کے لئے اسلام کا شرط ہونا ثابت ہو گیا۔ البتہ اس موقع پر حنیفہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے رجم کا حکم کافر ہونے کی بنیاد پر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ فیصلہ خود ان کی شریعت کی رو سے تھا۔ آپ (ﷺ) نے ایک غلط رواج کو ہٹا کر اصل حکم پر عمل کرایا۔ یا اس وقت آپ (ﷺ) اسی طرح فیصلہ کرنے کے مامور ہوں یا واقعہ کی خصوصیت پیش نظر ہو۔ آخر بہت سے احکام میں خصوصیت واقعہ کا لحاظ کیا ہی گیا ہے۔

یہود کے عوام اور خواص کی خرابیاں:..... ان آیات میں یہود کے اصل دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔ غلط باتیں بتلانا اور غلط باتیں سن کر خوش ہونا۔ باقی اوصاف ان دو کے توابع ہیں عوام میں چونکہ علت کی جستجو نہیں ہوتی اس لئے غلط مسئے سن کر خوش ہو جاتے تھے۔ لیکن خواص علماء جن کی طبیعت علت کی جویاں اور سرشت حق کی متلاشی ہوا کرتی ہے ان کی جانب سے احکام میں غلط بیانی یا کتمان حق یقیناً باعث صد استعجاب ہونا چاہئے لیکن فی الحقیقت اس خرابی کی اصل جڑ مالی حرص و طمع ہے جس کی لت اور عادت انہیں حرام کمائی اور نہ رانے وصول کرنے سے پڑ چکی تھی۔

بقول قاضی بیضاویؒ امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دو کافر حربی شریعت کے فیصلہ پر راضی ہوں تو اسلامی حکام پر اس مقدمہ

کی سماعت اور اس کا فیصلہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک یا دونوں فریق مسلمان یا ذمی ہوں تو پھر بالاجماع فیصلہ کرنا واجب ہوگا۔ چنانچہ ابن حزم کی ماسخ و منسوخ کے لحاظ سے یہ آیت تخییر آئندہ رکوع کی آیت ان احکم بینہم الخ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ پس اگر ان یہود کو اس وقت کی اسلامی حکومت کے لحاظ سے جس کے آنحضرت (ﷺ) سب سے بڑے اور اول سربراہ تھے۔ ذمی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بالاجماع سب کے نزدیک اس تخییر کو منسوخ کہا جائے گا۔

نکات آیت: اور لفظ فا سے اس تخییر کو مرتب فرمانا اس لئے ہے کہ یہود کے مذکورہ اوصاف سے معصوم ہوا کہ واقع میں ان کو فیصلہ کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ صرف آپ (ﷺ) کا عندیہ اور نظریہ معلوم کرنے کے لئے آئے تھے اسی حالت میں غالباً اہل معاملہ آپ (ﷺ) کے فیصلہ پر عمل پیرا نہ ہوئے ہوں گے جس سے فیصلہ کنندہ کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ پس حاصل یہ نکلا کہ آپ (ﷺ) ان حالات میں فضول کوفت کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ (ﷺ) کا جی چاہے فیصلہ کیجئے، جی نہ چاہے نہ کیجئے۔ لیکن پھر آگے چل کر جب اسلام کا پوری طرح تسلط ہو گیا فیصلہ کے نفاذ کی قدرت اور طاقت حاصل ہو گئی اس لئے تخییر کی علت مرفوع ہو جانے کی وجہ سے خود تخییر بھی مرفوع ہو گئی۔ اور دونوں کو فیصلہ کرنا لازمی ہو گیا۔

کیف کے استعجاب سے اس پر استدلال کرنا ہے کہ اپنے پاس حق کے ہوتے ہوئے فیصلہ کے لئے ایسے شخص کے پاس آنا جس کو خود نہیں مانتے اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ یہ آنا بے مطلب اور خالی از علت نہیں ہے۔ تلاش حق اگر مقصود ہوتی تو وہ خود اپنے پاس موجود ہے پھر اس کو چھوڑ کر آنا محض تسہیل نفس کی خاطر ہے۔ چنانچہ اگر یہاں مطلب پورا نہ ہوا تو کھلا ہوا قرینہ ہے کہ پھر یہ لوگ آپ (ﷺ) کے فتوے پر عمل درآمد نہیں کریں گے۔

فیہا حکم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ خود ان کو بھی رجم کو اللہ کا حکم ماننے کا دعویٰ ہے پس اب تورات کے غیر محرف ہونے کا شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ گفتگو خود ان کے مرسوم اور مسلمہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک تورات کے یہ خاص احکام محفوظ ہوں۔

لطا کف آیات: آیت یا ایہا الرسول الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو حق سے اعراض کرنے والوں کی بد حال سے زیادہ دل گیر نہیں ہونا چاہئے۔ آیت یحرفون الکلم الخ سے معلوم ہوا کہ تفسیر بالرائے اور قرآن وحدیث کی نفسانی تاویلات فاسد اور مذموم ہیں۔ لیکن محقق صوفیاء کی تاویلات اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ تو ظاہر نصوص تسلیم کرتے ہوئے پھر نکات اور اشارات نکالتے ہیں۔ آیت یقولون الخ سے اس شخص کی مذمت معلوم ہوئی جو محض اپنی مطلب برآری کو علمائے حق کی طرف رجوع کرے۔ جستجوئے حق پیش نظر نہ ہو۔ بلکہ ان کو اپنے لئے آربنا ہو۔

آیت ومن یرد اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ فضل اور توفیق الہی کے بغیر شیخ کی شفقت وتوجہ سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ آیت سمنعون الخ میں مبالغے کے صیغوں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے سرسری خطاؤں پر گرفت نہیں فرمائی۔ جس سے عادت کوئی خالی نہیں ہوتا بلکہ اصرار و اکتار پر مذمت فرما رہے ہیں جو دلیل رحمت ہے۔ مشائخ اہل تربیت کی شان بھی یہی ہوتی ہے کہ جرات اور استخفاف کا خطرہ نہ ہو تو معمولی لغزشوں کو نظر انداز اور خفیف چیزوں سے تسامح کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى مِّنَ الضَّلَالَةِ وَنُورٌ بَيِّنٌ لِّلْاَحْكَامِ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ مِنْ بَنِي اِسْرَءٰلَ
الَّذِيْنَ اسْلَمُوا اَقْبَادُوا اللّٰهَ لِلَّذِيْنَ هَادُوا وَالرَّبِّيُّونَ الْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ وَالْاَحْبَارُ لَفَقَهَاءُ بِمَا اٰتٰى سِسْ
اَدٰى اسْتَحْفَظُوا اسْتَوْدَعُوْهُ اَيَّ اسْتَحْفَظْتُمْ اللّٰهَ اِيَّاهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اَنْ يُبَدِّلُوْهُ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ
اَنَّهُ حَقٌّ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ اِيْهَا الْبُهُوْدُ فِى اِظْهَارِ مَا عِنْدَكُمْ مِنْ نِّعَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَرْحَمٍ وَغَيْرِهِمَا وَارْخَشُوْنَ فِى كِتْمَانِهِ وَلَا تَشْتَرُوْا تَسْتَبَدُّوْا بِاَيْتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا مِّنَ الدُّنْيَا تَاْخُذُوْهُ
عَلٰى كِتْمَانِهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَكُتِبْنَا فَرَصًا عَلَيْهِمْ
فِيْهَا اَيَّ سُوْرَةٍ اَنْ النَّفْسَ تُقْتَلَ بِالنَّفْسِ اِذَا قَاتَلَتْهَا وَالْعَيْنُ نَفَقًا بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفُ تُجْدَعُ بِالْاَنْفِ
وَالْاُذُنُ تُقَطَّعُ بِالْاُذُنِ وَالسِّنُّ تُقْلَعُ بِالسِّنِّ وَفِى قِرَآءَةِ بِالرَّفْعِ فِى الْاَرْبَعَةِ وَالْجُرُوحُ بِالْوَخِ
قِصَاصٌ اَيَّ يَقْتَضِ فِيْهَا اِذَا اَمَكَنَ كَالْيَدِ وَالرَّجُلِ وَالذَّكْرِ وَنَجْوٍ ذٰلِكَ وَمَا لَا يُمَكِّرُ فِيْهِ الْحُكُوْمَةُ وَهٰذَا
سُحْكُهُ وَاِنْ كُتِبَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ مُقَرَّرٌ فِى شَرْعِنَا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ اَيَّ بِالْقِصَاصِ بِاَنْ مَكَّرَ مِنْ نَفْسِهِ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَهُ لِمَا اَتَاهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِى الْقِصَاصِ وَغَيْرِهِ فَاولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ﴿٥١﴾
وَقَفَّيْنَا اَنْتَعَنَا عَلَى اَثَارِهِمْ اَيَّ النَّبِيِّنَ بَعِیْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَسَمَهُ مِنَ التَّوْرَةِ وَاتَيْنَهُ
الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى مِّنَ الضَّلَالَةِ وَنُورٌ بَيِّنٌ لِّلْاَحْكَامِ وَمُصَدِّقًا حَالٍ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ بِمَا فِيْهَا
مِنَ الْاَحْكَامِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَقُلْنَا وَلِيَحْكُمَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مِنْ
الْاَحْكَامِ وَفِى قِرَآءَةِ بِنَصْبِ يَحْكُمُ وَكَسْرٍ لَامِهِ عَطْفًا عَلَى مَحْمُولٍ اَتَيْنَاهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقًا بِاَنْزَلْنَا مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ قَسَمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا شَهِدًا عَلَيْهِ وَالْكِتَابُ بِمَعْنٰى الْكِتَابِ فَاحْكُمُ بَيْنَهُمْ بَيْنَ اَهْلِ
الْكِتَابِ اِذَا تَرَاَفَعُوْا اِلَيْكَ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَادِلًا عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ
جَعَلْنَا مِنْكُمْ اِيْهَا الْاُمَّمُ شَرْعَةً شَرِیْعَةً وَمِنْهَا جَا طَرِیْقًا وَاضِحًا فِى الدِّیْنِ تَمْشُوْنَ عَلَيْهِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ
لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً عَلَى شَرِیْعَةٍ وَّاحِدَةٍ وَلٰكِنْ فَرَقَكُمْ فِرَقًا لِّیَلُوْكُمْ لِيَخْتَبِرَكُمْ فِى مَا اَتَاكُمْ مِنْ
اَشْرَآئِعِ الْمُخْتَلَفَةِ لِيَنْظُرَ الْمُطِیْعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِیَ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ سَارِعُوا اِلَيْهَا اِلَى اللّٰهِ مَرُّ جَعَلَكُمْ
جَمِیْعًا بِاَبْعَثَ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ اَمْرِ الدِّیْنِ وَیَحْزِیْ كُلًّا مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ وَاَنْ
اَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرُهُمْ لِ اَنْ لَا يُفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ

اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا عَنْ الْحُكْمِ الْمُنْزَلِ وَأَرَادُوا غَيْرَهُ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِالْعُقُوبَةِ
فِي الدُّنْيَا بِنَعْصِ ذُنُوبِهِمْ أَلَمْ يَأْتُواهَا وَمِنْهَا التَّوَلَّيْ وَيُحَازِيَهُمْ عَلَى جَمِيعِهَا فِي الْأُخْرَى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ
النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ أَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ بِالنِّسَاءِ وَالنِّسَاءِ يَطْلُبُونَ مِنَ الْمُذَاهِبَةِ وَالْمِيلِ إِذَا
تَوَلَّوْا اسْتَفْهَامُ انْكَارٍ وَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ عِنْدَ قَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾ بِهِ خُصُّوا
بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمُ الَّذِينَ يَتَذَكَّرُونَ

ترجمہ: ... بلاشبہ ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت (گمراہی سے ہٹانا) اور (بیان احکام کی) روشنی ہے۔ اسی کے مطابق حکم دیتے رہے انبیاء (بنی اسرائیل) جو اللہ کے فرمانبردار (اطاعت شعار) تھے یہودیوں کو۔ نیز (ان میں سے علماء) ربانی اور اہل علم (فقہاء) بھی اس پر کاربند رہے۔ کیونکہ (یعنی اس لئے کہ) وہ محافظ ٹھہرائے گئے تھے۔ (ان سے حفاظت طلب کی گئی تھی۔ یعنی اللہ نے ان کو اس کی نگہداشت کا حکم دیا تھا) کتاب اللہ کے (کہ لوگ اس میں رد و بدل نہ کر دیں) اور وہ لوگ اس کے اقرار کی بھی ہو گئے تھے۔ (کہ یہ برحق ہے) پس لوگوں سے نہ ڈرو (اے گروہ یہود! تمہارے پاس جو محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اور احکام رجم وغیرہ کا جو ذخیرہ ہے اس کے اظہار میں ہچکچاؤ مت) اور مجھ سے ڈرو (ان کے چھپانے کے متعلق) اور فروخت (تبادلہ) مت کرو میری آیات کو ستے داموں (دنیا کی جو کچھ منفعت تم اس کے چھپانے پر وصول کرتے ہو) جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دیتا تو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔ اور ہم نے یہود کے لئے (تورات میں) یہ حکم لکھ دیا (فرض کر دیا) تھا کہ جان کے بدلے جان (قتل کی جائے گی جب کہ دوسری جان نے پہلے جان کر قتل کیا ہو) اور آنکھ (پھوڑی جائے گی) آنکھ کے بدلے میں۔ اور ناک (کاٹی جائے گی) ناک کے بدلے میں۔ اور کان (کاٹا جائے گا) کان کے بدلے۔ اور دانت (توڑا جائے گا) دانت کے بدلے میں (اور ایک قرأت میں چاروں لفظ رفع کے ساتھ پڑھے گئے ہیں) اور زخموں کے بدلے (یہ لفظ بھی رفع نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ویسے ہی زخم (یعنی جن زخموں میں برابری ممکن ہوگی تو ان میں قصاص لیا جائے گا۔ مثلاً: ہاتھ، پیچ، پیشاب گاہ وغیرہ۔ لیکن جن اعضاء میں مماثلت نہ ہو سکے تو ان میں عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ حکم اگرچہ یہود پر فرض کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں بھی یہی حکم برقرار رہا) پھر جو کئی تصدیق کر دے اپنی جان (قصاص میں قاتل خود کو پیش کر دے) تو یہ اس کے (کئے ہوئے گناہ کے) لئے غارہ ہو جائے گا۔ اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دے گا۔ (قصاص وغیرہ میں) تو ایسے ہی لوگ ستم ڈھانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان ہی (انبیاء) کے نقش قدم پر (پیروں میں) ہم نے عیسیٰ بن مریم کو چلا۔ جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل دی جس میں (گمراہی سے) ہدایت اور (بیان احکام کی) روشنی تھی۔ درآئیکہ وہ تصدیق کرنے والی تھی (یہ حال ہے) اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کی (اس کے احکام کی) وہ سرتاسر ہدایت اور نصیحت تھی اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے اور (ہم نے حکم دیا تھا کہ) اہل انجیل کو چاہئے کہ اللہ نے جو کچھ اس میں احکام نازل فرمائے ہیں اسی کے مطابق حکم دیا کریں اور ایک قراءت میں لفظ بحکم نصب اور کسرہ لام کے ساتھ ہے اور آئینہ کے معمول پر معطوف ہے) اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہیں دے گا تو ایسے ہی لوگ پوری طرح فاسق ہوتے ہیں۔ اور ہم نے آپ کی جانب (اے محمد ﷺ) کتاب (قرآن) بھیجی ہے سچائی کے ساتھ (یہ انزال کے متعلق ہے) جو کتابیں پہلے سے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہوئی اور

نگہبان (بھورگوہ) ہے (کتاب بمعنی کتب ہے) سو چاہئے کہ فیصلہ فرمایا کیجئے ان لوگوں کے درمیان (اہل کتب کے مابین بشرط یہ کہ وہ اپنا مقدمہ آپ (ﷺ) کی عدالت میں لائیں) اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق (جو آپ (ﷺ) پر نازل ہوا) اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کیجئے جو سچائی آپ کے پاس آچکی ہے (اسے چھوڑ کر) تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے (اے امتوا) ایک خاص شرع (شریعت) اور خاص منہاج (واضح طریقہ دین میں کہ جس پر تم چل سکو) تجویز کر دی ہے اگر اللہ میان کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتے (ایک شریعت پر) لیکن (اس نے تمہیں الگ الگ جماعتیں بنا دیا) تاکہ تمہاری آزمائش کریں جو کچھ تم کو عطا فرمایا گیا ہے (مختلف شریعتیں) جن سے فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز ہو سکے (پس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرو) (دوڑو) تم سب کو بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے (قیامت کے روز) پھر وہ تم سب کو جٹا دیں گے کہ کن باتوں میں باہم تم اختلاف کرتے رہے تھے (معاملات دین میں اور تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ ملے گا) اور نیز ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ تم پر نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کیجئے۔ اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیا کیجئے۔ نیز ان سے ہشیار رہو۔ نہیں ایسا (نہ) ہو کہ وہ آپ (ﷺ) کو بچلا دیں (ڈنگا دیں) اللہ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے۔ پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں (بھیجے ہوئے حکم سے اور ان کی بجائے دوسرا ارادہ ہو) تو یقین کر لو کہ اللہ کو یہی منظور ہے کہ ان پر مصیبت پڑے (دنیا میں سزا ملے) ان کے بعض کرتوت کی وجہ سے (جس کے وہ مرتکب ہوئے منجملہ ان کے روگردانی بھی ہے۔ اور آخرت میں تو خیر سب پر سزا ملے گی) اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ پھر کیا عہد جاہلیت کا سا حکم چاہتے ہیں (یا اور تا کے ساتھ ہے۔ روگردانی کر کے مہانت اور میلان چاہتے ہیں۔ استفہام انکاری ہے) اور اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے (کوئی نہیں ہو سکتا) ان لوگوں کے لئے (لقوم بمعنی عند قوم) جو یقین رکھنے والے ہیں (اس پر۔ ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ اللہ کے حکم میں تدبر کرنے والے ہیں۔)

تحقیق و ترکیب: السورۃ اس لفظ کی تعریب کرنے کے بعد اس کے ساتھ تانیث کا معاملہ کیا گیا ہے ہومات اور دوات وغیرہ الفاظ کے ہموزن ہونے کی وجہ سے۔ ہدی و نور۔ اول سے مراد توحید اور ثانی سے مراد عام احکام ہے اس لئے عطف میں مغایرت ہوگئی اور لفظ نور بطور استعارہ تشبیہ استعمال کیا گیا ہے۔

للدین لفظ انزل یا بحکم سے متعلق ہے اور لام اجلیہ ہے اس لئے اب یہ شب نہیں ہو سکتا کہ یہ احکام یہود کے لئے جس طرح مفید ہیں مضرب بھی ہیں۔ والربانی۔ النبیون اور الربانیون دونوں معطوف معطوف علیہ کے درمیان الذی اسلموا کالاناس لئے ہے کہ اصل انبیاء ہیں اور مشائخ و علماء تو ان کے نائب ہیں۔ ربانی منسوب الی الرب۔ الفنون مبالغہ کے لئے ہے مراد اہل اللہ اور مشائخ تربیت ہیں کہ لوگوں کو اول چھوٹے علوم کا دودھ پلاتے ہیں اور پھر حسب حال بڑے علوم کی غذا دیتے ہیں۔

ہم الکفرون۔ مقصود یہود کی تہدید ہے جو احکام میں تحریف کرتے رہتے تھے۔ عکرمہ کی رائے ہے کہ من لم یحکم سے وہ لوگ ہیں جو زبان اور دل دونوں سے احکام الہی کے منکر ہوں لیکن جو لوگ منفرد ہوں البتہ عملاً تارک ہوں وہ آیت صداق نہیں ہونگے بلکہ وہ فاسق کہلائیں گے۔ صحاک اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں آیات صرف یہود کے لئے ہیں۔ کہ مخاطب اس امت کے بدکار لوگ نہیں ہیں۔ لیکن تفسیر ابوسعود میں ہے کہ اس آیت سے مراد صرف یہود مخاطب نہیں بلکہ عام ہیں البتہ یہود مخاطب اول ہوں گے۔ اور قاضی بیضاوی مستہزئین اور متمردين کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور خازن کے نزدیک یہ آیات علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں۔ ایک جماعت کفر یہود کے ساتھ خاص کہتی ہیں۔ چنانچہ ابن عباس بنو قریظہ اور بنو نظیر کے بارے میں فرماتے ہیں لیکن ابن مسعود، حسن بخعی سب کے

لئے عام مانتے ہیں۔ بہر حال مسئلہ تکفیر میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بالخصوص امام اعظمؒ کے مذاق پر کہ ننانوے ۹۹ احتمال بھی کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا باقی ہو تب بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ وفی قراءۃ یعنی قراء سبعیہ میں ان چاروں الفاظ پر رفع بھی پڑھا گیا ہے پس کتبنا کو بمعنی قلنا لے کر سب جملوں کا عطف ان النفس پر کر دیا جائے گا۔

قصاص یہ خبر ہے بتقدیر مضاف ای ذات قصاص۔ جروح سے مراد اطراف کے زخم ہیں۔ مالا یمکن جن زخموں میں مماثلت ممکن نہ ہو تو ان میں حکومت عدل ہوگی جو دیت نفس کا جز ہوتی ہے۔ مثلاً: کسی چیز کی قیمت اگر دس روپے ہو اور زخم ہو جانے کے بعد نو روپے رہ جائے تو ایک روپیہ حکومت عدل کہلایا جو دیت نفس یعنی کل قیمت دس روپیہ کا دسواں حصہ ہو۔

فمن تصدق مفسر علامؒ نے اس سے مراد جانی کا اپنے آپ کو حوالہ کرنا لیا ہے۔ لیکن دوسرے حضرات اس کو معافی پر محمول کر رہے ہیں اور ترغیباً اس کو تصدق سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ پس اس صورت میں اس کا تعلق مجنی علیہ سے ہو جائے گا۔ پہلی حدیث میں گویا قصاص ہی جانی کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ دوبارہ آخرت میں سزا جاری نہیں ہوگی۔ اور دوسری صورت میں جانی صاحب حق کے عام گناہوں کا کفارہ بنے گا۔ ہم الظلمون یعنی جن لوگوں نے قصاص کے حکم سے اعراض کیا انہوں نے برابری پر نا برابری کو ترجیح دی۔ یہی تعدی ظلم ہوا۔ قفینا متضمن ہے معنی جتنا۔ اس لئے شبہ نہیں ہو سکتا کہ قفینا متعدی بدو مفعول ہونا چاہئے۔ ای قفینا ہم عیسیٰ فیہ ہدی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انجیل محض مواظظ پر مشتمل نہیں تھی۔ اور نہ حضرت عیسیٰ صرف احکام تورات کے مقصد تھے۔ بلکہ تورات کی طرح اس میں بھی احکام تھے۔

مصدقاً یہ محل فیہ پر معطوف ہے اور منصوب علی الحال ہے۔ ولیحکم اس سے پہلے وقلنا مقدر مان کر قفینا پر عطف کر دیا ہے اور ایک قراءت میں لام کے بعد تقدیر ان یہ لفظ منصوب ہے اور خود لام کے بعد مکسور ہوگا معمول اتینا یعنی ہدی پر عطف ہو جائے گا اور مفعول نہ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں منصوب ہوں گے اور عطف درست ہو جائے گا۔ ای اتیناہ الا نجیل للہدی والموعظۃ وحکمہم بہ۔ الفاسقین۔ فسق کے معنی خروج عن الاطاعت کے ہیں یہ کلی مشکلک ہے جس کے درجات مختلف گنہگار مومن سے لے کر کافر، منافق تک یہ لفظ بولا جاسکتا ہے۔ فاحکم اس سے بعض حضرات یہ سمجھے ہیں کہ شرائع سابقہ ہمارے لئے لازم نہیں ہیں کیونکہ تورات و انجیل کے ذکر پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کے نزول کو بیان کر کے اس کے مطابق منصفانہ فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عادلاً۔ تقدیر حال اس لئے کیا گیا کہ لا تتبع کا تعدیہ عن کے ذریعہ سے ہو سکے۔

رابطہ: ... گذشتہ آیات میں اہل کتاب کی مذمت تھی۔ اس پورے رکوع میں تورات و انجیل سے متعلق احکام نقل کر کے دو بات بتلائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ احکام الہی ہر زمانہ میں معمول بہا رہے ہیں۔ آنحضرت (ﷺ) یا قرآن کا دعویٰ کوئی انوکھا دعویٰ نہیں ہے بلکہ تورات و انجیل پر عمل کرنے سے تو اور زیادہ قرآن کے عمل پر آمادگی ہونی چاہئے تھی اور دوسرے یہ بتلانا ہے کہ اہل کتاب کے بد عملی کوئی نئی بات نہیں یہ تو ان کی پرانی جبلت اور عادت ہے اور بالتخصیص احکام قصاص کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ پہلے سے یہی بیان چلا آ رہا ہے گویا آیت کتبنا علیہم الخ میں تیرھواں حکم بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: آیت و من لم یحکم الخ اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہود نے تورات کے اصلی حکم کو چھوڑ کر یہ غلط رواج قائم کر لیا کہ شریف آدمی رذیل کے بدلے میں اور مرد عورت کے بدلے میں قتل نہیں کئے جائیں گے۔ چنانچہ بنو نضیر اگر بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل کر دیتے تو نصف خون بہا دیتے۔ اور اپنا کوئی آدمی قتل ہو جاتا تو ان سے پور خون بہا لیتے۔ حالانکہ تورات میں اس

تاریخ اور انصافی کا حکم نہیں تھا۔ اسی طرح وانزلنا الیك الكتاب الخ میں بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ محمد بن اسحاق ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت اقدس میں کچھ علماء اور رؤساء نے یہود حاضر جو کرعش کرنے لگے کہ ہماری قوم کے ساتھ ہمارا کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے موافق فیصلہ فرمادیں تو ہم آپ کا اتباع کر لیں گے اور پھر ہماری سب تبعین عوام بھی ہماری تقلید میں آپ کا اتباع اور پیروی کریں گے لیکن آپ نے صاف انکار فرمادیا۔ اسی کی تصویب کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾: کچھلی آسمانی کتابوں میں تحریف لفظی و معنوی ہوئی لیکن قرآن میں تحریف لفظی

نہیں ہو سکی: تورات و انجیل کی حفاظت کا بار چونکہ خود علماء اہل کتاب پر ڈال دیا گیا تھا جیسا کہ آیت بما استحضروا سے معلوم ہو رہا ہے اس لئے وہ ضائع اور محرف ہو گئیں۔ لیکن قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ بذات خود حق تعالیٰ نے لیا ہے ارشاد ہے ”اسا بحسن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون“ اس لئے انشاء اللہ قیامت تک اس کے کسی ایک نقطہ اور شوشہ میں فرق نہیں آئے گا۔

ترک شریعت گناہ ہے یا کفر: آیت ومن لم یحکم الخ سے بعض حضرات کو اشکال ہوا ہے کہ ترک عمل سے تو اہل سنت کے نزدیک قاسق ہونا چاہئے نہ کہ کفر؟ لیکن سہل تو جیہ ہے کہ شریعت کے ترک ہونے کا انکار امر چہ زبانی ہو وہ بھی کفر ہے۔ اور دانستہ اسیا کیا جائے جیسا کہ شیوہ یہود رہا ہے تب تو بدرجہ اولیٰ کفر ہو گا۔ اگلی آیات میں ظالموں اور فاسقوں کی توجیہ تو با تکلف ہے کیونکہ ان میں کفر کی تصریح نہیں ہے البتہ اگر ان سے مراد بھی کفر ہو تو مذکورہ توجیہ وہاں بھی کر لی جائے گی۔

کچھلی شریعت کے احکام حجت ہیں یا نہیں؟: آیت ان النفس الخ مشتمل ہے دو قسم کے احکام پر (۱) قصاص نفس اور (۲) جانی قصاص سے کم درجہ زخم وغیرہ کے قصاص پر۔ اور اصولی ضابطہ کلی کی رو سے، سابقہ مذہب کے یہ دونوں قسم کے احکام ہمارے لئے بھی حجت ہوں گے۔ بشرط یہ کہ انکو نقل کر کے تائید یا سکوت اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ یہاں ہوا ہے لیکن اگر مذہبی احکام قتل کر کے ان پر تکبر کی جائے تو پھر وہ احکام مسلمانوں کے لئے حجت نہیں رہتے۔

قصاص میں فقہی اختلاف: جہاں تک قصاص جانی کا تعلق ہے امام صاحبؒ کے نزدیک یہ آیت ان النفس الخ سورۃ بقرہ کی سابقہ آیت الحرب بالحر الخ کے لئے ناخ ہے اس لئے غلام کے بدلے میں آزاد اور عورت کے بدلے میں مرد کو قصاصاً قتل جائز ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ کے یا بقول بعض مفسرین کہ بنو نضیر خود کو بنو قریظہ سے برتر سمجھتے تھے اس لئے اپنے ایک مقتول کے بدلے میں ان کے دو آدمیوں کو قصاصاً قتل کرتے۔

آیت ان النفس الخ میں اس نا انصافی کا سد باب کیا جا رہا ہے۔ لیکن بنو نضیر اپنے غلام کے بدلے میں بنو قریظہ کے آزاد کو۔ اور اپنی عورت کے بدلے میں ان کے مرد کو قتل کرتے اس کو آیت الحرب الخ میں اولاد روکا گیا اور پھر اس کو بھی منسوخ کر کے ان النفس الخ سے بالکلیہ مساوات اور برابری کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک پیچیدہ اشکال: لیکن اس تقریر پر یہ اشکال رہے گا کہ آیت الحرب بالحر الخ سے عبارت انصاف کے طور پر تو معلوم ہوا کہ غلام کو اگر آزاد نے اور عورت کو کسی مرد نے قتل کر دیا ہو تو قصاصاً آزاد کو اور مرد کو قتل نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ آیت بقہ میں

صرف آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور عورت کو عورت کے بدلے میں قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن آیت ذیل ان النفس الخ کی عبارت النص ایک آدمی کے بدلے میں دو آدمیوں کے قتل نہ کرنے پر دلالت کر رہی ہے تاہم اشارۃ النص کے طریقہ پر اس سے غلام کے بدلے میں آزاد کے۔ اور عورت کے بدلہ میں مرد کے قتل کا جواز نکلتا ہے۔ پس اس سے لازم آیا کہ اس آیت ان النفس الخ کی اشارہ النص ناخ بن گئی۔ آیت الحر بالحر الخ کی عبارت النص کے لئے۔ حالانکہ جمہور فقہائے نزدیک عبارت النص بمقابلہ اشارہ النص رائج ہوتی ہے۔

دوسرا اشکال... علی ہذا صاحب کشف ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت کو اگر کوئی مرد قتل کر دیتا تو اس کے بدلہ میں مرد کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے آیت ان النفس الخ نازل ہوئی جس کی عبارت النص سے صرف عورت کے بدلے میں مرد کے قتل کا جواز معلوم ہوا اس لئے یہ آیت ان النفس لفظ الانثی بالانثی کے لئے تو ناخ بن سکتی ہے مگر الحر بالحر والعبد بالعبد الخ کے لئے ناخ نہیں ہوگی؟

جوابی تقریر: جواب یہ ہے کہ اگر تاریخ مجہول ہو تو پھر بلاشبہ عبارت النص اشارۃ النص کے مقابلہ میں رائج ہوتی ہے لیکن اگر تاریخ کی تقدیم و تاخیر معلوم ہو جائے تو پھر اشارۃ النص کے رائج ہونے میں کوئی حرج نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ مطلقاً عبارت النص رائج نہیں ہوا کرتی بلکہ اس تفصیل کے ساتھ ناخ ہو سکتی ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دعویٰ تفسیر کے بغیر بھی آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ صاحب مدارک نے ابن عباس کے مذکورہ بالا جملہ کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت ان النفس الخ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ ذمی کے بدلے میں مسلمان اور عورت کے بدلے میں مرد اور غلام کے بدلے میں آزاد قتل کیا جائے۔ غرض کہ منشاء آیت یہ ہے کہ صغیر و کبیر، شریف و ذلیل بادشاہ اور رعیت سب برابر اور یکساں طور پر جان و مال کی امان کے مستحق ہیں۔ اس میں کالے گورے کی یا تسلی اور جغرافیائی تفریق گوارا نہیں کی جائے گی۔ البتہ خود اپنی اولاد کے بدلے میں والدین کو اور اپنے غلام کے بدلے میں آقا کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔ نیز خون ناحق پر قصاص آنے کا وہ بھی بشرط یہ کہ عہد ہو۔ لیکن اگر شرعی حکم کے ماتحت قتل ہو تو وہ قتل ناحق نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح اگر قتل خطا، و تب بھی قصاص نہیں آئے گا۔ بلکہ دیت لازم ہوگی۔

جانی قصاص کے بعد عضوی قصاص:..... مادون النفس یعنی غیر جانی قصاص کی تفصیل یہ ہے کہ اس باب میں صرف ایک ہی کلیہ ہے جس پر ہزاروں تفریعات ہو سکتی یعنی جن اعضاء یا زخموں میں مماثلت اور حفاظت ممکن ہے وہاں قصاص آئے گا۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی کی آنکھ پر چوٹ مار کر بینائی سلب کر دی تو اس کا قصاص جیسا کہ صحت کی ایک جماعت سے ماثور ہے اس طرح لیا جائے گا کہ آئینہ گرم کر کے اور روئی تر کر کے جانی کے چہرے پر اسے رکھ کر گرم آئینہ کو اس کی آنکھ کے با مقابل کر دیا جائے تو بینائی سلب ہو جائے گی۔ اسی طرح ٹانگ کے اوپر کا جتنا حصہ کاٹا ہوا تھا ہی کاٹ لیا جائے۔ کان جتنا کاٹا ہوا تھا ہی کاٹ دیا جائے۔ دانت اگر توڑا یا ٹھنڈا کر دیا ہو تو دوسرے کا دانت توڑا یا ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اگر جوڑ بند پر سے کاٹے ہوں تو قصاص میں جوڑ بند ہی سے کاٹے جاسکتے ہیں خواہ بڑے بیوں یا چھوٹے امام ابو یوسف کے نزدیک زبان اگر جڑ سے کاٹ لی ہو تو جڑ ہی سے کاٹی جاسکتی ہے۔ پھوٹی بڑی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ہونٹ یا عضو تاسل اگر جڑ سے کاٹ دیئے جائیں یا آلہ تاسل سپاری پر سے کاٹ دیا جائے تو مماثلت ممکن ہونے کی وجہ سے قصاص لیا جائے گا۔ پین زخمی کر دینے کے سلسلہ میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اتنا کاری

زخم ہو کہ بچنے کی امید نہ ہو تو قصاص لیا جائے گا۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں مماثلت ہو سکتی ہے۔

مماثلت کے بغیر عضوی قصاص نہیں بلکہ ارش واجب ہے:..... لیکن اگر آنکھ نکال لی۔ یا ناک کا ہنس تو زد یا زبان کا کچھ حصہ کاٹ لیا۔ یا دانت کے علاوہ اور کہیں کی ہڈی توڑ دی۔ یا ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ کاری زخم نہیں لگا تو ان سب صورتوں میں چونکہ مماثلت ممکن نہیں اس لئے قصاص نہیں آئے گا بلکہ حکومت عدل آئے گی۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ مرد و عورت، آزاد و غلام میں باہمی طور پر زخموں اور قطع اعضاء کی صورت میں قصاص نہیں آئے گا لیکن مسلمان اور کافر ذمی کے درمیان ان صورتوں میں بھی قصاص آئے گا۔ البتہ درمختار میں ہے کہ ناقص سے کامل کا قصاص لیا جائے گا۔

قصاص کی معافی:..... قتل کی صورت میں تو مقتول کے ولی کو۔ اور دوسری تمام صورتوں میں خود زخمی کو جرم معاف کرنے کا حق ہے۔ نیز اگر مقتول کے اولیاء کئی شخص ہوں اور ان میں سے کوئی ایک معاف کر دے تو قصاص معاف ہو جائے گا۔ البتہ اگر دوسرے اولیاء چاہیں گے تو دیت لے سکتے ہیں۔

آیت لكل جعلنا النخ کا حاصل یہ ہے کہ بالطبع چونکہ انسان کو نئے کام سے ایک گونہ وحشت ہوتی ہے جس سے بسا اوقات مخلفانہ اقدام کی نوبت بھی آ جاتی ہے ہاں عقل سلیم اور انصاف سے کام لے تو حقیقت واضح ہو کر اتباع حق کی توفیق بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ پس یہ ایک طرح کا امتحان عظیم ہوتا ہے جس میں خوش نصیب ہی پورے اترتے ہیں۔

نئی شریعت آنے سے لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے:..... اسی اصول سے ساری دنیا کے لئے اگر از اول تا آخر صرف ایک ہی شریعت ہوتی تو ابتداء میں تو نیا ہونے کی وجہ سے لوگوں کا امتحان ہو جاتا لیکن جب ایک ڈگر قائم ہو جاتا تو پھر بعد کے آنے والوں کے لئے خلاف طبع اور غیر مانوس نہ ہونے کی وجہ سے کوئی امتحان اور آزمائش نہ رہتی۔ لیکن اب اس صورت میں ہر امت کا امتحان ہو گیا۔

نیز انسان کو جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے روکا جاتا ہے تو انسانی سرشت کے لحاظ سے اسی کی طرف رغبت ہوتی ہے اس لحاظ سے بھی شریعت کے متعدد ہونے کی صورت میں آزمائش زیادہ ہے بہ نسبت ایک شریعت کے کیونکہ اول صورت میں منسوخ سے روکا جاتا ہے جس پر ایک زمانہ تک عمل درآمد ہو چکا ہے جو بالطبع شاق گذرتا ہے برخلاف دوسری صورت کے اس میں اگر چہ گنہوں سے منع کیا جاتا ہے لیکن ان کو پہلے ہی سے برا سمجھنے کی وجہ سے رکنے میں سہولت رہتی ہے۔ غرض کہ اس طرح دونوں قسم کے امتحانوں کا مجموعہ امت کے اسلاف و اخلاف کے لئے عام ہو گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... رہا یہ شبہ کہ اس آیت سے ہر امت کے طریقہ کا علیحدہ ہونا اور دوسری آیات مثلاً آیت شوری شرع لکم من الدین النخ سے سب کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ تعارض ہے جواب یہ ہے کہ دونوں حکم صحیح ہیں شراعی کا الگ الگ ہونا بلحاظ فروع و اعمال کے ہے اور سب کا ایک ہونا باعتبار اصول و عقائد کے ہے۔

لطائف آیات:..... آیت فمن تصدق النخ میں غنوی ترغیب ہے اور اہل اللہ کے اخلاق اسی کے مقتضی ہوتے ہیں آیت لكل جعلنا النخ میں مشائخ کے اس مقولہ کی اصل نکلتی ہے طرق الوصول الى الله بعدد الانفاس الخلائق۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ تَوَالُونَهُمْ وَتَوَادُّونَهُمْ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ
 لَا يَحَادُّهُمْ فِي الْكُفْرِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ مِنْ جُمْلَتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الظَّالِمِينَ ﴿۵۱﴾ بِمَوَالِيَتِهِمُ الْكُفَّارَ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ضَعُفَ إِعْتِقَادُ كَعْبِدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
 الْمُنَافِقِ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ فِي مَوَالِيَتِهِمْ يَقُولُونَ مُعْتَذِرِينَ عَنْهَا نَحْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ يَذُورُهَا
 الدَّهْرُ عَلَيْنَا مِنْ جَدَبٍ أَوْ غَلَبَةٍ وَلَا يَتَمُّ أَمْرُ مُحَمَّدٍ فَلَا يَمِيرُونَا قَالَ تَعَالَى فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ
 بِالنَّصْرِ لِسَيِّدِهِ بِإِطْهَارِ دِينِهِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ يَهْلِكَ سِرُّ الْمُنَافِقِينَ وَافْتِضَاحِهِمْ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسْرُوا
 فِي أَنْفُسِهِمْ مِنَ الشَّكِّ وَمَوَالِيَةُ الْكُفَّارِ نَذِيمِينَ ﴿۵۲﴾ وَ يَقُولُ بِالرَّفْعِ اسْتِغْنَاءًا بِوَادُونِهَا وَبِالنَّصَبِ
 عَطْفًا عَلَى يَأْتِي الَّذِينَ آمَنُوا لِبَعْضِهِمْ إِذَا هَتَكَ سِتْرَهُمْ تَعَجُّبًا أَهْلُ الْأَيْدِي الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ
 أَيْمَانِهِمْ عَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ فِي الَّذِينَ قَالَ تَعَالَى حَبِطَتْ بَطَلَتْ أَعْمَالُهُمُ الصَّالِحَةُ
 فَاصْبَحُوا فَصَارُوا خَسِرِينَ ﴿۵۳﴾ الدُّنْيَا بِالْفُضِيحَةِ وَالْآخِرَةُ بِالْعِقَابِ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ
 بِأَنفِكَ وَالْإِدْغَامِ يَرْجِعُ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ إِلَى الْكُفْرِ انْحَارَ بِمَا عَلِمَ تَعَالَى وَقُوعَهُ وَقَدْ إِرْتَدَّ جَمَاعَةٌ بَعْدَ
 مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَوْفَ نَأْتِي اللَّهَ بِدَلَالِهِمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمٌ هَذَا وَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَآدِ الْحَاكِمِ فِي صَحِيحِهِ أَذِلَّةٌ عَاطِفِينَ عَلَى
 الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ أَشِدَاءُ عَلَى الْكُفَرِيِّنَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَئِيمٍ فِيهِ كَمَا
 يَخَافُ الْمُنَافِقُونَ لَوْ الْكُفَّارِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مِنَ الْأَوْصَافِ فَضَّلَ اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
 وَاسِعٌ كَثِيرُ الْفَضْلِ عَلَيْهِ ﴿۵۴﴾ بِمَنْ هُوَ أَهْلُهُ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَوْمَنَا هَجَرُونَا إِنَّمَا
 وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۵﴾
 خَاشِعُونَ أَوْ يُصَلُّونَ صَلَاةَ التَّطَوُّعِ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْبُدْهُمْ وَنُصِرْهُمْ فَإِنَّ
 حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۵۶﴾ لِنُصْرِهِ إِيَّاهُمْ أَوْ قَعَهُ مَوْقَعٍ فَإِنَّهُمْ بَيِّنَاتٌ لَا تَهْمُ مِنْ حِزْبِهِ أَيْ أَتْبَاعِهِ

۵۶
۱۲

ترجمہ: مسلمانو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق و مددگار نہ بناؤ (کہ ان سے دوستی اور چٹکیں بڑھانے لگو۔) وہ ایک
 دوسرے کے دوست ہیں (کفر میں متفق ہونے کی بنا پر) اور تم میں جو شخص انہیں رفیق و مددگار بنائے گا تو وہ ان ہی میں سے سمجھا جائے گا (ا
 ن ہی میں داخل شمار ہوگا) اللہ اس گروہ پر راہ ہدایت نہیں کھولتے جو ظلم کرنے والا ہے (کفار سے دوستی کی پاداش میں) پھر تم دیکھو گے کہ
 جن لوگوں کے دلوں میں رُوب ہے (کمزوری اعتقاد جیسے عبد اللہ ابن ابی منافق ہے) وہ دوڑے جارہے ہیں ان لوگوں کی (دوستی کی)
 طرف یہ کہتے ہوئے (معذرت خواہ ہوتے ہوئے) کہ ہم ڈرتے ہیں کسی مصیبت کے پھیر میں نہ آجائیں (گردش زمانہ ہم پر قحط سار۔ یہ

شکست کی آفت نہ ڈال دے۔ اور محمد (ﷺ) ناکام ہو گئے تو یہ لوگ ہماری رسد ہی روک دیں گے۔ حق تعالیٰ جواب دے رہے ہیں کہ (وہ وقت دور نہیں جب اللہ میاں فتح یں گے) (دین غالب کر کے اپنے نبی (ﷺ) کو کامیاب کر دیں گے) یا ان کی جانب سے اور کوئی بات ظاہر ہو جائے گی۔ (منافقین کی پردہ داری اور رسوائی ہو جائے گی) کہ پھر اس وقت یہ لوگ ان باتوں پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپائے رکھی ہیں (شک، شبہ، رگزار سے دوستی) شرمندہ ہوں گے اور کہیں گے (رفع کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے خواہ واؤ کے ساتھ ہو یا بغیر واؤ کے) و قرات نصب کی صورت میں لفظ یاسی پر عطف ہوگا) اہل ایمان (آپس میں ان کی تھکا فٹنیجستی دیکھ کر تعجب کرتے ہوئے) کیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کی پکی پکی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے (مباغض آمیز قسمیں کھا کر) کہ ہم تمہارے ساتھ میں (دینی لحاظ سے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (اکارت میں) (بیکار ہو گئیں) ان کی ساری کارروائیاں (نیک کام) اور بالآخر یہ لوگ تباہ و نامراد ہو کر رو گئے (دنیا میں جو تھکا فٹنیجستی ہوئی وہ الگ اور آخرت میں جو کچھ تھکتی ہوگی وہ رہی الگ) مسلمانو! جو کوئی پھر جائے گا۔ (لفظ یسر قد بلا اذغام اور اذغام کے ساتھ ہے بمعنی یسرجع) تم میں سے اپنے دین سے (کفر کی جانب) اللہ نے اپنے علم کے مطابق پہلے ہی اس واقعہ کی پیش گوئی فرمادی جو ہونے والا تھا۔ چنانچہ آنحضرت (ﷺ) کی وفات کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے (تو قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ پیدا فرمادے) (ان کے بدلہ میں ایسے لوگ) جنہیں اللہ دوست رکھتا ہو اور وہ بھی اللہ کو دوست رکھتے ہوں۔ (آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ یہ ہیں۔ ابو موسیٰ اشعرئ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ حاکم نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے) نہایت نرم (جھکے ہوئے) ہیں مومنین کے سامنے۔ لیکن تیز (نہایت سخت) ہوں گے دشمنوں کے مقابلہ میں۔ اللہ کی راہ میں جان لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہیں کریں گے (اللہ کے بارے میں۔ جس طرح کہ منافقین کفار کی ملامت سے گھبراتے رہتے ہیں) یہ (مذکورہ صفات) اللہ کا فضل ہے جس کو وہ چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والے (بڑے مہربان) اور بڑے علم والے ہیں (کہ کون کس کام کا بل ہے۔ عبداللہ بن سہام نے جب آنحضرت (ﷺ) سے شکایتی درخواست کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ہماری قوم نے ہمارا بایزکاٹ کر دیا ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں) تمہارا مددگار دوست اگر کوئی ہے تو اللہ ہے اور اس کے رسول (ﷺ) ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں جن کا شیوہ یہ ہے کہ نماز قنم رکھتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ سے آگے جھکنے والے ہیں (فروتنی کرتے ہیں یا نوافل پڑھتے ہیں) اور جس کسی نے اللہ کو اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور ایمان والوں کو اپنا مددگار دوست بنایا (ان کی اعانت اور مدد کی) سو بلاشبہ اللہ ہی کا گروہ غالب رہنے والا گروہ ہے (کیونکہ اللہ ان ہی کی تائید کرتے ہیں۔ جملہ "فان حزب الله هم الغلبون" فانہم کی جگہ سمجھنا چاہئے یہ بتلانے کے لئے کہ یہ لوگ اللہ کی پارتی اور تابعداروں میں سے ہیں۔)

تحقیق و ترکیب: فتویٰ: رویت عینیہ یا قلبیہ ہے اور یسار عون اس کے مفعول ثانی سے حال ہے۔

دوسرے مصائب زمانہ۔ کیونکہ صاحب منعبیت کے لئے وہ محیط ہوتے ہیں۔ یہ ان صفات میں سے ہے جن کا موصوف اثر پذیر نہیں ہوتا و بقول ائمہ مرفوع اور واؤ کے ساتھ ہے تو نحوی طور پر اور علم بیان کے اعتبار سے استیناف ہوگا اور بغیر واؤ کے ہے تو صرف بیان کے اعتبار سے استیناف ہوگا۔ اور نصب کی قرات ہو تو پھر معنوی اعتبار سے لفظ یاسی پر عطف ہو جائے گا۔ کیونکہ غلطی اعتبار سے تو ان یاسی غسی و خبر ہے اور معطوف بھی اسی حکم میں ہونا چاہئے اس لئے ضمیر کی ضرورت پیش آئے گی جو اسم غسی کی طرف راجع ہو۔ لہذا مفعول میں ضمیر نہیں ہے۔ البتہ معنوی اعتبار سے عطف کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جہد ایمانہم یہ دراصل مصدر ہے، منسوب ہے۔ بر تقدیر و تسموا بالله یجتہدون جہد ایمانہم فعل کو محذوف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے اس کے مفعول میں کچھ نہ لکھا گیا ہے یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے بھی منسوب ہو سکتا ہے کیونکہ بمعنی اقساموا ہے۔

حبطت اعمالہم۔ اس سے پہلے قال تعالیٰ اس لئے مقدر مانا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے یہ مقولہ باری تعالیٰ ہے مؤمنین کا مقولہ نہیں کیونکہ کسی کے اعمال حبط ہونے کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔ من یرتد۔ نافع اور ابن عامرؓ ک ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی اول دال مکسور اور دوسری مساکن بغیر تعلیل کے اپنی اصل پر اور باقی قراء ادغام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ دال ثانی مفتوح ہے۔ اس صورت میں تخفیف ہے۔ یہ دونوں قراءتیں مدنی اور شامی مصاحف میں ہیں۔

اذلہ۔ جمع ذلیل کی ہے۔ ذل بالضم۔ عز کی ضد ہے چونکہ اس کے صلہ میں علی نہیں آیا بلکہ لام آیا ہے اس لئے عاطفین کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ متضمن ہے معنی عطف کو۔ اذلہ اور اعزۃ میں عطف ترک کر دیا گیا ہے۔ استقلال مدح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ دونوں وصف مستقل ہیں۔ ولا یخافون واؤ حالہ بھی ہو سکتا ہے ای یجاہدون اور واؤ عاطفہ بھی ہو سکتا ہے۔ ای من صفتہم المجاہدۃ

لومة لانم۔ اس میں تادراصل وحدت کی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے ورنہ بلاغت فوت ہو جائے گی۔ اور معنی یہ ہو جائیں گے کہ ایک ملامت کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ مطلق جنس ملامت کی نفی ہو رہی ہے۔ البتہ یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جنس ملامت مؤمنین کے نزدیک ایسی ناقابل التفات ہے جیسے ایک ملامت۔ انما ولیکم۔ ای لا تتخذوا اولئک اولیاء لان بعضهم اولیاء بعض ولیس ابا ولیاء کم انما ولیکم الخ اور ولی کا لفظ مفرد لایا گیا ہے حالانکہ موقع جمع لانے کا تھا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اصل ولایت اللہ کی ہے دوسروں کی ولایت تابع ہے۔ الذین یقیمون۔ یہ مرفوع ہے الذین امنوا سے بدل ہونے کی وجہ سے یا منصوب علی المدح ہے وہم را کعون یہ حال ہے یقیمون اور یوتون کے فاعل سے۔ اوقعہ موقع یعنی وضع الظاہر موضع المضمہر ہوا ہے۔ اظہار اور ترغیب ولایت کے لئے۔

رابطہ: اوپر سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ آئندہ آیات میں منافقین کے محض وہی منافع اور مضار کے خیال سے ان سے دوستی کرنے کو ناپسند کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو اس سے روکا جا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان سے دوستی نہ کرنے میں ضرر نہیں ہے بلکہ دوستی کرنے میں ضرر ہے اور دوستی نہ کرنے میں ضرر تو کیا ہوتا خود ان کے مرتد اور کافر بن جانے سے اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہو سکا۔ پس اگر دوستی کرنی ہی ہے تو اللہ و رسول (ﷺ) اور مسلمانوں سے سچی دوستی کر کے اس کا نفع دیکھو غرض کہ آیت یا ایہا الذین الخ میں چودہواں حکم کفار کی موالات سے نفی کے متعلق ہے۔

شان نزول: غزوہ احد میں مسلمانوں کو ظاہر آشکست ہوئی تو منافقین میں کھلبلی پڑی اور انہیں اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی نظر آئی کسی نے کسی یہودی کو پناہ میں چلے جانے کا منصوبہ بنایا کسی نے کسی نصرانی کی گود میں چلے جانے کا خواب دیکھا (ابن جریر، ابن حاتم) نیز یہود بنی قینقاع جب مسلمانوں سے حرب و ضرب پر آمادہ ہوئے تو ابن ابی منافق نے در پردہ ان سے ساز باز کر لی اور ان کی حمایت پر آمادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا (انسی رجل اخاف الدوائر) (ابن ابی شیبہ) لیکن عبادہ بن صامتؓ باوجود یہ کہ اس قبیلہ کے حریف تھے مگر اس موقع پر انہوں نے صاف طور پر اپنا علاقہ ان سے منقطع کر لیا۔ (ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی) عبد اللہ بن سہامؓ کے جواب میں جب آیت انما ولیکم اللہ الخ نازل ہوئی تو بول اٹھے رضینا باللہ ورسولہ و بالؤمنین اولیاء۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نماز کے رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے اپنی کن انگلی سے مرجان کی انگوٹھی اتار کر اس کی طرف پھینک دی ان کی مدح میں وہم را کعون کے الفاظ نازل ہوئے۔ اس صورت میں حضرت علیؓ

کے عمل کو فعل قلیل کہا جائے گا۔ جو نماز کی منافی نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تو فعل کثیر بھی نماز کے لئے مفسد نہیں ہوتا۔ نیز نماز میں صدقہ دینے کا جواز معلوم ہوگا۔

آیت اذنا دینم الخ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ مؤذن کو جب اذان کہتے سنتے تو کفار کہا کرتے تھے۔ قد قاموا لا قاموا وقد صلوا لا صلوا یا ایک روایت میں ہے کہ جب اذان ہوتی تو مدینہ کا ایک نصرانی اشہدان محمد رسول اللہ سن کر کہا کرتا احرق اللہ الکاذب۔ چنانچہ ایک رات اس کی خادمہ کمرہ میں آگ لائی۔ گھر والے سو رہے تھے۔ ہوا کا جھونکا آیا جس سے پتنگے اڑ کر سامان میں جا پھنسے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے خس کم شد جہاں پاک شد ہو گیا۔

﴿تشریح﴾ منافقین کا جلد ہی بھرم کھل گیا:..... زیادہ تر ان منافقین کی دوستی، کفر مکہ اور یہود مدینہ سے تھی۔ لیکن اللہ نے عسی اللہ ان یاتنی بالفتح کی پیش گوئی کو اس طرح پورا فرمایا کہ مکہ معظمہ جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہو گیا اور یہود مدینہ کا تھوڑی ہی مدت میں قلع قمع ہو گیا۔ منافقین کا نفاق اکثر واقعات میں کھلتا رہتا تھا لیکن فتح عام کے بعد تو کھم کھلا معلوم کرادیا گیا۔ باقی یہ شبہ کہ نفاق پسند لوگوں کے نادم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے جس سے ان کا تاب ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ فوراً ہی جبہ اعمام کی اطلاع دی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہر ندامت تو بہ نہیں ہوتی بلکہ جس ندامت کے پیچھے اعتراف و شکستگی ہو وہ شرعاً تو بہ کہئے گئے۔ اور ان لوگوں کے لئے اس کا ثبوت نہیں ورنہ مخلص مسلمان ہی نہ سمجھے جاتے۔ جو لوگ مرتد ہوئے ان کے بارے میں بھی صدیق اکبرؐ کی خلافت کے دور میں جلد ہی پیش گوئی کا ظہور ہو گیا کہ ان کا استیصال کر دیا گیا اور کچھ لوگ تاب ہو کر مخلص مسلمان بن گئے، اس طرح اسلام کو کچھ نقصان یا ضعف نہیں پہنچ سکا۔

دوسرے شبہ کا جواب:..... رہا یہ شبہ کہ نقصان پہنچنا تو اس صورت میں تھا کہ سب مرتد ہو جاتے اور جب یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں جواب یہ ہے کہ اول تو دوسری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ عموم ارتداد امر انہیں دوسرے اگر اس سے صرف نظر کر لی جائے تو مقصد اصلی یہ ہے کہ اسلام کو حقیقی ضرر نہیں پہنچ سکتا اور یہ دونوں صورتوں میں ہو سکتا تھا۔ سب کے مرتد ہونے سے بھی۔ اور بعض کے مرتد ہونے سے بھی زیادہ کم فرق رہتا لیکن اللہ نے جس طرح ایک صورت پیش آنے کے باوجود اسلام کو ضرر سے محفوظ رکھا۔ دوسری صورت میں بھی محفوظ رکھتا۔ تمام یا بعض مریض مل کر اگر اصول علاج و صحت چھوڑ دیں تو اس میں ان اصول کا کیا نقصان۔ جو کچھ ضرر ہے وہ خود مریضوں ہی کا ہو سکتا ہے۔

شیعوں پر رد:..... بعض اسباب نزول کی بنیاد پر شیعوں نے آیت انما ولیکم اللہ الخ سے حضرت علیؑ کی آنحضرت (ﷺ) سے متصل ولایت عامہ پر استدلال کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ سیاق و سباق کی رو سے یہاں ولایت سے مراد محبت ہے نہ کہ ولایت تصرف۔ اس لئے عموم ولایت پر کوئی دلیل نہ ہوئی اور اگر عموم ولایت تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی اس کا اتصال ثابت نہیں نیز ضمیر جمع کا اطلاق واحد پر لازم آئے گا جو خلاف ظاہر ہے آیت فان حزب اللہ ہم الغلبون پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ مسلمان جو حزب اللہ کہلاتے ہیں اکثر کفار سے مغلوب رہتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ کمال ولایت و ایمان کے ساتھ ہے۔ پس اکثر مواقع پر تو اسی شہر کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے وعدہ کا خلاف ہوتا ہے اور بعض مواقع پر کمال ایمان و ولایت کے باوجود بھی اگر مغلوبیت حاصل ہو تو مختلف مصالح کے پیش نظر وہ محض ظاہری مغلوبیت ہوتی ہے۔ حقیقی اور معنوی طور پر تو غالبیت ہی رہتی ہے۔ واقع میں ارفع و اعلیٰ اہل اللہ اور مؤمنین ہی

ہوتے ہیں کسی کے عارضی اور چند روزہ غلبہ سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ کی توجیہ:..... حضرت ابن عباسؓ اسی مفہوم کو دوسرے آسان لفظوں میں اس طرح ادا کرتے ہیں ان لم ينصروا في الدنيا ينصروا في الآخرة یعنی دنیا میں اگر اس غلبہ کا ظہور کسی مصلحت سے نہیں ہوا تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ اور جن آیت میں مثل اِنَّا نَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ اِلٰهَ شَٰهَادَہ اس توجیہ کے بعد ان میں بھی اشکال نہیں رہتا۔ کیونکہ حقیقی غلبہ تو ہمیشہ حق اور اہل حق ہی کو ہوتا ہے اگرچہ کسی وقت مصالح کی وجہ سے اس کا ظہور نہ ہو۔ نیز مجموعہ قوم کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دنیاوی غلبہ کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ البتہ ہر فرد کے لحاظ سے غلبہ کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ حاکم اور افسر ہر جگہ افسر ہی ہوتا ہے گو بیت الخلاء جاتے وقت یا کسی دوسری حالت میں اس کا ظہور نہ ہو مگر اس وقت بھی حاکم ہی ہوتا ہے معزول نہیں ہو جاتا۔ اس کا حاکم ہونا قانون اور حجت سے ہوتا ہے اسی لئے علماء نے بھی اہل حق کے غلبہ کو بالحقہ والعواقب کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ایک آسان توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں عادت اللہ کا بیان کرنا مقصود ہے اور وہ اکثریت سے بھی پوری ہو سکتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آیت اذ ما دیتم الخ میں اذان کی مشروعیت اور فضیلت پر واضح دلیل ہے جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے اگرچہ فقہاء اذان کی مشروعیت عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث منام سے ثابت کرتے ہیں۔ فقہاء نے احکام اذان بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ مثلاً: پانچ وقت۔ اور جمعہ کے لئے اذان کا مسنون ہونا۔ اور طہارت، استقبال قبلہ اور قیام کا مستحب ہونا۔ نیز وقت سے پہلے اذان جائز نہیں ہے ورنہ واجب الاعادہ ہے۔ اور اذان میں لحن اور ترجیع نہیں ہونی چاہئے ترجیع میں امام شافعی کا خلاف ہے۔ نہایت خاموشی اور توجہ سے اذان سن کر قولاً و عملاً اذان کی اجابت ہونی چاہئے۔

لطا کف آیات:.... آیت فسوف یأتی اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کا طریق اور مذاق یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں ملامت گروں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ آیت ویؤتون الزکوۃ سے یہ بات بھی ماخوذ ہو سکتی ہے کہ اگر ذکر اللہ میں کوئی چیز مشوش ہو رہی ہو تو پہلے قلب کو اس سے فارغ کر لینا چاہئے تاکہ ذکر میں یکسوئی اور یکجہتی پیدا ہو جائے۔ آیت فان حرب اللہ میں غلبہ کی تفسیر اگر قوت قلب سے کی جائے تو بات اور بھی سہل الفہم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل اللہ پر اسباب مغلوبیت کا خواہ کتنا ہی ہجوم ہو مگر تعلق مع اللہ میں کوئی ضعف اور کمزوری نہیں آتی اس میں وہ قوی اور غالب ہی رہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا مَهْزُؤًا بِهِ وَلِعِبَّامِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ الْمُشْرِكِينَ بِالْجَرِّ وَالنَّصَبِ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ بِتَرْكِ مَوَالِيهِمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۸﴾ صَادِقِينَ فِي إِيْمَانِكُمْ وَالَّذِينَ إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ بِالْآذَانِ اتَّخَذُوا هِيَ الصَّلَاةَ هُزُؤًا مَهْزُؤًا بِهِ وَلِعِبَّامِنَ يَسْتَهْزِئُ وَابْنُهَا وَيَتَضَحَكُوا ذَلِكَ الْإِتِّخَاذُ بِأَنَّهُمْ سَبَبَ أَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۹﴾ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَتِ الْيَهُودُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ نُوْمِنُ مِنَ الرُّسُلِ فَقَالَ بِاللَّهِ وَمَا

أُنزِلَ إِلَيْنَا الْآيَةُ فَلَمَّا ذَكَرَ عِيسَى قَالُوا لَا نَعْلَمُ دِينًا شَرًّا مِنْ دِينِكُمْ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُمُونَ
تُنْكِرُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلُ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ
فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ غُطِفَ عَلَى أَنْ آمَنَّا الْمَعْنَى مَا تُنْكِرُونَ إِلَّا إِيْمَانَنَا وَمُخَالَفَتَكُمْ فِي عَدَمِ قَبُولِهِ الْمُعَبَّرُ عَنْهُ
بِالْفِسْقِ اللَّازِمُ عَنْهُ وَلَيْسَ هَذَا بِمَا يُنْكِرُ قُلْ هَلْ أَنْبَيْتُكُمْ أَخْبِرْكُمْ بِشَرِّ مَنْ أَهْلُ ذَلِكَ أَلَدَى تَقْمُونَهُ
مَثُوبَةً ثَوَابًا بِمَعْنَى جَزَاءٍ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ أَبَعَدَهُ عَنْ رَحْمَتِهِ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ
الْقِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ بِالْمَسْخِ وَمَنْ عَبْدَ الطَّاغُوتِ الشَّيْطَانِ بِطَاعَتِهِ وَرُغِي فِي مِنْهُمْ مَعْنَى مَنْ وَفِيهَا
قُلْتُمْ لَفُظُهَا وَهُمْ الْيَهُودُ وَفِي قِرَاءَةٍ بِضَمِّ بَاءٍ عَبْدُو أَضَافَتْهُ إِلَى مَا بَعَدَهُ اسْمُ جَمْعٍ لِعَبْدٍ وَبُضْعُهُ بِاعْطَفَ
عَنِ الْقِرْدَةِ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا تَعْيِزٌ لِأَنَّ مَا وَهُمْ النَّارُ وَأَصْلٌ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ ضَرِيقُ الْحَقِّ
وَأَصْلُ السَّوَاءِ الْوَسْطُ وَذِكْرُ شَرٍّ وَأَصْلٌ فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِمْ لَا نَعْلَمُ دِينًا شَرًّا مِنْ دِينِكُمْ وَإِذَا جَاءُوكُمْ أَيْ
مُتَافِقُوا الْيَهُودِ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا إِلَيْكُمْ مُتَلَبِّسِينَ بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكُمْ مُتَلَبِّسِينَ
بِهِ وَلَمْ يُؤْمِنُوا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ مِنَ النِّمَاقِ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ أَيْ الْيَهُودَ
يُسَارِعُونَ يَفْعُونَ سَرِيعًا قِي الْأَثْمِ الْكَذِبِ وَالْعُدْوَانِ الظُّلْمِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ الْحَرَامَ كَرُشَى
لِبَسِّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ عَمَلُهُمْ هَذَا لَوْلَا هَلَّا يَنْهَهُمُ الرَّبِّيُّونَ وَالْأَحْبَارُ مِنْهُمْ عَنْ قَوْلِهِمُ
الْأَثْمَ الْكَذِبَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لِبَسِّ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾ تَرَكْ تَنْهِيَهُمْ وَقَالَتِ الْيَهُودُ سَآءَ
ضَبِيقَ عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ كَانُوا أَكْثَرُ النَّاسِ مَا لَا يَدُ اللَّهُ مَغْلُولَةً مُقْتَصَّةً
عَنْ إِدْرَارِ الرِّدْقِ عَلَيْنَا كَنَوَابِهِ عَنِ الْبُخْلِ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ قَالَ تَعَالَى غُلَّتْ أَمْسِكَتْ أَيْدِيهِمْ عَنْ فِعْلِ
الْخَيْرَاتِ دُعَاءٌ عَلَيْهِمْ وَلَعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتْنِ مَبَالِغَةً فِي الْوَصْفِ بِالْجُودِ وَشَى أَيْدِلَافَةً
الْكَثْرَةَ إِذَا غَايَةُ مَا يَبْذُلُهُ السَّخِيُّ مِنْ مَالِهِ أَنْ يُعْطَى بِيَدِهِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ مِنْ تَوْسِيعٍ وَتَضْيِيقٍ لَا اغْتِرَاصَ
عَلَيْهِ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مِنَ الْقُرْآنِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا لَكُفْرِهِمْ بِهِ وَالْقَيْنَا
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ نَكُلُ فِرْقَةً مِنْهُمْ تَخَالِفُ الْآخَرَى كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا
لِلْحَرْبِ أَيْ بِحَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْفَأَهَا اللَّهُ أَيْ كُلَّمَا ارَادُوا زُدُّهُمْ يَرِيسَعُونَ فِي
الْأَرْضِ فَسَادًا أَيْ مُفْسِدِينَ بِالْمَعَاصِي وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ وَلَوْ أَنَّ
أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا بِمُحَمَّدٍ وَاتَّقَوْا الْكَفْرَ لَكُفْرُنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلْنَاهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ بِالْعَمَلِ بِمَا فِيهِمَا وَمِنَ الْإِيمَانِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنَ الْكِتَابِ مَن رَّبِّهِمْ لَا كَلُومًا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمَنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ بِأَنْ يُوسِّعَ عَلَيْهِمُ الرِّزْقَ وَيُفِيضَ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ مِنْهُمْ أُمَّةٌ جَمَاعَةٌ مُّقْتَصِدَةٌ تَعْمَلُ بِهِ وَهُمْ مِّنْ أَمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ بِئْسَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦١﴾

۹
۳

ترجمہ: مسلمانو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی (ہز و ہمتی مہز و ہے) کھیل بنا رکھا ہے۔ خواہ وہ (من بیانہ ہے) تم سے پہلے کے اہل کتاب ہوں یا کفار (مشرکین ہوں۔ جہاں اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تم انہیں اپنا دوست نہ بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرو (ان سے دوستی چھوڑو) اگر فی الحقیقت تم ایماندار ہو (اپنے ایمان میں سچے ہو) اور (وہ لوگ) کہ جب تم اذان دیتے ہو (بلا تے ہو) نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ) تو یہ لوگ بنا لیتے ہیں اس (نماز) کو تماشہ (ہز و ہمتی مہز و ہے) اور اس کی ہنسی اڑاتے ہیں (آپس میں ہنسی مذاق، مسخر اپن کرتے ہیں) یہ (ٹھٹھ بازی کرنا) اس لئے (اس وجہ سے) ہے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے یک قلم بے بہرہ ہیں (اور اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ پیغمبروں میں سے کس پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ نے باللہ و ما انزل الینا پوری آیت پڑھی۔ جب حضرت عیسیٰ کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ پھر تو تمہارے دین سے بدتر دین اور کوئی نہیں ہے) کہنے کہ اے اہل کتاب اس کے سوا ہمارا قصور کیا ہے جس کا تم انتقام لینا چاہتے ہو (انکار کرتے ہو) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم سے پہلے (انبیاء پر) نازل ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ تم میں اکثر آدمی نافرمان ہو گئے ہیں (و ان اکثر کم کا عطف ان امنا پر ہے یعنی تمہارا انکار صرف ہمارے ایمان لانے پر ہے۔ اور تم سے ہماری مخالفت۔ ایمان قبول نہ کرنے کی بناء پر ہے جس کو فسق سے تعبیر کیا گیا ہے جو ایمان قبول نہ کرنے کو لازم ہے حالانکہ یہ باتیں انکار کے قابل نہیں ہیں) فرما دیجئے کیا میں تمہیں بتلاؤں (خبر دوں) کہ ان (لوگوں کی نسبت جن پر تم عیب نگاہ ہے) کون زیادہ بدتر ہے از روئے ثواب (مثنویہ بمعنی ثواب مراد بدلہ) اللہ کے حضور (وہ) وہ شخص ہے جس پر اللہ نے لعنت کی (اپنی رحمت سے اس کو دور پھینک دیا) اور اس پر اپنا غضب نازل کیا اور ان میں سے کتنوں ہی کو بندر اور سور بنا دیا (مسخ کر کے) اور وہ جنہوں نے شیطان کی پرستش کر لی (شیطان کا کہنا مانا اور لفظ منہم میں معنی من کی رعایت کی گئی ہے اور اس سے پہلے من کی لفظی حیثیت پیش نظر رہی۔ مراد یہود ہیں۔ اور ایک قراءت میں عبد کی بامضموم اور بعد والے لفظ کی طرف اس کی اضافت ہے۔ یہ لفظ عبد کی جمع ہے اور اس کا نصب فردة پر عطف کی وجہ سے ہے) یہی لوگ ہیں جو سب سے بدتر درجہ میں ہیں (مکاناً تمیز ہے) ان کا بدتر ہونا ان کے جہنمی ہونے کی وجہ سے ہے) اور سب سے زیادہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں (حق راستہ سے۔ اصل میں سواء بمعنی وسط ہے۔ اور لفظ شر اور اھل ان کے اس قول لا نعلم دینا شر من دینکم کے جواب میں ہے) اور جب یہ لوگ (منافقین یہود) تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ آئے (تمہارے پاس ایسی حالت میں کہ آلودہ تھے) کفر کے ساتھ اور وہی کفر لئے ہوئے واپس گئے (تمہارے پاس سے اس آلودگی کو لئے ہوئے اور ایمان لا کر نہیں دیئے) اور اللہ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں (نفاق) اور آپ ﷺ ان میں سے بہتوں کو ملاحظہ فرمائیں گے (یہود کو) کہ تیز گام ہیں (دوڑے دوڑے پڑتے ہیں) گناہ (جھوٹ) اور ظلم (نا انصافی) اور مال حرام کمانے میں (جیسے رشوت خوری) کیا ہی برے کام ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں (ان کی یہ بد عملی) کیا ہو گیا ہے (کیوں نہیں) ان کو منع نہیں کرتے (ان کے) پیر اور عالم جھوٹ بولنے (غلط بیانی) اور

حرام خوری سے کیا ہی بری کارگزاری ہے جو یہ کر رہے ہیں (نصیحت کو ترک کر دینا) اور یہودیوں نے کہا (جب کہ ان پر تنگدستی مسلط ہوئی۔ آنحضرت ﷺ) کی تکذیب کے صلہ میں حالانکہ پہلے یہ لوگ بڑے مالدار تھے) اللہ کا ہاتھ بند گیا ہے (ہم پر روزی اتارنے سے رک گیا ہے اور کنایہ بخل سے کرتے تھے، حالانکہ اللہ اس سے بڑتر ہے۔ جو باحق تعالیٰ فرماتے ہیں) بندھ گئے ہیں (رک گئے ہیں) ن ہی کے ہاتھ (نیک کام کرنے سے۔ یہ جملہ ان کے حق میں بدعاسیہ ہے) جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت پڑی ہے۔ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں (وصف سخاوت میں یہ مبالغہ کا طریقہ ہے اور لفظ صد بطور تشبیہ ذکر کرنا افادہ کثرت کے لئے ہے کیونکہ خنّی جب بہت زیادہ مال کسی کو دیتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے بھر کر دیا کرتا ہے) وہ جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں (خواہ کشادگی کریں یا تنگی۔ کسی کو ان پر حق اعتراض نہیں ہے) اور اللہ کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے (قرآن) ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو اور زیادہ بڑھا دے گا (کیونکہ انہوں نے قرآن کا انکار کیا ہے) اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دیا ہے جو قیامت تک منہ والا نہیں ہے۔ (چنانچہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کی مخالفت کرتا ہے) جب کبھی لڑائی کی آگ سلاگنا چاہتے ہیں (آنحضرت ﷺ) سے لڑنا چاہتے ہیں (تو اللہ اسے بچھا دیتے ہیں) یعنی جب بھی وہ لڑائی کا ارادہ کرتے ہیں اللہ ان کو ناکام بنا دیتے ہیں (یہ لوگ ملک میں گڑ بڑ کرنا چاہتے ہیں) (گناہوں سے فساد پھیلانا چاہتے ہیں) اور اللہ میاں ایسے فساد یوں کو پسند نہیں فرماتے (یعنی ان کو سزا دیں گے) اور اگر اہل کتاب ایمان رکھتے (محمد ﷺ) پر (اور بچتے) (کفر سے) تو ہم ضرور ان کی خطائیں محو کر دیتے اور ضرور ان کو نعمتوں کی جنت میں داخل کر دیتے۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے (جو کچھ ان میں احکام ہیں ان پر عملدرآمد کرتے منجملہ ان کے آنحضرت ﷺ) پر ایمان لانا بھی ہے) اور جو کچھ ان پر (کتابیں) نازل ہوئی ہیں ان کے پروردگار کی جانب سے تو ضروری تھ کہ یہ لوگ خوب فراغت کے ساتھ اوپر سے بھی کھاتے اور نیچے سے بھی (ہر طرف سے ان کے لئے رزق میں کشادگی اور وسعت پیدا کر دی جاتی) ان میں سے ایک گروہ (جماعت) میانہ رو ہے (اسی میانہ روی پر عمل کرتی ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ) پر ایمان لے آئے۔ جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کی رفقاء) لیکن زیادہ تر ایسے ہی ہیں کہ جو کچھ کرتے ہیں برائی ہی برائی ہے۔

تحقیق و ترکیب: لا تتخذوا۔ اس کا مفعول اول الذین اتخذوا الخ ہے۔ اور اولیاء مفعول ثانی ہے اور ثانی اتخذوا کا مفعول اول دینکم اور هزوا ولعبا مفعول ثانی ہے اور من الذین الخ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اتخذوا کے فاعل سے حال ہے یہ پہلے الذین سے هزوا مصدر ہے۔ بمعنی مفعول باعتبار افعال ظاہرہ کے استہزاء کیا اور ان کے عقائد باطلہ کے لحاظ سے لعبا کا اطلاق کیا گیا۔ الکفار ابو عمر اور کسائی کی قرأت میں تو مجرور ہے۔ ثانی الذین مجرور پر عطف کرتے ہیں اور باقی قراء کے نزدیک پہلے الذین پر عطف کرتے ہوئے منصوب ہے۔ اس میں والکفار کا عطف تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل کتاب کفر نہیں ہیں لیکن آیت لم یکن الذین کفروا من اهل الكتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب بھی کافر ہیں۔ اس میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ مشرکین کا کفر اہل کتاب کے کفر سے بڑھا ہوا ہے اور یہاں کفار سے مراد غیر اہل کتاب ہیں۔ تخصیص زیادتی کفر کی وجہ سے کی گئی ہے۔

هل تنقمون اصل قسم کی یہ ہے کہ علی کے ذریعہ اس کا تعدیہ ہونا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ نعمت علیہ بکذا (لیکن یہاں معنی کراہت و انکار کے ساتھ تضمین کی وجہ سے من کے ذریعہ تعدیہ کیا گیا ہے اور نعمت الشنی اور نعمتہ بولتے ہیں۔ ای انکرته الا ان۔ اس کا متثنی منہ محذوف ہے۔ ای شیئا۔ فاسقون۔ دراصل وان اکثرهم لایؤمنون کہنا چاہئے تھ لیکن لازم معنی فسق بول کر ملزوم یعنی عدم قبول ایمان مراد لیا ہے۔ بشر من ذلک بطور بمقابلہ یہود کے اس قول کے جواب میں کہا گیا ہے۔ لانعلم دینا شرا من دینکم الذی تنقمونہ۔ تقدیر عبارت اس طرح کی گئی ہے کہ من لعنه الله کاشتر امت ہونا صحیح ہو سکے اور من لعنه الله سے پہلے

بھی تقدیر مضاف ہو سکتی ہے ای من لعنہ اللہ۔

مثوبہ۔ یا تو مطلق جزاء کے معنی میں ہے خیر ہو یا شر اور یا تمکینا عقوبت کے معنی میں ہے۔ فبشرهم بعذاب الیم کی طرح یا منصوب علی التمزیز ہے ہو یعنی من مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اور غضب علیہ بتقدیر مضاف بشر سے بدل ہو رہا ہے۔ ای بشر من اهل ذلک من لعنہ او بشر من ذلک دین من لعنہ اللہ ممکن ہے یہ دونوں طرح کا مسخ ہوا ہو، جو اول بندر اور بندر سے خذیر بنادئے گئے ہوں۔ جس طرح جرائم میں تفاوت رہا ہے اسی طرح سزاؤں میں بھی فرق مراتب رکھا گیا ہے۔ اول مرتبہ لعنت ہے۔ اس کے بعد غضب، اس کے بعد مسخ ہے۔

ومن عبد۔ جمہور کی قرأت پر عبد ماضی ہے۔ اس کا عطف لعنہ پر ہے۔ لفظ لعنہ اور غضب علیہ دونوں میں مفرد ضمیریں لفظ من کی لفظی رعایت کی وجہ سے ہے اور لفظ منہم میں ضمیر جمع معنی من کی رعایت کرتے ہوئے ہے۔ جس سے مراد یہود ہیں۔ دوسری قرأت حمزہ کی لفظ عبد اسم جمع کی صورت میں طاعوت کی طرف مضاف ہے۔ یہ ہیئتہ عبد کی جمع نہیں ہے کیونکہ اس وزن میں جمع نہیں آتی بلکہ مفرد ہے جس سے مراد جمع لی گئی ہے۔ اس صورت میں طاعوت کا نصب قردۃ پر عطف سے ہوگا اور قرار اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں جعل منہم القردۃ ومن عبد الخ گویا موصول محذوف ہے۔ و ذکر شو یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ اس سے تو مسلمانوں کا بھی شریک کفار ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ علی سبیل التزیل بر تقدیر تسلیم جواب دیا گیا ہے اور متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ آخرت میں کفار کی حالت مسلمانوں کی دنیاوی حالت سے بھی زیادہ بدتر اور گنی گذری ہوگی اور بیضاوی کی رائے یہ ہے کہ مطلق زیادتی مراد ہے مسلمانوں کی نسبت سے اضافی زیادتی مراد نہیں ہے۔

وقد دخلوا بالكفر وہم قد خرجوا بہ۔ یہ دونوں جملے قالوا کے فاعل سے حال ہیں اور بالكفر حال ہے۔ دخلوا کے فاعل سے اور یہ حال ہے خرجوا کے فاعل سے۔ لولا یہ تخصیص مع تویح کے لئے ہے۔ لبس پہلی آیت عوام کے متعلق تھی اور یہ آیت علماء یہود کے حق میں ہے۔ ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت قرآن کریم میں سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں منکرات سے نہ روکنے والے کو مرتکب منکرات کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ان افعال کی تخصیص اس لئے ہے کہ جھوٹ زبانی گناہ ہے اور ظلم بدنی گناہ ہے اور رشوت خوری مالی گناہ ہے۔ اس طرح تمام اقسام آگئے۔

کنوا بہ عن البخل۔ کنایہ کے لئے معنی حقیقی کافی نفرت تصور کافی ہے۔ اگرچہ خصوصیت محل نہ ہو۔ ولعنوا۔ یہ بطور بدعا کے فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ دنیا میں بدترین بخیل اور بنیافت قوم یہود ہے اور یا غلت سے مراد تغل فی جہنم ہے۔ گویا کہ ان کے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ بل یداہ بقضائے مقام مقدر پر عطف ہے۔ ای لیس الامر كذلك بل هو فی غایۃ الجود اور لفظ ید الفاعل مشابہ میں سے ہے۔ العداء۔ ابوحیانؒ کہتے ہیں کہ عداوت بغض سے اخص ہے۔ ہر عدو مبغض ہوتا ہے۔ بدون العکس من الکتب جیسے ثخیا کی کتاب یا دانیال پیغمبر کی کتاب یا رمیاء کی کتاب یا دواؤد کی زبور وغیرہ اور بعض نے ما انزل سے قرآن پاک لیا ہے۔

رابطہ: سابقہ آیات میں اہل کتاب سے دوستی کو منع کیا گیا ہے۔ ان آیات میں بھی اسی کا تہہ ہے کہ اہل کتاب کی طرح کفار سے بھی دوستی مت کرو جو دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ آگے قل یا اهل الکتاب الخ سے یہ بتلانا ہے کہ اسلامی طریقے اور اپنے طریقوں میں موازنہ کر کے دیکھو کہ کونسا طریقہ قابل استہزاء ہے۔ آیت اذا جاء وکم الخ سے منافقین کی خاص حالت بیان کر کے ان کی دوستی سے روکا جا رہا ہے۔ اور آیت وتسی کثیر الخ سے پھر یہود کے مذموم احوال شروع کر دیئے ہیں۔ پھر آیت ولو ان اهل الکتاب میں اخروی برکات سنا کر ایمان کی ترغیب ہے۔

شان نزول: کہی کہتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا اور مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہونے لگتے تو یہود ازراہ شرارت کہتے قد قاموا لا قامو وصلوا لا صلوا۔ اور استہزاء کرتے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کفار منافقین اذان سن کر آنحضرت (ﷺ) کے پاس آتے اور کہتے یا محمد لقد ابتدعت شیئا لم یسمع بمثلہ فیما مضی من قبلک من الامم فان کنت تدعی النبوة فقد خالفت الانبیاء قبلک ولو کان فیہ خیر الکان اولی الناس بہ الانبیاء فمن این لک صیاح العیر فما افبح هذا الصوت وهذا الامر۔ اس پر یہ آیت اذنا ویتم الی الصلوۃ الخ اور آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی الخ۔ نازل ہوئیں۔ نیز ابن حبان ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث نے منافقانہ اسلام قبول کیا ہے۔ ان سے کسی مسلمان کی دوستی تھی۔ اس پر آیت یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح ابویسر بن اخطب اور نافع بن ابی نافع اور غازی بن عمرو وغیرہ باقی یہود آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ (ﷺ) سے سوال کیا کہ کن پیغمبروں پر ایمان لائے۔ آپ نے آیت باللہ وما انزل الی ابراہیم واسمعیل الخ پڑھی جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو کہنے لگے نہ ہم عیسیٰ پر ایمان لاسکتے ہیں اور اس کے ماننے والے پر ایمان لاسکتے ہیں۔ اس موقع پر یا دوسرے موقع پر یہود نے یہ جملہ بھی کہا لانفعلم دینا شرا من دینکم اس پر آیت قل یا اہل الکتاب الخ نازل ہوئی۔ اسی طرح نباش بن قیس اور فخاص یہودی اور قینقاع نے بقول ابن عباسؓ آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب کی جس کی پاداش میں جگہ ستی اور قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور اہل کی شان میں گستاخانہ جملے کہے تو آیت قالت الیہود الخ نازل ہوئی۔ چونکہ دوسرے یہود بھی ان کے ہم خیال تھے اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾ اہل کتاب کا کفر: آیت میں یہود کے سب حالات صحیح بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ گوسالہ پرستی کا کفر شرک یہود میں رہا اور احبار و رہبان اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پرستش نصاریٰ کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح اصحاب السبت کا بندر بن جانا امت موسویہ میں اور اہل مائدہ کا بندر و خنزیر بن جانا امت عیسویہ میں ہوا ہے اور معاہدوں کی خلاف ورزی اور انبیاء کی تکذیب کی نتیجہ میں مبتلائے غضب خداوندی ہونا مشہور آیات و احادیث سے جا بجا ثابت ہے اور اکثر کی قید اس لئے لگائی کہ بعض لوگ ہر زمانے میں اچھے اور ایماندار رہا کرتے ہیں۔

فرقہ یہود میں پھوٹ: آیت والقینا الخ سے جن آثار و اعراض کا ذکر کیا گیا ہے وہ اعراض لازمہ غیر منفقہ نہیں ہیں کہ اشکال ہو بلکہ اعراض عامہ منفقہ سمجھنے چاہئیں۔ پس اگر یہ آثار کبھی مرتب نہ ہوں یا کفار کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی پائے جائیں تو کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ غرضیکہ ان اعمال اور آثار میں سبب اور مسبب کا علاقہ ہے علت و معلول کا نہیں اور یہود کے یہ اقوال اگرچہ اعتقاد کے ساتھ نہ ہوں تب بھی کلمات تو کفر ہی کے ہیں۔ اس لئے ولعنوا بما قالوا فرمایا ہے بما اعتقدوا نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح آیت لا کلوا من فوقہم الخ میں بھی جو دنیوی برکات بیان کی گئی ہیں اگر کوئی مسلمان محل میں ہو یا کوئی کافر وسعت رکھتا ہو تو کوئی اشکال لازم نہیں آنا چاہئے۔ کیونکہ نہ تو اشخاص و احوال کے عام ہونے کی کوئی دلیل ہے اور نہ ایمان و عمل کے خاص ہونے کی کوئی دلیل ہے۔ جیسا کہ سابقہ آیت کے ذیل میں کہا گیا ہے۔

تورات پر صحیح عمل کا نتیجہ تصدیق محمدی ہے: اور ولواہم القاموا التوراة والانجیل سے مراد یہ ہے کہ اگر

پوری طرح ان کتابوں کے صحیح مضمون اور تعلیمات پر عمل کرتے جس پر آنحضرت (ﷺ) کی رسالت کی تصدیق بھی آ جاتی ہے، لیکن احکام محرفہ اور منسوخہ نکل جاتے ہیں۔ کیونکہ ان پر عمل کرنا کسی کتاب کا حکم بھی نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔ پس یہ شبہ نہیں رہا کہ اس آیت سے تو آج بھی پوری تورات اور انجیل پر عمل کرنے کا جواز نکلتا ہے اور قرآن کے ذکر کے بعد تورات و انجیل کا ذکر اس لئے بڑھا دیا ہے کہ اہل کتاب کو یہ بتلانا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کی تکذیب سے تورات و انجیل کی تکذیب اور آپ (ﷺ) کی تصدیق سے ان کتابوں کی تصدیق لازمی ہے۔

لَطَافِ آیات: آیت لاتتخذوا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اہل اللہ اور ان کے طریق کے ساتھ تسخر کرے اس سے ترک تعلق کر دینا چاہئے۔ آیت من لعنہ اللہ سے معلوم ہوا کہ دینی مصلحت کے پیش نظر مخالف دین کی مذمت خوب طرح ظاہر کرنی چاہئے اور ایسا کرنا صبر و تحمل کے منافی نہیں ہوگا۔ آیت و لری کلہم الخ میں رذیلہ گناہ کا تعلق قوت ظہریہ سے اور رذیلہ عدوان کا تعلق قوت غضبیہ سے۔ رذیلہ حرام خوری کا تعلق قوت شہویہ سے معلوم ہوتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ افعال کے مصادر ملکات ہوتے ہیں اور حسب بیان روح المعانی میں جو فعل محض ارادہ سے سرزد ہو وہ عمل ہے اور جو عادت، عزا و عادت کی بدولت حاصل ہوتا ہے وہ صنع کہلاتا ہے۔ اس لئے سابقہ آیت میں یعلمون کی نسبت اس آیت میں یصنعون کا لفظ زیادتی پر دلالت کر رہا ہے۔ پس آیت لولا بنہام الخ سے معلوم ہوا کہ جو شیخ اور مقتدا باوجود اثر و نفوذ کی امید کے پھر کسی برائی سے دوسروں کو نہ روکے تو وہ اصل مجرم سے زیادہ بد حال ہے، کیونکہ مجرم کے لئے داعی تو صرف شہوت عارضی ہے، لیکن شیخ مداہن کے لئے داعی حب دنیا ہوئی جو ملکہ راسخہ کے درجہ تک پہنچ گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حب دنیا شہوت کی نسبت زیادہ بری چیز ہے۔ آیت و لوانہم الخ سے معلوم ہوا کہ سالک بھی اگر پوری طرح طریق پر کار بند ہو تو اس پر رزق معنوی فیوض و برکات کا افاضہ ضرور ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ جَمِيعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَلَا تَكُنْ مِنْ شَيْفَا مِنْهُ خَوْفًا أَنْ تُنَالَ بِمَكْرُوهٍ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ أَى لَمْ تُبَلِّغْ جَمِيعَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ لَمَّا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ بِالْأَفْرَادِ وَالْجَمْعِ لِأَنَّ كِتْمَانَ نَعْصَهَا كِكِتْمَانِ كُلِّهَا ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ أَنْ يَقْتُلُوكَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّسُ حَتَّى نَزَلَتْ فَقَالَ أَنْصَرِفُوا عَنِّي فَقَدْ عَصَمَنِي اللَّهُ تَعَالَى رَوَاهُ الْحَاكِمُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (۶۷) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الدِّينِ مُعْتَدِبَةً حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ بَأَنَّ تَعَمَّلُوا بِمَا فِيهِ وَمِنْهُ الْإِيمَانُ بِي وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مِنَ الْقُرْآنِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ لِكُفْرِهِمْ بِهِ فَلَا تَأْسَ تَحْزَنُ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (۶۸) إِنْ لَمْ يُؤْمِسُوا بِكَ أَى لَا تَهْتَمَّ بِهِمْ إِنْ الدِّينَ آمَنُوا وَالدِّينَ هَادُوا هُمْ الْيَهُودُ مُبْتَدَأُ وَالصَّبْرُونَ فِرْقَةٌ مِنْهُمْ وَالنَّصْرِيُّ وَيُبْدَلُ مِنَ الْمُبْتَدَأِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۶۹) فِي الْآخِرَةِ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ وَدَالَ عَلَى خَبَرِ إِنْ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى

الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ مِنْ الْحَقِّ كَذَّبُوهُ فَرِيقًا مِنْهُمْ كَذَبُوا وَفَرِيقًا مِنْهُمْ يَقْتُلُونَ ﴿۷۰﴾ كَذَرِكِرْيَاوَيْحِي وَاسْتَعْبِرْهُ دُونَ قَتْلِهِ حِكَايَةً لِلْحَالِ الْمَاضِيَةِ لِلْفَاصِلَةِ وَحَسِبُوا طَنُوا أَلَّا تَكُونَ بِالرَّفْعِ فَإِنْ مُحَقَّقَةٌ وَالْمَضْبُ فِي نَاصَةِ أَيْ تَقَعُ فِتْنَةٌ عِدَاتٍ بِهِمْ عَلَى تَكْذِيبِ الرُّسُلِ وَقَتْلِهِمْ فَعَمُوا عَنِ الْحَقِّ فَلَمْ يَبْصُرُوهُ وَصَمُّوا عَنْ اسْتِمَاعِهِ ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لَمَّا تَابُوا ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا ثَانِيًا كَثِيرٌ مِنْهُمْ بَدَلٌ مِنَ الضَّمِيرِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۷۱﴾ فَيُحَارِبُهُمْ بِهِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ سَبَقَ مِنْهُ وَقَالَ لَهُمُ الْمَسِيحُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ااعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَإِنِّي عَبْدٌ وَلَسْتُ بِإِلَهِ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فِي الْعِبَادَةِ غَيْرُهُ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مَنَعَهُ أَنْ يَدْخُلَهَا وَمَا وَهُوَ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ رَاحَةٍ ﴿۷۲﴾ أَنْصَارِ ﴿۷۲﴾ يَسْتَعُونَهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ إِلَهٍ ثَلَاثَةٌ أَيْ أَحَدُهَا وَالْآخَرَانِ عِيسَى وَآدَمُ وَهُمْ فِرْقَةٌ مِنَ النَّصَارَى وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ مِنَ الشَّيْثِ وَلَمْ يُوجِدُوا لِمَنْ سَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَيْ تَبَتُّوا عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ﴿۷۳﴾ مُؤَيَّمٌ هُوَ النَّارُ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونََهُ مِمَّا قَالُواهُ اسْتَفْهَامٌ تَوْبِيخٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ لِمَنْ تَابَ رَحِيمٌ ﴿۷۴﴾ بِهِ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فَهُوَ يَمْضَى مِثْلَهُمْ وَلَيْسَ بِهِ كَمَا زَعَمُوا وَإِلَّا لَمَّا مَضَى وَآدَمُ صِدِّيقَةٌ مُبَالِغَةٌ فِي الصِّدْقِ كَأَنَّا يَأْكُلِنِ الطَّعَامُ كَغَيْرِهِمَا مِنْ أَحْيَوَانَاتٍ وَمَنْ كَانَ كَذَلِكَ لَا يَكُونُ إِلَهًا لِرُكْبِيهِ وَضَعْفِهِ وَمَا يَنْشَأُ مِنْهُ مِنَ اسْتَوْلٍ وَالْعَائِطِ أَنْظِرْ مُتَعَجِّبًا كَيْفَ نَبِّئُ لَهُمُ الْآيَاتِ عَلَى وَحْدَانِيَّتِنَا ثُمَّ أَنْظِرْ أَنَّى كَيْفَ يُؤْفَكُونَ ﴿۷۵﴾ يُصْرَفُونَ عَنْ لِحَقٍّ مَعَ قِيَامِ الرُّهَابِ قُلْ اتَّعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۷۶﴾ بِأَحْوَالِكُمْ وَالْإِسْتَفْهَامُ لِلْإِنْكَارِ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا تَغْلُوا تَجَاوَزُوا الْحَدَّ فِي دِينِكُمْ غُلُوا غَيْرَ الْحَقِّ بِأَنْ تَضَعُوا عِيسَى أَوْ تَرْفَعُوهُ فَوْقَ حَقِّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ بِغُلُوهِمْ وَهُمْ أَسْلَافُهُمْ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۷۷﴾ طَرِيقِ الْحَقِّ وَالسَّوَاءِ فِي الْأَصْلِ الْوَسْطِ

ترجمہ: ... اے پیغمبر! آپ پہنچا دیجئے (تمام وہ باتیں) جو آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ (ﷺ) پر نازل کی گئی ہیں (ان میں سے کسی ایک معمولی بات کو بھی اس ڈر سے چھپانے کی کوشش نہ کیجئے کہ کہیں ان کی طرف سے آپ (ﷺ) کو کوئی ناگوار چیز

پیش نہ آ جائے) اگر آپ (ﷺ) نے ایسا نہ کیا (یعنی تمام احکام جو آپ (ﷺ) پر نازل کئے گئے ہیں، آپ (ﷺ) نے نہ پہنچائے) تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (لفظ ملتہ مفرد اور جمع دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ کیونکہ بعض احکام کا چھپانا ایسا ہی ہے جیسے تمام احکام کا چھپانا) اور اللہ آپ (ﷺ) کو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے۔ (آپ (ﷺ) کو جان سے نہیں مار سکیں گے۔ اس سے پہلے آنحضرت (ﷺ) کا حفاظتی پہرہ دیا جاتا تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرمایا کہ ہٹ جاؤ! اللہ نے میری حفاظت فرمادی ہے۔ (حاکم) یقیناً اللہ ان لوگوں پر راہ نہیں کھولتے جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ آپ (ﷺ) فرمادیتے اے اہل کتاب تمہارے پاس نکلنے کے لئے کچھ بھی نہیں (کوئی معتبر مذہب نہیں ہے) جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو قلم نہ کرو (جو کچھ ان میں لکھا ہے اس پر عمل نہ کرو۔ منجملہ ان کے مجھ پر ایمان لانا بھی ہے) جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے (قرآن) وہ اور زیادہ ان کی سرکشی اور انکار بڑھادے گا (کیونکہ یہ لوگ اس کا کفر کرتے رہتے ہیں) تو آپ (ﷺ) ان کافروں کی حالت پر غم نہ کیا کیجئے (اگر یہ لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان نہ لائیں۔ یعنی ان کو زیادہ اہمیت نہ دیجئے) جو لوگ ایمان لائے ہیں، نیز جو لوگ یہودیت اختیار کئے ہوئے ہیں (یعنی یہود، یہ مبتداء ہے) اور صابی (جو یہودی کا ایک فرقہ ہے) اور نصاریٰ (یہ مبتداء سے بدل ہے) خواہ ان میں سے کوئی ہو لیکن (ان میں سے) جو شخص بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے گا اور کام اچھے کرے گا تو اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی طرح کی غمگینی (آخرت میں یہ مبتداء کی خبر ہے۔ نیز ان کی خبر پر دل بھی ہے) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا (اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانے کا) اور ان کے پاس بہت سے پیغمبر (ﷺ) بھیجے مگر جب کبھی کوئی رسول (ان میں سے) ایسا حکم ان کے پاس لے کر آیا جس کو ان کا جی نہ چاہتا ہو (حق بات میں سے تو انہوں نے اس کی تکذیب کی) بعضوں کو (ان پیغمبروں میں سے) انہوں نے جھٹلایا اور بعض کو (ان پیغمبروں میں سے) قتل ہی کر ڈالتے (جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور لفظ قتلوا کی بجائے یقتلون سے تعبیر کرنا حکایت حال ماضیہ کے طریق پر، فاصلہ آیت کی اس رعایت سے ہے) وہ سمجھتے ہیں (گمان کرتے ہیں) کہ نہیں ہوگی (نکون رفع کے ساتھ ہو ان تحفہ ہوگا۔ اور نصب کے ساتھ ہو تو ان ماصبہ ہوگا بمعنی تقع، کوئی سزا) انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور قتل کی وجہ سے ان کو کچھ عذاب (اس لئے اور بھی اندھے ہو گئے) (حق کے دیکھنے سے کہ وہ اس کو دیکھتے ہی نہیں) اور بہرے بن گئے (حق بات سننے سے) پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی (جبکہ انہوں نے توبہ کر لی) مگر پھر بھی اسی طرح اندھے بہرے بنے رہے (دوبارہ بھی) ان میں سے بہترے (یہ ضمیر سے بدل ہے) اور اللہ انہیں دیکھ رہے ہیں جیسے کچھ ان کے کرتوت ہیں (ان کو ان کے کئے کی سزا دیں گے) یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ بھی مسیح مریم کا بیٹا تو ہے (اس جیسی آیت پہلے بھی گزر چکی ہے) حالانکہ خود مسیح علیہ السلام نے (ان سے) فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرنا جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ (پس میں بندہ ہوں نہ کہ آلہ) بلاشبہ جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا (غیر اللہ کی پرستش کی) سو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے (اس میں داخل ہونے سے روک دیا ہے) اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ایسے ظلم کرنے والوں کا کوئی (من زاید ہے) مددگار نہ ہوگا (کہ اللہ کے عذاب سے ان کو بچالے) بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں خدا تین (الہ) میں کا ایک ہے (یعنی ایک اللہ ہے، دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور تیسری ان کی والدہ۔ یہ بھی نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے) حالانکہ ایک معبود کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اس کہنے سے باز نہ آئے (تسلیم سے نہ رکے اور توحید قبول نہ کی تو ان میں سے جن لوگوں نے حق کا انکار کیا ہے) کفر پر جسے رہے ہیں (انہیں دردناک عذاب پیش آئے گا جو تکلیف دہ ہوگا۔ یعنی آتش دوزخ) انہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے نہیں لوٹتے اور اس سے بخشش طلب نہیں کرتے (جو کچھ اللہ کی شان میں گستاخی ہے یہ استفہام تو نئی ہے) حالانکہ اللہ

بٹنٹے و ماہیں (جوان سے توبہ کر لے) اور رحم فرمانے والے ہیں (اس پر مریم کے بیٹے مسیح علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے ایک رسول ہیں، ہو چکے (گذر چکے) ہیں ان سے پہلے بھی کتنے ہی رسول (وہ بھی ان کی طرح گذر جائیں گے۔ وہ خدا نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے ورنہ ان کو گذرنا نہیں چاہئے) اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں (یہ صیغہ مبالغہ ہے صدق کا) یہ دونوں کھاتے پیتے تھے (عام جانداروں کی طرح اور جس کی ترکیب اور ضعف جسمانی اور اس سے پیدا ہونے والے پیشاب پاخانہ کی یہ حالت ہو وہ کیا معبود اور خدا ہو سکتا ہے) دیکھو (منظر استعجاب) کس طرح ہم ان لوگوں کے لئے دلیلیں واضح کر دیتے ہیں (اپنی وحدانیت کے متعلق) اور پھر دیکھو کس طرح (اسی) بمعنی کیف ہے یہ لوگ پھرے جارہے ہیں (دلائل موجود ہوتے ہوئے پھر حق سے کیسے منہ موڑ رہے ہیں) فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کی پوجا کرتے ہو جن کے اختیار میں نہ تو تمہارا نقصان ہے نہ نفع۔ اور اللہ تو سننے والے ہیں (تمہاری باتوں کو) اور علم رکھنے والے ہیں (تمہارے احوال کا اور استفہام انکاری ہے) کہہ دیجئے اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نحو (حدود سے تجاوز) نہ کرو اپنے دین میں ناحق (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے زیادہ گرا دیا یا اٹھا دو) اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں (اپنے غلو کی وجہ سے مراد موجود ہے اہل کتاب کے اسلاف ہیں) اور گمراہ کر چکے ہیں بہت سے (لوگوں) کو اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے (سیدھی راہ سے اور مسوا کے معنی وسط اور درمیان کے ہیں)۔

تحقیق و ترکیب: ما انزل۔ اس سے پہلے لفظ جمیع نکال کر اس طرح اشارہ ہے کہ ما موصولہ بمعنی الذی ہے۔ ماکرہ موصوفہ مراد نہیں ہے کیونکہ آپ (ﷺ) تمام احکام کی تبلیغ کے لئے مامور ہیں نہ کہ بعض کے اور نکرہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے مراد احکام اور متعلقات احکام ہیں۔ رہے اسرار مخصوصہ ان کی تبلیغ جائز نہیں ہے۔ وان لم تفعل۔ ای ان لم تبلغ فما بلغت۔ پس اس صورت میں شرط و جزاء کا اتحاد لازم آتا۔ اس کے جواب کی طرف لان کتمان الخ سے مفسر علام اشارہ کر رہے ہیں۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اگر آپ (ﷺ) نے تبلیغی باتوں میں سے کچھ بھی چھوڑا تو وہ ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے سب باتوں کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ کتمان بعض کتمان کلی کے حکم میں ہے۔ گویا اس صورت میں شرط اور جزاء میں تغایر معنوی ہوا۔ لیکن اگر بلا تاویل ظاہر قرآن کے الفاظ رکھے جائیں تب بھی شرط و جزاء کے درمیان لفظاً و معنایاً تغایر رہتا ہے۔ یعصمک اس کے بعد ان یقتلوا نکال کر اشارہ کر دیا کہ مطلق ضرر کی نفی کرنی نہیں ہے بلکہ صرف قتل کی نفی ہے اور یہ وعدہ اور پیش گوئی صادق رہی۔

لستم علی شیء۔ مطلق شیعہ کی نفی مقصود نہیں کیونکہ باطل ہونا بھی تو ایک شے ہے جس پر وہ برقرار ہیں، بلکہ قابل اعتبار دین کی نفی کرنی ہے۔ فریقاً اس سے پہلے کذبہ نکال کر شرط کی جزاء محذوف کی طرف اشارہ کر دیا، جس پر مابعد دلالت کر رہا ہے اور ایک فریقاً کذبہ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا یقتلون کا مفعول ہونے کی بناء پر اور تقدیم اہتمام کے لئے ہے نہ کہ حصر کے۔ لئے اور لفظ منہم عائد محذوف نکال کر اشارہ کر دیا کہ جملہ طریقہ و مسل کی صفت ہے اور یقتلون مضارع حالیہ کے ساتھ حکایت حال ماضیہ کے طور پر لایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ واقعہ ماضیہ کو فی الحال فرض کر کے متکلم صیغہ حال استعمال کرتا ہے۔

للفاصلة مگر یہ لفظ واو کے ساتھ ولفاصلة ہے تب تو یقتلون لانے کی دو علتیں ہوتیں۔ ایک حکایت حال ماضیہ دوسرے رؤس آیات کی رعایت۔ لیکن اگر بغیر واو ہو تو للفاصلة صرف ایک علت ہوگی اور حکایت الحال جملہ مقررہ ہو جائے گا۔

الاتکون۔ ابو عمرو اور حمزہ و کسائی کے نزدیک مرفوع ہے۔ اسلئے ان خلفہ ہوگا جس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوگی اور لا نافیہ ہوگا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی انہ لاتکون اور باقی قراء کے نزدیک تکون نصب کے ساتھ ہے۔ اس وقت ان ناصبہ ہوگا اور مسند اسند ایہ دونوں مل کر قائم مقام دونوں مفعول کے ہو جائے گا اور تکون دونوں قرأتوں پر تامہ ہوگا اور فتنہ اس کا فاعل ہے۔ فعموا

وصموا اس کا عطف حسبوا پر ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد گمراہی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور تم عموا سے آنحضرت (ﷺ) کے عہد مبارک میں ان کی گمراہیوں کی طرف اشارہ ہے اور کثیر کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ ان میں سے اہل کتاب مسلمان بھی ہو گئے تھے اور یہ بدل البعض ہے ضمیر فاعل سے خود فاعل نہیں ہے یا خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ ای اولشک کثیر منهم فلفظ عمی کے بعد بصیر لانے میں جو لطف ہے وہ ظاہر ہے۔

ان الله هو المسيح۔ یہ فرقہ یعقوبیہ کا عقیدہ تھا۔ حرم۔ تحریم تکوینی مراد ہے تحریم تشریحی مراد نہیں ہے۔ ثالث ثلثہ۔ یہ عقیدہ فرقیہ سطور یہ کا ہے۔ لیکن متکلمین نصاریٰ سے نقل کرتے ہیں کہ جو ہر ایک ہے جس کے تین اقانیم ہیں۔ باپ، بیٹا، روح اقدس جس طرح لفظ شمس۔ قرص آفتاب حرارت اور شعاع کو شامل ہے اسی طرح باپ سے مراد ذات باری ہے اور بیٹے سے مراد کلمہ اور روح سے مراد حیات ہے اور کہتے ہیں کہ کلمہ سے کلام اللہ ہے۔ جس طرح پانی دودھ میں مل جاتا ہے اسی طرح کلام اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخلوط ہو گیا اور یہ کہ باپ الہ ہے اور بیٹا الہ ہے اور روح الہ ہے اور کل الہ واحد ہے۔ غرضیکہ ایک میں تین اور تین میں ایک کا گورکھ دہندہ آج تک عیسائی دنیا میں عقدہ لا ینحل بنا ہوا ہے۔ اکبر الہ آبادی اسی پر طنز و مزاح کرتے ہیں

تثلیث کے قائل نے بھی خالق کو کہا ایک

تھی تین پر سوئی میری ہیئت سے بجا ایک

عیسائی مناظرین جب مسلمانوں کی بوچھاڑ سے گھبرا جاتے ہیں تو اپنی جان بچانے کے لئے مقطعات قرآنی کی طرح کے نام دیتے ہیں۔ من الہ، من استغراقیہ ہے افلا یتوبون تو بہ افعال قلوب میں سے ہے اور استغفار زبان کا فعل ہے۔ پس جس طرح تصدیق کے ساتھ ایمان کے لئے اقرار ضروری ہے اسی طرح توبہ کے لئے استغفار ضروری ہوا۔

ما المسيح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف خاص رسالت اور ان کی والدہ کا وصف خاص صدقیت بیان کر کے بعد میں وصف عام بیان کر دیا ہے۔ جس میں صرف انسان ہی نہیں، بلکہ سب جاندار برابر کے شریک ہیں۔ غرضیکہ کھانا احتیاج کو مستلزم ہے اور الہ میں یہ لازم منتفی ہے۔ پس الوہیت بھی منتفی ہوئی۔ دوسرے یہ کہ جب منفعت اور دفع مضرت پر بھی حضرت مسیح قادر نہیں ہیں پھر مستحق الوہیت کیسے ہو سکتے ہیں۔ غیر الحق۔ اس سے غلو حق نکل گیا ہے جیسے صائم الہ ہر قائم اللیل ہونا کہ یہ حرام اور گمراہی نہیں ہے اور ناحق غلو کی مثال جیسے یہود نے تو ان کو عیاذ باللہ حرام زادہ کہا اور نصاریٰ نے تخت خدائی پر بٹھلا دیا۔ اھواء جمع ہوئی کی ہے۔ شرارت نفس شعی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہوا کی استعمال مذمت کے موقع پر ہوا ہے۔ ابو عبیدہ کی رائے بھی یہی ہے۔ فلان ہوی الخیر کہنا غلط ہے فلان یحب الخیر بولا جائے گا۔

رابطہ :۔ سابقہ آیات میں مخالفین کا ذکر کیا گیا ہے۔ خواہ کفار ہوں یا منافقین۔ چاروں طرف دشمنوں کی یہ کثرت جو اکثر کم فاسقون سے بھی مفہوم ہوتی ہے موہم ضرور ہو سکتی تھی۔ اسی لئے آیت یا ایہا الرسول الخ سے ان خطرات سے بے فکر کر کے تبیینی مشغل و انہماک کو پسند کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد سابقہ مضمون اہل کتاب کو خطاب کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور یا اہل الکتاب لستم الخ سے ان کے موجودہ طریق کے بے ہودہ اور نکلے ہونے کو بتلایا جا رہا ہے۔ آگے آیت ان الدین الخ سے سب کو خطاب عام سے نوازا جا رہا ہے۔ پھر آیت لقد اخذنا سے اہل کتاب کی عام بد عہدیوں اور برائیوں کا ذکر کر کے آیت ما المسيح الخ سے ابطال الوہیت کی دلیل بیان کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت قل اتعبدون میں مسیح کی پرستش کرنے والوں کو تو بیخ اور آیت یا اہل الکتاب لا تغلوا الخ سے اپنے اسلاف کے غلو میں اتباع سے روکا جا رہا ہے۔

شان نزول: ... حسن سے مروی ہے کہ ابتدائے رسالت میں آنحضرت (ﷺ) مخالفین میں تبلیغ کرنے سے طبعی طور پر کچھ گھبرائے اور اس پر آیت یا ایہا الرسول نازل ہوئی جس میں آپ (ﷺ) کو تسلی دی گئی ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ (ﷺ) نے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ یا رب کیف اصنع وانا وحیدی یجتمعون علی تو اس پر آیت وان لم تفعل فما بلغت رسالته نازل ہوئی اور بعض ضعیف روایات سے اس کا نزول حضرت علیؓ کے باب میں آیا ہے لیکن پھر بھی اس سے ان کی افضلیت اور خلافت بلا فصل لازم نہیں آتی اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رافع اور سلام بن مشکم اور مالک بن صفیہ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے کیا اے محمد! تمہارا دعویٰ اتباع ملۃ ابراہیم کا نہیں ہے؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے دین پر ہو۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جہاں تک اتباع ابراہیم کا تعلق ہے صحیح ہے، لیکن تم نے اس میں نئی نئی باتیں ایجاد کر دی ہیں اور اصلی باتوں کو کم کر دیا ہے اور جن باتوں کے اعلان کا تم کو حکم ملا تھا تم ان کو چھپاتے ہو، کہنے لگے جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اسی کو حق سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔ اس پر آیت یا اہل الکتاب لستم الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: طبعی خوف منافی کمال نہیں ہے: مادی اسباب کے پیش نظر بشری اور طبعی تقاضہ سے خطرات سے دوچار ہونا کمال اور رسالت کے منافی نہیں ہے۔ ہر چند کہ آپ (ﷺ) غزوات میں زخمی بھی ہوئے اور بعض مصائب کا سامنا بھی ہوا۔ زہر بھی دیا گیا۔ راستے میں کانٹے بھی بچھائے گئے، اوپر سے پتھر بھی لڑھکائے گئے، نیچے سے ٹڑھے کھودے گئے۔ مگر سب ہی تدبیریں ناکام گئیں اور کوئی آپ (ﷺ) کو قتل نہ کر سکا اور فی الحقیقت یہ پیش گوئی آپ (ﷺ) کے لئے معجزہ اور دلیل نبوت ہے۔ چنانچہ ترمذی کی روایت کے مطابق آپ (ﷺ) نے اس آیت کے نزول کے بعد یہ کہہ کر اپنا پہرہ ہٹا دیا تھا کہ تم سب ہٹ جاؤ، نہ نے میری حفاظت کر لی ہے اور یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ اس درجہ اعتماد بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔

ابتداء میں نئی شریعت اجنبی معلوم ہوا کرتی ہے: جن پیغمبروں کی پوری شریعت یا بعض احکام تورات کے بعد نئے آئے ان کا خلاف ہوئی ہونا تو بلحاظ اعتقاد بھی ہو سکتا ہے، لیکن جو انبیاء علیہ السلام بنی اسرائیل بعینہ تورات ہی کی تعلیم دیتے تھے ان کا خلاف خواہش ہونا بلحاظ ناگواری عمل ہو سکتا ہے کہ ان پر عمل درآمد ان کو شاق گذرتا تھا۔ اور نافرمانوں کو ہر زمانہ میں مختلف سزائیں ملتی رہی ہیں۔ کبھی طاعون وغیرہ عام وباؤں کی صورت میں اور کبھی قتل، کبھی ذلت و قید اور کبھی مسخ وغیرہ کی شکل میں۔ غرضیکہ اس طرح یہ وعیدیں پوری ہوتی رہیں۔ آیت افہ من یشرک الخ اور مال للظالمین من انصار کلام الہی بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بقول حقانی انجیل کے بیان سے ثابت ہے اور دونوں جملے کلام عیسوی ہیں، لیکن ممکن ہے یہ بیان انجیل میں نہ آیا ہو اور آیا بھی ہو تو بقول حقانی مکتوظ نہ رہا ہو۔

غیر اللہ کی الوہیت باطل ہونی کی دلیل: آیت ما المسیح الخ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ کھانا پینا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب چیزیں مادہ کے خصائص میں سے ہیں اور مادیت کے لئے امکان لازم ہے اور اس سے الوہیت کا بطلان ظاہر ہے۔ اسی لئے بالاستعداد کا ذکر ضروری نہ ہوا۔ اور چونکہ ان لوگوں سے اسی میں کلام تھا اس لئے یہاں غیر مادیات سے استدلال کا ذکر بھی ضروری نہیں سمجھا گیا ہے۔ آیت قل اعبدون میں جن نھرانیوں کا ذکر ہے وہ یا تو فی الواقع حضرت مسیح علیہ السلام کی پرستش کرتے ہوں گے اور یا

چونکہ عبادت کا اعلیٰ درجہ اعتقادات اور عقائد ہیں اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ الوہیت کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

لَا تُفِ آيَاتُ: آیت لستم علی شنی الخ سے معلوم ہوا کہ اتباع شریعت کے بغیر کوئی کمال معتبر نہیں ہے آیت فلا تبأس الخ سے معلوم ہوا کہ حق و صداقت سے اعراض کرنے والوں کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کرنا چاہئے۔ آیت کلمما جاء ہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کبار کی اصل اتباع ہوئی ہے۔ اسی لئے مشائخ اس کے استیصال کی جدوجہد کرتے ہیں۔ آیت وحسبوا ان لا تكون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں پر اصرار کرنے سے فطری استعداد بھی مضمحل ہو جاتی ہے۔ جس کو بطلان استعداد کہتے ہیں۔ آیت لقد کفر الذین الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ حلول والحاد باطل محض ہے۔ جس کے بعض جاہل صوفیاء معتقد ہیں۔ آیت قل اتعبدون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو مستقل طور پر تگوینیات میں متصرف سمجھنا باطل ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا عقیدہ ہے۔ آیت ولا تتبعوا اهل الخ سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع رسومات باطل ہیں۔ اگرچہ وہ مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ البتہ اس قسم کی خلاف شرع رسوم اگر محققین کی طرف منسوب ہوں گی تو یا تو ان کی نسبت ہی کی تعلیل کی جائے گی اور یا پھر کسی صحیح عذر پر محمول کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ بْنِ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمَسِيحُوا قِرْدَةً وَهُمْ أَصْحَابُ
آيَةِ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ بَانَ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمَسِيحُوا خَنَازِيرَ وَهُمْ أَصْحَابُ الْمَائِدَةِ ذَلِكَ النَّعْنُ بِمَا
عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۷۸﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ أَيْ لَا يَنْتَهَى نَعْضُهُمْ بَعْضًا عَنْ مُعَاوَدَةِ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ
لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۷۹﴾ فَعَلُهُمْ هَذَا تَرَى يَا مُحَمَّدُ كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
مَكَّةَ نَغْضًا لَكَ لِبِئْسَ مَا قَدَّمْتَ لَهُمْ أَنْفُسَهُمْ مِنْ الْعَمَلِ لِمَعَادِهِمُ الْمُوجِبِ لَهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا
اتَّخَذُوا هُمْ أَيْ الْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۱﴾ خَارِجُونَ عَنِ الْإِيمَانِ لَتَجِدَنَّ يَا
مُحَمَّدُ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَتَضَاعِفَ كُفْرُهُمْ
وَخُفْلُهُمْ وَأَنَّهُمَا كَيْفَ فِي اتِّبَاعِ الْهَوَى وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا
نُصْرِي ذَلِكَ أَيْ قُرْبُ مَوَدَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِينَ بَانَ بِسَبَبِ أَنَّ مِنْهُمْ قَسِيسِينَ عُلَمَاءَ وَرُهْبَانًا عُنَادًا
وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۸۲﴾ عَنْ عِبَادَةِ الْحَقِّ كَمَا يَسْتَكْبِرُ الْيَهُودُ وَ أَهْلُ مَكَّةَ

ترجمہ: بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی (چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی جس کی وجہ سے ان کی صورتیں بگڑ گئیں۔ مراد اصحاب ایہ ہیں) اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی

(انہوں نے ہی ان کے حق میں بد عافرمائی تو سو بنا دیئے گئے۔ اس سے مراد اصحاب مائدہ ہیں۔) اور یہ (لعنت) اس لئے ہوئی کہ یہ لوگ نافرمانی کرتے تھے اور وہ حد سے گزر گئے تھے۔ وہ آپس میں منع نہیں کرتے تھے (ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے) جن برائیوں میں وہ پڑ جاتے تھے۔ یقیناً وہ بڑی ہی برائی تھی جو وہ کیا کرتے تھے (ان کے یہ کام) آپ ملاحظہ فرمائیں گے (اے محمد ﷺ) کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو محبت اور تعلق رکھتے ہیں کفر کرنے والوں سے (مکہ کے باشندوں سے آپ ﷺ کی دشمنی میں) کیا ہی بڑی تیاری ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لئے مہیا کر دی ہے (ان کی دشمنی کے کام) کہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ اور یہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں اور یہ لوگ اللہ پر اور اس کے نبی (محمد ﷺ) پر اور جو کتاب ان پر نازل کی گئی ہے اس پر ایمان رکھتے تو کبھی نہ بناتے (کفار کو) دوست لیکن ان میں زیادہ تر ایسے ہی ہیں جو سچائی کی حدوں سے باہر ہو گئے ہیں (ایمان سے خارج ہو گئے ہیں) یقیناً پائیں گے آپ (اے محمد ﷺ) ایمان والوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہودیوں کو نیز مشرکین کو (مشرکین مکہ مراد ہیں کیونکہ کفر و جہالت اور خواہشات نفسانی کی پیروی میں یہ سب سے بڑھے ہوئے تھے) اور اہل ایمان کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ (یہ ان کا مسلمانوں کی دوستی سے قریب تر ہونا) اس لئے ہے (اس وجہ سے ہے کہ) ان میں پادری (علماء) اور رہبان (عابد) ہیں اور اس لئے کہ ان میں گھمنڈ اور خود پرستی نہیں ہے (اللہ کی بندگی سے تکبر نہیں کرتے جیسا کہ یہودی اور مشرکین مکہ تکبر کرتے ہیں۔)

تحقیق و ترکیب: لعن یہود پر حضرت داؤد علیہ السلام نے اور نصاریٰ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے، جیسا کہ لفظ لسان سے ظاہر ہے اور لسان سے مراد کتاب بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی ان دونوں پیغمبروں کی کتابوں میں ان پر لعنت کی گئی ہے۔ اصحاب ایلہ سے مراد ساحلی علاقہ طبریہ کے باشندے ہیں جنہوں نے داؤد علیہ السلام کے زمانے میں سینچر کے روز احکام الہی کے برخلاف مچھلی کا شکار کھیل کر جسمانی یا روحانی مسخ کے عذاب میں مبتلا ہوئے جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بد عافرمائی۔ اللہم العنہم واجعلہم قردة اور اصحاب مائدہ سے مراد جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی جس کا ذکر اسی سورت کے آخر میں آ رہا ہے اور جب انہوں نے ناشکری اور خلاف ورزی کی، حضرت مسیح علیہ السلام نے بد عافرمائی۔ اللہم العنہم کما لعنت اصحاب السبت۔ چنانچہ تیر نشانہ پر لگا اور ان کو خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ لایسناہون تناہی باب تفاعل ای لایمنعون ولا ینتھون۔ پس تناہی بمعنی انتہا ہے۔ یعنی باز نہیں رہتے۔ عن معاودة تقدیر مضاف اس شبہ کے دفعیہ کے لئے ہے کہ جس منکر اور برے کام کو کر لیا گیا ہے پھر اس کو روکنے کے کیا معنی؟ جواب یہ دیا ہے کہ مرادۃ سے منکر کی نئی مراد ہے۔ لبس نہی عن المنکر کے ترک کی برائی اس سے واضح ہے۔ لفظ ما فاعل ہے لبس کا اور ان مسخط بتقدیر مضاف مخصوص بالمذمت ہے ای موجب سخطہ تعالیٰ من العمل یہ بیان ہے لفظ ما کا اور معاودتہم اس کی پہلی صفت اور الموجب لہم اس کی دوسری صفت ہے۔ جس کا معمول ان مسخط ہے۔ الیہود یہ لتجدن کا مفعول ثانی ہے اور علاوہ تیز ہے اسی طرح لتجدن کا مفعول ثانی اقربہم ہے اور الذین قالوا مفعول اولیٰ ہے اور مودۃ تمیز موصوف اور الذین اس کی صفت یا اس سے متعلق ہے۔ قسیسین بقول قطرب۔ رومی زبان میں قس اور قسیس کے معنی عالم کے ہیں۔

لایستکبرون معلوم ہوا کہ علم اور تواضع اور فکر آخرت نہایت مستحسن چیزیں ہیں۔ اگرچہ پادری اور راہب لوگوں کی طرف سے ہو۔

رابطہ:..... کچھلی آیات سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا ہے ان آیات میں بھی لعن الدین سے یہود و نصاریٰ کی برائیاں مذکور ہیں۔ اور پھر تری کثیراً سے موجودہ یہودیوں کی مذمت کی جا رہی ہے اور پھر مسلمانوں کی نسبت اہل کتاب کا تقابلی جائزہ لے کر یہ بتلانا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کون زیادہ تعجب کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے جس سے قرآن کی بے تعصبی واضح ہے۔

شان نزول:..... سعید بن المسیبؓ وغیرہ حضرات سے مروی ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے عمرو بن امیہ ضمری کو ایک فرمان دے کر نجاشی کے پاس روانہ فرمایا۔ نجاشی نے فرمان مبارک پڑھ کر جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ آنے والے مہاجرین کو دربار میں بلوایا اور کچھ سوالات اور جوابات کے بعد ان سے قرآن سنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے آیات مریم کی تلاوت فرمائی جن کو سن کر نجاشی اور دوسرے نیک دل لوگوں کی آنکھیں بہنے لگیں اور آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر آیت لتجدن الخ نازل ہوئی۔ سعید بن جبیر کی روایت یہ بھی ہے کہ پھر نجاشی نے اپنے تئیں منتخب درباریوں کو بھی بارگاہ نبوت (ﷺ) میں بھیجا اور جب ان کے سامنے سورۃ یسین پڑھی گئی تو ان کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔

﴿تشریح﴾:..... سب سے پہلے حبشہ میں مسلمانوں کو پناہ ملی:..... یہاں نصاریٰ سے مراد جماعت حبشہ ہے جن میں یہود کی نسبت تعصب کم اور قبول حق کی صلاحیتیں زیادہ تھیں۔ جنہوں نے ہجرت حبشہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا برتاؤ کیا تھا اور قبول حق کے بعد نجاشی کے دربار میں اور آنحضرت (ﷺ) کی بارگاہ نبوت میں قرآن سن کر زار و نا شروع کر دیا تھا بلکہ تمیں افراد سرور عالم (ﷺ) کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ دوسرے نصرانیوں میں اگر یہ اوصاف پائے جائیں تو ان کا حکم بھی یہی ہوگا۔

عیسائیوں کا تعریفی پہلو:..... آیت میں لفظ قیس درمیان سے اشارہ علت فاعلیہ کی طرف ہے اور تواضع اور عدم استکبار سے اشارہ علت قابلہ کی طرف ہے اور یہ دونوں علتیں نصاریٰ میں تو پائی جاتی ہیں لیکن یہود ان سے محروم ہیں بلکہ ان کی اضداد سے متصف ہیں۔ یعنی محبت دنیا اور متکبر ہیں اگرچہ ان میں بھی بعض علماء حقانی اسلام سے مشرف ہو چکے تھے لیکن ان کی اکثریت اس شرف مدح سے محروم رہی بلکہ مسلمانوں کی عداوت کا شکار رہی اور مشرکین بھی جب تک عداوت اور اسلام دشمنی میں مبتلا رہے اسلام سے محروم رہے۔ جب عناد نکل گیا مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔

قرآن کریم میں نہ تو ایک طرف سے تمام عیسائیوں کی تعریف ہے اور نہ ہی خاص لوگ مراد ہیں:..... غرض کہ عیسائیوں کا درویش عالم ہونا اور متکبر نہ ہونا اور مسلمانوں سے قریب ہونا وغیرہ اوصاف پر نظر کرتے ہوئے۔ نیز سبب نزول اور لفظ قالوا بصیغہ ماضی اور لتجدن بصیغہ خطاب کا لحاظ کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں تمام دنیا کے نصرانی مراد نہیں ہیں بلکہ وہ خاص عیسائی مراد ہیں جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور نہ ہی آیت میں اتنا خصوص مراد ہے کہ صرف تو مسلم عیسائی پیش نظر رہے ہوں گے۔ اگرچہ سبب نزول اور آئندہ واذا سمعوا پر نظر کرتے ہوئے بعض مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں۔ پس آیت میں نہ مطلقاً عموم مراد ہے اور نہ مطلقاً خصوص بلکہ عموم خصوص من وجہ لینا بہتر ہے۔ چنانچہ اس کا شان نزول بھی عموم من وجہ کے منافی نہیں ہوگا۔

اخلاق حسنہ کی تعریف اور اسلام کی عالی ظرفی:..... جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ اخلاق حمیدہ خواہ کسی قوم میں

ہوں وہ حمیدہ ہی رہیں گے، وہیں اسلام اور قرآن کی عظیم الشان رواداری اور کشادہ قلبی، وسیع النظر بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کی اچھائیوں کے سراہنے میں بھی وہ بخل سے کام نہیں لیتا۔ کیونکہ سچائی سچائی ہے۔ حق و صداقت حق و صداقت ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ تو یہ تعریف دراصل ان اوصاف کی ہے نہ کہ افراد کی۔

نیز تثلیث پرست نصرانیوں کا کفر و شرک ذات و صفات الہیہ میں ہے۔ البتہ بعض یہود بھی حضرت عزیز علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر کفر کے مرتکب ہوئے لیکن عام یہودیوں کا کفر رسالت و نبوت سے متعلق ہے جو اگرچہ عیسائیوں کے کفر سے کم درجہ ہے اور عیسائیوں کا کفر بہ نسبت یہود کے شدید ترین ہے۔ لیکن دونوں جماعتوں کے اخلاق تفاوت کی وجہ سے یہود پر زیادہ ملامت کی گئی ہے پس یہی حال مسلمانوں میں مبتدع فرقوں کا سمجھنا چاہئے۔

نکات:..... آیت میں مطلقاً رہبانیت کی مدح سرائی نہیں کی جارہی ہے کہ اس کی تمام خصوصیات قابل ستائش ہوں، بلکہ اس کے صرف ایک جز یعنی ترک محبت دنیا کے اعتبار سے تعریف ہے۔ نیز آیت قرب مودت سے مراد کامل قریب نہیں بلکہ قرب اضافی ہے۔ الذین اشر کو ابھیغہ ماضی اس کا قرینہ ہے کہ یہ حکم عداوت تمام دنیا کے اور ہر زمانہ کے مشرکین کے لئے عام نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی جگہ کے مشرک دوسروں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ قربت رکھتے ہوں یا غیر متعصب ہوں تو قرآن اس کی نفی نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں یہود بھی مسلمانوں سے نفرت کی بجائے الفت رکھتے ہوں تو الیہود میں الف لام عہد کا لے لیا جائے گا۔ جس سے خاص یہود مراد ہوں گے۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے تمام احکام بلحاظ اکثریت کے لگائے جاتے ہیں کچھ افراد کا نکل جانا قادر نہیں ہوا کرتا، یہ حکم ان نصاریٰ کے لئے جو فی الواقع عیسائی ہوں ورنہ محض مردم شماری یا نام کے اعتبار سے جو عیسائی کہلاتے ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ اسی طرح آیت میں عیسائیوں کے مسلمانوں سے قریب ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کے قریب ہو جائیں۔

لطف آیات:..... آیت ذلک بانہم الخ سے معلوم ہوا کہ علوم و اخلاق کو اعمال میں بہت زیادہ دخل ہے۔ مشائخ علوم و اخلاق کا اہتمام اعمال سے زیادہ کرتے ہیں۔

﴿الحمد للہ کہ پارہ نمبر ۶ کی تفسیر و شرح تمام ہوئی﴾

پارہ نمبر ﴿۷﴾

وَإِذَا سَمِعُوا

فہرست پارہ ﴿وَإِذَا سَمِعُوا﴾

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۳۰	حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے حق میں انعام	۱۰۵	تحریم کی تین صورتوں کے احکام
۱۳۰	لطائف آیات لاعلم لنا الخ وغیرہ	۱۰۵	بعض اعمال و اشغال میں ترک حیوانات کا حکم
۱۳۲	توحید و تثلیث	۱۰۹	قسم کی قسمیں
۱۳۳	سورۃ الانعام	۱۰۹	قسم اور کفارہ
۱۳۶	توحید اور قیامت	۱۰۹	آیت میں صرف شراب اور جوئے کی برائی مقصود ہے
۱۳۷	کسی قوم کو ہلاک کر دینے سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا	۱۰۹	مختلف کھیلوں کا حکم
۱۳۷	حاصل کلام	۱۰۹	حرام ہونے سے پہلے شراب پینے والوں کا حکم
۱۳۷	لطائف آیات الحمد للہ الذی وغیرہ	۱۱۰	لطائف آیات اما یرید الشیطن الخ وغیرہ
۱۳۰	کائنات ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی محکم دلیل ہے	۱۱۳	حکم نازل ہونے سے پہلے خلاف مذہبی جرم میں گہلائے گی
۱۳۱	بلغ ہر ایہ بیان	۱۱۳	حرم اور احرام سے متعلق احکام شکار
۱۳۱	لطائف آیات کتب علیٰ نفسہ الخ وغیرہ	۱۱۳	جزائے فعل اور جزائے محل
۱۳۲	قیامت میں بتوں کا حاضر اور غائب ہونا	۱۱۵	شکاری حرام کے شکار کا تاوان
۱۳۲	سچائی کی قدامت	۱۱۵	شکاری جانور کے زخم کا تاوان
۱۳۲	کفار کی حالت کا تمثیلی بیان	۱۱۵	کعبہ کی دنیوی اور دینی برکات
۱۳۵	دو شبہوں کا جواب	۱۱۶	ہدی کی قسمیں
۱۳۵	ایک شبہ کا ازالہ	۱۱۶	حج کے مہینوں کی حرمت کا فائدہ
۱۳۵	لطائف آیات وہم ینہون عنہ الخ وغیرہ	۱۱۹	لطائف آیات یا ایہا الذین امنوا الخ وغیرہ
۱۵۰	دنیا کا مفہوم اور لب و لعب	۱۲۰	کردار و گفتار کا فرق
۱۵۰	آنحضرت ﷺ کو تسلی و تشفی	۱۲۰	آیت کریمہ پوچھنے کی سب صورتوں کو شامل ہے
۱۵۱	لاؤ اور ناز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خطاب	۱۲۰	ایک شبہ کا ازالہ
۱۵۱	شفاعت کبریٰ	۱۲۰	مطلق اور مقید میں فقہی نقطہ اختلاف
۱۵۱	ایک شبہ کا ازالہ	۱۲۱	ہدایت یافتہ ہونے کے باوجود دوسری کی اصلاح ضروری ہے
۱۵۱	لطائف آیات وہم یحملون وغیرہ	۱۲۱	حالات کے لحاظ سے تبلیغ کا جو حکم ابتداء تھا وہ بعد میں نہیں رہا
۱۵۲	مجرمین کی دار و گیر اور سزا کی ترتیب	۱۲۱	لطائف آیات ما جعل اللہ الخ وغیرہ
۱۵۵	شفاعت ایمانداروں کے لئے ہوگی نہ کہ کفار کیلئے	۱۲۶	آیت سے سات احکام معلوم ہوئے
۱۵۵	لطائف آیات فلما نسوا الخ وغیرہ	۱۲۶	حلف کی تغلیظ اور کیفیت
۱۵۹	نومسلم غرباء کی تالیف قلب	۱۲۶	حلف کے اس مخصوص طرز کی مصالح
۱۶۰	گناہ دانستہ ہو یا نادانستہ ہر حال میں گناہ ہے	۱۲۶	لطائف آیات یا ایہا الذین امنوا شہادۃ الخ وغیرہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸۲	کائنات مادی و روحانی کا ہر ذرہ پروردگار عالم کی رحمت پر شاہد ہے	۱۶۳	تین طرح کے فرشتے اور ان کے کام
۱۸۳	نظام ربوبیت سے توحید پر استدلال	۱۷۰	قوم ابراہیم اور کلدانیوں کا مذہبی حال
۱۸۳	برہان ربوبیت کی عجیب و غریب ترتیب	۱۷۰	حضرت ابراہیم کا ابتدائی اٹھان
۱۸۳	توہمات جاہلانہ	۱۷۱	حضرت خلیلؑ کا اثر انگیز وعظ
۱۸۳	لطائف آیات لتہتدوا الخ وغیرہ	۱۷۱	ایک نادر نکتہ
۱۸۸	رویت باری تعالیٰ	۱۷۱	اہل سنت کی طرف سے معزلہ کے استدلال کا جواب
۱۸۹	رد معزلہ اور شیخ اکبر کی تحقیق	۱۷۲	لطائف آیات کذلک مجزی المحسنین وغیرہ
۱۸۹	مجبودان باطل کو بڑا بھلا کہتا	۱۷۸	منکرین کی تین قسمیں
۱۸۹	دو بیش قیمت اصول اور تحقیق و تحقیر کا فرق	۱۷۹	کتاب اللہ کے حصے غرے
۱۸۹	شبہات کا ازالہ	۱۷۹	موت کی سختی
۱۸۹	لطائف آیات لا تدروکہ الابصار الخ وغیرہ	۱۷۹	لطائف آیات ومن اظلم الخ وغیرہ

وَإِذَا سَمِعُوا

نَزَلَتْ فِي وَفْدِ النَّجَاشِيِّ الْقَادِمِينَ مِنَ الْحَبَشَةِ قَرَأَ عَلَيْهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَةَ يَس فَبَكَوْا وَأَسْلَمُوا وَقَالُوا مَا أَشَبَّهُ هَذَا بِمَا كَانَ يَنْزِلُ عَلَى عِيسَى قَالَ تَعَالَى وَإِذَا سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ مِنَ الْقُرْآنِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا صَدَّقْنَا بِنَبِيِّكَ وَكِتَابِكَ فَكُتِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (۸۳) الْمُقِرِّينَ بِتَصَدِّقِهِمَا وَقَالُوا فِي جَوَابٍ مِنْ غَيْرِهِمْ بِالإِسْلَامِ مِنَ الْيَهُودِ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ الْقُرْآنِ أَيْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنَ الْإِيمَانِ مَعَ وَجُودِ مُقْتَضِيهِ وَنَطْمَعُ عَظْفَ عَلَى نُومِنُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ (۸۴) الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ قَالَ تَعَالَى فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتِ تَجَرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ (۸۵) بِالْإِيمَانِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (۸۶) وَنَزَلَ لِمَاهِمُ قَوْمٌ مِنْ عِصْيَانِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيُثَبِّتَهُمْ فِي دِينِهِمْ وَلِيُذَكِّرَهُمْ بِالْآيَاتِ الَّتِي أَنْزَلَ فِي الْقُرْآنِ فَذَكَرَ فِيهَا مَا أُخْبِرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَلِيُذَكِّرَهُمْ بِالْآيَاتِ الَّتِي أَنْزَلَ فِي الْقُرْآنِ فَذَكَرَ فِيهَا مَا أُخْبِرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَلِيُذَكِّرَهُمْ بِالْآيَاتِ الَّتِي أَنْزَلَ فِي الْقُرْآنِ فَذَكَرَ فِيهَا مَا أُخْبِرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ

ترجمہ: نجاشی کی جانب سے حبشہ سے جب ایک وفد آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (ﷺ) نے ان کو سورہ یسین کی آیات پڑھ کر سنائیں تو وہ رونے لگے اور اسلام قبول کر کے کہنے لگے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل ہوئی۔ یہ قرآن اس سے کس قدر مشابہ ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور جب یہ عیسائی کلام سنتے ہیں، جو اللہ کے رسول (ﷺ) پر نازل ہوا ہے (قرآن پاک) تو آپ دیکھیں گے کہ جوش گریہ سے ان کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ بول اٹھتے ہیں خدایا ہم ایمان لائے (آپ کے نبی (ﷺ) اور کتاب کی تصدیق کرتے ہیں) پس ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لیجئے (جو آپ کے نبی (ﷺ) اور کتاب کی تصدیق کا اقرار کرنے والے ہیں اور جو لوگ یہود میں سے اسلام قبول کرنے پر ان کو عار دلاتے ہیں، ان

کے جواب میں کہتے ہیں) ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس کلام پر جو سچائی کے ساتھ ہمارے پاس آیا ہے ایمان نہ لائیں (قرآن پر۔ یعنی ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ مقتضی ایمان موجود ہے) اور اللہ سے اس کی توقع رکھیں (اس کا عطف نومن پر ہے) کہ وہ ہمیں نیک کرداروں کے زمرہ میں داخل فرمادیں (مومنین کے ساتھ جنت میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں) تو اللہ نے ان کے اس کہنے کے صلہ میں جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے۔ ایسا ہی بدلہ نیک کرداروں کے لئے مقرر کیا گیا ہے (جو اہل ایمان ہیں) لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں (اگلی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب کہ صحابہؓ کی ایک جماعت نے ہمیشہ روزے رکھتے اور رات بھر کھڑے رہنے اور بیویوں اور خواہشوں سے پرہیز کرنے اور گوشت نہ کھانے اور بستر پر نہ سونے کا ارادہ کر لیا) مسلمانو! اللہ نے جو اچھی چیزیں تم پر حلال کر دیں ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو (اللہ کے حکم سے آگے نہ نکلو۔ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتے اور جو کچھ اللہ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے، اس میں سے اچھی اور حلال چیزیں کھاؤ (حلالاً طیباً مفعول ہے اور اس سے پہلے جو مہارزق جار مجرور ہے وہ اس سے متعلق ہو کر حال ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

تحقیق و ترکیب: واذا سمعوا اس سے پہلے قال تعالیٰ نکال کر اشارہ استیناف کی طرف کر دیا ہے ورنہ بعض حضرات نے اس کا عطف لا بستکبرون پر کیا ہے۔ یعنی عیسائیوں کی قرب موت دوجہ سے ہے۔ متکبر نہ ہونے کی وجہ سے اور اس لئے کہ حق بات سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں جو علامت ہے تار قلبی کی تفسیف یہ عبارت تینوں دوجہ کی عبارت سے الٹ ہے۔ اولی عبارت یہ ہے فاض دمع عینہ دوسری عبارت فاضت عینہ دمعاً ہے اور تیسرے دوجہ کی جو سب سے اعلیٰ ہے تفسیف من الذمع ہے۔ تفصیل روح المعانی میں ہے۔ معاً، اس میں من ابتدائیہ من الحق من بیانہ ہے یا تعفیہ و مالنا۔ اس سے انکار سبب اور مسبب دونوں کی طرف متوجہ ہے۔ جیسا کہ آیت و مالی لا عبد میں ہے۔ صرف سبب کی طرف انکار متوجہ نہیں ہے کہ مسبب محقق ہو جیسے کہ فلما لم لایؤمنون وغیرہ میں ہے۔ بما قالوا۔ لفظ قول جب کہ خلوا اعتقاد سے مقید نہ ہو تو اس سے مراد قول مع الاعتقاد ہوتا ہے۔ جیسے کہا جائے ہذا قول فلان اور بعض نے مجازاً قول کو رائے اور اعتقاد کے معنی میں لیا ہے جیسے ہذا قول ابو حنیفہ ہذا مذہبہ واعتقاد۔ کذابو۔ اس کا عطف کفروا پر کیا گیا ہے۔ حالانکہ تکذیب کفر میں داخل ہے تاکہ بالقصد تکذیب کی مذمت ہو جائے۔ مہارزقکم اس میں من تعفیہ یا ابتدائیہ ہو سکتا ہے۔ نیز حلالاً حال بھی ہو سکتا ہے اور جار مجرور اس صورت میں مفعول اور من تعفیہ ہو جائے گا۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں غیر متعصب اور انصاف پسند عیسائیوں کا ذکر تھا۔ آیت واذا سمعوا میں اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آیت یا ایہا الذین الخ سے پھر احکام فرعیہ کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ پہلے رہبانیت اور ترک دنیا کی تعریف گزر چکی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی اس سے ترک لذات پر دھوکہ سے استدلال کر لے۔ اس لئے تحریم حلال کی ممانعت کا بیان زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ یہ چدر ہواں (۱۵) حکم ہے۔

شان نزول: . . . ترمذی وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دعوت کے موقع پر یاویسے ہی آنحضرت (ﷺ) نے ایک مرتبہ قیامت کے اندوہناک حالات پر مشتمل وعظ کیا۔ اس سے متاثر ہو کر عثمان بن مظعونؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، مقداد بن اسودؓ، سالم مولیٰؓ، ابو حذیفہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابوبکرؓ، معقل بن مقرنؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہم نے آپس میں وہ عہد کیا جس کا تذکرہ مفسر علام کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾: تحریم کی تین صورتوں کے احکام: تحریم تین طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اعتقادی، دوسرے قولی، تیسرے عملی۔ اول صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر حلال قطعی کو حرام سمجھا گیا ہے تب تو کافر ہو جائے گا۔ دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم کے الفاظ سے تحریم کی گئی ہے۔ مثلاً: فلاں چیز مجھ پر حرام ہے یا میں اس کو حرام کرتا ہوں یا فلاں چیز اگر کھاؤں یا فلاں کام کروں تو سو رکھاؤں، حرام کھاؤں وغیرہ۔ تو ان میں اول میٹھوں سے قسم ہو جائے گی اور اخیر میٹھوں کا حکم یہ ہے کہ جہاں ان الفاظ سے قسم کا رواج ہو گا قسم ہو جائے گی۔ ورنہ قسم نہیں ہوگی۔ لیکن معصیت ہونے کی صورت میں اس قسم کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے۔ ہاں اگر الفاظ یحییٰ استعمال نہیں کئے تو پھر یہ قسم لغو ہے۔ اس کا کچھ اثر نہیں ہے اور تیسری قسم یعنی عملاً تحریم بمعنی ترک حلال اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بدعت و رہبانیت ہے جس کا خلاف کرنا واجب ہے لیکن اس سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

بعض اعمال و اشغال میں ترک حیوانات کا حکم: البتہ اگر جسم و نفس کی عارضی مصلحتوں کی خاطر طباً یا علماً جا کسی چیز کو ترک کر دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ مذکورہ تحریم میں داخل نہیں۔ بزرگوں سے اکثر مجاہدات اس قبیل سے منقول ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ ہاں ناواقف عالموں میں جو ترک حیوانات وغیرہ خاص قسم کے طریقے مروج ہیں۔ ان میں بلاشبہ شائبہ شرک ہوتا ہے۔ وہاں حسن ظن کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ اصلاح واجب ہے۔

اور اتقوا اللہ کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تقویٰ حلال چیزوں سے پرہیز پر موقوف نہیں بلکہ حرام اور معصیت سے بچنا اصل تقویٰ ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ عام تقوے کے معنی کی رو سے تو تقویٰ کا توقف عدم تحریم پر ہوا لیکن اس معنی کے لحاظ سے تقوے کا عدم توقف تحریم پر ہوگا۔

لطائف آیات: آیت تری اعینہم الخ حالت وجد کے اثبات کی طرف اشارہ ہے۔ آیت وما لنا لا نؤمن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طمع بلا عمل معتبر نہیں ہے۔ آیت یا ایہا الذین الخ سے معلوم ہوا کہ بعض جاہل صوفیاء اور ناواقف عالموں میں جو ترک حیوانات اعمال و اشغال میں رائج ہے وہ نہ صرف یہ کہ بے اصل ہے بلکہ خلاف اصل اور باطل بھی ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ الْكَائِنِ فِيْ اٰیْمَانِكُمْ هُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ الْلِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ الْحَلْفِ كَقَوْلِ الْاِنْسَانِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰی وَاللّٰهِ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمْ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْدِ وَفِيْ قِرَآءَةِ عَاقِدَتُمْ الْاِيْمَانِ عَلَيْهِ بَاَنَّ حَلَفْتُمْ عَنْ قَصْدٍ فَكَفَارَتُهُ اَيِ الْيَمِيْنِ اِذَا حَتَمْتُمْ فِيْهِ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنٍ لِّكُلِّ مَسْكِيْنٍ مِّدٍّ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعَمُوْنَ مِنْهُ اَهْلِيْكُمْ اَيِ اقْصَدُهُ وَاَعْلَبُهُ لَا اَعْلَاهُ وَلَا اَدْنَاهُ اَوْ كِسْوَتُهُمْ بِمَا يُسَمَّى كِسْوَةً كَقَمِيْصٍ وَعَمَامَةٍ وَاِزَارٍ وَلَا يَكْفِيْ دَفْعُ مَا ذَكَرَ اِلَى مَسْكِيْنٍ وَاحِدٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ اَوْ تَحْرِيرُ عَتَقُ رَقَبَةٍ مُّوْمِنَةٍ كَمَا فِيْ كَفَارَةِ الْقَتْلِ وَالظَّهَارِ حَمَلًا لِلْمُطَلَّقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ وَاحِدًا مَّا ذَكَرَ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ كَفَارَتُهُ وَظَاهِرُهُ اَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ التَّابِعُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ ذَلِكَ الْمَذْكُوْرُ كَفَارَةُ اِيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَحَتَمْتُمْ وَاحْفَظُوا اِيْمَانَكُمْ اِنْ تَنَكَّبْتُمْهَا مَا لَمْ تَكُنْ عَلَى فِعْلٍ بِرَّ اَوْ

إِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ كَمَا فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ كَذَلِكَ أَى مِثْلُ مَا بَيْنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾ عَلَى ذَلِكَ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ الْمُسْكِرُ الَّذِي يُحَاوِرُ الْعَقْلَ وَالْمَيْسِرُ الْقِمَارُ وَالْأَنْصَابُ الْأَصْنَامُ وَالْأَزْلامُ قَدَاحُ الْإِسْتِقْسَامِ رِجْسٌ خَبِيثٌ مُسْتَقْبِرٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ الَّذِي يُزَيِّنُهُ فَاِجْتَنِبُوهُ أَى الرِّجْسَ الْمُعَبَّرُ بِهِ عَنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ أَنْ تَفْعَلُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ إِذَا أَتَيْتُمُوهُمَا لِمَا يَخْصُلُ فِيهِمَا مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتَنِ وَيَصُدَّكُمْ بِالشَّغَالِ بِهِمَا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ خَصَّهُمَا بِإِذْكَرٍ تَعْظِيمًا لَهُمَا فَوَيْلٌ لَّكُمْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿۹۱﴾ عَنْ آيَاتِنَاهُمْ أَى انْتَهَوْا وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا الْمَعَاصِيَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَنِ الطَّاعَةِ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۹۲﴾ الْإِبْلَاحُ الْبَيِّنُ وَجَزَاؤُكُمْ عَلَيْنَا لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا أَكُنُوا مِنَ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قَبْلَ التَّحْرِيمِ إِذَا مَا اتَّقَوْا الْمُحَرَّمَاتِ وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا عَنِ التَّقْوَى وَالْإِيمَانِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسِنُوا الْعَمَلَ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُشِيهُهُمْ

ترجمہ: ... اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے۔ تمہاری لغو (ہونے والی) قسموں پر (کہ جن کی طرف بلا ارادہ قسم زبان سبقت کر جائے۔ جیسے واللہ باللہ کے الفاظ بے ساختہ زبان پر جاری رہتے ہیں) البتہ تم سے مواخذہ ہوگا۔ ان پر کہ تم نے مستحکم کر دیا ہو (لفظ عقد تم تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور ایک قرأت میں عاقلتم ہے) جن قسموں کو (ارادہ کر کے قسمیں کھائی ہوں) تو ان کا کفارہ (جس قسم کو کھا کر توڑ دیا ہو) دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔ (ہر فقیر کو ایک مد وزن غلہ دینا ہے) درمیانی درجہ کا جیسے کہ تم کھلاتے ہو (وہ کھانا) اپنے بیوی بچوں کو (اوسط درجہ کا نہ اعلیٰ اور نہ ادنیٰ) یا ان کو کپڑا پہنا دینا (جو پورا لباس کھلائے۔ مثلاً کرتہ، چادر، عمامہ اور یہ تمام جوڑے ایک ہی فقیر کو دینا کافی نہیں ہوگا۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے) یا ایک (مومن) غلام آزاد کرنا (کفارہ قتل و ظہار کی طرح مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے) اور اگر (یہ سب کچھ) میسر نہ آئے تو پھر تین دن تک روزے رکھنے چاہئیں (بطور کفارہ۔ اور ظاہر اس میں پے درپے ہونا شرط نہیں ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے) یہ (مذکورہ) کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھا بیٹھو (اور توڑ دو) اور چاہئے کہ تم اپنی قسموں کی نگہداشت کرو (ان کو توڑ و مت۔ تا وقتیکہ وہ قسمیں کسی نیک کام یا اصلاحی سلسلہ کے برخلاف نہ ہوں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے) اسی طرح (یعنی جیسا کہ مذکورہ حکم پر واضح کیا جا چکا ہے) اللہ تم پر اپنی آیتیں واضح کرتے رہتے ہیں تاکہ تم شکر گزار ہو سکو (ان باتوں پر) مسلمانو! بلاشبہ شراب (نشہ آور جو عقل کو بدست کر دیتی ہے) اور جوا اور بت اور پانے (جن سے قسمت کا حال معلوم کیا جاتا تھا) گندگی (نا پاک پلیدی) ہے شیطانی کارروائی کی (جو اس نے بنا سنوار کر پیش کر دیے) لہذا ان سے بچو (جس گندگی کو ان عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر تم ان سے بچتے رہے تو) امید ہے کہ تم کامیاب ہو سکو گے۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے (اگر تم نے یہ کام کر لئے کیونکہ شراب اور جوئے سے شرارت اور فتنے پھوٹ پڑتے ہیں) اور تمہیں روک دے (ان کاموں میں لگا کر) اللہ کی یاد اور نماز سے (بالخصوص ان دونوں اعمال کا ذکر ان کی عظمت کے پیش نظر ہے) پھر اب بھی باز آؤ گے (ان دونوں کاموں کے ارتکاب سے۔ یعنی باز آ جانا چاہئے) اور اللہ کی

اطاعت کرو اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو اور بچتے رہو (گناہوں سے) پھر اگر تم نے روگردانی کی (کہا ماننے سے) تو یاد رکھو کہ ہمارے پیغمبر (ﷺ) پر تو صرف صاف صاف پیغام پہنچا دینا ہے (کھلے بندوں تبلیغ کر دینا ہے۔ رہا تمہیں بدلہ دینا سو وہ ہمارے سپرد ہے) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جو کچھ کھاپی چکے ہیں اس کے لئے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے (جو انہوں نے تحریم کا حکم آنے سے پہلے شراب نوشی اور جوئے بازی کی ہو) جبکہ وہ پرہیزگار رہے (حرام چیزوں سے) اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے اور برے کاموں سے رک گئے اور ایمان لائے (تقوے اور ایمان پر برقرار رہے) پھر پرہیز کیا اور بہترین کام (عمل) کئے اور اللہ نیک کرداروں کو دوست رکھتے ہیں (یعنی ان کو ثواب عطا فرمائیں گے)۔

تحقیق و ترکیب: باللسو۔ ہمارے نزدیک خلاف واقعہ کسی بات کے متعلق گمان کر کے قسم کھانے کو یحیٰ بن لغو کہتے ہیں۔ جیسا کہ مجاہد کی رائے ہے کہ صحابہؓ نے لہذا نذ کے ترک پر قربت سمجھتے ہوئے قسم کھائی تھی۔ جب ممانعت کا حکم آیا تو کہنے لگے۔ کیف بایماننا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور امام شافعیؒ کے نزدیک حضرت عائشہؓ کے قول کے بموجب یحیٰ بن لغو کی تفسیر وہ ہے جو مفسر علامؒ نے ذکر کی کہ تکیہ کلام کے طریق پر بے ساختہ عوام کی زبان پر قسمیں جاری رہتی ہیں۔ فی ایمانکم اس کا تعلق یا لغو کے ساتھ ہے۔ لغائی یحیٰ کہتے ہیں۔ یا مقدر کے متعلق ہے۔ ای کائنات فی ایمانکم۔

عقلم۔ ماصدریہ ہے۔ تعقید بمعنی توثیق، حمزہ، کسائی، ابو بکر تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور باقی قراء تشدید کے ساتھ اور ابن ذکو ان کی قرأت عاقلتم ہے۔ یعنی فاعل بمعنی فعل، شوافع کے نزدیک یحیٰ بن لغو غموس اور منعقدہ دونوں میں قصد ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں میں کفارہ ہوگا لیکن احناف کے نزدیک عقد کے معنی عزم علی الوفاء کے ہیں جو صرف یحیٰ منعقدہ میں پائے جاتے ہیں۔ یحیٰ بن لغو غموس میں نہیں ہوتے۔

فکفارتہ کفارہ بروزن فعلہ معنی مصدری ہے جس سے گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اس میں تاقل یا مبالغہ کے لئے ہے۔ آیت میں چار چیزیں بطور کفارہ ذکر کی گئی ہیں۔ تین اول میں تخیر اور چوتھی صورت روزوں میں ترتیب ہے کہ جب پہلی تین صورتوں پر قدرت نہ ہو اس وقت روزوں سے کفارہ دلایا جائے گا۔ اللہ کی ذات و صفات کی قسم اگر کھائی، تب تو کفارہ کے لئے حانث ہونا شرط ہے، لیکن اگر غیر اللہ کی قسم کھائی، کعبہ کی یا نبی (ﷺ) کی تو اس میں حث ہی نہیں ہے بلکہ اگر شرعاً قابل احترام چیز کی قسم کھائی تو بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام ہے ورنہ ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے من کان حالفاً فلیحلف باللہ اولی صمت۔

مد ایک مد دور ظل شرعی کے برابر ہوتا ہے اور ایک رطل میں استار کا اور ایک استار ساڑھے چھ درہم وزنا کا ہوتا ہے۔ یہ مقدار امام شافعیؒ کے نزدیک ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک ہر فقیر کو نصف صاع گیسوں یا ایک صاع جو دینی ضروری ہے۔

کسو تھم جو کپڑا ستر کے لئے کافی ہو۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ازار، قمیص یا چادر وغیرہ ہونی چاہئے۔ مسکین واحد۔ احناف کے نزدیک ایک فقیر کو دس روز تک کھانا دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اشارۃ النفس سے ثابت ہے۔ رقبۃ احناف کے نزدیک مسلمان اور کافر غلام دونوں کو یہ مطلق لفظ شامل ہے۔ شوافع کا نظہار قتل پر قسم کو قیاس کرنا طبع نہیں ہے۔ لان المطلق بجری علی اطلاقہ والمقید علی تعقیدہ۔

ثلاثۃ ایام۔ امام شافعیؒ کے نزدیک روزوں کا مسلسل ہونا شرط نہیں ہے اور احناف کے نزدیک ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ کی قرأت متابعات کی وجہ سے پے در پے ہونا ضروری ہے۔

اذا حلفتم۔ امام شافعیؒ اس لفظ سے استدلال کرتے ہیں کہ حلف کے بعد حانث ہونے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ پہلے مواخذہ کا عنوان ذکر ہوا ہے جو وجوب کا مرادف ہے، جس کے تحت یہ کفارہ داخل ہوگا۔ پس

گویا حادث ہونے سے پہلے کفارہ دینا واجب ہے۔ حالانکہ بغیر حث کے بالا جماع کفارہ کا وجوب نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ وجوب کفارہ کے لئے حث کی قید ضروری ہے۔

الخمر۔ مفسر علامؒ نے شافعی ہونے کی رعایت سے عام مسکر کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور احناف کے نزدیک صرف انگور کا کشید کیا ہوا کچا شیرہ جو گاڑھا اور جھاگ دار ہو۔ چنانچہ قاموس میں ہے۔ ما اسکر من عصیر العنب او عام۔ اول قول احناف کا اور "او عام" سے دوسرا قول شوافع کا موید ہے۔

المیسر۔ اس سے مراد اگرچہ خاص قمار ہے، لیکن عبارت النفس سے شطرنج و چوسر، کیرم، اور ہر ایسی بازی ہے جس میں دو طرف سے شرط لگائی ہونا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک طرف سے شرط لگائی جائے تو اس میں فقہاء نے گنجائش دی ہے۔ غرضیکہ نزد بالا اتفاق حرام اور شطرنج بشرطیکہ نماز وغیرہ ضروریات دین میں حارج نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے۔ اس سے فقہی چستان مشہور ہے۔ الشطرنج ابا حنیفتی و هو الشافعی۔

رجس۔ اصل میں یہ مصدر ہے۔ اسی لئے ایک قول پر اس کو متعدد چیزوں کی خبر بنانا باوجود واحد ہونے کے صحیح ہے۔ البتہ تقدیر مضاف اگر کی جائے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔

فاجتنوبہ۔ ضمیر مذکور کی طرف بھی رائج ہو سکتی ہے اور شیطان کی طرف لوٹانا اقرب ہے۔

العداوة۔ ضد صداقت ہے۔ جیسا کہ بغض ضد حب ہے۔ یعنی عداوت ظاہر اور بغض باطن ہوتا ہے۔

انتھوا۔ جلال مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ استفہام بمعنی امر ہے بلکہ اس سے بھی ابلغ ہے۔ لیس الخ خطیب کی رائے ہے کہ پہلے ایمان و عمل صالح سے مراد دوام و ثبات اور اذ ما اتقوا سے مراد تحریم خمر کے بعد اس سے بچنا ہے اور دوسرے امنوا سے مراد اس تحریم پر ایمان لانا ہے اور تیسرے اتقوا سے مراد عام معاصی سے پرہیز پر مداومت اور احسنوا سے مراد اعمال صالحہ کا اشتغال ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اول تقویٰ سے مراد کفر سے پرہیز اور دوسرے سے مراد کبائر ہے۔ اور تیسرے سے مراد صغائر سے پرہیز ہے۔

رابط آیات: تحریم طہیات کبھی قسم کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے آیت لایؤخذکم الخ سے یہیں ہی کے اقسام و احکام پر گفتگو کی جا رہی ہے جو ترکہ حلال کی ممانعت سے متعلق سولھواں حکم ہے۔ اس کے بعد آیت انما الخمر الخ سے سترہویں حکم میں بعض حرام چیزوں کے استعمال کی ممانعت کی جا رہی ہے اور آیت اطیعوا اللہ سے عام اطاعت کی ترغیب دی جا رہی ہے اور پھر آیت لبس علی الذین الخ سے یہ بتلانا ہے کہ جو لوگ ممانعت کا حکم آئے سے پہلے شراب اور جوئے کے مرتکب ہو چکے ہیں وہ گناہگار اور نافرمان نہیں کہلائیں گے۔

شان نزول: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قسموں کے متعلق جب حکم نازل ہوا تو صحابہؓ نے عرض کیا کیف نصنع بایماننا اللہ حلفنا علیہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز ابن عباسؓ سے ابن حذیفہؓ کے سوال کے جواب میں مرفوعاً روایت ہے جس کے الفاظ ثلثة ایام متابعات ہیں اور ابن مسعودؓ ابی ابن کعبؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دو انصاری قبیلے کسی ضیافت میں جمع ہوئے۔ شراب نوشی شروع ہوئی اور بھائی بھائی ہونے کے باوجود نشہ کی حالت میں ایک دوسرے کا منہ کالا کیا گیا اور بری طرح بد مزگی پیدا ہوئی۔ دلوں میں نفرت کے جذبات ابھرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ اس سلسلہ میں جب تدبیر کی آیات اور احکام نازل ہوئے تو بات صاف اور مکمل نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو دعا کرنی پڑی۔ اللھم بین لنا بیا شافیا یہ دعا قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئیں۔ جن میں بھرپور طریقے سے برائی کا پہلو و اشکاف کیا گیا۔

جب آخر میں فہل انتہون فرمایا گیا تو حضرت عمرؓ بول اٹھے۔ یا رب انتہینا اور منکوں میں جس قدر شراب تھی وہ سب گرا دی گئی۔ حتیٰ کہ مدینہ شریف کی گلیوں اور نالیوں میں بہتی پھر رہی تھی۔ صحابہؓ نے شراب کے برتن تک توڑ دیئے کہ کہیں پھر اس کی ناپاک یا دتا زہ نہ ہو جائے۔

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ وغیرہ صحابہؓ نے ان آیات کو سن کر عرض کیا کہ ہمارے ان گزرے ہوئے بھائیوں کا کیا بنے گا جنہوں نے تحریم سے پہلے شراب اور جوئے کا شغل کیا؟ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ فقال ناس من المتکلمین عن رجس وہی فی بطن فلان و قتل قتل یوم احد تو اس پر آیت لیس علی الذین الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: قسم کی قسمیں: لغو کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس پر گناہ کا اثر مرتب نہ ہو۔ دوسرے جس پر کفارہ کا اثر مرتب نہ ہو۔ اس آیت میں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں یحییٰ منعقدہ کا ذکر ہے۔ جس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور پہلے معنی کا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یحییٰ منعقدہ کہتے ہیں اسندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قسم کھانا اور یحییٰ لغو اس کے مقابل وہ ہے جس میں یہ بات نہ پائی جائے۔

قسم اور کفارہ: یحییٰ منعقدہ میں قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔ نیز فقراء کو کھانا دینے میں اختیار ہے۔ خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت بٹھلا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے یا ایک آدمی کو دس روز تک دو وقت کھلا دیا جائے۔ لیکن کوئی فقیر نہ تو شکم سیر ہو اور نہ کسب بالغ ہو۔ اسی طرح ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے نیز یہ مسکین ایسے ہوں جن کو زکوٰۃ دینا درست ہو۔ کپڑوں کے متعلق جلال محقق تفصیل کر چکے ہیں۔ روزے رکھنے والے ہوں تو متواتر رکھنے چاہئیں۔ اگر دو چار روزے رکھنے کے بعد کوئی کھانا یا لباس دینے پر قادر ہو گیا۔ یعنی صاحب نصاب ہو گیا تو روزوں سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ قسم جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جائے دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہوگا۔ حلف کی تفصیلی بحث سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

آیت میں صرف شراب اور جوئے کی برائی مقصود ہے: یہاں شراب، جوئے، بت، پانسہ کے تیروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مقصود شراب و جوئے کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ لوگ شراب و جوئے کے عادی تھے۔ اسی لئے اس آیت میں صرف شراب و جوئے کی حکمت تحریم پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ ازلام تو جوئے ہی میں داخل ہے اور بتوں کا تذکرہ محض شراب و جوئے کی مذمت کے لئے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں بت پرستی کے درجہ کی ناپاک اور کفر کے قریب کی چیزیں ہیں۔

مختلف کھیلوں کا حکم: شراب و جوئے کو جس حکمت سے حرام کیا گیا ہے وہ شطرنج، چوسر، کریم، برج، تاش وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے یہ لہو و لعب بھی ناجائز ہونے چاہئیں۔ لاٹری اور معمرے اس فیشن زدہ اور ترقی یافتہ دور کے جوئے ہیں اور کچھ طلبائے دین علمی تاش کا شغل رکھتے ہیں۔ اگر ضروریات میں حارج نہ ہو تو خیر و نہ قابل ترک ہے۔

حرام ہونے سے پہلے شراب پینے والوں کا حکم: آیت لیس علی الذین الخ کا حاصل یہ ہے کہ صاحب ایمان و تقویٰ اور نیکو کار ہوتے ہوئے یہ بات مرحومین صحابہؓ سے بعید تھی کہ اگر ان باتوں سے ان کو روکا جاتا تو وہ باز نہ رہتے۔ ان کی باعمل زندگی تو اس کی شاہد ہے کہ اس حکم کے سامنے بھی حسب دستور وہ سر جھکا دیتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی زندگی نے وفانہ کی اور ان کو اس حکم کے سننے اور اس کی تعمیل کرنے کا موقعہ قسمت سے فراہم نہ ہو سکا۔ اندریں صورت ان کو نافرمان کس طرح شمار کیا جاسکتا ہے وہ فرمانبرداری کے زمرہ ہی میں شامل ہیں۔

لطا ئف آیت : آیت انما یسرید الشیطن الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے جس طرح اخروی مضرتیں ہوتی ہیں دنیاوی مضرتیں بھی اسی طرح پیش آتی ہیں۔ آیت لیس علی الذین الخ میں ایمان اور تقویٰ کو بار بار لانے سے اس طرح اشارہ ہوا کہ ان دونوں کے درجات مختلف اور بے شمار ہیں۔ ایک دوسرے سے متفاوت ہیں جن میں سالک ترقی کرتا رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُخْبِرَنَّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ يُرْسِلُهُ لَكُمْ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ آيِ الصِّغَارِ مِنْهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَا حُكْمُ الْكِبَارِ مِنْهُ وَكَانَ ذَلِكَ بِالْحُدُودِ وَهُمْ مُحْرَمُونَ فَكَانَتْ الْوَحْشُ وَالطَّيْرُ تَغْشَاهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ عِلْمَ ظُهُورٍ مَنْ يُخَالِفُهُ بِالْغَيْبِ حَالٌ أَيْ غَائِبًا لَمْ يَرَهُ فَيَحْتَسِبُ الصَّيْدَ فَمَنْ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ النَّهْيِ عَنْهُ فَاصْطَادَهُ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۹۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ مُحْرَمُونَ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ بِالتَّوْبِ وَرَفْعِ مَا بَعْدَهُ أَيْ فَعَلَيْهِ جَزَاءٌ مُوْثِلٌ مَا قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ أَيْ شِبْهُهُ فِي الْخِلْقَةِ وَفِي قِرَاءَةِ بِإِضَافَةِ جَزَاءٍ يَحْكُمُ بِهِ أَيْ بِالْمِثْلِ رَجُلَانِ ذَا عَدْلٍ مِنْكُمْ لَهُمَا فِطْنَةٌ يُمَيِّزَانِ بِهَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءِ بِهِ وَقَدْ حَكَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُو عَلَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فِي النِّعَامَةِ بِيَدْنِهِ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو عُيَيْدَةَ فِي بَقَرِ الْوَحْشِ وَجِمَارِهِ بِقِرَّةٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عُوفٍ فِي الطَّبِي بِشَاةٍ وَحَكَّمَ بِهَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُو وَغَيْرُهُمَا فِي الْحَمَامِ لِأَنَّهُ يَشْبَهُهَا فِي الْعَبِّ هَذَا أَحَالَ مِنْ حَزَاءٍ بَلَغَ الْكَعْبَةِ أَيْ يُلْغُ بِهِ الْحَرَمَ فَيَذُبُّ فِيهِ وَيَتَصَدَّقُ بِهِ عَلَى مَسَاكِينِهِ وَلَا يَحُوزُ أَنْ يَذُبُّ بِحَيْثُ كَانَ وَنَضْبُهُ نَعْتًا لِمَا قَبْلَهُ وَإِنْ أُضِيفَ لِأَنَّ إِضَافَتَهُ لَفْظِيَّةٌ لَا تُفِيدُ تَعْرِيفًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلصَّيْدِ مِثْلٌ مِنَ النِّعَمِ كَالْعَصْفُورِ وَالْجَرَادِ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ أَوْ عَلَيْهِ كَفَّارَةٌ غَيْرُ الْحَزَاءِ وَإِنْ وَجَدَهُ هِيَ طَعَامٌ مَسْكِينٍ مِنْ غَالِبِ قُوتِ الْبَلَدِ مِمَّا يُسَاوِي الْحَزَاءَ لِكُلِّ مَسْكِينٍ مُدٌّ وَفِي قِرَاءَةِ بِإِضَافَةِ كَفَّارَةٍ لِمَا بَعْدَهُ وَهِيَ لِلْبَيَانِ أَوْ عَلَيْهِ عَدْلٌ مِثْلُ ذَلِكَ الطَّعَامِ صِيَامًا يَصُومُهُ عَنْ كُلِّ مَدَّةٍ يَوْمًا وَإِنْ وَجَدَهُ وَجَبَ ذَلِكَ عَلَيْهِ لِيَذُوقَ وَبَالَ ثِقَلِ حَزَاءِ أَمْرِهِ الَّذِي نَعَلَهُ عَفَا اللَّهُ عَنْمَا سَلَفٌ مِنْ قَتْلِ الصَّيْدِ قَبْلَ تَحْرِيمِهِ وَمَنْ عَادَ عَلَيْهِ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ ذُو انْتِقَامٍ (۹۵) مِمَّنْ عَصَاهُ وَالْحَقُّ يَقْتُلُهُ مُتَعَمِّدًا فِيمَا ذَكَرَ الْخَطَاءُ أَحَلَّ لَكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ حَلَالًا كُنْتُمْ أَوْ مُحْرَمِينَ صَيْدَ الْبَحْرِ أَنْ تَأْكُلُوهُ وَهُوَ مَا لَا يَعِيشُ إِلَّا فِيهِ كَالسَّمَكِ بِحِلَافٍ مَا يَعِيشُ فِيهِ وَفِي الْبَرِّ كَالسَّرَطَانِ وَطَعَامُهُ مَا يَقْدِفُهُ إِلَى السَّاحِلِ مَيْتًا مَتَاعًا تَمْتِعًا لَكُمْ تَأْكُلُونَهُ وَلِلْمَسَافِرِ مِنَ الْمُسَافِرِينَ مِنْكُمْ يَتَزَوَّدُونَ وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدَ الْبَرِّ وَهُوَ مَا يَعِيشُ فِيهِ مِنَ الْوَحْشِ الْمَأْكُولِ أَنْ تُصِيدُوهُ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا فَلَوْ صَادَهُ حَلَالًا فَلِلْمُحْرَمِ أَكْلُهُ كَمَا بَيَّنَّتْهُ الشُّعْرَةُ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۴﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ الْمُحَرَّمَ قِيَمًا لِلنَّاسِ يَقُومُ بِهِ أَمْرَ دِينِهِمْ بِالْحَجِّ إِلَيْهِ وَدُنْيَاهُمْ بِأَمْنٍ دَاخِلِهِ وَعَدَمِ التَّعَرُّضِ لَهُ وَجَبِي ثَمَرَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ إِلَيْهِ وَفِي قِرَاءَةِ قِيَمًا بِلَا أَلْفٍ مَصْدَرُ قَامَ عَيْنُهُ مُعْتَلٌّ وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ بِمَعْنَى الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَحَ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنِهِمُ الْقِتَالَ فِيهَا وَالْهَدْيَ وَالْقَلَادَةَ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنٍ صَاحِبِيهِمَا مِنَ التَّعَرُّضِ لَهُ ذَلِكَ الْجَعْلُ الْمَذْكُورُ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۹۵﴾ فَإِنَّ جَعْلَهُ ذَلِكَ لِحِلْبِ الْمَصَالِحِ لَكُمْ أَوْ دَفْعِ الْمَضَارِّ عَنْكُمْ قَبْلَ وَقُوعِهَا دَلِيلٌ عَلَى عِلْمِهِ بِمَا فِي الْوُجُودِ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ لَا عُدَائِهِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ لِأَوْلِيَائِهِ رَحِيمٌ ﴿۹۶﴾ يَهْمُ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْإِبْلَاغُ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَبْدُونَ تَظْهِرُونَ مِنَ الْعَمَلِ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۷﴾ تُخْفُونَ مِنْهُ فَيَحَازِيكُمْ بِهِ قُلٌ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ الْحَرَامُ وَالطَّيِّبُ الْحَلَالُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي تَرْكِهِ يَأُولَى الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۹۸﴾ تَفُوزُونَ

۱۳
ع
۳

ترجمہ:..... مسلمانوں! تمہارا امتحان (آزمائش) کریں گے اللہ تعالیٰ ایک حد تک شکار سے (تمہارے پاس بھیج کر) کہ پہنچیں گے (ان میں سے چھوٹے جانوروں تک) تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے (بڑے جانوروں تک۔ یہ واقعہ حدیبیہ میں پیش آیا، جبکہ لوگ احرام میں تھے اور وحشی جانور اور پرندے کجاووں کے آس پاس جھنڈ کے جھنڈ آ رہے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے (کھلم کھلا) کہ کون غائبانہ اس سے ڈرتا ہے (یہ حال ہے یعنی غائبانہ اللہ کے دیکھے بغیر کون شکار سے بچتا ہے) پھر اس کے بعد کوئی حد سے گزر جائے گا (ممانعت کے بعد شکار کھیلے گا) تو اس کے لئے درودناک عذاب ہے۔ مسلمانو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ کھیلو (خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا) اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر جانور مار ڈالے گا تو اس کا بدلہ (لفظ جزاء تنوین کے ساتھ ہے اور اس کا مابعد مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فعلیہ جزاء ہو) مارے ہوئے جانور کے مثل جو پایہ ہونا چاہئے (یعنی خلقت کے لحاظ سے یہ بدلہ شکار کے مانند ہونا چاہئے اور ایک قرأت میں لفظ جزاء اضافت کے ساتھ ہے) اس کا فیصلہ (یعنی برابری کا فیصلہ دو آدمی) منصف تم میں سے کریں گے (جن کو شکار کے اشبہ بدلہ تجویز کرنے کی سمجھ بوجھ ہو۔ ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ نے شتر مرغ کے بدلہ میں اونٹ اور ابن عباسؓ اور ابو عبیدہؓ نے گورخ اور جنگلی گدھے کے بدلے میں گائے بیل، اور ابن عمرؓ اور عبدالرحمنؓ ابن عوفؓ نے ہرن کے بدلہ میں بکری اور ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ نے کبوتر کے بدلہ میں بکری کا فیصلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ بکری اور کبوتر دونوں جانور گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیتے ہیں) بشرطیکہ نیاز کے طور پر (یہ حال ہے جزاء سے) کعبہ تک پہنچائی جائے (یعنی حرم میں لے جا کر اس کی قربانی کی جائے اور پھر فقیروں پر اس کو خیرات کر دیا جائے۔ یہ نہیں کہ جہاں جی چاہے جانور ذبح کر لے اور بالغ الکعبہ کا منصوب ہونا اضافت کے باوجود ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ اضافت لفظیہ ہے جس سے اسم معرفہ نہیں بنتا۔ لیکن اگر کسی شکاری جانور کی مانند کوئی چوپایہ ہو جیسے چڑیا، مڈی، تو وہاں پھر اس شکار کی قیمت لی جائے گی) یا (اس پر) کفارہ ہے (علاوہ جزاء کے۔ اگرچہ جزاء پانی جائے تب بھی کفارہ) مساکین کو دے دیا جائے (جس دیس میں جو غلہ زیادہ استعمال ہوتا ہے اس سے بدلہ کا تخمینہ کر کے ہر فقیر کے ایک مد غلہ دے دیا جائے اور ایک قرأت میں لفظ کفارة مابعد کی طرف مضاف ہے۔ اضافت بیانہ کے ساتھ) یا (اس

پر) اس (غلہ) کے برابر (ماتند) روزے ہوں گے (ہر مد غلہ کے بدلہ میں ایک دن کا روزہ رکھ لے اور غلہ اگر موجود ہو تو پھر وہی واجب ہو جائے گا) تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ (بدلہ) چکھے (جو کام اس نے کیا ہے) اللہ نے درگزر کیا اس سے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا ہے (تحریم سے پہلے جو شکار کھلا ہے) لیکن جو کوئی پھر کرے گا (شکار) تو اللہ میاں اس سے بدلہ لیں گے، اور اللہ غالب ہیں (اپنے کام میں زبردست) اور انتقام لے سکتے ہیں (نافرمانوں سے اور عدا شکار کے مذکورہ حکم میں نادانستہ شکار بھی شریک ہے) تمہارے لئے حلال ہے (بغیر حرام کی حالت میں ہو یا احرام کی حالت میں) سمندری اور دریائی شکار (اس کو کھا سکتے ہو۔ دریائی جانور کی تعریف یہ ہے کہ جو پانی کے بغیر نہ رہ سکتا ہو جیسے مچھلی۔ برخلاف اس جانور کے جو تری اور خشکی دونوں میں رہ سکتا ہو۔ جیسے سرطان) اور اس کا کھانا (جس کو سمندر نے مردہ ساحل پر پھینک دیا ہو) تاکہ تمہیں اس سے نفع (فائدہ) پہنچے (تم اس کو کھا سکو) اور اہل قافلہ بھی فائدہ اٹھائیں (تمہارے ساتھ مسافر اس کو تو شہ بنالیں) لیکن تم پر حرام کر دیا گیا ہے خشکی کا شکار (جو وحشی جانور خشکی میں رہتے سہتے ہوں، ان کا شکار ممنوع ہے) جب تک تم احرام کی حالت میں ہو (تاہم اگر بلا احرام کسی شخص نے اس کو شکار کر لیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا روا ہے۔ جیسا کہ سنت سے معلوم ہوتا ہے) پس اللہ سے ڈرو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کر کے لے جاؤ گے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت (احترام) کا گھر ہے۔ لوگوں کے لئے قیام کا ذریعہ بنا دیا ہے (جو حج جیسے دینی کام کی ادائیگی کی جگہ اور دنیاوی لحاظ سے بھی اس میں داخل ہونے والے کے لئے امن ہے اور کوئی نگاہ بھر کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ نیز ہر قسم کے پھل پھول وہاں مہیا کر دیئے گئے ہیں اور ایک قرأت میں لفظ لیمّا بغیر الف کے ہے۔ قام کا مصدر ہے جس کا عین کلمہ معتل ہے) اور محترم مہینوں کو (شہر حرام بمعنی اشہر حرم ہے۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب کے مہینے ہیں جو لوگوں کے لئے جنگ سے رکاوٹ کے باعث زندگی برقرار رکھنے کا ذریعہ بن گئے) اور قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں (ان کے لئے قیام کا ذریعہ بنا دیا ہے ان کے مالکوں سے تعرض نہ ہونے کی وجہ سے) یہ مذکورہ قرارداد (اس لئے ہے تاکہ تم جان لو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب کا حال جانتے ہیں اور وہ ہر بات کا علم رکھنے والے ہیں۔ تمہارے لئے منافع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے اسی قسم کی قرارداد کو منظور فرمانا اس کی دلیل ہے کہ پچھلی اگلی باتوں کا انہیں علم ہے) جان لو! کہ اللہ سخت سزا دینے والے (اپنے دشمنوں کو) اور بخشنے والے (اپنے دوستوں کو) اور (ان پر) رحم فرمانے والے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) کے ذمہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہنچادے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ تم کھلے طور پر کرتے ہو (ظاہرِ عمل کرتے) اور جو کچھ چھپا کر کرتے ہو (پوشیدہ طریقہ سے۔ چنانچہ سب پر تمہیں بدلہ ملے گا۔ اے پیغمبر (ﷺ)! ان سے فرما دیجئے کہ ناپاک (حرام) اور پاک (حلال) چیز برابر نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ تمہیں گندی چیز کا بہت ہونا اچھا لگے۔ پس اللہ سے ڈرو۔ (اس کے چھوڑنے میں) اے ارباب دانش: تاکہ تم فلاح یاب ہو سکو (کامیاب بن سکو)۔

تحقیق و ترکیب: الصید۔ یہ امتحان ایسا ہی تھا جیسے اصحاب السبت کا مچھلیوں کے سلسلہ میں ہوا۔ مگر امت محمدیہ کامیاب ہوئی۔ اس لئے دین و دنیا کی عزت کی مستحق ہوئی اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا کام رہی۔ اس لئے مسخ کا شکار بنی۔ یہاں وحشی جانور بری مراد ہے۔ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم، لیکن امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک صرف ماکول اللحم مراد ہے۔ تاہم کث کھنا کتہ، کوا، بچھو، چوہا، چیل، بھڑاس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ حدیث خمس من الفواسق الخ کی وجہ سے۔ البتہ مچھر، چیچری، مڈی، چیونٹی، کچھوا ہمارے نزدیک معاف ہیں برخلاف امام زقر کے۔

ایدیکم ورماحکم۔ ہاتھ سے مراد عام ہے۔ جال، پھاند وغیرہ آلات سب داخل ہو جائیں گے۔ اسی طرح رماح سے مراد بھی عام آلات ہیں۔ خواہ تیر ہو یا بندوق و غلیل اور وحشی و پر تنوین تحقیق کی ہے۔

حدیبہ مکہ معظمہ سے نویل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کو آج کل شمشہ کہتے ہیں۔

المعنی یعنی لیسو نکم سے جو ممانعت شکار مفہوم ہو رہی ہے۔ مثل امام شافعیؒ، امام محمدؒ کی رائے اور قول مشہور پر امام مالکؒ کی

رائے تو وہی ہے جو مفسر علامہ نے بیان کی۔ لیکن شیخین کے نزدیک صرف مثل معنوی یعنی قیمت مراد ہے۔ یعنی دو ذی رائے شخص مقامی یا غیر مقامی قرب و جوار کے لحاظ سے اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کر لیں۔ اس کے بعد تین باتوں کا اختیار ہے۔ خواہ اس قیمت سے جانور خرید کر فدیہ میں ذبح کر ڈالیں یا غلہ خرید کر صدقۃ الفطر کی مقدار ہر فقیر کو دے ڈالیں یا ہر فقیر کے حصہ کے بدلہ روزہ رکھ لیں اور جو غلہ آخر میں صدقۃ الفطر سے کم مقدار میں بچ جائے اس کو خیرات کر دیا جائے یا اس کے بدلہ پورے دن کا روزہ رکھ لیا جائے اور صحابہؓ کے مثل صوری واجب کرنے کا جواب بقول صاحب ہدایہ یہ ہوگا کہ ان کی مراد بھی تخمینہ اور اندازہ ہی ہے نہ کہ علی التعمین ایجاب۔ اس لئے حنفیہ کے خلاف نہیں۔

بالغ الکعبۃ۔ چونکہ ہدیہ یا نکرہ مصوف ہے اور بالغ الکعبۃ اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گیا تو صفت موصوف کے درمیان تطابق نہ رہا؟ جلال محقق اسی کے دفعیہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اضافت لفظیہ غیر حقیقیہ ہے جو مفید تعریف نہیں ہوتی بلکہ صرف تخفیف لفظ کا فائدہ دیتی ہے کہ تین ساقہ ہو جایا کرتی ہے۔ غرض یہ کہ موصوف بھی نکرہ اور صفت بھی نکرہ۔ گودیکھنے میں بظاہر معرفہ ہے لہذا دفع الاشکال۔ کعبہ بلند اور مرتفع ہونے کی وجہ سے کعبہ کہلاتا ہے۔ اہل عرب ہر کعب اور مرتفع چیز کو کعبہ دیتے تھے۔

وان وجدہ اشارہ اس طرف ہے کہ او تخیر یہ ہے اور یہ لفظ مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی اگر جزاء نہ پائی جائے تو کفارہ بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ او عدل بمعنی مساوی بولتے ہیں۔ عندی غلام عدل غلامک۔

والحق بقتلہ۔ بظاہر نص اگرچہ عمدہ شکار کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ومن قتلہ منکم متعمداً۔ شرط ہے اور عدل شرط مستلزم عدم جزاء کو ہوا کرتی ہے۔ نیز لفظ انتقام بھی قتل عمد کی تائید و تاکید کر رہا ہے۔ اسی طرح لفظ عود ”ومن عاد“ میں بھی عمد ہی پر دلالت کر رہا ہے۔ لیکن جمہور خطاء شکار کو بھی اسی میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ ”حرم علیکم صید البر ما دمتم حرماً“ فرمایا گیا ہے۔ یعنی احرام کی وجہ سے شکار ممنوع ہے۔ پس دانستہ اور باندانستہ یکساں ہونا چاہئے۔ خطاء یا لاعلمی کی وجہ سے حکم ساقط نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ حلق راس میں ہے۔ نیز حدیث ”فی الضبع کبش“ ”اذا قتلہ المحرم“ اور صحابہؓ کا قول ”فی الطبی مشاة“ بھی مطلق ہے۔ اس میں عمد کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور زاہدی سے منقول ہے کہ آیت سے عمداً کا حکم اور سنت سے خطاء شکار کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔ بقول صاحب جمل کے خطاء پر گناہ نہیں اور عمد پر گناہ بھی ہوگا۔

صيد البحر۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تمام دریائی جاندار چیزیں حلال ہیں۔ خواہ خشکی کے غیر ماکول حیوان کی شکل پر ہوں جیسے دریائی انسان، کتا، خنزیر وغیرہ۔ البتہ بقول قاضی بیضاویؒ حنفیہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے اور قتادہؒ حمید یہ نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ جھینگہ مچھلی کے دو قول ہیں۔ بعض حرام کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مچھلی کی قسموں میں داخل نہیں اور بعض کے نزدیک حلال ہے۔ کیونکہ اس کو ”جھینگہ مچھلی“ کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا یہ بھی مچھلی کی قسم ہے۔ لیکن ایسی صورت میں احتیاط نہ کھانے ہی میں ہے۔

کالسرطان۔ بمعنی کیکڑہ۔ مینڈک اور نا کو بھی اسی حکم میں ہیں۔ بالحدیج الیہ۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔ ینزل من الماء کل یوم وليلة مائة وعشرون رحمة۔ ستون للطائقین واربعون للمصلین وعشرون للناظرین۔

القلائد۔ اگر ہڈی سے مراد قربانی کا جانور اور قلائد سے مالک جانور ہوں۔ تب تو عطف تغایر کے لئے ہے اور قلائد سے مراد ذوات القلائد یعنی بدنہ لیا جائے تو پھر عطف خاص علی العام ہو جائے گا۔

اعجبک۔ قاموس میں اعجاب کے دو معنی لکھے ہیں۔ عجب کے اور سرور کے لیکن خبیث چیز سے سرور تو عاقل کی شان سے بعید ہے۔ البتہ خفاء حق کی وجہ سے عجب ہو سکتا ہے۔ اس میں واو عطف شرطیہ کے لئے ہے یا حال کے لئے ہے ”ای لو لم یعجبک ولو اعجبک“ ثانی جملہ کی موجودگی میں اول جملہ کو حذف کر دیا ہے اور جواب تو محذوف ہے۔ جس پر ماقبل دال ہے۔ الخبیث۔ اس کی تقدیم اس لئے ہے کہ عدم مساوات خبیث کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔

رابط آیات: ابتداء سورت میں بحالت احرام شکار کی ممانعت بتلائی تھی۔ آیت یا ایہا الذین النخ میں اسی کی کچھ

تفصیل ہے یا کہا جائے کہ ابھی تحریم حلال کا بیان چل رہا تھا۔ اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ بعض حلال چیزوں میں ہم تحریم بھی کر سکتے ہیں۔ یہ گویا اٹھارواں حکم ہے جو شکار سے متعلق ہے۔ آگے آیت احل لکم الخ سے بری اور بحری شکاری تفصیل کر کے اسی حکم کا ترمیم بیان کر دیا۔ آگے آیت جعل اللہ الکعبۃ الخ میں ممانعت شکار کے حکم کی گرائی کم کرنے کے لئے بیت اللہ کی عظمت اور اس سے متعلق منافع اور مصالح کی تفصیل بیان فرمادی۔ اور آیت اعلیٰ الخ میں ان مختلف احکام کے اعتدال کی ترغیب اور خلاف ورزی پر ترہیب بیان کی جا رہی ہے۔

شان نزول: ... ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ یا ایہا الذین امنوا الخ عمرۃ الحدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ جب آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ چودہ سو ۱۴۰ صحابہؓ مہر کا ب تھے۔ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا گیا اور حضرت عثمان غنیؓ سفارت پر اہل مکہ کے پاس تشریف لے گئے تو بکثرت جانور صحابہؓ کے خیموں کے آس پاس جھنڈ کے جھنڈ آنے لگے۔ لیکن احرام کی وجہ سے پکڑنے کی ممانعت کر دی گئی اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتباً آنحضرت (ﷺ) نے تحریم شراب کا ذکر فرمایا تو ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں اس کی تجارت کرتا ہوں۔ پس اس میں سے کچھ مال اللہ کے نام پر نکال کر دیا کروں تو کیا میرے لئے نافع ہوگا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا۔ ان اللہ لا یقبل الا الطیب چنانچہ آیت لا یستوی الخ آپ (ﷺ) کی تائید کے لئے نازل ہوئی۔ یہ روایت اگرچہ جمہور مفسرین نے قبول نہیں کیا اور ان ہی کی رائے اولیٰ ہے، تاہم اگر روایت صحیح مان لی جائے تو اعرابی کے تساہل پر محمول کیا جائے گا۔ نیز آپ (ﷺ) کا اس آیت کو تلاوت فرمانا استشہاد ہوگا جس کو راوی نے اس موقع پر نازل ہونا سمجھ لیا ہے۔

﴿تشریح﴾: حکم نازل ہونے سے پہلے خلاف ورزی جرم نہیں کہلائے گی: آیت عفا اللہ عنہ کے ایک معنی یہ بھی ہوئے کہ آیت کے نازل ہونے یا اسلام سے پہلے حرم یا احرام کے احترام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شکار کیا ہے۔ وہ اگرچہ پہلے مقررہ قواعد کی رو سے بڑھاتا تھا، لیکن چونکہ اسلام لانے سے پہلے یا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا، اس لئے قابل عفو ہے۔ تاہم آئندہ اگر کوئی اس ممانعت کی خلاف ورزی کرے گا تو اس ارتکاب کو پہلے جرم کے لحاظ سے عود ہی سمجھا جائے اس لئے مستحق انتقام قرار دیا جائے گا۔

حرم اور احرام سے متعلق احکام شکار: جس طرح بہالت احرام شکار کے یہ احکام ہیں۔ اس طرح حرم کے جانوروں کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ البتہ احرام کی حالت میں جنایت کرنے سے روزوں کا حکم بطور کفارہ ہے وہ بغیر احرام کے کافی نہیں ہوگا۔ شکاری جانور خواہ کول ہو یا غیر ماکول، ان کے لئے وحشی ہونا ضروری ہے کیونکہ صید کا مفہوم ہی یہ ہے۔ اس لئے گھریلو اور پالتو جانور بھینٹ، بکری، گائے، بیل، بھینس، اونٹ وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ ان کا کھانا حلال ہے کہ وہ شکار ہی نہیں ہیں۔ البتہ چیل، کوا، بھینٹ، سانپ، بچھو، کت کھنکھتا اور حملہ آورہ درندہ، خشکی کے یہ چند موذی جانور احادیث سے مستثنیٰ ہوں گے اور الصيد میں الف لام عہد کا ماننا پڑے گا۔ اسی طرح آیت کی وجہ سے دریائی شکار کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ احرام و حرم کے بغیر اگر کوئی حلال جانور شکار کیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے شکار میں محرم کی کسی طرح کی اعانت و شرکت شامل نہ ہو۔ اس کا کھانا محرم کے لئے حلال ہے۔ چنانچہ آیت میں لا تقتلوا فرمایا گیا ہے لاکھا کلو انہیں فرمایا گیا۔

جزائے فعل اور جزائے محل: دانستہ شکار میں جس طرح جزاء واجب ہے اسی طرح خطا و نسیان سے شکار کرنے میں بھی جزاء آئے گی۔ البتہ اول صورت میں جزائے فعل سمجھی جائے گی۔ اور معتمد کی قید کا یہی فائدہ ہوگا اور دوسری غیر دانستہ صورت میں جزائے محل ہوگی۔ نیز پہلی مرتبہ شکار میں جس طرح جزاء واجب ہوگی بار بار شکار میں بھی اسی طرح جزاء آئے گی۔ البتہ کئی گنا دہ پر

اصرار چونکہ ایک درجہ میں گستاخی اور جرأت بھی جاتی ہے۔ اس لئے اخروی انتقام کا باعث بھی ہوگی۔

شاہی حرم کے شکار کا تاوان:..... جانور کی قیمت کا تخمینہ دو معتبر اور ذی رائے شخص یا ایک شخص کر لے، پس اگر شکار غیر ماکول جانور ہے تب تو یہ قیمت کسی حال میں ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں، کول جانور ہے تو جس قدر تخمینہ بھی ہو جائے اس کی تین صورتیں ہوں گی۔ خواہ اس قیمت سے کوئی جانور قربانی کی شرائط کے مطابق خرید کر حدود حرم میں ذبح کر کے فقیروں کو خیرات کر دیا جائے یا غلہ خرید کر ہر فقیر کو صدقہ الفطر کے برابر اتنی تولہ فی سیر کے حساب سے پونے دو سیر کے قریب اور آج کل کے نئے اوزان کے لحاظ سے تقریباً ایک کلوچھ سو تینتیس گرام گیہوں اور اس سے دو گئے جو وغیرہ ہوتے ہیں دے دے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ فی نصف صاع ایک ایک روزہ رکھ لے اور اگر نصف صاع سے کم غلہ بچے یا کسی جانور کا تخمینہ ہی اتنا ہو تو دونوں صورتوں میں خواہ وہ غلہ فقیر کو دے دیا جائے یا اس کے بدلے پورے دن کا روزہ رکھ لیا جائے، البتہ غلہ کی تقسیم میں اور روزے رکھنے میں حرم کی قید نہیں ہے۔

لیکن اگر کچی جنس دینے کے بجائے ہر فقیر کو دو وقت شکم سیر کر کے کھانا کھلا دیا جائے، بشرطیکہ پہلے سے پیٹ بھرا ہوا ہے اور نابالغ بچہ نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی طرح تخمینہ کی قیمت سے جانور خرید کر کم دام بیچ جائیں تو ان میں بھی پھر ان ہی تین باتوں کا اختیار ہے۔ دوسرا جانور اور خرید لے یا غلہ تقسیم کر دے یا اتنے ہی روزے رکھ لے۔

شکاری جانور کے زخم کا تاوان:..... شکار مارنے میں جس طرح جزاء کا تخمینہ کرایا جائے گا اسی طرح شکار کو زخمی کرنے کی صورت میں بھی جزاء کا تخمینہ کر کے مذکورہ تین صورتیں کی جائیں گی۔ محرم کے لئے جن جانوروں کا شکار ممنوع ہے ان کا ذبح بھی حرام ہے۔ ایسے مذبوہ جانور کو مردار سمجھا جائے گا اور اس کی جزاء تخمینہ کی بھی یہی تین صورتیں ہوں گی۔ کیونکہ ذبح کرنا بھی ایک طرح کا قتل ہی ہے۔ جو لا تفتلوا میں داخل ہے۔ نیز شکار کی طرف اشارہ یا دلالت یا اعانت بھی بطور عموم مجاز لا تفتلوا میں داخل ہے۔ گویا حقیقی قتل اور تسبب قتل دونوں ممنوع ہیں۔ شکار اگر جنگل میں کیا گیا ہے تو قریب کی آبادی میں قیمت کا تخمینہ کرایا جائے گا۔ مثل صوری اور مثل معنوی کی مفصل بحث کتب اصول میں مذکور ہیں۔

دریائی جانور سے وہ جانور مراد ہیں جن کا مولد و مسکن دونوں پانی ہی ہوں۔ پس بطخ اور مرغابی وغیرہ خشکی کے جانور ہوں گے دریائی نہیں ہوں گے۔ البتہ طعامہ کی ضمیر صرف ماکول اور مطعوم کی طرف راجع ہو کر مچھلی مراد ہوگی۔ اکثر فقہاء کے نزدیک غیر مطعوم جانور بھی اسی حکم میں ہیں کہ ان کو پکڑنا اور مارنا درست ہے۔ اگرچہ ان کا کھانا درست نہ ہو۔ خشکی کے جانور کا تقابل بھی اسی کو مقتضی ہے کہ جس طرح وہاں ماکول غیر ماکول جانور شکار کے حرام ہونے میں برابر ہیں، اسی طرح یہاں حلت میں دونوں یکساں ہونے چاہئیں۔

کعبہ کی دنیوی اور دینی برکات:..... کعبہ کی جن برکات و مصالح کا بیان آیت جعل اللہ الخ میں کیا گیا ہے۔ وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک زمانی یعنی اشہر حرم۔ دوسرے مکانی۔ یعنی خود خانہ کعبہ اور دو چیزیں مکان کے متعلقات میں سے ہیں۔ یعنی ہدی اور قلاند، غرضیکہ ان تینوں چیزوں میں حرمت تو مشترک ہے ہی۔ ایک خاص تحریم یہ بھی ہے کہ ان تینوں میں بالواسطہ یا بالاداء۔ بھلا عبتہ اللہ کی تعظیم بھی ہے اور دراصل یہی جہاں کی حالت میں شکار کے حرام ہونے کا۔ کیونکہ احرام کا تعلق حج و عمرہ سے ہے اور حج و عمرہ کا تعلق بیت اللہ سے ظاہر ہے۔ پس اس طرح ان چاروں میں یہ ایک خاص مناسبت ہوگئی۔ لیکن بقول قاضی بیضاوی اگر شہر حرام کی تفسیر ذی الحجہ سے کی جائے تو پھر پانچوں چیزوں میں وہی مخصوص مناسبت رہے گی۔ چار چیزیں تو اس آیت میں مذکور ہیں اور ایک شکار کھین۔

ہدی کی قسمیں: ... ہدی کی کئی قسمیں ہیں۔ ہدی الطفوع، ہدی المعنہ، ہدی القران، ہدی الاحصار، ہدی الجنایات۔ نیز ہدی کا اطلاق بکری، گائے، اونٹ پر ہوتا ہے۔ لیکن بدنہ کا اطلاق ہمارے نزدیک صرف گائے اور اونٹ پر اور شوافع کے نزدیک فقط اونٹ پر ہوتا ہے اور قلاند کی مشروعیت صرف بدنہ کے لئے، بکری اس میں داخل نہیں ہے۔ احرام کی ابتداء تبلیہ اور قلادہ دونوں سے ہو سکتی ہے۔

بیت اللہ کی دنیاوی برکات میں سے اس کا امن گاہ ہوتا ہے اور عظیم الشان بین الاقوامی اجتماع میں ساری دنیا کے مسلمان یکجا ہو کر ترقی اور اتحاد کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔ جس سے امن عالم کو تقویت پہنچتی ہے۔ نیز کعبہ کی بقاء تک عالم کا باقی رہنا۔ چنانچہ جب کفار اس کو منہدم کر دیں گے تو سارا عالم منہدم ہو کر قیامت برپا ہو جائے گی۔ پہلے دونوں منافع مشاہدہ میں آچکے ہیں۔ تیسرے فائدہ کا مشاہدہ قیامت کے قریب ہو سکے گا۔ جو یقینی ہونے میں پہلے قسموں کی طرح ہے۔

حج کے مہینوں کی حرمت کا فائدہ: ان مخصوص مہینوں کی حرمت کا نفع امن عام ہے اور ہدی اور قلاند کا ان کے لانے والوں کے درپے آزار نہ ہونا ہے۔ ان مخصوص منافع کے ایک عام اور مشترک نفع یہ ہے کہ ان سے بیت اللہ کی عظمت کا اعتقاد اور اس تقریب سے وہاں کے سکان اور باشندوں کا احترام، وہاں کے آنے جانے والوں اور ارادہ رکھنے والوں کو ہر طرح کے ظلم و تعدی سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ باتیں عادیہ تو کی ہی جاتی ہیں لیکن شرعاً بھی مطلوب ہیں۔

رہے دینی اور اخروی برکات تو بعض تو اسی آیت میں مذکور ہیں مثلاً: درستی اعتقاد اور بعض اس کے علاوہ ہیں جیسے حج و عمرہ کا باعث ثواب ہونا ہدی اور قلاند کی قربانی کا موجب قربت ہونا۔

لَا تُفْآيَات: آیت ینا ایہا الدین امنوا الخ سے معلوم ہوا کہ مشائخ جو مریدوں کے صدق کا امتحان کرتے ہیں وہ بے اصل نہیں ہے۔ آیت ومن قتلہ الخ سے اہل ریاضت کے اس طریق کی اصل نکلتی ہے کہ اول خطا پر نفس کو قابل تحمل ہلکی سزا دیتے ہیں لیکن اگر نفس باز نہ آئے تو پھر دشوار اور سخت سزا دیتے ہیں۔ آیت احل لكم الخ سے زہد کو اعتدال کے ساتھ کرنے کا استحسان اور غلو کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ آیت قل لا یستوی الخیث الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حق کے مقابلہ میں باطل پرستوں کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔

وَنَزَلَ لَمَّا أَكْثَرُوا اسْوَآلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلْكُمْ تُظْهَرُ تَسْؤُكُمْ لِمَا فِيهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ أَيُّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبْدَلْ لَكُمْ الْمَعْنَى إِذَا سَأَلْتُمْ عَنْ أَشْيَاءَ فِي زَمَنِهِ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ بِأَيْدِائِهَا وَمَنْ أَيْدَاهَا سَاءَ تَكُمُ فَلَا تَسْأَلُوا عَنْهَا عَفَا اللَّهُ عَنْهَا عَنْ مَسْأَلَتِكُمْ فَلَا تَعُودُوا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَأَلَهَا أَيْ الْأَشْيَاءَ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ أَنْبَاءُ هُمْ فَأَجِيبُوا بَيَّانَ أَحْكَامِهَا ثُمَّ أَصْبَحُوا صَارُوا بِهَا كُفْرِينَ ﴿۱۰۲﴾ بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ بِهَا مَا جَعَلَ شَرَعَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ كَمَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَفْعَلُونَ رَوَى الْبُحَارَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمنَعُ ذَرْعُهَا لِلطَّوَارِغِ غَيْبٌ فَلَا يَحْلِبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ

وَالسَّائِبَةُ كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لَا لِهَيْبَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَالْوَصِيلَةُ النَّاقَةُ الْبَكْرُ تَبْكُرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الْإِبِلِ بِأَنْثَى ثُمَّ تَنْثَى بَعْدَهُ بِأَنْثَى وَكَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِطَوَاغِيهِمْ إِنْ وَصَلَتْ أَحَدَهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامُ فَحُلُ الْإِبِلِ يَضْرِبُ الضَّرَابَ الْمَعْدُودَ فَإِذَا قَضَى ضَرَابَهُ وَادْعُوهُ لِلطَّوَاغِيَتِ وَاعْفُوهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمُّهُ الْحَامِيُّ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ فِي ذَلِكَ وَنَسَبَتِهِ إِلَيْهِ وَكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (۱۰۳) أَنْ ذَلِكَ إِفْتِرَاءٌ لَأَنَّهُمْ قَالُوا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ آتَى إِلَى حُكْمِهِ مِنْ تَحْلِيلِ مَا حَرَّمْتُمْ قَالُوا حَسْبُنَا كَافِنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا مِنَ الدِّينِ وَالشَّرِيعَةِ قَالَ تَعَالَى أَحْسِبْتُمْ ذَلِكَ وَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (۱۰۴) إِلَى الْحَقِّ وَالْإِسْتِفْهَامِ لِلِاتِّكَارِ بِآيَاتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَيْ إِحْفَظُوهَا وَقُومُوا بِصَلَاحِهَا لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قِيلَ الْمُرَادُ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقِيلَ الْمُرَادُ غَيْرُهُمْ لِحَدِيثِ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُثَنِيِّ سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اتَّبِعُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَاوُا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شَحَامَ طَاعًا وَهَوَى مُتَّبِعًا وَدُنْيَا مُؤَثَّرَةً وَاعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ نَفْسُكَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهُ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۱۰۵) فَيَحَازِيكُمْ بِهِ

ترجمہ:..... (لوگو نے جب بکثرت سوالات کرنے شروع کر دیے تو یہ آیات نازل ہوئیں) مسلمانو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں (کیونکہ ان میں مشقت پائی جاتی ہو) اگر ان چیزوں کی نسبت سوال کرو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو (یعنی آنحضرت ﷺ) کی حیات مبارکہ میں) تو ظاہر کر دی جائیں گی (حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں جب کہ قرآن اتر رہا ہو۔ اگر کاوشیں کر کے جھگڑ کسی بات کو دریافت کرو گے تو ضرور ظاہر کی جائیں گی اور وہ تمہیں ناگوار ہو سکتی ہیں۔ اس لئے زیادہ پوچھ کچھ ہی نہیں کرنی چاہئے) اللہ نے یہ بات معاف فرمادی ہے (تمہاری پوچھ تاچھ۔ لہذا آئندہ پھر ایسا مت کرنا) اور اللہ بخشنے والے اور بہت ہی بردبار ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ پوچھ کچھ کی تھی (ایسی ہی چیزوں کی) تم سے پہلے ایک گروہ نے (اپنے پیغمبروں سے لہذا جواب میں انہیں احکام بیان کرنے پڑے ہیں) پھر نتیجہ یہ نکلا کہ ہو گئے (بن گئے) وہ کافر (احکام پر عمل چھوڑ کر) اللہ نے نہیں ٹھہرایا ہے (مشرع نہیں کیا ہے) بحیرہ، سائب، وصیلہ، حام میں سے کوئی جانور (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی کارروائی کرتے رہتے ہیں) امام بخاری سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہوتا تھا جس کا دودھ بتوں پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ کوئی شخص بھی اس کو دودھ نہیں سکھاتا تھا اور سائب وہ جانور کہلاتا تھا جس کو اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ لہذا اس پر کوئی چیز لاد بھی نہیں سکتے تھے اور وصیلہ وہ اونٹنی جو پہلی بار مادہ بچہ جے۔ پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ جے۔ اس کو بھی دیوتاؤں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ لیکن ان دونوں متصل مادہ بچوں کے درمیان زریچہ نہیں ہونا چاہئے تھا اور حام زراونٹ جو ایک خاص شمار سے جفتی کر چکا ہو اور جب اپنی مقررہ تعداد جفتی سے فارغ ہو جاتا تو اس کو بھی دیوی دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ حمل کے لئے اس کو آزاد

چھوڑ دیا جاتا اور اس پر کوئی چیز بھی نہیں لادتے تھے اور اس کا نام حامی رکھتے تھے) لیکن جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی، وہ اللہ پر جھوٹ کہہ کر افتراء کرتے ہیں۔ (اس بارے میں اور پھر اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں) اور ان میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ سے محروم ہیں (جو اپنی اس بہتان طرازی کو بھی نہیں سمجھتے، کیونکہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں لگے رہتے ہیں) اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس بات کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی طرف آؤ (یعنی اس کے حکم کی طرف کہ تمہاری حرام کی ہوئی چیزوں کو انہوں نے حلال کیا ہے) تو کہتے ہیں ہمارے لئے تو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا ہے۔ (دین و شریعت کی رو سے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) کیا (وہ طریقہ ان کے لئے ہر حال میں کافی ہے) اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ جانتے بوجھتے بھی نہ ہوں اور سیدھے راستے پر بھی نہ ہوں (یعنی حق پر۔ اس میں استفہام انکار کے لئے ہے) مسلمانو! تم پر صرف تمہاری اپنی ذمہ داری ہے (یعنی تم اپنی حفاظت کرو اور اپنی اصلاح کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ) اگر تم سیدھے راستے پر قائم رہے تو کسی کو گمراہ ہونا تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ (بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اہل کتاب کی گمراہی مسلمانوں کو ضرر رساں نہیں ہو سکتی اور بعض کے نزدیک دوسرے لوگ مراد ہیں۔ حدیث ابو ثعلبہ حشّیؓ ہے کہ میں نے اس آیت کے بارے میں آنحضرت (ﷺ) سے دریافت کیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ حتیٰ کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا رچی ہوئی ہے اور ہر آدمی اپنی رائے کی تاج میں ہو تو اس وقت صرف خود کو بچانے کی کوشش کرو۔ حاتم وغیرہ) اندہی کے پاس تم سب کو جاتا ہے۔ وہ پھر تم سب کو جلا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے (تمہارے کئے کا بدلہ تم کو دیں گے)۔

تحقیق و ترکیب: عنہا۔ مطلقاً اشیاء کی طرف نہیں بلکہ اشیاء منسی عنہا کی طرف ضمیر راجع ہے۔ جیسے ثم جعلناہ سطفۃ۔ کی ضمیر ابن آدم کی طرف راجع ہے۔ جس پر ماقبل دلالت کرتا ہے۔ بقول مدارک، ظلیل سیبویہ اور جمہور بصریین کے نزدیک لفظ شیناً دو ہمزہ کے ساتھ ہے۔ جس کے درمیان الف ہے۔ بروزون فطاء منیٰ سے ماخوذ ہے۔ دوسری ہمزہ تانیث کی ہے۔ اسی لئے حمراء کی طرح غیر منصرف ہے۔ یہ لفظاً مفرد اور معنایاً جمع ہے۔ چونکہ دو ہمزہ کا اجتماع ثقیل ہے۔ اس لئے ہمزہ اولیٰ کا جولام کلمہ کی جگہ تھی مقدم کر دیا گیا ہے اور شین سے پہلے رکھ دیا گیا۔ لفعاء وزن ہو گیا۔

المعنی یعنی آیت میں تقدیم تاخیر ہو گئی اذا سالتم الخ سے جملہ شرطیہ ثانیہ کی طرف اور منسی ابداء ہا الخ سے جملہ شرطیہ اولیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ عفا اللہ یعنی بے ضرورت سوال فی نفسہ معصیت تھا۔ لیکن چونکہ حکم سے پہلے اس لئے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ”گذشتہ راصلوات آئندہ را احتیاط“

قد سالھا بیضاوی میں ہے کہ ضمیر اشیاء کی طرف بخذف الجار راجع ہے اور بعض کی رائے میں ضمیر مسندہ کی طرف راجع ہے۔ ای سال مسئلہ حاصل دونوں تو جیہوں کا ایک ہی ہے اور قوم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ جنہوں نے مادہ کی درخواست کی تھی یا قوم صالح علیہ السلام ہے جنہوں نے پھر سے ناقہ برآمد ہونے کی درخواست کی تھی، لیکن یہ امت محمدیہ (ﷺ) کا شرف و خصوصیت ہے کہ عذاب الہی سے بچ گئے اور پچھلی دونوں جماعتیں تباہ ہو گئیں۔ اگرچہ سب کا سوال ایک ہی نہیں تھا، بلکہ الگ الگ تھا۔ لیکن مبالغہ فی التحدیر کے لئے سال مثلھا نہیں کہا۔ بھا اشارہ کر دیا کہ بخذف المضاف ہے ای بترک العمل بحیرہ۔ بروزن فعیۃ بمعنی مفعولہ بجز بمعنی شق سے مشتق ہے۔ ایسے جانوروں کے کان چمید دیئے جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا مصداق وہ اونٹنی ہے جو پانچ بچے اس طرح جنے کہ آخری بچہ نہ ہو۔ چنانچہ اس کا کان چمید کر سانڈنی کی طرح چھوڑ دیتے ہیں اور بعض کی رائے یہ کہ پانچواں بچہ اگر نہ ہوتا تو اس کو مرد و عورت دونوں کھا سکتے تھے اور مادہ بچہ ہوتا تو کان چمید دیا جاتا اور اس کے منافع صرف مردوں کے لئے ہوتے۔ ہاں جانور کے مرجانے کے بعد مرد و عورت شریک رہتے۔

سائبہ بروزن فاعلہ بمعنی مسببہ مفعولہ من ساب لیسوب اذا ذهب حام جووس (۱۰) مادہ بچے جنے اور حام اس لئے

کہتے تھے کہ اس کی کربار برداری سے محفوظ رہتی تھی۔ یہ سب خرافات عمرہ بن لُحی سے شروع ہوئی تھی۔

اولو کان یعنی واو حالہ ہے۔ جس پر ہمزہ انکار یہ داخل ہوا ہے۔ ای ایکفہم دین ابانہم ولو کانوا الح۔

انفسکم۔ یہ منصوب علی الاغراء ہے۔ علیکم کے ذریعہ کیونکہ علیکم یہاں اسم فعل ہے۔ ای الزموا انفسکم یہ متعدی ہے، بعد مفعول بہ سے اور بھی لازمی بھی ہوتا ہے۔ جیسے علیک بذات الدین۔ لیکن یہ صرف ضمیر خطاب کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ علیہ زید کہنا جائز نہیں ہے۔ لایضرکم اس میں مسلمانوں کو تسلی دینا ہے کہ دوسروں کے ایمان نہ لانے سے تمہارا نقصان نہیں ہے۔ کچھ ان ہی کا نقصان ہے۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں احکام نازلہ میں تسامیل اور مخالفت کی ممانعت تھی۔ آیت لاتسنلوا الخ سے غیر ضروری اور دور از کار چیزوں کی تفتیش اور کھود و کرید کی ممانعت کی جارہی ہے۔ تاکہ افراط و تفریط دونوں سے بچ کر ایک اعتدالی حکم نکل آئے۔ اسی طرح پچھلی آیات میں ستر ہواں اور اٹھارہواں حکم بعض گناہوں سے متعلق تھا۔ آیت ما جعل اللہ الخ سے انیسواں حکم بعض اعمال کفریہ اور شرکیہ سے متعلق ہیں۔ جن میں بعض رسوم جاہلیت کی اصلاح منظور ہے۔ ممکن ہے کہ ان جاہلانہ باتوں کو سن کر رنجیدہ اور کبیدہ ہوں یا جن لوگوں کی گھٹی میں یہ رسومات پڑی ہوئی ہوتی ہیں، حد درجہ کوشش کے باوجود ان کی اصلاح کی توقع نہ رہنے سے مسلمان ملول ہوں۔ اس لئے آیت یا ایہا الذین امنوا علیکم الخ میں اعتدال اصلاح کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔

شان نزول: آیت لاتسنلوا الخ کے متعلق دو شان نزول بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ جب آیت و للہ علی الناس حج البیت نازل ہوئی تو سراقہ بن مالکؓ نے عرض کیا کہ کیا ہر سال کے لئے حج کی فرضیت ہے؟ لیکن آنحضرت (ﷺ) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ تین مرتبہ عرض کرنے کے باوجود آپ (ﷺ) رخ پھرتے رہے اور آخر یہ فرمایا کہ ہر سال نہیں۔ لیکن اگر میں ”ہاں“ کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا جس کو تم نہ کر سکتے تھے اور جب چھوڑتے تو کفر میں پڑ جاتے۔ پس جب میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تو تم کو بھی کچھ پوچھنا نہیں چاہئے تھا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ غیر ضروری اور بے کار سوالات سے ناراض ہو کر آنحضرت (ﷺ) نے خطبہ ارشاد فرمایا اور غصہ میں یہاں تک کہہ دیا کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ جو کچھ پوچھو گے جواب دوں گا۔ چنانچہ ایک صاحب نے دریافت کیا ”میں کہاں ہوں؟“ فرمایا جہنم میں۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذاقہ۔ حالانکہ وہ کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب تھا۔ کسی نے گمشدہ اونٹنی کا پتہ پوچھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: کردار و گفتار کا فرق: حاصل کلام یہ ہے کہ نہ تو احکام میں اس قدر لا پرواہی ہونی چاہئے کہ ضروری احکام بھی تسامیل کی نذر ہو جائیں کہ یہ تفریط کا درجہ ہے اور نہ اتنی کھوج کرید، کنج کا ڈھونا چاہئے کہ دور از کار اور فضول اور مہمل سوالات تراش خراش کر کے اضاعت وقت کیا جائے کہ یہ افراط کا درجہ ہے۔ اس بری عادت کا نتیجہ بالآخر یہ نکلتا ہے کہ آہستہ آہستہ افراد اور جماعت کی عملی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں اور لوگ مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں میں عمل کی قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور وہ باعمل اور فعال ہوتے ہیں وہ زیادہ باتونی نہیں ہوتے، کیونکہ جو لوگ گفتار کے غازی ہوتے ہیں وہ کردار کے مدعی نہیں ہوتے، جو گر جتے ہیں وہ برستے نہیں۔

آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اسی طرح تباہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں سے زیادہ پوچھنا چھ کی۔ مگر پھر ان کے بتلانے کے مطابق عمل نہیں کیا بلکہ خلاف ورزی کر کے ہلاک ہوئے۔ بنی اسرائیل کو ذبح بقرہ کا حکم ہوا۔ لیکن پھر کس طرح چیر ملے اور سوالات پر سوالات کئے۔ جس کے نتیجہ میں خود ہی ان کے گلے میں پھندے پڑتے رہے۔

جو کچھ میں تم کو بتا دیا کروں اس پر عمل کر لیا کرو اور جس چیز سے روک دیا کروں باز رہا کرو۔ یعنی اگر کسی بات میں شبہ نہ ہو تو بلا ضرورت پوچھنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے پوچھنے سے کوئی چیز حرام ہو جائے۔ (بخاری) پس جن چیزوں میں حرام حلال کا احتمال ہو، ان میں تو سوال کے بعد تحریم کا احتمال ہے۔ لیکن جو باتیں واقعات کے قبیل سے ہیں۔ ان میں سے بعض میں خلاف مرضی جواب آنے کا اندیشہ رہتا ہے اور بعض میں ناگواری کی حد تک ڈانٹ ڈپٹ کا خطرہ رہتا ہے۔

لفظ تسوؤکم ان سب صورتوں کو شامل ہے۔ غرضیکہ احکام میں تو یہ سوال افراط کی وجہ سے اور واقعات میں افراط کے ساتھ ساتھ موجب تفریط ادب ہونے کی وجہ سے بھی ممنوع رہے گا۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ بعض لوگ استہزاء بھی آپ (ﷺ) سے دریافت کرتے تھے۔

آیت کریمہ پوچھنے کی سب صورتوں کو شامل ہے: بہر حال یہ آیت سوال اور جواب کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اگرچہ کہیں افراط ممانعت کی علت ہوگی اور کہیں تفریط۔ اسی طرح جواب میں کہیں ناگواری کا احتمال تحریم کی وجہ سے ہوگا اور کہیں رسوائی کی وجہ سے اور کہیں زجر و تنبیہ کی وجہ سے۔ البتہ آنحضرت (ﷺ) کے بعد اس قسم کے سوالات میں یہ علتیں تو نہیں پائیں جائیں گی۔ البتہ وقت کی اضاعت اور مجیب کو تنگی میں ڈالنا ضرور رہے گا۔ اس لئے ممانعت بھی برقرار رہے گی۔

باقی طالب علمانہ سوالات اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ وہ غیر ضروری نہیں بلکہ ضروری ہوتے ہیں۔ خواہ واقعی شبہات ہوں یا فرضی سوالات قائم کر کے آئندہ دوسروں کے لئے علم کا دروازہ کھولا جائے اور شبہات کا سد باب کیا جائے۔

چنانچہ حدیث میں السؤال نصف العلم اور انما شفاء القی السؤال فرمایا گیا ہے۔ ہاں مبتدی سالک اور طالب کے لئے طریقت میں زیادہ پوچھنا گھٹنا سدرہ ہے۔ ان میں ایک علم بڑھاتا ہے اور دوسرا عمل کو بڑھانے میں لگا ہوا ہے۔ اسی لئے بعض محققین کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ ”ہر طالب علم کے کہ چون و چرا کند و ہر طالب لے کہ چون و چرا کند۔ ہر دور اور چراگاہ باید فرستاد۔“ یعنی جو طالب علم سوال و جواب بحث و مباحثہ نہ کرے جس سے اس کے علم میں ترقی ہوتی اور جو صوفی راہ سلوک میں چلنے اور حال پیدا کرنے کی بجائے قیل و قال میں لگا رہے تو دونوں کو جانوروں کے ساتھ گھاس کھانے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ دونوں ترقی معکوس میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ: رہا یہ شبہ کہ پہلے جب اس بارے میں کوئی حکم ہی نازل نہیں ہوا تو پھر معافی کا کیا سوال؟ جواب یہ ہے کہ دوسرے قواعد شرعیہ کلیہ سے یہ بات واضح تھی اور عقل پر زور دینے سے بھی یہ بات سمجھ میں آ سکتی تھی۔ اس لئے اس کو ایک سرسری کوتاہی شمار کیا گیا ہے۔ جس پر معافی کی بشارت مسرت افزا ہوگی۔ باقی ضروریات کا دریافت کرنا اس کی ممانعت مقصود نہیں۔ چنانچہ بعض عورتوں کی عدت کا حکم جب نازل ہوا اور بعض کے لئے نہیں ہوا۔ حالانکہ ضرورت سب کے لئے پیش آتی ہے تو صحابہؓ نے دریافت کیا اور بلاعتاب جواب آیا۔

مطلق اور مقید میں فقہی نقطہ اختلاف: فخر الاسلام بزدویؒ اور صاحب توضیح اس آیت سے استدلال کر رہے ہیں کہ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ مطلق کی تقلید کے سوال کو بھی جب باعث تکلیف قرار دیا گیا ہے تو مطلق کو مقید کرنا بدرجہ اولیٰ باعث ملال ہونا چاہئے۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حکم میں نفی ہے جیسے لا تعنی رقبة اور لا تعنی رقبة کافرة تو بالاتفاق مطلق مقید پر محمول نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر مثبت حکم ہو مگر دونوں مختلف ہوں تب بھی مطلق مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ الا یہ کہ ایک کا غیر مذکورہ حکم دوسرے کی تقلید کو واجب کرتا ہو۔ جیسے اعتق رقبة اور لا تملکنی رقبة کافرة لیکن اگر دونوں میں حکم ایک ہو مگر حادثات مختلف

ہوں۔ جیسے کفارہ یحییٰ اور کفارہ ظہار یا قتل۔ تو احتلاف کے نزدیک پھر بھی مطلق مقید پر محمول نہیں ہوگا۔ البتہ شواہع اختلاف کرتے ہیں اور اگر حادثہ بھی ایک ہی ہو۔ پس اگر دونوں کا تعلق سبب سے ہو جیسے صدقہ الفطر تو ہمارے نزدیک پھر بھی محمول نہیں ہوگا۔ برخلاف امام شافعیؒ کے۔ ہاں اگر دونوں کا تعلق حکم سے ہو جیسے فصیام ثلثۃ ایام متتابعات تو پھر بالاتفاق مطلق مقید پر محمول کر لیا جائے گا۔

آیت ما جعل اللہ الخ کی تفصیل ربع اول پارہ ساقول میں گزر چکی ہے۔ تاہم آیت اولو کان الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجمالاً یہ ماننا ہو کہ جس کی تقلید کر رہا ہوں وہ عالم مہتمدی ہے ورنہ تقلید کی جامد اور کورانہ یا اندھی تقلید کہلائے گی۔ گویا مقلد کے لئے دلیل اجمالی کی ضرورت ہے۔

مرایت یافتہ ہونے کے باوجود دوسروں کی اصلاح ضروری ہے:..... البتہ یا ایہا الذین امنوا علیکم الخ پر سرسری طور پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ انسان جب خود ٹھیک ہو تو اس کو دوسروں کی بے راہ روی ضرر رساں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے؟

جواب یہ ہے کہ لا یضرکم کے لئے اذا اعتدیتم کو شرط کہا گیا ہے۔ یعنی صاحب اجتہاد کے لئے دوسروں کی بے راہ روی نقصان دہ نہیں ہے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر تو خود اجتہاد میں داخل ہے۔

دارقطنی نے حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ تم لوگ اس آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تاکید اور اس کے چھوڑنے پر وعید سنی ہے۔ چنانچہ جلال محققؒ بھی حاکم کی روایت نقل کر رہے ہیں یا جیسے ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کا قول ہے کہ یہ آیت اس زمانہ کے لئے نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانہ کے لئے ہے جب کہ تبلیغ نافع نہیں رہے گی۔

الات کے لحاظ سے تبلیغ کا جو حکم ابتداء تھا وہ بعد میں نہیں رہا:..... تو ان روایات کا مطلب یہ ہوگا کہ اس آیت کے مجموعی مضمون کا ایک جز کہ جب تبلیغ سے فائدہ نہ ہو تو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ حکم ہر زمانہ کے لئے عام ہے لیکن خیر القرون میں چونکہ فائدہ کا نہ ہونا بہت ہی کم ہے، اس لئے وجوب کا ساقط ہونا بھی بکثرت ساقط رہے گا اور لا یضرکم کا حکم آیت لا تنزدوا ذرۃ وذر اخویٰ کی زو سے بھی اگرچہ صاف اور عقلی ہے۔ لیکن تخفیف غم کے لئے صحابہؓ کو اس میں تامل کرنے اور اس سے استدلال کرنے کا حکم فرمانا مقصود ہے کہ جب یہ امر یقینی ہے اور تبلیغ غیر نافع ہے تو پھر اس پر غم کرنا عبث اور لا یعنی ہے اور لا یعنی کا ترک کرنا اول تو مطلوب ہے، دوسرے ایسی بے کار اور فضول دھندوں میں پڑنے کا انجام تجربہ کی روشنی میں بسا اوقات اپنی ضروریات سے حرمان ہوتا ہے۔ یعنی غیر ضروری باتوں میں پڑنے سے ضروری چیزوں میں نقصان واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس طرف سے بے غم اور بے فکر رہو۔

لطا ئف آیات:..... آیت ما جعل اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح سے تقریب حاصل کرنے کے لئے جو بعض جاہل مبتدعین غیر اللہ کے نام زد کچھ چیزیں کر دیتے ہیں وہ غلط ہے اور آیت واذا قبل الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ شریعت کے مقابلہ میں اپنے مشائخ کی طریق سے تمسک کرتے ہیں وہ باطل ہے اور آیت یا ایہا الذین امنوا علیکم الخ سے معلوم ہوا کہ اہل معرفت کا یہ طریقہ صحیح ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بعد پھر کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ أَىْ أَسْبَابُهُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ خَيْرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَىْ لِيُشْهَدُوا إِضَافَةُ شَهَادَةِ لِيُبَيِّنَ عَلَى الْإِتِّسَاعِ وَحِينَ بَدَلٌ مِنْ إِذَا أَوْصَرَ لِحَضَرَ أَوْ آخَرُونَ مِنْ غَيْرِكُمْ أَىْ غَيْرِ مِلَّتِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ سَافِرْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَاصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا تَوْقِفُونَهُمَا صِفَةً آخَرَانِ مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ أَىْ صَلَاةِ الْعَصْرِ فَيُقْسِمُنِ بِحَلْفٍ بِاللَّهِ إِنْ أَرْتَبْتُمْ شَكَّكُمُ فِيهِمَا وَيَقُولَانِ لَا نَشْتَرِي بِهِ بِاللَّهِ ثَمَنًا عَوَضًا نَأْخُذُهُ نَذْرًا مِنَ الدُّنْيَا بِأَنْ نَحْلِفَ أَوْ نَشْهَدَ بِهِ كَاذِبًا لِأَجَلِهِ وَلَوْ كَانَ الْمَقْسَمُ لَهُ أَوْ الْمَشْهُودُ لَهُ ذَا قُرْبَى قَرَابَةً مَّا وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ الَّتِي أَمَرْنَا بِإِقَامَتِهَا إِنَّا إِذَا كَتَمْنَاهَا لَمِنَ الْإِثْمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ أَطْلَعَ بَعْدَ حِفْظِهِمَا عَلَى أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا أَىْ فَعَلَا مَا يُوجِبُهُ مِنْ خِيَانَةٍ أَوْ كَذِبٍ فِي الشَّهَادَةِ بِأَنْ وَجَدَ عِنْدَهُمَا مَثَلًا مَّا أَثْمَنَ بِهِ وَادَّعَى أَنَّهُمَا إِنَّمَا عَاهَدَا مِنَ الْمَوْتِ أَوْ أَوْصَى لَهُمَا بِهِ فَأَخْرَجَ يَقُومُنِ مَقَامَهُمَا فِي تَوَجُّهِ الْيَمِينِ عَلَيْهِمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَهُمْ الْوَرَثَةُ وَيَبْدُلُ مِنْ آخَرَانِ الْأَوَّلَيْنِ بِالْمَوْتِ أَىْ الْأَقْرَبَانِ إِلَيْهِ وَفِي قِرَاءَةِ الْأَوَّلَيْنِ حَمْعُ أَوَّلٍ صِفَةً أَوْ بَدَلٌ مِنَ الَّذِينَ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ عَلَى خِيَانَةِ الشَّاهِدَيْنِ وَيَقُولَانِ لَشَهَادَتُنَا يَمِينًا أَحَقُّ أَصْدَقُ مِنْ شَهَادَتَيْهِمَا يَمِينُهُمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا تَحَاوَرْنَا الْحَقَّ فِي الْيَمِينِ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾ الْمَعْنَى لِيُشْهَدَ الْمُخْتَصَرُّ عَلَى وَصِيَّتِهِ اثْنَيْنِ أَوْ يُوصَى إِلَيْهِمَا مِنْ أَهْلِ دِينِهِ أَوْ غَيْرِهِمْ إِنْ فَقَدَ هُمُ لِسَمَرٍ وَنَحْوِهِ فَإِنْ ارْتَابَ الْوَرَثَةُ فِيهِمَا فَادَّعَوْا النَّهْمَا خَانًا بِأَخْذِ شَيْءٍ أَوْ دَفْعِهِ إِلَى شَخْصٍ رَعْمَانٍ الْمَوْتِ أَوْصَى لَهُ فَلْيَحْلِفَا الْخَ فَإِنْ أَطْلَعَ عَلَى أَمَارَةٍ تَكْذِيبِهِمَا فَادَّعِيَا لَهُ حَلْفَ أَقْرَبِ الْوَرَثَةِ عَلَى كَذِبِهِمَا وَصِدْقِ مَا ادَّعَوْهُ وَالْحُكْمُ ثَابِتٌ فِي الْوَصِيِّينِ مَنْسُوخٍ فِي الشَّاهِدَيْنِ وَكَذَا شَهَادَةُ غَيْرِ أَهْلِ الْبِلَّةِ مَنْسُوخَةٌ وَاعْتِبَارُ صَلَاةِ الْعَصْرِ لِلتَّغْلِيظِ وَتَخْصِيصِ الْحَلْفِ فِي الْآيَةِ بِاثْنَيْنِ مِنْ أَقْرَبِ الْوَرَثَةِ لِخُصُوصِ الْوَاقِعَةِ الَّتِي نَزَلَتْ لَهَا وَهِيَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي سَهْمٍ خَرَجَ مَعَ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَغَدِي بْنِ نَدَاءٍ وَهُمَا نَصْرَانِيَانِ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بَرَكْتَهُ فَقَدَا وَاجِمًا مِنْ فِضَّةٍ مَحْضًا بِالذَّهَبِ فَرَفَعَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَلَّتْ فَأَحْلَفَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ الْحَامُ بَمَكَّةَ فَقَالَ ابْتِغَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَغَدِيٍّ فَتَزَلَّتِ الْآيَةُ الثَّانِيَةُ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ فَحَلَفَا وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَرَجُلٌ آخَرُ مِنْهُمْ فَحَلَفَا وَكَانَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ فَمَرَضَ فَأَوْصَى إِلَيْهِمَا وَأَمَرَهُمَا أَنْ يُبَلِّغَا مَا تَرَكَ أَهْلُهُ فَلَمَّا مَاتَ أَخَذَا الْحَامَ وَدَفَعَا إِلَى أَهْلِهِ مَا بَقِيَ ذَلِكَ الْحُكْمُ الْمَذْكُورُ مِنْ رَدِّ الْيَمِينِ

عَنِ الْوَرِثَةِ أَذْنِي أَقْرَبُ إِلَى أَنْ يَأْتُوا أَيُّ الشُّهُودِ أَوْ الْآلِ وَصِيَاءُ بِالشَّهَادَةِ عَلَى وَجْهِهَا الَّذِي تَحْمِلُهَا عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَلَا خِيَانَةٍ أَوْ أَقْرَبُ إِلَى أَنْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانُ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ عَلَى الْوَرِثَةِ الْمُدْعِينَ فَيَحْلِفُونَ عَلَى خِيَانَتِهِمْ وَكَذِبِهِمْ فَيَقْتَضِحُونَ وَيَعْرُمُونَ فَلَا تَكْذِبُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ تَرَكَ الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ وَاسْمَعُوا مَاتُومَرُونَ بِهِ سَمَاعَ قَبُولٍ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۰۸﴾ الْخَارِجِينَ عَنْ عِصْمَتِهِ إِلَى سَبِيلِ الْحَبِيرِ۔

ترجمہ: مسلمانو! تم میں سے جب کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو (یعنی موت کی علامات) تو وصیت کے وقت گواہی کے لئے تم میں سے دو معتبر آدمی گواہ ہونے چاہئیں۔ (یہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی گواہی دینی چاہئے اور لفظ شہادۃ کی اضافہ لفظیں کی طرف توسعاً ہے اور لفظ حین لفظ اذا سے بدل یا حاضر کا ظرف ہے) یا مسلمان گواہوں کی جگہ غیر مسلم گواہ بھی ہو سکتے ہیں (جو تمہارے ہم مذہب نہ ہوں) اگر تم سفر میں ہو (مسافر ہو) کسی جگہ اور تمہیں موت کا صدمہ پیش آ جائے روک لو۔ ان دونوں گواہوں کو (ٹھہراؤ۔ لفظ حسبہما صفت ہے اخوان کی) نماز (عصر) کے بعد وہ اللہ کی قسمیں کھا کر (حلف اٹھا کر) کہیں۔ بشرطیکہ تمہیں ان کے بارے میں شبہ ہو (ان میں شک ہو تو وہ حلف کریں اور یہ کہیں) ہم نے اپنی (اللہ کی) قسم کسی معاوضہ کے بدلے میں فروخت نہیں کی ہے (کہ اس کے بدلے میں دنیا کا کچھ معاوضہ لے کر جھوٹی قسم کھالی ہو۔ یا اس کی وجہ سے جھوٹی شہادت دے دی ہو) وہ (جس کے لئے قسم کھائی یا گواہی دی) ہمارا عزیز (قرب) ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اللہ کی مقررہ شہادت کو کبھی نہیں چھپائیں گے (جس کے قائم کرنے کا ہمیں حکم ملا ہے) اگر ایسا کریں (کہ ہم اسے چھپائیں) تو ہم گناہگاروں میں ہوں گے۔ پھر اگر معلوم ہو جائے (ان کے حلف کے بعد پتہ چل جائے) کہ وہ دونوں گواہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں (یعنی انہوں نے شہادت میں جھوٹ بولا یا خیانت مجرمانہ کی۔ مثلاً: جس چیز کے بارے میں شبہ یا تہمت تھی وہ خود انہی کے پاس سے برآمد ہوگئی۔ تو کہنے لگے یہ تو ہم نے مرنے والے سے خریدی تھی یا اس نے ہمارے حق میں اس کی وصیت کی تھی) تو ان کی جگہ دوسرے وہ دو گواہ کھڑے ہو جائیں (قسم ان پر آ جائے) جن کا حق گواہوں میں سے ہر ایک نے دباننا چاہا تھا (جو مستحق وصیت ہوں یعنی وارث۔ اور لفظ اخوان کا بدل آگے ہے) یہ گواہ قریب ہوں (میت کے رشتہ دار ہوں۔ اور ایک قرأت لفظ اولین ہے اول کی جمع یا اللہین کا بدل ہے) پھر یہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں (پچھلے گواہوں کی خیانت پر اور یہ کہیں کہ) ہماری گواہی (قسم) زیادہ درست (سچی) ہے یہ نسبت پچھلے گواہوں (کی قسم) کے۔ اور ہم نے کسی طرح کی زیادتی نہیں کی (قسم کے بارے میں حق بات سے آگے نہیں بڑھے) اگر کی ہو تو ہم ظالموں میں سے ہوں (خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب المرگ شخص کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی وصیت پر دو آدمی گواہ بنالے۔ یا اپنے مذہب یا غیر مسلموں میں سے دو آدمیوں کو میت کر دے۔ اگر سفر وغیرہ کی مجبوری سے مسلمان گواہ دستیاب نہ ہو سکتے ہوں۔ لیکن اگر شرعی ورثاء کو ان گواہوں میں تردد ہو تو ان پر یہ دعویٰ دائر کرنا چاہئے کہ ان گواہوں نے کوئی چیز لے کر یاد دے کر خیانت کی ہے اور کہتے یہ ہیں کہ مرنے والے نے ہی ان کو اس کی وصیت کی تھی۔ اس لئے ان سے حلف لیا جائے۔ چنانچہ اگر کسی طرح ان کا جھوٹ کھلتا ہو اور وہ مدعی ہوں کہ مرنے والے نے ان کو وہ چیز دی ہے تو ان کی اس کذب بیانی کے خلاف قریب ترین دو وارث گواہی دیں اور دوسرے ورثاء کے سچ کی تائید کریں اور دعووں کے بارے میں جو حکم ہے وہ گواہوں کے حق میں منسوخ ہو چکا ہے۔ نیز غیر مسلموں کی شہادت بھی منسوخ ہے اور نماز عصر کی تخصیص محض قسم کی

اہمیت بڑھانے کے لئے اور حلف کو میت کے قریبی ورثاء کے ساتھ آیت میں خاص کرنا صرف خصوصیت واقعہ کے پیش نظر ہے۔ جس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ بخاری کی روایت میں اس کی تفصیل یہ آئی ہے کہ بنی سہم قبیلہ کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ سفر میں گیا اور یہ دونوں نصرانی تھے، لیکن سہمی شخص کا انتقال ایسی جگہ ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ چنانچہ یہ دونوں نصرانی اس مسلمان کا ترکہ لے کر مکہ میں واپس آئے تو دیکھا گیا کہ سامان میں ایک چاندی کا پیالہ گم تھا۔ جس پر سونے کے تار سے نقشین جزاؤ کام ہوا ہوا تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاملہ آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر یہ ابتدائی آیت نازل ہوئی۔ آپ (ﷺ) نے دونوں سے حلف لے لیا۔ لیکن پھر پیالہ مکہ میں مل گیا۔ تو جس کے پاس سے ملا اس نے بیان دیا کہ میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس پر دوسری آیت فان عشر الخ نازل ہوئی۔ چنانچہ سہمی کے ورثاء میں سے دورشتہ وار کھڑے ہوئے اور حلف اٹھایا اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاصؓ اور ان کے ساتھ ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے کیونکہ یہ دونوں میت کے قریب تھے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سہمی بیمار ہوا اور اس نے ان دونوں نصرانیوں کو وصیت کی اور کہا کہ ترکہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ لیکن انتقال کے بعد انہوں نے پیالہ تو خود لے لیا اور باقی ترکہ (گھر پہنچا دیا) اس طرح سے (مذکورہ حکم سے کہ ورثاء ہر قسم لوٹائی گئی) زیادہ امید کی جاسکتی ہے (زیادہ قریب ہے) کہ گواہی دیں (گواہ یا جن کو وصیت کی جائے) ٹھیک ٹھیک گواہی (جو واقع کے مطابق بلا تحریف و خیانت کے ہو) یا (اس بات کی توقع ہے) کہ انہیں اندیشہ رہے گا کہ ہماری قسمیں کہیں فریق ثانی کی قسموں کے بعد رد نہ کر دی جائیں (وارث مدعیوں کے مقابلہ میں کہ وہ کہیں ان کی خیانت اور جھوٹ پر قسم کھانہ بیٹھیں۔ اس لئے انہیں رسوا ہونا پڑے اور تادان بھرنا پڑے۔ غرضیکہ اس خطرہ سے جھوٹ نہیں بولیں گے) اللہ سے ڈرتے رہو (خیانت اور جھوٹ چھوڑ دو) اور سنو (جو کچھ تمہیں حکم دیا جائے قبولیت کے کانوں سے) اللہ ایسے نافرمانوں پر راہ نہیں کھولتے (جوان کی اطاعت سے ہا ہر ہو جائیں۔ ان کو راہ خیر کی طرف نہیں لگاتے)۔

تحقیق و ترکیب:..... شہادۃ۔ شہادۃ سے مراد ا شہاد ہے اور ظرف کی طرف اضافت تو مجاز ہے۔ ورنہ اس کی اضافت مشہود بہ کی طرف ہونی چاہئے۔ ای شہادۃ الحقوق۔ ترکیب میں شہادت مبتداء ہے جس کی خبر بحذف المضاف الثنان ہے۔ ای شہادۃ الثنان۔ یا مبتداء کی جانب مضاف محذوف ہو۔ ای ذا شہادۃ بینکم ورنہ مبتداء اور خبر میں مصدریت کے لحاظ سے مطابقت نہیں رہے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شہادۃ بینکم کی خبر محذوف ہو اور الثنان۔ اس کا قائل ہو ای فیما نزل علیکم ان يشهد بینکم اور زخشری نے اس کو بھی جائز بتلایا ہے کہ شہادۃ مبتداء محذوف الخبر ہو ای فیما فرض علیکم اور الثنان شہادۃ کا فاعل ہو۔ ای يشهد الثنان بہر حال لفظایہ جملہ خبریہ ہے۔ مگر معنی انشائیہ ہے اور اس مبتداء خبر کے درمیان جملہ معترضہ ظرف ہے شہادہ کے لئے اور ذوا عدل یہ صفت ہے الثنان کی اور او اخران کا عطف الثنان پر ہو رہا ہے اور اس کے اور اس کی صفت تحسینونہما کے درمیان ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت جملہ معترضہ ہے۔

اور تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ من غیر کم صفت ہے اخران کی اور ان انتم بعزمین کی رائے پر مرفوع مضر ہے۔ جس کی تفسیر مابعد میں ہو رہی ہے اور انفس کے نزدیک مبتداء ہے اور ضربتم فی الارض محل اعراب میں نہیں ہے یا خبر کی وجہ سے مرفوع مانا پڑے گا۔ فاصابتکم مصیبة الموت کا عطف شرطیہ پر ہو رہا ہے اور جواب محذوف ہے ماقبل کہ دلالت کی وجہ سے ای ان سافرتم فصار بکم الاجل حیثذو مامعکم من الاقارب ولا من اهل الاسلام من یولی امر الشہادۃ کما هو الغالب المعتادۃ فی الاسفار فلیشهد اخران او فاستشهدوا اخرین اور لفظ تحسینونہما مستأنف ہے اخران کی صفت ہے ای او اخران

من غیر کم یحبسان۔ اس سے معلوم ہوا کہ گواہی کے لئے مسلمان کو چھوڑ کر غیر مسلم کو لینا بدرجہ مجبوری سفر اور موت کی وجہ سے ہوگا۔ موصوف صفت کے درمیان جملہ معترضہ کے لئے کوئی اعراب نہیں ہے۔ البتہ جواب شرط محذوف ہے۔ ای لاشہدوا اخرین من غیر کم۔

فیقسمان اس کا عطف بحسبونہما پر ہے اور اس کے جواب لانشتری کے درمیان ان اربتم جملہ معترضہ ہے جواب شرط محذوف ہے ای ان اربتم مختلفوہما اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے۔ البتہ مفسر جلال اور جر جاتی بقولان مقدر مانتے ہیں اور اہل عرب اکثر قول کو مقدر مان لیا کرتے ہیں جیسے والملئکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم ای یقولون سلام علیکم اس صورت میں جملہ شرطیہ معترضہ نہیں ہوگا۔

اولین۔ یہ اولیٰ کا تثنیہ ہے بمعنی احق اور اولین۔ لفظ اول کا تثنیہ ہوگا۔ قاخران یہ مبتداء ہے یقومان صفت مخصوص ہونے کی وجہ سے اور من الذین استحق علیہم خبر ہے یا اس کا برعکس کہا جائے کہ یقومان۔ خبر ہے اور الذین الخ مبتداء کی صفت اور اس صورت میں موصوف صفت کے درمیان خبر کا فاعل ہونا معترض نہیں۔ کیونکہ مبتداء کا اعتماد ظاہر ہو رہا ہے۔

استحق علیہم اس کا نائب فاعل وصیۃ بمعنی ایفاء ہے اور علیہم بمعنی لہم ہے۔ فاد عبادا یعنی موجودہ چیز کے بارے میں یہ دعوے کریں کہ یہ ہم کو مرنے والے موصی نے دی ہے یا ہم نے اس سے خریدا ہے۔

والحکم۔ اس سے مراد حلف دینا ہے۔ بائین یعنی وارثوں سے حلف لینا محض خصوص واقعہ کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تمام ورثاء منکر ہیں۔ اس لئے سب سے حلف لیا جائے۔ جساماً۔ تمام سامان میں یہی پیالہ قیمتی تھا۔ اسی کو اڑا لیا اور جب بات کھلی تو یہی کہا کہ مرنے والے نے ہی ہمیں دیا تھا۔ کبھی کہا کہ ہم نے خریدا تھا۔ لیکن گواہ نہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے اقرار نہیں کیا۔

ودفعنا الی اہلبہ ما بقی۔ تفسیر مدارک میں یہ بھی ہے کہ سہمی نے سامان میں فہرست بھی رکھ دی تھی۔ جس کی اطلاع ان دونوں نصرانیوں کو نہیں ہو سکی۔ اس لئے گھر پہنچ کر ملان کے وقت چوری کھل گئی۔ جو بالا خرچ صحیح نکلی۔

یہ آیات اعراب اور نظم اور حکم کے لحاظ سے قرآن کریم میں مشکل ترین سمجھی گئی ہیں۔ مستقل تصانیف اس سلسلہ میں کی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی کوئی عہدہ بڑا نہیں ہو سکا ہے۔

رابط آیات: گذشتہ آیات میں دینی مصالح سے متعلق احکام تھے۔ ان آیات میں دنیاوی مصالح سے متعلق بعض احکام ذکر فرماتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ معاد کی طرح معاش کی اصلاح بھی مطلوب ہے اور یہ کہہ دونوں واجب اور ضروری ہیں۔ گویا یہ بیسواں حکم مدعی علیہ کی قسم سے متعلق ہے وہ خواہ وصی ہو یا وارث۔

شان نزول: جلال محقق تفصیل کے ساتھ شان نزول ذکر فرما چکے ہیں۔ چنانچہ اولاً جب یہ مقدمہ سرکار نبوی (ﷺ) میں پیش ہوا تو پہلی آیت بسا ایہا الذین سے اذا لمن الاثمین تک نازل ہوئی۔ آپ (ﷺ) نے ورثہ سے ان کے اس دعوے پر گواہ طلب فرمائے کہ ”ان دونوں نے خیانت کی ہوگی“ لیکن چونکہ گواہ کوئی تھا نہیں، اس لئے آپ (ﷺ) نے ان دونوں سے خیانت اور کتمان نہ کرنے پر قسم لے کر دعویٰ خارج کر دیا۔ لیکن پیالہ ملنے پر معاملہ کی نوعیت بدل گئی اور مقدمہ پھر دوبارہ سرکار نبوی (ﷺ) میں پیش ہوا اور شان عشر الخ سے دوسری آیت نازل ہوئی۔ چونکہ اب دعویٰ وصیت یا خیرداری پر ان کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، اس لئے آپ (ﷺ) نے سہمی کے دو قریبی رشتہ داروں سے قسم لے کر ان کے موافق مقدمہ کا فیصلہ فرما دیا۔

﴿تشریح﴾: آیت سے سات (۷) احکام معلوم ہوئے: اس واقعہ اور آپ (ﷺ) کے فیصلہ سے کچھ احکام معلوم ہوئے۔ (۱) میت اگر اپنا مال کسی کو دینے دلانے کے متعلق کسی سے کہے اور اس کو سپرد کرے تو اس کو وصی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ (۲) وصی کا مسلمان یا عاقل ہونا ضروری اور لازم نہیں بلکہ افضل ہے۔ جس طرح خود وصی بنانا بھی لازم نہیں بلکہ مناسب ہے۔ (۳) کسی جھگڑے میں جو امر زائد کو ثابت کرنا چاہتا ہو وہ مدعی اور دوسرا فریق مدعی علیہ کہائے گا۔ (۴) سب سے اول مدعی سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔ اگر شرعی قواعد کے مطابق گواہ پیش کر دے تو دعویٰ کا فیصلہ مدعی کی موافق ہوتا ہے۔ لیکن اگر مدعی گواہ نہ لائے تو پھر مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ اگر وہ حلف بیان دے دے تو مقدمہ پھر اس کے موافق فیصلہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر مدعی عیبہ قسم سے انکار کر دے تو پھر مقدمہ مدعی کے حق میں ہوتا ہے۔ (۵) دروغ بیانی اور دروغ حلفی سے بچنے کے لئے زمان اور مکان اور الفاظ کے لحاظ سے قسم کی تغلیظ بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ حاکم کی رائے پر ہے لازم نہیں ہے۔ (۶) اگر مدعی علیہ اپنے کسی فعل کے متعلق قسم کھائے گا تو یہ کہنا چاہئے کہ ”میں نے یہ کام نہیں کیا“ اور دوسرے کے متعلق اگر قسم کھائے تو یہ کہنا چاہئے کہ ”مجھے اس کام کی خبر نہیں ہے۔“ (۷) کسی مقدمہ میں اگر وارث مدعی علیہ ہوں تو شرعی ورثاء پر قسم آئے گی وہ ایک ہو یا کئی۔ دوسرے لوگوں سے حلف نہیں لیا جائے گا۔

حلف کی تغلیظ اور کیفیت: پر ایسا مال بلا اجازت جان بوجھ کر لے لینا چونکہ ظلم ہے اس لئے تغلیظ اس کو ذکر کرنا بھی حاکم کی رائے پر ہے اور اصل قسم اس طرح ہونی چاہئے کہ ”خدا کی قسم ہمارے علم میں میت نے ان مدعیوں کے ہاتھ وہ چیزیں فروخت نہیں کی“ اور چونکہ ظلم کی واقعیت، عدم واقعیت کی اطلاع کی کوئی ظاہری سبیل نہیں ہوتی، اس لئے اس کی واقعیت پر زیادہ مؤکد قسم لی گئی۔ چنانچہ لفظ ”چہا“ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ معاملہ کا سارا مدار میرے اوپر ہی ہے۔ اس لئے قسم کھاتا ہوں کہ جس طرح اس میں میرا ظاہری جھوٹ ثابت نہیں ہو سکتا، اسی طرح حقیقت میں بھی کذب نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حلف دراصل علم پر ہے اور چونکہ اس کا جھوٹ ہونا بغیر اقرار ثابت نہیں ہو سکتا، اس لئے اس طریقہ سے جو حق تلفی ہوگی وہ اشد درجہ کا ظلم ہوگا ممکن ہے یہاں ظالم اسی لئے کہا گیا ہو۔

حلف کے اس مخصوص طرز کی مصالح: غرضیکہ ان سب پہلوؤں میں ”حق بخد ار رسید“ ہونے کا زیادہ امکان اور لحاظ ہے، کیونکہ اگر وصی سے حلف نہ لیا جاتا اور زائد مال سپرد کرنے میں وصی سچا ہوتا تو اس سے تہمت رفع ہونے کی کوئی صورت نہ ہوتی اور اگر جھوٹ ہوتا تو پھر ورثہ کے لئے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ ہوتا۔ لیکن اب سچا ہونے کی صورت میں برأت ہو جاتی ہے اور جھوٹ ہونے کی حالت میں ممکن ہے جھوٹی قسم سے ذکر کرنا انکار کر دے، تب ورثہ کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ورثہ کے لئے حلف مشروع نہ ہوتا اور شرعاً بس انکار ہی حق ہوتا تو پھر اثبات حق کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ لیکن اگر شرعاً انکار حق نہ ہوتا تو پھر وصی کے لئے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ مگر اب ورثہ کا حق ہونے کے وقت ان کا حق ثابت ہو سکتا ہے اور حق نہ ہونے کی صورت میں انکار قسم کی وجہ سے وصی کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ پس دو صورتیں وصی کے حلف کی حکمت میں ہوئیں اور لفظ ”یقنوا“ بالشہادۃ دونوں کو شامل ہے اور دو شقہ ورثہ کے حلف کی حکمت میں ہیں۔ جن میں سے دوسری شق تو وصی کے حلف کی پہلی شق میں داخل ہے۔ رہی پہلی شق سودہ ابوبخافوا کی مدلول ہے۔ پس حلف کی اس مجموعی صورت میں سب شقوں کی پوری رعایت ہو گئی۔ (بیان القرآن)

لطف آیات: آیت یا ایہا الذین امنوا شہادۃ الخ سے ثابت ہوا کہ انتظام کی رعایت ہر کام میں ضروری ہے۔ دینی کام ہو یا دنیاوی کیونکہ بد انتظامی سے اہل حقوق کے مصالح میں خلل پڑتا ہے جو معصیت ہے۔

اذْکُرْ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ هُوَ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیَقُولُ لَهُمْ تَوْبِیْخًا لِّقَوْمِهِمْ مَا ذَا اٰیِ الَّذِیْ اُجِبْتُمْ بِهٖ
 حِیْنَ دَعَوْتُمْ اِلَی التَّوْحِیْدِ قَالُوْا لَا عَلِمَ لَنَا بِذٰلِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ
 ذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهُ لِشِدَّةِ هَوْلِ یَوْمِ الْقِیَمَةِ وَفَزَعِهِمْ ثُمَّ یَشْهَدُوْنَ عَلٰی اُمَمِهِمْ لَمَّا یَسْكُنُوْنَ اذْکُرْ اِذْ قَالَ
 اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالدِّیْنِ بِشُکْرِ مَا اِذْ اٰیَدْتُكَ تِلْكَ قُوَّتُكَ بِرُوحِ
 الْقُدُسِ جِبْرِیْلَ تَكَلِّمُ النَّاسَ حَالَ مِنْ الْکَافِ فِیْ اٰیَدُكَ فِی الْمَهْدِ اٰی طِفْلًا وَكَهْلًا یَفِیْدُ
 نُبْرُوْلَهُ قُلُ السَّاعَةِ لِاَنَّهُ رُفِعَ قَبْلَ الْکَهْوَلَةِ کَمَا سَبَقَ فِی الْاِ عِمْرَانَ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ
 وَالتَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ کَصُوْرَةِ الطَّیْرِ وَاَلْکَافِ اِسْمٌ بِمَعْنٰی مِثْلُ مَفْعُوْلٍ
 بِاِذْنِیْ فَتَنْفَخُ فِیْهَا فَتَکُوْنُ طِیْرًا اِیْذْنِیْ بِاِزَادَتِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ
 الْمَوْتٰی مِنْ قُبُوْرِهِمْ اَحْیَآءَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ حِیْنَ هَمُّوا بِقَتْلِکَ اِذْ جِئْتَهُمْ
 بِالْبَیِّنٰتِ الْمُعْجَزٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ مَا هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَفِی
 قِرَآءَةِ سَاجِرِ اٰیِ عِیْسٰی وَاِذْ اَوْحِیْتُ اِلَی الْحَوْرِیْنَ اَمَرْتُهُمْ عَلٰی لِسَانِیْ اَنْ اٰیْ یَاۤ اٰمِنُوْا بِیْ
 وَبِرُّسُوْلِیْ عِیْسٰی قَالُوْا اٰمَنَّا بِیْهَا وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اذْکُرْ اِذْ قَالَ الْحَوْرِیُّوْنَ یٰعِیْسٰی
 ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ اٰیْ یَفْعَلُ رَبُّکَ وَفِی قِرَآءَةِ بِالْفَوْقَانِیَّةِ وَنَصَبِ مَا بَعْدَهُ اٰیْ تَقْدِرُ اَنْ تَسْأَلَهُ اَنْ
 یُنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَآءِ قَالَ لَهُمْ عِیْسٰی اتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ اِفْتِرَاحِ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾
 قَالُوْا نُرِیْدُ سَوَالَهَا مِنْ اَجْلِ اَنْ نَّاکُلَ مِنْهَا وَتَطْمَیْنُ تَسْكُنُ قُلُوْبُنَا بِزِیَادَةِ الْیَقِیْنِ وَنَعْلَمَ نَزْدًا عَلَمًا
 اَنْ مُحَقَّقَةٌ اٰیِ اَنَّکَ قَدْ صَدَقْتَنَا فِیْ اِدْعَآءِ النُّبُوَّةِ وَنَکُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشَّهِیْدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ
 مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا اٰیْ یَوْمَ نُنْزِلُهَا عِیْدًا نُعْظِمُهُ وَنُشْرِفُهُ
 لِاَوَّلِنَا بِدَلٍّ مِّنْ لَّنَا بِاِعَادَةِ الْحَارِ وَاٰخِرِنَا مِمَّنْ یَّآئِیْ بَعْدَنَا وَاٰیَةً مِّنْکَ عَلٰی قُدْرَتِکَ وَنُبُوَّتِیْ وَارْزُقْنَا
 اٰیَّاهَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ مُسْتَجِیْبًا لِّهٖ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ عَلَیْکُمْ فَمَنْ
 یَّکْفُرْ بَعْدَ اٰیِ بَعْدَ نُّزُوْلِهَا مِنْکُمْ فَاِنِّیْ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَا اُعَذِّبُہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَزَلَّتْ
 الْمَلَائِکَةُ بِهَا مِنَ السَّمَآءِ عَلَیْهَا سَبْعَةُ اَرْغِفَةٍ وَسَبْعَةُ اَحْوَابٍ فَاکَلُوْا مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوْا قَالَهُ اِنَّ عَآسَ وَفِی
 حَدِیْثِ اُنْزِلَتْ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَآءِ خُبْرًا وَلَحْمًا فَامْرُوْا اَنْ لَا یَحُوْنُوْا وَلَا یَدَّ خَرُوْا الْغَدِ فَخَابُوْا وَادَّخَرُوْا
 فَرِیْعَتٌ فَمَسَحُوْا قِرْدَةً وَخَنَازِیْرَ

ترجمہ: (وہ دن یاد کیجئے) جبکہ اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائیں گے (قیامت کے روز) اور پھر پوچھیں گے (ان پیغمبروں سے ان کی قوم کی سرزنش کے لئے) کیا (ماذا علی الذی ہے) جواب ملا تمہیں (جب تم نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی) وہ عرض کریں گے میں کچھ خبر نہیں (اس کی بابت) یہ تو آپ ہی کی ہستی ہے جو غیب کی باتیں جاننے والی ہے (جو باتیں بندوں سے غائب رہی ہیں۔ پیغمبروں کو اس علم سے ذہول، قیامت کی ہول اور گھبراہٹ سے ہوگا۔ لیکن پھر جب سکون ہوگا تو اپنی امتوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ (یاد کیجئے) اس دن اللہ فرمائیں گے۔ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر جو انعام کئے ہیں انہیں یاد کرو (شکر گزار رہو) جبکہ میں نے تمہاری تائید (تقویت) کی تھی۔ روح القدس (جبریل) کے ذریعہ۔ تم لوگوں سے کلام کرتے تھے (یہ حال ہے ابد تک کے کاف سے)۔ جھوٹے میں بھی (بچپن میں) اور بڑی عمر میں بھی (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت سے پہلے ہوگا۔ کیونکہ سورۃ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ زمانہ کھولت سے پہلے ہی وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے) اور جب کہ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی تھی اور جب کہ تم مٹی سے بنائے رہتے تھے چڑیا جیسی شکل (صورت اور کاف اسمیہ ہے بمعنی مفعول ہے) میرے حکم سے پھر اس میں پھونک مار دیتے اور وہ میرے حکم (ارادہ) سے چڑیا ہو جاتی تھی اور میرے حکم سے اندھے اور برص کے روگیوں کو چنگا کر دیتے تھے اور جب کہ میرے حکم سے مردوں کو جلا دیتے تھے (قبروں سے زندہ کر کے) اور جب کہ بنی اسرائیل کا وہ شر جو تمہارے خلاف کر رہے تھے میں نے روک دیا تھا (تمہارے قتل کی اسکیم بنانے کے وقت) یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ تم روشن دلیلیں (معجزات) ان کے سامنے لے گئے تھے اور ان میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی وہ بول اٹھے تھی۔ یہ (جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں) اس کے سوا کچھ نہیں کہ کھلی جادوگری ہے (اور ایک قرأت میں مساحو ہے جس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں) اور جب کہ میں نے حواریوں کو الہام کیا تھا (آپ کی زبانی ان کو حکم دیا تھا) کہ ان معنی میں (بسان کے ہے) مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لاؤ؟ انہوں نے کہا تھا کہ ہم (ان دونوں پر) ایمان لے آئے ہیں اور خدا یا آپ گواہ رہنے کہ ہم فرمانبردار ہیں (نیز یاد کیجئے) اس وقت کو جب کہ حواریوں نے کہا تھا اے مریم کے بیٹے! کیا ایسا کر سکتے ہیں تمہارے پروردگار (ایک قرأت میں لفظ تستطیع تائے فوقانیہ کے ساتھ ہے اور مابعد منصوب ہے۔ یعنی کیا آپ اس کی درخواست کر سکتے ہیں) کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار دے۔ کہہ دیا تھا (ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے) اللہ سے ڈرو (اس قسم کی فرمائش کرنے میں) اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ عرض کرنے لگے کہ ہم تو چاہتے ہیں (یہ درخواست اس لئے ہے) کہ اس میں سے کچھ کھائیں اور ہمارے دل آرام (سکون) پائیں (یقین میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے) اور ہم جان جائیں (ہمارا علم زیادہ ہو جائے) کہ (ان مخففہ ہے دراصل انک تھا) آپ نے جو کچھ بتایا وہ سچ تھا (دعویٰ نبوت کر کے) اور یہ کہ ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ اس پر عیسیٰ بن مریم نے دعا کی۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج؟ کہہ ہو جائے ہمارے لئے (اس کے آنے کا دن) عید (جس کی بطور یادگار ہم تعظیم کریں اور بڑائی منائیں) ہمارے اگلوں کے لئے (یہ بدل ہے لہذا کے لئے اعادہ جار کے ساتھ) اور پچھلوں کے لئے (جو ہمارے بعد آنے والی نسلیں ہیں) اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو (آپ کی قدرت اور میری نبوت پر) ہمیں (اس کی) روزی دیجئے کہ آپ سب سے بہتر روزی دینے والے ہیں۔ اللہ نے فرمایا (ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے) میں سمجھوں گا (تحفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں قرأتیں ہیں) تمہارے لئے خوان۔ لیکن جو بھی کفر کرے گا اس کے (اترنے کے) بعد تم میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اس جیسا عذاب تمہاری دنیا میں کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ (چنانچہ آسمان سے فرشتے سات چپاتیاں اور سات مچھلیاں لے کر آئے۔ حاضرین نے اس سے خوب پیٹ بھر لیا۔ ابن عباسؓ نے ایسے ہی فرمایا اور حدیث میں ہے کہ آسمان سے خوان نعمت اتر ا۔ جس میں گوشت روٹی تھی لیکن ان کو حکم ہوا کہ خیانت نہ کرنا اور آئندہ کے لئے ذخیرہ نہ کرنا۔ مگر انہوں نے خیانت بھی کی اور ذخیرہ اندوزی بھی کی۔ چنانچہ خوان الہی اٹھالیا گیا اور وہ لوگ بند روخنہ بنادیتے گئے۔

تحقیق و ترکیب: یوم۔ منصوب ہے اذکر مقدر ہے۔ فیقول۔ شبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم غیب ہیں۔ پھر یہ سوال کیا؟ مفسر علامہ ”توبیخا لہم“ سے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ انبیاء کا علم کے باوجود علمی کا اظہار کرنا بظاہر کذب بیانی ہے۔ لیکن اس کے تین جواب ہیں۔ یا تو اشتکاء اور التجاء الی اللہ کے طور پر کہا ہے اور یا بقول ابن عباس ”اللہ کے علم کے آگے اپنے علم کو ہیچ قرار دیا اور یا یہ مطلب ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنی زندگی اور سامنے کا حال جان سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے بعد قوم کا کیا انجام ہوا۔ ہمیں کچھ خبر نہیں اور ایک توجیہ ذہب عنہم الخ سے مفسر علامہ کر رہے ہیں۔ رہا انبیاء کے حق میں لا یحزنہم الفزع الاکبر فرمانایا اپنی امتوں کے برخلاف گواہی دینا۔ سو چونکہ قیامت کا دن نہایت طول طویل ہوگا۔ اس لئے ان احوال کا دوسرے وقت پیش آنا اس کے منافی نہیں ہے اور امام رازی فرماتے ہیں کہ ادا با علم سے سکوت اور اپنے جہل کا اقرار کیا ہے۔

بشکروہا۔ اس کا تعلق اذکر سے ہے اور اذیدتک میں نعمتی عامل ہے فی المہد۔ چنانچہ بچپن میں انی عبد اللہ الخ کلام فرمایا۔ جیسا کہ سورہ مریم میں ہے۔ وکھلا یا تو اس سے لئے بڑھایا کہ کسنی اور بڑی عمر کے کلام کا پختگی میں یکساں ہونا معلوم ہو جائے اور یا ان کے نزول آسمانی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ ۳۳ سال کی عمر میں ان کا رفع سماوی ہو گیا تھا۔ کہولت صادق آنے کے لئے دوبارہ نزول ماننا پڑے گا۔ پہلی صورت میں ایک دوسری صورت میں دو نشانیاں ہو جائیں گی۔

اوحیت۔ چونکہ اصطلاح شرع میں وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے، اس لئے مفسر علامہ گو وحی بالواسطہ سے تاویل کرنی پڑی اور بقول زجاج کلام عرب میں وحی بمعنی امر مستعمل ہے۔ لیکن اگر لغوی معنی لئے جائیں تو اس تکلف کی ضرورت نہیں رہتی جیسے واوحی ربک میں ان امنوا مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ ان مصدر یہ ہونے کی طرف اور ان مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیستطیع اشارہ ہے کہ لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے۔ اس سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ حواریین مومن ہونے کے باوجود استطاعت اور قدرت میں کیسے شک کر رہے ہیں۔ اگرچہ زنجیری وغیرہ بعض حضرات ان کے کفر کے قائل تھے۔

مائدة۔ کپڑے کا دسترخوان جو زمین پر بچھایا جائے جو عجم کا طریقہ ہے اور سفرہ چڑے کا ہوتا ہے جو عرب کا دستور ہے اور خوان میز کی قسم سے ہوتا ہے جو شاہانہ طریقہ ہے یہاں مقصود کھانا ہے۔ عیداً مروی ہے کہ اتوار کے دن یہ مائدہ نازل ہوا تھا۔ اسی لئے نصاریٰ کے یہاں اتوار مذہبی تقدیس کا دن ہے اور عید عود سے ماخوذ ہے۔ بار بار آنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور بعض عید کے معنی سرور کے لیتے ہیں۔ ارغفہ جمع رغیف۔ چپائی۔ احوات جمع حوت بمعنی مچھلی۔

قالہ ابن عباس ان ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ مائدہ میں بجز گوشت روٹی کے سب چیزیں اتریں تھیں۔

بیضاوی نے نقل کیا ہے کہ سرخ دسترخوان آسمان سے اتر اتو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھ کر رونے لگے اور یہ دعا کی۔ اللہم اجعلنی من الشاکرین اللہم اجعلها رحمة ولا تجعلها مثلة وعقوبة۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کر کے نماز پڑھی اور روئے اور پھر بسم اللہ خیر الرازقین پڑھ کر خوان نعمت پر سے کپڑا ہٹایا تو سب چیزیں مہیا تھیں شمعون نے دریافت کیا کہ یا روح یہ دنیا کا کھانا ہے یا آخرت کا؟ فرمایا کہ دونوں کے علاوہ ہے۔ کھا کر اللہ کا شکر کرو۔ کہنے لگے یا روح اللہ اور کوئی نشانی دکھلائیے۔ فرمایا سمکۃ احبی ماذن اللہ چنانچہ مچھلی زندہ ہو کر ترپنے لگی اس کے بعد عودی کما کنت فرمایا تو پھر سابقہ حالت میں ہو گئی اور مائدہ غائب ہو گیا۔ فخانوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس روز کے بعد حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس مائدہ سے صرف فقراء کھائیں امراء نہ کھائیں۔ اس حکم کی وجہ سے اغنیاء نے فقراء سے معاندانہ معاملہ کیا۔ اس لئے مسخ کیا گیا۔ تین سو تیس افراد مسخ کر دیئے گئے جو رات میں اچھے خاصے تھے۔ صبح اٹھے تو بند رو خنزیر کی شکلیں ہو گئیں تھیں۔ تین روز یا سات روز اس حالت میں رہ کر مر گئے۔ لیکن زیادہ تر یہ اسرائیلی روایات ہیں۔

ربط آیات: چونکہ متعدد احکام بیان ہو چکے۔ اس لئے قرآن کریم اپنی عادت کے مطابق اس کو موثر بنانے کے لئے آیت

یوم یجمع اللہ میں احوال قیامت پیش کرتا ہے اور چونکہ زیادہ تر روئے سخن اہل کتاب کی طرف رہا ہے اس لئے آیت اذ قال اللہ سے ختم سورت تک خاص طور پر نصاریٰ کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ مختلف انعامات کا ذکر اذ کو نعمتی سے اور تصرفات میں حق تعالیٰ کے تصرف کا نشان ہونا اذ تحلق سے اور اللہ کی حفاظت کا محتاج ہونا اذ کففت سے اور دعوت توحید اور بشارت نبوت و اذ اوحیت سے اور معجزہ مائدہ کا اثبات و اذ قال الحواریون سے بیان کیا جا رہا ہے اور یہ اعجاز چونکہ یہود پر حجت ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے یہود کے ساتھ بھی مجاہد ہو گیا۔

﴿تشریح﴾: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے حق میں انعام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان چیزوں کا انعام ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ان کی والدہ پر بھی یہ انعام ہے۔ کیونکہ نبی ہونے کی حیثیت سے جب ان کی نزاہت کی خبر دیں گے تو خبر یقیناً صادق ہوگی اور نزاہت کا انعام ہونا حضرت مریم علیہ السلام کے حق میں ظاہر ہے اور خود والدہ پر جو انعام ہوا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ بڑوں پر انعام فی الحقیقت چھوٹوں کی عزت افزائی ہوتی ہے کہ دیکھو ایسے بڑوں کی یہ اولاد ہے۔ پھر اولاد کے بڑے ہونے میں کیا تعجب و تامل؟

مائدہ کے بارے میں شکر بھیجئے، خیانت نہ کرنے، ذخیرہ نہ کرنے کی ہدایت تھی، لیکن بعض لوگوں نے خیانت کی کہ ذخیرہ اندوزی شروع کر دی جو شان توکل کے خلاف تھی، جس قسم کا بے سبب متوکلانہ رزق آ رہا تھا، اس کا تقاضا یہی تھا کہ نظر اسباب میں نہیں اچھنی چاہئے تھی۔ لیکن مظاہرہ اس کے بالکل برخلاف اس لئے مستحق غضب ہوئے۔ باقی اتنے معجزات کے ہوتے ہوئے حواریوں نے مائدہ کی درخواست ممکن ہے زیادہ برکت حاصل کرنے اور ایمان تازہ کرنے کے لئے کی ہو۔

لطاائف آیات: آیت لا علم لنا الخ میں بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ کے جلالی آثار کی تجلی کے اس ذہول کا سبب قرار دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ استغراق، سکر، فنا، محویت، غیبت وغیرہ احوال بے اصل نہیں ہیں۔ آیت اذ قال اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی اولاد میں سے ہونا بھی ایک نعمت ہے آیت اتقوا اللہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ میں خوارق تلاش نہیں کرنے چاہئیں۔

وَإِذْ كُنَّا إِذْ قَالَ أَيْ يَقُولُ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ء أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي الْهَيْئَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ عِيسَى وَقَدْ أَرَعَدْتُكَ تَنْزِيلَهَا لَكَ بِمَا لَا يَلِيْقُكَ مِنَ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ مَا يَكُونُ يَنْبَغِي لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ خَبِرْتُ لَيْسَ وَلِي لِلتَّيْسِ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا أُخْفِيهِ فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ أَيْ مَا تُخْفِيهِ مِنْ مَعْلُومَاتِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتَ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ وَهُوَ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا رَقِيبًا أَمْنَعُهُمْ مِمَّا يَقُولُونَ مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي قَطَعْتَنِي بِالرَّفْعِ إِلَى سَمَاءٍ كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ الْحَفِظَ لِأَعْمَالِهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ قَوْلِي لَهُمْ وَقَوْلِهِمْ نَعْدَى وَغَيْرِ ذَلِكَ شَهِيدٌ ﴿۱۱۷﴾ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِمْ إِنْ تَعَدَّ بِهِمْ أَيْ مَنْ أَقَامَ عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ

وَأَنْتَ مَا لَكُھُمْ تَتَصَرَّفُ فِیْھِمْ كَيْفَ شِئْتَ لَا اِغْتِرَاضَ عَلَیْكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ اِیْ لِمَنْ اَمِنْ مِنْھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْبُ عَلٰی اَمْرِ الْحَكِیْمِ ﴿۱۱۸﴾ فِیْ صُنْعِہٖ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا اِیْ یَوْمُ الْقِیَمَةِ یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ فِی الدُّنْیَا كَعِیْسٰی صِدْقُھُمْ لِاَنَّہٗ یَوْمَ الْجَزَاءِ لَھُمْ جَنَّتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھَارُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْھُمْ بِطَاعَتِہٖ وَ رَضُوْا عَنْہُ بِثَوَابِہٖ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ وَلَا یَنْفَعُ الْكَٰذِبِیْنَ فِی الدُّنْیَا صِدْقُھُمْ فِیْہِ كَا لْكَفَّارِ لِمَا یُؤْمِنُوْنَ عِنْدَ رُبُّوۃِ الْعَذَابِ لِلّٰہِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ حَزَٰنٌ لِّلْمُطْرِ وَ السَّبَآتِ وَ الرِّزْقِ وَ غَیْرِھَا وَ مَا فِیْھِنَّ اَنْۢیَ بِمَا تَغْلِبُ الْغَیْرَ الْعَاقِلِ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ۛ وَ مِنْہٗ اِثَابَةٌ لِّصّٰدِقٍ وَ تَعْدِیْبٌ لِّلْكَٰذِبِ وَ خُصَّ الْعَقْلُ ذَاتُہٗ تَعَالٰی فَلَیْسَ عَلَیْھَا بِقَدِیْرٍ

ترجمہ: اور (یاد کیجئے) اس وقت کو جب کہ فرمائیں گے (قال بمعنی یقول ہے) اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت میں ان کی قوم کو سرزنش کرنے کے لئے) اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ عرض کریں گے (عیسیٰ علیہ السلام لرزہ بر اندام ہوتے ہوئے) آپ کے لئے پاکی ہے (شرک وغیرہ نامناسب آلودگی سے آپ بری ہیں) بھلا مجھ سے یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے (یہ لیس کی خبر ہے اور لی بیان کے لئے ہے) اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو ضرور آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ آپ تو جانتے ہیں جو کچھ (چھپا ہوا ہو) میرے دل میں اور میں تو آپ کے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ (آپ کی پوشیدہ معلومات سے واقف نہیں) آپ ہی غیب کی ساری باتیں جاننے والے ہیں۔ میں نے تو ان سے وہی بات کہی جس کے کہنے کا آپ نے حکم دیا تھا (اور وہ یہ ہے) کہ اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اس کا نگران رہا (ذمہ دارانہ طور پر) جو اس سے ان کو روکنا رہا) جب تک ان میں تھا۔ لیکن جب آپ نے میرا وقت پورا کر دیا (آسمان پر اٹھا لیا) پھر تو آپ ہی بس ان کے نگہبان تھے (ان کے اعمال کے نگران کار) اور آپ تو ہر چیز پر (خواہ میرا ان سے کہنا ہو یا میرے بعد ان کا کہنا سننا وغیرہ) نگہبانی کرنے والے ہیں (واقف کار و باخبر ہیں) اگر آپ نے ان کو سزا دی (ان میں سے جو لوگ اپنے کفر پر برقرار رہے) تو یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ ان کے مالک۔ جو چاہے آپ کریں، آپ پر کون اعتراض کر سکتا ہے) اور اگر آپ انہیں بخش دیں گے (ان پر ایمان والوں کو) سو بلاشبہ آپ سب پر غالب (اپنے کام میں زبردست ہیں) حکمت رکھنے والے ہیں (اپنی کارگزاری میں) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ آج (قیامت کے روز) وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے (دنیا میں جیسے عیسیٰ علیہ السلام) ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا (کیونکہ یہ بدلے کا دن ہے) ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی (ان کی فرمانبرداری کے سبب) اور یہ اللہ میاں سے خوش (اس کے ثواب پر رضامند) یہ سب سے بڑی کامیابی ہے (دنیا میں جموٹ بولنے والوں کو آج قیامت میں سچ بولنا کام نہیں دے گا جیسے کفار۔ عذاب کے مشاہدہ کے بعد ایمان لانے لگیں) آسمانوں اور زمین کی (جس میں بارش اور گھاس اور رزق وغیرہ کے ذخیرے ہیں) اور ان میں جو کچھ ہے (لفظ استعمال کرنا بے عقل مخلوق پر غالب مان کر ہے) سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ کوئی چیز ان کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ (منجملہ اس کے سچے کو ثواب اور جھوٹے کو عذاب دینا ہے اور عقل کی رو سے اللہ کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔ ان کو اس پر قدرت نہیں ہے۔

سُورَةُ الْأَنْعَامِ

سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ الْأَوَّلُ مَا قَدَرُوا وَاللَّهُ الْآيَاتُ الثَّلَاثُ وَالْأَوَّلُ تَعَالَوْا الْآيَاتُ الثَّلَاثُ

وہی مائے و خمس او ست و ستون آیت و عشرون رکوعاً

سورۃ انعام کی ہے بجز و ما قدر و اللہ تین آیات کے۔ کل آیات ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾ الْحَمْدُ وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْحَمِيلِ ثَابِتٌ لِلَّهِ وَهَلِ الْمُرَادُ الْأَعْلَامُ بِذَلِكَ لِلْإِيمَانِ بِهِ أَوْ لِلشَّيْءِ بِهِ أَوْ هُمَا إِحْتِمَالَاتٌ أَفِيدَ مَا الثَّالِثُ قَالَهُ الشَّيْخُ فِي سُورَةِ الْكَهْفِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَصَّهُمَا بِالدِّكْرِ لِأَنَّهُمَا أَعْظَمُ الْمَخْلُوقَاتِ لِلنَّاطِقِينَ وَجَعَلَ حَقَّ الظُّلُمِ وَالنُّورِ أَيْ كُلُّ ظُلْمَةٍ وَنُورٍ وَجَمَعَهَا دُونَهُ لِكَثْرَةِ أَسْبَابِهَا وَهَذَا مِنْ دَلَائِلِ وَحْدَانِيَّتِهِ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مَعَ قِيَامِ هَذَا الدَّلِيلِ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿٢﴾ يُسَوُّونَ بِهِ غَيْرَهُ فِي الْعِبَادَةِ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ بِخَلْقِ أَبِيكُمْ أَدَمَ مِنْهُ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا لَكُمْ تَمُوتُونَ عِنْدَ انْتِهَائِهِ وَاجَلَ مُسَمًّى مَضْرُوتٍ عِنْدَهُ لِبَعْثِكُمْ ثُمَّ أَنْتُمْ أَيُّهَا الْكُفَّارُ تَمْتَرُونَ ﴿٣﴾ تَشْكُرُونَ فِي الْبَعْثِ بَعْدَ عِلْمِكُمْ أَنَّهُ ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ وَمَنْ قَدَرَ عَلَى الْإِبْتِدَاءِ فَهُوَ عَلَى الْإِعَادَةِ أَقْدَرُ وَهُوَ اللَّهُ مُسْتَحِقُّ الْعِبَادَةِ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ مَا تَسْرُونَ وَمَا تَجْهَرُونَ بِهِ بَيْنَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴿٤﴾ تَعْلَمُونَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَمَا تَأْتِيهِمْ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ زَائِدَةٍ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ بِالْقُرْآنِ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ عَوَاقِبِ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦﴾ أَلَمْ يَرَوْا فِي أَسْفَارِهِمْ إِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا كَمْ خَبْرِيَّةٌ بِمَعْنَى كَثِيرًا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنِ أُمِّهِ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ مَكَّنَّهُمْ أَعْطَيْنَاهُمْ مَكَانًا فِي الْأَرْضِ بِالْقُوَّةِ وَالسَّعَةِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَكُمْ فِيهِ الْبَقَاةَ

عَنِ الْعِبَةِ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ الْمَطَرَ عَلَيْهِمْ مَذْرَآءًا مُتَابِعًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ تَحِبَّ مَسَاكِنِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ يَنْكَرُ فِيهِمُ الْأَنْبِيَاءُ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۲۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا مَكْتُوبًا فِي قَرطاسٍ رَقٍّ كَمَا اقْتَرَحُوهُ فَلَمَّسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ أَبْلَغُ مِنْ عَابُوهُ لَأَنَّهُ نَفَى لِّلشَّكِّ لِقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۲۷ تَعْتَوْنَ عُنَادًا وَقَالُوا لَوْ لَا هَذَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ عَلَى مُحَمَّدٍ مَلَكٌ يُصَدِّقُهُ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا كَمَا اقْتَرَحُوهُ فَلَمَّ يَوْمُنَا لَقَضَى الْأَمْرُ بِهِلَاكِهِمْ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۲۸ يَسْهَلُونَ لِتَوْبَةٍ أَوْ مَعْذِرَةٍ كَعَادَةِ اللَّهِ فَيَمُنُّ قَبْلَهُمْ مِنْ أَهْلَاكِهِمْ عِنْدَ وُجُودِ مُقْتَرِحِهِمْ إِيذَالِهِمْ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ آيَ الْمُنْزَلِ إِلَيْهِمْ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ آيَ الْمَلِكِ رَجُلًا أَيْ عَلَى صُورَتِهِ لِيَتَمَكَّنُوا مِنْ رُؤْيِيهِ إِذْ لَا قُوَّةَ لِلْبَشَرِ عَلَى رُؤْيَةِ الْمَلِكِ وَأَنْزَلْنَاهُ رَجُلًا لِّلْبَشَرِ شَبَّهْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۲۹ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بَأْسٌ يَقُولُوا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فِيهِ تَسْيِئَةٌ لِبَنِي صَالِي اللَّهِ بِرُوحِ عَلَيْهِ سَمٌ فَحَاقَ بَرٌّ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۳۰ وَهُوَ الْعَدَاةُ فَكَذَلِكَ يَنْحَبِذُ ۳۱ سَمٌ اسْتَهْزَأَ بِكَ

ترجمہ: ... ہر طرح کی ستائش (حمد کے معنی اچھی خوبی کے ہیں جو ثابت ہے) اللہ کے لئے ہے (اس حمد کا مقصد اس عقیدہ پر ایمان لانا ہے یا صرف اللہ کی مدح سرائی مقصود ہے یا دونوں مراد ہے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے۔ چنانچہ جلال الدین مکی نے بھی سورۃ کہف میں یہی فرمایا ہے) جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا (خاص طور پر ان دونوں چیزوں کا ذکر اس لئے کیا کہ دیکھنے والوں کی نظر میں یہ سب سے بڑی مخلوق ہے) اور نمودار (پیدا) کیں اندھیریاں اور اجالا (یعنی ہر ظلمت و نور۔ لیکن اول کو جمع سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرے فقط کو جمع سے تعبیر نہیں کیا۔ کیونکہ ظلمت کے اسباب بہت سے ہوتے ہیں اور یہ اللہ کے دلائل وحدانیت میں سے ہے) پھر بھی جو لوگ کفر کرنے والے ہیں (اس دلیل کے باوجود) اپنے پروردگار کے برابر سمجھتے ہیں (عبادت میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں) اللہ ہی ہیں جنہوں نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا (حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا) پھر تمہارے لئے ایک میعاد ٹھہرا دی (کہ اس کو پورا کر کے مرجاؤ گے) اور ایک دوسری میعاد بھی ان کے علم میں مقرر ہے (تمہارے قبروں سے اٹھانے کے لئے طے ہے) پھر بھی تم ہو (اے کفار) کہ شک میں پڑے رہتے ہو) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں تمہیں تردد ہے (حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ ابتداء اسی لئے پیدا کیا ہے۔ پس جو ذات ابتداء پیدا کرنے پر قادر ہو دوبارہ پیدا کرنے پر تو بدرجہ اولیٰ اسے قدرت حاصل ہونی چاہئے) وہی اللہ ہے (مستحق عبادت) آسمانوں میں اور زمین میں۔ جانتے ہیں۔ تمہاری چھپی اور کھلی چیزوں کو (جو باتیں تم چھپا کر یا کھلم کھلا کرتے ہو آپس میں) جو کچھ (اچھی بری) کمائی کرتے ہو وہ بھی ان کے علم سے باہر نہیں ہے اور کوئی نشانی نہیں کہ جو ان (اہل مکہ) کے پاس (من زائدہ ہے) نہ آئی ہو۔ پروردگار کی (قرآنی) نشانیوں میں سے کہ انہوں نے اس سے گردن نہ موڑ لی ہو۔ چنانچہ جب سچائی (قرآن) ان کے پاس آئی تو انہوں نے جھٹلادیا۔ سو جس بات کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے رہے ہیں عنقریب انہیں اس کی حقیقت (انجام) معلوم ہو کر رہے گی۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے (شام وغیرہ کے سفروں میں) کہ کتنے لوگوں کو (مخبر یہ ہے بمعنی کثیر) ہم نے ہلاک کر دیا ہے ان سے پہلے دور کے (بچھپی

قوموں کے) جنہیں ہم نے اس طرح جمادیا تھا (ٹھکانا دے دیا تھا) ملکوں میں (طاقت اور تصرف کے ساتھ) کہ تمہیں بھی اس طرح نہیں جمایا (بسایا) ہے۔ (اس میں غیج و ججبت سے التفات پایا گیا ہے) ہم نے ان پر آسمانی بارش (برسات) اس طرح بھیج دی تھی کہ پورے (لگاتار) برستی رہی اور ان کی آبادیوں (مکانات) کے نیچے نہریں چلا دی تھیں۔ لیکن پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے (انبیاء کو جہنم کے سبب) انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کے دور پیدا کر دیئے اور اگر ہم اتار دیتے (آپ ﷺ پر) کوئی کتاب (لکھی لکھی) ایک کاغذ پر (ان کی فرمائش کے مطابق) اور یہ لوگ اسے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے (یہ طریقہ مشاہدہ سے بڑھ کر ہے) کیونکہ ہاتھ سے چھونے کے بعد پھر کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی) پھر بھی جن لوگوں نے راہ انکار اختیار کر رکھی ہے وہ یہی کہتے ہیں (ان بمعنی مانا فیہ ہے) کہ یہ کھلی جادوگری ہے (سرکشی اور عناد کے سبب) اور ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ کیوں نہیں (لوہا بمعنی ہلا ہے) اس پر (محمد ﷺ پر) اترتا فرشتہ (جو اس کی تصدیق کرتا) اگر ہم فرشتہ نازل کرتے (ان کی فرمائش کے مطابق اور پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) تو ساری باتوں کا فیصلہ ہی ہو جاتا (ان کی تباہی کے باب میں) پھر ان کے لئے مہلت ہی کب رہتی (تو یہ یا معذرت کے لئے ان کو مہلت نہ دیتے۔ جیسا کہ اللہ کی عادت پہلے لوگوں میں رہی ہے کہ ان کی فرمائش پورا ہونے کے بعد اگر ایمان نہیں لاتے تھے تو پھر تباہ کر دیئے جاتے تھے) اور اگر ہم کسی فرشتہ کو پیغمبر بناتے (کہ جس کی طرف وحی نازل ہوتی) تو اسے (فرشتہ کو) بھی انسان بناتے (یعنی انسانی شکل و صورت پر ہی اتارتے تاکہ اس کو دیکھنا ممکن ہو تا ورنہ انسان میں تو فرشتے کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے) اور (اگر ہم فرشتہ اتارتے اور وہ بھی بشکل انسانی) تب بھی ہم انہیں ویسے ہی شبہات (شکوک) میں ڈال دیتے جس طرح کے شبہات میں اب یہ پڑے ہوئے ہیں۔ (ان کے دلوں میں ہیں۔ چنانچہ ماہذا لا بشر مثکم کہتے ہیں) اور یہ واقعہ ہے کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کی انہی اڑائی گئی ہے (اس میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی ہے) تو جن لوگوں نے انہی اڑائی تھی انہی کی وہ بات ان ہی پر آ پڑی (یعنی عذاب الہی۔ پس اسی طرح جو لوگ آپ سے استہزاء کرتے ہیں وہ بھی اس سے دوچار ہوں گے۔)

تحقیق و ترکیب: سورۃ الانعام تسمیۃ الکل باسم الجزاء کے طور پر اس صورت کا نام ہے۔ بجز چھ آیات کے پوری سورت کا ایک دم نزول کا قول ضعیف ہے۔ چنانچہ ابن صلاح کہتے ہیں ایک دفعہ پوری سورت نازل ہونے کے سلسلہ میں جوابی ابن کعب کی روایت ہے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بھی روایت موجود ہے۔ الا یعنی وما قدرنا اللہ سے لے کر استکبرون تک اور قل تعالوا الخ سے لے کر لعلمکم تتقون تک کل چھ آیات بقول ابن عباس مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور باقی سورت مکہ معظمہ میں رات کو نازل ہوئی۔

حمد وصف جمیل کے ساتھ یہ قید بھی ضروری ہے کہ بطور تعظیم ہوتا کہ ”ذوق انک انت العزیز الکریم“ اس سے خارج ہو جائے۔ کیونکہ یہ بطور تحکم کہا جائے گا نہ کہ تعظیماً یہ مفہوم تو لغو ہے اور اصطلاحاً منع ہونے کی حیثیت سے کسی کو تعظیماً الفاظ کہنا حمد کہلائے گا۔ ہل المراد۔ پہلی صورت میں لفظاً و معناً دونوں طرح جملہ خبریہ ہوگا اور دوسری صورت میں لفظاً جملہ خبریہ اور معناً انشائیہ ہوگا۔ ثم پہلا اور تیسرا اثم استبعاد کے لئے اور دوسرا ترتیب ذکر کے لئے ہے اور برہم میں یا بعد لون کے صلہ کے لئے نہ کہ کفر کے لئے۔ لیکن اگر بعد لون کا صلہ عنہ محذوف ہو تو پھر با کفر کا صلہ ہو جائے گا۔

خلقکم مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ بتقدیر مضاف ہے۔ اسی خلق ابیکم اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اولاد آدم کی پیدائش تو نطفہ سے ہوتی ہے نہ کہ مٹی سے۔ آدم کے خمیر میں سب ہی طرح کی مٹی اور پانی شامل تھا۔ اسی لئے مٹی کے اثر سے رنگتیں اور پانی کے اثر سے اخلاق مختلف ہوئے۔ اجلا یہاں بمعنی موت ہے اور وقت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بقول حسن اس سے مراد ولادت

سے موت تک اور دوسرے لفظ اجل سے مراد موت سے بعثت تک وقفہ ہے۔ اجل مسکمی صفت مخصوصہ کی وجہ سے مبتداء ہے۔

وہو اللہ لفظ ہو مبتداء، اللہ خبر اول، یعلم خبر ثانی۔ ماتکسبون کسب سے مراد ثواب و عقاب ثمرہ اعمال ہے اور سرکم و جھرکم سے مراد اعمال سریہ اور جہریہ۔ پس مغائرت کی وجہ سے عطف درست ہو گیا۔ قرن قاموس میں ہے کہ تمیں یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایک سو بیس سال پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ لیکن حدیث میں ہے کہ آپ (ﷺ) نے حضرت انسؓ سے فرمایا۔ عاشر فرنا۔ چنانچہ وہ سو سال زندہ رہے۔

مکنہم قوم عاد و ثمود وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ لا قوۃ للبشر البتہ صرف رسول اللہ (ﷺ) نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ حراء پر دوسری دفعہ سدرۃ المنتہی پر۔

رابط آیات: . . . سورۃ مائدہ کے ختم پر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مع دلائل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سورت کے شروع میں بھی یہی مضامین ہیں۔ یہ مناسبت تو پچھلی سورت کے انجام اور اس سورت کے آغاز میں ہوئی، لیکن دونوں سورتوں کے مجموعہ میں بھی مناسبت ہے کہ دونوں میں شرائع کا بیان ہے۔ اگرچہ پچھلی سورت میں اصول کثیرہ کے ساتھ تقریباً بیس فروعی احکام بھی بیان ہوئے اور اس سورت میں اصول زیادہ ہیں اور فروع صرف چار پانچ ہوں گے۔ اس سورت کے اجزاء میں بھی باہم مناسبت ہے۔ چنانچہ آیت الحمد للہ الخ سے توحید کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آیت و ما ناتیہم الخ سے کفار کا اعراض مع وعید اور آیت و لو نزلنا الخ سے کفار کا عموماً اور آنحضرت (ﷺ) کی رسالت سے متعلق خصوصاً عناد بیان کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں آیت و لقد استهزیئ میں آپ کی تسلی کا سامان ہے۔

شان نزول و فضائل: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بجز چھ آیات کے پوری سورت مکہ میں رات کے وقت ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ آنحضرت (ﷺ) سبحان اللہ کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور اسی وقت رات میں اس سورت کو لکھ لینے کا حکم دیا۔ نیز آنحضرت (ﷺ) سے مروی ہے کہ جو شخص سورۃ انعام کی پہلی تین آیات مایکسبون تک پڑھے تو حق تعالیٰ چالیس فرشتے اس لئے مقرر فرما دیتے ہیں کہ قیامت تک چالیس فرشتوں کی عبادت کے برابر اس کا ثواب لکھا جاتا رہے اور ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے۔ شیطان اگر اس کے پڑھنے والے کے دل میں وسوسہ ڈالنا چاہے تو اس گرز سے شیطان کی خبر لی جاتی ہے اور ستر حجاب درمیان میں حائل کر دیئے جاتے ہیں اور قیامت کے روز حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو میرے زیر سایہ چل اور ہر قسم کے پھل جنت میں کھا اور حوض کوثر سے پانی پی اور نہر سلویل میں غسل کر۔ تو میرا بندہ، میں تیرا رب ہوں۔

حضرت ابی ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ سورۃ انعام تلاوت کرنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کی ہر آیت کے بدلے دن رات استغفار کرتے رہتے ہیں اور مرفوعاً یہ روایت بھی ہے کہ سورۃ انعام کی تلاوت کرنے والے پر دن رات ستر ہزار فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ نصر بن حارث، عبداللہ بن امیہ، نوفل بن خویلد کہنے لگے۔ اے محمد (ﷺ)! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، تا وقتیکہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے لکھا ہوا پیغام نہ آئے اور اس پیغام کی نیز آپ (ﷺ) کی رسالت کی تصدیق چار فرشتے نہ کر دیں۔ اس پر آیت لو نزلنا الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: توحید اور قیامت: پہلی تینوں آیات میں توحید کا اثبات ہے کہ نفوس و آفاق کا خالق اور غیب و شہادت کا عالم ہی مستحق عبادت ہو سکتا ہے اور آخر کی دو آیتوں میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی اطلاع اور اس کی امتناع پر

رد اور محاسبہ اعمال پر تنبیہ ہے جس سے شرک پر وعید بھی ثابت ہوگئی۔ پہلی اجل کا کچھ حال تو قرآن و علامات سے دوسروں کو معلوم ہو بھی سکتا ہے۔ مگر دوسری اجل کو اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

تباہ شدہ قوموں کے نمایاں آثار دیکھنے کو خود ان ہی کی ہلاکت کا دیکھنا فرمایا ہے۔ نیز موجودہ کفار کو دنیاوی عذاب سے ڈرانا مقصود ہے یا اخروی عذاب سے۔ جس کا سلسلہ موت کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے جو قریب ہی ہے۔

کسی قوم کے ہلاک کر دینے سے خدا کی خدائی میں کوئی فرق نہیں آتا:..... اور انشانہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ہلاک ہونے سے ہمارا حقیقی نقصان تو کیا ہوتا ظاہری نقصان بھی کچھ نہیں ہوا۔ دنیا آباد کی آباد ہے۔ جیسی تھی ویسی ہی بس رہی ہے۔ البتہ قیامت کے وقت ساری دنیا کا فنا ہونا۔ چونکہ دنیا کی اپنی مقررہ میعاد ختم کرنے کے بعد ہوگا۔ اس لئے اس کو ظاہری نقصان بھی نہیں کہا جاسکتا۔ چہ جائیکہ حقیقی ضرر ہو۔ غرضیکہ ان کے نہ ہونے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ خس کم شد جہاں پاک شد۔

حاصل کلام:..... غرضیکہ ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے کائنات ہستی پیدا کی تاریکی اور روشنی نمودار کی، تاریکی اور روشنی کا فرق ہر آنکھ محسوس کر لیتی ہے۔ لیکن اس پر بھی جو لوگ منکر ہیں وہ دونوں میں امتیاز نہیں کرتے اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی خدا جس نے تمہیں پیدا کیا، اسی نے دو میعادیں مقرر کیں۔ پہلی میعاد عمل کے لئے اور دوسری میعاد نتائج و ثمرات کے لئے۔ لیکن انسان کی غفلت پر افسوس کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں جھٹلاتا رہتا ہے۔

چنانچہ آج بھی جب سچائی کی دعوت نمودار ہوئی تو منکرین حق اس سے گردن موڑے ہوئے ہیں۔ گزشتہ قوموں کی سرگزشتوں میں تمہارے لئے درس عبرت ہے اور اس اصل عظیم کی وضاحت ہے کہ ایمان و ہدایت کی راہ نظر و بصیرت کی راہ ہے نہ کہ بلا دلیل بات لینے اور نری تقلید کی۔ جن لوگوں میں سچائی ہوتی ہے ان کے لئے سچائی کی دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ لیکن جن کے دل سچائی سے پھر گئے ہیں ان کے لئے کوئی نشانی بھی سودمند نہیں۔ ایسے لوگ سچائی کا معارضہ کرنے کے لئے کہنے لگتے ہیں کہ عجیب و غریب باتیں ہمیں کیوں نہیں دکھائی جاتیں۔ لیکن اس قسم کی فرمائشیں پوری کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں ہے، کیونکہ اگر اس طرح کی عجیب و غریب باتیں دکھلا بھی دی جائیں، تب بھی یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ جو سچائی کو سچائی کے لئے قبول نہ کرتا۔ اسے کوئی بات بھی قبولیت حق پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ دنیا میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرشتے اتر کر انسانوں کے سامنے چلنے پھرنے لگیں۔ یہاں فرشتے اگر آ بھی جائیں گے تو انسان ہی بن کر رہیں گے۔

لطف آیات:..... آیت الحمد لله الذى الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ من حیث الذات بھی مستحق عبادت ہے اور من حیث الصفات بھی۔ آیت ولو انزلنا الخ سے معلوم ہوا کہ معاند کے نفع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اسی لئے ارباب حقیقت اس کے درپے نہیں ہوا کرتے۔ آیت ولو انزلنا ملکاً الخ سے معلوم ہوا کہ خوارق کا ظاہر نہ ہونا ہی نتیجہ کے لحاظ سے اسلم ہوتا ہے۔

قُلْ لَهُمْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ الرُّسُلُ مِنْ هَلَاكِهِمْ بِالْعَذَابِ لِنَعْتَبِرُوا قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ إِنَّ لَمْ يَقُولُوا لَاجَوَابَ غَيْرَهُ كَتَبَ قَضَى عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ فَضْلًا مِنْهُ وَفِيهِ تَلَطَّفٌ فِي دُعَائِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ لِيَجْمَعَنَّهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لِيُجَارِيَنَّهُمْ بِأَعْمَالِهِمْ لَا رَيْبَ شَكٍّ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِتَعْرِضِهَا لِلْعَذَابِ مُبْتَدَأُ خَبْرَهُ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَهُ تَعَالَى مَا سَكَنَ حَلَّ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَى كُلُّ شَيْءٍ فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالِقُهُ وَمَالِكُهُ وَهُوَ

السَّمِيعُ لَمَّا يُقَالُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳﴾ بِمَا يُفْعَلُ قُلْ لَهُمْ أَغِيرَ اللَّهِ اتَّخَذَ وَلِيًّا أَعُنْدَهُ فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مُنْذُ عِنْمَا وَهُوَ يُطْعَمُ يَرْزُقُ وَلَا يُطْعَمُ يَرْزُقُ لَا قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ لِلَّهِ نَعَاتِي مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَقِيلَ لِي لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۴﴾ بِه قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي بِعِبَادَةِ غَيْرِهِ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ مَنْ يُصْرَفُ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَيِ الْعَذَابِ وَالْبِقَاعِ أَيِ اللَّهِ وَالْعَائِدُ مَحْذُوفٌ عَنْهُ يَوْمٌ مَبْدُودٌ فَقَدْ رَحِمَهُ تَعَالَى أَيْ أَرَادَ لَهُ الْخَيْرَ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾ السَّحَابُ الطَّاهِرَةُ وَإِنْ يُمَسِّسْكَ اللَّهُ بِضَرْبٍ بَلَاءٍ كَمَرَضٍ وَفَقْرٍ فَلَا كَاشِفَ رَافِعَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُمَسِّسْكَ بِخَيْرٍ كَصِحَّةٍ وَغِنَى فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾ وَمِنْهُ مَسْئَلُكَ بِهِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى رَدِّهِ عَنْكَ غَيْرُهُ وَهُوَ الْقَاهِرُ الْقَادِرُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ فِي حَلْقِهِ الْخَيْرِ ﴿۱۸﴾ بِسَوَاطِينِهِمْ كَظَوَاهِرِهِمْ وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي بَعَثْنَا لَكَ بِالسُّورَةِ فَإِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ أَنْكَرُوا قُلْ لَهُمْ أَيْ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةً تَمَيِّزُ مُحَوَّلٌ عَنِ الْمُبْتَدَأِ قُلْ اللَّهُ أَنْ نَمُ يَقُولُوهُ لَا حَوَاقِبَ غَيْرُهُ هُوَ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ عَلَى صِدْقِي وَأَوْحَى إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ عَطْفٌ عَلَى ضَمِيرٍ أُنْذِرَكُمْ أَيْ بَلَغَهُ الْقُرْآنُ مِنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ إِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى اسْتِفْهَامُ انْكَارٍ قُلْ لَهُمْ لَا أَشْهَدُ بِذَلِكَ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾ مَعَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ أَيْ مُحَمَّدًا بِتَعَبِهِ فِي كِتَابِهِمْ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ مِنْهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ بِهِ

ترجمہ: کہہ دیجئے (ان سے) زمین میں چلو پھر اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا ہے (جنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا گیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کر سکو) پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کے لئے ہے؟ کہئے اللہ کے لئے (اگر یہ جواب نہ دے سکیں تو بحر اس کے اور جواب ہو ہی کیا سکتا ہے؟) لازم کر لیا ہے (مقرر کر لیا ہے) اپنے اوپر انہوں نے رحمت کو (اپنے فضل سے۔ اس میں ایمان کی طرف لطیف دعوت ہے) وہ ضرور تمہیں قیامت کے روز جمع کریں گے (تمہارے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے) اس میں کوئی شک (شبہ) نہیں۔ جو لوگ اپنے کو تباہ کر چکے ہیں (نفس کو عذاب کے پیش کر کے یہ مبتداء ہے۔ اس کی خبر آگے ہے) وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ ٹھہراؤ (حصول کیا ہوا) ہے رات، دن میں (یعنی سب چیزوں کے وہی رب اور خالق و مالک ہیں) اور وہ سننے والے ہیں (بات چیت) جاننے والے ہیں (کام) کہہ دیجئے (ان سے) کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو کارساز بنالوں (جس کی پوجا کروں) جو آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں (ایجاد کرنے والے ہیں) وہ روزی (رزق) دیتے ہیں۔ ان کو کوئی کھانے کو (رزق) نہیں دیتا (میرے لئے ہرگز غیہ اللہ کی پوجا مناسبت نہیں، آپ کہہ دیجئے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے آگے جھکنے والوں میں پہلا جھکنے والا میں ہوں) اللہ کے

سامنے۔ اس امت کے لحاظ سے) اور یہ (حکم بھی مجھے دیا گیا ہے) کہ (اللہ کے ساتھ) شرک کرنے والوں میں سے مت ہونا۔ آپ (ﷺ) کہتے تو میں اپنے پروردگار کی نافرمانی اگر کروں (غیر اللہ کی بندگی کر کے) تو بہت بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس کے سر سے ٹل جائے (یہ لفظ جنی للمفعول یعنی مجہول ہے۔ مراد عذاب ہے۔ اور جنی للفاعل یعنی معروف بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ اور عذاب محذوف ہوگا) اس دن تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا (یعنی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے) اور بڑی سے بڑی کامیابی (کھلی نجات) یہی ہے اور اگر اللہ تجھے دکھ پہنچائے (بیماری یا تنگدستی جیسی تکلیف) تو اس کا ٹالنے والا (دور کرنے والا) کوئی نہیں۔ بجز اس کی ذات کے اور اگر تجھے کوئی بھلائی (سندرتی اور مالدار کی قسم کی) پہنچانا چاہے تو وہ ہر بات پر قادر ہیں (مجموعہ ان کے تجھے ان حالتوں میں مبتلا کرنا بھی ہے اور اس کے سوا کوئی اور تجھ سے اس کو دور بھی نہیں کر سکتا) وہی ہیں جو زبردست ہیں (غلبہ رکھنے والے ہیں۔ کوئی چیز انہیں زور سے دبا نہیں سکتی) اپنے بندوں پر۔ اور وہی بڑی حکمت رکھنے والے ہیں (پیدا کرنے میں) اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (ظاہر کی طرح باطن کی بھی۔ کفار نے جب آنحضرت (ﷺ) سے فرمائش کی کہ اپنی نبوت پر دلیل پیش کرو۔ کیونکہ اہل کتاب تم کو نہیں مانتے ہیں؟ تو یہ آیات نازل ہوئیں) فرمادیجئے (ان سے) کون سی چیز ہے جس کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے (لفظ شہادۃ تمیز ہے جو دراصل مبتداء تھا) کہہ دیجئے کہ اللہ (اگر یہ کوئی جواب نہ دیں۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی جواب ہے بھی نہیں۔ وہی) میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے (میرے سچا ہونے پر) اس نے مجھ پر اس قرآن کی وحی فرمائی ہے تاکہ میں تمہیں (اے اہل مکہ) اس کے ذریعہ ڈراؤں اور اہل لوگوں کو بھی جن کو اس قرآن کی تعلیم پہنچ چکی ہے (اندر کم کی ضمیر پر اس کا عطف ہے۔ یعنی انسان و جنات میں سے جن کو قرآن کی تبلیغ ہو چکی ہے) کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک ہیں (استفہام انکاری ہے) کہہ دو (ان سے) میں تو (اس کی) گواہی نہیں دے سکتا۔ کہہ دیجئے کہ صرف وہی معبود یگانہ ہے۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں اور جو کچھ (اس کے ساتھ بتوں کو) شریک ٹھہراتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو (محمد ﷺ) کو ان اوصاف کی وجہ سے جو ان کی کتابوں میں ہیں) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے کوتاہ کر لیا (ان میں سے) وہ کبھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ آنحضرت (ﷺ) پر۔

تحقیق و ترکیب: سیر و ا. بقول بغوی و مدارک سیر ارضی مراد ہے۔ یا سیر نظری یا فکری۔ چونکہ بسا اوقات اول سیر، دوسری سیر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس لئے صوفیاء سیاحت کو اختیار کرتے ہیں کہ قدرت کی صناعی اور رنگارنگی وصول الی اللہ اور ترقی معارف کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ منریہم آیاتنا فی الافاق

کتب: بمعنی وجہ ہے۔ لیکن فعلاً کہہ کر مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا کہ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ کوئی چیز بھی اللہ پر واجب نہیں ہے بلکہ مضبوط وعدہ پر محمول کیا جائے گا۔ جس کا ایفاء یقینی ہے۔

الذین خسروا موصول صلا انفسم مفعول ہے خسروا کا۔ یہ مجموعہ مبتداء ہے اور فہم لا یؤمنون۔ مبتداء خبر سے مل کر جملہ خبریہ ہے مبتداء کی۔ بظاہر آیت سے عدم ایمان کا خسران کے لئے مسبب ہونا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ خسران مسبب ہے عدم ایمان کا۔ جواب یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جن کے لئے ازل میں خسارہ مقدر ہو چکا ہے وہ آئندہ ایمان نہیں لائیں گے۔ غرضیکہ علم الہی کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے ماسکن اس سے مراد عام ہے جو متحرک اور ساکن کو شامل ہو۔ اسی لئے مفسر علامؒ نے حل بمعنی استقر سے تفسیر کی ہے۔ پس تفتیکم الحر کی طرح احد لصدین پر اکتفاء کر لیا گیا ہے۔ گویا تفتیکم الحر والبرد تھا۔

اعیر اللہ یہ مفعول اول ہے اتخذ کا اور ولایا مفعول ثانی ہے۔ تقدیم اعتناء شان کی وجہ سے کی گئی ہے۔ ولی سے مراد معبود

ہے شرک کا بطلان مقصود ہے۔ لا اس سے اشارہ ہے کہ اتنا خذ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اول من اسلم۔ بہر حال نبی امت میں سب سے سابق الایمان ہوتا ہے۔ اس کو اپنی نبوت پر ہی ایمان لانا پڑتا ہے۔ جس طرح نبی دوسروں کے لئے مرسل ہوتا ہے خود اپنے لئے بھی مرسل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اول مومن و مسلم ہوا۔ بصرف مجہول کی صورت میں نائب فاعل عذاب ہوگا اور معروف پڑھنے کی صورت میں اللہ فاعل ہوگا اور عائد عذاب محذوف ہوا۔ حالانکہ نحو میں مشہور یہ ہے کہ غیر موصول کا عائد محذوف نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ظاہر یہ ہے کہ نفس عذاب محذوف ہے۔ محمول عن المبتداء اصل عبارت اس طرح تھی ای شیء شہادۃ اکبر اور اللہ کی شہادت سے مراد معجزات ہیں۔ ظاہر ہے کہ معجزات کی فعلی شہادت شہادت قولی سے کہیں زیادہ ہوگی۔ کیونکہ قول میں تو احتمالات بھی ہوتے ہیں جو فعل میں نہیں ہوتے۔

ومن بلغ اس سے قیامت تک ہونے والے عربی عجمی لوگ مراد ہیں۔ ارشاد نبوی (ﷺ) ہے ومن بلغہ القرآن فکانی شافہتہ و حاطبہ۔ اس میں موصول کا عائد محذوف ہے اور فاعل ضمیر قرآن ہے۔ انما هو لفظ انما حصر کے لئے آتا ہے۔ جس میں، کافہ ہے۔ یہ مبتداء ہے ”اللہ واحد“ موصوف صفت مل کر خبر ہے۔

لیحوفونہ۔ اس کی ضمیر آنحضرت (ﷺ) کی طرف اور قرآن یا احکام کی طرف لوٹ سکتی ہے۔ یہ تنزلات ربانیہ میں سے ہے۔ ورنہ بقول عبداللہ بن سلام بیٹوں سے بھی زیادہ آنحضرت (ﷺ) کے رسول ہونے کی معرفت تھی۔

رابط آیات: پچھلی آیات کی طرح قل لمن ما فی السموات الخ میں بھی توحید کا مضمون ہے اور اسی کی تاکید کے لئے ضمناً قیامت اور معاد کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ آگے آیت قل ای شیء الخ سے رسالت و توحید کا جملہ مضمون بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: کلبی کی روایت ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت (ﷺ) سے کہا کہ ”اللہ کو نبی بنانے کے لئے تمہارے سوا کیا اور کوئی نہیں ملا؟ ہم تمہاری بات کو سچا نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اہل کتاب تمہاری تعذیب نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں ان کا ذکر تک نہیں۔ سو اپنی رسالت پر کوئی گواہ لائیے۔“

اور ابن جریر وغیرہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نعام بن زید۔ قروم بن کعب۔ بحری بن عمرو آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ (ﷺ) کے علم میں کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ واقعہ میں بھی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ مجھے اسی کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: کائنات ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی محکم دلیل ہے: تمام کائنات خلقت اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ ایک خالق صانع ہستی موجود ہے۔ اگر اس کی رحمت کا قانون کا فرمانہ ہوتا تو کائنات خلقت میں نہ تو بناؤ اور جمال ہوتا اور نہ افادہ و فیضان۔ حالانکہ اس کا کوئی گوشہ نہیں جو اس حقیقت کا ثبوت مہیا نہ کرتا ہو۔

اللہ کی ہستی، اس کی وحدانیت، اس کی صفات اور آخربت جیسی بنیادی باتوں اور عقائد کا بیان ہے۔ قرآن کریم کا اسلوب بیان، منطقی مقدمات اور فلسفی دلائل پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ سیدھے سادے طریقہ پر انسان کے فطری وجدان و ذوق کو مخاطب کرتا ہے اور اس کے معنوی احساسات کو بیدار کرنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ ایک خالق و پروردگار ہستی کا اعتقاد انسانی فطرت میں موجود ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے پرستش کی گمراہیوں میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ اس کی وجدانی بصیرت پر غفلت طاری ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اسے

بیدار کرنا چاہئے۔

بلغ پیرایہ بیان :۔ . . . چنانچہ کتنے بلغ اور موثر پیرایہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جس نے یہ تمام کارخانہ ہستی پیدا کیا۔ کون ہے جس کی رحمت کا فیضان ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ کون ہے جو سب کو رزق دیتا ہے۔ مگر خود کسی کا محتاج نہیں۔ تمہاری فطرت کہہ رہی کہ ایک خالق و صانع ہستی کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر یہ کیسی گمراہی ہے کہ اس کی طرف سے گردن پھیرے ہوئے ہو اور اسے چھوڑ کر دوسری ہستیوں کے آگے جھک رہے ہو۔ سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہے جو حق کی دعوت کو کامیاب کر کے منکرین و معاندین کو ناکام کر کے سچائی کے حق میں اپنی گواہی کا اعلان کر دیتا ہے۔ یہاں اللہ کی اس سنت اور عادت کی طرف اشارہ ہے کہ جب کبھی اس کی طرف سے کوئی داعی حق آتا ہے اور لوگ شرارت و عناد سے اسے جھٹلاتے اور اس کا مقابلہ کرتے ہیں تو حق و باطل میں مقابلہ آرائی شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر حق کامیاب ہوتا ہے اور باطل پرست ناکام اور ذلیل۔ یہی اللہ کی گواہی ہے جو اس معاملہ کا فیصلہ کر دیتی ہے۔

لطائف آیات :۔ آیت کتب علی نفسہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا دامن بڑا بلغ ہے۔ حتی کہ غضب میں بھی اس کی رحمت مضمر ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر عین تعذیب کے وقت تادیب ہوتی ہے اور تادیب کے بعد مغفرت پس یہ سب رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔ آیت قل انسی امرت الخ سے معلوم ہوا کہ تکالیف شرعیہ کسی سے بھی حتی کہ انبیاء سے بھی معاف نہیں ہیں۔ آیت وان یمسک الخ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ میں مستقلاً تصرف نہیں ہوتا۔ جو لوگ غیر اللہ سے ازالہ ضرر کی امید رکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔

وَمَنْ أَىٰ لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِنِسْبَتِهِ الشَّرِيكَ إِلَيْهِ أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ الْقُرْآنِ إِنَّهُ أَى الشَّانُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۱﴾ بِذَلِكَ وَادْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا تَوْبِيخًا أَيْنَ شُرَكَاءُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾ أَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللَّهِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ بِالْبَاءِ وَالْيَاءِ فَتَنَّتُهُمْ بِالنَّصَبِ وَالرَّفْعِ أَى مَعْدِرَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَى قَوْلُهُمْ وَاللَّهِ رَبَّنَا بِالْحَرَجِ نَعَتْ وَالنَّصَبِ بِنَاءٍ مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ تَعَالَى أَنْظِرْ يَا مُحَمَّدُ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِنَفْيِ الشَّرِكِ عَنْهُمْ وَضَلَّ غَابَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الشَّرَكَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ إِذَا قَرَأْتَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَصْبَحَ لَ أَنْ لَا يَفْقَهُوهُ أَنْ يَفْهَمُوا الْقُرْآنَ وَفِي أَذَانِهِمْ وَقَرَأَ صَمًا فَلَا يَسْمَعُونَهُ سَمَاعَ قَبُولٍ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَلَكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ مَا هَذَا الْقُرْآنُ إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ كَالْأَضَاجِيكِ وَالْأَعَا جِيبِ جَمْعُ أُسْطُورَةٍ بِالضَمِّ وَهُمْ يَنْهَوْنَ النَّاسَ عَنْهُ أَى عَنِ اتِّبَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَوَنَّنُونَ يَتَبَاعَدُونَ عَنْهُ فَلَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقِيلَ نَزَّلَتْ فِي أَيْ طَائِفٍ كَانَ يَنْهَى عَنْ آذَانِهِ وَلَا يُؤْمِنُ بِهِ وَإِنْ مَا يُهْلِكُونَ بِالنَّاسِ عَنْهُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ لِأَنَّ ضَرَرَهُ عَلَيْهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۶﴾ بِذَلِكَ وَلَوْ تَرَىٰ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ وَقَفُوا عُرْضُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا

لَنَسِيهِ لِيَتَنَا نُرْدُ إِلَى الدُّنْيَا وَلَا نُكَذِّبَ بَآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۷﴾ سَرَفَ الْمَغْبِيسِ اسْتِيفَا
وَنَصُّهُمَا فِي جَوَابِ التَّمَنَّى وَرَفَعَ الْأَوَّلَ وَنَصَبَ الثَّانِي وَجَوَابُ لَوْ لَرَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيمًا قَالَ نَعَالِي بَلْ
لِلْأَضْرَابِ عَنْ إِرَادَةِ الْإِيمَانِ الْمَفْهُومِ مِنَ التَّمَنَّى بَدَا ظَهَرَ لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلِ يَكْتُمُونَ بِقَوْلِهِمْ
وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ بِشَهَادَةِ جَوَارِحِهِمْ فَتَمَنَّوْا ذَلِكَ وَلَوُرْدُوا أَنَّى الدُّنْيَا مَرَّصًا لِعَادُوا لِمَانُهَا غَنَهُ
مِنْ اشْرِكِ وَإِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۲۸﴾ فِي وَعْدِهِمْ بِالْإِيمَانِ وَقَالُوا أَيُّ مُنْكَرُوا الْبُعْثِ إِنْ مَا هِيَ أَيْ الْحَيَاةُ
إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عُرْضُوا عَلَى رَبِّهِمْ لَرَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيمًا قَالَ
لَهُمْ عَلَى لِسَانِ الْمَلَكَةِ تَوْبِيخًا أَلَيْسَ هَذَا الْبُعْثُ وَالْحِسَابُ بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَى وَرَبَّنَا إِنَّهُ لَحَقٌّ قَالَ

﴿۳۰﴾ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾ بِه فِي الدُّنْيَا

ترجمہ: اور کون ہے (یعنی کوئی نہیں) اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا جس نے اللہ پر جھوٹ بول کر (اس کی طرف شریک کی
نسبت کر کے) یا اس کی آیتوں (قرآن) کو جھٹلائے۔ بلاشبہ (شان یہ ہے کہ) کبھی کامیاب نہیں ہوں گے جو (یہ) ظلم کرنے والے
ہیں اور (دھیان کیجئے) اس دن کا جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے، ان سے
کہیں گے (سرزنش کے لئے) بتلاؤ تمہارے وہ شریک کہاں گئے جن کی نسبت تم باطل گمان رکھتے تھے (کہ وہ اللہ کے شریک ہیں) تو وہ
اس وقت نہیں کر سکیں گے (تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح لفظ تگن پڑھا گیا ہے) کوئی معذرت (فتنہ نصب اور رفع کے ساتھ ہے
معذرت مراد ہے) اس کے سوا کہ کہیں (ان قالوا بمعنی قول ہے ان مصدر یہ کی وجہ سے) اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے (ربنا
جر کے ساتھ نعت ہے اور نصب کے ساتھ نداء ہے) ہم شرک کرنے والے نہ تھے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) دیکھو (اے محمد ﷺ)
کس طرح یہ اپنے اوپر جھوٹ بولنے لگے (اپنی جانب سے شرک کی نفی کر کے) اور کھوئی گئیں (گم ہو گئیں) ان سے وہ سب افتراء
پر دازیاں جو کیا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ کے لئے شرکاء تجویز کر کے) اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو سننے کے لئے تمہاری طرف کان
لگاتے ہیں (جب آپ ﷺ تلاوت فرماتے ہیں) حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے (حجاب) ڈال دیئے ہیں تاکہ (نہ) سمجھ
سکیں۔ اس (قرآن) کو اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے (رکاوٹ پیدا کر دی ہے کہ قبولیت کے کان سے اس کو نہیں سن سکتے)
اگر یہ ہر ایک نشانی دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں اور آپ ﷺ
سے جھگڑتے ہیں تو جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کر رکھی ہے وہ کہنے لگے ہیں یہ (قرآن) اس کے سوا کچھ نہیں ہے (ان بمعنی مانافہ ہے)
کہ پچھلوں کی (جھوٹی) کہانیاں ہیں (اساطیر۔ اسطورہ۔ بالضم کی جمع، اصحابیک اور اعاجیب کی طرح) اور یہ لوگ (دوسروں
کو بھی) روکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی طرف سے (یعنی آنحضرت ﷺ) کے اتباع سے (اور خود بھی دور بھگتے ہیں) بعید ہو جاتے
ہیں (آپ ﷺ) سے (کہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور بعض کی رائے ہے کہ ابوطالب کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے
کہ آپ کو تکلیف دینے سے لوگوں کو توروکتے تھے، لیکن خود آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لاسکے) اور وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (ان
بمعنی مانافہ ہے آپ سے دور بھاگ کر) اپنے ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں (کیونکہ اس کا وبال ان ہی پر آئے گا) لیکن (اس کا)
شعور نہیں رکھتے اور اگر آپ (اے محمد ﷺ) اس وقت کو ملاحظہ فرمائیں جب کہ انہیں کھڑا کیا جائے گا (پیش کیا جائے گا) جہنم کے

کنارے تو کہیں گے اے (یا تنبیہ کے لئے ہے) کاش ایسا ہو کہ ہم پھر لوٹا دیئے جائیں (دنیا کی طرف) اور اپنے پروردگار کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں (لانکذب اور نکون دونوں فعل مرفوع ہوں تو مستانفہ۔ اور منصوب ہوں تو جواب تمنی اور تیسری صورت یہ ہے کہ اول مرفوع اور ثانی منصوب اور لوکا جواب لرایت امر اعظیما ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) بلکہ (یہ اعراض ہے ارادہ ایمان سے جو تمنا سے مفہوم ہو رہا ہے) نمودار (ظاہر) ہو گیا۔ ان پر اس کا بدلہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (اپنے اس قول سے چھپایا کرتے تھے۔ واللہ ربنا ما کنا مشرکین لیکن جب ان کے اعضاء گواہی دیں گے تو یہ تمنا ہوگی) اور اگر لوٹا دیئے جائیں (بالفرض دنیا کی طرف) تو پھر اسی بات میں پڑ جائیں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا (یعنی شرک) اور بلاشبہ یہ جھوٹے ثابت ہوں گے (اپنے وعدہ ایمان میں) اور کہتے ہیں (منکرین قیامت) اس کے سوا کچھ نہیں ہے (ان۔ بمعنی مانا فیہ ہے) کہ یہی (زندگی) دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں مر کر پھر اٹھنا نہیں ہے اور آپ اگر انہیں اس حالت میں دیکھیں گے جب یہ کھڑے کئے جائیں (پیش کئے جائیں) گے اپنے پروردگار کے سامنے (تو برا تعجب فرمائیں گے) اللہ دریافت فرمائیں گے (ان سے۔ سرزنش کے طور پر فرشتوں کی زبانی) کیا یہ (قبر سے اٹھنا اور حساب) حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ ہمیں اپنے پروردگار کی قسم (یہ حقیقت ہے) اللہ فرمائیں گے۔ عذاب کا مزہ چکھو اس کفر کی پاداش میں جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

تحقیق و ترکیب: او کذب حرف اور تعابیرین المتعاطفین کے لئے ہے۔ مفہوم ایک میں منفی کا اثبات اور دوسرے میں مثبت کی نفی ہو رہی ہے۔ این شرکاً و کم یہ غیبت شرکاء اسباب و علائق منقطع ہونے اور تبری کے بعد ہوگی۔ اس لئے دوسری آیت احشر و الذین الخ کے منافی نہیں ہے جس سے ان کا حاضر ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ نزعمون۔ حق کے موقع پر بھی زعم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ضام بن ثعلبہ کی حدیث میں ہے۔ زعم رسولک اور باطل کے موقع پر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

نکن۔ اُرتا کے ساتھ ہے تو لفظ فتنہ اسم مرفوع ہی اور خبر الان قالو ہے۔ اور فتنہ منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ ترکیب برعکس ہو جائے گی اور تانیث خبر کی تانیث کی وجہ سے ہوگی۔ رفع کی قرأت ابن کثیر، ابن عامر اور حفص کی ہے اور نصب کی قرأت نافع، ابو بکر کی ہے اور فتن کے معنی سونے کی آگ میں داخل کرنے کے ہیں۔ کھراکھوٹا معلوم کرنے کے لئے، پھر آزمائش، بلا مصیبت، عذاب، ضلال، معذرت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ کفار کی معذرت کو فتنہ، جھوٹ اور ان کی شرارت کی وجہ سے کہا ہے۔ ربنا مجرور ہونے کی صورت میں اللہ کی صفت ہے اور منصوب ہونے کی صورت میں تقدیر واللہ ربنا ہوگی۔ اکثہ یہ جمع کنان کی ہے۔ پردہ غلاف۔ وقرأ بمعنی نقل سماعت۔ حتی اذا اس حتی کے بعد جملہ آتا ہے۔ چنانچہ اذا جاؤلث اور یجادلون لث دونوں جملے موضع حال میں ہیں اور حتی جارہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بمعنی وقت موضوع جر میں ہوگا اور یہ جملے تفسیر ہوں گے۔

اساطیر۔ قاموس میں ہے کہ اسطار، اسطیر، اسطور، اسطاوہ، اسطیرہ، اسطورہ کی جمع ہے۔ سطر کے معنی خط کے ہیں۔ مطلق منقول کے معنی میں مستعمل ہے اور جلال محقق "اسطورہ کی جمع فرما رہے ہیں۔ اضاحیک، اضحوکہ کی اور احابیب اعجوبہ کی جمع ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ اساطیر کا کوئی مفرد نہیں اور بقول قاموس سطر کی جمع اسطر، سطور، اسطار ہے اور اساطیر جمع الجمع ہے۔ بے سند باتیں، اکاذیب کے ساتھ تفسیر کرنا تفسیر بالبالازم ہے۔

ولو تری۔ آپ (ﷺ) مخاطب ہیں یا خطاب مام ہے۔

برفع الفعلین ای نحن لانکذب ونحن نکون من المؤمنین۔ گویا سوال مقدر کا جواب ہوگا اور نصب تقدیر ن

ہوگا۔ ای ان ردونا فلا نکذب ونکون من المؤمنین۔ علی اللسان الملائکۃ اس تاویل کے بعد آیت لایکلمہم اللہ ولا یطر الیہم کے منافی یہ آیت نہیں رہے گی۔

رابط آیات: آیت ومن اظلم میں منکرین پر رد کرنا ہے اور آیت یوم نحشر النخ میں ان منکرین کی اخروی بد حالی کی کچھ کیفیت بتلائی ہے۔ توحید و رسالت کے انکار کے بعد ومنہم من یستمع النخ میں منکرین قرآن پر رد ہے۔ آگے آیت ولو تری النخ میں ان کی سزا کا بیان ہے اور آیت وقالوا ان ہی النخ میں منکرین قیامت کے لئے وعید ہے۔

شان نزول: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ولید بن مغیرہ، نضر بن الحارث، عتبہ، شیبہ، امیہ، ابی، حارث بن عامر، ابو جہل، آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ (ﷺ) تلاوت فرما رہے تھے۔ ان سب نے نضر سے پوچھا۔ محمد (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگا ہونٹ تو چلتے معلوم ہوتے ہیں اور کچھ پرانے افسانے ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ حالانکہ میں اس سے اچھے قصے سنا سکتا ہوں۔ ابوسفیان کہنے لگے کہ بعض باتوں کو تو میں بھی غلط نہیں سمجھتا ہوں۔ لیکن ابو جہل نے تردید کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوسفیانؓ وغیرہ جو لوگ بعد میں ایمان لے آئے ان کو اس آیت سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا اور آیت وہم ینہون النخ کا شان نزول آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب کی انتہائی ہمدردی کے باوجود ایمان سے محروم رہنا ہوگا۔

﴿تشریح﴾: قیامت میں بتوں کا حاضر و غائب ہونا: قیامت میں بتوں کو بلحاظ شریک و شفیع ہونے کے غائب کہا گیا ہے۔ اور دوسری آیات میں بلحاظ ذات حاضر قرار دیا گیا ہے۔ دونوں میں کچھ منافات نہیں ہے۔ نیز اس آیت میں کفار سے تو نخی کلام کا اثبات اور دوسری آیات میں خوشنودی اور رضامندی کے کلام کی نفی ہے۔ ان دونوں میں بھی کچھ تعارض نہیں ہے اور کفار کا جھوٹ بولنا انتہائی دہشت و حیرت میں ہوگا اور تو کچھ بس نہیں چلے گا۔ منکر کی یہی صورت نکالنا چاہیں گے جو کذب اضطراری کہلائے گی اور کشف حقائق و احوال کے بعد جس کذب کی نفی ہونی چاہئے وہ اختیاری ہوتا ہے اور مشرکین اگرچہ شفاعت کے قائل نہ تھے لیکن یا تو بطور فرض یہ کلام مانا جائے اور یا کہا جائے کہ شدت کے وقت وہ لوگ بھی شفاعت کے قائل تھے اور ظاہر ہے کہ قیامت سے بڑھ کر شدت کا اور کون سا موقعہ ہو سکتا ہے۔ آیت میں شرک کا انجام بطور حصر اضافی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مقصود شرکیہ اعتقاد پر برقرار رہنے کی نفی ہے۔

سچائی کی قدامت: دنیا میں سچی بات نئی نہیں ہو سکتی، کیونکہ سچائی سے زیادہ دنیا میں اور کوئی پرانی بات نہیں ہے۔ تاہم جو لوگ سچائی سے پھرے ہوئے ہوں، انہیں جب سچائی کی باتیں سنائی جائیں تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو وہی پرانی کہانی ہے جو ہمیشہ سنتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ عرب، میں یہودیوں اور عیسائیوں کی جماعتیں عرصہ سے موجود تھیں وہ تورات کے قصص و واقعات سنا کرتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اس میں بھی پچھلی قوموں اور رسولوں کی سرگذشتیں آنے لگیں تو مشرکین عرب کہنے لگے۔ یہ تو وہی پچھلی قوموں کی پرانی داستان ہے۔

کفار کی حالت کا تمثیلی بیان: آیت میں حجاب سے مراد حسی پردہ نہیں بلکہ بطور تمثیل کہا گیا ہے۔ اللہ کی طرف اس کی نسبت بلی ظ تخلیق ہے جو مصلحت و حکمت پر مبنی ہوتی ہے البتہ جن اسباب کسبہ کی وجہ سے اس سزا کی تخلیق کی گئی ہے۔ مثلاً ایمان سے

اعراض کرنا وہ اختیاری اور قبیح ہوتے ہیں۔ اسی طرح آیت وان یروا کل ابدۃ میں اختیاری ایمان کی نفی کی جارہی ہے اور سورۃ شعراء کی آیت ان نشاء نزل الخ میں ایمان اضطراری کا اثبات ہو رہا ہے۔ اول آیت میں شرعاً مطلوب ہے اور دوسری آیت میں مطلوب نہیں۔ اسی لئے کوئی منافات نہیں ہے۔

دلوں پر پردے ڈال دیئے جانا اور کانوں میں ڈاٹ لگا دینا۔ انسانی گمراہی کی انتہائی حالت سے کنایہ ہے۔ یہ مرتبہ صد اور کفر کا کہلاتا ہے۔ حق اور ناحق کا معاملہ نہیں رہتا۔ آیت ولو تری الخ میں ان کے عناد اور اس کی سزا کا بیان ہے۔

دو شبہوں کا جواب: رہا یہ شبہ کہ جب قیامت میں اپنی آنکھوں سے واقعات کا معائنہ ہو جائے تو پھر دوبارہ دنیا میں آنے کے بعد کفر و تکذیب کرنے کا کیا امکان رہتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ تکذیب زبان کا فعل ہے اور زبانی انکار قلب کے یقین کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور چونکہ زبانی تکذیب بھی کفر ہے۔ اس لئے کفر کی طرف عود کہنا صحیح ہوا۔ نیز معائنہ کی وجہ سے دل میں اضطراری یقین ہوگا جو شرعاً معتبر نہیں ہے جو یقین شرعاً مطلوب ہے وہ تسیم و انقیاد اختیاری ہے۔ پس تصدیق اضطراری اور عدم تصدیق اختیاری دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ بعض ضدی لوگ جانتے سب کچھ ہیں مگر مانتے کچھ نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ: اسی طرح یہ شبہ بھی صحیح نہیں کہ تمنا ہوتی ہے کسی غیر حاصل چیز کی۔ حالانکہ تمنا کے وقت ایمان اور عدم تکذیب حاصل ہے، پھر تمنا کے کیا معنی؟ کہا جائے گا کہ دنیا کی عدم تکذیب اور ایمان کی تمنا ہوگی جو مدار نجات ہے۔ وہ اس وقت حاصل نہ ہوگی اور ایمان و عدم تکذیب حاصل ہوگی۔ وہ مفید نہ ہونے کی وجہ سے محل تمنا نہیں۔

دونوں جگہ ولو تری میں دو واقعے بیان کئے گئے ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں ہو سکتے ہیں۔ ایک وقت میں بھی کہ حساب کے لئے کھڑا ہونا جہنم کے پاس ہی ہو اور علیحدہ علیحدہ اوقات میں بھی۔ غرضیکہ دونوں صورتوں میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

لطائف آیات: آیت وهو یسئرون عنہ الخ سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ صرف طبعی محبت اور قوی نصرت بغیر عقلی محبت کے مفید نہیں ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ بِالْبَعْثِ حَتَّىٰ غَايَةُ التَّكْذِيبِ إِذَا جَاءَ تَهُمُ السَّاعَةُ الْقِيَمَةُ بَغْتَةً فَجَاءَهُ قَالُوا يَحْسِرَتُنَا هِيَ شِدَّةُ النَّالِمِ وَبِدَاءُ مَا مَجَازَىٰ هَذَا أَوَ أَنْتَ فَاحْضِرِي عَلٰی مَا فَرَطْنَا قَصْرُنَا فِيهَا أَى الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْ زَارَهُمْ عَلٰی ظُهُورِهِمْ بِأَنْ تَأْتِيَهُمْ عِنْدَ الْبَعْثِ فِي أَقْبَحِ شَيْءٍ صُورَةٍ وَأَنْتَبِهْ رِيحًا فَرَّ كِبُهُمْ إِلَّا سَاءَ بِشَسَ مَا يَزِرُونَ ﴿۳۱﴾ يَحْمِلُونَهُ حَمْلَهُمْ ذَلِكَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا الْإِسْتِغَالُ فِيهَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَأَمَّا الطَّاعَاتُ وَمَا يُعِينُ عَلَيْهَا فَمِنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ وَلِلدَّارِ الْآخِرَةِ وَفِي قِرَاءَةِ وَلَدَارِ الْآخِرَةِ أَى الْجَنَّةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ الشِّرْكَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ ذَلِكَ فَيُؤْمِنُونَ قَدْ لِلتَّحْقِيقِ نَعْلَمُ إِنَّهُ أَى الشَّانِ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ لَكَ مِنَ التَّكْذِيبِ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ

فِي السِّرِّ لَعَلِّمَهُمْ إِنَّكَ صَادِقٌ وَفِي قِرَاءَةِ بِالتَّخْفِيفِ أَيْ لَا يُنْسَبُ نَكَ إِلَى الْكُذْبِ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ وَضَعَهُ
 مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ بَايَتِ اللَّهِ أَيْ الْقُرْآنِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ يُكَذِّبُونَ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فِيهِ
 تَسْلِيَةٌ لِسَيِّ ضَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأَوْذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا بِإِهْلَاكِ قَوْمِهِمْ
 فَاصْبِرْ حَتَّى يَأْتِيَكَ النَّصْرُ بِإِهْلَاكِ قَوْمِكَ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ مَوَاعِيدِهِمْ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبِيِّ
 الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۴﴾ مَا يَسْكُنُ بِهِ قَلْبُكَ وَإِنْ كَانَ كَبِيرَ عَظَمٍ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ عَنِ الْإِسْلَامِ لِحَرِيصِكَ
 عَلَيْهِمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا سَرِيًّا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا مُصْعِدًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ
 مِمَّا اقْتَرَحُوا فَاذْعَلِ الْمَعْنَى أَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَاصْبِرْ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ هَدَايَتَهُمْ لَجَمَعَهُمْ
 عَلَى الْهُدَى وَلَكِنْ لَمْ يَشَأْ ذَلِكَ فَلَمْ يُؤْمِنُوا فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾ بِذَلِكَ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ
 دُعَاءَكَ إِلَى الْإِيمَانِ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ سَمَاعَ تَفْهَمٍ وَإِعْتِبَارٍ وَالْمَوْتَى أَيْ الْكُفَّارُ شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِي عَدَمِ
 السَّمَاعِ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۳۶﴾ يُرَدُّونَ فَيَحْزَنُ بِهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ وَقَالُوا أَيْ كُفَّارُ
 مَكَّةَ لَوْلَا هَذَا نَزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْمَائِدَةِ قُلْ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ
 بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ آيَةً مِمَّا اقْتَرَحُوا وَلَكِنْ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ أَنْ تُزُولَ بِهَا بَلَاءٌ عَلَيْهِمْ يَوْجُوبُ
 هَلَاكِهِمْ إِنْ جَحَدُوا وَهَذَا مِنْ زَائِدَةٍ ذَاتِ تَمْشِي فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ بِجَنَاحِهِ
 إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ فِي تَقْدِيرِ خَلْقِهَا وَرِزْقِهَا وَأَحْوَالِهَا مَا قَرَطْنَا تَرْكُنَا فِي الْكِتَابِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مِنْ
 زَائِدَةٍ شَيْءٍ فَلَمْ نَكْتُبْهُ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾ فَيَقْضَى بَيْنَهُمْ وَيَقْتَصُّ لِلْجَمَاءِ مِنَ الْقُرْنَاءِ ثُمَّ يَقُولُ
 لَهُمْ كُونُوا تَرَابًا وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْقُرْآنِ صُمُّ عَنْ سَمَاعِهَا سَمَاعَ قُبُولٍ وَبُكْمٍ عَنِ النُّطْقِ بِالْحَقِّ
 فِي الظُّلُمَاتِ الْكُفْرِ مَنْ يَشَأِ اللَّهُ إِضْلَالَهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يَشَأِ هِدَايَتَهُ يَجْعَلُهُ عَلَى صِرَاطٍ طَرِيقٍ
 مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾ دِينَ الْإِسْلَامِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِأَهْلِ مَكَّةَ أَرَأَيْتُمْ أَخْبِرُونِي إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا
 أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ الْقِيَمَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ بَغْتَةً غَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ لَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾ فِي أَنَّ
 الْأَصْنَامَ تَفْعُلُكُمْ فَادْعُوها بَلْ آيَاهُ لَا غَيْرَهُ تَدْعُونَ فِي الشَّدَائِدِ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ أَيْ يَكْشِفُهُ
 عَنْكُمْ مِنَ الضَّرِّ وَنَحْوِهِ إِنْ شَاءَ كَشَفَهُ وَتَنْسَوْنَ تَتْرَكُونَ مَا تَشْرِكُونَ ﴿۴۱﴾ مَعَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ فَلَا تَدْعُوهُ

ترجمہ: . . . یقیناً وہ لوگ نقصان و خسارہ میں پڑے جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر) یہیں

تک کہ (یہ تکذیب انتہاء ہے) جب آجائے گی ان پر (قیامت کی) گھڑی اچانک (ایک دم) تو اس وقت کہیں گے افسوس احسرة کے

معنی سخت رنج کے ہیں۔ ان کو نداء کرنا مجازاً ہے یعنی تیرے آنے کا یہی وقت ہے۔ اس لئے آجا) ہماری کوتاہی (فرد گداشت) پر جو اس (دنیا) میں رہتے ہوئے ہوئی اور وہ اس وقت اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے (اس طرح کہ قیامت میں نہایت بری شکل اور بدبودار حالت میں گناہ ان کے سامنے آئیں گے اور ان پر لد جائیں گے) کیا ہی برا بوجھ ہے جو (یہ) لاد رہے ہیں (اپنی کمروں پر اٹھائے ہوئے ہیں) اور دنیا کی زندگانی تو کچھ نہیں (یعنی دنیا میں دلی انہماک) مگر کھیل اور تماشہ ہے (البتہ طاعات اور اس کے اسباب یہ سب آخرت کی چیزیں ہیں) اور آخرت کا گھر (اور ایک قرأت میں ولد دار الاخرۃ ہے بہر صورت مراد جنت ہے) متقیوں کے لئے بہتر ہے (جو شرک سے بچنے والے ہیں) کیا تم سمجھتے نہیں ہے (یا اور تا کے ساتھ ہے یعنی اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایمان لے آؤ) ہم خوب جانتے ہیں (قد تحقیق کے لئے ہے) کہ بلاشبہ (ضمیر شان ہے) آپ کے لئے مدد ملے گا (یہ وہ باتیں جو یہ لوگ (آپ کی شان میں) کہتے ہیں۔ (مکذیب کے سلسلہ میں) بلاشبہ وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے (باطن میں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں اور ایک قرأت میں تخفیف کے ساتھ ہے یعنی وہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے) اور لیکن ظالم (اسم ظہر کو مضمحل کی جگہ پر رکھا ہے) اللہ کی آیات (یعنی قرآن) کا انکار کرتے ہیں (مکذیب کرتے ہیں) اور یہ واقعہ ہے کہ آپ (ﷺ) سے پہلے بھی اللہ کے رسول جھٹلائے گئے ہیں (اس میں آنحضرت (ﷺ) کے لئے تسلی ہے) سوانہوں نے لوگوں کی جھٹلانے اور دکھ پہنچانے پر صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی (ان کی قوم کو برباد کر دیا۔ آپ (ﷺ) بھی صبر کیجئے تاکہ آپ (ﷺ) کی مدد میں آپ (ﷺ) کی قوم بھی تباہی کے کنارے لگے) اور اللہ کی باتوں (وعدوں) کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور رسولوں کی بہت سی خبریں آپ (ﷺ) تک پہنچ چکی ہیں (جو آپ (ﷺ) کے قلب کے لئے تسکین بخش ہو سکتی ہیں) اور اگر گراں (کٹھن) گزرتی ہے آپ (ﷺ) پر ان کی روگردانی (اسلام سے اور آپ (ﷺ) کو ان سے امید ہے) تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین کے اندر کوئی سرنگ (زمین دوز راستہ) ڈھونڈ نکالو یا کوئی میٹھی (جو چڑھا دے) آسمان میں اور اس طرح انہیں کوئی نشانی لا دکھاؤ (ان کی فرمائشی چیزوں میں سے تو ضرور کر گزریئے۔ حاصل یہ ہے کہ آپ (ﷺ) ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے صبر سے رہئے۔ جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ کر دیں) اور اللہ میاں اگر چاہتے (ان کو ہدایت دینا) تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرما سکتے تھے (لیکن انہوں نے نہیں چاہا، اس لئے یہ ایمان نہیں لاسکے) سو آپ (ﷺ) ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیے (جو ان باتوں سے) ناواقف ہوتے ہیں۔ آپ (ﷺ) (کی دعوت ایمانی کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں ہیں جو آپ (ﷺ) کی پکار سنتے ہیں (غور اور اعتبار سے، لیکن جو مردے ہیں یعنی کفار نہ سننے میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے) انہیں تو اللہ ہی اٹھائیں گے (آخرت میں) پھر ان کے حضور لوٹائے جائیں گے (پیش کئے جائیں گے۔ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا) اور کہتے ہیں (کفار مکہ) کیوں نہیں (لولا بمعنی ہلا ہے) اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے (جیسے اونٹنی، عصا اور مائدہ کے معجزات) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (ان سے) اللہ یقیناً اس پر قادر ہیں کہ اتار دیں (تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں قرأتیں ہیں) کوئی نشانی (ان کی فرمائش) لیکن ان میں سے اکثر آدمی جانتے نہیں کہ نشانی کا اثر ان کے حق میں بلا ہوگا۔ کیونکہ اگر انہوں نے پھر انکار کیا تو برباد ہو کر رہیں گے) اور انہیں (من زائد ہے) کوئی جانور زمین پر (چلنے والا) اور کوئی پرند (ہوا میں اڑنے والا) پروں کے ساتھ جو تمہاری طرح گلے اور ٹکڑیاں نہ رکھتا ہو (اپنی پیدائش اور رزق عام حالات کے لحاظ سے) ہم نے فرد گداشت نہیں کی (نہیں چھوڑی) نوشتہ (نوح محفوظ) میں کوئی بات بھی (جس کو ہم نے نہ لکھ لیا ہو۔ اس میں من زائد ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے حضور جمع کئے جائیں گے (اور ان کے مابین فیصلے کئے جائیں گے۔ بے سینگ جانور کے لئے سینگ والے جانور تک بدلے لئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ) اور جن لوگوں نے ہماری آیات (قرآن) جھٹلائیں وہ بہرے ہیں (کہ قبولیت کے کانوں سے

سنتے نہیں) اور گونگے ہیں (حق بات کہنے سے) اندھیروں میں (کفر کی) گم ہیں۔ اللہ جس کو چاہیں (گمراہ کرنا) اس کو گمراہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہیں (ہدایت دینا) لگا دیتے ہیں سیدھی راہ (دین اسلام) پر۔ آپ فرما دیجئے (اے محمد ﷺ)! مکہ والوں سے کیا تم نے اس پر بھی غور کیا (مجھے بتاؤ) کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر آ جائے (دنیا میں) یا (قیامت کی) گھڑی (جو اس عذاب پر مشتمل ہو) چاٹک (تمہارے سامنے آ گھڑی ہو تو اس وقت بھی تم اللہ کے سوا دوسروں کو پکارو گے) (ہرگز نہیں) اگر تم سچے ہو (اس بارے میں کہ بت، تمہیں نفع پہنچ سکتے ہیں تو انہیں بدالو) بلکہ صرف اسی کو (دوسرے کو نہیں) تم پکارو گے (مصیبت کے وقت) اور وہی دور کر دیں گے تمہاری مصیبت (یعنی تمہاری تکلیف وغیرہ دور کر سکتے ہیں) اگر وہ چاہیں (دور کرنا) اور بھول جاؤ گے (چھوڑ بیٹھو گے) جو کچھ تم شرک کرتے رہے تھے (اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کر رکھا تھا۔ لہذا بتوں کو مت پکارو۔)

تحقیق و ترکیب: الساعة۔ چونکہ قیامت کی بے انتہاء ابدیت کے لحاظ سے پہلا پورا زمانہ مثل ایک ساعۃ کے ہے۔ اس لئے قیامت میں الساعة کا اطلاق کیا گیا ہے اور یا سرعت حساب کی طرف اشارہ ہے۔ بغتہ۔ مفعول مطلق ہے یا حسرتنا۔ یہ نداء مجازاً ہے اسباب حسرت یاد کرنے کے لئے تنبیہ کرنی ہے۔ یہ حسرت اگرچہ موت ہی کے وقت پیش آ جاتی ہے لیکن مبادی قیامت ہونے کی وجہ سے قیامت ہی میں شمار کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے۔ من مات فقد قامت قیامتہ۔

علی ظہور ہم افعال کی نسبت جس طرح ہاتھوں کی طرف کی جاتی ہے اسی طرح بوجھ اٹھانے کی نسبت کمر کی طرف ہوتی ہے۔ یہ بطور تمثیل کے فرمایا گیا ہے۔ سدئی وغیرہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب قبر سے اٹھے گا تو اس کے اعمال نہایت حسین شکل میں سامنے آئیں گے اور ان الفاظ سے اپنا تعارف کرائیں گے۔ انا عملک الصالح فار کبنی فقد طال مار کبتک فی الدنیا اور کافر اٹھے گا تو اس کے اعمال نہایت گھناؤنی شکل میں آئیں گے اور اپنے تعارف میں یہ الفاظ کہیں گے۔ انا عملک الخبیث طال مکار کبنی فی الدنیا والیوم ار کبک الاساء۔ اس میں الا تعظیم کے لئے ہے۔

لعب و لہو۔ نافع چیز کو غیر نافع کی وجہ سے چھوڑنا لعب کہلاتا ہے۔ یقین و جد کو چھوڑ کر ہزل و مذاق کی طرف مائل ہونا لہو کہلاتا ہے۔ بطور تشبیہ بلغ کہا گیا ہے۔ ای کاللعب۔ مفسر جلال الاعتعال نکال کر تقدیر مضاف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور اب تشبیہ کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اما لطاعات سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ چونکہ طاعات اشتغال دنیا میں داخل نہیں اس لئے حصر حقیقی محفوظ رہا۔

واللدار الاخرة پہلی صورت میں موصوف صفت اور دوسری صورت میں مضاف، مضاف الیہ ہو کر مبتداء اور خیر خبر ہوگی۔ بظاہر عبارت اس طرح تھی۔ وما اللدار الاخرة الا و جدوا حق۔ مسبب کو قائم مقام سبب کے قرار دے دیا گیا ہے۔

فانہم لا تعلیلیہ ہے۔ ای لا تحزن فانہم لا یکذبونک فی الباطن وانما یکذبونک جہوداً و عناداً۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی غلام کی اگر توہین کی جائے اور آقا کہنے لگے۔ انہم لم یہنوک وانما اهانونی۔

یصححدون۔ یہ لفظ متعدی بنفسہ بھی آتا ہے اور با کے ذریعہ سے بھی متعدی ہوتا۔ رسل من قبلک۔ یہ مزید تسلی مرگ انہو جسے وارد کے فطری اصول کے مطابق ہے ولا مبدل۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ظاہر آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرا کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا۔ لیکن خود حق تعالیٰ بھی اپنے کلام میں تبدیلی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ آیت میں قطعاً اس سے کوئی تعرض نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ دوسری آیات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ پس معجزات و خوارق کے انکار میں پیغمبروں کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ محشی جلالین کا امکان کذب کے بطلان پر اس سے استدلال درست ہے۔ مسلماً چونکہ نیز بھی سلامتی سے مقصد پر

پہنچا دیتی ہے اس لئے اس کو سکھم کہا جاتا ہے۔

فافعل یہ جواب مقدر ہے فان استطعت کا اور یہ دونوں مل کر پھر جواب ہوئے ان کان کبر کے۔

من الجاهلین ۔ یہ حکم بطور لاڈ اور ناز کے فرمایا گیا ہے جیسے ووجدل ضالاً۔ فرمایا گیا ہے۔ یعنی نادانی مت کرو۔ جیسے کسی کو پیار محبت سے باؤلا کہہ دیا جائے۔ مقصد اہانت و تذلیل نہیں ہوتا۔

آیۃ من ربہ مثلاً: صفاء مردہ پہاڑوں کو سونا بنا دینا۔ مکہ کی سرزمین کو کشاہ کر دینا، باغات اور نہریں بنا دینا وغیرہ جن کی نظریں مادیات میں الجھی ہوں وہ بے وقوف آپ (ﷺ) کے معجزات کا دوسروں کے معجزات سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

من زائدة اثبات کے موقع پر من کا زائد ہونا کو فیوں اور انخفش کے نزدیک ہے جیسے ولقد جاءک من نباء المرسلین اور یحلون فیہا من اساور اور یکفر عنکم من میاتکم دابة مذکر ہو یا مونث۔ فی الارض اور بطیر دونوں صفتیں عموم زیادہ کرنے کے لئے ہیں اور چونکہ مشاہدہ زیادہ حجت ہوتا ہے اس لئے زمینی جانوروں کا ذکر کیا اور نہ آسمانی مخلوق کا حال بھی یہی ہے۔ اور طائر کے ساتھ فی السماء کی قید نہیں لگائی بارادۂ عموم کیونکہ بعض پرند آسمان پر نہیں اڑتے اور بطیر بجا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے تاکید کتبت بیدی اور نظرت بعینی کہا جائے۔

فی الكتاب ۔ اس سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے۔ جمیع العلم فی القرآن لکن + تقاصر عنه افہام الرجال من یشاء اللہ ۔ اس آیت میں خلق افعال کے مسئلہ پر اور گناہوں سے ارادۂ خداوندی متعلق ہونے اور اصلاح کی نفی پر روشنی پڑ رہی ہے۔ ارایتکم مجاز اسب کو مسبب کے قائم مقام کر لیا گیا ہے اور کم حرف خطاب ہے۔ ضمیر کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ محل عراب میں نہیں ہے۔ غرضیکہ اس میں دو مجاز ہوئے ایک تو روایت علمیہ کو اخبار میں استعمال کرنا اور دوسرے ہمزہ جو طلب رویت کے لئے آتا ہے اس کو طلب اخبار کے لئے استعمال کیا ہے لفظ ارایت میں دو لغت ہیں ارایتک بمعنی هل رایت نفسک آتا ہے۔ اس وقت تثنیہ اور جمع ارایتکمما ارایتکم لایا جائے گا اور دوسری صورت اریتک بمعنی خبرنی ہے۔ اس وقت ہر حالت میں تام مفتوح رہے گی۔ ارایتک، ارایتکمما، ارایتکم، ارایتکن۔

فادعوہا۔ ان گنتم کا جواب مقدر ہے اور اول شرط کا جواب جملہ استفہامیہ ہے۔ البتہ اس میں فاکانہ آنا باعث اشکال ہوگا یا محذوف ہے ان شاء ۔ جواب محذوف اور فکیشف اس پر دال ہے۔ یہ وعدہ دعائے مومنین کے لئے ہے۔ کفار کی دعا کے لئے دو رائیں پہلے گزر چکی ہیں۔

ربط آیات: آیت قد خسر الذین الخ میں منکرین قیامت کی وعید کا ترمذ مذکور ہے۔ آیت وما لہیوة الخ میں ان کے قول ان ہی الاحیاء الدنیا کا جواب ہے کہ اخروی زندگی صرف ثابت ہی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی اس کے سامنے بالکل ہیچ ہے۔ آیت قد نعلم الخ میں کفار کے ناشائستہ اقوال سے جو آنحضرت (ﷺ) کو صدمہ پہنچا۔ اس کے بارے میں تسلی ہے۔ آیت وان کان کبر الخ میں بھی آپ (ﷺ) کے اس جذبہ کی تسکین اور اعتدال مقصود ہے جو ہر حالت میں کفار کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ (ﷺ) کے قلب میں موجزن رہتا تھا اور چونکہ آپ (ﷺ) کی تسلی کے سلسلہ میں کفار کا محسور اور مزایا ہونا و السموتی یسئم اللہ میں بیان ہوا۔ اس لئے اس کی مزید تاکید و تقویت کے لئے آیت وما من دابة الخ سے چرند پرند کا محسور ہونا ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح آیت والذین کذبوا الخ میں بھی آپ (ﷺ) کے صبر و تشفی کا انتظام ہے۔ ابتداء سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا بطلان مذکور تھا۔ آیت قل ارایتکم الخ میں بھی مشرکین سے بعض سوالات کر کے شرک کا ابطال کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ... انفس بن شریق نے ابو جہل سے ایک مرتبہ تنہائی میں پوچھا کہ اس وقت اور کوئی دوسرا نہیں، اس لئے سچ بتاؤ کہ محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ ابو جہل نے جواب دیا۔ وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّداً صَادِقٌ وَّمَا تَكْذِبُ قَطُّ۔ لیکن معاملہ دراصل یہ ہے کہ بنو قصی نے جب لواء اور سقایہ، حجابہ اور نبوت پر قبضہ کر لیا تو پھر بتلاؤ کہ دوسرے قریشیوں کے پاس آخر کیا رہ گیا ہے؟ اس پر آیت قد نعلم الخ نازل ہوئی۔

نیز حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف چند قریشیوں کے ساتھ مل کر آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے محمد! جس طرح پچھلے انبیاء نے نشانیاں دکھلائی ہیں، اگر تم بھی سچے ہو تو دکھاؤ۔ تب ہم تمہاری بات مانیں گی؟ لیکن حق تعالیٰ نے اس درخواست کو منظور نہیں فرمایا۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ برگشتہ ہو گئے۔ آپ (ﷺ) چونکہ بالطبع لوگوں کو راہ پر لانے کے لئے حریص رہتے تھے، اس لئے آپ (ﷺ) کو گرانی محسوس ہوئی۔ اس پر آیت وان کان کبر الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: صاحب کشاف کے قول کے مطابق موت بھی چونکہ مقدمات میں سے ہے اس لئے آیت کا مفہوم یا تو ظاہر کے موافق یہ ہوگا کہ ان کی تکذیب مرتے دم تک ختم نہیں ہوگی۔ جہاں سے گویا قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ تو گویا ان کی تکذیب ایک درجہ میں قیامت تک رہی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قیامت کے روز چونکہ حقائق کا پورا انکشاف ہوگا اس لئے اس کو تکذیب کی غایت فرمایا ہے۔ یعنی ان کی تکذیب انکشاف تام کے بعد اس وقت کہیں مجبوراً ختم ہوگی۔ ورنہ مرنے کی ایک ٹانگ ہانکے ہی چلے جائیں گے۔

دنیا کا مفہوم اور لہو و لعب: جلال محققؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ خود دنیاوی زندگی لہو و لعب نہیں ہے بلکہ اس کے وہ اعمال و اشغال داخل لہو ہیں کہ نہ آخرت کے لئے موضوع ہوں اور نہ معین۔ پس اس توضیح کے بعد تمام طاعات اور وہ مباح کام نکل گئے، جن سے طاعات میں اعانت ہوتی ہے البتہ گناہ اور لایعنی مباحات بدستور لہو و لعب رہیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے لایعنی مباح کام فضول اور بے فائدہ ہوں مگر باعث گناہ نہ ہوں۔

اہل لغت کے نزدیک لہو اور لعب میں صرف اعتباری فرق ہے۔ کیونکہ بے کار کام کے دو اثر ہوتے ہیں۔ ایک خود اس کی طرف توجہ کرنا۔ دوسرے اس فضول کام میں متوجہ ہونے کی وجہ سے ضروری کام سے بے توجہی ہونا۔ پہلی حیثیت میں لعب اور دوسری حیثیت سے وہ کام لہو کہلائے گا۔

آنحضرت (ﷺ) کو تسلی و تشفی: آیت فانہم لایکذبونک سے تسل کا حاصل یہ نکلا کہ آپ (ﷺ) چونکہ سرکاری کام انجام دے رہے ہیں اس لئے آپ (ﷺ) کی تکذیب فی الحقیقت ہماری سرکاری تکذیب و تردید ہے، ہم خود نمٹ لیں گے۔ آپ (ﷺ) فکر و غم کو کیوں گھلیں؟ پس اس طرح پہلی آیت کا مضمون تو دوسری تکذیب کے لحاظ سے یہ ہوا کہ اللہ اپنے معاملہ میں ان سے خود نمٹ لیں گے اور دوسری آیت کا مضمون پہلی آیت کے اعتبار سے یہ ہوا کہ آپ (ﷺ) سے پہلے سرکاری لوگوں اور رسولوں کی تکذیب بھی کی گئی۔ ان کے بارے میں جو سنت اللہ چلی آ رہی ہے، اسی کو آپ (ﷺ) سے بھی وعدہ ہے۔ غرضیکہ ان دونوں مضمونوں کا مشترک مقصد دین و دنیا میں حق کا بول بالا اور باطل کا مٹا ہونا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت (ﷺ) ان کے ہلاک ہونے سے خوش ہوتے تھے اور اس کی تمنا کرتے تھے اور یوں تو اس چاہنے میں بھی کچھ حرج نہیں۔ لیکن پھر بھی یہ بات

آپ (ﷺ) کی انتہائی شفقت کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اگلی آیت میں یہ بتانا ہے کہ کمال شفقت کی وجہ سے آپ (ﷺ) کو ان کے ایمان لانے کی اس درجہ حرص تھی کہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کے فرمائشی معجزات بھی پورے ہو جائیں اور یہ ایمان لے آئیں۔ پس اس سلسلہ میں جو آپ (ﷺ) کو کشاکش اور الجھنیں پیش آتی تھیں، اس پر بھی دلا سے کی ضرورت سمجھی گئی ہے۔

لاؤ اور ناز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خطاب: لا تکنون من الجاهلین کا ترجمہ جہالت سے کرنا۔ چونکہ موہم تحقیر و تحقیق اور آپ (ﷺ) کی جلالت شان سے جہالت کا باعث ہے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ یہ فرمانا لاؤ اور ناز کے طور پر ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت و وجدل ضالاً فہدیٰ میں بھی اس محاورہ کا استعمال کیا گیا۔

کفار کی طرف سے فرمائشی معجزات کی صورت میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جواب سے آپ (ﷺ) کی حمایت و تسلی بھی مقصود ہے۔ نیز مسند رسالت کی تحقیق بھی پیش نظر ہے کہ آپ کی رسالت ایسی باتوں پر موقوف نہیں ہے۔ رسول اس لئے نہیں آتا کہ وہ مداری کی طرح لوگوں کو تماشے دکھلاتا پھرے اور ان کی فرمائشی پوری کر کے شعبدے دکھلاتا پھرے۔ جلال محققؒ نے فیقصر للجماء سے حدیث شیخینؒ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جانوروں کو جب خاک ہو جانے کا حکم ملے گا تو کافر بھی بالینسی کنت تراباً کی تمنا کریں گے۔ غرضیکہ اس سے مقصد تاکید ترہیب ہے کہ جب غیر مکلف جانور بھی عدل و انصاف کے تقاضوں سے باہر نہیں ہوں گے اور وہ ایک گونہ جزاء کے مستحق ہوں گے تو تم جیسے مکلفین کو تو کون چھوڑے گا۔ اس سے منکرین قیامت پر پورا احتجاج ہوگا۔ البتہ اس سے جانوروں کا مکلف ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ کارروائی محض عدل و انصاف اور برابری و مساوات کے تقاضوں سے ہوگی۔ غیر مکلفین پر ناراضگی مقصود نہیں ہوگی بلکہ مکلفین کو یہ معاملہ دکھلا کر چمکانا ہوگا۔

شفاعت کبریٰ: فیکشف ما تدعون میں عذاب ہٹانے کی جو اپنی مشیت پر معلق فرمایا ہے۔ دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی عذاب میں تو دونوں احتمال رہا ہے اور رہا احوال قیامت۔ سو حساب کتاب سے جو ایک طویل زمانہ تک مخلوق حیران پریشان کھڑی رہے گی۔ تو یہ موقف آنحضرت (ﷺ) کی شفاعت کبریٰ سے موقوف کر دیا جائے گا اور چونکہ شفاعت کبریٰ اہل موقف کی درخواست پر ہوگی۔ اس لئے اس موقف کو ختم کرنا گویا لوگوں کی درخواست کی وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ کسی سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے، یہ بھی اللہ سے دعا کرنے کا ایک طریق ہے۔ بہر حال اب یہ شبہ نہیں رہا کہ ”اہوال قیامت“ کے کھولنے میں ان لوگوں کی دعا کا کیا اثر اور دخل رہا۔ البتہ اس کے علاوہ وہ آخرت کے دوسرے عذاب کفار سے نہیں ٹھیں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ: رہا یہ شبہ کہ احتجاج کے مقدمات مسلم ہونے چاہئیں۔ حالانکہ مشرکین قیامت کے قائل ہی نہیں تھے؟ جواب یہ ہے کہ قیامت واقع ہونے سے احتجاج نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس کے فرض وقوع سے احتجاج مقصود ہے اور فرض ہر ممکن کا ممکن ہوتا ہے۔ پاس ان کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے یہ فرض بھی کافی ہے۔

لیکن ان کا یہ کہنا کہ ہاں ہم اس وقت اپنے الہ کو پکار لیں گے؟ اس لئے غلط ہے کہ معمولی معمولی آفتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ مخالفین سب چھکڑی بھول جاتے ہیں اور پکے سے پکے کافر اور دہریے کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے اور صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ اس وقت کسی کا نام زبان پر نہیں آتا۔ پس اتنے بڑے ہوش رہا ہنگامہ میں ایسی حماقت انگیز گفتگو کا کیا احتمال؟

لطائف آیت: آیت وہم یحملون الخ سے معلوم ہوا کہ حقیقی معنی کے لحاظ سے اعمال بشکل اجسام متمثل ہوں

گے۔ چنانچہ بہت سے اہل سنت بحکم اعمال کے قائل ہیں اور آیت وان کان کبر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے ارادہ سے مراد مختلف ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ خود سرور کائنات (ﷺ) کا ارادہ بھی مراد کو لازم نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی دعاء کا قبول ہونا لازمی ہے۔ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ اور آیت وما من دابة الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی طرح حیوانات کے بھی نفوس ناطقہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صوفیاء اور حکماء کی رائے ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّنْ زَائِدَةِ قَبْلِكَ رُسُلًا فَكَذَّبُوهُمْ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ شِدَّةِ الْفَقْرِ وَالضَّرَاءِ الْمَرَضِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿۳۳﴾ يَتَذَلَّلُونَ فَيُؤْمِنُونَ فَلَوْلَا فَهَلَّا إِذَا جَاءَهُمْ بَأْسُنَا عَذَابًا تَضَرَّعُوا أَى لَّمْ يَفْعَلُوا ذَلِكَ مَعَ قِيَامِ الْمُقْتَضَىٰ لَهُ وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ فَلَن تَلِنَ لِلْإِيمَانِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۴﴾ مِنَ الْمَعَاصِي فَاَصْرُوا عَلَيْهَا فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا وَعَظُّوا وَخَوْفُوا بِهِ مِنَ الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ فَلَمْ يَتَّعِظُوا فَتَحْنًا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ أَبْوَابُ كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْبَعَثِ اسْتِذْرَاجًا لَهُمْ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا فَارَحَ بَطَرٍ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ بَغْتَةً فَجَاءَهُمْ مُّبْلِسُونَ ﴿۳۵﴾ ابْسُونَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَى اخْرَجْنَاهُمْ بِأَن أُسْتُوْا صِلُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾ عَلَىٰ نَصْرِ الرُّسُلِ وَهَلَاكِ الْكَافِرِينَ قُلْ لِأَهْلِ مَكَّةَ أَرَأَيْتُمْ أَخْبِرُوكُم بِإِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ أَصَمَّكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ أَعَمَّكُمْ وَخَتَمَ طَبَعَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ فَلَا تَعْرِفُونَ شَيْئًا مِّنْ إِلَهِ غَيْرِ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ بِمَا أَخَذَهُ مِنْكُمْ بِزَعْمِكُمْ أَنْظِرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ نَبِيِّنَ الْآيَاتِ الدَّلَالَاتِ عَلَىٰ وَحْدَانِيَّتِنَا ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿۳۷﴾ عَنْهَا فَلَا يُؤْمِنُونَ قُلْ لَهُمْ أَرَأَيْتُمْ يَتَكُمُ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً لَّيْلًا أَوْ نَهَارًا هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿۳۸﴾ الْكَافِرُونَ أَى مَا يُهْلِكُ إِلَّا هُمْ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ مِّنْ أَمْنٍ بِالْحَنَّةِ وَمُنذِرِينَ مِّنْ كَفَرٍ بِالنَّارِ فَمَنْ أَمَنَ بِهِمْ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۹﴾ فِي الْآخِرَةِ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۴۰﴾ يَخْرُجُونَ عَنِ الطَّاعَةِ قُلْ لَهُمْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ الَّتِي مِنْهَا يُرْزَقُ وَلَا أَنِّي أَعْلَمُ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِّي وَلَمْ يُوْحَ إِلَيَّ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِنْ مَا أَتَبِعُ ۝۱۱ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ الْمُؤْمِنُ لَا أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۱﴾ فِي ذَلِكَ فَتُؤْمِنُونَ وَأَنْذِرُ خَوْفَ بِهِ بِالْقُرْآنِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ أَى غَيْرِهِ وَلَيْسَ يَنْصُرُهُمْ وَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ لَهُمْ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ حَالٌ مِّنْ ضَمِيرٍ يُحْشَرُوا وَهِيَ مَحَلُّ الْخَوْفِ

وَالْمُرَادُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُونَ الْعَاصُونَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵۱﴾ اَللّٰهُ بِاَقْلَابِهِمْ عَمَاهُمْ فِيْهِ وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ

ترجمہ: اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے بھیجے ہیں آپ (ﷺ) سے پہلی امتوں (من زائد ہے) کی طرف (اپنے رسول۔ لیکن لوگوں نے ان کو جھٹلایا) اور انہیں سختی (تنگدستی) اور تکلیف (بیماری) میں گرفتار کیا کہ عجب نہیں وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ (کس بس نکل جائیں اور ایمان لے آئیں) ایسا کیوں نہ ہو (لولا بمعنی ہلا ہے) کہ جب ہماری طرف سے ان پر سختی (عذاب) ہوئی تو وہ گزر گزرتے (یعنی ڈھیلے پڑنے کا سامان ہوتے ہوئے پھر انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا) اس لئے ان کے دل سخت پڑ گئے تھے (جن میں ایمان کے لئے نرمی آ سکی) اور شیطان نے ان کی نظروں میں خوشنمایا کر دکھلادیا۔ ان کی بد عملیاں (گناہ چنانچہ ان پر اصرار کرتے رہے) پھر جب بھلا دیا (چھوڑ دیا) جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی (وعظ کہا گیا اور ذرا بایا گیا) اس (سختی اور آفت) کے بارے میں (لیکن انہوں نے کسی نصیحت کا اثر نہیں لیا) تو ہم نے کھول دیئے (تحفیف و تشدید کے ساتھ ہے) ہر طرح کے دروازے (نعمتوں میں ان کو ڈھیل دی) یہاں تک کہ اپنی کامرانیوں پر خوشیاں منانے لگے (اتر آنے لگے) تو ہم نے انہیں پکڑ لیا (عذاب میں) اچانک (ایک دم) پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ ہو کر رہ گئے (ہر طرح کی بھلائی سے ناامید ہو گئے) پھر اس طرح اس گروہ کی جڑ تک کاٹ دی گئی جو ظلم کرنے والا تھا (یعنی آخر تک ان کی نسل ہی مٹا دی گئی) اور اللہ کا شکر ہے جو سارے عالم کے پروردگار ہیں (اپنے رسولوں کی مدد کرنے پر۔ اور اس پر کہ ان پاپیوں کا پاپ کتنا) کہئے (اہل مکہ سے) کہ تم نے اس پر بھی غور کیا (مجھے بتلاؤ) کہ اگر تمہارے کان لے لے (تمہیں بہرا کر دے) اور تمہاری آنکھیں لے لے (اندھا بنا دے) اور تمہارے دلوں پر مہر (سیل) لگا دے (کہ تم کسی چیز کو سمجھ نہ سکو) تو اس کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں (جو تم سے چھین لی ہیں) دلا دے۔ (تمہارے گمان کے مطابق) دیکھو ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے پیش کرتے ہیں (بیان کرتے ہیں) دلائل (اپنی وحدانیت کی دلیلیں) پھر بھی یہ لوگ ہیں کہ منہ پھیرے ہوئے ہیں (ان دلائل سے۔ چنانچہ ایمان لانے کے لئے تیار نہیں) کہہ دو (ان سے) تم نے اس پر بھی غور کیا کہ اگر تم پر آجائے اللہ کا عذاب دفعتاً یا آگاہ کر کے (ذات یادوں میں) تو ظالموں (کافروں) کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو ہلاک کیا جائے گا (یعنی بجز ان کے اور کوئی تباہ نہیں ہوگا) اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجا کرتے۔ مگر (مسلمانوں کو جنت کی) خوشخبری سننے کے لئے اور (کفار کو جہنم سے) ڈرانے کے لئے (پھر ان میں سے) جس نے ایمان قبول کر لیا اور (اپنے عمل کو) سنوار لیا تو ان کے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ غمگینی ہوگی (آخرت میں) مگر جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اپنی بد عملی (ہماری اطاعت سے نکل جانے) کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہمارے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ تم (ان سے) کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے غیبی خزانے ہیں (جن سے وہ روزی پہنچاتا ہے) اور نہ (میں) غیب کا جاننے والا ہوں (جو چیزیں مجھ سے عائب ہیں اور مجھ پر ان کی وحی بھی نہیں کی گئی) اور نہ میرا کہنا یہ ہے کہ میں فرشتہ ہوں (ملائکہ میں سے ہوں) میری حیثیت تو فقط یہ ہے کہ اس بات پر چلتا ہوں جس کی اللہ نے مجھ پر وحی فرمادی ہے۔ ان سے پوچھو: کیا اندھا (کافر) اور سونکھا (مومن) دونوں برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں) کیا تم غور و فکر نہیں کرتے (ان باتوں میں۔ پھر ایمان لے آؤ نا) اور آپ (ﷺ) متنبہ کر دیجئے (ڈرا دیجئے) اس (قرآن پاک) کے ذریعہ ان لوگوں کو جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لے جائے جائیں نہ تو اللہ کے سوا (علاوہ) ان کا کوئی مددگار ہوگا (کہ ان کی مدد کر سکے) اور نہ کوئی سفارشی ہوگا (کہ ان کی سفارش کر سکے اور لیس لہم حال ہے ضمیر بحشر سے یہی محل خوف ہے ان لوگوں سے مراد گناہگار مومن ہیں) عجب نہیں کہ ڈر جائیں (اللہ سے۔ اپنی بد عملیوں سے الگ ہو کر اور نیک کام اختیار کر کے)۔

تحقیق و ترکیب: فکذبوہم۔ آیت میں حذف کی طرف اشارہ ہے۔ بامساء۔ دونوں لفظ کی یہ تفسیریں ابن عباس و ابن مسعود سے منقول ہے۔ فلولا جمہور نے اس کو توخیق و تہمید پر محمول کیا ہے۔ جس سے ترک فعل معلوم ہوتا ہے، اسی لئے لکن سے استدراک اور عطف صحیح ہوا اور تضرع چونکہ لیسنت سے ناشی ہوتا ہے اس لئے ایک کی نفی دوسرے کی نفی ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ فما لانت ولكن قست۔

فلما نسوا۔ چونکہ نسیان سبب استدراج ہے اور استدراج موقوف ہے ابواب خیر فتح کرنے پر اس لئے نسیان فتح ابواب خیر کا سبب بھی قرار دیا جائے گا۔ اذا مفا جاتیہ ہے اور بقول قاموس بلس بمعنی تحیر و تیس۔ دابر بمعنی آخر کل شئی۔ صدف بمعنی اعراض۔ والحمد لله۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ”خس کم شد، جہاں پاک شد“

ارایتم۔ بحذف مفعول اول ای ارایتم سمعکم و ابصارکم ان اخذھما اللہ اور جملہ استفہامیہ بجائے مفعول ثانی ہے۔ جواب شرط محذوف ہوگا۔ البتہ یہاں کاف نہیں لایا گیا اور اس سے پہلے چونکہ زیادہ تہدید کی ضرورت تھی اس لئے کاف تاکید یہ لایا گیا ہے اور اس التباس سے بچنے کے لئے یہاں علامۃ جمع لائی گئی ہے ورنہ کاف کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فمن امن۔ اگر شرط ہے تو فاجواب شرط کے لئے ہے اور اگر موصولہ ہے تو فاذائدہ ہوگی۔ دونوں صورتوں میں محلاً مرفوع مبتداء۔ البتہ پہلی صورت میں دونوں جملوں کا محل جزم ہوگا اور دوسری صورت میں اول جملہ محل اعراب میں نہیں ہوگا اور دوسرا جملہ مرفوع ہوگا۔ فلا خوف خبر ہے۔ خوف ما آت پر اور حزن ما فات پر ہوتا ہے۔

قل لا اقول یعنی رسول صرف بشر و نذیر ہوتا ہے۔ وہ خزائن الہیہ کا مالک نہیں ہوتا۔

الغیب۔ چونکہ رسول غیب دان نہیں ہوتا، اس لئے مجھ سے قیامت اور عذاب آنے کا وقت پوچھنا بیکار ہے۔ جو لوگ اس امت میں بھی رسول اللہ (ﷺ) کو غیب دان مانتے ہیں معلوم نہیں وہ کیا کہیں گے؟

انسی ملکت یعنی میں ماوراء انسانیت و بشریت کا دعوے دار نہیں کہ خود کو فرشتہ کہتا ہوں۔ ان اتبع۔ یہاں چونکہ بڑائی کی نفی اور تواضع و انکسار کا موقع ہے اس لئے انسی رسول بھی نہیں کہا۔ دعویٰ فضیلت سے بچنے کے لئے بلکہ مقام عبدیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اتباع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا کہ آپ کے اجتہاد کی نفی ہے۔ یعنی آپ صرف وحی کا اتباع کرتے تھے۔ اجتہاد نہیں فرماتے تھے۔ لیکن جواب یہ ہے کہ جب اجتہاد بھی باذن وحی ہو وہ خلاف وحی نہیں ہوگا بلکہ ان کا اتباع وحی کا اتباع ہوگا۔

الاعمی والبصیر اس سے مراد ضال و مہتدی ہے یا قبیح وحی اور غیر قبیح وحی یا مدعی نبوت اور مدعی الوہیت ہے۔

ربط آیات: پچھلی آیت میں کفار پر عذاب کا امکان اور احتمال بیان کیا تھا۔ لیکن آیات ولقد ارسلنا میں ایک خاص ترتیب سے پچھلی امتوں میں اس عذاب کا وقوع بیان کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مخاطب اس کو محض فرضی اور مستعبد نہ سمجھیں۔ پھر آیت فل ارایتم الخ سے ابطال شرک پر تنبیہ کر دی گئی ہے اور آیت قل ارایتم الخ میں مشرکین کے عذاب پر استفہام کی صورت میں تنبیہ کی جا رہی ہے۔ آگے آیت وما فرسل الخ سے منصب رسالت کے لوازم کا اثبات اور غیر لوازم کا انکار بیان کیا جا رہا ہے۔ مجموعی مضمون سے پچھلی آیت وقالوا لولا انزل الخ کی تاکید ہوگئی۔

﴿تشریح﴾: مجرمین کی وارد گیر اور سزا کی ترتیب: بعض مصائب جب آ کر ٹل جاتے ہیں تو

نادانوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہیں ورنہ نلتی نہ۔ بہر حال آیت میں وارد گیر کی ترتیب بیان کی جا رہی ہے تاکہ گناہوں کی زندگی میں ڈوبے ہوئے لوگ غفلت کی نیند سے چونک جائیں۔ کیونکہ عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ اول بنیات کا نزول ہوا کرتا ہے تاکہ لوگ اس شکنجہ سے نکل کر ڈھیلے پڑ جائیں۔ اس کے بعد استدراجاً پھر نعمتوں کی بارش برسائی جاتی ہے اور جب لوگ سرکشی و طغیانی میں خوب سرشار ہو جاتے ہیں تو خدائی پکڑ میں پکڑے جاتے ہیں اور ان پر خدائی مار پڑتی ہے۔

آیت وانذربہ الدین میں صرف ان لوگوں کو خطاب ہے جو قیامت کے بارے میں مترد یا مقرر ہیں۔ کیونکہ انذار کا خاص اہتمام ان ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جن کو نفع کا یقین یا کم از کم توقع کا درجہ حاصل ہو۔ لیکن تیسری قسم کے وہ لوگ جو جزا قیامت کے منکر ہوں۔ غیر متوقع نفع ہونے کی وجہ سے وہ مراد نہیں ورنہ انذار کو مطلق لینا پڑے گا۔ خاص قابل اہتمام انذار مراد نہیں ہوگا۔ حالانکہ ایسے لوگوں کو انذار محض اتمام حجت کے درجہ میں ہو سکتا۔ عناد کی وجہ سے توجہ کی ان میں قابلیت ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس آیت میں صرف پہلی دو قسمیں مراد ہیں البتہ تیسری قسم آیت انما تنذر الدین الخ میں مراد ہے۔

شفاعت ایمانداروں کے لئے ہوگی نہ کہ کفار کے لئے:..... غیر اللہ کی ولایت اور شفاعت کی نفی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی ولی اور شفیع ہی نہ ہو جیسا کہ کفار کے لئے ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ و رسول تو ولی ہوں اور مقبولین شفیع ہوں۔ جیسا کہ مسلمانوں کے لئے ہوگا۔ بہر حال غیر اللہ کی ولایت اور غیر مومنین کے لئے شفاعت کی مطلقاً نفی ہے اور اللہ کی ولایت اور مقبولین کی شفاعت کا مومنین کے لئے اثبات ہے اور مالک خزائن اور علم غیب اور ملکیت کی جو نفی کی گئی ہے اس کی ایک سہل توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میں رسالت و نبوت کا مدعی ہوں اور یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے کہ دعویٰ کو مستبعد سمجھا جائے۔ ہاں اگر کسی ان ہونی چیز اور عجیب و غریب بات کا دعویٰ ہوتا جیسے غیب دانی کا دعویٰ وغیرہ۔ اس وقت البتہ میرے دعوؤں کی تردید و تکذیب کا مضائقہ نہیں تھا۔

لطا کف آیات:..... آیت فلما نسوا الخ سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے باوجود بھی اگر کسی میں ذوق و لذت اور حال پایا جاتا ہو تو اس کو استدراج سمجھنا چاہئے، وہ گھمنڈ اور فخر کی چیز نہیں ہے۔

آیت قل لا اقول لکم الخ سے دو چیزوں کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو بندہ سے قدرت کاملہ، علم محیط وغیرہ خواص الوہیت کی نفی اور دوسرے تنزہ بشریت کی نفی۔

نیز آیت سے دو چیزوں کا اثبات معلوم ہو رہا ہے۔ ایک بندگی کا جس کے لئے اطاعت حکم اور روحی کا اتباع لازم ہے۔ دوسرے بشریت کا جس کے لئے کھانا پینا، رنج، خوشی، رضامندی، غصہ وغیرہ لوازم ہیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَلْوَةِ وَالْعِشْيَ يُرِيدُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَجْهَهُ تَعَالَى لَا شَيْئًا مِنْ أَعْرَاضِ الدُّنْيَا وَهُمْ الْفُقَرَاءُ وَكَانَ الْمُسْرِكُونَ طَعَنُوا فِيهِمْ وَطَلَبُوا أَنْ يَطْرُدَهُمْ لِحَالِ سُوِّهِ وَارَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ طَمَعًا فِي إِسْلَامِهِمْ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ إِنْ كَانَ بَاطِنُهُمْ غَيْرَ مَرْضِيٍّ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ جَوَابُ النَّفْيِ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ إِنْ مَعَلَتْ ذَلِكَ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا ابْتِلَاءًا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ أَيْ الشَّرِيفِ بِالْوَضِيعِ وَالْغَنِيِّ بِالْفَقِيرِ بَأَنَّ قَدَمْنَاهُ

بِالسَّبْقِ إِلَى الْإِيمَانِ لِيَقُولُوا أَيُّ الشُّرَفَاءِ وَالْأَغْنِيَاءِ مُنْكَرِينَ أَهْوَلَاءُ الْفُقَرَاءِ مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا
 سَاهِدِيَّةِ أَيْ تَوَكَّنَ مَا هُمْ عَلَيْهِ هُدًى مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ قَالَ تَعَالَى أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾ لَهُ
 فِيهِدِيهِمْ بَلَى وَإِذَا جَاءَ لَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِأَيْتِنَا فَقُلْ لَهُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ قَضَى رَبُّكُمْ عَلَى
 نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ أَنَّهُ أَيُّ الشَّائِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْفَتْحِ بَدَلٌ مِنَ الرَّحْمَةِ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ بِهِ
 حَيْثُ ارْتَكَبَهُ ثُمَّ تَابَ رَجَعَ مِنْ بَعْدِهِ بَعْدَ عَمَلِهِ عَنْهُ وَأَصْلَحَ عَمَلُهُ فَإِنَّهُ أَيُّ اللَّهِ غُفُورٌ لَهُ رَحِيمٌ ﴿۵۴﴾
 بِهِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْفَتْحِ أَيْ فَالْمَغْفِرَةُ لَهُ وَكَذَلِكَ كَمَا بَيْنَا مَا ذَكَرْنَا فَمَنْ نَفِصِلُ نَبِيٍّ الْآيَاتِ الْقُرْآنَ لِيُظْهِرَ الْحَقُّ
 ۵۶ فَيَعْمَلُ بِهِ وَلِتُسْتَبِينَ تَظْهَرُ سَبِيلُ طَرِيقُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾ فَتَحْتَبِ وَيُفِي قِرَاءَةِ بِالتَّحْتَايَةِ وَفِي أُخْرَى
 ۱۲ بِالسُّوْقَانِيَّةِ وَنَصَبُ سَبِيلُ خِطَابٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ
 تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَ كُمْ فِي عِبَادَتِهَا قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا إِنِ اتَّعْتُهَا وَمَا أَنَا مِنَ
 الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِهِ رَبِّي حَيْثُ أَشْرَكْتُمْ مَا عِنْدِي مَا
 تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ مِنَ الْعَذَابِ إِنِ مَا الْحُكْمُ فِي ذَلِكَ وَغَيْرِهِ إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ يَقْضُ الْقَضَاءَ الْحَقُّ وَهُوَ
 خَيْرُ الْفَصْلِينَ ﴿۵۷﴾ الْحَاكِمِينَ وَفِي قِرَاءَةِ يَقْضُ أَيْ يَقُولُ قُلْ لَهُمْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ
 لَقَضِي الْأَمْرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ بَانَ أَعَجَلَهُ لَكُمْ وَاسْتَرِيحَ وَلَكِنَّهُ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿۵۸﴾ مَتَى
 يُعَاقِبُهُمْ وَعِنْدَهُ تَعَالَى مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَزَائِنُهُ أَوْ الطَّرِيقُ الْمُوصِلَةُ إِلَى عَمَلِهِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَهِيَ
 الْحُمُوسَةُ الَّتِي فِي قَوْلِهِ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ كَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَيَعْلَمُ مَا يَحْدُثُ فِي الْبَرِّ
 الْفَقَارِ وَالْبَحْرِ الْقُرَى الَّتِي عَلَى الْأَنْهَارِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ زَائِدَةٍ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَتِ
 الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ غُطِفَ عَلَى وَرَقَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۵۹﴾ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ
 وَالْإِسْتِثْنَاءُ بَدَلُ إِشْتِمَالٍ مِنَ الْإِسْتِثْنَاءِ قَبْلَهُ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِالْإِلِّ بِقَبْضِ أَرْوَاحِكُمْ عِنْدَ النَّوْمِ وَيَعْلَمُ
 مَا جَرَحْتُمْ كَسَبْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ أَيُّ النَّهَارِ بِرَدِّ أَرْوَاحِكُمْ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى هُوَ أَحَلُّ
 ۵۷ الْحَيَاةِ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ بِالْبَعْثِ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾ فَيَحْزَنُكُمْ بِهِ

ترجمہ: اور مت ہٹائیے اپنے پاس سے ان لوگوں کو جو صبح شام اللہ کے حضور مناجات کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں (عبادت کر کے) خوشنودی (باری تعالیٰ کی) دنیا کی اور کوئی غرض ان کو نہیں ہے۔ مسلمان فقراء مراد ہیں جن کے متعلق مشرکین طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور خود مجلس نبوی پر قبضہ کرنے کے لئے مجلس سے ان کو نکالوا دینا چاہتے تھے۔ آنحضرت (ﷺ) نے بھی ان کے مشرف باسلام ہونے کے لالچ میں ایسا کر لیا تھا ان کے کسی کام (من زائد ہے) کی جوابدہی آپ (ﷺ) کے ذمہ نہیں ہے (اگر واقعی

ان کا باطن خراب ہے) نہ آپ (ﷺ) کے فعل کی جوابدہی ان کے ذمہ ہے کہ ان غرباء کو دھکے دے کر نکالنے لگو (یہ جواب نفی ہے) ورنہ آپ (ﷺ) زیادتی کرنے والوں میں شمار ہوں گے (اگر آپ (ﷺ) نے یہ کارروائی کر لی) اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے (امتحان کیا ہے) بعض انسانوں کو بعض انسانوں کے ساتھ (شریف کا امتحان غیر شریف کے ساتھ، امیر کا فقیر کے ساتھ کہ ان کو ایمان میں سابق کر دیا) تاکہ کہا کریں (یعنی اونچے اور امیر لوگ انکاری لب و لہجہ میں) کیا یہی (فقراء) ہیں جنہیں اللہ نے اپنے انعام کے لئے ہم میں سے چن لیا ہے؟ (ہدایت سے سرفراز کرنے کے لئے۔ یعنی واقعی اگر ان کا طریقہ درست ہوتا تو ہرگز ہم سے بازی نہیں لے جاسکتے تھے۔ جوابی ارشاد ہے) کیا اللہ بہتر جاننے والے نہیں ہیں؟ (اپنے) حق شناسوں کو (کہ ان کو ہدایت سے ہمکنار کر دیا ہو۔ ہاں ایسا ہی ہے) اور وہ لوگ جب آپ (ﷺ) کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں تو کہنا (ان سے) تم پر سلام ہو۔ لازم ٹھہرائی ہے (مقرر کر لی ہے) تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت۔ بلاشبہ (اس میں ضمیر شان ہے اور ایک قرأت میں ان مفتوح ہے۔ رحمت نے بدل ہے) جو کوئی (تو تم میں سے) بڑائی کر بیٹھے نادانی سے (جھٹلا ہو جائے) اور پھر توبہ کر لے (باز آ جائے) اس (کارروائی کرنے) کے بعد اور اپنی حالت (سنوار لے تو اللہ میاں بخشے والے ہیں (اس کو) اور (اس پر) رحم فرمانے والے ہیں) اور ایک قرأت میں ان فتح کے ساتھ ہے۔ یعنی ان کے لئے مغفرت ہے) اور اسی طرح مذکورہ بیان کے طرز پر (ہم کھول کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں۔ اپنی آیات (قرآن) تاکہ حق واضح ہو جائے اور اس پر عمل کیا جاسکے) اور تاکہ نمایاں (عیاں) ہو جائے طریقہ (راستہ) بحرین کا (جس سے بچا جاسکے۔ ایک قرأت میں تستبین یا ی تحتانیہ کے ساتھ ہے اور دوسری قرأت میں تاؤ فو قانیہ کے ساتھ ہے اور سبیل منصوب ہے۔ آنحضرت (ﷺ) کو خطاب ہے) کہئے کہ مجھے اس بات سے روکا گیا ہے کہ میں ان کی بندگی کروں، جنہیں تم پکارتے ہو (بندگی کرتے ہو) اللہ کے سوا۔ کہہ دیجئے میں تمہاری نفسانی خواہشوں پر چلنے والا نہیں ہوں (ان کی پوجا کر کے) ورنہ اس وقت گمراہ ہو جاؤں گا (اگر میں نے نفس کی پیروی کر لی) اور راہ پانے والوں میں نہیں رہوں گا۔ آپ (ﷺ) کہئے میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی اور دلیل پر ہوں اور تم نے جھٹلایا ہے اس کو (میرے پروردگار کو اس کے ساتھ شرک کر کے) میرے اختیار میں تو نہیں ہے جس (عذاب) کے بارے میں تم جلدی چارہ ہو حکم تو بس (تنہا) اللہ ہی کے لئے (اس بارے میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی) وہی کرتے ہیں، سچے فیصلے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے (حاکم) ہیں (اور ایک قرأت میں یقصر بمعنی یقول ہے) کہہ دو (ان سے) جس بات کے لئے تم جلدی چارہ ہو۔ اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا (ایک دم نہ بنا کر فارغ ہو جاتا۔ لیکن فیصلہ اللہ کے قبضہ میں ہے) اور وہ ظلم کرنے والوں کی حالت اچھی طرح جاننے والے ہیں (کب ان پر عذاب آنا چاہئے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں۔ (غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے) ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (اور وہ پانچ غیبی باتیں ہیں جن کو آیت ان اللہ عنده علم الساعة میں بیان کیا گیا ہے۔ بخاری) اور وہ جانتے ہیں جو کچھ (پیداوار ہوتی ہے) خشکی (میدان) میں یا سمندر میں (دریا کے ساحلی علاقوں میں) ہے اور درختوں سے کوئی پتہ (من زائد ہے) نہیں جھڑتا، مگر وہ اسے جانتے ہیں اور زمین کہتوں میں کوئی دانہ پھونتا ہے اور خشک و تر کوئی پھل نہیں گرتا (اس کا عطف و رد فہ پر ہے) مگر روشن نوشتہ میں درج ہے۔ لوح محفوظ مراد ہے اور دوسرا استثناء پہلے استثناء سے بدل الاشتمال ہے) اور وہی ہیں جو رات کے وقت تمہاری روح ایک گونہ قبض کر لیتے ہیں (سونے کے وقت روح منامی نکال لیتے ہیں) اور جانتے ہیں جو کچھ تم کاوشیں (معاشی جدوجہد) کرتے ہو دن میں پھر تمہیں اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں دن میں (صبح کو روح واپس کر دیتی ہیں) تاکہ اس طرح ٹھہرائی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔ (دنیاوی زندگانی) پھر تم سب انہیں کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ (دوبارہ زندہ کر کے) اور جیسے کچھ تم کام کر رہے ہو اس کی

حقیقت تمہیں بتا دیں گے (اسی کے مطابق تمہیں بدلہ دے دیں گے۔)

تحقیق و ترکیب۔ وہم الفقراء۔ صہبؓ رومی، عمارؓ، بلالؓ، خبابؓ وغیرہ صحابہ مراد ہیں۔ چنانچہ جب رؤسا مشرکین نے آپ (ﷺ) سے اس مضمون کی اجازتی تحریری یا دواشیت لیتی چاہی تو آپ (ﷺ) نے لکھنے کے لئے حضرت علیؓ کو بلایا۔ لیکن جب از خود یہ فقراء صحابہؓ مجلس میں ایک طرف کو کھسک گئے تو آیت اتری۔ آنحضرت (ﷺ) نے کاغذ پھینک دیا اور ان غرباء کو گلے سے لگا لیا۔

معالیٹ۔ ان دونوں جملوں میں علم بدیع کی صنعت ”رد العجز علی الصدر“ ہے جیسے عادات السادات، سادات العادات بلوغ جملہ میں ہے۔ مقصد تنہیم ہوتی ہے ورنہ اصل تعلیل تو پہلے جملہ سے حاصل ہو گئی تھی۔ جواب الہی۔ یعنی معالیٹ الخ کا جواب ہے، سلام علیکم یہاں چونکہ اختصاص مقصود ہے اس لئے سلام تنجیہ میں آپ (ﷺ) کو ابتداء کرنے کا حکم ملا ورنہ سنت سلام تو یہ ہے کہ ابتداء قادم اور آنے والے کو کرنی چاہئے۔ اس صورت میں جملہ انشائیہ ہو جائے گا اور اگر منجانب اللہ بطور اکرام سلام پہنچانا ہو تو لفظ یا معنی جملہ خبریہ ہو جائے گا۔

وفی قراءۃ بالفتح۔ ان کی خبر محذوف ہوگی۔ ای فشانہ انہ غفور۔ تستبین۔ ابو عمر، ابن کثیر، ابن عامر، حفص تا کے ساتھ پڑھتے ہیں اور لفظ سبیل۔ مرفوع۔ یقضی الحق۔ مفسر علام نے الحق کا موصوف محذوف نکال دیا اور لفظ حق مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے۔ مفاتیح الغیب۔ اس میں استعارہ ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب وعندک مفاتیح الغیب فمن امن بغیبہ اسبل اللہ الستر علی عیہ۔ مفاتیح اگر بمعنی خزانہ ہے تو مفتوح کی جمع ہے اور اگر بمعنی طرق ہے تو مفتوح کی جمع ہے دونوں صورتوں میں اختصاص قدرت مقصود ہوگا۔ بخاریؒ کی روایت ابن مسعودؓ سے ہے کہ اعطی نبیکم کل شیء الا مفاتیح الغیب یا فرمایا مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ ان اللہ الخ مقصود اس سے پانچ کی تحدید نہیں ہے کیونکہ علوم غیبیہ غیر متناہی ہیں۔ پس عدد کی تفریح ماسوی کی نفی نہیں کر رہی ہے۔ نیز چونکہ انہی پانچ باتوں میں وہ غیب دانی کا دعویٰ کیا کرتے تھے، اس لئے رد میں اسی کی تخصیص کر دی اور اللہ کے ساتھ اختصاص کا مقصد علم تفصیلی ہے ورنہ علم اجمالی کا اثبات تو ان چیزوں میں مخلوق کے لئے بھی ہے۔

فی البرد البحر۔ جمہور تو ان دونوں کو متعارف معنی پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ زخشری دریائی جواہرات مراد لیتے ہیں۔ لیکن جلال محقق مجاہدؒ کی رائے کے مطابق دونوں سے مراد ساحلی اور غیر ساحلی آبادیاں لے رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں اگرچہ مفاتیح الغیب میں داخل تھیں، لیکن تفصیل کے خیال سے الگ ذکر کر دیا ہے اور برد بحر کے عجائب نمایاں ہیں بہ نسبت اوراق و حبات کے۔ ان میں تامل کرنے کا ہر شخص اہل نہیں ہے۔ پھر ولا رطب سے تعیم بعد تخصیص کر دی۔ تاکہ خوب اچھی طرح مبالغہ ہو جائے۔

کتاب مبین۔ امام رازیؒ اس سے مراد علم الہی لیتے ہیں۔ اس صورت میں الامرا استثناء اول سے بدل الکل ہو جائے گا۔

یتوفکم۔ سونے کی حالت میں روح منامی نکلتی ہے اور مرنے میں روح حیوانی نکل جاتی ہے۔ اللہ یتوفی الانفس الخ اور بعض متکلمین کا خیال یہ ہے کہ ہر حاسہ کی ایک روح ہوتی ہے جو سونے کے وقت نکل جاتی ہے اور بیدار ہونے پر واپس آ جاتی ہے اور ارواح سے مراد وہ معانی اور قویٰ ہیں جن سے حواس قائم ہوتے ہیں۔ لیکن روح حیوانی ایک ہی دفعہ قبض ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی بعث ایسا ہی یقینی ہے جیسے روزانہ منامی موت سے بعث مشاہد ہوتا رہتا ہے۔ النوم اخ الموت۔

رابط آیات: گزشتہ آیت میں تین قسم کے لوگوں کا حال معلوم ہوا تھا کہ معاندین کے لئے تو صرف عام انداز کافی ہے

ان کی فکر میں زیادہ پڑنا مناسب نہیں۔ البتہ متردین اور طالبین کے لئے مشترک طور پر خصوصی توجہ ہونی چاہئے لیکن اب آیت ولا تظنر الخ میں طالبین کے لئے اور بھی زیادہ خصوصی التفات پر زور دیا جا رہا ہے۔ گویا معاندین کے لئے صرف انداز عام کافی ہو اور متردین کے لئے تبلیغ خاص ہوئی اور طالبین کے لئے اخص خصوص۔ آگے پھر آیت قل انی نہیت الخ میں معاندین کے لئے توحید و رسالت کی عام تبلیغ کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت عنده مفاتيح الغیب الخ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ اور علم تام کا تعلق تمام مقدمات و معلومات سے بیان کیا جا رہا ہے۔ جس میں ضمناً توحید کا اثبات بھی جو مقاصد سورت میں سے ہے۔ پھر آیت وهو الذی یتوفکم الخ سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا امکان اور وقوع بیان کرنا ہے کہ عام طور پر پورے قرآن میں۔ نیز اس صورت میں توحید و رسالت اور بعثت کے تینوں مسئلے مخلوط طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

شان نزول:..... مختلف روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض رؤساء قریش نے مجلس نبوی (ﷺ) میں مسلمان غرباء کو دیکھ کر کہا هؤلاء من اللہ علیہم اور خود یا آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب کے واسطہ سے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے سے عار آتی ہے۔ اس لئے یا انہیں ہٹا دیجئے تب ہم آپ (ﷺ) کے پاس آئیں گے یا ہم آیا کریں تو اس وقت انہیں ہٹا دیا کیجئے یا ہمارے اور ان کے لئے ایک ایک روز کے لئے باری مقرر کر دیجئے۔ ممکن ہے پھر ہم آپ (ﷺ) کا اتباع کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ایسا بھی کر دکھائیے۔ ان کے مقصد کا اندازہ ہو جائے گا۔

چنانچہ آپ (ﷺ) نے درخواست منظور فرمانے کا ارادہ کر لیا تو یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت عمرؓ نے حاضر ہو کر اپنی رائے سے معذرت کی۔ اس پر آیت اذا جاء لك الذین الخ نازل ہوئی۔ تب آپ (ﷺ) نے غرباء کو بلا کر گلے سے لگایا اور فرمایا "سلام علیکم الخ" اور ابن جریرؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے ماہان سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر خدمت نبوی (ﷺ) ہوئی اور عرض کیا کہ ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، لیکن آپ (ﷺ) نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ واپس ہو گئے۔ تب اذا جاءك الخ نازل ہوئی۔ آنحضرت (ﷺ) نے انہیں بلا کر مڑوہ سنا دیا۔ پس ممکن ہے دونوں باتیں صحیح ہوں۔

﴿تشریح﴾:..... نو مسلم غرباء کی تالیف قلب:..... رؤساء قریش کی اس درخواست کی منظوری سے آنحضرت (ﷺ) کی شان عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ آپ (ﷺ) نے غریب مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ صرف آپ (ﷺ) کا منشاء رؤساء کی تالیف قلب تھی اور وہ بھی ہدایت کی امید پر اور اس توقع پر کہ ان سرداران قوم کے راہ پر لگنے سے ساری قوم ہدایت پر لگ سکتی ہے اور چونکہ غرباء صحابہؓ بھی آپ (ﷺ) کے رات دن کے معاملات دیکھ کر ان کو خوب طرح جانتے تھے اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی۔ پھر یہ آپ (ﷺ) اجتہاد تھا جس پر عمل کرنے کی حق تعالیٰ نے اس لئے اجازت نہیں دی کہ علم الہی میں تدبیر کا نافع اور کارگر نہ ہونا معلوم تھا۔ چنانچہ آپ (ﷺ) کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

لفظ لا تظنر سے شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ آنحضرت (ﷺ) نے مجلس سے نکال دیا ہو گا یا ہٹا دینے کا ارادہ کر لیا ہو گا؟ کیونکہ کسی کام کے کرنے سے پہلے بھی نہیں اور ممانعت ہو سکتی ہے۔ باقی اس قسم کے ارادہ کا احتمال! سو کہا جائے گا کہ رؤساء کے لئے الگ مجلس کے ارادہ کو مجازاً ظنر سے تعبیر فرما دیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) کی شان عالی کے منافی ہونے کے لحاظ سے اس کو بھی طرد شمار کر لیا گیا ہے۔ رہا یہ کہ پھر فتکون من الظلمین میں اسکو ظلم سے کیوں تعبیر کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ظلم کے لغوی معنی بے جا اور بے موقعہ کام کرنے کے

ہیں۔ اس لحاظ سے خلاف اولیٰ کو ظلم کہا جاسکتا ہے۔

کفر کے امتحان کی علت فیقولوا الخ تکوینی ہے کیونکہ برائیوں کی پیدائش میں بھی ہزاروں ہزار مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہاں امتحان خود ایک بڑی حکمت ہے۔ باقی اذا جاء لك اللہین میں اذا عموم کے لئے نہیں ہے کہ ہر بار آنحضرت (ﷺ) پر ان کو سلام فرمانا لازم ہو بلکہ حاضری کے وقت جب آیت سنائی گئی ہوگی تو تعمیل حکم ہوگئی اور آیت کا سننا یقینی ہے۔ نیز مجلس میں حاضر ہونے پر خود آنے والوں کو سلام کرنا مسنون تھا لیکن یہاں چونکہ غرباء کی تالیف مقصود ہے اس لئے ابتداء آپ ہی سے کرائی گئی ہے۔

گناہ دانستہ ہو یا نادانستہ ہر حال میں گناہ ہے: برے عمل کے ساتھ جہالت کی قید سے مراد علمی جہالت نہیں بلکہ عملی جہالت مراد ہے جو ہر گناہ کے ساتھ لازم ہے۔ پس یہ قید واقعی ہے۔ احترازی نہیں ہے۔ چنانچہ حسن سے منقول ہے کل مس عمل معصیۃ فہو جاہل۔ نیز آیت میں مغفرت کے لئے توبہ شرط نہیں ہے کہ اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہونے کا شبہ کیا جائے۔ بلکہ آیت میں توبہ کرنے والے کی مغفرت کو بیان کیا جا رہا ہے نہ کہ غیر تائب کی عدم مغفرت کو اور بلا توبہ مغفرت کا بیان دوسری مطلق نصوص میں ہے جن سے محض فضل الہی کے ذریعہ مغفرت کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

لوح محفوظ میں قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں اگرچہ درج ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی میں محفوظ ہیں، لیکن معلومات الہیہ صرف اسی پر منحصر نہیں ہیں بلکہ وہ غیر محدود اور لامتناہی ہیں۔ غیب کی تمام کنجیاں اور علوم مخفیہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جس طرح چاہتے ہیں ان اسباب میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ سمندر کی تہہ میں بھی اگر چیونٹی رہی ہوگی، پتھر کے جگر میں بھی اگر کیز اچھپا ہوا ہوگا تو قدرت کی آنکھ اول سے آخر تک پوری طرح اس کی خبر گیری اور نگرانی کر رہی ہوگی۔

انسان کی تین ارواح میں سے ابن عباسؓ روح نفسانی کو نفس تمیزی سے اور روح حیوانی کو نفس حیاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ نفس کا لفظ دونوں کو شامل ہوگا۔

لطا ئف آیت: آیت ولا تطرد الذین الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی دینی مصلحت کے کسی مرید کو اپنے سے ہٹانا اور الگ کرنا نہیں چاہئے بلکہ ان کے حقوق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھے اور سلامتی، رحمت قبول توبہ کی بشارت سناتا رہے۔ آیت وھوالذی یتربکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صوفیاء کا یہ کہنا صحیح ہے کہ علیٰ قدر مراتب بعض ارواح خود حق تعالیٰ قبض فرماتے ہیں اور بعض ارواح ملک الموت اور بعض ارواح دوسرے فرشتے قبض کرتے ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًّا فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً مَّلَئِكَةً تُحْصِيْ أَعْمَالَكُمْ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ وَفِي قِرَاءَةِ تَوَفَّاهُ رُسُلُنَا الْمَلَائِكَةُ الْمُؤَكَّلُونَ بِقَبْضِ الْأَرْوَاحِ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿۷۱﴾ يُقَصِّرُونَ فِيمَا يُؤْمَرُونَ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمْ مَّا لِكُمْ الْحَقُّ الثَّابِتُ الْعَادِلُ لِيُجَارِيَهُمْ إِلَّا لَهُ الْحُكْمُ الْقَضَاءُ النَّافِذُ فِيهِمْ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿۷۲﴾ يُحَاسِبُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ فِي قَدَرِ نَصْفِ نَهَارٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا لِحَدِيثِ بِذَلِكَ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِأَهْلِ مَكَّةَ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ هُوَ إِلَهُمَا فِي أَسْفَارِكُمْ حِينَ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا عَلَانِيَةً وَخُفْيَةً سِرًّا تَقُولُونَ لَئِنْ لَّمْ قَسِمِ النَّجِيَّتَا

وَفِي قِرَاءَةِ آحَابَا إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الظُّلُمِ وَالشَّدَائِدِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّكِرِينَ ﴿۶۳﴾ الْمُؤْمِنِينَ قُلْ لَهُمُ اللَّهُ يُنَجِّيْكُمْ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ غَمٍّ سِوَاهَا ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۶۴﴾ بِهِ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا أَمَّا مِنْ فَوْقِكُمْ مِنَ السَّمَاءِ كَالْحِجَارَةِ وَالصَّيْحَةِ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ كَالْخَسْفِ أَوْ يَلْبِسَكُمْ يَخْلُطُكُمْ شَيْعًا فِرْقًا مُخْتَلِفَةً الْآهْوَاءِ وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ سَالِقَتَالِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْهُوُ وَأَيَسَّرُوا لَمَّا نَزَلَ مَا قَبْلَهُ قَالَ أَعُوذُ بِوَجْهِكَ رَوَاهُ الْحَارِثِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ حَدِيثَ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَ أُمَّتِي بَيْنَهُمْ فَمَنْعَنِيهَا وَفِي حَدِيثٍ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَمَّا أَنَا كَائِمَةٌ وَلَمْ يَأْتِ تَأْوِيلُهَا بَعْدَ أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفَ نَبِيُّ لَهُمُ الْآيَاتِ الدَّلَالَةِ عَلَى قُدْرَتِنَا لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿۶۵﴾ يَعْلَمُونَ أَنَّ مَا هُمْ عَلَيْهِ بَاطِلٌ وَكَذَّبَ بِهِ بِالْقُرْآنِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ الصِّدْقُ قُلْ لَهُمْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۶۶﴾ فَأَجَازِيكُمْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَأَمْرُكُمْ إِلَى اللَّهِ وَهَذَا أَقْبَلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ لِكُلِّ نَبِيٍّ خَبَرَ مُسْتَقَرٌّ وَقَدْ يَقَعُ فِيهِ وَيَسْتَقِرُّ وَمِنْهُ عَذَابُكُمْ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۶۷﴾ تَهْدِيدٌ لَهُمْ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا الْقُرْآنِ بِالْإِسْتِهْزَاءِ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَلَا تَحَالِسْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِنَّمَا فِيهِ إِدْغَامُ نُورٍ إِنْ الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الزَّائِدَةُ يُنْسِيَنَّكَ بِسُكُونِ النُّونِ وَالتَّخْفِيفِ وَفَتْحِهَا وَالتَّشْدِيدِ الشَّيْطَانُ فَمَعَدَتْ مَعَهُمْ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى أَيْ تَذَكُّرَةِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۶۸﴾ فِيهِ وَضَعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِنْ قُمْنَا كُلَّمَا خَاضُوا لَمْ نَسْتَطِعْ أَنْ نَجْلِسَ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنْ نَطُوفَ فَتَزَلْ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللَّهَ مِنْ حِسَابِهِمْ أَى الْحَائِصِينَ مِنْ رَائِدَةِ شَيْءٍ إِذَا جَالَسُوهُمْ وَلَكِنْ عَلَيْهِمْ ذِكْرُى تَذَكُّرَةُ لَهُمْ وَمَوْعِظَةٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۶۹﴾ الْخَوْصُ وَذَرِ الْأَذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمُ الَّذِي كَلَّفُوهُ لَعِبًا وَلَهُوَ بِاسْتِهْزَائِهِمْ بِهِ وَغَرَّتُهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَلَا تَعْرِضْ لَهُمْ وَهَذَا أَقْبَلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَذِكْرُ عِظَ بِهِ بِالْقُرْآنِ النَّاسِ لِأَنْ لَا تُبْسَلَ نَفْسٌ تَسْلِمُ إِلَى الْهَلَاكِ بِمَا كَسَبَتْ عَمِلَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ وَلِىٌّ نَاصِرٌ وَلَا شَفِيعٌ يَمْنَعُ عَنْهَا الْعَذَابَ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ تَقْدِ كُلِّ فِدَاءٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا مَا تَقْدِى بِهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ مَاءٍ بَالِغِ نَهَايَةِ الْحَرَارَةِ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مُؤْلَمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾ بِكُفْرِهِمْ

۶۰
۶۱

ترجمہ: اور وہی زور (غلبہ) رکھنے والے ہیں اپنے بندوں پر اور تم پر بھیجتے رہتے ہیں۔ حفاظت کرنے والے (فرشتے جو تمہارے اعمال نوٹ کرتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وفات دے دیتے ہیں (اور ایک قرأت میں

تو فہم ہے) ہمارے بھیجے ہوئے (مقررہ فرشتے جو ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں) وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے (جو حکم ملتا ہے اس میں ذرہ برابر قصور نہیں کرتے) پھر تمام (مخلوق) لوٹادی جائے گی اپنے مولیٰ (مالک) حقیقی کی طرف (جو واقعہً منصف ہیں بدلہ دینے کے لئے) یاد رکھو! حکم ان ہی کا ہے (جو مخلوق میں نافذ ہوتا رہتا ہے) اور حساب لینے والوں میں ان سے جلد حساب لینے والا کوئی نہیں ہے (ساری مخلوق کا حساب کتاب دنیا کے حساب سے آدمی دن کی مقدار وقت میں چکا دیں گے جیسا کہ اس بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے) کہو! (اے محمد ﷺ)! مکہ والوں سے (وہ کون ہیں جو تمہیں بیابانوں اور سمندروں کی اندھیروں میں سے نجات دیتا ہے) جو ان کی دہشتیں تم کو سفر میں پیش آتی رہتی ہیں (جب کہ) تم اس کی جناب میں آہ و زاری کرتے ہو (اعلانیہ) اور چھپ چھپ کر دعا میں مانگتے ہو (پوشیدہ طریقہ سے اور کہتے ہو) اگر (لام قسمیہ ہے) خدا یا آپ نے ہمیں نجات دے دی (ایک قرأت میں انجاسا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہم کو نجات دے) ان میں (اندھیروں اور مصیبتوں) سے تو پھر ضرور شکر گزار (مومن) بندے ہو کر رہیں گے۔ آپ ﷺ کہتے (ان سے) اللہ ہی ہے جو تمہیں نجات دیں گے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) اس بلا سے اور ہر طرح کے دکھ (غم) سے (اس کے علاوہ) لیکن اس پر بھی تم ہو کہ ان کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ کہہ دو! وہ اس پر قادر ہیں کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے بھیج دیں (آسمان سے۔ جیسے پتھر اور چیخ) یا تمہارے پاؤں تلے سے کوئی عذاب اٹھا دیں (جیسے زمین میں دھنسا دینا) یا تم کو بھڑا دیں (ٹکرا دیں) ٹکڑیاں کر کر کے (مختلف خواہشات رکھنے والے گروہ بنا دیں) اور ایک دوسرے کو آپس کی لڑائی کا مزہ چکھا دیں (لڑا بھڑا کر۔ اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر یہ کارروائی تو بہت سہل اور آسان ہے اور جب پہلی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگی، جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے حدیث نقل کی ہے کہ ”میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میری امت میں آپس کی پھوٹ نہ پڑے۔ لیکن یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ہو کر رہنے والی بات ہے۔ تاہم اس پیشین گوئی کا وقوع نازل ہونے کے بعد تو ہوا نہیں) سو دیکھو! کس طرح ہم گونا گوں طریقہ سے بیان کرتے ہیں (ان کے لئے) دلائل (جو ہماری قدرت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں) تاکہ وہ سمجھیں بوجھیں (جس طریقہ پر وہ قائم ہیں ان کا باطل ہونا واضح ہو جائے) اور جھٹلایا ہے اس (قرآن) کو آپ ﷺ کی قوم نے حالانکہ وہ حق (سچ) ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے (ان سے) میں تم پر کچھ نازل نہیں بنایا گیا ہوں (کہ تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دوں۔ میرا کام تو صرف تنبیہ کر دینے کا ہے اور تمہیں اللہ کی طرف بلانا ہے۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) بر خبر (اطلاع) کے لئے ایک ٹھہرایا ہوا وقت ہے (جس میں وہ خبر واقع ہو جاتی ہے اور جم جاتی ہے۔ منجملہ اس کے تمہارے لئے عذاب بھی ہے) اور عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا (یہ ان کے لئے دھمکی ہے) اور جب آپ ﷺ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں (قرآن کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں) تو آپ ﷺ ان سے کنارہ کشی کر لیجئے (اور ان کے ساتھ مت بیٹھئے) یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر (ان شرطیہ کے نون کا اداء مہما زائدہ کے میم میں ہو رہا ہے۔ تمہیں بھلا دے) (نون ساکن مخفف ہے یا فتح اور تشدید کے ساتھ ہے) شیطان (کہ تم ان کے ساتھ شریک مجلس ہو جاؤ) تو یاد آ جانے کے بعد مت بیٹھو ایسے لوگوں کے ساتھ جو ظلم کرنے والے ہیں (یہاں اسم ظاہر کو بجائے ضمیر کے لایا گیا ہے۔ مسلمانوں نے جب یہ شکایت کی کہ اگر ان کی اس قسم کی گفتگو سے ہم اٹھ بھی جائیں تو پھر نہ ہم مسجد میں بیٹھ سکیں گے اور نہ طواف ہی کر پائیں گے۔ کیونکہ مسجد حرام میں ان کی مجلس بازی ہوتی رہتی ہے۔ تب اگلی آیت نازل ہوئی) اور جو لوگ (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں ان پر نون ذمہ داری نہیں ہے ان (طعنہ زنی کرنے والوں) کے کاموں کی کچھ بھی (من زائدہ ہے۔ اگر وہ ان کے شریک مجلس بھی ہوں) ہاں البتہ (ان کے ذمہ) نصیحت ہے (ان

کو یاد دہانی اور فہمائش کر دینا ہے) تاکہ وہ بھی بچ جائیں (ان خرافات سے) اور چھوڑ دیئے (نظر انداز کر دیجئے) ایسے لوگوں کو جنہوں نے بنا لیا ہے اپنے دین کو (جس کے وہ پابند کئے گئے تھے) کھیل اور تماشہ (دین کا مذاق اڑا کر) اور دنیا کی زندگانی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے (آپ ﷺ) ان کو منہ نہ لگائیے۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے (اور نصیحت (وعظ) کہتے رہئے) کلام الہی کے ذریعہ۔ ان لوگوں کو) تاکہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کوئی نفس ہلاک (نہ) ہو جائے (بتائیں میں نہ پڑ جائے) اپنے کربوت (عمل) کی وجہ سے۔ اللہ کے سوا (علاوہ) کوئی نہیں ہے جو اس کا مددگار (محمین) یا شفاعت کر کے (عذاب سے اسے بچالے) دنیا بھر کا بھی معاوضہ دے ڈالے (پورے طور پر بھی بدلہ دے دے) تب بھی اس سے نہ لیا جائے (دیا ہوا فدیہ) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے پینے کا کھولنا ہوا پانی ہوگا (نہایت تیز گرم) اور عذاب اور دردناک (تکلیف دہ) ہوگا۔ ان کے کفر کی پاداش میں۔

تحقیق و ترکیب: حفظہ۔ جو فرشتے اعمال خیر و شر کے محافظ اور مکاتب ہیں، جن کو کرنا کاتبین کہتے ہیں وہ مراد ہیں۔ اعمال و افعال خیر کرنے پر داہنے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ لیکن برے اقوال و افعال پر جب بائیں فرشتے لکھنا چاہتے ہیں تو داہنے فرشتے یہ کہہ کر روک دیتے ہیں۔ اصبر لعلہ یتوب منها۔ بندہ اگر توبہ نہیں کرتا۔ پھر مجبوراً گناہ لکھ لیا جاتا ہے، جس طرح سی آئی ڈی کے خلاف رپورٹ سے انسان گھبراتا ہے، اسی طرح اعمال نامہ کے سیاہ ہونے کے خیال سے بھی مسلمان محتاط ہو جاتا ہے۔ باقی کس چیز پر لکھتے ہیں، کس چیز سے لکھتے ہیں، کس زبان میں لکھتے ہیں، کس کیفیت سے لکھتے ہیں، ان سوالوں کا جواب ارباب کشف کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بالخصوص تبریز جو شیخ عبدالعزیز دباغ کے حالات میں ہے۔

رسلنا۔ ملک الموت کے مددگار فرشتے مراد ہیں۔ اللہ یتوفی الانفس میں اللہ نے قبض روح کی اسناد اپنی طرف فرمائی ہے اور قل یتوفکم ملک الموت۔ میں ملک الموت کی طرف اور اس آیت میں فرشتوں کی جماعت کی طرف نسبت فرمائی ہے۔ سو بقض حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں اور عالم اسباب میں ملک الموت، اس کا ردوائی کے ذمہ دار ہیں۔ البتہ اعموان والنصار دوسرے فرشتے بھی ہوتے ہیں، جس طرح ڈاکٹر کے ساتھ کمپیوٹر اور نرسیں ہوا کرتی ہیں، چونکہ قبض ہر ایک کا الگ الگ ہوتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا اجتماعاً ہوگا۔ اس لئے توفیقہ مفرد اور دوا جمع کے صیغہ سے استعمال کیا گیا ہے۔ مولہم۔ دوسری آیت میں چونکہ کفار کے بارے میں ان الکفرین لا مولیٰ لہم فرمایا گیا ہے جو اس آیت کے عموم کے منافی ہے۔ جلال محقق لفظ مالکھم سے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی یہاں مولیٰ بمعنی مالک کا اثبات ہے اور وہاں مولیٰ بمعنی ناصر کی نفی ہے۔ اس لئے کوئی منافات نہیں رہی۔

حدیث ارشاد ہے ان اللہ یحاسب الکمل فی مقدار حلب شاة اور بعض نے اسرع الحاسبین کے سلسلہ میں کہا ہے۔ الرد الی من رباک خیر من البقاء مع من اذاک۔

ینجیکم، عاصم، حمزہ، کسائی نے تشدید کے ساتھ اور باقی قراء نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ اہون کیونکہ مخلوق کے فتنے عذاب الہی کے مقابلہ میں اہون ہی ہوتے ہیں۔ مسالت روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ مسالت ربی ای ثلاثا فاعطانی الثین ومنعنی واحدة مسالت ان لایہلک امتی بالسینۃ فاعطانیہا ومسالت ربی ان لایہلک امتی بالفرق فاعطانیہا ومسالت ربی ان لایجعل باس امتی بینہم لیمنعینہا بخاری اور ترمذی میں دوسری دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ ان لاتسلط علیہم عدوا من غیرہم فاعطانیہا۔

تساویلہا یعنی اس آیت کی یا ان چاروں باتوں کی تاویل نزول کے بعد ظاہر سے نہیں بدلی۔ اپنی ظاہری حالت پر ہے۔ لکل

ساء۔ عذاب و ثواب سے متعلق جتنی چیزیں ہیں مقررہ وقت پر ضرور ظاہر ہوں گی۔ خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

حتیٰ یخوضوا۔ آیات اللہ کو سمندر سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ حذف کر دیا اور استعارہ تخیلیہ کے طور پر اس کے لازم خوض کو ذکر کر دیا۔ ولکن ذکری۔ یہ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منسوب بھی ہو سکتا ہے۔ فعل مضمر کی وجہ سے۔ خواہ وہ فعل امر ہو جیسے ولکن ذکروہم ذکری یا فعل خبر ہو۔ ای ولکن یذکروہم ذکری۔ نیز یہ مبتداء بھی ہو سکتا ہے محذوف الخبر ای ولکن علیہم ذکری او علیکم ذکری اور ذکر کی کے معنی تذکیر کے ہیں اور یہ مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ ای ہو ذکری یعنی ان کے ساتھ جو است چھوڑ دینا ذکر کی ہے۔ نیز یہ معطوف بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی چیز جو من کے ذریعہ مجرور ہو۔ ای ماعلی المتقیس من حسابہم شیء ولکن علیہم ذکری۔ پہلی تین صورتوں میں جملہ کا جملہ پر عطف ہو اور اس صورت میں مفردات کا عطف ہوا۔

ان تبیل ابدال بمعنی منع کرنا ہذا علیک لسبل ای ممنوع۔ باسل۔ بمعنی شجاع۔ چنانچہ ابن عباسؓ تبیل نفس کی تفسیر ”ترتھن فی جنہم“ کے ساتھ کرتے ہیں اور جلال محققؒ نے جو تفسیر کی ہے وہ حسنؒ اور مجاہدؒ کی تفسیر کے مطابق ہے۔ یعنی تسلیم للمہلکۃ ای تمنع عن مرادھا وتغزل۔ قوادہ کے الفاظ ہیں۔ ”تجس فی جہنم۔“

رابط آیات: قیامت کے امکان اور وقوع کا بیان چل رہا ہے۔ ان آیات میں بھی اولاً قدرت کا اثبات ہے۔ پھر موت کا پھر بعثت اور حساب کتاب کا ذکر ہے۔ نیز آیت قل من ینجیکم الخ میں پھر توحید پر استدلال ہے۔ آگے آیت اذا رایت الذین الخ میں کفار سے زجر و مجاہد ترک کرنے اور کفارہ کشی اختیار کرنے کو کہا جا رہا ہے۔

شان نزول: جابرؓ کی روایت بخاریؒ نے نقل کی ہے۔ کہ جب آیت قل هو القادر الخ نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا۔ اعدوذ بوجھک ارجلہم اور فرمایا اعدوذ بوجھک اویلبسکم شیعاً و یذیق اور فرمایا هذا اھون اور مسلم کی روایت تحقیق کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ جس میں تین درخواستوں میں سے ایک درخواست کا نام منظور ہونا معلوم ہوا تھا۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں یہ آیات نازل نہیں ہوئیں۔ نیز جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) کو حق تعالیٰ کی قدرت کا استحضار ہو تو آیت کی بناء پر نہیں بلکہ شفقت آپ (ﷺ) نے امت کے حق میں دعائیں فرمائیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیت واذا رایت الذین الخ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ کیف نقعد فی المسجد الحرام وہم یخوضون اور بعض روایتوں میں ہے کہ انا نخاف الاثم حین نترکھم ولا منہم اس پر آیت وما علی الذین نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: تین طرح کے فرشتے اور ان کے کام: آیت میں تین قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے۔ کرانا کا تین جو لوگوں کے اعمال نامے اور ڈائریاں تیار کرتے رہتے ہیں۔ دوسرا محافظ دستہ جو احکام و ہدایات الہیہ کے مطابق انسانوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔ معقبات من بین یدیہ الخ اور تیسرے روح قبض کرنے والے فرشتے۔ جن کے افسر اعلیٰ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

اولئک الذین ابسلوا الخ جس میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے مراد عام ہے۔ دنیاوی سزائیں یا جہاد وغیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی سرکوبی ہونا بھی اس میں داخل ہے۔ فرمایا گیا ہے۔ قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم لیکن جہاں محقق کا

آیت قل لست علیک بوکیل کو آیت قتال سے منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جہاد اگرچہ کفار کے حق میں ایک طرح کا عذاب الہی ہے مگر مسلمانوں کو تعذیب کی حیثیت سے جہاد کا حکم نہیں ہے۔ چنانچہ جزیہ دینے کی صورت میں اگرچہ متفقہی جہاد ہوتا ہے لیکن جہاد کا حکم نہیں بلکہ موقوف کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یعذبہم اللہ میں عذاب کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ بہر حال جہادی حکم کے بعد بھی کوئی ذمہ دار یا نگہبان نہیں بنادیا جاتا۔ کیونکہ اولاً تو جزیہ جو جہاد کی ایک علیہ ہے وہ غیر اختیاری ہے تو اس کا علم و اختیار بھی مجاہد کے دائرہ اختیار سے خارج ہی ہوگا۔ دوسرے تعذیب الہی صرف جہادی میں منحصر نہیں ہے۔ اس کے دوسرے طریقے بھی ممکن و محتمل ہیں۔ اس لئے اس مجموعہ کو علم و اختیار سے خارج سمجھتے ہوئے قل لست علیکم بوکیل کہنا صحیح ہوا۔

لطف آیات: آیت قصص عا و خفیہ سے ذکر جلی، خفی، اخفی۔ سب قسموں کو شامل ہونا معلوم ہوا ہے۔ خواہ زبان سے ہو یا قلب سے اور آیت و ذوالذین الخ میں جن برائیوں کا تذکرہ ہے آج کل کے اکثر عرسوں میں یہی منکرات و بدعات کی جاتی ہیں جو انصاف پسند شخص پر مخفی نہیں۔ البتہ ضد اور جج کا کوئی علاج نہیں ہے۔

قُلْ اَدْعُوا نَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا بِعِبَادَتِهِ وَلَا يَضُرُّنَا بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاَصْنَامُ وَنُرَدُّ عَلَىٰ اَعْقَابِنَا نَرْجِعُ مُشْرِكِيْنَ بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ اِلَى الْاِسْلَامِ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ اَضَلَّتْهُ الشَّيْطٰنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ مُّتَحَيِّرًا لَا يَدْرِى اَيْنَ يَذْهَبُ حَالَ مِنْ الْهَآءِ لَهُ اَصْحٰبٌ رُّفَقَةٌ يَدْعُوْنَهُ اِلَى الْهُدٰى اٰى لِيَهْدُوْهُ الطَّرِيْقَ يَقُوْلُوْنَ لَهُ اِنْتِنَا فَلَآ يُجِيْبُهُمْ فَيَهْلِكُ وَالاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ وَجُمْلَةُ التَّشْبِيْهِ حَالَ مِنْ ضَمِيْرٍ نُرَدُّ قُلْ اِنْ هٰدٰى اللّٰهُ الْاِدْيٰى هُوَ الْاِسْلَامُ هُوَ الْهُدٰى وَمَا عَدَاہُ ضَلَالٌ وَاَمْرُنَا لِنُسْلِمَ اٰى يٰۤاَن نُّسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱﴾ وَاَنْ اٰى يٰۤاَن اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِى اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲﴾ تُجْمَعُوْنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لِلْحِسَابِ وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اٰى مُّحِقًا وَاذْكُرْ يَوْمَ يَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَوْمَ يَقُوْلُ لِلْخَلْقِ قُوْمُوْا فَيَقُوْمُوْنَ قَوْلُهُ الْحَقُّ الصِّدْقُ الْوَاقِعُ لَا مَحَالَةَ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ الْقَرْنُ النَّفْعَةُ الثَّانِيَةُ مِنْ اِسْرَافِيْلَ لَا مِلْكَ فِيْهِ لِغَيْرِهِ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ عَلِيْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ مَا غَابَ وَمَا شُوْهِدَ وَهُوَ الْحَكِيْمُ فِيْ خَلْقِهِ الْخَبِيْرُ ﴿۳﴾ يَّسَاطِنِ الْاَشْيَاءِ كَظَاهِرِهَا وَاذْكُرْ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لَآبِيْهِ اَزَّرْهُ لِقَابُهُ وَاِسْمُهُ تَارِحٌ اَتَّخِذُ اَصْنَامًا اِلٰهَةً تُعْبُدُهَا اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ اِنِّىْ اَرٰكَ وَقَوْمَكَ يَتَّخِذُوْا فِى ضَلٰلٍ عَنِ الْحَقِّ مُبِيْنٌ ﴿۴﴾ بَيْنَ وَكَذٰلِكَ كَمَا اَرٰنَاہُ اِضْلَالُ اَبِيْهِ وَقَوْمِهِ نَرِىْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ مُلْكِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَسْتَدِلَّ بِہِ عَلٰى وَحْدِ اِنْتِنَا وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُؤَقِّنِيْنَ ﴿۵﴾ بِہَا وَجُمْلَةُ وَكَذٰلِكَ وَمَا يَعْبُدُهَا اِغْتِرَاضٌ وَعَطْفٌ عَلٰى قَالَ فَلَمَّا جَنَّ

أَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قِيلَ هُوَ الزُّهْرَةُ قَالَ لِقَوْمِهِ وَكَانُوا نَجَّامِينَ هَذَا رَبِّي فَنِي زَعَمِكُمْ فَلَمَّا أَفْلَحَ عَاتٍ قَالَ لَا أَحِبُّ الْأَفْلِينَ ﴿۷۶﴾ أَنْ اتَّخَذَهُمْ أَرْبَابًا لِأَنَّ الرَّبَّ لَا يَحُوزُ عَلَيْهِ التَّغْيِيرُ وَالْإِنْتِقَالُ لِأَنَّهُمَا مِنْ شَأْنِ الْحَوَادِثِ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيهِمْ ذَلِكَ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَارِغًا طَالِعًا قَالَ لَهُمْ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَعْنُ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي يَتَّبِعُنِي عَلَى الْهُدَى لَا كُورُنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿۷۷﴾ تَعْرِضُ لِقَوْمِهِ بِأَنَّهُمْ عَلَى ضَلَالٍ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيهِمْ ذَلِكَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَارِغَةً قَالَ هَذَا ذِكْرُهُ لِتَذَكِّرَ خَيْرُهُ رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ مِنَ الْكَوَاكِبِ وَالْقَمَرِ فَلَمَّا أَفْلَحَ وَقَوَّيْتُ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةَ وَلَمْ يَرْجِعُوا قَالَ يَسْقُومُ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۷۸﴾ بِاللهِ تَعَالَى مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَجْرَامِ الْمُحَدَّثَةِ الْمُحْتَاجَةِ إِلَى مُحَدِّثٍ فَقَالُوا لَهُ مَا تَعْبُدُ قَالَ إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ فَصَدْتُ بِعِبَادَتِي لِلَّذِي فَطَرَ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَيْ اللهُ حَنِيفًا مَائِلًا إِلَى الدِّينِ الْقِيمِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۷۹﴾ بِهِ وَحَاجَّةُ قَوْمُهُ جَادِلُوهُ فِي دِينِهِ وَهَدَّوْهُ بِالْأَصْنَامِ إِنَّ تَصْيِبَهُ بِسُوءٍ إِنْ تَرَكَهَا قَالَ اتَّحَاجُونِي بِتَشْدِيدِ النَّوْنِ وَتَخْفِيفِهَا بِحَذْفِ أَحَدِي السُّوْنَيْنِ وَهِيَ نُوْنُ الرَّفْعِ عِنْدَ السُّحَاةِ وَنُوْنُ الرِّقَايَةِ عِنْدَ الْقُرَّاءِ أَيْ اتَّحَادِلُونِي فِي وَحْدَانِيَةِ اللهِ وَقَدْ هَدَيْتُ تَعَالَى إِلَيْهَا وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ مِنَ الْأَصْنَامِ أَنْ تُصَيِّبَنِي بِسُوءٍ لَعَدَمِ قُدْرَتِهَا عَلَى شَيْءٍ إِلَّا لِكِنْ أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا مِنَ الْمَكْرُوهِ يُصَيِّبُنِي فَيَكُونُ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَيْ وَسِعَ عِلْمُهُ كُلَّ شَيْءٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾ بِهِدَافَتُومُنُونَ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ وَهِيَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى أَنْكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ فِي الْعِبَادَةِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ بِعِبَادَتِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانٌ حُجَّةٌ وَبُرْهَانٌ وَهُوَ الْقَادِرُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ أَنْحُنُ أَمْ أَنْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾ مِنَ الْآخِثِ بِهِ أَيْ وَهُوَ نَحْنُ فَاتَّبِعُوهُ قَالَ تَعَالَى الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أَيْ شَرِكٍ كَمَا فُسِّرَ بِذَلِكَ فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ مِنَ الْعَذَابِ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:..... ان سے پوچھئے! کیا ہم پکاریں (پوجا کریں) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کے جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکیں (اپنی پرستش کے لحاظ سے) اور نہ نقصان پہنچا سکیں (بندگی چھوڑ دینے کی وجہ سے۔ اس سے مراد بت ہیں) اور ہم اگلے پاؤں پھر جائیں (شرکیہ عقائد کی طرف لوٹ جائیں) باوجودیکہ اللہ ہمیں سیدھی راہ (اسلام کی طرف) دکھلا چکے ہیں اور ہماری مثال اس آدمی کی سی ہو جائے جسے شیطانوں نے بیابان میں گمراہ کر دیا ہو (بھٹک رہا ہو) حیران پھر رہا ہے (ٹانک ٹوئیاں مارتے ہوئے) یہی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں جائے یہ لفظ استھوتہ کی ضمیر سے حال واقع ہے (اس کے ساتھی) ہیں جو اسی راہ کی طرف بلا رہے ہیں (یعنی یہ کہتے ہوئے اس کی رہنمائی کر رہے ہیں کہ) ادھر آ جاؤ (اور وہ ان کو جواب نہیں دیتا۔ پس اس طرح وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ استفہام انکاری ہے اور

رہ جائے (یعنی اس کی ہدایت) (یعنی اسلام) (یعنی ہدایت ہے) (اس کے علاوہ گمراہی ہے) اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سر اطاعت جھکا دیں (پورے طور پر مطیع ہو جائیں) پروردگار عالم کے آگے۔ نیز یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ (ان بمعنی بان ہے) نماز قائم کرو اور ڈرتے رہو (اللہ تعالیٰ سے) اور ان ہی کی طرف تم سب اکٹھے لے جاؤ گی (قیامت کے روز حساب کے لئے جمع کئے جاؤ گے) اور وہی ہیں جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو حقیقت کے ساتھ (یعنی حق کے طور پر) پیدا کیا (جو نفس الامری سچائی ہے لامحالہ واقع کے مطابق ہے) اور (یاد کرو) جس دن وہ کہہ دیں (کسی چیز کے متعلق) ہو جا تو وہ چیز ہو جائے (قیامت کا دن مراد ہے۔ جب حق تعالیٰ تمام مخلوق سے فرمائیں گے کہ کھڑے ہو جاؤ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کا قول حق ہے (سچ ہے جو لامحالہ پورا ہو کر رہتا ہے) اور ان ہی کی بادشاہی ہوگی جس روز صور پھونکا جائے گا (صور سے مراد قرن اور سینک ہے) اسرائیل علیہ السلام کا دوسری مرتبہ صور پھونکنا مراد ہے۔ اس وقت اللہ کے سوا کسی کی سلطنت نہیں ہوگی اور کون ہے جس کی حکومت اس روز ہو؟ بجز اللہ کے؟) وہ غیب و شہادت (جو کچھ غیر محسوس اور محسوس ہو اس کے) جاننے والے ہیں اور وہ بڑی حکمت والے ہیں (اپنی مخلوق میں) اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (ظاہر کی طرح باطن کا حال جاننے والے ہیں) اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا (یہ اس کا لقب تھا اور نام تاریخ تھا) کیا تم بتوں کو معبود مانتے ہو؟ (جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو۔ یہ استغہام تو تھی ہے) میرے نزدیک تو تم اور تمہاری قوم (یہ کارروائی کر کے) واضح (کھلی) گمراہی میں (حق سے ہٹ کر) پڑ چکے ہیں اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ابراہیم کو ان کے باپ اور قوم کی گمراہی کو کھول کر دکھلا دی) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کی بادشاہتوں (ملک) کے جلوے دکھا دیئے (تاکہ اس سے وہ ہماری وحدانیت پر استدلال کر سکیں) اور تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائیں (کذلک اور اس کے بعد کی عبارت جملہ معترضہ ہے اور قال پر معطوف ہے) پھر جب ان پر رات کی اندھیری چھا گئی (پھیل گئی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا (بعض کے نزدیک وہ ستارہ زہرہ تھا) کہنے لگے (اپنی نبوی قوم سے) یہ میرا پروردگار ہے (بقول تمہارے) لیکن جب وہ ڈوب گیا (چھپ گیا) تو کہنے لگے کہ میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا (ان کو رب بنانا۔ کیونکہ پروردگار رد و بدل اور تبدیلی کو قبول نہیں کیا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں اس تقریر سے ان کے جو تک نہیں لگی) پھر جب چاند چمکتا ہوا نکلا (طلوع ہوا) تو کہنے لگے (ان سے) یہ میرا پروردگار ہے۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنا پڑا کہ اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھلا دی ہوتی (مجھے ہدایت پر نہ جمادیا ہوتا) تو میں ضرور سیدھی راہ سے بھٹکنے والے گروہ میں سے ہوتا۔ (یہ اپنی قوم پر تعریض ہوئی کہ وہ لوگ گمراہ ہیں لیکن اس سے بھی ان کو کچھ نفع نہ ہوا) پھر جب سورج دمکتا ہوا طلوع ہوا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ (لفظ اھذا کو مذکر لانا خبر کے مذکر ہونے کی وجہ سے ہے) میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے (ستاروں اور چاند میں) لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا (اور ان کے برخلاف دلیل مضبوط ہو گئی اور پھر بھی وہ باز نہ آئے) تو کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں اس سے بیزار ہوں جو کچھ تم شریک ٹھہراتے ہو (اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ بت ہوں یا دوسرے نو پیدا جسم۔ جو اپنے پیدا کرنے والے کے محتاج ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ فرمایا کہ) میں نے صرف اس ہستی کی طرف اپنا رخ کر لیا ہے (مقصد عبادت بتا لیا ہے) جو آسمانوں اور زمین کی بنانے والی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) ہر طرف سے منہ موڑ کر (دین مستقیم کی طرف جھکتے ہوئے) اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو (ان کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے رد و کد کی (ان کے مذہب کے بارے میں کٹ جتنی کرنے لگے اور بتوں کے متعلق ڈرانا چکانا شروع کر دیا کہ کہیں ان کو چھوڑنے سے تم پر وبال نہ آ جائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھ سے رد و کد کرتے ہو (یہ لفظ قرآن کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ ایک نون حذف کرتے ہوئے۔ نوحیین کے نزدیک تو نون رفع محذوف

ہوگا اور قرآن کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوگا۔ یعنی کیا تم مجھ سے حجت بازی کرتے ہو؟ (اللہ کی وحدانیت) کے بارے میں حالانکہ انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی طرف) مجھ کو راہ دکھادی ہے اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا (یعنی بتوں سے کہ کہیں مجھے کوئی گزند نہ پہنچا دیں، کیونکہ انہیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے ہاں (لیکن) اگر میرے پروردگار ہی کوئی بات چاہے لگیں (ناگوار چیز کہ وہ مجھے لگ جائے تو وہ ضرور لگ جائے گی) میرے پروردگار اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں (یعنی ان کا علم ہر چیز پر حاوی ہے) پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (ان باتوں سے کہ ایمان لے آؤ) اور میں ان ہستیوں سے کیوں ڈروں جنہیں تم نے (اللہ کا) شریک ٹھہرایا ہے (حالانکہ وہ نقصان اور فتنہ نہیں پہنچا سکتیں) جبکہ تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے ہو کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراؤ (اس کی عبادت کرنے میں) کہ نہیں اس کی (بندگی کی!) تم پر کوئی سند (دلیل اور حجت)۔ حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں) ہلاؤ! ہم دونوں میں سے کس فریق کی راہ امن کی راہ ہوئی (ہماری یا تمہاری) اگر تم علم رکھتے ہو (کہ کون امن کا زیادہ حق دار ہے)۔ یعنی مستحق امن ہم ہیں۔ لہذا تمہیں اس کا اتباع کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کو آلودہ (مخلوط) نہیں کیا ظلم سے (حدیث صحیحین میں اس کی تفسیر شرک کے ساتھ کی گئی ہے) تو ان ہی کے لئے امن ہے (عذاب سے) اور یہی ٹھیک راستہ پر ہیں۔

تحقیق و ترکیب: کالذی۔ مفعول مطلق ہے نرد کا ای رد اکرد الذی۔ استہوتہ۔ ہوئی یہودی سے استفعل ہے بمعنی ذہب۔ اصل میں اوپر سے نیچے اترنے کے معنی ہیں۔ استہوتہ کی ضمیر سے لفظ حیران حال واقع ہو رہا ہے۔

امرنا لنسلم۔ کسائی اور فراء لام کو عرف مصدری بمعنی ان مانتے ہیں اردت اور امرت کے بعد وان اقیموا۔ ان کا عطف لنسلم پر بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سیبویہ نے اوپر ان مصدریہ کے داخل ہونے کی تصریح کی ہے اور لنسلم کے محل پر بھی اس کا عطف ہو سکتا ہے۔ ای امرنا ان لنسلم وان اقیموا۔

قوله الحق۔ یہ مبتداء ہے اور یوم یقول خبر مقدم ہے۔ جیسے یوم الجمعة قولک الصدق ای قولک الصدق کائن یوم الجمعة۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ الحق واقع یوم یقول کن فیکون۔

یوم یفخ۔ اس میں چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قوله الحق کی یہ خبر بھی ہو سکتا ہے۔ یوم یقول سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ تحشرون کا ظرف بھی ہو سکتا ہے لہ الملک کی وجہ سے منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ ای لہ الملک فی ذلک الیوم صور اسرائیل کے متعلق ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ یہ لفظ بمعنی لغت ہے۔ سینگ جس میں پھونک ماری جائے اور مجاہد کہتے ہیں کہ بوق اور بگل کی طرح کا ایک سینگ ہوتا ہے۔ پہلی پھونک پر سارا عالم فناء ہو جائے گا اور دوسری پھونک پر دوبارہ زندگی مل جائے گی۔

اذ قال۔ اس کا عطف قل اندعوا پر ہے نہ کہ اجتمعوا پر۔ کیونکہ معنی غلط ہو جائیں گی۔ تارح۔ بقول قاموس یہ لفظ تارح ہے یا تارہ یا تارخ۔ بخاری تارخ کبیر میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن آذر ہیں اور تورات میں آذر کو تارخ کہا گیا ہے۔ تو گویا یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوئے۔ جیسے یعقوب و اسرائیل۔ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک نام ہو اور ایک لقب۔ نیز تارخ ابراہیم کے باپ کا اور آذر ان کے چچا کا نام ہو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جلال مفسر نے ایک رسالہ میں اس کو اختیار کیا ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ نے آذر نام بتلایا ہے۔ وہی صحیح ہے اگرچہ نساب اور اہل تارخ تارخ نام بتلاتے ہیں اور اس بارے میں ان کا اجماع ضعیف ہوگا، کیونکہ وہ انسانی آراء کا مجموعہ ہے اور وہ بھی یہود و نصاریٰ کی اسرائیلیات کا۔ پس نصوص قرآنی کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔

اصناماً الہة۔ اس سے اثبات الوہیت اور ہذا ربی میں ان کے عقیدہ کے بموجب اثبات ربوبیت مقصود ہوا۔

ملکوت۔ ملک اعظم کے معنی ہیں۔ اس میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک تو آسمان و زمین کی تخلیق کا دکھانا مراد ہے اور مجاہدؒ سعید بن جبیرؒ کی رائے پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمان، عرش، کرسی اور عجائبات علوی اور سفلی سب دکھلائے گئے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ یہاں حسی رویت مراد نہیں بلکہ عقلی بصیرت مراد ہے۔ چنانچہ ملکوت کے معنی قدرت کے ہیں اور یہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ نیز اسی قسم کے الفاظ ایک موقع پر امت محمدیہ (ﷺ) کے متعلق بھی فرمائے گئے ہیں۔ منریہم ایٹافی فاق اور ظاہر ہے کہ یہاں رویت بصریہ مراد نہیں ہے بلکہ بصیرت مراد ہے۔

فلما جن۔ اس کا عطف قال ابراہیم پر ہے اور و کذلک نری الخ جملہ معترضہ ہے۔ کو کباً۔ اس سے مراد زہرہ، مشتری، چاند، سورج ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بت پرست ہونے کے ساتھ یہ لوگ ستارہ پرست اور نجومی بھی تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر ابطال مناسب سمجھا اور ان کے مذہب کے لحاظ سے گفتگو کی یا بطور استہزاء یہ بات بیان کی۔ حقیقت مقصود نہیں ہے کہ ہم بھدنی انبیاء کو چونکہ ہدایت حاصل ہوتی ہے اس لئے جلال محقق نے ثبات اور دوام ہدایت پر اس کو محمول کیا ہے ہذا اس کو ربی خبر مذکر کی وجہ سے مذکر لایا گیا ہے اور اس کے مرجع خمس کی رعایت نہیں کی گئی۔

ہذا اکبر۔ یہ ایک بہت بڑا سیارہ ہے۔ چنانچہ بقول امام غزالیؒ سورج کا حجم ایک سو بیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔ وجہی للذی اس میں لام صلہ کا ہے۔ اسی توجہت نحول و الیل و حاجة آذربت سازی کیا کرتا تھا اور بت بنا کر فروخت کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا کرتا۔ ان کے بچپن کا زمانہ تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ آوازیں لگایا کرتے تھے کہ بے نفع اور بے ضرر چیز کون خریدتا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے خریدنا چھوڑ دیا۔ ایک رات اس بت کو نہر کے کنارے لے جا کر اس کا منہ پانی سے لگا دیا اور کہنے لگے کہ ”لے پانی پی۔“ غرضیکہ اس قسم کی استہزائی حرکتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں اور لوگ چوکنے ہو گئے اور پھر یہیں سے باہمی آویزش شروع ہو گئی۔ اتحاجونی۔ اول نون رفع..... کا ادغام نون وقایہ ثانیہ میں ہے، دوسری صورت تخفیف کی ہے۔ ایک کلمہ میں تشدید سے بچنے کے لئے۔ اس صورت میں قراء کے نزدیک نون وقایہ محذوف ہو گا نہ کہ نون رفع۔ کیونکہ وہ علامت رفع ہے اور بغیر جازم و ناصب کے افعال سے رفع کا حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ اہل مدینہ اور ابن عامر تخفیف نون کے ساتھ اور اکثر قراء تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

مالم ینزل۔ ماصولہ ہے یا موصوفہ ہے اور اشر حکم کا مفعول ثانی الذین امنوا۔ بقول علماء یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ ہے یا ان کی قوم کا یا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ پہلی دونوں صورتوں میں گویا یہ اسی الغریقین کا جواب ہے جو قوم پر حجت ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ محذوف کی جز ہوگی اور تیسری صورت میں الذین مبتداء اول اولشک مبتداء ثانی اور امن۔ مبتداء ثالث۔ لھم۔ اس کی خبر ہی اور پھر یہ جملہ خبر ہے اولشک کی اور یہ جملہ مل کر پھر اول مبتداء کی خبر ہے۔

حدیث الصحیحین۔ ابو مسعودؒ کی روایت ہے کہ یہ آیت مسلمانوں پر بڑی شاق معلوم ہوئی اور آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا ”اینالہم یظلم نفسہ“ آپ (ﷺ) نے فرمایا اس سے مراد صرف شرک ہے۔ ”ان الشرک لظلم عظیم“

رابط آیات:..... گذشتہ آیات کی طرح آیت قل ادعوا میں بھی توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا جا رہا ہے اور اسی کے ذیل میں بعث کا بیان ہے اور پھر آگے آیت واذ قال ابراہیم الخ سے اسی کی تائید میں پچھلا ایک تاریخ واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد اعلیٰ ہونے کے ناطے سے تمام عرب قوموں پر حجت ہے۔

شان نزول: ابن جریر وغیرہ کی روایت ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ تم دین محمد ترک کر کے ہری پیروی کرو۔ اس پر آیت قل ادعوا الخ نازل ہوئی اور آیت الذین الخ جب نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا ”آینا لم یظلم نفسہ“ مگر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ پس شبہ صاف ہو گیا۔

﴿تشریح﴾: آیت کالذی الخ سے جو شیاطین و جنات کے تصرفات بطور تمثیل ذکر کئے گئے ہیں یہ اپنے حقیقی معنی پر ہیں۔ اس لئے آیت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

قوم ابراہیم اور کلدانیوں کا مذہبی حال: قوم ابراہیم کے جو حالات قرآن کریم میں بیان ہوئے ان سے ان کا بت پرست اور کواکب پرست ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ نجوم کی تاثیرات ذاتی کے قائل تھے۔ چنانچہ آیات میں الوہیت اصنام کی تردید کے ساتھ ستاروں کی ربوبیت اور ذاتی تصرفات کا انکار بھی کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن ہی سے توحید کے اگرچہ محقق عارف تھے لیکن اس قسم کے مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ نبوت سے پہلے از خود یا نبوت کے بعد الہام و وحی کے ذریعہ توحید کے سلسلہ میں مناظرہ فرمایا۔ باقی یہ لوگ خدا کے قائل تھے۔ جیسا کہ لا اخفاف ما تشرکون اور فطر السموات والارض کے ظاہری مفہوم سے اور ان آیات مناظرہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجود باری کی تقدیر پر گفتگو ہو رہی ہے یا خدا کے منکر اور دہریئے تھے۔ جیسا کہ حاج ابراہیم فی ربہ میں نمرود کی طرز گفتگو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا منکر تھا۔ بہر حال گنجائش دونوں احتمال کی ہے۔ اگرچہ نمرود کے اس انکار کو تہمید و عنایہ پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے اور واقعہ میں وہ خالق کا قائل بھی ہو۔

حضرت ابراہیم کی ابتدائی اٹھان: بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ایک ایسے عہد اور ملک میں ہوا جہاں بابل اور نینوی کی عظیم الشان قومیں اجرام سماویہ کی پرستش میں مبتلا تھیں اور شہر میں زہرہ، چاند، سورج کے نام کے مندر تھے جہاں صبح و شام پرستاری کے لئے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سلیم پر خدا پرستی کی صداقت کھول دی گئی تھی اور خدا نے ان پر اپنی بادشاہت اور کارفرمائی کے جلوے کچھ اس طرح روشن کر دیئے تھے کہ جبل و غفلت کا کوئی پردہ بھی ان کی معرفت میں حائل نہ ہو سکا۔ جب ان پر حقیقت کھولی گئی تو علم و بصیرت کی کون سی حجت تھی جس نے ان کی رہنمائی کی؟ قرآن کریم نہایت عجیب و غریب پیرایہ بلاغت میں اس کا مرتعہ ہمارے سامنے کھینچ رہا ہے۔

کہ ایک شام میں زہرہ جب اپنی درخشانیوں کے ساتھ پردہ شب سے جھانکنے لگی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے بولے کہ یہ چمکتا ہوا ستارہ میرا پروردگار ہے۔ کیونکہ اسی کی مورتی کی پوجا کی جاتی ہے۔ لیکن جب کچھ دیر بعد وہ غروب ہو گیا تو کہنے لگے کہ ڈوب جانے والی اور چھپ جانے والی ہستیوں کا میں پرستار نہیں ہوں۔ پھر پردہ ظلمت چاک ہوا اور چمکتا ہوا چاند نکل آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے یہ پروردگار ہوگا۔ لیکن وہ بھی نہ نکلا اور غروب ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور آفتاب جہاں تاب درخشاں ہوا تو کہنے لگے کہ یہ سب سے بڑا ہے کہ اس سے بڑھ کر اجرام سماویہ میں کوئی دکھائی نہیں پڑتا، لیکن یہ دیکھو یہ بھی تو کسی کے حکم کے آگے جھکا ہوا ہے۔ اس کی روش کو بھی قرار نہیں۔ پہلے بڑھی پھر ڈھلی، پھر رفتہ رفتہ چھپ گئی۔

حضرت خلیلؑ کا اثر انگیز وعظ: بلا آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم مختار نہیں مجبور ہیں، حاکم نہیں محکوم ہیں۔ ایک بالائے ترہستی ہے جس نے ہمیں اپنے حکموں اور ضابطوں کے آگے جھکا رکھا ہے۔ پس ان سب سے جو بالا اور ان سب کا جو بنانے والا ہے صرف اسی کا ہوں، میری راہ شرک مکر نے والوں کی راہ نہیں ہے۔

لیکن جب ان کی قوم نے رذوکد کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے معبودان باطل سے نہ ڈراؤ، دیکھو ہم دو فریق ہیں۔ ایک میں ہوں کہ انہیں نہیں مانتا۔ جن کے ماننے کے لئے کوئی دلیل اور روشنی موجود نہیں اور ایک تم ہو کہ ان سب کی پرستاری کرتے ہو۔ جن کی پرستاری کے لئے کوئی دلیل و روشنی موجود نہیں۔ بلاؤ دونوں میں سے کس کی راہ امن کی راہ ہو سکتی ہے؟

اللہ کی پرستش کے لئے علم و بصیرت کی شہادت موجود ہو اور اس کی بنیاد صرف علم و حقیقت ہی ہو نہ کہ رسم و تقلید۔ یہ وہ ”حجتہ اللہ البالغہ“ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر کھول دی گئی تھی اور یہی بنیادی صداقت ہے جس سے خدا پرستی کی تمام روشنیاں ظہور میں آئیں۔ (ترجمان)

ایک نکتہ نا درہ: یہ تینوں واقعے ایک ہی شب کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کسی ستارہ کے غروب ہو جانے کے بعد ماہتاب اپنے افق سے طلوع ہو کر آفتاب طلوع ہونے سے پہلے غروب ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ تینوں باتیں یا الگ الگ راتوں میں پیش آئی ہوں گی یا کم از کم دورات میں ہوئی ہوں گی۔ پس دونوں جگہ فلحما کی قاء تعقیب و اقتران عرفی کے لئے ہوگی نہ کہ تعقیب حقیقی کے لئے اور ان ستاروں کی جسمیت اور ان کے طلوع اور تغیر سے بھی۔ اگرچہ ان کی ربوبیت کے ابطال پر استدلال ہو سکتا تھا مگر عوام کی رعایت سے اوضح دلیل یعنی غروب سے استدلال مناسب سمجھا گیا ہے کیونکہ غروب کی حالت کا تمام حالتوں میں موجب نقص ہونا بالکل واضح ہے۔

ایک نکتہ لطیف: اور ان ستاروں کا حجاب میں آنا چونکہ ان کے تغیر کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ابطال الوہیت کے لئے یہ استدلال مفید ہوا۔ مگر حق تعالیٰ کی تجلی کے بعد جو حجاب ہوتا ہے وہ چونکہ تغیر کی وجہ سے نہیں ہوتا، اس لئے اس سے حق تعالیٰ کی الوہیت کا ابطال نہیں ہو سکتا۔

الا ان يشاء الخ سے تقدیری حوادث کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مستثنیٰ کر دیا۔ تاکہ جہاں کو شبہ کا موقع نہ مل جائے کیونکہ انسان پر آخر حوادث آتے ہی رہتے ہیں۔ اس لئے پیش بندی فرمادی کہ اس سے استدلال فاسد ہے کیونکہ منجانب اللہ ہیں۔ پس یہ استثناء منقطع بمعنی لکن ہے۔

اہل سنت کی طرف سے معتزلہ کے استدلال کا جواب: الذین آمنوا الخ سے معتزلہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کہ ”چونکہ ظلم بمعنی شرک کا اجتماع ایمان کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ظلم بمعنی معصیت لیا جائے۔“ کیونکہ معتزلہ کے نقطہ نظر سے تو گناہ و معصیت بھی کفر و شرک کی طرح نفیض ایمان ہے اور شرک کی طرح گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی مومن نہیں ہے۔ اگرچہ معتزلہ جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایمان سے مراد صرف نفس تصدیق ہے۔ تاہم اہل سنت کی طرف سے جواب یہ ہے کہ لغوی ایمان شرک کے سانحہ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون میں ہے اس لئے بناء استدلال ہی منہدم ہو گئی اور یہ تفسیر صحیحین کی مرفوع روایت سے ثابت ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ لیس کے معنی جمع کے نہ لئے جائیں کہ معتزلہ کی طرف سے

جمع بین الضدین کا اشکال متوجہ ہو بلکہ کفر کی وجہ سے ایمان کا مغلوب و مقہور ہونا مراد ہو۔

اطلا کف آیات: آیت و نرد الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح وہ شخص بھی مبتلائے حیرت ہو جاتا ہے جو پہلے تو طریقت میں داخل ہو اور پھر خارج ہو جائے اور یہ حیرت مذموم کہلاتی ہے۔

اور آیت واذ قال ابراهیم الخ سے معلوم ہوا کہ حق میں مشغول ہونے اور اہل باطل سے مناظرہ کرنے میں بشرطیکہ حدود سے تجاوز نہ ہو کوئی منکرات نہیں ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مواقع پر نرمی کے مقابلہ میں گرمی اور خشونت کو ترجیح ہوتی ہے۔ آیت فلما جن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت و ارشاد میں مخاطب کے حال اور مصلحت کی رعایت مناسب ہے۔ جیسا کہ مصلحین اور مشائخ حکماء کی شان ہے۔

آیت ولا اخاف ماتشرکون الخ میں صرف لا اخاف پر اکتفاء کرنے کی صورت میں جو دعوے کا اہم ہوتا تھا الا ان یشاء سے ان کو دفع کر دیا۔ پس سورۃ دعویٰ کرنے سے بھی احتیاط رکھنی چاہئے اور آیت فای الفرقین الخ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو شفقت سے نصیحت کرنے کا موثر طریقہ یہ ہے کہ طریقہ تعبیر ایسا اختیار کرنا چاہئے جو اس کو انصاف کی طرف مائل کر دے۔ جیسا کہ یہاں احق بالامن متعین ہونے کے باوجود اہم اور استفہام میں مخاطب کو وحشت نہیں ہوگی۔

وَتِلْكَ مُبْتَدَأُ وَيُبَدِّلُ مِنْهُ حُجَّتُنَا الَّتِي أَحْتَجَّ بِهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَى وَحْدَانِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ أَقْوَالِ الْكُوفِ وَمَا بَعْدَهُ وَالْخَبَرُ اتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ ارْشَادًا لَهَا حُجَّةً عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَتٍ مَنْ نَشَاءُ بِالْإِضَافَةِ وَالتَّوْبِينَ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ فِي صُنْعِهِ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾ بِخَلْقِهِ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ إِنَّهُ كُلًّا مِنْهُمَا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَيْ قَبْلَ إِبْرَاهِيمَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ أَيْ نُوحٍ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِنَّهُ وَيُوسُفَ وَيُوسُفَ ابْنِ يَعْقُوبَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ كَمَا جَزَيْنَهُمْ نَجَزَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى ابْنَةَ وَغِيصَى ابْنِ مَرْيَمَ يُفِيدُ أَنَّ الذَّرِيَّةَ يَتَنَوَّلُ أَوْلَادَ الْبَنَاتِ وَالْيَاسُ ابْنُ أَخِي هَارُونَ أَحْسَى مُوسَى كُلٌّ مِنْهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۵﴾ وَاسْمَاعِيلَ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ وَالْيَسَعَ اللَّامُ زَائِدَةٌ وَيُونُسَ وَلُوطًا ابْنِ هَارُونَ أَخِي إِبْرَاهِيمَ وَكُلًّا مِنْهُمْ فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۸۶﴾ بِالنُّبُوَّةِ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ عَظَفَ عَلَى كُلِّ أَوْ نُوحًا وَمِنْ اللَّتَبْعِيضِ لِأَنَّ بَعْضَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَبَعْضُهُمْ كَانَ فِي وَلَدِهِ كَافِرٌ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ أَخْتَرْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۸۷﴾ ذَلِكَ الدِّينُ الَّذِي هَدَى اللَّهُ إِلَيْهِ هَدَى اللَّهُ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا فَرَضًا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ بِمَعْنَى الْكِتَابِ وَالْحُكْمِ الْحِكْمَةِ وَالنُّبُوَّةِ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا أَيْ بِهَدْيِهِ الثَّلَاثَةِ هَلْوَ لَاءِ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا رِصْدًا نَالَهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿۸۹﴾ هُمْ الْمُهَاجِرُونَ

وَالْأَنْصَارُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ طَرِيقَهُمْ مِنَ التَّوْحِيدِ وَالصَّبْرِ اِقْتِدَاهُ بِهَاءِ السَّكَبِ وَقَفَا وَضَلَا وَفِي قِرَاءَةٍ بِحَذْفِهَا وَضَلَا قُلْ لِأَهْلِ مَكَّةَ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَيْ الْقُرْآنِ أَجْرًا نَعْطُو بِهِ إِنْ هُوَ مَا الْقُرْآنُ إِلَّا ذِكْرٌ عِظَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۹۰﴾ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ

ترجمہ: .. اور یہ (مبتداء ہے اور اگلا لفظ اس سے بدل ہے) ہماری حجت ہے (جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ستاروں کے غروب سے استدلال کیا ہے اور اس کی خبر اگے ہے) جو ہم نے ابراہیمؑ کو دی (اس دلیل کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی ہے) ان کی قوم کے مقابلہ میں ہم جس کے، چاہتے ہیں درجے بند کر دیتے ہیں (لفظ درجات اضافت کے ساتھ بھی ہے اور تنوین کے ساتھ بھی اور مراد درجات علم و حکمت ہیں) اور یقیناً آپ (ﷺ) کے پروردگار بڑے حکمت والے ہیں (اپنی کارگزاری میں) اور بڑے علم رکھنے والے ہیں (اپنی مخلوق کا) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحقؑ اور یعقوبؑ (ان کے صاحبزادے) دیئے ہیں۔ ہم نے (ان دونوں کو) سیدھی راہ دکھلائی اور (ابراہیمؑ سے) پہلے نوحؑ کو ہم راہ دکھا چکے ہیں اور ان کی (نوحؑ کی) نسل سے داؤدؑ اور (ان کے صاحبزادے) سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ (صاحبزادہ یعقوبؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی) نیز اسی طرح (جس طرح ہم نے ان کو بدلہ دیا ہے) نیک کرداروں کا بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریاؑ (اور ان کے صاحبزادہ) یحییٰؑ عیسیٰؑ (ابن مریمؑ) اس سے معلوم ہوا کہ ذریعہ کا لفظ دختری اولاد کو بھی شامل ہوتا ہے) اور الیاسؑ (جو حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے بھائی ہارونؑ علیہ السلام کے بھتیجا ہیں) کہ (ان میں سے) سب نیک تھے اور نیز اسماعیلؑ (صاحبزادہ ابراہیمؑ) الیسعؑ (اس میں الف لام زائد ہے) یونسؑ اور لوطؑ (حضرت ابراہیمؑ کے بھائی ہارون کے بیٹے) کہ ہر ایک کو (ان میں سے) ہم نے دنیا والوں پر برتری دی تھی (نبوت کی بدولت) اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی نسل اور ان کے بھائی بندوں میں سے بھی کتنوں ہی کو (اس کا عطف کل پر یا نوحا پر ہے اور من بعض کے لئے ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض لا ولد ہوئے اور بعض کی اولاد کافر ہوئی ہے) ان سب کو ہم نے برگزیدہ کیا (چن لیا) تھا اور ان کو ہم نے راہ راست کی ہدایت کی تھی یہ (دین جس کی طرف ان سب کی رہنمائی فرمائی گئی ہے) اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کی روشنی دکھلا دیں اور اگر یہ لوگ (بالفرض) شرک کرتے تو ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہو جاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب (کتابیں) دی اور حکمت (دانش) اور نبوت عطا فرمائی۔ پھر اگر انکار کرتے ہیں ان (تینوں نعمتوں) سے یہ لوگ (مکہ والے) تو ہم نے حوالہ کر دی (اس کے لئے تیار کر دی ہے ہم نے) ایسی قوم جو سچائی سے انکار کرنے والی نہیں ہے (یعنی مہاجرین و انصار) یہ وہ لوگ ہیں (جنہیں) اللہ نے راہ حق دکھا دی۔ پس تم بھی ان ہی کی راہ (طریقہ توحید و صبر) کی پیروی کرو (وصل اور وقف کی حالت میں ہائے سکتہ کے ساتھ ہے اور ایک قرأت میں وصل کی حالت میں حذف ہا کے ساتھ ہے) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (مکہ والوں سے) کہ میں نہیں مانگتا اس (قرآن) پر کوئی معاوضہ (کہ تم دنیا چاہو) یہ (قرآن) اس کے سوا کچھ نہیں کہ نصیحت (وعظ) ہے تمام دنیا کے (انس و جن) کے لئے۔

تحقیق و ترکیب: اتیناھا۔ یہ حال ہے یا صفت ہے حجتاً خبر کی۔ علی قومہ متعلق ہی اتینا کے معنی غلبہ کے مضمین ہونے کی وجہ سے درجات تمیز ہے یا مفعول مطلق ہے یا ظرف ہے اور من نشاء کا مفعول محذوف ہے ای من نشاء رفعہ اور درجات اضافت کے ساتھ اگر ہے تو درجات مفعول بہ ہوگا اور تنوین کے ساتھ ہے تو من نشاء مفعول بہ اور درجات مفعول فیہ

ہو جائے گا۔ ای سرفع من نشاء رفعة فی درجات۔ وہبنا کاعطف وتلک پر ہے اور اسمیت و فعلیت کا فرق عطف کے لئے نافع ہوگا۔

ان رسل بہ نرفع درجات کی دلیل ہے کلاہدینا چونکہ حضرت ابراہیم کا ہدایت پر ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اس لئے اس سے مراد صرف ان کے بیٹے اور پوتے ہیں۔ من ذریتہ۔ حضرت ابراہیم کے بارے میں کلام ہونے کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ضمیر ان کی طرف راجع کی جائے۔ لیکن لفظ نوح کا قریب ہونا اور حضرت لوط اور یونس علیہما السلام کا ان کی اولاد میں نہ ہونا اس کا متقاضی ہے کہ ضمیر نوح کی طرف راجع کی جائے۔ اگرچہ بعض نے یونس کو اولاد ہی میں شمار کیا ہے اور لوط علیہ السلام سے بھی بھتیجا ہونے کے لحاظ سے تغلیباً مثل اولاد ہی کے ہیں۔ الیاس۔ مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون کی اولاد میں ہیں جیسا کہ جمہور کی رائے ہے کہ ان کا شجرہ یہ ہے الیاس بن یاسین بن فنحاص بن العیز ابن ہارون بن عمران۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب تبحر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہاں علامہ سیوطی، علای محلی کی تقلید میں اس قول کو اختیار کر رہے ہیں۔ جس کو اتقان میں ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن اخی ہارون اخی موسیٰ کہنا اس بناء پر ہوگا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے اخیانی بھائی ہوں۔ اگر ابن اخی موسیٰ کہہ جاتا تو جمل وغیرہ کے بیان کے مطابق ہو جاتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ الیاس سے مراد ادریس علیہ السلام ہیں جو نوح کے دادا ہیں۔ اس صورت میں ان کو ماقبل سے مخصوص کرنا پڑے گا اور زکریا اور اس کے مابعد کا عطف مجموعہ کلام سابق پر کرنا پڑے گا نہ کہ داؤد پر۔

الیسع۔ یہ ابن اخطوب بن العجز ہیں اور یونس سے ابن متی مراد ہیں۔ من ابائہم اس میں من تبعیضہ ہے اور ضمیریں مجموعہ کی طرف راجع ہیں۔ اسی طرح اتیناہم الکتاب میں مجموعہ محکوم علیہ ہے اس لئے اب ہر ایک باپ، بیٹا، بھائی کا صاحب کتب ہونا لازم نہیں آتا۔ ہاں حکمت و نبوت سب میں مشترک رہے گی۔

ہدیناہم یہ مرفوعاً ہدینا کی تفصیل ہے۔ من یشاء اس میں روئے معزلہ کے اس خیال کا کہ اللہ نے ساری مخلوق کی ہدایت چاہی۔ مگر لوگ ہدایت نہیں پاتے۔ اولئک مذکورہ اٹھارہ پیغمبروں کی طرف اشارہ ہے۔ بھا۔ اس کی ضمیر بطریقہ استخدام نبوت کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کلام آپ ہی کی نبوت میں ہو رہا ہے۔ تو ما اس سے مراد صحابہ ہیں یا مذکورہ انبیاء اور ان کے تبعین ہیں یا ہر مومن یا اہل عجم ہیں۔ فہداهم اقتدہ۔ انبیاء کی ہدایت کی تقلید ان کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے ہے۔ البتہ اضافت موافقت کے لئے۔ اسی لئے بعض علماء نے اس آیت سے آپ کے مجموعہ کمالات اور جامع صفات ہونے پر استدلال کیا ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جاہل محقق نے من التوحید نکال کر اس شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے تو آنحضرت (ﷺ) کا تبع انبیاء ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ آپ (ﷺ) کا دین سب کے لئے ناسخ ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اصول دین میں اتباع مراد ہے نہ کہ فروع میں اور ناسخ ثانی لحاظ سے ہے نہ کہ اول لحاظ سے۔ ہائے سکتہ سے مراد یہ ہے کہ وقف کے وقت آرام کے لئے صرف ہالایا جائے۔ للعالمین۔ اس آیت سے بھی علماء نے آنحضرت (ﷺ) کا افضل الانبیاء ہونے ثابت کیا ہے۔

رابط آیات: اثبات توحید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر کیا تھا۔ اب پورے رکوع میں اٹھارہ پیغمبروں کا

مجمل ذکر کر کے توحید و رسالت ہی کی تائید و تقویت کرتی ہے۔

﴿تشریح﴾: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کی یہ تمام شخصیتیں جن کا ذکر اس رکوع میں کیا گیا ہے دین حق اور راہ توحید پر کاربند ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب و نبوت کی برگزیدگی کے لئے چن لیا۔ اس لئے آنحضرت (ﷺ) کو حکم ہے کہ انہیں کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ ایک گروہ سچے مومنوں کا پیدا کر دے گا جو اس راہ کی پیروی اور حفاظت اپنے ذمہ لے لے گا اور انکار کرنے کی سچائی کا شناسا ہوگا۔ چنانچہ انصار و مہاجرین کا گروہ پیدا ہوا۔ جس نے اس راہ کی حفاظت اپنی ذمہ لے لی۔

لظائف آیات: آیت کذلک نجزی المحسنین سے معلوم ہوتا ہے کہ آباؤ اجداد کے صلاح و احسان کو اولاد کے صلاح و احسان میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی بڑوں کے احسان کا صلہ یہ ملتا ہے کہ ان کی اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی معارض پیش نہ آئے تو بزرگوں کی اولاد میں رشد و ہدایت کی ایک خاص شان ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ آیت واجتنبناہم الخ جذب و سلوک کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لفظ اجتنبنا سے جذب اور لفظ ہدینا سے سلوک کی طرف اشارہ ہے اور آیت ولو اشرکوا سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان اللہ کا ایسا محبوب بالذات نہیں کہ کسی حال میں اس پر مواخذہ نہ ہو سکے۔ جیسا کہ جبلاء حضور سرور عالم (ﷺ) یا اولیائے امت کے بارے میں خیال رکھتے ہیں اور ان کو معشوق عرفی پر قیاس کرتے ہیں۔

وَمَا قَدْ رَوَا أَيُّ الْيَهُودِ اللَّهُ حَقَّ قُدْرَهُ أَى مَا عَظُمُوهُ حَقَّ عَظَمَتِهِ أَوْ مَا عَرَفُوهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ إِذْ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَاصَمُوهُ فِي الْقُرْآنِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ لَهُمْ مَن أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ قَرَاتِيْسَ أَى يَكْتُبُونَهُ فَيُذَفَاتِرُ مَقْطَعَةً تُبَدِّلُونَهَا أَى مَا يُحِبُّونَ ابْدَاءُ مِنْهَا وَتُخَفُّونَ كَثِيرًا مِّمَّا فِيهَا كَنَعَتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلِمْتُمْ أَيُّهَا الْيَهُودُ فِي الْقُرْآنِ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ مِنَ التَّوْرَةِ بَيَّانٍ مَا التَّبَسَّ عَلَيْكُمْ وَأُخْتَلَفْتُمْ فِيهِ قُلِ اللَّهُ أَنْزَلَهُ إِنْ لَمْ يَقُولُوهُ لَا جَوَابَ غَيْرِهِ ثُمَّ ذَرَهُمْ فِي خَوْضِهِمْ بِاطْلِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾ وَهَذَا الْقُرْآنُ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْ هِيَ قُلَّةٌ مِّنَ الْكُتُبِ وَلِتُنذِرَ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ عَلَى مَعْنَى مَا قَبْلَهُ أَى أَنْزَلْنَاهُ لِلْبَرَكَةِ وَالتَّصْدِيقِ وَلِتُنذِرَ بِهِ أُمُّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا أَى أَهْلَ مَكَّةَ وَسَائِرَ النَّاسِ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾ خَوْفًا مِّنْ عِقَابِهَا وَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِإِدْعَاءِ النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا أَوْ قَالَ أَوْحَى إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ نَزَلَتْ فِي مُسَيِّمَةِ الْكَذَّابِ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَهُمْ الْمُسْتَهْزِءُونَ قَالُوا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا وَلَوْ تَرَى يَا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

إِذَا الظَّالِمُونَ الْمَذْكُورُونَ فِي غَمَرَاتِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ إِلَيْهِمْ
بِالضَّرْبِ وَالْتَعَذِّبُ يَقُولُونَ لَهُمْ تَعْنِيفًا أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ إِلَيْنَا لِنَقْبِضَهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ الدَّعْوَى النُّبُوَّةَ وَالْإِيحَاءَ كَذِبًا وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ
تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ تَكْبَرُونَ عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا جَرَابٌ لَوْ لَرَأَيْتَ أَمْرًا قَاطِعًا وَيُقَالُ لَهُمْ إِذَا بُعِثُوا لَقَدْ
جِئْتُمُونَا فَرَادَى مُنْفَرِدِينَ عَنِ الْآهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ كَمَا خَلَقْنَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَيْ حُفَاةً غُرَاةً غُرْلًا
وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَكُمْ أَعْطَيْنَاكُمْ مِنَ الْأَمْوَالِ وَرَأَى ظُهُورَكُمْ فِي الدُّنْيَا بَغِيرَ اخْتِيَارِكُمْ وَيُقَالُ لَهُمْ
تَوْبِيحًا مَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُمْ الْأَصْنَامَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ أَيْ فِي اسْتِحْقَاقِ عِبَادَتِكُمْ
شُرَكَاءُ اللَّهِ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَصْلُكُمْ أَيْ تَشَتَّتَ جَمْعُكُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالنَّصْبِ ظَرْفٌ أَيْ وَصْلُكُمْ
بَيْنَكُمْ وَصَلَّ ذَهَبَ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۳﴾ فِي الدُّنْيَا مِنْ شَفَاعَتِهَا

ترجمہ: اور ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ کی شایان شان قدر نہیں کی (یعنی جو ان کی عظمت کا حق تھا وہ ادا نہیں کیا۔ یا
ان کی معرفت کا حق پورا نہیں کیا) جب کہ یوں کہہ دیا (نبی کریم ﷺ) سے قرآن کریم کے سلسلہ میں رد و کد کرتے ہوئے (کہ اللہ نے
کسی انسان پر کوئی چیز ہی نہیں اتاری تم (ان سے) کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری؟ جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے جو لوگوں کے لئے روشنی
اور ہدایت ہے اور جسے تم نے تیار کیا ہے (متنوں جگہ یا اور تا کے ساتھ آیا ہے) چند اوراق کا مجموعہ (متفرق اوراق میں الگ الگ لکھ چھوڑا
ہے) لوگوں کو دکھاتے ہو (جن باتوں کا ظاہر کرنا تمہارے من پسند ہوتا ہے) اور بہت سی باتیں چھپا لیتے ہو (آنحضرت ﷺ) کی
خوبیاں اور اوصاف کی قسم سے جو باتیں اس میں ہیں (نیز تمہیں سکھائی گئی ہیں) (اے یہودیو! قرآن کریم میں) وہ باتیں جو پہلے نہ تم
جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ (تورات کی وہ باتیں جو تم پر مشتبہ ہو گئیں اور تم اختلافات میں پڑ گئے) آپ (ﷺ) کہہ دیجئے اللہ
نے (وہ کتاب اتاری ہے اگر یہ خود جواب نہ دے سکیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے نہیں) پھر انہیں ان کی کاوشوں (کج
بختیوں) میں چھوڑ دیجئے کہ یہ کھلتے رہیں اور یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اپنے سے پہلی کتاب کی
تصدیق کرنے والی (جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں) اور اس لئے نازل کی تاکہ تم متنبہ کرو (تاء اور یاء) کے ساتھ عطف ہے
ما قبل کے معنی پر۔ یعنی ہم نے برکت و تصدیق کے لئے اور ڈرانے کے لئے اس کو نازل کیا ہے) ام القرئی کے باشندوں اور آس پاس
چاروں طرف بسنے والوں کو (یعنی مکہ معظمہ کے رہنے والوں اور باقی تمام دنیا کے لوگوں کو) سو جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ اس پر
بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتے (عذاب سے ڈرتے ہوئے) اور کون ہے؟ (یعنی کوئی نہیں)
اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا۔ جو اللہ پر جھوٹ بول کر افتراء کرے (نبی نہ ہو اور دعوائے نبوت کرے) یا کہے مجھ پر وحی کی گئی ہے۔
حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آئی (یہ آیت مسلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے) اور اس سے بھی جو کہے میں بھی ایسی ہی بات
اتار دکھاؤں گا۔ جیسی اللہ نے اتار دی ہے۔ (اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو استہزاء کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ "اگر ہم چاہیں تو ایسا
کلام ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔" اور آپ (ﷺ) (اے محمد ﷺ)!) اس وقت کو ملاحظہ کریں جب کہ (یہ) ظالم لوگ جان کنی (موت) کی

مذہبوں میں پڑے ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے (ان کی طرف مارنے اور عذاب دینے کے لئے اور سختی سے بھڑکتے ہوئے کہتے ہوں گی کہ) اپنی جانیں نکال باہر کرو (ہماری جانب تاکہ ہم ان پر قبضہ کر سکیں) آج کا دن وہ ہے جس میں تمہیں رسوا کرنے والا (ذلت آمیز) عذاب دیا جائے گا۔ ان باتوں کی پاداش میں جو تم اللہ پر تمہیں باندھا کرتے تھے (غلط طور پر دعویٰ نبوت و وحی کر کے) اور ان کی آیات سے گھمنڈ کرتے تھے (ان پر ایمان لانے سے کبر اختیار کرتے تھے اور لو کا جواب لراہت امر افضلیاً ہے) اور (مرنے کے بعد جب دوبارہ زندہ ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا) دیکھو بلا ختم ہمارے حضور اکیلی جان آگئے (گھریا، بال بچوں سے الگ تھلگ ہو کر) جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا گیا تھا (یعنی برہنہ پاء، ننگ دھڑنگ، بغیر ختنہ) اور جو کچھ تمہیں (ماں) دیا تھا وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے (دنیا میں اور ان سے ڈانٹتے ہوئے کہا جائے گا کہ) ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے ان ہستیوں (بتوں) کو جنہیں تم نے شفاعت کا وسیلہ سمجھا تھا اور جن کی نسبت تمہارا زعم تھا کہ تمہارے کاموں (استحقاق عبادت) میں (اللہ کے) شریک ہیں تمہارے ساتھ رشتے (ناطے) ٹوٹ گئے (یعنی تمہاری جمعیت بکھر گئی اور ایک قرأت میں نصب کے ساتھ ظرف ہے یعنی تمہارے آپس کے تعلقات) اور غائب (گم) ہو گئے جو کچھ تم زعم کیا کرتے تھے (دنیا میں ان کی شفاعت کے باب میں)۔

تحقیق و ترکیب: قدر و اصل معنی معرفة المقدار بالشر کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال معرفة الشئى باتم الوجوہ میں ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اب یہی حقیقی معنی ہو گئے۔ نور او ہدی اسی طرح تجعلونہ سب حال ہیں اور تبدولہا قراطیس کی صفت ہے اور یہی مدار مذمت ہے بـجعلونہ ابن کثیر اور ابو عمرو کی قرأت یا کے ساتھ ہے اور باقی کی تا کے ساتھ۔ قراطیس قرطاس کی جمع ہے۔ یہود نے تورات کے مختلف حصے کر رکھے تھے۔ جن حصوں میں من مانی باتیں تھیں ان کو نمایاں رکھتے اور باقی کو عوام سے مخفی مصدق۔ چونکہ اضافت لفظیہ ہے اس لئے اس کی صفت میں مکرہ لا نا صحیح ہو گیا۔

ام القرى اہل قری کا قبلہ اور بلجاء و ماویٰ ہونے کی وجہ سے۔ نیز ناف زمین ہونے کی وجہ سے مکہ کو ام القرى کہا گیا ہے۔ ومن حولہا کے الفاظ سے آپ کی بعثت عام ثابت ہوتی ہے۔ من قال۔ یہاں او کی بجائے واؤ لایا گیا ہے تاکہ اس کا عطف معلوم ہو جائے اور تغیر اسلوب سے اللہ کی مساوات کا ابہام نہ رہے برخلاف ما قبل کے۔

ولو تری۔ مفعول محذوف ہے ای الظالمین۔ غمرات۔ جمع غمرۃ کی۔ بمعنی شدت موت۔ اخر جوا۔ اس سے مقصود مرعوب کرنا اور شدت میں اضافہ کرنا ہے۔ کیونکہ کفار و فاسق کی روح نکلنے میں ہچکچاہٹ اور پس و پیش کرے گی ورنہ حقیقی معنی امر کے مطلوب نہیں کیونکہ غیر اختیاری چیز ہے۔

بینکم۔ یہ اسم بمعنی وصل ہے۔ اس کو فاعل بنا دیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ ظرف ہے تو سعا اس کی طرف فاعل کی اسناد کردی گئی ہے۔ ای وقع التقطع بینکم زجاج کی رائے ہے کہ لفظ بین اضداد میں سے وصل اور فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بین کے منصوب ہونے کی صورت میں فاعل مضمّر ہوگا۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں توحید کا ذکر قصداً اور رسالت کا ذکر تبعاً تھا۔ ان آیات میں وما قدر و اللہ سے رسالت کا بیان مقصود ہے اور گزشتہ آیات میں ما انزل اللہ سے ان لوگوں پر رد تھا جو صرف منکرین نبوت تھے۔ مگر خود اپنے لئے کسی بات کے دعویدار نہیں تھے۔ لیکن آیت ومن اظلم الخ میں ان منکرین نبوت کا بیان ہے جو خود اپنے لئے بھی نبوت و وحی کا مدعی ہیں۔

شان نزول: ... مالک بن صیف یہودی نے ایک مرتبہ مذہبی جوش میں آ کر آنحضرت (ﷺ) سے یہاں تک کہہ دیا وما انزل اللہ علی بشر من شیء جس پر آیت وما قلروا اللہ نازل ہوئی۔ لیکن اس شان نزول پر اشکال یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ حالانکہ واقعہ مدنی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ آیت سورت کے مکی ہونے سے مستثنیٰ ہو اور یا پھر کہا جائے چونکہ قریش کا اختلاط یہود سے رہتا تھا جس کی وجہ سے تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہتا تھا تو ممکن ہے یہود کے ان خیالات کو قریش نے آپ (ﷺ) کے سامنے نقل کیا ہو۔

قائدہ فرماتے ہیں کہ آیت اوفال اوحی الی الخ مسلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں دو قاصد بھیجے تھے اور آپ (ﷺ) نے پوچھا کہ کیا تم مسلمہ کی نبوت کی شہادت دیتے ہو؟ انہوں نے اقراری جواب دیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ ”اگر قاصد کا قتل روا ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔“

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ خواب میں میرے سامنے زمین کے خزانے پیش کئے گئے اور دو سونے کے کنگن میرے ہاتھوں پر رکھ دیئے گئے جن سے مجھے گرانی ہوئی۔ تاہم مجھے پھونک مارنے کا حکم ہوا۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے تعبیر لی کہ اس سے مراد اسود غسی صنعائی اور مسلمہ کذاب صاحب یمامہ مدعیان نبوت ہیں۔ اسود غسی کو ”ذوالحمار“ بھی کہا جاتا تھا جس نے آخری عہد نبوت میں دعویٰ نبوت کیا تھا۔ لیکن فیروز دیلمیؒ نے جب اس کو قتل کر دیا اور آپ (ﷺ) کی وفات سے دو روز پہلے آپ (ﷺ) کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا ”فاز فیروز الدیمی بقتل الاسود العنسی۔“

مجملہ دعوائے وحی کرنے والوں کے عبد اللہ بن سعید بن ابی سرح کاتب وحی بھی تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت (ﷺ) آیت ولقد خلقنا الانسان الخ لکھوار ہے تھے تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے فلبارک اللہ احسن الخالقین۔ آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا لکھو کیونکہ وحی ایسے ہی آئی ہے لیکن اسے شک ہو گیا اور کہنے لگا کہ ان کا محمد صادقاً فقد اوحی الیہ وان کان کاذباً فقد قلت کما قال۔ اس کے بعد مرتد ہو کر مکہ معظمہ چلا گیا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ نے نادم ہو کر پھر تہجد یا سلام کر لی تھی۔

﴿تشریح﴾: منکرین کی تین قسمیں: منکرین نبوت و وحی تین طرح کے لوگ تھے ایک منکرین نبوت و وحی کہ جن کا رد پہلے گزر چکا ہے اور دوسرے اہل کتاب کہ وہ اگرچہ نفس نزول وحی کے تو منکر نہ تھے لیکن تعصب و نفسانیت کی وجہ سے نزول قرآن پر اظہار تعجب کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اللہ کا کلام کبھی اس طرح نازل نہیں ہو سکتا۔ ان کے پڑھے لکھے ہونے اور باخبر سمجھے جانے کی وجہ سے مشرکین بھی ان کی باتوں سے سند پکڑتے تھے۔ پس یہاں علماء، اہل کتاب سے الزامی گفتگو کی جارہی ہے کہ اگر اللہ نے اپنا کلام نازل نہیں کیا تو بتلاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو رات کس نے اتاری تھی۔ جس کو اولاً تو تم مانتے ہو۔ دوسرے وہ نور ہدایت ہونے کی وجہ سے ماننے کے لائق بھی ہے۔ تیسرے ہر وقت وہ تمہاری استعمال میں بھی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ استعمال شرمناک ہے۔ لیکن تاہم اس کے باوجود تمہارے لئے گنجائش انکار تو نہیں رہی۔ جو تمہارے لئے وہ ایک بہت بڑی قیمتی دولت ہے۔ جس کی بدولت آج تم عالم بنے بیٹھے ہو۔ اس لئے بھی تمہارے لئے گنجائش نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کی صورت دکھاتے رہتے ہو۔ مگر ہوائے نفسانی اور شرارت طبیعت کی وجہ سے اصل احکام چھپاتے رہتے ہو۔

اور تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جو قرآن کے مثل تصنیف کرنے کے مدعی تھے۔ جیسے نصر بن حارث جس نے کہا تھا۔ لو نشاء لقلنا

مثلاً ہذا اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے عذاب ہونے لگا تو لات وعزنی مجھے بچالیں گے۔ اسی کے جواب میں ولقد جنتموننا الخ فرمایا ہے۔

کتاب اللہ کے حصے بخرے:..... تجعلونه الخ سے ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے مختلف اغراض کی خاطر تورات کے اوراق اور اجزاء الگ الگ کر رکھے ہوں گے اور حسب موقعہ ان سے کام لیتے رہتے ہوں گے لیکن مجازاً یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے ذہن میں مضامین تورات کے مختلف حصے تجویز کر رکھے تھے اور اپنی دنیاوی اغراض کی خاطر کچھ کو طاق نسین کی نذر کر رکھا تھا اور کچھ پر تاویل و تلمیس اور اخفاء کے پردے ڈال رکھے تھے۔ البتہ جو مضامین مفید مطلب ہوتے تھے ان کو نمایاں کرتے تھے۔ جیسے آج کل علماء سوء کا بعینہ یہی حال ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کلام جب مکہ کے باشندوں بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کو برائیوں سے روکتا ہے اور نیکیوں کی دعوت دیتا ہے، نیز اپنی دعوت سے اس نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو عبادت الہی میں ثابت قدم رہتی ہے۔ پس جو انسان ایسے پر تاثیر اور مبارک کلام کا حامل ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ پر افتراء کرے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی گنہگاری کا کام نہیں ہو سکتا۔

موت کی سختی:..... سكرات موت میں جسمانی سختی نہ تو کفار کے لوازم میں سے ہے اور نہ خواص میں سے۔ اس لئے روحانی اذیت و شدت مراد لی جائے گی اور اخر جو الخ سے مراد حقیقت امر نہیں ہے۔ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ محض زجر و شدت کا اظہار مقصود ہے۔ اگر عبد اللہ بن ابی سرح کی تجدید اسلام کی روایت ثابت ہے تو پھر اس وعید سے استثناء کر لیا جائے گا کیونکہ علت و عید مرتفع ہو جانے سے خود وعید بھی مرتفع ہو جائے گی اور بعض روایات میں جو مومنین کا کپڑے پہننا آیا ہے وہ لفظ فرادی کے منافی نہیں ہے۔ ممکن ہے برہنگی اصلی حالت ہو اور لباس کا ملنا اس کے بعد ہو۔ پھر خواہ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے سے پہلے یا اس کے بعد اور قطع تعلق یا تو ظاہراً بھی ہو جائے گا جیسے فریلنا الخ سے معلوم ہوتا ہے اور یا شفاعت نہ کرنے کے لحاظ سے قطع تعلق مراد ہوگا۔ اگرچہ حسی طور پر یکجائی رہیں۔

لطايف آیات:..... آیت ومن اظلم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی جھوٹے خواب یا جھوٹے الہام اور وارید نہیں یا کسی اور کمال کا مدعی ہو یا تو حید حقیقی اور فنا نیت کاملہ یا مشیخت کا غلط دعویٰ کرے یا اپنے فاسد اوہام اور خیالات کو فیض غیبی سمجھے تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ فَلَقُ شَأْنِ الْحَبِّ عَنِ النَّبَاتِ وَالتَّوْبَىٰ عَنِ النَّخْلِ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ كَمَا لِنَسَانِ وَالطَّائِرِ مِنَ النُّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ النُّطْفَةِ وَالْبَيْضَةِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكَمُ الْفَالِقُ الْمُخْرِجُ اللَّهُ فَانِي تَوْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَكَيْفَ تُصْرَفُونَ عَنِ الْإِيمَانِ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ فَالِقُ إِلَّا صَبَاحٌ مُّصَدَّرٌ بِمَعْنَى الصُّبْحِ أَيْ شَأْنُ عُمُودِ الصُّبْحِ وَهُوَ أَوَّلُ مَا يَبْدُو مِنْ نُورِ النَّهَارِ عَنْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكْنًا يَسْكُرُ فِيهِ الْخَلْقُ مِنَ التَّعَبِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ اللَّيْلِ حُسْبَانًا حِسَابًا لِلْأَوْقَاتِ أَوِ الْبَاءِ مَحْذُوفَةً وَهُوَ حَالٌ مِنْ مُّقَدَّرٍ أَيْ يَحْرِيَانِ بِحُسْبَانٍ كَمَا فِي سُورَةِ الرَّحْمَنِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ تَقْدِيرُ

الْعَزِيزُ فِي مُلْكِهِ الْعَلِيمُ ﴿۹۶﴾ بِخَلْقِهِ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِي الْأَسْفَارِ قَدْ فَصَّلْنَا بَيْنَنَا الْأَيَاتِ الدَّلَالَاتِ عَلَى قُدْرَتِنَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۹۷﴾ يَتَدَبَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ هِيَ أَدَمٌ فَمُسْتَقَرٌّ مِنْكُمْ فِي الرَّحِمِ وَمُسْتَوْدَعٌ مِنْكُمْ فِي الصُّبِّ وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ الْقَافِ أَيْ مَكَانِ قَرَارِ لَكُمْ قَدْ فَصَّلْنَا الْأَيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿۹۸﴾ مَا يُقَالُ لَهُمْ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا فِيهِ الثِّقَاتِ عَنِ الْعَيْبَةِ بِهِ بِالْمَاءِ نَبَاتُ كُلِّ شَيْءٍ يَبْتُ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ أَيْ النَّبَاتِ شَيْئًا خَضِرًا بِمَعْنَى أَخْضَرَ نَخْرُجُ مِنْهُ مِنَ الْخَضِرِ حَبًّا مَتَرًا كَبَابًا يَرْكَتُ نَعْصُهُ نَعْصًا كَسَنَابِلِ الْجِطَةِ وَنَحْوَهَا وَمِنَ النَّخْلِ خَبَرٌ وَيُبْدَلُ مِنْهُ مِنْ طَلْعِهَا أَوَّلُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فِي أَكْثَامِهَا وَالْمُبْتَدَأُ قِنَوَانٌ عَرَا جَيْنٌ دَانِيَةٌ قَرِيبٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَخْرَجْنَا بِهِ جَنَّتٍ بَسَائِينَ مِنْ أَغْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ مُشْتَبِهًا وَرَفْهُمَا حَالٌ وَغَيْرُ مُتَشَابِهٍ ثَمَرُهُمَا أَنْظُرُوا يَا مُخَاطَبِينَ نَظَرَ إِعْتِبَارٍ إِلَى ثَمَرِهِ يَفْتَحُ الثَّاءُ وَالْمِيمُ وَبِضْمِهِمَا وَهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ كَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشْبَةٍ وَخُشْبٍ إِذَا أَثْمَرَ أَوَّلُ مَا يَبْدُو وَكَيْفَ هُوَ وَإِلَى يَنْعِهِ نَضِجُهُ إِذَا أَدْرَكَ كَيْفَ يَعُودُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ دَلَالَاتٍ عَلَى قُدْرَتِهِ تَعَالَى عَلَى الْبَعْثِ وَغَيْرِهِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمُ الْمُتَفَعِّلُونَ بِهَا فِي الْإِيمَانِ بِخِلَافِ الْكَافِرِينَ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مَفْعُولٌ ثَانٍ شُرَكَاءَ مَفْعُولٍ أَوَّلٍ وَيُبْدَلُ مِنْهُ الْجِنُّ حَيْثُ أَطَاعُوهُمْ فِي عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَقَدْ خَلَقَهُمْ فَكَيْفَ يَكُونُونَ شُرَكَاءَ هَ وَخَرَقُوا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أَيْ اخْتَلَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ حَيْثُ قَالُوا عَزِيزُ اللَّهِ وَالْمَلِكَةُ بَنَتْ اللَّهُ سُبْحَنَهُ تَنْزِيهَا لَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۰۰﴾ بَانَ لَهُ وَلَدًا

۱۲
ع
۱۸

ترجمہ: بلاشبہ اللہ میاں شق کرنے والے (پھاڑنے والے) ہیں بیج کے دانوں کو (سبزیوں سے) اور گٹھلی کو (کھجور کے درخت سے) وہ جاندار کو بے جان چیز سے نکالتے ہیں (جیسے انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے) اور بے جان (نطفہ، انڈے) کو جاندار چیز سے۔ وہی (جو شق کرنے اور نکالنے والے ہیں) اللہ ہیں پھر تم کدھر کو بیکے چلے جا رہے ہو؟ (ویل و برہان موجود ہوتے ہوئے۔ پھر کس طرح ایمان سے روگردانی کر رہے ہو) وہ صبح کو نمودار کرنے والے ہیں (اصباح مصدر ہے بمعنی صبح۔ یعنی سپیدہ صبح نمودار کرنے والے ہیں اور اس سے مراد تڑکے کا وہ حصہ ہے جو رات کی اندھیری چاک کر کے دن کا اجالا نمایاں کر دیتا ہے) اور رات کو سکون کا ذریعہ بنادینے والے ہیں (مخلوق تھک کر رات میں آرام پاتی ہے) اور سورج اور چاند کو (نصب کے ساتھ محل لیل پر عطف کرتے ہوئے) معیار حساب بنادیا ہے (اوقات کا انضباط یا بامعذوف ہے اور فعل مقدر سے حال ہے ای بیجریان بحال جیسے کہ سورہ رحمن میں ہے) یہ (مذکورہ) اندازہ ہے اس ذات کا جو (اپنے ملک میں) سب پر غالب آنے والے اور (اپنی مخلوق کا) سب حال جاننے والے ہیں۔ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے ستارے بنادیئے تاکہ تم راہ پالو، ان کی علامتوں کے ذریعہ بیابانوں اور سمندروں کی اندھیروں میں (سفر کرتے ہوئے) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بیان کر دی (بتلاوی) ہیں نشانیاں (اپنی قدرت کی علامات) ان

لوگوں کے لئے جو جاننے والے ہیں (غور و فکر سے کام لیتے ہیں) اور پھر وہی ہیں جنہوں نے تمہیں اکیلی جان (آدم) سے نشوونما دی (پیدا کیا) پھر تمہارے لئے قرار پانے والی جگہ ہے (رحم مادر میں) اور ایک جگہ چندے رہنے کی ہے (تمہارے لئے باپ کی پشت اور ایک قرابت میں لفظ مستقر فتح قاف کے ساتھ ہے۔ یعنی تمہارے لئے قرار گاہ) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں اپنی نشانیاں۔ ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے بوجھتے ہیں (جو کچھ ان سے کہا جائے) اور وہی ہے جو آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر ہم پیدا کرتے ہیں (اس میں غیو بت سے التفات پایا گیا ہے) اس (پانی) سے ہر قسم کی روئیدگی (جس کی پیداوار ہوتی ہے) پھر ہم نے نکالی اس (روئیدگی) سے ہر ظاہری ٹہنیاں اخضر بمعنی اخضر ہے) کہ نمودار کرتے ہیں ہم اس (سبز ٹہنیوں) سے اوپر تلے چڑھے ہوئے دانے (ایک دوسرے پر تہ بہ تہ جمے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے گیسوں وغیرہ کی بالیں) اور کھجور کے درخت سے (یہ خبر ہے اس کا بدل آگے ہے) جس کی شاخوں میں گچھے ہیں (کھجور کے درخت میں سے جو گچھے پھوٹتے ہیں۔ اگلا لفظ مبتداء ہے) جھکے پڑتے ہیں (ٹلکے جاتے ہیں) تہ بہ تہ ہیں (ایک دوسرے سے گندھے ہوئے ہیں) اور (ہم نے نکالے ہیں اس پانی سے) باغات (چمن) انگوروں کے اور زیتون اور انار کے کہ آپس میں ملتے جلتے ہیں (ان کے پتے۔ یہ حال ہے) اور ایک دوسرے سے مختلف (ان کے پھل) دیکھو۔ (اے مخاطب بنظر عبرت) ان کے پھلوں کے (ماء اور میم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ثمر جمع ہے ثمرة کی جیسے شجرة اور خشبة کی جمع خشب آتی ہے) جب درخت پھل لاتا ہے (شروع میں جب کیریاں آتی ہیں) تو کس طرح نکلتی ہیں اور پھر ان کے پکنے کو دیکھو (کہ کس طرح پکنے کے بعد مکمل ہو گیا اور انتہائی حالت پر پہنچ گیا) بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں (جو اللہ کے دوبارہ زندہ کرنے پر دلالت کر رہی ہیں) جو لوگ یقین رکھتے ہیں (خاص طور پر ان کا ذکر اس لئے کیا کہ ایمان لانے میں ایسے ہی لوگ نفع اٹھا سکتے ہیں برخلاف کفار کے) اور ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ ٹھہرا رکھے ہیں (یہ جعلوا کا مفعول ثانی ہے) شریک (یہ مفعول اول ہے اس کا بدل آگے ہے) بتوں کو (کیونکہ بت پرستی میں ان کی اطاعت کرتے ہیں) حالانکہ انہیں بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے (پھر کس طرح یہ شریک خدائی بن سکتے ہیں) اور انہوں نے تراش لی ہیں (تخفیف و تشدید کے ساتھ ان کو پڑھا گیا ہے۔ یعنی انہوں نے شریک اختراع کر لیا ہے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علمی روشنی کے) چنانچہ حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں (انکی ذات پاک و برتر ہے) (اس کے لئے پاکی ہے) اور ان کی ذات تو ان تمام باتوں سے پاک و بلند ہے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں (کہ وہ صاحب اولاد ہے۔)

تحقیق و ترکیب: الحب والنوی زمینی پیداوار تمام تر بیجوں اور گٹھلیوں سے ہوتی ہے۔ فائق سے مراد اگر صفت مشبہ ہے تو یہ اضافت معنوی ہوگی اور زمانہ حال و استقبال کے اعتبار سے اگر قانونی مراد ہے تو اضافت لفظیہ ہوگی۔ خشک دانوں سے سرسبز پیداوار قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔

بسخروج: یہ ان کی خبر ثانی ہے یا ماقبل کی علت اور جملہ مستاتفہ ہے۔ حسی سے مراد ذی نمو چیزیں خواہ ذی روح ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے جانور و نباتات اور اسی طرح میت سے مراد اس کے مقابل عام معنی ہوں گے۔ جیسے نطفہ، بیضہ، دانے، گٹھلیاں، مخرج اس کا عطف چونکہ فائق پر ہے اس لئے اسم لایا گیا برخلاف یخرج کے وہ بیان ہی اسی لئے وادعاطف لائی گئی ہے۔ لیکن مخرج بیان نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دانوں کا شق کرنا زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے نہ اس کے برعکس۔ فانی استفہام انکاری ہے۔ بمعنی نفی الاصباح۔ مصدر ہے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہونا۔ لیکن یہاں ہر نفس صبح ہے۔ صبح کاذب کے بعد صبح صادق۔ وجاعل کو فیوں کے نزدیک وجعل ماضی کے ساتھ قرأت ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک وجاعل اسم فاعل کے ساتھ ہے۔ سکنا مایسکن الیہ الرجل من زوج او حبیب۔

والشمس والقمر۔ لفظ جعل کی قرأت پر ان کا عطف اللیل پر ہوگا اور جاعل کی قرأت پر محل لیل پر عطف ہو گیا۔ ورنہ پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں، کیونکہ اسم فاعل بمعنی ماضی کوئی عمل نہیں کیا کرتا۔ حساباً۔ مصدر منصوب یا تزع الخافض ہے اور یہ جعل کا مفعول ہوگا بتقدیر ذو۔ یا بجعل بمعنی محسوب کا مفعول ہوگا۔

مستقرو مستودع۔ ان لفظوں کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد زمانہ حمل ہے اور مستودع سے مراد قبر اور عالم برزخ کا قیام ہے۔ سعید بن جبیرؓ اور عطاءؓ کی رائے ہے کہ مستقر سے مراد ارحام ہیں اور مستودع سے مراد باپ کی پشت میں رہنے کا زمانہ۔ عکرمہؓ کی روایت ابن عباسؓ سے بھی یہی ہے۔ ابن عباسؓ نے سعید بن جبیرؓ سے پوچھا کہ تم نے شادی کر لی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا اما انہ ما کان من مستودع فی ظہرک۔ فیستخرجہ اللہ۔ اور حسنؓ کہتے ہیں مستقر سے مراد قیام قبر ہے اور مستودع سے مراد دنیا ہے اور بعض نے مستودع سے مراد قبر اور مستقر سے مراد جنت و جہنم لیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے حسنت مستقرا و مقاما۔

یفقہون یعلمون، یفقہون، یومنون قریب قریب ایک ہی معنی ہیں۔ فواصل کی رعایت سے اور استقلال مقصود ہونے کے لئے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز نجوم وغیرہ فلکیات کے احوال اتنے دقیق اور غامض نہیں جس قدر انسانی مبداء اور منتہی کے احوال۔ اس لئے وہاں یعلمون اور یہاں یفقہون لایا گیا۔

فاخرجنا نکتۃ التفات، اس نعمت کا عظیم الشان ہونا۔ نبات۔ نبات اور نبات مایخرج من الارض من النابیات بمعنی مسبو۔ عرفا بغیر تنا کے درختوں، بیلوں کو کہتے ہیں۔ اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے۔ خضرا اسم فاعل خضر الشیء، فہو خضر و اخضر۔ عور اعور۔ کی طرح دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اخضر تمام تر کاریوں، بنریوں، کھیتیوں کو کہتے ہیں۔ طلع کبیر کی طرح کھجور کے درخت میں جو کچھ نکلتا ہے جس جڑ میں پھلیاں آتی ہیں اس کے غلاف کو کفری اور اندرونی حصہ کو اغریض کہتے ہیں۔ قنوان جمع قنوی بمعنی غرق و نظیرہ قنوان و صنو۔ یہ کھجور کے لئے ایسا ہے جیسے عنب کے لئے عنقود۔ انسان کی طرح کھجور کے سات درجات ہیں جن کا جامع یہ جملہ ہے ”طاب زہرت“ اول درجہ طلع۔ دوم اغریض۔ سوم بلخ۔ چہارم زہو۔ پنجم سر۔ ششم رطب۔ ہفتم تمر کہلاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے۔ اکرموا عمتکم النخلۃ۔

وخلقہم۔ جلال محققؒ نے قد سے مالیت کی طرف اشارہ کر دیا۔ بغیر علم۔ ای خرقوا متلبسین بغیر علم۔ جار مجرور کا متعلق محذوف ہے اور وہ حال ہے فاعل خرقوا سے قالوا۔ نصرانی حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ تینوں فرقے شرک کی تلوذگی میں ملوث ہو گئے۔

رابط آیات:۔۔ مسئلہ توحید کی طرف بات کا رخ پھیرا جا رہا ہے۔ اسی کے ساتھ نعمتوں کا تذکرہ بھی ہے تاکہ شرک کا طبعی قبح بھی واضح ہو جائے۔

﴿تشریح﴾:۔۔ کائنات مادی و روحانی کا ہر ذرہ پروردگار عالم کی رحمت پر شاہد ہے:۔۔ جس پروردگار کی ربوبیت و رحمت کا یہ حال ہو کہ اس نے تمہاری زندگی و معیشت کے لئے ہر طرح کا سر و سامان مہیا کر دیا اور کارخانہ خلقت کی کوئی چیز نہیں جو فیضان افادہ کی شان نہ رکھتی ہو۔ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ تمہارے جسم کی ہدایت و پرورش کے لئے تو سب کچھ کر دیتا، مگر تمہاری روح کی ہدایت و پرورش کے لئے کچھ بھی نہ کرتا۔ چنانچہ وحی و تنزیل کی صورت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ روح ہی کی پرورش کا تو

سرو سامان ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا ہونا ضروری نہیں تو یقیناً تمام کائنات ہستی شہادت دے رہی ہے وہ جو زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے۔ کیا تمہاری روح کی موت کو زندگی سے نہیں بدل سکتا؟ جو ستاروں کی روشن علامتوں سے بیابانوں اور سمندروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے، وہ کیا تمہاری روح کو بھٹکتی ہوئی چھوڑ دے گا اور اس کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔ تم اس بات پر تو کبھی متعجب نہیں ہوتے کہ کھیت لہلہا رہے ہیں اور آسمان سے باران رحمت برس رہی ہے، پھر اس پر کیوں متعجب ہوتے ہو کہ انسان کی روحانی پرورش کے لئے سامان زندگی مہیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہو رہی ہے۔ افسوس تم پر کہ تم نے ایسا سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و ربوبیت کی بڑی ہی ناقدری کی۔

نظام ربوبیت سے توحید پر استدلال:..... قرآن کریم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ ”نظام ربوبیت“ سے وہ توحید پر استدلال کرتا ہے۔ نظام ربوبیت کا مقصود یہ ہے کہ تمام کائنات خلقت ہماری پرورش و کار سازی میں سرگرم عمل ہے اور اس کی تمام باتیں کچھ اس طرح کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بڑی ہی حکمت اور دقیقہ نگاہ سے ہماری اس طرح کی احتیاجات پرورش کا اندازہ کر لیا۔ اس کے لئے ایک پورا کارخانہ جاری کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی لٹکاریہ ہے کہ اگر ایک پروردگار ہستی موجود نہیں تو پھر وہ کون ہے جس نے ربوبیت کا یہ پورا نظام قائم کر رکھا ہے؟ وہ توحید پر بھی اس سے استدلال کرتا ہے کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے ان میں سے کون ہے جسے اس کارخانہ ربوبیت کے بنانے یا چلانے میں کچھ دخل ہو؟ قرآن کریم کا یہ استدلال ”برہان ربوبیت“ کا استدلال ہے۔

برہان ربوبیت کی عجیب و غریب ترتیب:..... ان مضامین میں عجیب و غریب ترتیب پائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے سفلیات کو بیان کیا جو ہم سے قریب ہیں۔ ان میں بھی نباتات کا بیان اظہر ہونے کی وجہ سے مقدم کر دیا اور انفس کا بیان مخفی اور دقیق ہونے کی وجہ سے موخر کر دیا۔ چنانچہ نباتات کی تبدیلیاں تو ہر شخص کے مشاہدہ میں عام ہیں لیکن نطفہ کی ارتقائی منزلیں اور انسانی عروج و زوال کی کہانی حکماء اور اطباء کے ساتھ مخصوص ہے۔ سفلیات کے بعد کائنات کو لیا۔ دن و رات، صبح و شام میں قدرت کی کرشمہ سازیاں عیاں کیں۔ اس کے بعد پھر علویات اور نظام شمسی پر روشنی ڈالی۔ پھر اختتام کلام پر سفلیات کا دوبارہ ذکر کیا۔ بار بار مشاہدہ ہونے کی وجہ سے۔ لیکن اولاً اجمالاً ذکر کیا تھا اور آخر میں تفصیل ملحوظ رہی۔ لیکن تفصیل کی ترتیب اجمالی ترتیب کے برعکس کر دی گئی ہے۔ یعنی (انفس کا بیان پہلے اور نباتات کا بیان بعد میں ہے اور بارش چونکہ ذوجہات ہے مبداء کے لحاظ سے تو علوی اور منتہی کے اعتبار سے سفلی اور مسافت کی رو سے درمیانی۔ اس لئے اس کا تذکرہ سچ میں کیا گیا ہے۔

توہمات جاہلانہ:..... اس کے بعد مشرکین عرب کے مشرکانہ عقائد کا رد ہے۔ یہ لوگ جنات کی نسبت طرح طرح کے توہم پرستانہ خیالات رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جنات میں انسان کو چاہیں مافوق الفطرت طریقہ پر نقصان پہنچا سکتے ہیں اور جیسے چاہیں عجیب و غریب طاقتیں دے سکتے ہیں۔ نیز ان کا خیال تھا کہ پاک رو میں یعنی فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

لطف آیات:..... آیت لستہدوا للسخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب سے منتفع ہونا۔ مطلقاً تو کل کے منافی نہیں ہے اور آیت انظروا للسخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کے لئے خلق کی طرف نظر کرنا مذموم نہیں۔ بلکہ حق کے لئے اس کو اگر مرآۃ بنا لیا جائے تو ایسی نظر مطلوب بھی ہوگی۔

هُوَ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مُبْدِعُهُمَا مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ أَنَّى كَيْفَ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ رُوحَهُ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِمَّنْ شَاءَ أَنْ يَخْلُقَ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَجَدُّهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۱﴾ حَفِظْتُ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ أَيْ لَا تَرَاهُ وَهَذَا مَخْصُوصٌ بِرُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ لِقَاؤُهُ تَعَالَى وَخُودُهُ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ أَيْ رَيْبُهَا سَاطِرَةٌ وَحَدِيثُ الشَّيْخَيْنِ إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقِيلَ الْمُرَادُ لَا تُحِيطُ بِهِ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارُ أَيْ يَرَاهَا لَا تَرَاهُ وَلَا يَجُوزُ فِي غَيْرِهِ أَنْ يُدْرِكَ الْبَصَرُ وَهُوَ لَا يُدْرِكُهُ أَوْ يُحِيطُ بِهَا عِلْمًا وَهُوَ اللَّطِيفُ بِالْوَلِيَّاتِ الْخَبِيرُ ﴿۱۲﴾ بِهِمْ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ قَدْ جَاءَ كُمْ بِصَائِرِ حُجَجٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ مَا قَامَنْ فَلِنَفْسِهِ أَبْصَرَ لَا أَنْ تَوَابَ ابْصَارِهِ لَهُ وَمَنْ عَمِيَ عَنْهَا فَضَلَّ فَعَلَيْهَا وَبَالَ ضَلَالِهِ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِظٍ ﴿۱۳﴾ رَقِيبٌ لِأَعْمَالِكُمْ إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ وَكَذَلِكَ كَمَا تَبَيَّنَ مَا ذَكَرَ نَصْرَفَ بَيِّنَ الْآيَاتِ يَعْتَبِرُوا وَلِيَقُولُوا أَيْ الْكُفَّارُ فِي عَاقِبَةِ الْأَمْرِ دَرَسَتْ ذَاكِرَتْ أَهْلَ الْكِتَابِ وَفِي قِرَاءَةِ دَارَسَتْ أَيْ كُنْتُ الْمَاصِينَ وَجِئْتُ بِهَذَا مِنْهَا وَلَبَّيْتَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ أَيْ الْقُرْآنَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۵﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا رَقِيبًا فَتُجَارِيهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۱۶﴾ فَتُجَبِّرُهُمْ عَلَى الْإِيمَانِ وَهَذَا قُلُوبُ الْأَمْرِ بِالنِّقَالِ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ الْأَصْنَامَ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدُوًّا عَدَاءً وَضَمًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ أَيْ جَهْلٍ مِنْهُمْ بِاللَّهِ كَذَلِكَ كَمَا زَيْنَ لَهُؤُلَاءِ مَا هُمْ عَلَيْهِ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ مِنْ الْحَيْرِ وَالشَّرِّ فَاتَّوَهُ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فِي الْآخِرَةِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ فَيُحَازِيهِمْ بِهِ وَأَقْسَمُوا أَيْ كَفَّارُ مَكَّةَ بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ أَيْ غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا لَبِنُ جَاءَ تَهُمُ آيَةٌ مِمَّا اقْرَحُوا لِيُؤْمِنَنَّ بِهَا قُلْ لَهُمْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ يُسْزِلُهَا كَمَا يَشَاءُ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ وَمَا يُشْعِرُكُمْ يُدْرِكُكُمْ بِإِيمَانِهِمْ إِذَا جَاءَتْ أَيْ أَنْتُمْ لَا تَدْرُونَ ذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸﴾ لِمَا سَبَقَ فِي عِلْمِي وَفِي قِرَاءَةِ مَا شَاءَ حِطَاءًا لِلْكَفَّارِ وَفِي أُخْرَى بِفَتْحٍ إِنْ بِمَعْنَى لَعَلَّ أَوْ مَعْنَاهُ لَمَّا قَبْلُهَا وَنُقْلِبُ أَفْقَدَ تَهُمُ نُحُولُ قُلُوبُهُمْ عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَفْهَمُونَهُ وَأَبْصَارُهُمْ عَنْهُ فَلَا يَبْصُرُونَهُ فَلَا يُؤْمِنُونَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَيْ لَمَّا أُرِلَ

﴿۱۹﴾ مِنَ الْآيَاتِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ تَتْرَكُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ ضَلَالِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۲۰﴾ يَتَرَدَّدُونَ مُتَحِيرِينَ

ترجمہ: (۱۰) وہ (وہ) آسمانوں اور زمین کے موجد ہیں (پہلے سے نمود اور نقشہ موجود ہونے کے بغیر ان دونوں کے پیدا کرنے والے ہیں) یہ کیسے (کن طرح) ہو سکتا ہے کہ کوئی ان کا مینا ہو جبکہ ان کی بیوی نہیں ہے۔ انہوں نے تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں (ان

کی شان ہی پیدا کرنا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والے ہیں۔ یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں۔ ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی سب چیزوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ سو دیکھو ان ہی کی بندگی کرو (توحید مانو) وہی ہر چیز کے کارساز (محافظ) ہیں۔ انہیں نگاہیں نہیں پاسکتیں (یعنی ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن مومنین بلحاظ آخرت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ارشاد باری ہے وجوہ بومئذ ناضرب الی ربہا فاضطرہ اسی طرح حدیث شیخین میں ہے کہ ”تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جیسے چاندنی رات میں چودھویں کے چاند کو دیکھا کرتے ہو“ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکے گی (لیکن وہ تمام نگاہوں کو پار ہے ہیں) یعنی اللہ ان نگاہوں کو دیکھتے ہیں مگر وہ نگاہیں ان کو نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن کسی دوسری چیز کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تو نگاہوں کو دیکھتی ہو مگر نگاہیں اسے نہ دیکھتی ہوں یا یہ مراد ہے کہ وہ سب چیزوں کا احاطہ علمی رکھتے ہیں (وہ بڑے ہی مہربان ہیں) (اپنے دوستوں کے لئے) اور (ان سے) باخبر ہیں (فرمادے تھے اے محمد ﷺ!) آجکی ہیں دلیل (حجت) کی روشنیاں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس۔ پس اب جو کوئی (ان کو) دیکھ کر (ایمان لے لے آئے) تو خود اسی کے لئے ہے (یہ دیکھنا کیونکہ اس غور کرنے کا فائدہ خود اسی کو ہوگا) اور جو کوئی اپنی آنکھوں سے کام نہ لے (اور اندھا ہو کر بھٹک جائے) تو اسی کے سرانے گا (گمراہی کا وبال) اور میں تم پر کچھ پاسبان نہیں ہوں (تمہارے اعمال کا نگران۔ میرا کام تو صرف متنبہ کر دینا ہے) اور اسی طرح (جیسے کہ مذکورہ چیزیں بتلائی ہیں) گوناگوں طریقوں سے بیان (واضح) کرتے ہیں آیتیں (تاکہ تم عبرت حاصل کرو) اور تاکہ وہ بول انھیں (یعنی کفار بلا آخر) کہ تم نے کسی سے پڑھ لیا ہے (اہل کتاب سے مذاکرہ کر لیا ہے اور ایک قرأت میں دارمست ہے۔ یعنی آپ نے تاریخی کتابیں پڑھی ہیں اور یہ قرآن اسی سے بنایا ہے) نیز اس لئے کہ ہم دانشمندیوں کے لئے اس کو خوب روشن کر دیں۔ خود اس راہ پر چلتے رہنے جس کی وحی آپ ﷺ کے پروردگار کی طرف سے آپ ﷺ پر کی گئی ہے (یعنی قرآن) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑیے۔ اگر اللہ چاہتے تو یہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ (محافظ۔ پس ان کے عملوں کی جزاء ہم دیں گی) اور نہ آپ ان پر مختار ہیں (کہ آپ ان کو ایمان لانے پر مجبور کر سکیں۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں (بتوں) کو پکارتے ہیں ان کو تم گالیاں نہ دو کہ پھر وہ بھی اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ حد سے متجاوز ہو کر (تعدی اور ظلم کرتے ہوئے) بے سمجھے ہو جھے (اللہ کے مرتبہ سے ناواقفی کی وجہ سے) اسی طرح (جیسے ان کے لئے ان کی کارستانیوں کو آراستہ کر رکھا ہے) ہر قوم کے لئے اس کے کاموں کو ہم نے خوشنما بنا دیا تھا (خواہ اچھے کام ہوں یا برے۔ اسی لئے وہ ان کو کرتے رہتے ہیں) پھر بالآخر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے (آخرت میں) اس وقت وہ ان سب پر ان کے کاموں کی حقیقت کھول دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں (پھر اسی کے مطابق وہ ان کو بدلہ دیں گے) اور یہ (کفار مکہ) اللہ کی بڑی ہی (زوردار) قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔ اگر کوئی نشانی ان کے پاس (فرمائی) آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ تم کہہ دو (ان سے) نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں (جس طرح چاہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں۔ میری حیثیت تو صرف ڈرانے والے کی ہے) اور تمہیں کیا معلوم (ان کے ایمان کا حال جب کہ نشانی آجائے گی۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے) اگر نشانیاں آ بھی جائیں جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں (جیسا کہ علم الہی میں آچکا ہے اور ایک قرأت تاء کے ساتھ ہے کفار کو خطاب کرتے ہوئے اور دوسری قرأت میں ان مفتوح کے ساتھ ہے لعل کے معنی میں یا ماقبل کا معمول قرار دیتے ہوئے) ہم ان کے دلوں کو الٹ دیں (ان کے قلوب حق سے پھیر دیں کہ وہ اس کو سمجھ ہی نہ سکیں) اور ان کی نگاہوں کو (حق سے ہٹا دیں کہ وہ اس کو دیکھ کر ایمان ہی نہ لاسکیں) جس طرح ایمان نہیں لائے اس قرآن پر (جو کچھ آیات ہم نے نازل کی ہیں) پہلی دفعہ اور ہم انہیں چھوڑیں گے ان کی سرکشی (گمراہی) میں حیران (سرگردان بھٹکتے ہوئے)۔

تحقیق و ترکیب:۔۔۔ بدیع۔ یہ خبر ہے مبتداء محذوف ہو کی یا یہ مبتداء ہے اور خبر انی یکون ہے کل شیء جلال محقق نے من شانہ ان یخلق کی قید لگا کر حق تعالیٰ کی ذات و صفات نکال دیں۔

علیم۔ اس آیت میں اللہ کے اولاد نہ ہونے پر تین طریقہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اول اس طرح کہ آسمان و زمین طویل المدت ہونے کی وجہ سے جب ولادت کے ساتھ متصف نہیں بلکہ اللہ کا ابدائی کارنامہ ہے تو خود حق تعالیٰ ازلی اور ابدی ہونے کے باوجود ولادت اور ولد سے منزہ ہیں یا اولاد چونکہ والد کی نظیر ہوتی ہے اور اللہ کی کوئی نظیر ہے نہیں اس لئے اس کی کوئی اولاد بھی نہیں۔ دوسرے اولاد کے لئے مچنس ہونا ضروری ہے اور واجب الوجود۔ اس سے منزہ ہے۔ تیسرے اولاد والد کی کفو ہوتی ہے اور چونکہ سراع لم مخلوق ہے جو کفایت کے منافی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ تمام معلومات کے ذاتی طور پر عالم ہیں اور یہ بات دنیا کی کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔ اس لئے کوئی چیز اللہ کی کفو نہیں ہو سکتی۔ ذلکم یہ اشارہ ہے اوصاف مذکورہ کے موصوف کی طرف اور مبتداء ہے اور اللہ خبر اول اور ربکم خبر ثانی اور لا الہ خبر ثالث اور خالق خبر رابع اور هو معطوف ہے ذلکم پر۔ غرضیکہ یہ اخبار مترادف بھی ہو سکتی ہے اور بعض خبر اور بعض بدل یا صفت بھی ہو سکتی ہے۔

لا تدركہ۔ ظاہر آیت معتزلہ کا استدلال ہے جس کے جواب کی طرف جلال محقق نے اشارہ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں اور بھی نصوص ہیں۔ مثلاً: کلا انہم عن ربہم يومئذ لمحجوبون۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بالتخصیص کفار کے مجوب ہونے سے مومنین کے لئے تجلی کا اثبات ہوتا ہے۔ آنحضرت (ﷺ) نے الذین احسنوا الحسنی و زیادۃ۔ میں لفظ زیادۃ کی تفسیر النظر الی وجہ اللہ کے ساتھ فرمائی ہے اور جریر بن عبد اللہ کی روایت بھی اس کی موید ہے جو مفسر علامؒ نے پیش کی ہے۔ باقی روایت اور ادراک بھی چونکہ فرق ہے جیسا کہ آیت فلما قرأ الجمع ان قال اصحاب موسیٰ انا لمدركون قال کلا اور آیت لا تخاف در کأولا تحشی سے معوم ہوتا ہے کہ درک کی نفی ہوئی نہ کہ رویت کی۔ اس طرح یہاں بھی ادراک کی نفی کی گئی ہے۔ اس رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ آیت ولا یحیطون بہ علماً میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے۔ علم کی نفی مقصود نہیں بلکہ اس کا اثبات ہو رہا ہے چنانچہ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں لا یحیط بہ الابصار اور عطاءؒ فرماتے ہیں۔ کلت ابصار المخلوقین من الاحاطۃ بہ۔ ابن عباسؓ اور مقابل فرماتے ہیں۔ لا تدرك الابصار فی الدنیا و ہویری فی الآخرة۔ بہر حال امتناع رویت باری پر اس آیت سے معتزلہ کا استدلال کمزور ہے۔ کیونکہ ادراک سے مراد مطلق رویت نہیں ہے اور نہ آیت میں رویت کی نفی تمام اوقات اور اشخاص کے لئے عام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض حالات کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ مفسرؒ اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے لا کل بصیردر کہ یہ نفی امتناع کو واجب نہیں کرتی۔

وہذا۔ نفی مذکور کی طرف اشارہ ہے اور لروية المومنین الخ علت تخصیص ہے۔

وقیل۔ اس توجیہ پر علی الاطلاق عموم رہے گا۔ تخصیص کی حاجت نہیں۔ دنیا و آخرت میں کہیں بھی احاطہ کے ساتھ اللہ کی رویت نہیں ہو سکے گی۔

وہو یدرک پہلے جملہ کی طرف اس میں بھی دونوں تو جیہیں ہوں گی۔ اول کی طرف یراھا الخ سے اور دوسری کی طرف اوبحیط الخ سے جلال محقق اشارہ کر رہے ہیں۔

وہو اللطیف . مفسر علامؒ نے اس کو لطف سے لیا ہے۔ بمعنی رافت و مہربانی۔ لیکن اس سے زیادہ لطیف تفسیر یہ ہے کہ لطف بمعنی ادراک خفی سے ماخوذ مانا جائے یعنی وہ باریک بین ہیں۔ اس لفظ کا تعلق لا تدرك الابصار کے ساتھ ہو جائے گا اور الخبیر کا تعلق وہو يدرك سے ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ باب لطف سے ہو۔ یعنی لا يدرك الابصار لانه اللطیف وہو يدرك الابصار لانه الخبیر۔ اس صورت میں لطیف کثیف کے مقابل ہوگا۔

فيسبوا الله۔ سب اصنام اگر چہ فی نفسہ جائز ہے لیکن سب اللہ کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔
جهد ایمانہم۔ مصدر موضع حال میں ہے۔ لیکن مفسر علامؒ نے غایۃ اجتہادہم کہہ کر اقساموا کا مفعول مطلق ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مايشعرکم ما استفہام مبتداء اور يشعرکم خبر ہے کاف مفعول اول ہے اور مفعول ثانی محذوف ہے جس کو جلال محققؒ نے بایمانہم الخ سے ظاہر کیا ہے۔ ای ما یعلمکم ایہا المؤمنون بایمانہم بہر حال یہاں دو تو جیہ میں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ استفہام انکاری ہو۔ ای لا يشعرکم شیء بانہا اذا جلوت یؤمنون فلذلک تمنون ونحن نعلم ذلک فلا نجی بہا۔

دوسری یہ کہ مايشعرکم کا مفعول محذوف ہو۔ ای مايشعرکم ما یكون منهم۔
انہا۔ ان مکسورہ کے ساتھ جملہ مستانہ ہے۔ یعنی مشرکین کے ایمان لانے سے امید منقطع کرنا ہے اور ان مفتوحہ کی قرأت ہو تو بمعنی لعل ہوگا۔ بولتے ہیں ادخل السوق انک تشتري اللحم ونقلب۔ اس کا عطف لا یؤمنون پر ہے۔ ای و مايشعرکم انا حینئذ نقلب افئدتہم۔

رابط آیات: دلائل توحید کے بعد آیت بدیع السموات الخ سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا جا رہا ہے۔ پھر آیت قد جاءکم الخ سے رسالت کے متعلق بحث ہے کہ نبی ہونے کی حیثیت سے صرف احکام کے تبلیغ میں لگے رہے اور اللہ کا بندہ ہونے کے لحاظ سے اس کی عبادت و بندگی میں لگے، نہ تو ان کے غم میں گھلے اور نہ ابطال شرک کے سلسلہ میں ان کے غلط معبودوں کو برا بھلا کہنے کی ضرورت۔

حدود تبلیغ میں سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کے مذہبی پیشواؤں اور معبودوں کو دلخراش اور دل آزار کلموں سے یاد نہ کیا جائے کہ اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور دین حق کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی ہوگی۔ جس کا سبب تم خود بنے۔۔۔ پھر آیت واقسمو الخ سے معاند کفار کی ہدایت سے یکسر ناامیدی کا اظہار ہے۔

شان نزول: آیت انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم نازل ہوئی تو مسلمانوں نے بتوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جس سے مشتعل ہو کر مشرکین نے بھی اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے کی اسکیم بنائی۔ اس پر یہ آیت ولاتسوا الخ نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے محمد قرظیؒ سے نقل کیا ہے کہ قریش کے ساتھ ایک مرتبہ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں آنحضرت (ﷺ) کی گفتگو ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ (ﷺ) جس طرح پچھلے انبیاء کے معجزات بیان کرتے ہیں اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو خود بھی تو کچھ کر کے دکھائیے۔ آپ (ﷺ) نے ان سے معجزہ کی تعمین چاہی تو کہنے لگے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے۔ آپ (ﷺ) نے ان سے ایمان لانے

کا وعدہ لیا تو قسمیں کھا کر اطمینان دلانے لگے۔ آپ (ﷺ) دعا کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن جبریلؑ پیغام الہی لے کر آئے کہ آپ (ﷺ) چاہیں تو ایسا ہو جائے گا، مگر پھر بھی اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو پھر ان سب پر عذاب نازل ہوگا۔ اب آپ (ﷺ) چاہیں اس شق کو اختیار کیجئے اور یا یوں ہی رہنے دیجئے۔ جس کی قسمت میں ہوگا ایمان قبول کر لے گا۔ ورنہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ آپ (ﷺ) نے آخری شق کو اختیار فرمایا۔ اس پر آیت واقفوا سے بعمہون تک نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ان آیات میں دو مسئلے بحث طلب ہیں۔ ایک رویت باری کا۔ دوسرے جھوٹے معبودوں کو برا بھلا کہنے کا۔ رویت باری تعالیٰ:

اول مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، کسی بینائی کے احاطہ سے اس کا ہر ہونا خواہ وہ بینائی چھوٹی سے چھوٹی ہو۔ عقلاً محال نہیں ہے۔ برخلاف حق تعالیٰ کے کہ دنیا میں اگرچہ ان کو دیکھنے کا امکان ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست ”رب ارنی“ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شرعاً محال ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کے جواب ”لن ترانی“ سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ البتہ آخرت میں نہ صرف اللہ کے مرئی و مبصر ہونے کا امکان بلکہ نصوص کی رو سے اس کا وقوع بھی ہوگا۔ بہر حال اپنی حدود بینائی میں اور نگاہ کی گرفت میں اللہ کو لے لیتا تو یقیناً ہر حال میں محال ہے۔ دنیا میں ہو یا دین میں اور یہ بات اللہ کے خواص میں سے ہے۔ اس لئے معتزلہ کا استدلال منہدم ہو گیا اور یہ شبہ بھی نہیں رہا کہ دنیا کے اور بڑے اجسام بھی ایسے ہیں جو ان آنکھوں کی چلیوں کی گرفت میں نہیں آ سکتے۔ کیونکہ ان کا گرفت میں آنا محال تو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے یہ محال ہونا بھی ہے۔

اسی کے مقابل اگلے جملہ وهو یدرک الابصار کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا سب چیزوں کے لئے محیط ہونا واجب ہے۔ نفس ابصار اور رویت تو دوسرے دلائل سے ثابت ہے، لیکن مقام کی خصوصیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح پہلے جملہ میں نفی مرتبہ استحالہ میں معتبر تھی، اسی طرح اس جملہ میں ابصار کا اثبات مرتبہ وجوب میں معتبر ہے۔ پس دونوں حکموں کا خواص باری تعالیٰ میں سے ہونا معلوم ہو گیا۔

ردِ معتزلہ اور شیخ اکبرؒ کی تحقیق: معتزلہ آخرت میں بھی امتناع رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ اول تو اس آیت سے اس کا جواب معلوم ہو گیا، دوسرے جب آنحضرت (ﷺ) سے واقعہ معراج کے سلسلہ میں سوال کیا گیا۔ ہل رایت ربک؟ تو آپ (ﷺ) سے دو جواب منقول ہیں۔ اول نورانی ارادہ۔ اس سے تو بطور احاطہ رویت کی نفی مراد ہے۔ دوسرے رایت نوراً ہے جس سے مطلق رویت مراد ہے۔

نیز مستدرک حاکم کی تخریج سے ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ ”رویت ربی عز وجل“ اسی قسم کی دوسری نصوص کو جلال محقق کے کہنے کے مطابق دنیا میں شرعی امتناع رویت کے حکم سے ان کو مخصوص کرنا پڑے گا۔

اور شیخ اکبرؒ کے مذاق پر تو اس توجیہ تخصیص کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ آسمانوں اور ان سے اوپر کے عالم کو عالم آخرت میں شمار کرتے ہیں۔ گویا ایک آخرت کا زمانہ ہے جو قیامت میں آئے گا اور ایک اس کا مکان ہے جو عالم بالا ہے۔ پس واقعہ معراج میں آنحضرت (ﷺ) کا تجلی الہی کو مشاہدہ درحقیقت آخرت میں مشاہدہ کرنا ہے نہ کہ دنیا میں کہ تخصیص کی ضرورت پڑے۔

معبودانِ باطل کو برا بھلا کہنا:..... دوسرا مسئلہ دیوتاؤں، بتوں کو برا بھلا کہنا، اگرچہ فی نفسہ مباح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا سبب ہونے کی وجہ سے قبیح لغیرہ اور ممنوع ہے۔ پس اس سے ایک شرعی ضابطہ بھی معلوم ہو گیا کہ ذریعہ حرام حرام ہونا چاہئے۔

ادھر قرآن وحدیث میں توحید و رسالت کا اثبات اور شرک و کفر کا جہاں ابطال کیا گیا ہے ان کے جواب میں بعض دفعہ اگرچہ کفار گستاخانہ کلمات کہتے رہتے ہیں، مگر پھر بھی قرآن کریم میں ان مضامین کو بیان کیا گیا ہے اور اس قاعدہ کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں کی گئی۔ غور کرنے سے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فی نفسہ یہ مضامین چونکہ شرعاً واجب اور ضروری ہیں اس لئے بہر صورت ان کے بیان کو ضروری سمجھا گیا اور ان مفاسد کو نظر انداز کر دیا گیا۔ برخلاف بتوں کو برا بھلا کہنے کے وہ زیادہ سے زیادہ مباح ہے۔ اس پر اگر اس قسم کے مفاسد مرتب ہوتے ہیں تو صرف ان مفاسد کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا بلکہ خود اس مباح ہی کو ترک کر دیا جائے گا۔

دو بیش قیمت اصول اور تحقیق و تحقیق کا فرق:..... غرضیکہ اس آیت سے یہ دونوں اصول نہایت قیمتی مستفاد ہوئے۔ ایک تو مفاسد کی وجہ سے واجب کو نہ چھوڑنا بلکہ مفاسد کو نظر انداز کر دینا۔ دوسرے مفاسد کی وجہ سے مباح کو ترک کر دینا اور ان دونوں اصول میں فرق واضح ہے۔ البتہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بتوں کی تحقیر مذکور ہے وہ بلحاظ سبب و شتم نہیں بلکہ منظرہ کے طریقہ پر استدلال اور الزام خصم مقصود ہے جس کا منشاء تحقیق ہے اور قرائن سے تحقیق اور تحقیر میں فرق واضح ہو سکتا ہے۔ اول جائز اور ثانی ناجائز ہے۔

شبہات کا ازالہ:..... قل انما الایات سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ نبی اور رسول ایک درجہ میں مدعی ہوتا ہے اور خوارق و معجزات اس کے دعویٰ کی دلیل۔ پس باقاعدہ عقلی مدعی کے ذمہ اثبات دعویٰ کے لئے مطلق دلیل تو ضروری ہے، لیکن کسی خاص دلیل کی تعین یا دوسروں کی طرف سے فرمائش غیر ضروری ہے۔ ہاں مدعی کے قائم کردہ دلائل پر جرح قدح کرنے کا حق البتہ دوسروں کو رہتا ہے جس کا اصلہ یا نیابتہ ہر مدعی کے ذمہ ضروری ہے۔ چنانچہ عدالتوں کا دستور آئین بھی یہی ہے۔ اس لحاظ سے جدید آیات و معجزات کی طلب و فرمائش بالکل غیر ضروری ہوگی۔

رہا یہ شبہ کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کیا نقصان اور حرج تھا؟ تو اس حرج کی طرف شان نزول میں جبریٹی جواب سے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں ان پر عذاب نازل ہوتا۔

اور نفل افندتھم۔ ان کے اعراض کی سزا ہے۔ یہ نہیں کہ ان کے اعراض کا سبب ہو کہ پہلے سے ان کے قلوب حق کی طرف متوجہ ہوں اور اس تغلیب کی وجہ سے پھر وہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہوں۔ بلکہ اس سزائے خداوندی کا سبب ان کا اعراض کرنا ہے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ حق تعالیٰ نے ہی جب ان کو خراب کر دیا تو پھر ان بے چاروں پر کیا الزام؟

لطائف آیات:..... آیت لاندکھ الابصار میں اگر بصر کو عام لیا جائے بصارت حسی و بصیرت باطنی سے جیسا کہ امام راغبؒ کی رائے ہے تو ادراک کی تفسیر علم بکنہ کے ساتھ ہوگی اور دنیا و آخرت دونوں کے لئے حکم عام رہے گا۔ لیکن اگر صرف حسی بصارت مراد لی جائے تو صرف دنیا میں رویت کی نفی مراد ہوگی۔

اور آیت وما انا علیکم بحفیظ۔ میں طریق مشائخ کے اس معمول پر روشنی پڑتی ہے کہ حق ارشاد ادا کر کے پھر کسی کے

درپے نہیں ہوتی۔

آیت ولا تبسوا الخ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعت غیر واجبہ کسی معصیت کا سبب بن جائے تو اس طاعت کو ترک کر دینا چاہئے۔ چنانچہ اہل ارشاد بہت سے ایسے کاموں سے منع کر دیتے ہیں جو ظاہر اطاعت معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی نظر میں وہ مفاسد کا ذریعہ ہوتے ہیں اور دوسروں کی نظروں تک نہیں پہنچتی۔

آیت واقسموا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارق کے دیکھنے سے نفع لازم نہیں۔ اس لئے ان کی طلب و فرمائش ہدایت کا طریق نہیں بلکہ اس کا طریقہ بینات کا اتباع ہے۔

﴿الحمد للہ پارہ ”واذا سمعوا“ کی تفسیر و ترجمہ وغیرہ تمام ہوئی۔﴾



پارہ نمبر ﴿۸﴾

وَلَوْ أَنَّا

فہرست پارہ ﴿وَلَوْ أَنَّا﴾

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۲۸	نکی اور بدی کے بدز کا فرق	۱۹۷	انسانی اور جناتی شیاطین
۲۲۸	اسلام ہی مذہب حق ہے اور اہل سنت ہی مسلک حق پر ہیں	۱۹۸	قرآن کریم کے چھ کمال
۲۲۹	ایک دقیق شبہ کا ازالہ	۱۹۸	اصول و فروع کے طریقہ استدلال میں فرق
۲۲۹	ہر حالت اللہ کی ایک نعمت ہے	۱۹۸	حاصل جواب
۲۳۵	سورۃ الاعراف	۱۹۹	ذبح اختیاری وغیر اختیاری اور متروک التسمیہ ذبیحہ
۲۳۶	قیامت میں اعمال کو تولنا	۱۹۹	مردار جانور میں رخصت شرعی
۲۳۶	وزن اعمال پر مشہور شبہ کا جواب	۱۹۹	حنفیہ کی طرف سے جوابات
۲۳۶	شیطانی قیاس اور اس کے تار و پود	۲۰۳	شوریدہ سر لوگوں کی اہل حق سے دشمنی
۲۳۶	قیاس فقہی اور قیاس اہلسنن کا فرق	۲۰۸	انسان اور جنات کی ہدایت کے لئے سلسلہ انبیاء
۲۳۶	شیطان کا مرنا	۲۰۹	کفار کی دس برائیوں کا ذکر
۲۳۷	شیطان کی دعا قبول ہوئی یا نہیں	۲۱۲	زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ
۲۳۷	قرآن میں ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں بیان کرنا	۲۱۲	شہد کی زکوٰۃ
۲۳۷	چند نکات	۲۱۳	اختراع تحریم کا بانی عمرو بن لُحی ہے
۲۴۱	جنات نظر آتے ہیں یا نہیں	۲۱۸	تحریم کا حصہ حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے
۲۴۱	امام رازی کی تحقیق	۲۱۹	ایک شبہ کا تحقیقی اور الزامی جواب
۲۴۱	ایک لطیفہ	۲۱۹	تیسرے شبہ کا جواب بطریقہ منع اور بطریقہ نقض
۲۵۲	ایک اشکال کا جواب	۲۱۹	اہل سنت و الجماعت کا امتیازی نشان
۲۵۲	اعراف کی تحقیق	۲۲۰	اسلام اپنے اصول و فروع میں تمام سابقہ مذاہب سے ممتاز ہے
۲۵۶	توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال	۲۲۰	مسلمانوں میں بہتر فرقے گمراہ اور ایک فرقہ اہل حق کا
۲۵۷	آداب دعا	۲۲۰	ہدایت یافتہ سے
۲۵۷	ہدایت و گمراہی کا اثر اور اس کی مثال	۲۲۰	گمراہ فرقوں کی تفصیل
۲۶۱	مضامین آیات کا خلاصہ	۲۲۱	اصول ردائض
۲۶۱	ایک ہی بات کو مختلف انداز سے بیان کرنے کی تین توجہیں	۲۲۱	خارجی فرقے کے بنیادی اصول
۲۶۱	قوم عاد کی تحقیق	۲۲۱	فرقہ جبر یہ کا نظریہ
۲۶۶	قوم ثمود کا حال	۲۲۱	فرقہ قدریہ کا نقطہ اختلاف
۲۶۶	قوم لوط کا حال	۲۲۱	جہمیہ کے افکار
۲۶۷	قوم لوط پر عذاب کے متعلق قرآن اور تورات کے بیان میں اختلاف	۲۲۱	مرجیہ کے عقائد
۲۶۷	قوم لوط کی عورتوں پر عذاب کیوں آیا	۲۲۶	اہل کتاب کی تبلیغی کوتاہی بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا سبب بنی
۲۶۷	ان قوموں کے عذاب کی تعین و تعبیر میں اختلاف	۲۲۷	علامات قیامت
		۲۲۷	معترضہ کے استدلال کا جواب

وَلَوْ أَنَّا

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى كَمَا اقْتَرَحُوا وَحَشَرْنَا جَمْعًا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا بِضَمِّتَيْنِ جَمْعُ قَبِيلٍ أَيْ قَوْجًا وَبِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِ الْبَاءِ أَيْ مُعَايِنَةً فَشَهِدُوا بِصِدْقِكَ مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا لِمَا سَبَقَ فِي عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا لَكِنْ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِيْمَانَهُمْ فَيُؤْمِنُونَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾ ذَلِكَ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا كَمَا جَعَلْنَا هَؤُلَاءِ أَعْدَاءَكَ وَبَدَّلَ مِنْهُ شَيْطَانٍ مَرَدَّةَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ مُمِوْهَةً مِنَ الْبَاطِلِ غُرُورًا أَيْ لِيُغُرُّوهُمْ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ أَيْ الْإِيْحَاءَ الْمَذْكُورَ فَذَرَهُمْ دَعِ الْكُفَّارَ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٢﴾ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهِ مِمَّا زَيْنَ لَهُمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَلِتَصْغَى عَطْفٌ عَلَى غُرُورٍ أَيْ تَمِيلُ إِلَيْهِ أَيْ الزُّخْرُفِ أَفِيدَةُ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا يَكْتَسِبُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾ مِنَ الذُّنُوبِ فَيَعَاقِبُوا عَلَيْهِ وَنَزَلَ لَمَّا طَلَبُوا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْعَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ حَكْمًا أَفْغِيرَ اللَّهُ أَبْتَغَى أَطْلُبُ حَكْمًا قَاضِيًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ مُفَصَّلًا مُبَيِّنًا فِيهِ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ التَّوْرَةَ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهِ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ الشَّاكِّينَ فِيهِ وَالْمُرَادُ بِذَلِكَ التَّقْرِيرُ لِلْكُفَّارِ أَنَّهُ حَقٌّ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ بِالْأَحْكَامِ وَالْمَوَاعِيدِ صِدْقًا وَعَدْلًا تَمِيرٌ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ بِقَصْرِ أَوْ خُلْفٍ وَهُوَ السَّمِيعُ لِمَا يَقَالُ الْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ بِمَا يَفْعَلُ وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ أَيْ الْكُفَّارِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ إِنْ مَا يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ فِي مُجَادَّتِهِمْ لَكَ فِي أَمْرِ الْمِيتَةِ إِذْ قَالُوا مَا قَتَلَ اللَّهُ أَحَدٌ أَنْ تَأْكُلُوهُ مِمَّا قَتَلْتُمْ وَإِنْ مَا هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ يَكْذِبُونَ فِي ذَلِكَ إِنْ رَبُّكَ هُوَ أَعْلَمُ أَيْ عَالِمٌ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَبِحَازِي كَلَامٍ مِنْهُمْ

فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَى ذُبِحَ عَلَى اسْمِهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَالَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنَ الذَّبَائِحِ وَقَدْ فَصَّلَ بِالْبَنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَلِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ فِي آيَةِ حُرْمَتِ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ إِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ إِلَيْهِ مِنْهُ فَهُوَ أَيْضًا حَلَالٌ لَكُمْ الْمَعْنَى لَا مَانِعَ لَكُمْ مِنْ أَكْلِ مَا ذَكَرَ وَقَدْ بَيَّنَّ لَكُمْ الْمَحْرَمُ أَكْلُهُ وَهَذَا لَيْسَ مِنْهُ وَإِنْ كَثِيرًا لِيُضِلُّونَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَصَمَّهَا بِأَهْوَاءِهِمْ بِمَا تَهَوُّوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْ تَحْلِيلِ الْمَيْتَةِ وَغَيْرِهَا بِغَيْرِ عِلْمٍ يَعْتَمِدُونَهُ فِي ذِكِّ إِنْ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ أَلَمْ تَحَاوِرِينَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ وَذَرَوَا أَتْرَكُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ عِلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ وَالْإِثْمَ قِيلَ الرَّثَا وَقِيلَ كُلُّ مَعْصِيَةٍ إِنْ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَفْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾ يَكْتَسِبُونَ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ بَأَنَّ مَاتَ أَوْ ذُبِحَ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ وَإِلَّا فَمَا ذَنَحَهُ الْمُسْلِمُ وَلَمْ يُسَمِّ فِيهِ عَمَدًا أَوْ نِسْيَانًا فَهُوَ حَلَالٌ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْهُ الشَّافِعِيُّ وَإِنَّهُ أَى الْأَكْلُ مِنْهُ لَفَسْقٌ خُرُوجٌ عَمَّا يَحِلُّ وَإِنَّ الشَّيْطَانِ لَيُوحُونَ يُوَسْوِسُونَ إِلَى الْإِنْسَانِ أَوَّلِيهِمُ الْكُفَّارَ لِيُجَادِلُوْكُمْ فِي تَحْلِيلِ الْمَيْتَةِ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ فِيهِ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: ... اور اگر ہم ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرنے لگے (ان کی فرمائش کے مطابق) اور لاہڑی کر دیتے (جمع کر دیتے) ان کے سامنے سب چیزیں (قبل ضمنی کے ساتھ قبیل کی جمع ہے یعنی فوج و فوج اور قبل کسراف اور فتح کے ساتھ یعنی بالمشافہ آپ کی سچائی کی شہادت دیں) جب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں (جیسا کہ علم الہی میں طے ہو چکا ہے) (الایہ کہ) (ہاں اگر) اللہ ہی کی مشیت ہو (کہ وہ ایمان لے آئیں تو وہ ایمان لے آئیں گے) لیکن ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو (اس حقیقت سے) واقف نہیں ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے بہت سے دشمن پیدا کر دیئے تھے (جیسے یہ لوگ تمہارے دشمن بنادئے ہیں۔ اس کا بدل آگے ہے) کچھ شیطان (شریر) آدمی اور جنات جو آپس میں ایک دوسرے کو سکھاتے ہیں (دوسرے میں ڈالتے ہیں) چکنی چیزیں (خوشنما باطل سے طمع) باتیں تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں (بتلائے فریب کرنے کے لئے) اور اگر تمہارے پروردگار چاہتے تو وہ ایسے کام نہ کر سکتے (یعنی ایک دوسرے کو مطمع ساز باتوں کی تلقین نہ کر سکتے) پس ان کو رہنے دیجئے (خفا کو نظر انداز کر دیجئے) اور ان کی افتراء پر دازیوں کو (کفر وغیرہ) کی جو باتیں ان کے لئے جاذب معلوم ہوتی ہیں۔ یہ حکم جہاد سے پہلے کا تھا) اور تاکہ جھک پڑیں (اس کا عطف ”غروڑ“ پر ہو رہا ہے یعنی مائل ہوں) ان (پر فریب) باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور ان کی باتیں پسند کریں اور تاکہ بدکرداریاں کرنے لگیں جیسی کچھ بدکرداریاں وہ خود کرتے ہیں۔ (گناہ آلود۔ پھر اس پر ان کو سزا ہو۔) (اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ اپنے اور لوگوں کے درمیان حکم تجویز کر دیجئے) کیا میں اللہ کے سوا ڈھونڈھوں (تلاش کروں) دوسرا کوئی منصف (جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا سرچ ہو) حالانکہ وہی ہے جس نے تم پر نازل کی ہی اپنی کتاب (قرآن) جس کے مضامین خوب صاف صاف ہیں (جس میں حق کو باطل سے بالکل چھنٹ دیا گیا ہے) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے (جیسے عہد اللہ بن سلام و ران کے رفقا، وہ

اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن نازل ہوا ہے (تخفیف و تشدید کے ساتھ ہے) آپ ﷺ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ۔ سو آپ ﷺ کا شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جائے۔ (شک نہ ڈالنے۔ دراصل اس جملہ کا مقصد کفار پر واضح کرنا ہے کہ یہ حق ہے) اور آپ ﷺ کے پروردگار کا کلام (حکم اور وعدہ) پورا ہو گیا۔ سچائی اور انصاف کے اعتبار سے (یہ تمیز ہے) ان کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں (ان کے کلام میں نقصان یا خلاف ثابت کر کے) وہ خوب سن رہے ہیں (جو کچھ کہا جا رہا ہے) اور خوب جان رہے ہیں (جو کچھ کہا جا رہا ہے) اگر آپ ﷺ ان لوگوں کا کہا ماننے لگیں جو دنیا میں زیادہ ہیں (کفار) تو وہ آپ ﷺ کو اللہ کی راہ (دین) سے بچلا دیں گے۔ نہیں ہیں یہ (ان نافیہ بمعنی ما ہے) مگر محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں (مردار جانور کے سلسلہ میں آپ ﷺ سے کٹ جتنی کرتی ہیں کہ اللہ کی ماری چیز تمہارے ذبح کئے ہوئے جانور سے کھانے کے لائق ہیں) اور بالکل بے ٹکی قیاس آرائیاں کرتے ہیں (اس بارے میں آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کے پروردگار خوب جانتے ہیں (یعنی باخبر ہیں) کہ کون ان کی راہ سے بہک رہا ہے اور کون ہے جنہوں نے ان کی راہ پالی ہے (چنانچہ ان میں سے ہر ایک کو وہ بدلہ بھی دیں گے) پس جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہے (یعنی ان کے نام پر ذبح کیا گیا ہے) اسے بلا تامل کھاؤ۔ اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو اور تمہارے لئے کیا رکاوٹ ہے کہ تم اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے (ذبح کیا گیا ہے) حالانکہ تمہارے لئے تفصیل بیان کر دی ہے (دونوں لفظ مجہول و معروف دونوں طرح ہیں) جو جانور تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں (آیت حرمت علیکم المیتہ میں) مگر وہ بھی جب تمہیں سخت مجبوری پڑ جائے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے (وہ بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کے کھانے میں تمہیں کیا رکاوٹ ہے۔ جبکہ حرام چیزوں کو تمہیں بتلا دیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ہیں) اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں (یصلون فتح یا اور ضم یا کے ساتھ دونوں طرح ہے) محض اپنی نفسانی خواہشوں سے (مردار وغیرہ کو حلال کرنے کی طرف جو ان کے نفس مائل ہیں) بلا کسی سند کے (جو اس بارے میں قابل وثوق ہو) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے پروردگار حد سے بڑھ جانے والے کو خوب جانتے ہیں (جو حلال چھوڑ کر حرام کی طرف جا رہے ہیں) اور چھوڑ دو (ترک کر دو) ظاہری گناہوں یا باطنی (اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ اور ائیم سے مراد صرف زنا ہے یا عام گناہ) جو لوگ گناہ کما تے ہیں وہ ضرور بدلہ پائیں گے (آخرت میں) جو کچھ وہ کر رہے ہیں (کما رہے ہیں) اور جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ (مثلاً: خود مر جائے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیا جائے۔ البتہ مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام جان کر یا بھولے سے رہ گیا ہو تو وہ حلال ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے) اس کا گوشت نہ کھاؤ کہ یہ (اس گوشت میں سے کھانا) نافرمانی کی بات ہے (جائز حد سے باہر ہونا ہے) اور شیطان سکھاتے رہتے ہیں (سو سے ڈالتے رہتے ہیں) اپنے دوستوں (کفار) کے دلوں میں تا کہ تم سے یہ کج بحثی کرتے رہیں (مردار کو حلال کرنے میں) اور اگر تم نے (اس بارے میں) ان کا کہا مان لیا تو تم بھی شرک کرنے والوں میں سے ہوئے۔

تحقیق و ترکیب: قبل اکثر کی قرأت پر ضمین کے ساتھ قبیل کی جمع ہے بمعنی صف اور دوسری قرأت پر فتح کے ساتھ مصدر ہے۔ بمعنی منہ در منہ آتے سامنے۔

عدوا۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے ایک ایک روز میں ستر انبیاء کو قتل کیا ہے۔ شیاطین۔ شیریر انسانوں کا فتنہ بہ نسبت جناتی شیاطین کے چونکہ بڑھا ہوا ہے اس لئے شیاطین الانس کو مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین الجن کی کاٹ تو استعاذہ سے ہو سکتی ہے لیکن انسانی شیطان تو اور گناہوں کی طرف کھینچتے ہیں۔ غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین الجن سے تو امان مل سکتا ہے لیکن شیاطین الانس زیادہ موزی اور تکلیف دہ ہیں۔ اس لئے ان سے بچاؤ کی ضرورت ہے اور بعض نے شیاطین کی یہ دو قسمیں انسانی اور

جناتی نہیں کیں۔ بلکہ کل شیاطین کو ابلیس قرار دیا۔

یوحیٰ یہ جملہ مستانفہ ہے یا شیاطن سے حال ہے یا عدو کی صفت ہے۔ وحی کے اصل معنی اشارہ سریدہ کے ہیں۔ یہ کبھی کلام کے ساتھ بطور رمز کے ہوتا ہے اور کبھی بلا ترکیب محض آواز اور کبھی جوارح سے اشارہ کے ساتھ اور کبھی کتابت کی صورت میں اور کبھی اثناء اور وسوسہ سے بھی وحی کہلاتی ہے۔

زخرف۔ بولتے ہیں۔ فلان یزخرف کلامہ۔ یعنی باطن باطل ہے اور ظاہر آراستہ، افعیر اللہ ہمزہ انکاری ہے اور فاعطف کے لئے ہے مقدر پر۔ ای اسیل الی زخارف الشیاطین فابتغی حکماً۔ یہ کلام مت نف ہوگا اور بعض کی رائے پر غیر کا نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ ابتغی کا مفعول مقدم ہو اور ہمزہ کا تعلق ماقبل سے ہو۔ اس صورت میں لفظ حکماً حال ہے اور یا غیر کی تمیز اور دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ غیر حکماً سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہو اور حکماً مفعول بہ ہو، غرضیکہ غیر کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہوئیں اور حکماً کے منصوب ہونے کی تین وجہیں ہوتیں۔ حال اور تمیز اور مفعول ہونا اور حکم کا حفظ بمقابلہ حاکم زیادہ بیخ ہے کیونکہ حکم کہتے ہیں جس سے بار بار فیصلہ صادر ہو۔ برخلاف حاکم کے وہ ایک دفعہ بھی فیصلہ کر دے تو حاکم کہلا سکتا ہے۔ نیز حکم ہمیشہ منصفانہ فیصلہ کرتا ہے۔ برخلاف حاکم کے وہ ظالم بھی ہو سکتا ہے۔

فلا تکونن مقصد آپ کو نبی اور منع کرنا نہیں ہے، کیونکہ آپ کو قطعاً تردد اور شک نہیں تھا، بلکہ منشء تقریر ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے یا یہ کہ اہل کتاب بھی اس کے منزل من اللہ ہونے کو جانتے ہیں۔

بالاحکام والمواعید۔ ان دونوں لفظوں کا تعلق اگلے دونوں لفظوں سے ہے۔ لیکن لف وشر غیر مرتب طور پر عدل کا تعلق احکام کے ساتھ اور صدق کا تعلق اخبار و مواعید کے ساتھ۔ عبارت میں تقدیم تاخیر ہو گئی۔ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی۔ تمت کلمات ربک من جهة الصدق کالاجار والمواعید والعدل کالاحکام۔ یہ گویا منجانب اللہ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الخ کی طرح صدقاً وعدلاً تمیز ہیں ورنہ دراصل فاعل یا حال یا مفعول نہ تھے۔

اکثر من فی الارض اسے دنیا کی اکثریت کا گمراہ اور اقلیت کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اعلم۔ اسم تفصیل بمعنی اسم فاعل ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں رہا کہ اسم تفصیل منصوب نہیں ہوا کرتا اگرچہ بعض لوگ کمی کے ساتھ نصب کی بھی اجازت دیتے ہیں اور قاضی کی رائے پر من موصولہ یا موصوفہ محل نصب میں ہے۔ ایسے فعل سے جس پر لفظ اعدم دالت کرتا ہے کیونکہ لفظ اعدم اسم ظاہر کو نصب نہیں دیا کرتا۔ ایسے مواقع پر یا من استفہامیہ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یصل خبر ہے فصل فظ اور حرم دونوں مجہول و معروف ہیں۔ ابن کثیر، ابو عمرو، ابن عامر مجہول اور باقی قراء معروف پڑھتے ہیں۔ نیز حفص دونوں کو معروف اور باقی قراء مجہول پڑھتے ہیں۔

ظاہر الاثم و باطنہ مجاہد کہتے ہیں کہ ظاہر گناہ وہ ہے جو انسان جوارح سے کرے اور باطنی وہ جس کو قلب سے کرے اور کلبی ظاہر سے مراد زنا اور باطن سے مراد زمین کا فساد لیتے ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ظاہر سے کھلم کھلا زنا اور باطن سے مراد پردہ زنا ہے اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ظاہر سے مراد نکاح محارم ہے اور باطنی سے مراد زنا ہے اور ابن زید کی رائے ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد زنا ہونا اور برہنہ طواف کرنا ہے اور باطن سے مراد زنا ہے۔ چنانچہ حبان نے کلبی سے روایت کی ہے کہ ظاہر اثم سے مراد مردوں کا دن میں برہنہ طواف کرنا اور باطن سے مراد رات کو برہنہ طواف کرنا ہے۔ بہر حال یہ نبی بقول ام رازی تمام محرمات کو عام

ہے اور تمام گناہ ان ہی دو قسموں میں منحصر ہیں۔ ولا تکلوا۔ مسلمان کا ذبیحہ متروک التسمیہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت تو مطلقاً تحریم کی قائل ہے۔ عائد اہو یا ناسیا۔ ابن سیرین اور شعبی کی رائے یہی ہے اور ظاہر آیت سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ سے مطلقاً تحلیل منقول ہے اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ عائد اہرم اور ناسیا حلال ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ اور ثوریؒ کی رائے ہے۔ جو لوگ اباحت کے قائل ہیں وہ آیت سے مراد مردار جانور یا غیر اللہ کے نام سے مذبحہ جانور مراد لیتے ہیں۔ لیکن اچھا یہ ہے کہ یہ آیت وما اهل لغير الله سے مخصوص کر لی جائے۔ رہا مردار جانور سو اس کا حکم دوسری آیت سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مثلاً سورۃ مائدہ کی آیت اور آیت قل لا اجد الخ سے یہ حکم معلوم ہو گیا۔ امام اعظمؒ کی تائید احادیث کلو افان تسمیۃ اللہ فی قلب کل مومن اور ذبیحۃ المسلم حلال وان لم يذكر اسم الله علیہا سے ہوتی ہے۔ اودبح یعنی اگرچہ غیر اللہ کا نام لئے بغیر جانور ذبح کر دیا جائے۔ البتہ اگر کتابی اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کر دے اور غیر اللہ کا نام بھی نہ لے تو امام مالک کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر مسلمان اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی لے لے تو پھر اس کا ذبیحہ حرام رہے گا۔ وعلیہ الشافعیؒ امام اعظمؒ عائد اور ناسیا کا فرق کرتے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

رابط آیات: ... معاندانہ فرمائشی نشانوں کے جواب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آیت ولو انسا الخ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ آیت وکذلل الخ سے آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگوں کی عداوت کا سلسلہ تو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور اسی پر اسی قسم کے آثار مرتب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ فکر مند نہ ہو جائیے۔ آیت اغیر اللہ الخ میں نبوت پر کافی اور وافی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ یعنی قرآن کریم اور پھر اس کے ماننے نہ ماننے والوں کے مابین فرق پر بھی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ پھر آیت وان تطع الخ میں مطلقاً معاندین کا اتباع کرنے سے آپ کو روکا جا رہا ہے اور فکلوا الخ سے مذبحہ اور غیر مذبحہ جانوروں میں فرق کے سلسلہ میں کفار کے رکیک شبہات کی تھلید سے منع کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت لاتما کلو تحریم مبیہہ وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عطاء کی رائے ہے کہ بتوں کے نام پر مذبحہ جانوروں کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی ہے۔ کفار نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ طبعی موت سے مرنے والے جانور کو کون مارتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ! اس پر کفار ازراہ وطنہ کہنے لگی کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تو تم لوگ نہیں کھاتے ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو کھا لیتے ہو؟ یہ شبہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھی جم گیا۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

﴿تشریح﴾: انسانی اور جناتی شیاطین: بقرینہ تقسیم اس آیت میں شیطان سے مراد مجازاً عام معنی لئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ حقیقی معنی ترک کر دیئے جائیں اور صرف مجازی معنی ہی مراد لئے جائیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو مجاز حقیقت کی فرع ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت سے بھی وجود جنات پر روشنی پڑ رہی ہے۔ لہذا اس مجاز سے حقیقت جن کے انکار پر استدلال کرنا نہایت عبث ہے اور اس دوسرے پر چونکہ فعل کی طرف میلان بلکہ جزم مرتب ہو رہا ہے۔ اس لئے اس دوسرے پر مذمت کی گئی ہے۔ جو فی الحقیقت عزم پر مذمت ہے۔ ورنہ محض دوسرے مضر نہیں ہوتا۔ اگرچہ دوسرے ڈالنے والے کے حق میں

یہ وسوسہ اندازی بھی گنہ ہے کیونکہ اس کا اپنا ارادہ دوسرے کو مبتلائے گمراہی وغرور کرنا ہوتا ہے اور برائیوں سے بچانے میں آخرت کے ذکر کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تخصیص کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ کو ماننے کے باوجود اگر کوئی آخرت کا قائل نہ ہو تو وہ برائیوں سے زیادہ نہیں بچے گا۔ آیت لانسکون اور وان تطع اور ابغ میں جو فعل کی اسناد آنحضرت ﷺ کی طرف سے کی گئی ہے وہ بطریقہ مبالغہ ہے۔ مقصد دوسروں کو سنانا ہے کہ جب آپ ﷺ کو باوجود احتمال نہ ہونے کے اس کا خطاب کیا گیا ہے تو دوسروں کی کیا ہستی؟

قرآن کریم کے چھ کمال:..... اس آیت میں قرآن کریم کے چھ کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بلحاظ بلاغت کمال ذاتی کی طرف الکتاب میں اشارہ ہے اور بلحاظ کمیت احکام ذاتی کمال کی طرف لفظ مفصلا سے اور احکام کی صفت و کیفیت اس کی طرف صدقا وعدلا سے اشارہ کر دیا ہے اور بلحاظ کمال اضافی یعنی نازل کنندہ کے هو الذی انزل سے اور بلحاظ نازل شدہ ہونے کے جب کہ دوسری کتابیں اس کی مؤید ہوں لفظ یعلمون میں اور دوسری کتابوں پر فوقیت و افضلیت ہونے کے لحاظ سے لامبدل میں اشارہ ہے۔

اصول و فروع کے طریقہ استدلال میں فرق:..... و تمت کلمت ربک الخ سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار ہوتے ہیں، اس لئے جب انہیں حلال و حرام کی تفصیل بتادی جاتی ہے تو انہیں اس پر چلتے رہنا چاہئے۔ حرام کے حلال یا حلال کے حرام ہونے کا شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ مشرکین کو تو محض مجادلہ مقصود ہے اس لئے ان کے دوسروں کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ کسی مذہب کے اصول ثابت کرنے کے لئے تو عقلی دلائل درکار ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اصول ثابت ہونے کے بعد جزئیات اور فرعیات کے لئے صرف دلائل نقلیہ کافی ہوا کرتے ہیں۔ ان میں عقلیات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ عقلیت مضمر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فرعیات میں قطعی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ اس سے تو مزید شبہات کے دروازے کھلتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جو یائے حق اطمینان قلب چاہے تو اس کے سامنے تبرعاً اگر دلائل اقامیہ یا خطابیہ ذکر کر دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ معترض مجادل کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ اپنے کام میں لگنا چاہئے۔ تاہم اگر کوئی معترض کسی فرعی حکم کا کسی عقلی اور قطعی دلیل کے خلاف ہونا ثابت کرنا چاہے تو بلاشبہ مدعی حق کے ذمہ اس کا جواب ہونا چاہئے۔ لیکن مشرکین کے شبہ میں اس احتمال کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں اس کے شبہ کا صراحتہ جواب بھی مذکور نہیں ہے بلکہ صرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ کلاوا کے ساتھ اللہ کا نام لینا اور لاماکلاوا کے ساتھ اللہ کا نام نہ لینا مذکور ہے اور عادتاً اور نیز دوسرے دلائل سے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جاتا ہے اور لم یذکر اسم اللہ دو صورتوں میں صادق آسکتا ہے یا تو ذبح نہ ہو اور یا ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

حاصل جواب:..... پس حاصل جواب یہ ہوا کہ حلال ہونے کا مدار دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ذبح جس سے ناپاک خون نکل جائے جو مانع حلت تھا۔ دوسرے اللہ کا نام لینا کہ باعث برکت ہے اور حیوانات دمیہ کے لئے شرط حلت ہے۔ غرضیکہ شرط کا وجود اور اتمام علت کے لئے جو مانع ہو اس کا عدم حلت کے لئے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اس مجموعہ میں سے ایک جز کے اٹھ جانے سے گویا علت تامہ اٹھ جائے گی۔ اس لئے اس پر معلول کیسے متفرع ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ ایک فقہی فرع ہے کہ اللہ کا نام اگر حکماً نہ لیا ہو جیسے متروک التسمیہ جانور۔ تب بھی اس کو بمنزلہ حقیقت کے قرار دیا گیا ہے۔ البتہ جو حلال جانور دمی نہ ہوں یا کھانے کی چیز میں جانوروں کے علاوہ ہوں۔ ان میں چونکہ ناپاک خون شامل نہیں ہے، اس لئے ممکن ہے ان کے پاک کرنے کے لئے حصول برکت کے اس خاص طریقہ کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو اور وہ اللہ کا نام لئے بغیر حلال قرار دی گئی ہوں۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

ذبح اختیاری وغیر اختیاری اور متروک التسمیہ ذبیحہ:..... ماذکر اسم اللہ میں اختیاری ذبح اور اضطراری ذبح اور ذکر حقیقی و حکمی سب صورتیں داخل ہیں۔ ذبح اضطراری کا مطلب یہ ہے کہ تیر، باز، شکاری، کتابسم اللہ پڑھ کر چھوڑے جائیں تو ایسا زخمی شکار حلال ہے۔ پس امام اعظمؒ کے نزدیک بھولے سے بسم اللہ رہ جانا بھی مذکور التسمیہ میں حکماً داخل ہے۔ البتہ جان کر بسم اللہ چھوڑنے سے جانور حرام رہے گا۔ باقی امام شافعیؒ کو متروک التسمیہ عائد کی صورت میں اس نص قطعی کا مخالف سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مالِ مذکور اسم اللہ کی تفسیر غیر اللہ کا نام پڑھنے سے کرتے ہیں۔ جس پر وانہ لفسق کو قرینہ بتلاتے ہیں۔

مردار جانور میں رخصت شرعی:..... اہل اصول اس آیت سے یہ سمجھتے ہیں کہ میت کی حرمت مضطر اور مکہ کے حق میں الاماضی طور پر استثناء کی وجہ سے بالکل ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر پھر بھی کوئی صبر کرے اور مردار نہ کھائے۔ حتیٰ کہ مر جائے تو وہ گناہگار مرے گا۔ پس گویا یہ رخصت کی چوتھی قسم ہوئی۔ کیونکہ یہاں حرمت سے استثناء ہو رہا ہے برخلاف حالت اضطرار میں حکم کفر کہنے کے وہاں بھی الامن اکراہ اگرچہ استثناء موجود ہے لیکن وہ حرمت سے استثناء نہیں ہے بلکہ غضب اور عذاب سے استثناء ہے۔ پس ہو سکتا ہے کہ حرمت باقی رہے اور عذاب و غضب عارضی اکراہ کی وجہ سے منقہ ہو جائے۔ چنانچہ رخصت حقیقی کی یہ قسم اتم ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صبر کر کے جان دے دے تو شہید کہلائے گا۔

متروک التسمیہ مذکور جانور کے متعلق فقہاء کی رائے مختلف ہے۔ حنفیہ عائد کو حرام اور ناسیاً کو حلال فرماتے ہیں اور امام احمدؒ اور داؤد ظاہریؒ دونوں صورتوں کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں اور امام شافعیؒ دونوں کو حلال مانتے ہیں اور مالِ مذکور اسم اللہ کے معنی یہ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت جن پر غیر اللہ لات و عزیٰ بتوں کا نام لیا جائے یا جانور طبعی موت مر جائے۔ کیونکہ متروک التسمیہ فسق نہیں۔ بلکہ فسق کی یہی دو صورتیں ہیں۔ مردار جانور یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور لہذا متروک التسمیہ کی مطلقاً دونوں صورتیں حرام نہ ہوں بلکہ وہ حلال رہیں۔

لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ ظاہر آیت سے مطلقاً حرمت ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حنابلہ کی رائے ہے۔ تاہم آیت لا تَوَاحِلُنَا ان نَسِينَا الْخ سے اور حدیث تسمیۃ اللہ فی القلب کل مسلم کی وجہ سے متروک التسمیہ ناسیاً کو ہم جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔

حنفیہ کی طرف سے جوابات:..... اور رہے شوافع کے دلائل ان کا جواب شرح وقایہ میں مذکور ہے۔ منجملہ ان کے قول لا اجد الخ کا حصر اگر حقیقی بھی مان لیا جائے تب بھی پہلے اعتبار سے ہے۔ متروک التسمیہ کی حرمت کا نزول بعد میں ہوا جو اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کذب لازم نہیں آتا۔

یا کہا جائے کہ قل لا جد میں حصر اضافی ہے۔ یعنی حلال بکری کو حرام سمجھنے کے جواب میں کہا جاتا ہے ورنہ حصر حقیقی کی صورت میں بہت سی حرام چیزوں کی وجہ سے کذب لازم آئے گا جیسے ذی ناب مخلب وغیرہ جانور۔ بہر حال متروک التسمیہ ناسیاً کے حلال ہونے میں شوافع کو یہ مغالطہ ہو گیا کہ حنفیہ مالِ مذکور کے عموم میں تخصیص کر رہے ہیں۔ پس اس تخصیص کے بعد عام مخصوص ظنی ہو گیا۔ جس کی تخصیص دوبارہ خبر واحد ۱۱ المسلم یذبح علی اسم اللہ مسمی اولم یسم سے بھی ہو سکتی ہے اور عائد کو

ناسیہ پر قیاس کر کے بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ آیت میں عموم قطعی غیر مخصوص ہے کیونکہ ناسیہ متروک التسمیہ دراصل مذکور التسمیہ میں داخل ہے۔ امام مالکؒ کا مذہب ان کی کتابوں سے تو معلوم نہیں۔ دوسروں کی کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ مثلاً: ہدایہ اور شرح وقایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد اور داؤد و ظاہری کی طرح ان کی نزدیک بھی عامہ کی طرح ناسیہ حلال نہیں ہے۔ لیکن بیضاوی میں امام مالکؒ کو امام شافعی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور شیخ عصام نے صاحب انصاف مالکی کے حوالہ سے۔ امام مالک کی ایک روایت کا امام ابو حنیفہ کے موافق ہونا بیان کیا ہے۔ تاہم صحیح مذہب کی تعیین کتب مذہب ہی سے ہو سکتی ہے۔

لَطَائِفُ آیَاتٍ: آیت ان یتبعون الخ میں چونکہ ظن سے مراد وہ ظن ہے جو کسی شرعی دلیل کی طرف مستند نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام میں کشف والہام حجت نہیں۔ بالخصوص ان پر جزم کرنا بالکل باطل ہے۔ آیت و مالکم الا تاکلوا الخ میں غلو فی الزہد کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ بعض جاہل صوفی کیا کرتے ہیں۔ آیت و ذروا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح گناہ اعضاء ظاہرہ سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قلب سے بھی بعض گناہ ہو جاتے ہیں۔

وَنَزَلَ فِي أَبِي حَتْمٍ وَغَيْرِهِ أَوْ مَنْ كَانَ مَيْتًا بِالْكَفْرِ فَأَحْيَيْنَاهُ بِالْهُدَى وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ يَنْصُرُ بِهِ الْحَقَّ مِنْ غَيْرِهِ وَهُوَ الْإِيمَانُ كَمَنْ مَثَلُهُ مَثَلُ زَائِدٍ أَيْ كَمَنْ هُوَ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا وَهُوَ الْكَافِرُ لَا كَذَلِكَ كَمَا زَيْنٌ لِلْمُؤْمِنِينَ الْإِيمَانُ زَيْنٌ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾ مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي وَكَذَلِكَ كَمَا جَعَلْنَا فُسَّاقَ مَكَّةَ أَكَابِرَهَا جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا بِالْصِّدْعِ الْإِيمَانِ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ لِأَنَّ وَنَالَهُ عَلَيْهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۳﴾ بِذَلِكَ وَإِذَا أَجَاءَتْهُمْ أَى أَهْلَ مَكَّةَ آيَةٌ عَلَى صِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهِ حَتَّى نُوْتَى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رَسُولُ اللَّهِ مِنَ الرِّسَالَةِ وَيُوْحَى إِلَيْنَا لَأَنَّا أَكْثَرُ مَا لَا وَ أَكْبَرُ سِيقًا قَالَ تَعَالَى اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ بِالْجَمْعِ وَالْأَفْرَادِ وَحَيْثُ مَفْعُولٌ بِهِ لِفِعْلِ ذَلَّ عَلَيْهِ أَعْلَمُ أَى يَعْلَمُ الْمَوْضِعَ الصَّالِحَ لَوْضِعِهَا فِيهِ فَيَضَعُهَا وَهَؤُلَاءِ لَيْسُوا أَهْلًا لَهَا سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا بِقَوْلِهِمْ ذَلِكَ صَغَارٌ ذَلَّ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ إِمَّا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۴﴾ أَى بِسَبَبِ مَكْرِهِمْ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ بِأَنْ يَقْدِفَ فِي قَلْبِهِ نُورًا فَيَنْفَسِحَ لَهُ وَيَقْبِلَهُ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَنْ قَبُولِهِ حَرَجًا شَدِيدَ الضِّيقِ بِكُسْرِ الرَّاءِ صِفَةً وَفَتْحِهَا مَصْدَرٌ وَصِفَ بِهِ مُبَالَغَةً كَأَنَّمَا يَصْعَدُ وَفِي قِرَاءَةٍ يَصَاعِدُ وَفِيهِمَا ادْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا فِي السَّمَاءِ إِذَا كُتِبَ الْإِيمَانُ لِشِدَّتِهِ عَلَيْهِ كَذَلِكَ الْجَعْلُ

يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ الْعَذَابَ أَوِ الشَّيْطَانَ أَيْ يُسَلِّطُهُ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَهَذَا الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ صِرَاطٌ طَرِيقُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا لَا عِوَجَ فِيهِ وَنَضْبُهُ عَلَى الْحَالِ الْمُؤَكَّدَةِ لِلْحُمْلَةِ وَالْعَامِلُ فِيهَا مَعْنَى الْإِشَارَةِ قَدْ فَصَّلْنَا بَيْنَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۶﴾ فِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ أَيْ يَتَعَظُّونَ وَاحْصُوا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمُ الْمُتَفَعِّلُونَ بِهَا لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ أَيْ السَّلَامَةُ وَهِيَ الْجَنَّةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَإِذْ كُرِيَومَ يَحْشُرُهُمْ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ أَيْ اللَّهُ الْخَلْقَ جَمِيعًا وَيُقَالُ لَهُمْ يَمْعُشَرُ الْجِنِّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ بِإِغْوَائِكُمْ وَقَالَ أَوْلِيَّتُهُمُ الَّذِينَ أَطَاعُوهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ إِنْتَفَعَ الْإِنْسُ بِتَرْبِيَةِ الْجِنِّ لَهُمُ الشَّهَوَاتُ وَالْجِنُّ بِطَاعَةِ الْإِنْسِ لَهُمْ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتْ لَنَا وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ وَهَذَا تَحْشُرُ مِنْهُمْ قَالَ تَعَالَى لَهُمْ عَلَى لِسَانِ الْمَلَكَةِ النَّارُ مَثْوَاكُمْ مَاوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ مِنَ الْأَوْقَاتِ الَّتِي يَخْرُجُونَ فِيهَا لِشُرْبِ الْحَمِيمِ فَبِأَنَّهَُا خَارِجَهَا كَمَا قَالَ تَعَالَى ثُمَّ إِنْ مَرَجَعْتُمْ لَا إِلَى الْحَجِيمِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ فِي مَنْ عَلِمَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُمْ يُؤْمِنُونَ فَمَا بِمَعْنَى مَنْ إِنْ رَبَّكَ حَكِيمٌ فِي صُنْعِهِ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ بِخَلْقِهِ وَكَذَلِكَ كَمَا مَتَّعْنَا عُصَاةَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ فَوَلَّى مِنَ الْوِلَايَةِ بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا أَيْ عَلَى بَعْضٍ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾ مِنَ الْمَعَاصِي

۱۵
ع
۲

ترجمہ: (یہ آیت ابو جہل اور دوسرے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے) پھر کیا وہ آدمی کہ (کفر کی وجہ سے) مردہ تھا اور ہم نے اسے (اسلام کی بدولت) زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور ظہر اویا کہ اس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان چلے پھرے (نور ایمان کی بدولت حق اور ناحق کو دیکھ سکے) اس آدمی جیسا ہو سکتا ہے (لفظ مثل زائد ہے اصل عبارت کمن ہو کافی ہو سکتی ہے) جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے باہر نکلنے والا نہیں (مراد کافر ہے۔ یعنی دونوں برابر نہیں ہو سکتے) اسی طرح (جیسے مسلمانوں کو ایمان خوشنما معلوم ہوتا ہے) خوشنما دکھائی دیتے ہیں کافروں کی نظروں میں وہ کام جو وہ کرتے رہتے ہیں (یعنی کفر و گناہ) اور اسی طرح (جیسے آج مکہ کے رئیسوں کو ہم نے سرگرم بنا دیا ہے) ہم نے ہر بستی میں اس کے بزرگوار آدمیوں کے سر اور بنا دیئے ہیں تاکہ وہاں مکرو فریب کے جال پھیلا دیں (لوگوں کو ایمان سے روک کر) اور فی الحقیقت وہ مکرو فریب نہیں کرتے مگر اپنے ہی ساتھ (کیونکہ مکاری کا وبال خود ان ہی پڑے گا) لیکن (اس کا) شعور نہیں رکھتے اور جب ان (اہل مکہ) کے پاس سچائی کی کوئی نشانی آتی ہے (جو آنحضرت ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہو) تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں، جب تک ہمیں ویسی ہی بات نہ ملے جیسی اللہ کے رسولوں کو مل چکی ہے (رسالت و وحی سے ہم بھی سرفراز ہوں، کیونکہ مالدار بھی ہم زیادہ ہیں اور عمر میں بھی ہم بڑے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے) اللہ ہی بہتر جاننے والے ہیں کہ کہاں اور کس طرح اپنی پیغمبری ظہر آئیں (لفظ رسالت جمع اور مفرد دونوں صیغوں کے ساتھ آیا ہے اور لفظ حیث ایسی فعل کا مفعول ہے جس پر لفظ اعلم دلالت کرتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ رسالت کے مقام محل کو خوب جانتے ہیں۔ اس

لئے وہ اسے وہیں رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس مصرف کے نہیں) جو لوگ (اس قسم کی باتیں کر کے) جرم کے مرتکب ہوتے ہیں، عنقریب انہیں اللہ کے حضور ذست (حقارت) نصیب ہوگی اور سخت عذاب پاداش ملے گا۔ ان مکاریوں کے سلسلہ میں جیسی کچھ وہ کرتے رہے ہیں (یعنی ان مکاریوں کے صلہ میں) نہیں جس کسی کو اللہ میاں چاہتے ہیں کہ راہ دکھادیں، اس کا سینہ اسلام کے سئے کھول دیتے ہیں (اس کے دل میں نور ایمان ڈال دیتے ہیں جس سے اس کا دل کشادہ ہو کر ایمان قبول کر لیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) اور جس کسی پر راہ گم کر دینی چاہتے ہیں، اس کے سینہ کو اس طرح تنگ کر دیتے ہیں (ضیق تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ اسلام قبول کرنے سے دل تنگ کر دیتے ہیں) اور بچا ہوا بنادیتے ہیں (بہت ہی تنگ لفظ ضیق کسر را کے ساتھ صفت کا صیغہ ہے اور فتح را کے ساتھ مصدر ہے مبالغہ کے طریقہ پر لایا گیا ہے) گویا چڑھ رہا ہے (اور ایک قرأت میں یصاعد ہے دونوں قرأتوں پر اصل میں تا کا ادا غام صا د میں ہو رہا ہے اور ایک اور قرأت میں سکون صاد کے ساتھ ہے) آسمان پر (جب اس سے ایمان کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس پر ایمان شق ہونے کی وجہ سے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے) اسی (کارروائی) کی طرح اللہ ان لوگوں پر پھٹکار ڈال دیتے ہیں (عذاب یا شیطان مسلط کر دیتے ہیں) جو ایمان نہیں لائے اور یہی تو (جس طریقہ پر اے محمد ﷺ آپ ہیں) تمہارے پروردگار کی سیدھی راہ (راستہ) ہے جس میں قطعاً کجی نہیں ہے اور مستقیماً حال موکدہ کی بناء پر منصوب ہے اور اشارہ کے معنی اس میں عامل ہیں) بلاشبہ ہم نے کھول کھول کر بتل دی ہیں (بیان کر دی ہیں) نشانیاں دھیان دینے والی قوم کے لئے (لفظ کرون میں دراصل تاء کا ادا غام ذں میں ہو رہا ہے۔ یعنی يتعظون ان لوگوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ یہی لوگ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں) ان لوگوں کے لئے سلامتی (عافیت) کا گھر ہے (جنت) تمہارے پروردگار کے حضور اور اللہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے مددگار ہیں اور (یاد رکھو) اس دن کیا ہوگا، جب اللہ جمع فرمائیں گے (لفظ حبشرون اور یاء کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی اللہ اپنی مخلوق کو جمع فرمائیں گے) سب کو (اور ان سے کہا جائے گا) اے جنت کی جماعت تم نے تو انسانوں میں سے بڑی تعداد اپنے ساتھ لے لی (ان کو اور غلالیا) اور انسانوں میں سے جو لوگ ان کے ساتھ رہے (جنہوں نے ان کی اطاعت کی ہے) وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں (انسانوں نے تو جنت سے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ جنات نے انسانوں کے لئے خواہشات کو خوشنما بنا دیا تھا اور جنات نے اپنا کہا انسانوں سے منوا کر فائدہ حاصل کیا) اور میعاد کی اس منزل تک ہم پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لئے مقرر کر دی تھی (اس سے مراد قیامت ہے اور یہ کلام بطور حسرت ہوگا) ارشادِ ربانی ہوگا (فرشتوں کی زبانی ان سے خطاب ہوگا) تمہارا ٹھکانا (پناہ گاہ) آتش دوزخ ہے اور اسی میں ہمیشہ رہو گے۔ بجز ان اوقات کے جن میں اللہ انہیں نجات دینا چاہیں گے (یعنی ماسوا ان اوقات کے جن میں یہ جہنمی لوگ گرم پانی پینے کے لئے جہنم سے باہر نکالے جائیں گے۔ کیونکہ پانی کا یہ مقام جہنم سے باہر ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت ثسم ان مروجعہم لا الی الجحیم سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا مومن ہونا علم الہی میں طے ہو چکا ہے۔ پس اس صورت میں ما بمعنی من ہوگا) بلاشبہ تمہارے پروردگار بڑی حکمت والے ہیں (اپنے کام میں) اور بڑے علم رکھنے والے ہیں (اپنی مخلوق کا) اور اسی طرح (جیسے نافرمان انسان اور جنات میں ایک دوسرے سے نفع اٹھانے کا ہم نے موقعہ بہم پہنچایا ہے) بعض ظالموں کو بعض ظالموں پر مسلط کر دیں گے (لفظ نولی ولایت سے ہے اور بعضاً بتقدیر علی بعض ہے) ان کی کمائی کی وجہ سے جو وہ (بد عملیوں سے) کرتے رہے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: و نزل۔ اس سے دو خاص انسان مراد ہیں یا عام مومن و کافر کی مثال ہے۔ صحیح دوسری صورت ہے۔ نیز ابو جہل کے ساتھ غیرہ سے مراد یا حضرت عمرؓ ہیں یا حمزہؓ یا عمار بن یاسرؓ یا خود آنحضرت ﷺ۔ بہر حال عموم الفاظ کا اعتبار کر کے

مثال آیت کو عام لینا چاہئے۔ مثل زائدة۔ کیونکہ مثل صفت ہے اور ظلمات میں کفار کی ذات مستقر ہوتی ہے نہ کہ ان کی صفات۔

اکبر مجرمیہا۔ ہر قوم میں اس قسم کے شریر لوگوں کو بروں کی پیشوائی حاصل رہتی ہے اور اکثر کمزور لوگ نیکوں کی طرف راغب رہتے ہیں۔ فی کل قرية مفعول ثانی ہے جعلنا کا اور اکبر مفعول اول ہے ترکیب اضافی کے ساتھ اور مفعول ثانی کی تقدیم اس لئے کی تاکہ مجرمیہا کی ضمیر راجع ہو سکے۔ یہ ترکیب عمدہ ہے لیکن جلال محققؒ کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجرمیہا کو مفعول اول اور اکبر کو مفعول ثانی قرار دے رہے ہیں۔

حيث۔ یہ مفعول بہ ہے۔ ظرف مکان اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا علم زمان و مکان کی قیود و گرفت سے بالا ہے۔ اگرچہ ابو حیان ظاہر کے مطابق اس کو ظرف پر برقرار رکھتے ہیں اور علم کی تفسیریں ایسے معنی کے ساتھ کرتے ہیں جو ظرف کی طرف متعدی ہو جائیں۔ اى الله انفذ علماً حيث يجعل اى هو نافذ العلم فى هذا الموضع۔

صغار بروزن سحاب۔ مصدر صغر بروزن لقب ہے، لیکن صغر جو ضد کبر ہے اس کے متعلق صغر فہو صغیر بولتے ہیں۔ بشرح صدرہ۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ نور یقذفہ اللہ فی قلب المؤمن فیشرح له ویفتح۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ شرح صدر کے اس مرتبہ کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا آخرت کی طرف رغبت، دنیا سے اعراض اور وقت سے پہلے موت کی تیاری۔ ضیفاً حرجاً اول عام اور ثانی خاص ہے۔ چنانچہ ہر حرج کو ضیق کہا جائے گا۔ بدون العکس حرج بکسر الراء صفت یعنی اسم فاعل مشتق ہے اور بفتح مصدر ہے غیر مشتق۔ اس صورت میں مبالغہ سے مقصد تشبیہ یا امتناع ہوگا کہ جیسے آسمان پر چڑھنا عادتاً ممتنع۔ اسی طرح ان کا ایمان قبول کرنا بھی ممکن نہیں اور یا منشاء صرف بعد عن الحق ہوگا۔

رجس۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی شیطان کے ہیں۔ یعنی اللہ شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور کبھی اس کے معنی گناہ کے لیتے ہیں اور مجاہدؓ کی رائے ہے کہ جس چیز میں کوئی بھلائی نہ ہو اور عطا رجس کے معنی عذاب کے لیتے ہیں رجس کی طرح اور بعض نے رجس کے معنی نجس کے لئے ہیں۔ اگر رجس سے مراد اول تفسیر یعنی عذاب ہو تو یجعل کے معنی بلفی اور یصیب کے ہوں گے اور دوسری تفسیر یعنی شیطان کے معنی ہوں تو مفسر علامؒ یجعل کے معنی سلط کر رہے ہیں۔

صراط۔ اس میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے۔

معنى الاشارة۔ بہتر یہ تھا کہ اسم اشارہ کو عامل کہنا چاہئے تھا۔ اى اشیر۔ یا معشر الجن۔ یہ خطاب موقوف میں جمع ہونے کے بعد ہوگا۔ معشر کی جمع معاشر اور جن سے مراد شیاطین ہیں۔ استمتع بعضنا۔ انسانوں کا جنات سے استمتاع تو بقول کبھی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کسی وادی میں اترتے تو ان جملوں سے استعاذہ کیا کرتے۔ اعوذ بسید هذا الوادی من شر سفھا وقومہ اور جنات کا انسانوں سے استمتاع یہ تھا کہ انسانوں کے اس طرح ان کے آگے سرنگوں ہو جانے سے وہ اور زیادہ سرگرداں ہو جاتے اور بعض نے اول کی تشریح میں جنات کی طرف سے محروک ہانت اور طرح طرح کی ٹونکے بازیوں کو اور دوسرے کی تشریح میں انسانوں کا جنات کی اطاعت کرنا بیان کیا ہے۔

ماشاء اللہ علامہ سیوطیؒ یہ تفسیر شیخ محلی کے اتباع میں کر رہے ہیں جو انہوں نے سورہ صافات میں اختیار کی ہے۔ حالانکہ ظاہر آیت یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین کے یہ تفسیر منافی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سے استثنائی وقت

سے مراد طبقہ ناریہ سے طبقہ زمہریہ کی طرف مرجع و تبدیلی لی جائے اور یا اوقات محاسبہ کو مستثنیٰ کیا جائے اور یا پھر بقول ابن عباسؓ مسمیٰ بمعنی من لے کر مومنین کا استثناء مراد لیا جائے۔ تفسیر کبیر میں یہ تینوں توجہیں کی گئی ہیں۔

نولی . ولایۃ یفتح الواد بمعنی دوستی اور نصرت سے ہے اور بکسر الواد بمعنی تسلط اور غلبہ ہے۔ علی بعض کے لفظ سے جلال محقق نے دوسرے معنی کی طرف اشارہ کر دیا۔

ربط آیات: پچھلی آیات کی طرح آیت او من کان الخ سے بھی حق کی تصدیق و تکذیب کرنے والوں کا فرق بتلانا ہے اور پھر آیت ویوم یحشرهم الخ سے اہل حق اور اہل باطل کی جزاء و سزا کا وقت اور اس کی بعض کیفیات و متعلقات بیان کرتے ہیں۔

شان نزول: ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت ﷺ پر کچھ نجاست پھینک دی جس کی اطلاع حضرت حمزہؓ کو ہوئی وہ اس وقت تک مسمان نہیں ہوئے تھے اور تیر کمان سنبھالے شکار سے واپس چلے آ رہے تھے۔ سن کر برا فروختہ ہوئے اور اسی برہمنی کی حالت میں ابو جہل پر برس پڑے۔ پھر تو ابو جہل لگا خوشامد کرنے اور لگا لکھا کر کہنے لگا یا ابا یعلیٰ الا تری ما جاء به سفہ عقولنا ونسب الہتنا وخالف اباءنا۔ حمزہؓ نے جواب دیا تم سے زیادہ سفیہ اور کون ہو سکتا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کرتے ہو۔ یہ فرما کر حضرت حمزہؓ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اس پر آیات او من کان الخ نازل ہوئیں۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ نے جب یہ کہا کہ نبوت اگر کوئی حق بات ہے تو لکننت انا احق بہا فانی اکثر منه مالا وولداً وسناً۔ اس پر آیت واذا جاء تہم الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ان آیات میں ایمان و کفر کی مثال بیان کی جا رہی ہے کہ ایمان زندگی ہے اور علم و بصیرت کی روشنی ہے۔ کفر موت ہے اور اوہام و ظنون کی تاریکی۔ پس کیا وہ آدمی جس کے سامنے روشنی ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہو۔ پس مومن جس کے تمام عقائد و اعمال علم و یقین پر مبنی ہوں۔ اس کے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ کفر و شرک کے اوہام و خرافات کا اثر قبول کرے۔

شوریدہ سر لوگوں کی اہل حق سے دشمنی: جب کسی آبادی میں کوئی داعی حق کھڑا ہوتا ہے تو وہاں کے سردار اور شورہ پشت لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اگر دعوت حق کامیاب ہو گئی تو ان کے ظالمانہ اختیارات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے انہیں ایک طرح کی ذاتی دشمنی اور کدورت ہو جاتی ہے اور وہ طرح طرح کی مکاریاں کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگ دعوت حق قبول نہ کر سکیں۔ چنانچہ سرداران مکہ کی منجملہ مکاریوں کے ایک مکاری یہ تھی کہ معجزات دکھانے کو کہتے۔ حالانکہ بار بار ان کو اس حیلہ سے روک گیا۔ دراصل جب کسی آدمی کی مت ماری جاتی ہے اور اس کی سمجھ ٹیڑھی ہو جاتی ہے تو گمراہی میں اس کو اس قدر جماؤ ہو جاتا ہے کہ وہ کتنا ہی سوچے، سیدھی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس شخص کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے جیسے کوئی بلندی پر چڑھنا چاہے مگر اس کا دم پھول جائے تو وہ کتنی ہی چڑھنے کی کوشش کرے لیکن اس کے قدم نہیں اٹھتے۔

لیکن خدا کے ٹھہرائے ہوئے قانون سعادت و شقاوت کے مطابق جس کسی کو راہ ملنے والی ہوتی ہے اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔

لطا ف آیات: آیت او من کان الخ میں طریق حق کی معرفت کو نور فرمانے سے معلوم ہوا کہ مشائخ کی زبانوں پر یہ لفظ بے اصل مروج نہیں ہے اور آیت اللہ اعلم سے معلوم ہوا کہ فیضان کے لئے استعداد شرط عادی ہے۔ آیت فمن یرد اللہ الخ میں قبض وسط عقلی کا اثبات ہے اور یہی دونوں حالتیں سلوک کی اصل ہیں اور قبض وسط طبعی تو غیر معتد بہ ہوتے ہیں۔

يَمْعَشِرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ أَىٰ مِّنْ مَّحْمُوعِكُمُ الصَّادِقُ بِالْإِنْسِ أَوْ رُسُلُ الْجِنَّ
نَذَرُهُمُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ كَلَامَ الرُّسُلِ فَيَلْبِغُونَ قَوْمَهُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ إِلَهِي وَيُنْذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ
هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ قَدْ بَلَغْنَا قَالَ تَعَالَى وَغَرَّتُهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُؤْمِنُوا وَشَهِدُوا
عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿١٣٠﴾ ذَلِكَ أَىٰ إِرْسَالِ الرُّسُلِ أَنَّ الْإِلَاحَ مُقَدَّرَةٌ وَهِيَ مُخَفَّفَةٌ أَىٰ
لَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ مِّنْهَا وَأَهْلُهَا غَفُلُونَ ﴿١٣١﴾ لَمْ يُرْسَلْ إِلَيْهِمْ رَسُولٌ يُبَيِّنُ
لَهُمْ وَلِكُلِّ مِنَ الْعَامِلِينَ دَرَجَتٌ جَزَاءً مِّمَّا عَمِلُوا مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ بِالْبَيَاءِ وَالتَّاءِ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ عَنِ خَلْقِهِ وَعِبَادَتِهِمْ ذُو الرِّحْمَةِ إِنْ يَشَاءُ يُهْلِكْكُمْ أَوْ
أَهْلَ مَكَّةَ إِلَّا هَلَاكٌ وَيَسْتَخْلِفُ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاءُ مِنَ الْخَلْقِ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ أَذْهَبَهُمْ وَلَكِنَّهُ تَعَالَى أَبْقَاكُمْ رَحْمَةً لَّكُمْ إِنْ مَا تُوَعَّدُونَ مِنَ السَّاعَةِ وَالْعَذَابُ لَا تَلِي
لَا مُحَالَةً وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾ فَابْتَئِينَ عَذَابَنَا قُلْ لَهُمْ يَقْرَأُ أَعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ حَالَتِكُمْ
إِنِّي عَامِلٌ عَلَى حَالَتِي فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ مَوْصُولَةٌ مَّفْعُولُ الْعِلْمِ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ أَى الْعَاقِبَةُ
الْمَحْمُودَةُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ أَنْحُنْ أَمْ أَنْتُمْ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ يَسْعِدُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾ الْكَافِرُونَ وَجَعَلُوا أَى
كُفَّارُ مَكَّةَ لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ خَلَقَ مِنَ الْحَرْثِ الزَّرْعَ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا يَصْرِفُونَهُ إِلَى الضَّيْفَانِ وَالْمَسَاكِينِ
وَيُشْرِكُ بِهِمْ نَصِيبًا يَصْرِفُونَهُ إِلَى سَدَنَتِهَا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ وَهَذَا لِلشُّرَكَائِنَا
فَكَانُوا إِذَا سَقَطَ فِي نَصِيبِ اللَّهِ شَيْءٌ مِنْ نَصِيبِهَا التَّقْطُوعُ أَوْ فِي نَصِيبِهَا شَيْءٌ مِنْ نَصِيبِهِ تَرْكُوهُ وَقَالُوا إِنْ
اللَّهُ غَنِيٌّ عَنْ هَذَا كَمَا قَالَ تَعَالَى فَمَا كَانَ لِلشُّرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ أَى لِجِهَتِهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ
فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ بِئْسَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾ حُكْمُهُمْ هَذَا وَكَذَلِكَ كَمَا رَأَى لَهُمْ
مَا ذَكَرَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادِهِمْ بِالْوَادِ شُرَكَائِهِمْ مِنَ الْجِنَّ بِالرَّفْعِ فَاعِلٌ رَّيٌّ وَفِي
فِرَاءَةِ بَيَانِهِ لِلْمَفْعُولِ وَرَفْعِ قَتَلَ وَنَصْبِ الْأَوْلَادِ بِهِ وَجَرِّ شُرَكَائِهِمْ بِإِضَافَتِهِ وَفِيهِ الْفَصْلُ بَيْنَ الْمُصَافِ

وَالْمُضَافِ إِلَيْهِ بِالْمَفْعُولِ وَلَا يَضُرُّو بِإِضَافَةِ الْقَتْلِ إِلَى الشُّرَكَاءِ لَا مَرِهِمْ بِهِ لِيُؤْذُوهُمْ يُهَبِّكُوهُمْ
وَلِيَلْبِسُوا يَحْبِطُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوا هَذِهِ
أَنْعَامٌ وَحَرِّثَ حَجَرٌ حَرَامٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ مِنْ خِدْمَةِ الْأَوْتَانِ وَغَيْرِهِمْ بِزَعْمِهِمْ أَيْ
لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا فَلَا تُرْكَبُ كَالسَّوَابِ وَالْحَوَامِي وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ
اللَّهِ عَلَيْهَا عِنْدَ ذَبْحِهَا بَلْ يَذْكُرُونَ اسْمَ أَصْنَامِهِمْ وَنَسَبُوا ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا
كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳۸﴾ عَلَيْهِ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ الْمُحَرَّمَةِ وَهُوَ السَّوَابِ وَالْبَحَائِرُ خَالِصَةٌ
حَلَالٌ لِدُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْوَاجِنَا أَيْ النِّسَاءِ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ مَعَ تَأْنِيثِ الْفِعْلِ
وَتَذْكِيرِهِ فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمُ اللَّهُ وَصَفَهُمْ ذَلِكَ بِالتَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ أَيْ جَزَاءَهُ إِنَّهُ حَكِيمٌ فِي
صُنْعِهِ عَلَيْهِمُ ﴿۱۳۹﴾ بِخَلْقِهِ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أَوْلَادَهُمْ بِالْوَادِ سَفَهًا حَقًّا
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ مِمَّا ذَكَرَ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ: ... اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر جو تم ہی میں سے تھے نہیں آئے تھے؟ (یعنی تمہارے
مجموعہ میں سے جو صرف انسانوں کی صورت میں صادق آئیں یا جنات کے رسول سے مراد وہ ڈرانے والے ہیں جنہوں نے انبیاء کا کلام
سن کر اپنی قوم میں تبلیغ کی) انہوں نے ہماری آیتیں تمہیں نہیں سنائی تھیں؟ اور آج کے دن سے جو تمہیں پیش آیا ہے نہیں ڈرایا تھا؟ وہ
عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ گواہی دیتے ہیں (کہ انہوں نے ہمیں سب کچھ پہنچایا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) فی الحقیقت دنیا کی
زندگی نے انہیں فریب میں ڈال دیا تھا (اسی لئے وہ ایمان نہیں لاسکے) اور اب وہ خود ہی اپنے خلاف گواہ ہو گئے کہ وہ کافر تھے، یہ
(پیغمبروں کو بھیجنا) اس لئے ہوا کہ (ان سے پہلے لام مقدر ہے اور یہ ان مخففہ ہے اصل میں لا نہ تھا) تمہارے پروردگار کا یہ ڈھنگ نہیں
کہ وہ بستیوں کو ہلاک کر دیں (ان کی) نا انصافی کی وجہ سے ایسی حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے بے خبر ہوں (ان کو بتلانے والا کوئی
رسول بھی ان کے پاس نہ بھیجا جائے) اور ہر ایک کے لئے (عمل کرنے والوں میں سے) درجے ہیں، ان کے (اچھے برے) عمل کے
مطابق (بدلہ) اور تمہارے پروردگار غافل نہیں ہیں، جیسے کچھ ان کے کارنامے ہیں (یاء اور تاء کے ساتھ دونوں طرح لفظ معلوم ہے)
اور تمہارے پروردگار بے نیاز ہیں (اپنی تمام مخلوق اور ان کی بندگی سے) رحمت والے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو تمہیں بتا دیں (اے مکہ کے
باشندو! تمہیں ہلک فرمادیں) اور تمہارے بعد جس کو چاہیں (مخلوق میں سے) تمہارا جائشیں بتا دیں۔ جس طرح ایک دوسرے رُوہ کی
نسل سے تمہیں اٹھا کر کھڑا کیا ہے (انہیں اٹھالیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت سے باقی رہنے دیا ہے) جس بات کا تم سے وعدہ
کیا جاتا ہے (قیامت اور عذاب کے متعلق) وہ یقیناً (ضرور) آنے والی ہے اور تمہارے بس میں نہیں کہ مجبور کر سکو (کہ ہمارے عذاب
سے بچ نکلو) کہیے آپ (ان لوگوں سے) اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ (اپنی حالت پر) پر بھی (اپنے حال پر) کام کر رہا
ہوں۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا (من موصولہ اور علم کا مفعول ہے) انجام آخر کار بخیر ہے (یعنی آخرت میں بہترین
نتیجہ ہمارے ہاتھ آتا ہے یا تمہارے ساتھ رہتا ہے) ظلم کرنے والے (کافر یقیناً کبھی کامیاب (فلاح یاب) ہونے والے نہیں ہیں اور

ٹھہرا لیتے ہیں (کفار مکہ) اللہ کے لئے جو کچھ اللہ نے پیدا فرمایا ہے (مخلیق کیا ہے) کھیتی (باڑی) اور مویشی میں سے ایک حصہ (جس کو یہ لوگ مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کرتے ہیں اور ایک حصہ شرکاء کے لئے مخصوص رکھتے ہیں۔ جس کو وہاں کے مجاوروں پر صرف کرتے ہیں) اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لئے ہے، اپنے گمان کے مطابق (زعم فتح زاد ضمہ زاء کے ساتھ ہے) اور یہ ان کے لئے جنہیں ہم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے (چنانچہ شرکاء کے حصہ میں سے اگر کچھ ریزہ اللہ کے حصہ میں شامل ہو جاتا ہے تو اسے فوراً اٹھا لیتے ہیں اور ہٹا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اللہ میاں کے حصہ میں سے کچھ ان شرکاء کے حصہ میں جاملتا ہے تو اسے علی حالہ شامل رہنے دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اللہ میاں کو کیا ضرورت۔ چنانچہ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں) پس جو کچھ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لئے وہ تو اللہ کی طرف پہنچتا نہیں (یعنی اللہ کی ڈھیری میں نہیں لگاتے) لیکن جو کچھ اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے (بے جا) فیصلہ ہے جو یہ لوگ (اس قسم کا فیصلہ) کر رہے ہیں اور اسی طرح (جیسے مذکورہ باتوں کو ان کے لئے آبراستہ کر دیا ہے) خوشنما کر دکھایا ہے۔ بہت سے مشرکین کی نظروں میں قتل اولاد کو ان کے شرکاء نے (جو جناتی ہیں۔ لفظ شرکاء، رفع کے ساتھ ذیسن کا فاعل ہے اور ایک قرأت میں مفعول ہے اور اس کی وجہ سے قتل مرفوع اور اولاد منصوب ہے اور لفظ قتل کے لفظ شرکاء کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے شرکاء مجرور ہے۔ اس صورت میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فاصلہ ہو جائے گا اور چونکہ قتل اولاد شرکاء کے حکم سے کرتے تھے، اس لئے شرکاء کی طرف قتل کی اضافت میں کوئی اشکال نہیں ہے) تاکہ انہیں تباہ (بلاک) کر دیں اور مشتبہ (گڈمڈ) کر دیں ان پر ان کی دینی راہ۔ اگر اللہ میاں چاہتے تو وہ یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم انہیں اور ان کی افتراء پر دازیوں کو ان کے حال پر چھوڑیے اور کہتے ہیں یہ جو پائے اور کھیت ممنوع (حرام) ہیں۔ انہیں اس آدمی کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا۔ جسے ہم کھانا چاہیں۔ بتوں کے مجاور وغیرہ لوگ) محض اپنے خیال کے مطابق (یعنی ان کا یہ خیال کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے) اور کچھ جانور ہیں کہ ان کی پیٹھ حرام ہے (کہ اس پر سوار نہیں ہو سکتے جیسے سائبہ اور حامی جانور) اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے (ان کے ذبح کے وقت۔ بلکہ بتوں کا نام اس وقت چپا جاتا ہے اور پھر ان کی نسبت اللہ کی طرف کر دیتے ہیں) اللہ پر افتراء کر کے انہوں نے یہ طریقہ نکال لیا ہے۔ جیسی کچھ یہ افتراء پر دازیاں کرتے رہتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں (اس کی) سزا دیں اور کہتے ہیں ان چار پایوں کے پیٹ میں سے جو بچہ زندہ نکلے (حرام جو پائے سائبہ اور بحیرہ مراد ہیں) وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے (حلال) ہے اور ہماری بیبیوں (عورتوں) کے لئے حرام رہیں گے اور اگر بچہ مردہ ہو (لفظ مینہ رفع و نصب کے ساتھ ہے اور فعل مؤنث و مذکر دونوں طرح) تو پھر اس میں مرد و عورت سب شریک ہیں۔ عنقریب (اللہ) ان کو ان کی اس (تحلیل و تحریم کے بارے میں) غلط بیانی کی سزا (بدلہ) دیں گے۔ بلاشبہ وہ اپنی صفت میں (بڑی حکمت والے اور (اپنی مخلوق سے) پوری طرح باخبر ہیں۔ یقیناً وہ لوگ تباہ و برباد ہوئے جنہوں نے قتل کر دیا (لفظ قتلوا تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے) اپنی اولاد کو (زندہ درگور کر کے) حماقت (بیوقوفی) سے اور بغیر کسی سند کے اور جو کچھ اللہ نے ان کے لئے (مذکورہ) روزی پیدا کی ہے اسے اللہ پر افتراء کر کے حرام ٹھہرایا ہے۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر چلنے والے نہ تھے۔

تحقیق و ترکیب: یامعشر الجن ضحاک کی رائے یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسانی انبیاء آئے اسی طرح جنات میں بھی جناتی نبی آئے، جیسا کہ نص سے معلوم ہوتا ہے، مگر دوسروں کی رائے یہ ہے کہ انبیاء صرف انسان ہوئے اور خطاب مجموعہ کے لحاظ سے ہوگا۔ جیسا کہ یخرج منها اللؤلؤ میں ضمیر تنہیہ مجموعی لحاظ سے ہے۔ حالانکہ موتی موٹے موٹے صرف سمندر شور سے برآمد ہوتے ہیں اور یا انسانی انبیاء کے جو قاصد ہوئے ہیں ان ہی کو رسل جن کہا گیا ہے جلال مفسر کی دونوں توجیہات کا حاصل یہی ہے۔

وشہدوا پہلی شہادت تبلیغ رسالت کے بارے میں ہے اور دوسری اپنے کفر پر۔ اسی لئے شہادت کا لفظ مکرر آیا گیا ہے اور

اتباع بھی سب پر لازم ہے اور بعثت کے عموم و خصوص کا فرق تو بلحاظ غیر اصول ہوتا ہے۔

رہا یہ شبہ کہ بالکل ہی احکام کا پابند نہ کیا جاتا۔ اس میں زیادہ رحمت اور سہولت تھی؟ تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں جس قدر فساد ہوتا اس کے انسداد کی پھر کوئی صورت نہ تھی جو یقیناً منافی رحمت ہے۔

کفار کی دس برائیوں کا ذکر: آیت وجعلوا الخ میں منجملہ ان کی غلط رسموں اور بے جا رواج مندرجہ ذیل کے دس برائیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱. غلہ اور پھلوں کی پیداوار کے دو حصے کر لیتے تھے۔ اللہ کے حصہ میں سے اگر کچھ بتوں کے حصہ میں جاملتا تو اسے یہ کہہ کر ملتا رہنے دیتے کہ ”اللہ تو بے نیاز ہے“ لیکن اگر بتوں کے حصہ میں سے کچھ ریزہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں پڑ جاتا تو اسے فوراً ہٹا دیتے۔ ظاہر ہے کہ یہ تقسیم کس درجہ بے جا تھی۔ ہونا تو اس کے برعکس چاہئے تھے۔

۲. بحیرہ، سائبہ جانوروں کو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھ کر بتوں کے نامزد کرتے تھے۔ گویا (نام اللہ کا ہو اور بندگی پوجا پاٹ بتوں کی۔) دختر کشی جیسی بے رحمانہ اور سفاکانہ رسم کو اپنی بہادری سمجھتے تھے۔

۳. جو کھیت بتوں کے نامزد ہوتے، ان کا اصل مصرف مردوں کو سمجھتے۔ لیکن عورتیں مصرف نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ یوں کوئی کچھ ان کے ہاتھ میں اگر رکھ دے تو وہ دوسری بات ہے۔ وہ مردوں کے رحم و کرم کا صدقہ ہوتا۔

۵. مویشی جانوروں کے بارے میں بھی ان کا یہی طرز عمل اور رویہ تھا۔

۶. بتوں کے نامزد مخصوص جانوروں پر سواری اور بار برداری کو ناجائز سمجھتے تھے۔

۷. مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ نہ سواری کے وقت نہ ذبح کے وقت اور نہ دودھ دہتے وقت۔

۸. بحیرہ، سائبہ جانوروں کے ذبح کرنے میں جو بچہ ان کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوتا تو اس کو ذبح کر کے صرف مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے اور مردہ ہوتا تو مال مشترک سمجھتے۔

۹. مخصوص جانوروں کا دودھ بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے۔

۱۰. بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی جانور جس کی تفصیل ساتویں پارہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ ان کی دائمی تحریک کے قائل تھے۔

ان آیات میں ان ہی نام معقول اور حماقت آمیز بندہ نوح کی تردید ہے۔ آج کل عالی قسم کے مبتدعین میں بھی کچھ اسی قسم کی حرکات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ افسوس صد افسوس!

جانور ذبح کرنے کے بعد اگر پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے تو بالاتفاق ذبح کے بعد حلال ہو جاتا ہے لیکن بچہ اگر مردہ نکلے تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ الام زکوٰۃ لہ کی رو سے مردہ بچہ کا کھانا بھی روا ہے۔ لیکن امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس آیت سے استدلال کا حاصل یہ ہوگا کہ زندہ اور مردہ بچہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کے لحاظ سے زندہ جاہلیت میں لوگ تفریق کرتے تھے۔ حق تعالیٰ اس کو ناپسند کر رہے ہیں کہ زندہ بچہ صرف مردوں کے لئے اور مردہ بچہ مرد و عورت دونوں کے لئے حلال کیسے ہے؟

بہر حال یہ نہ راسی ان دونوں باتوں کی وجہ سے ہو سکتی ہے یا صرف اول وجہ سے یا صرف دوسری وجہ سے؟ لیکن تیسری شق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اس لئے پہلی دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ ان میں سے امام شافعی دوسری صورت کے قائل ہیں۔ یعنی زندہ بچہ میں مردوں اور عورتوں کے درمیان تفریق کرنا باطل ہے بلکہ زندہ بچہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے حلال ہے۔ امام اعظم پہلے احتمال کی

طرف مائل ہیں۔ یعنی جس طرح زندہ بچہ کے بارے میں ان کی تفریق باطل ہے ایسے ہی مردہ بچہ میں ان کی نعیم باطل ہے پاؤ اس لئے کہ مردہ بچہ میں بھی مرد و عورت کے مابین تفریق جاری ہے اور یا اس لئے کہ یہ صورت تمہاری بیان کردہ کی ضد ہے۔ یعنی سب کے لئے حرام ہے۔ اول صورت کا چونکہ کوئی قائل نہیں ہے اس لئے دوسری شق متعین ہے جو امام صاحب کی رائے ہے کہ مردہ بچہ سب کے لئے حرام ہے اور مقتضی احتیاط بھی یہی ہے کہ مذکورہ جانور کے مردہ بچہ کو حرام کہا جائے۔

لَطَائِفَ آيَاتٍ: آیت و ربك الغنى الخ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی مصالح سے بھی بے پرواہ ہیں اور ان کو نظر انداز فرما دیتے ہیں۔ آیت و جعلوا لله الخ میں عالی مبتدعین بھی اس قسم کی جن خرافات میں مبتلا ہیں ان کی تردید ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ خَلْقَ جَنَّاتٍ بَسَاتِينَ مَعْرُوشَاتٍ مَبْسُوطَاتٍ عَلَى الْأَرْضِ كَالْبَطِيحِ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ بَأَنٍ أَرْتَفَعَتْ عَلَى سَاقٍ كَالنَّخْلِ وَأَنشَأَ النَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكْلُهُ ثَمَرُهُ وَحَبُّهُ فِي الْهَيْئَةِ وَالصَّغَمِ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَانَ مُتَشَابِهًا وَرَقُّهُمَا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ طَعْمُهُمَا كُلُّوْا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ قَبْلَ النُّضْجِ وَأَتُوا حَقَّهُ زَكَوَتَهُ يَوْمَ حَصَادِهِ بِالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ مِنَ الْعَشْرِ أَوْ نِصْفِهِ وَلَا تُسْرِفُوا بِإِعْطَاءِ كُلِّهِ فَلَا يَنْقَى لِعِبَالِكُمْ شَيْءٌ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۳۱﴾ الْمُتَحَاوِرِينَ مَا حَدَّ لَهُمْ وَأَنشَأَ مِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً صَابِحَةً لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا كَالْإِبِلِ الْكِبَارِ وَفَرَشًا لَا تَصْلُحُ لَهُ كَالْإِبِلِ الصَّغَارِ وَالْغَنَمِ سَمِيَتْ فَرَشَاتُهَا كَالْفَرَشِ الْأَرْضِ لِدُنُوِّهَا مِنْهَا كُلُّوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ طَرَائِقُهُ فِي التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۳۲﴾ بَيْنَ الْعَدَاوَةِ ثَمَنِيَّةَ أَزْوَاجٍ أَصْنَافٍ بَدَلٌ مِنْ حَمُولَةٍ وَفَرَشَاتٍ مِنَ الضَّأْنِ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ذَكَرًا وَأُنْثَى وَمِنَ الْمَعَزِ بِالْفَتْحِ وَالسُّكُونِ اثْنَيْنِ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِمَنْ حَرَّمَ دُكُورَ الْأَنْعَامِ تَارَةً وَإِنَائَهَا أُخْرَى وَنُسِبَ ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ ءَالِ الذَّكَرَيْنِ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعَزِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ أَمْ الْأُنثَيْنِ مِنْهُمَا أَمَّا اسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيْنِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ عَنْ كَيْفِيَّةِ تَحْرِيمِ ذَلِكَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳۳﴾ فِيهِ الْمَعْنَى مِنْ أَيْنَ جَاءَ التَّحْرِيمُ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَبْلِ الذُّكُورَةِ فَجَمِيعُ الذُّكُورِ حَرَامٌ أَوْ الْأُنثَى فَجَمِيعُ الْإِنَاثِ أَوْ اسْتِمَالِ الرَّحِمِ فَالزَّوْجَانِ فَمِنْ أَيْنَ التَّخْصِيصُ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِانْكَارِ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءَالِ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمْ الْأُنثَيْنِ أَمَّا اسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيْنِ أَمْ بَلْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ حُضُورًا إِذْ وَصَّيْتُكُمْ اللَّهُ بِهَذَا التَّحْرِيمِ فَاعْتَمَدْتُمْ ذَلِكَ لِأَبْلِ أَنْتُمْ كَاذِبُونَ فِيهِ فَمَنْ أَيْ لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِذَلِكَ لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہیں جنہوں نے پیدا فرمائے (بنائے) باغات (چمن) ٹلیوں پر چڑھائے ہوئے (زمین پر پھیلی ہوئیں جیسے خربوزہ کی بلیں) اور بغیر پھلی ہوئی (اپنے تنوں پر کھڑے ہوئے جیسے کھجور کے درخت) اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں (پیدا کیں) جن کے پھل مختلف قسم کے ہوتے ہیں (شکل و صورت اور ذائقہ میں پھل اور دانے مختلف ہیں) نیز زیتوں اور انار کے درخت صورت شکل میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے (ان کے پتے) لیکن (ذائقے ایک دوسرے سے مختلف) سو شوق سے پھل کھاؤ۔ جب اس میں پھل لگ جائیں (پکنے سے پہلے) اور چاہئے کہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا کرو۔ جس دن فصل کاٹو (لفظ حصاد فتح حا اور کسر حا کے ساتھ ہے۔ یعنی دسواں یا بیسواں حصہ نکال دیا کرو) اور فضول خرچی نہ کرو (کہ کل کا کل دے ڈالو جس سے تمہارے بال بچے بھی منہ تکتے رہ جائیں) بلاشبہ حق تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (جو اپنی مقررہ حد سے تجاوز کر لیتے ہیں اور) اللہ نے پیدا فرمائے (چار پایوں میں سے کچھ تو بوجھ اٹھانے والے) (جولادنے کے کام آتے ہیں۔ جیسے بڑے اونٹ) اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں (جو بار برداری کے لائق نہیں جیسے چھوٹی اونٹ اور بکری۔ زمین سے قریب اور پستہ قد ہونے کی وجہ سے ان کو فسر شا کہا گیا۔ گویا وہ فرش زمین ہیں) سو اللہ نے تمہاری روزی کے لئے جو کچھ پیدا کر دیا ہے اسے کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو (حلال و حرام کے بارے میں اس کے مقررہ طریقہ کے مطابق) بلاشبہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے (جس کی دشمنی نمایاں ہے) چوپاؤں میں آٹھ قسمیں ہیں (ازواج بمعنی اصناف۔ یہ جملہ بدل واقع ہو رہا ہے حولہ و فرثا سے) بھیڑ میں سے دو قسم (جوڑ) بنائے (نروادہ) اور بکری کی دو قسمیں (لفظ معز فتح عین اور سکون عین کے ساتھ ہے) پوچھئے (اے محمد ﷺ! ان لوگوں سے جو کبھی تو نر چوپاؤں کو حرام کر دیتے ہیں اور کبھی مادہ چوپاؤں کو اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں) کیا دونوں قسموں (بھیڑ اور بکری) کے نروں کو (اللہ نے تم پر) حرام کیا ہے یا (ان دونوں قسموں کی) مادیوں کو یا پھر اس بچے کو جسے دونوں قسموں کی مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں (خواہ وہ بچہ نر ہو یا مادہ) تم مجھے کسی دلیل سے تو بتلاؤ (اس حرام کرنے کی کیفیت) اگر تم سچے ہو (اس بارے میں حاصل یہ ہے کہ یہ تحریم کہاں سے آئی ہے۔ اگر نر ہونے کی وجہ سے ہے تو سارے نر حرام ہونے چاہئیں اور مادہ ہونے کی وجہ سے ہے تو ساری مادیاں حرام ہونی چاہئیں۔ اور بچے کی وجہ سے ہے تو پھر نر و مادہ دونوں حرام ہونے چاہئیں۔ پھر آخر یہ تخصیص کیسی ہے؟ غرضیکہ استفہام انکاری ہے) اور اونٹ میں سے دو قسمیں اور گائے میں دو قسمیں ہیں۔ آپ پوچھئے! کیا ان میں نر کو حرام کر دیا ہے یا مادہ کو یا اس بچہ کو جو ان دونوں کی مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں پھر (ام بمعنی بل ہے) کیا تم موجود (حاضر تھے) جب اللہ نے تمہیں اس بارے میں حکم دیا تھا (تحریم کے متعلق کہ تم نے اس حکم پر اعتقاد کیا ہو؟ نہیں ایسا نہیں ہوا بلکہ تم اس بارے میں جھوٹے ہو) پھر اس سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے جس نے اللہ پر (اس بارے میں) افتراء پردازی کی۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور اس کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتے۔

تحقیق و ترکیب: کالبطیخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بستان اور باغ میں اس قسم کی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھیت میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ باغ میں صرف درخت ہوتے ہیں۔ والنخل لفظ انشاء کی تقدیر میں عطف خاص علی العام کی طرف اشارہ ہے۔ مختلفاً یہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ نخل ابتدائی صورت میں کھانے کے قابل نہیں ہوتا تا وقتیکہ اس درجہ پر نہ پہنچ جائے۔

اذانم۔ پھلوں سے انتفاع اول وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اتو حقہ۔ زکوٰۃ مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی اور سورۃ مکی ہے۔ بلکہ وہ صدقہ مراد ہے جو فصل کٹائی کے موقع پر فقراء پر تقسیم کیا جاتا ہے اور بقول ام رازی بعض نے آیت کو مدنی مانتے ہوئے زکوٰۃ ہی مراد لی ہے بارانی زمین کی زکوٰۃ عشر اور غیر بارانی میں نصف عشر ہے۔

لاتسرفوا۔ تمام پیداوار فقراء کو دے دینا یا اصل سے پیداوار ہی نہ کرنا یا خلاف شرع خرچ کرنا۔ تینوں صورتیں اسراف کی ہو سکتی ہیں۔ لیکن شان نزول کی وجہ سے مفسر علامہ نے اول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ثابت بن قیس نے غزوہ احد میں اپنے باغ کے پانچ سو درخت صدقہ کر ڈالے اور اپنے بال بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ حمولۃ و فرشا خاص بڑے یا چھوٹے بار برداری یا سواری کے اونٹ مراد ہیں۔ یا اونٹ، گائے، بیل، بکری سب کو یہ لفظ شامل ہے۔ جیسا کہ زجاج کی رائے ہے یا فرش سے مراد ذبح کئے ہوئے جانور مراد ہیں۔ ثمانیۃ یہ بدل ہے حمولۃ سے یا کلوا کا مفعول ہے اور لاتبعوا۔ جملہ معترضہ ہے اور من الضان۔ بدل سے ثمانیۃ ہے اور منصوب سے انشاء سے اور من المعز کا عطف من الضان پر ہے اور الذکرین اور انثیین کا نصب حرم کی وجہ سے ہے جو صلوٰۃ تو دونوں کے درمیان ہے مگر معنی آخر میں ہے اور زوج ہم جنس کو کہتے ہیں اور کبھی مجموعہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ مراد اول ہے المعز ابن کثیر اور ابو عمر اور ابن عامر فتح مین کے ساتھ اور باقی قراء سکون عین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اما اشتملت، ام عطف اور موصولہ میں ادغام ہو کر اما ہو گیا۔ نبؤنی اس سے مقصود تعجیز ہے۔ کیونکہ اس قسم کی چیزیں یا مشابہہ سے معلوم ہو سکتی ہیں یا سماع سے۔ جس کی نفی ام کنتم شہداء میں کی جارہی ہے۔ باقی آنحضرت ﷺ کی نبوت کے وہ پہلے ہی سے معترف نہیں ہیں۔ ام کنتم یعنی ام مقطوعہ ہے۔ یعنی استفہام و اضراب کیونکہ بعد کا جملہ مستقل ہے۔

رابط آیات: ... گزشتہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی کفار کے اختراعی احکام پر قدرے تفصیل کے ساتھ رد ہے۔

﴿تشریح﴾: زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ: زمین کے حق سے مراد جیسا کہ زاہدی میں ذکر کیا گیا ہے اور صاحب مدارک نے اشارہ کیا ہے عشر یا نصف عشر ہے۔ جن کو فقہ میں زکوٰۃ الخارج کہا جاتا ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک زمین کی ہر پیداوار میں بجز گھاس پھوس، سوخت کی لکڑی اور بانس کے زکوٰۃ ہے۔ بارانی زمین میں مؤنت کم ہونے کی وجہ سے دسواں حصہ اور غیر بارانی زمین میں محنت زیادہ ہونے کی وجہ سے بیسواں حصہ ہے۔ نیز سال بھر باقی رہنے اور پانچ وسق مقدار کی شرط بھی نہیں۔ اسی لئے توری ترکاری میں اور تھوڑی یا زیادہ پیداوار میں امام صاحبؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے برخلاف صاحبینؒ کے۔

شہد کی زکوٰۃ: ... نیز حدیث فی العسل العشر کی وجہ سے امام صاحبؒ کے نزدیک شہد میں بھی عشر واجب ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک شہد زمین کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ریشم کی طرح چونکہ شہد جانور سے نکلتا ہے اس لئے اس میں عشر نہیں ہے اور امام صاحبؒ شہد میں کسی مقدار کی پابندی نہیں لگاتے۔ البتہ امام ابو یوسفؒ پانچ وسق شہد میں عشر واجب کرتے ہیں۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے نزدیک پہاڑی پھلوں اور شہد میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور یہی قول رائج ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نامی زمین نہ ہونے کی وجہ سے ان میں عشر واجب نہیں ہے لیکن صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو عقلی و نقلی دلائل سے تو بیان کیا ہے، مگر اس آیت سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ جمہور کے نزدیک اس سے مراد حق شرعی خیر خیرات ہے۔ عشر یا نصف عشر مراد نہیں جو زمین کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس کے وجوب کو عشر و نصف عشر نے اس آیت کے مکی ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیا ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی جیسا کہ قاضی بیضاوی کی رائے ہے۔

اسراف وہ ہوتا ہے جو حد و شرعی سے متجاوز ہو اور کھیتی کٹنے کی قید واقعی ہے کہ زمین کی خیر خیرات اسی وقت دی جاتی ہے ورنہ وجوب اس سے پہلے ہو جاتا ہے، جب کہ پیداوار آفات سے مامون ہو جائے۔ پس اس جزو کے اعتبار سے یہ منسوخ نہیں ہے۔

اختراعی تحریم کا بانی عمرو بن لُحی ہے: آیت فمن اظلم کا مصداق عمرو بن لُحی اور اس کے پیروکار ہیں۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں مذکور ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ان آٹھ قسموں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ بظاہر اس آیت میں صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے لئے دلیل ہو سکتی ہے۔ جانور کے پیٹ سے نکلے ہوئے بچہ کے مطلقاً حلال ہونے کے متعلق خواہ بچہ زندہ ہو یا مردہ کیونکہ آیت مطلق ہے۔ نیز آیت میں گھوڑے، خیر، گدھے کے حرام ہونے کے سلسلہ میں امام اعظمؒ کی دلیل بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں جانوروں کی صرف آٹھ قسموں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جس سے دوسرے جانوروں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ ضرورت بیان کے موقع پر ان سے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی چیز کی تخصیص ذکر کی، سوئی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوا کرتی۔

رہا یہ شبہ کہ آیت میں ہرن کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی آٹھ قسموں کے علاوہ ہونے کی وجہ سے حرام ہونی چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں مانوس جانوروں کا ذکر ہے اور ہرن وغیرہ وحشی اور شکاری جانوروں میں داخل ہیں۔ باقی رہی بھینس چونکہ وہ عرب میں نہیں ہوتی اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ باقی بھینس کو بقر میں داخل سمجھنا اس لئے صحیح نہیں کہ پھر معز کو بھی ضان میں داخل کرنا چاہئے تھا۔ حالانکہ اس کا علیحدہ ذکر کیا گیا۔ پس جس طرح بکری اور بھیڑ علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں اور الگ الگ مذکور ہیں، اسی طرح بھینس اور گائے ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہیں۔ پس اگر لفظ بقر دونوں کو شامل ہوتا تو لفظ غنم بھی دونوں کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ ابستہ اونٹ کی قسمیں سختی اور عربی دونوں مطلق اہل میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کو الگ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ شَيْئًا مَّحْرَمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَالِيَاءَ وَالتَّاءُ مَبْتِئَةً
بِالسُّبْبِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالرَّفْعِ مَعَ التَّخْتَانِيَّةِ أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا سَائِلًا بِخِلَافِ غَيْرِهِ كَالْكَدِّ وَابْطَحَالِ
أَوَّلِ حَمِّ حَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ حَرَامٌ أَوْ فَسَقًا أَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ أَيْ ذُبِحَ عَلَى إِسْمِ غَيْرِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ إِلَى
شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرَ فَآكَلَهُ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ لَّهُ مَا أَكَلَ رِجِيمٌ ﴿١٣٥﴾ بِهِ وَيَلْحَقُ بِمَا ذَكَرَ
بِالسُّنَّةِ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَمِنْخَلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا أَيْ الْيَهُودُ حَرْمًا كُلُّ ذِي
طُفْرٍ وَهُوَ مَا لَمْ تَفَرَّقْ أَصَابِعُهُ كَالْإِبِلِ وَالنِّعَامِ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرْمًا عَلَيْهِمْ شُحُومُهُمَا الشُّرُوبُ وَ
شَحْمُ الْكَلْبِ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَيْ مَا عُلِقَ بِهِمَا مِنْهُ أَوْ حَمَلَتْهُ الْحَوَايَا الْأَمْعَاءُ جَمْعُ حَاوِيَاءٍ أَوْ
حَاوِيَةٍ أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ مِنْهُ وَهُوَ شَحْمُ الْإِلَیَّةِ فَإِنَّهُ أَجَلٌ لَهُمْ ذَلِكَ التَّحْرِيمُ جَزَائِنَهُمْ بِهِ بِبَغْيِهِمْ
بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ بِمَا سَبَقَ فِي سُورَةِ النَّسَاءِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٣٦﴾ فِي أَخْبَارِنَا وَمَوَاعِيدِنَا فَإِنْ كَذَّبُوكَ
فِيمَا جِئْتَ بِهِ فَقُلْ لَهُمْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوبَةِ بِهِ وَفِيهِ تَلَطُّفٌ بِدُعَائِهِمْ
إِلَى الْإِيمَانِ وَلَا يُرَدُّ بِأَسْئَةِ عَذَابِهِ إِذَا جَاءَ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣٧﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ

شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ فَبِأَسْرَأَكُنَّا وَنَحَرِيْمُنَا بِمِثْلَيْهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ
 قَالَ تَعَالَى كَذَلِكَ كَمَا كَذَّبَ هَؤُلَاءِ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ رُسُلُهُمْ حَتَّى ذُاقُوا بَأْسَنَا عَذَابًا قُلْ
 هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ بِأَنَّ اللَّهَ رَاضٍ بِذَلِكَ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا أَى لَا عِلْمَ عِنْدَكُمْ إِنْ مَا تَتَّبِعُونَ فِى ذَلِكَ
 إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۳۸﴾ تَكْذِبُونَ فِىهِ قُلْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ حُجَّةٌ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ
 الْبَالِغَةُ النَّامَةُ فَلَوْ شَاءَ هِدَايَتُكُمْ لَهْدَيْتُكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۹﴾ قُلْ هَلُمُّوا أُحْضَرُوا شُهَدَاءَ كُمْ الَّذِينَ
 يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا الَّذِى حَرَّمْتُمُوهُ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ
 كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۴۰﴾ يُشْرِكُونَ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ أَوْ
 مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَمْفِسِرَةٌ لِاتُّشِرْ كُورًا بِهِ شَيْئًا وَ أَحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا
 أَوْلَادَكُمْ بِالْوَادِ مِنْ أَحَلِّ امْلَاقٍ فَنَقَرْتَ خَافُونَهُ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ الْكَثِيرَ
 كَالَّذِينَ مَآظِهِمْ مِنْهَا وَمَا بَطْنُ أَى عِلَاقَتِهَا وَسِرْمَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِى حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ كَالْقَوْدِ
 وَحِدِ الرِّدَّةِ وَرَحِمَ الْمُحْصِنِ ذَلِكَمُ الْمَذْكُورُ وَضَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۴۱﴾ تَتَذَكَّرُونَ وَلَا تَقْرُبُوا
 مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِى هِىَ بِالْخَصْلَةِ الَّتِى هِىَ أَحْسَنُ وَهِيَ مَا فِىهِ صَلَاحَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ بِأَنَّ يَخْتَلِمَ
 وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَتَرْكِ الْحَنِسِ لَا تَكْلِفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا طَاقَتَهَا فِى ذَلِكَ
 فَإِنْ أخطأ فِى الْكَيْلِ وَالْوِزْنِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ صِحَّةَ نَيْتِهِ فَلَا مَوْأخَذَةَ عَلَيْهِ كَمَا وَرَدَ فِى حَدِيثٍ وَإِذَا قُلْتُمْ فِى
 حُكْمٍ أَوْ غَيْرِهِ فَأَعْدِلُوا بِالصِّدْقِ وَلَوْ كَانَ الْمَقُولُ لَهُ أَوْ عَلَيْهِ ذَا قُرْبَى قَرَابَةٍ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكَمُ
 وَضَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۴۲﴾ بِالتَّشْدِيدِ تَعْظُونَ وَالشُّكُورِ وَأَنْ بِالْفَتْحِ عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ وَالْكَسْرِ
 اسْتِيفَانَا هَذَا الَّذِى وَصَّيْتُكُمْ بِهِ صِرَاطِى مُسْتَقِيمًا حَالًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الطُّرُقَ الْمُحَالَفَةَ لَهُ
 فَتَفْرُقَ فِىهِ حُدُوفَ أَحَدِى الثَّانِيَيْنِ تَمِيلُ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ دِينِهِ ذَلِكَمُ وَضَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۴۳﴾
 ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ وَثُمَّ لِسُرِّيْبِ الْأَخْبَارِ تَمَامًا لِلنِّعْمَةِ عَلَى الَّذِى أَحْسَنَ بِالْقِيَامِ بِهِ
 وَتَفْصِيلًا بَيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ بِحَتَاجِ إِلَيْهِ فِى الدِّينِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ أَى بَنَى إِسْرَاءِ يُلْ بِلِقَاءِ
 رَبِّهِمْ بِالْبَعَثِ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے جو وحی مجھ پر بھیجی گئی ہے میں اس میں کوئی (چیز) حرام نہیں پاتا کہ کھانے والے پر اس کا کھانا حرام ہو۔
 بجز اس کے کہ مردار ہو (ہکون یا اور تا کے ساتھ ہے اور میتہ منسوب ہے، لیکن ہکون کی قرأت تحتانیہ کے ساتھ میتہ مرفوع ہے) یا
 بہتا ہوا خون ہو (برخلاف اس خون کے جو بہنے والا نہ ہو۔ جیسے کلجی اور تلی) یا سور کا گوشت ہو کہ یہ چیزیں بلاشبہ گندگی (حرام) ہیں۔ یا پھر

جو چیز کسی گناہ کا باعث ہو کہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو) اور اگر کوئی شخص بے تاب ہو جائے (مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کے کھانے پر) بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے متجاوز کرنے والا ہو تو بلاشبہ آپ کے پروردگار (کھائے ہوئے کو) معاف فرمانے والے (اور اس پر) مہربان ہیں۔ (مذکورہ چیزوں میں سنت کی رو سے بچہ اور کچلیوں والے تمام درندے اور پرندے بھی داخل ہیں) اور یہودیوں پر ہم نے حرام کر دیئے تھے تمام ناخن والے جانور (جن کی انگلیاں الگ الگ نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ وغیرہ) اور گائے اور بکری میں سے ان کی چربی بھی حرام کر دی تھی (آنتوں وغیرہ کی باریک جھلی اور گردوں کی چربی) مگر وہ چربی نہیں جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو (جو دونوں کی کمر پر لگی ہوئی ہو) یا انتڑیوں میں ہو (حوایا بمعنی امعاء حاوی کی جمع ہے یا حاویۃ کی) یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو (اس سے مراد الیہ کی چربی ہے جو ان کے لئے حلال تھی) یہ (حرام کرنا) بطور سزا کے ہم نے تجویز کیا تھا ان کی سرکشی کی وجہ سے (ان کے ظلم کی وجہ سے جیسا کہ سورۃ نساء میں گزر چکا ہے) اور بلاشبہ ہم سچے ہیں (اپنی خبروں اور دھمکیوں کے سلسلہ میں) پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں (آپ کی پیش کی ہوئی باتوں میں تو) (ان سے) فرما دیجئے تمہارے پروردگار بڑے ہی وسیع رحمت رکھنے والے ہیں (کہ تمہیں جلد سزا میں گرفتار نہیں کیا۔ اس میں لطیف طریقہ ہے ان کو ایمان کی طرف بلانا ہے) اور ان کا عذاب کبھی مٹنے والا نہیں ہے (جب وہ آجاتا ہے) مجرموں سے جن لوگوں نے شرک کا ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ کسی چیز کو حرام ٹھہراتے (لہذا ہمارا شرک کرنا اور حرام ٹھہرانا اس کی مشیت سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے راضی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اس طرح (جیسے انہوں نے جھٹلایا ہے) ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا (اپنے پیغمبروں کو) یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھنا پڑا۔ آپ ﷺ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے (کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان باتوں پر راضی ہے) جسے تم ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہو؟ (یعنی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے) تم پیروی نہیں کر رہے ہو (اس بارے میں) مگر بالکل انکل بچو۔ اور تم لوگ محض خیالی باتوں پر چل رہے ہو (غلط باتیں کہہ رہے ہو) آپ ﷺ کہہ دیجئے (اگر ان کے پاس دلیل نہ نکلے کہ) پکی (پوری) دلیل اللہ ہی کی رہی۔ پھر اگر وہ چاہتے (تم کو ہدایت دینا) تو تم سب کو راہ دکھا دیتے۔ کہہ دیجئے بلاؤ (حاضر کر دو) اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے سچ سچ یہ چیزیں حرام کر دی ہیں (جنہیں تم حرام بتلا رہے ہو) پھر اگر ان کے گواہ گواہی بھی دے دیں جب بھی تم ان کے ساتھ ہو کر اس کا اعتراف نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور دوسری چیزوں کو اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں (شرک کرتے ہیں) ان سے کہو میں تمہیں پڑھ کر سناؤ جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ یعنی (ان لاشعرا کو) میں ان مفسرہ ہے) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک (احسان کرو) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (زندہ درگور نہ کرو) افلاس کے ڈر سے (مفسی کے اندیشہ سے) ہم تمہیں روزی دیتے ہیں انہیں بھی دیں گے اور قریب بھی نہ بھگو بے حیائی کی باتوں کے۔ (زنا جیسے بڑے گناہوں کے) کھلے طور پر ہوں یا چھپی ہوئی (یعنی ظاہری گناہوں یا پوشیدہ) اور کسی ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ کسی حق کی بناء پر قتل کرنا پڑے۔ جیسے قصاص کے طور پر یا مرتد ہونے کی پاداش میں یا حد زنا کی مخصوص صورت میں) یہ (مذکورہ) ہیں وہ باتیں جن کی اللہ نے تمہیں وصیت فرمائی ہے تاکہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ (غور و فکر کرو) اور تیسوں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ الا یہ کہ اس طریقہ پر ہو جو بہترین ہو (جس میں ان کی بھلائی ملحوظ ہو) حتیٰ کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے (جس کی شناخت احتلام ہے) اور ناپ تول انصاف (دیانت) کے ساتھ کیا کرو (اور کٹوتی نہ کیا کرو) ہم کسی شخص پر اس کے مقدور سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے (اس حکم میں طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ چنانچہ ناپ تول میں اگر بھول چوک ہو جائے اور اللہ کو اس کی نیک نیتی کا

حال معلوم ہے تو اس کی پکڑ دھکڑ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) اور جب کبھی کوئی بات کہو (کسی حکم وغیرہ کے سلسلہ میں) تو انصاف کی کہو (سچائی کے ساتھ) اگرچہ (جس کے مواقف یا خالف بات کہی جائے) اپنا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ (قربانی بمعنی قرابت ہے) اور اللہ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ (لفظ تدکروں تشدید کے ساتھ ہے بمعنی تستعظون اور سکون کے ساتھ بھی ہے) اور یہ کہ (ان فتح کے ساتھ ہے تقدیر نام کی صورت میں اور مسورہ ہونے کی حالت میں مستانفہ ہے) یہی (راہ جس کی میں نے تم کو تاکید کی ہے) میری سیدھی راہ ہے (مستقیماً جار ہے) اس لئے اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ (جو اللہ کے راستہ کے خلاف ہیں) کہ تمہیں تتر بتر کر دیں (اس کی دو تاء میں سے ایک تاء محذوف ہو رہی ہے اور تفرق بمعنی تمثیل ہے) اللہ کی راہ (دین) سے یہ بات ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگار ہو جاؤ۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی (یعنی تورات اور لفظ ثم خبر کی ترتیب کے لئے ہے) تاکہ (نعمت) پوری ہو عمل والے شخص پر (جو اس پر قائم رہا) اور تفصیص (بیان) ہو جائے سب احکام کی (جو دین میں ضروری ہوں) اور لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہو تاکہ (بنی اسرائیل کے افراد) اپنے پروردگار کی ملاقات پر (آخرت میں) ایمان لائیں۔

تحقیق و ترکیب: قل لا اجد۔ اس آیت میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق بعض اہل علم کے نزدیک صرف ان ہی چیزوں میں حرمت منحصر ہے اور میۃ اور منخقة اور موقوۃ جن کا ذکر سورہ بقرہ کے شروع میں آچکا ہے اسی میں داخل ہیں۔ لیکن اکثر علماء کے نزدیک بعض دوسری چیزوں کی حرمت دوسری نصوص سے بھی ثابت ہے۔ مثلاً ابن عباسؓ کی روایات ہے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کان ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر۔ اہم شفعی کا مذاق اس بارے میں یہ ہے کہ جن چیزوں کی حرمت یا حلت میں کوئی نص نہ آئی ہو تو اگر شرعاً ان کے مارنے کا حکم ہو جیسے خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم۔ یا ان کے مارنے کی ممانعت ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قطع السحله و قتل النملۃ۔ تو ایسی چیزیں تو حرام ہوں گی۔ باقی ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں مرعوب کے رواج کو دیکھ جائے گا۔ ان کی استعمالی چیزیں حلال اور غیر استعمالی حرام ہوں گی۔

میتہ۔ یہاں تین قراءتیں ہیں۔ ابن کثیر اور حمزہ کے نزدیک نکون میتہ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ الا ان نکون العین میتہ۔ اور ابن عامر کے نزدیک نکون میتہ ہے۔ ای الا ان تقع میتہ اور باقی قراء کے نزدیک الا ان یکون میتہ ہے ای الا ان یکون الماکول میتہ فانہ۔ ابن حزم کے نزدیک ضمیر قریب ہونے کی وجہ سے خنزیر کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ نجس العین ہونے کی وجہ سے بلا تخصیص نجس ہے اور بعض نے اصل مقصد پر نظر کرتے ہوئے لحم کی طرف ضمیر راجع کی ہے۔ فسقاً یعنی اطاعت سے خارج ہونا زید عدل کی طرف مبالغہ کے لئے ہے۔

وبلحق۔ شبہ کے ازالہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی قرآن کریم میں صرف یہی چیزیں حرام ہیں۔ جیسا کہ فیما اوحدی سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز کا سنت سے حرام ہونا ثابت ہو جائے تو اس میں حصر کے منافی نہیں ہے۔ یہی بات کہ خبر واحد سے کتب اللہ پر زیادتی نسخ کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ بول والے ہر درندہ اور ناخن والے ہر پرندہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ پانچ بدترین جانور ہیں جنہیں حرم اور غیر حرم میں سب جگہ ماردینا چاہئے۔ ۱۲

۳۔ نبی کریم ﷺ نے شہد کی مکھی اور ایک خاص قسم کی مکھی کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ۱۳

چیزوں کی حرمت دوسری آیت سے ثابت ہے اور اس کی ممانعت خبر واحد سے ہو رہی ہے۔ البتہ عدیم تحریم کے معنی اصلی اباحت کے باقی رہنے کے ہیں۔ پس خبر نے حلت اصل کو حرام کیا ہے۔ کسی حکم شرعی کو نہیں اٹھایا۔ اس لئے نسخ نہیں ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر مشہور ہے جس سے زیادتی جائز ہے۔ سانپ، بچھو، چیونٹی، مکھی کا حکم بھی یہی ہے۔ آیت کے اس صورت میں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک توجیہ تو یہ ہے لا اجد فیہا اوحی الی الان۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جن مخصوص جانوروں کو تم زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے، ان میں سے یہ حرام ہیں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ صرف چوپاؤں میں یہ جانور حرام ہے مطلق حرمت مراد نہیں ہے غرضیکہ ان دونوں توجیہوں پر حصر اضافی مراد ہوگا۔ رہے موقوفہ وغیرہ جانور سودہ میتہ میں داخل ہے۔

ذی ظفر جن درندوں اور پرندوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہیں جیسے مرغابی، بطخ وغیرہ۔ حواہ۔ حاویۃ یا حواہ کی جمع ہے۔ جیسے قصع کی جمع تو اصع ہے یا حویۃ کی جمع ہے جیسے سفینۃ کی جمع سفائن ہے۔ الیۃ تثنیۃ الیان جمع الیات ہے۔ گوشت اور چربی کے علاوہ یہ تیسری قسم ہوتی ہے۔ سورۃ النساء۔ یعنی آیت فبظلم من الذین ہادوا الخ۔

ذلک جزیناہم۔ پہلی شریعتوں کے احکام اگر بلا انکار منقول ہوں تو ہم پر بھی حجت ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں بنی اسرائیل پر ان جانوروں کی حرمت نقل کر کے ذلک جزیناہم سے انکار بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ سزا ان کے ظلم و سرکشی کی پاداش تھی، جن کا مطلب یہ ہے کہ حرام ہونا ان کے ساتھ مخصوص تھا۔ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔

لصدقون۔ یعنی بنی اسرائیل کے ظلم و سرکشی کی وجہ سے سزا یہ جانور حرام کئے گئے ہیں۔ نہ یہ کہ ان کے گمان کے مطابق بنی اسرائیل نے اپنے نفس پر ان چیزوں کو حرام کیا تھا کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تقلید کی ہو۔

وفیہ تلافیہ۔ یعنی ذو عقاب شدید کی بجائے ذو رحمۃ واسعۃ کہنے کے نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سیقول۔ یہ مستقبل کے لئے پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ کفار نے ایسا ہی کیا جیسا کہ سورہ نمل میں ہے۔ قال الدین اشركوا الخ گویا مشیت اور رضا کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ پس حاصل جواب یہ ہوگا کہ دونوں لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ ما اشركنا نحن ولا اباؤنا کا عطف ضمیر منفصل موکد پر ہونا چاہئے تھا۔ مگر فصل کی وجہ سے ضمیر منفصل کو ترک کر دیا گیا ہے۔

فللہ۔ مفسر علام نے شرط محذوف کی طرف اشارہ کر دیا۔

ہلم۔ یہ اسم فعل غیر منصرف ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک جیسا کہ مفسر علام نے احضروا سے لغت حجازیہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ لیکن بنو تمیم کے نزدیک فعل ہے جو مؤنث اور جمع بھی آتا ہے۔ اہل بصرہ کے نزدیک اس کی اصل ”ہالہ من لم“ تھی اور اہل کوفہ کے نزدیک ”ہل ام“ اصل تھی۔ اول صورت میں الف حذف کر دیا گیا ہے۔ لام میں تقدیر سکون کی وجہ سے اور دوسری صورت میں الف کی حرکت لام کی طرف منتقل کر کے الف حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ صورت بعید ہے، کیونکہ ہل امر پر داخل نہیں ہوا کرتا اور آیت میں متعدی ہے۔ لیکن کبھی لازم بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے ہل الینا۔

ان لاتشرکوا۔ ممکن ہے یہ شبہ ہو کہ شرک حرام ہے نہ کہ ترک شرک۔ پھر حرم کے ساتھ لاتشرکوا کیسے کہا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان رفع کے موقعہ میں ہے۔ یعنی ہوان لاتشرکوا اور اگر نصب مانا جائے تو بعض نے اس کی توجیہ حرم علیکم ان تشرکوا بہتر سمجھی۔ لا کو زائد مانتے ہوئے مامنعک ان لا تسجد کی طرح اور بعض نے حرم ربکم پر کلام کو پورا مان لیا اور ان لا تشرکوا بطور اعزاء کے علیحدہ ہے اور زجاج اس کو معنی پر محمول کرتے ہیں۔ یعنی اتل علیکم تحريم الشرک۔ یا اوصیکم ان لاتشرکوا۔ کے معنی میں ہے۔ بہر حال اس میں پرانے امر کا عطف درست ہو سکے گا۔ باقی ان تشرکوا کے ساتھ تحریم کا تعلق

باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اوامر سے اس کا تعلق بلحاظ اضداد ہو سکتا ہے اور جن حضرات نے ان کو ناصبہ مانا ہے ان کے نزدیک اس کا محل اغراء یا بدل کی وجہ سے نصب ہوگا۔

املاق۔ بمعنی فقر، افلاس، افساد۔ یہاں اول مراد ہے۔ قتل اولاد کا باعث اگر افلاس ہے تو اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک اپنی تکلیف یا عیش و آرام میں کمی۔ دوسرے خود اولاد کی تکلیف کا خیال کہ جتنی اولاد زیادہ ہوگی ان کے کفاف اور روزینہ میں کمی آنے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی۔ اس آیت میں من اطلاق کہہ کر اول احتمال کے ازالہ کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اس لئے جواب میں نرزقکم کو مقدم اور وایاہم کو موخر کیا گیا ہے۔ لیکن آیت بنی اسرائیل میں دوسرے اشکال کا ابطال منظور ہوا۔ اس لئے من خشية اطلاق کے ساتھ جواب میں نحن نرزقکم کو ایسا کہم پر مقدم کیا گیا ہے۔ الا بالتي هي احسن۔ یعنی یتیم کے مال میں اصلاحی کوششوں کی اجازت ہے اور مجاہد قمر ماتے ہیں کہ اس سے مراد تجارت کرنا ہے تاکہ مال یتیم بڑھے اور ضعیف کی رائے یہ ہے کہ مال یتیم سے خود منافع نہ لے۔ ہاں یتیم کے بالغ ہونے کے بعد یہ سب چیزیں کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حتی غایۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ جس کی حد بقول ضی ک بیس سال اور بقول سدی تیس سال اور بقول مجاہد تینتیس سال ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔ جس کی تخریج ابن مردویہ نے ابن مسیب سے اسناد حسن کے ساتھ مرسلہ کی ہے اور جلال محقق احتلام کو علامت بلوغ قرار دے رہے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک بلوغ سنی کی حد ۱۵ یا ۱۸ سال ہے۔

فلا مواخذة۔ گناہ اگرچہ نہیں ہوتا لیکن ضمان دینا پڑے گا۔ کیونکہ مالی معاملات میں دانستہ اور نادانستہ دونوں کا ایک حکم ہے۔ صراطی مستقیماً استعارہ تصریحیہ اصل ہے۔

لاتبوعوا السبل۔ اس سے غیر مجتہد کے لئے شخصی تقلید کا وجوب مستبعد ہوتا ہے۔ کیونکہ غیر مقلد کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں ہوتا بلکہ مختلف طرق کے پردے میں اپنی خواہشات کی پابندی کرتا ہے۔ تعاملاً اس میں پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ مفعول لہ ہو۔ ای لابل تمام نعمتاً ۲۔ کتاباً سے حال ہو۔ ۳۔ مفعول مطلق ہو۔ بمعنی اتیناہ ابتاء تمام لانقصان ۴۔ فاعل سے حال ہو۔ ای متممین ۵۔ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہو۔ حذف زوائد کے ساتھ ای اتممناہ اتماماً اور علی الذی کا تعلق تماماً سے ہو یا صفت ہونے کی بناء پر محذوف ہے۔

ربط آیات و ﴿تشریح﴾: تحریم کا حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے: پچھلی آیت کی طرح آیت قل لا اجد الخ سے کفار کی تحلیل و تحریم کے باطل کرنے کا سلسلہ چل رہا ہے کہ حرام تو فلاں فلاں جانور ہیں تم اس میں خود رائی کیوں کرتے ہو؟ نیز خون کھانے اور ہتوں کے نام پر مذبوحہ جانوروں کے کھانے کا رواج جو تم میں ہے وہ تحلیل حرام کا فرد ہے۔ اس سے پہلے تحریم حلال کا ذکر تھا۔ پس تم دونوں کے مرتکب ہوئے۔ پھر آیت و علی الذین الخ میں اس شبہ کا جواب ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ تمام چیزوں کا حلال ہونا قل لا اجد سے معلوم ہوا۔ حالانکہ بعض اور جانور بھی حرام ہیں؟ حاصل جواب یہ ہے کہ یہاں مطلقاً جانوروں کی حلت و حرمت کا بیان نہیں ہے کہ اشکال ہو بلکہ جن جانوروں میں کفار سے کلام ہو رہا ہے صرف ان کے لحاظ سے یہ حصر ہے۔ نیز یہ تحریم صرف یہود کے لئے۔ ایک خاص عارض کی وجہ سے ہوئی تھی جو اب منسوخ ہو چکی ہے۔ پس دعویٰ حصر صحیح رہا اور ان کی نقیض بحالہ غلط رہی۔ اس میں ان لوگوں پر بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ کتاب اللہ خبر واحد سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں تو صرف چند چیزوں کا حرام ہونا معلوم ہوا، مگر حدیث سے دوسری چیزوں کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز ان لوگوں پر بھی رد ہو گیا جو صرف ان ہی چیزوں کو حرام مانتے ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا تحقیقی اور الزامی جواب:..... آیت فـان کذبوا کہ میں ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ مشرکین کا طریقہ غلط ہے تو اللہ پھر ان کو سزا کیوں نہیں دیتے؟ پس اس سے تو مخالف جانب کے غلط اور جھوٹ ہونے کا شبہ ہوتا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بلاشبہ عذاب پر قدرت بھی ہے اور یہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ مگر اللہ کریم کی رحمت ایک مخصوص وقت تک کے لئے مانع ہوگئی ہے۔ اس لئے فی الحال عذاب نہیں آئے گا۔ جب وقت آئے گا مانع اٹھ جائے گا اور مقتضی ظاہر ہو جائے گا۔ یہ جواب تو تحقیقی ہوا اور الزامی جواب یہ ہے کہ اگر فوراً عذاب کا نہ آنا حق ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو اس لحاظ سے اسلام بھی حق ہوا جو تمہارے طریق کی ضد اور نقیض ہے۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ ایک چیز کا حق ہونا بھی حق ہے اور اس کا ناحق ہونا بھی حق ہے اور یہ سراسر اجتماع نقیضین ہے۔ جس سے معلوم ہوا (کہ یہ شبہ بھی محض سفسطہ ہے)۔

تیسرے شبہ کا جواب بطریقہ منع اور بطریقہ نقض:..... اس کے بعد آیت سیقول السخ میں بطور پوشٹکوئی کے ایک تیسرے عقلی شبہ کا جواب ہے۔ شبہ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین کا طریقہ اگر اللہ کو ناپسند تھا تو ان کو اپنی مرضی کے خلاف کیوں کرنے دیا۔ لیکن جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ خلاف مرضی نہیں ہے؟ اس کا جواب اس آیت میں دو طریقہ سے دیا گیا ہے۔ اول بطریق منع کہ یہ تمہارا مقدمہ کہ ”ایسے شرکیہ کاموں پر قدرت دینا رضامندی اور خوشنودی کو مستلزم ہے“ ایک دعویٰ ہے جس پر تمہاری طرف سے دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ هل عندکم من علم میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس سے تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ہی طریقے حق ہوں اور یہ صراحتہ اجتماع نقیضین ہے۔ مگر ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے اس الزام کو ذرا نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرے جواب کا خلاصہ نقض ہے۔ یعنی مشرکین کی دلیل کے بطلان پر دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ تمہاری اس تقریر سے سارے انبیاء کی تردید و تکذیب لازم آ رہی ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کے بیانات سے تو شرک اور اس کی منکھڑت تحریم کا بطل ہونا معلوم ہوتا رہا اور تمہاری اس دلیل سے ان چیزوں کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کا سچا ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ اس لئے ان کا کذب محال ہوا اور مستلزم محال خود محال ہوتا ہے۔ پس مشرکین کی یہ دلیل ٹوٹ گئی۔ کذلک کذب الذین الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ غرضیکہ عقلی دلیل کا حال معلوم ہو گیا۔ لیکن اثبات مدعا کا ایک طریقہ چونکہ نقل صحیح بھی ہے اس لئے اگر عقلی دلیل سے عاجز ہو تو پھر نقلی ہی دلیل لے آؤ۔ چنانچہ قل ہلم الخ میں اس طرف اشارہ ہے۔ آگے آیت قال تعالوا الخ سے حکیمانہ اسلوب اور طرز یہ بتلانا ہے کہ جو واقعی حرام چیزیں ہیں ان کو تو تم نے بالکل نظر انداز کر رکھا ہے بلکہ ان میں مبتلا ہو اور جو چیزیں حرام نہیں تھیں ان کو محض فرضی طور پر حرام کر رکھا ہے۔ یتیموں کے مال میں بجز باپ و داد اور ان کے وصی اور قاضی کے کسی کو تصرف کا مجاز نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت کا امتیازی نشان:..... پس اہل حق کا صداق وہ حضرات ہیں جو صحابہؓ اور تابعین کے مسلک پر ہوں۔ جن کی تعبیر من کان علی السنۃ والجماعۃ یا ما آنا علیہ وأصحابی سے حدیث میں آئی ہے۔ یا ابن عباسؓ کی روایت ہے من کان فیہ عشر خصال تفصیل الشیخین وتوقیر الختین وتعظیم القبلتین والصلوۃ علی الجنّاتین والصلوۃ خلف الإمامین وترك الخروج علی الإمامین والمسح علی الخفین والقول بالتقدیرین والإمسال عن الشہادتین وأداء الفریضتین شیخین سے مراد ابو بکر و عمر اور ختین سے مراد عثمان و علیؓ ہیں۔ قبلتین سے مراد بیت المقدس و بیت اللہ ہے اور جنازتین سے مراد فاسق و صالح کا جنازہ ہے اور امامین سے مراد بھی امام فاسق و صالح ہیں۔ نیز دوسرے امامین سے مراد عادل و ظالم امام ہیں اور ختین سے مراد دونوں موزے ہیں اور تقدیرین سے مراد اچھی اور بری تقدیر ہے اور شہادتین سے مراد کسی کے متعلق جنتی یا

جہنمی ہونے کی یقینی شہادت ہے اور فریفتہ سے مراد نماز اور زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے (یہ اہل سنت کی علامات ہیں)۔

اسلام اپنی اصول و فروع میں تمام سابقہ مذاہب سے ممتاز ہے: ہذا صراطی سے مراد اُرتو حید و نبوت ہو اور لا تتبعوا السبل سے مراد سابقہ مذاہب کی بے اعتدالیاں! تو پھر مسلمانوں کے فرقہ تاجیہ اور گمراہ فرقوں کی طرف اس آیت میں اشارہ نہیں نکلتا۔ لیکن مدارک میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچ کر بتلایا کہ یہ طریق رشد و ہدایت ہے، اس کی پیروی کرو۔ پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں چھ ٹیڑھے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں، ان سے بچو اور تائید میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسلمانوں میں بہتر ۷ فرقے گمراہ اور ایک فرقہ اہل حق کا ہدایت یافتہ ہے: پس اب اس حدیث سے معلوم ہوگا کہ ان تمام خطوط سے مراد امت مسلمہ کے بہتر فرقے ہیں۔ جن میں سے ایک فرقہ نجات یافتہ اور بہتر ۷ فرقے گمراہ ہیں اور بجز ایک گروہ اہل حق کے سب جہنمی ہیں۔ حدیث مشہور ہے: **مَسْفَرٌ أُمِّي عَلَى ثَلَاثَةِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَاحِدَةً مِنْهَا نَاحِيَةُ وَالسَّاقِي هَالِكَةٌ أَوْ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدًا**۔ بعض روایات میں بضع و سبعین کے الفاظ اور بعض میں علی انیس و سبعین فرقہ کے الفاظ ہیں۔ لفظ امامین سے مراد سلطان عادل و ظالم ہے اور حقین چرمی موزے ہوتے ہیں جن پر سفر و حضر میں مسح کرنا شعار اہل سنت ہے اور تقدیرین سے مراد خیر و شر کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانا ہے اور شہادتین کا مطلب یہ ہے کہ بجز عشرہ مبشرہ کے حتمی طور پر کسی کے لئے جنت و جہنم کی شہادت نہیں دی جاسکتی اور فریفتہ سے مراد نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور غالباً ان دس چیزوں سے مقصود حضر نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے معظم شعائر کا بیان ہے ورنہ عذاب قبر اور رؤیت باری جیسے مسائل اور بھی ہیں جو مسلک اہل سنت کے ساتھ خاص ہیں اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اہل سنت و الجمات ہونے کی شرائط تو یہی دس خصائل ہیں۔ لیکن دوسرے مسائل شرائط کے درجہ میں نہیں۔ البتہ خصائص میں داخل ہیں۔

گمراہ فرقوں کی تفصیل: دوسرے فرقے جو بنیادی طور پر اہل سنت سے الگ ہیں چھ ہیں۔ ۱۔ روافض۔ ۲۔ خوراج۔ ۳۔ جبریہ۔ ۴۔ قدریہ۔ ۵۔ جہمیہ۔ ۶۔ مرجیہ۔ پھر ان گروہوں میں سے ہر ایک میں بارہ بارہ چھوٹی ٹکڑیاں ہیں۔ مثلاً، روافض میں (۱) علویہ، (۲) ایدیہ، (۳) شیعہ، (۴) اسحاقیہ، (۵) زیدیہ، (۶) عباسیہ، (۷) امامیہ، (۸) قاضیہ، (۹) نادسیہ، (۱۰) لاغیہ، (۱۱) داعیہ، (۱۲) وابھیہ۔ بارہ شاخیں شامل ہیں۔

اور خوراج میں (۱) ازریہ، (۲) اباضیہ، (۳) تغلیبیہ، (۴) جارمیہ، (۵) خلفیہ، (۶) کوزیہ، (۷) معتزلہ، (۸) میمونہ، (۹) کنزیہ، (۱۰) محکمہ، (۱۱) احنیہ، (۱۲) شرافیہ شاخیں۔ جبریہ کے بارہ فرقے یہ ہیں۔ (۱) مضطربہ، (۲) افعالیہ، (۳) معیہ، (۴) مغروعیہ، (۵) مجزیہ، (۶) مطمئنیہ، (۷) کسلیہ، (۸) سابقہ، (۹) حبیبیہ، (۱۰) خوفیہ، (۱۱) فکریہ، (۱۲) حبیبیہ اور قدریہ کی ٹکڑیاں حسب ذیل ہیں۔ (۱) احمدیہ، (۲) مثنویہ، (۳) کسانہ، (۴) شیطانہ، (۵) شریکیہ، (۶) وہمیہ، (۷) رویدیہ، (۸) ناکشیہ، (۹) متبریہ، (۱۰) فاسطیہ، (۱۱) نظامیہ، (۱۲) کمزلیہ۔

جہمیہ فرقوں کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) مخلوقیہ، (۲) غیریہ، (۳) واقفیہ، (۴) خبریہ، (۵) زنادقیہ، (۶) نفطیہ، (۷) مرابعتیہ، (۸) مترابعتیہ، (۹) واردیہ، (۱۰) فانیہ، (۱۱) حرقیہ، (۱۲) معطلیہ۔ اور مرجیہ کی شاخیں مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) تارکیہ، (۲) ثانیہ، (۳) راجیہ، (۴) شاکیہ، (۵) بہمیہ، (۶) عملیہ، (۷) منقوصیہ، (۸) مستثنیہ، (۹) اشریہ، (۱۰) بدعیہ، (۱۱) حشوریہ، (۱۲) مستثنیہ۔ یہ

سب فرقے اپنے اپنے دور میں باطل رہے ہیں۔ اگرچہ آج ان میں سے بہت سوں کا کوئی نام نہیں جانتا۔ حدیث میں ان فرقوں کی تعداد بخاطر عقائد مقصود ہے۔ مطلقاً تعداد بیان کرنا نہیں ہے، اس لئے اگر فرعیات اور جزئیات میں مسلمان اس سے زیادہ تعداد میں بھی بٹ جائیں تو حدیث کی رو سے اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

اصول روافض: ان جماعتوں کے باہمی اختلافی نقاط حسب ذیل ہیں۔

روافض مثلاً: اقامت، جماعت، مسح خفین، تراویح کو اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے اور روزہ افطار کرنے اور نماز مغرب میں جلدی کرنے کو مسنون نہیں سمجھتے اور حضرت فاطمہؓ کو حضرت عائشہؓ سے فضل سمجھتے ہیں اور بجز حضرت علیؓ کے تمام صحابہؓ پر بالخصوص حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ پر لعنت بھیجتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں اور ایک لفظ سے تین طلاقیں نہیں مانتے۔

خارجی فرقے کے بنیادی اصول: علی ہذا خارجی فرقے جماعت کو مسنون نہیں سمجھتے اور گناہوں کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کو روا سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ پر لعنت کرتے ہیں۔

فرقہ جبر یہ کا نظریہ: فرقہ جبر یہ کا خیال یہ ہے کہ بندہ بالکل مجبور محض ہے۔ اچھے برے کام کا۔ اس کو اختیار نہیں ہے جس کا مطلب ثواب و عذاب اور تمام احکام شرع کا بیکار ہونا ہے اور مال کو اللہ کا محبوب سمجھتے ہیں اور توفیق خداوندی کو کام کے بعد مانتے ہیں۔

فرقہ قدر یہ کا نقطہ اختلاف: لیکن فرقہ قدر یہ سب کا قائل حقیقی انسان کو سمجھتے ہیں۔ گویا ہر انسان اپنے کاموں کا خالق ہے۔ ان کے نزدیک ایک کام اللہ کے نزدیک کفر اور بندوں کے نزدیک ایمان ہو سکتا ہے۔ نماز جنازہ کو واجب نہیں سمجھتے۔ عہد میثاق کا انکار کرتے ہیں اور توفیق کو کام سے پہلے مانتے ہیں۔ جسمانی معراج کے قائل ہیں، بلکہ منامی معراج مانتے ہیں۔

جہمیہ کے افکار: فرقہ جہمیہ کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان کا تعلق صرف دل سے ہے۔ زبان سے بالکل نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ عذاب قبر، نکیرین کے سوال، اور حوض کوثر اور ملک الموت کو نہیں مانتے اور ان سب باتوں کو اوہام و خیالات بتلاتے ہیں۔ قبض ارواح کا تعلق صرف اللہ سے مانتے ہیں۔

مرجئیہ کے عقائد: مرجئیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی شکل و صورت پر پیدا کیا ہے اور اللہ کے لئے جسم و مکان ہے۔ یعنی عرش اور ایمان کے بعد انسان کو کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ صرف ایمان لا نا فرض ہے۔ نماز، روزہ، فرائض و واجبات کی ضرورت نہیں۔ عورتوں کی مثال باغ کے پھولوں کی طرح سمجھتے ہیں، جس کا جی چاہا توڑ لیا۔ نکاح وغیرہ قیود کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

یہ چھ گروہ ان مسائل میں بھی فروغی نزاعات کا شکار ہیں اور اس طرح اکایوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے ہیں۔ غرضیکہ کل حزب بمالذبیہم فروحون شرح و قایہ میں معطلہ کو اصل اور جہمیہ کو اس کی شاخ اور اسی طرح مشبہ کو اصل اور مرجئیہ کو اس کی شاخ اقرار دیا گیا ہے اور بعض نے بجائے چھ کے اصل گروہ کی تعداد بارہ قرار دی ہے اور پھر ان کی چھ شاخیں قرار دی ہیں اور صاحب مواقف نے بالکل ایک دوسرے طرز سے تقسیم کی ہے۔ اصولی فرقے آٹھ قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجئیہ، نجاریہ، جبر یہ، مشبہ، ناجیہ۔

پھر معتزلہ کی بیس اور شیعوں کی بائیس اور خوارج کی بیس اور مرجئیہ کی پانچ اور نجاریہ کی تین اور جبر یہ اور مشبہ اور ناجیہ کی ایک

ایک شرح قرار دی ہے اور ان کے عقائد و نظریات کی تفصیلات پیش کی ہیں۔

لظائف آیات: آیت ذلک جزینا ہم سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے محروم رہنے کے سبب گناہ بھی ہوتے ہیں اور آیت وقال الذین اشركوا الخ سے معلوم ہوا کہ جبر مذموم کا عقیدہ باطل ہے۔

وَهَذَا الْقُرْآنُ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا فَاتَّبِعُوهُ يَا أَهْلَ مَكَّةَ بِالْعَمَلِ بِمَا فِيهِ وَاتَّقُوا الْكُفْرَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ أَنْزَلْنَاهُ لِيَأْنَّ لَا تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ مُحَقَّقَةٌ وَإِسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ إِنَّا كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ قِرَاءَ تِهِمْ لَغَفْلِينَ ﴿١٥٦﴾ لَعَدِمَ مَعْرِفَتَنَا لَهَا إِذْ لَيْسَتْ بِنُعَيْنَا أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ لِحُودَةٍ إِذْ هَاتِنَا فَقَدْ جَاءَ كُمْ بَيِّنَةٌ نِيًّا مَنْ رَبِّكُمْ وَهَدَى وَرَحْمَةً لِمَنِ اتَّبَعَهُ فَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ أَعْرَصَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ أَى أَشَدُّ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ مَا يَنْتَظِرُ الْمُكَذِّبُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ بَالَتَاءُ وَالْيَاءُ الْمَلَكَةُ لِقَبْضِ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ يَأْتِي رَبُّكَ أَى أَمْرُهُ بِمَعْنَى عَذَابِهِ أَوْ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ أَى عَلَامَاتُهُ الدَّالَّةُ عَلَى السَّاعَةِ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ وَهُوَ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحِ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلِ الْحُمَلَةِ صِفَةُ نَفْسٍ أَوْ نَفْسًا لَمْ تَكُنْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا طَاعَةٌ أَى لَا تَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا كَمَا فِي الْحَدِيثِ قُلْ أَنْتَظِرُوا أَحَدَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾ ذَلِكَ أَنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ فَآخَذُوا بَعْضَهُ وَتَرَكُوا بَعْضَهُ وَكَانُوا شِيعًا فَرَقَا فِي ذَلِكَ وَفِي قِرَاءَةٍ فَرَقُوا أَى تَرَكُوا دِينَهُمُ الَّذِي أُمِرُوا بِهِ وَهُمْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ فَلَا تَتَعَرَّضْ لَهُمْ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ يَتَوَلَّوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ فَيَجَازِيهِمْ بِهِ وَهَذَا مَسْئُوحٌ بِأَيِّ السَّيْفِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ أَى لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَى جَزَاءُ عَشْرِ حَسَنَاتٍ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا أَى جَزَاؤُهُ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ يُنْقَضُونَ مِنْ جَزَائِهِمْ شَيْئًا قُلْ أَنْبِئْ هَذِينَ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَيُبَدِّلُ مِنْ مَحَلِّهِ دِينًا قِيمًا مُسْتَقِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي عِبَادَتِي مِنْ حَقٍّ وَغَيْرِهِ وَمَحْيَايَ حَيَاتِي وَمَمَاتِي مَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ فَبِذَلِكَ أَى التَّوْحِيدِ أَمَرْتُ وَأَنَا

أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۶۳﴾ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا إِلَهًا أَى لَا أَطْلُبُ غَيْرَهُ وَهُوَ رَبُّ مَالِكُ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ جَمَعَ خَلِيفَةً أَى يُخَلِّفُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فِيهَا وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ بِالْمَالِ وَالْحَاجَةِ وَغَيْرِ ذَلِكَ لِيَبْلُوَكُمْ لِيَخْتَبِرَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ أَعْطَاكُمْ لِيُظْهَرَ الْمُطِيعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِي إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ لِمَنْ عَصَاهُ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶۵﴾ بِهِمْ

۲۰
ع
۷

ترجمہ: یہ (قرآن) کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی برکت والی ہے۔ اس لئے اس کی پیروی کرو (اے مکہ کے باشندو! اس پر کار بند ہو) اور (کفر سے) بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ہم نے یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ) تم یہ (نہ) کہو کہ کتاب ہم سے پہلے صرف دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر تو نازل کی گئی ہے اور ہم (ان محققہ سے جس کا اسم محذوف ہے دراصل انا تھا) ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے (کیونکہ ہماری زبان میں نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلا) یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان جماعتوں سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے (اپنی ذہنی عمدگی کی وجہ سے) سو تمہارے پاس بھی ایک دلیل (بیان) تمہارے پروردگار کی جانب سے اور ہدایت و رحمت آچکی ہے (اس پر کار بند ہونے والے شخص کے لئے) پھر اس سے بڑھ کر ظالم انسان اور کون ہو سکتا ہے (کوئی نہیں) جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے گردن موڑے (روگردانی کرے) جو لوگ ہماری نشانیوں سے گردن موڑتے ہیں ہم عنقریب انہیں اس کی پاداش میں سخت (بدترین) عذاب دینے والے ہیں۔ پھر یہ لوگ کس بات کے انتظار میں ہیں (جھٹلانے والے منتظر نہیں ہیں) مگر اس کے انتظار میں ہیں کہ ان کے پاس آجائیں (ساتیہم یا اور تا کے ساتھ ہے) فرشتے (ان کی روئیں نکالنے) یا بنفس نفیس آپ کے پروردگار آپ کے سامنے آکھڑے ہوں (یعنی ان کا حکم۔ جس سے مراد عذاب ہے) یا پھر آپ کے پروردگار کی کوئی بڑی نشانی (قیامت کی کوئی علامت) نمودار ہو جائے۔ تو جس دن آپ کے پروردگار کی بڑی نشانی آپہنچے گی (آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) کسی ایسے شخص کا ایمان سودمند نہیں ہو سکے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو (یہ جملہ نفس کی صفت ہے) یا (ایسا انسان جس نے) اپنے ایمان کی حالت میں نیکی (نہ) کمالی ہو (یعنی ایسے آدمی کی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ تم منتظر رہو (ان نشانوں کے) ہم بھی (اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا) مذہبی اختلاف کھڑے کر کے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا) اور الگ الگ گروہ (فرقے) بن گئے (اور ایک قرأت میں فوقوا کی بجائے فارقوا ہے۔ یعنی جس دین کو اختیار کرنے کا حکم تھا اس کو چھوڑ بیٹھے اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں) آپ کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ (لہذا آپ ان کے پیچھے نہ پڑیے) بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے (وہی دیکھ بھال رہے ہیں) پھر وہی جتلا دیں گے (آخرت میں) ان کا کیا ہوا (اس کا بدلہ ان کو ملے گا) لیکن یہ حکم جہادی حکم سے منسوخ ہے (جو کوئی نیک کام کرے گا) لا الہ الا اللہ کہے گا) تو اس کے لئے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ (یعنی دس نیکیوں کے برابر ایک نیکی کا ثواب عطا ہوگا) اور جو شخص برا کام کرے گا سو اس کو اس برائی کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں کے ساتھ نا انصافی نہیں کی جائے گی (کہ بدلہ میں کچھ کٹوتی کر لی جائے) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے تو سیدھا راستہ دکھا دیا ہے (صراط مستقیم کے محل سے دینا

قیسا بدل واقع ہو رہا ہے) وہی دین مستحکم (درست) ہے جو ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ جس میں ذرا کچی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے اور آپ ﷺ فرمادیتے تھے کہ بلاشبہ میری نماز اور ساری عبادت (حج وغیرہ عبادت) اور میرا جینا (زندگی) میرا مرنے (موت) سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں (اس بارہ) جن کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس (توحید) کا مجھے حکم ملا ہے اور میں (اس امت کے) مسلمانوں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔ آپ ان لوگوں سے پوچھئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور پروردگار دیکھتا ہوں؟ (یعنی اللہ کے سوا میں کسی کا طالب نہیں ہوں) حالانکہ وہی ہر چیز کی پرورش کرنے والے (مالک) ہیں اور ہر انسان جو کچھ عمل (گناہ) کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا (گناہ گار نفس) کسی دوسرے (نفس) کا بوجھ۔ پھر تم سب کو اپنے پروردگار کے حضور لوٹنا ہے۔ چنانچہ وہ تمہیں وہ سب کچھ بتلا دیں گے جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے ورنہ وہی ہیں جنہوں نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا ہے و خلیف جمع خلیفہ کی ہے۔ یعنی ایک دوسرے کا تمہیں زمین میں نائب بناتے ہیں) اور ایک دوسرے پر فوقیت بخشی (مال و عزت وغیرہ سے برتری دی) تاکہ تمہاری آزمائش (امتحان) کریں۔ جو کچھ تمہیں مرحمت فرمایا ہے (دیا ہے جس سے فرمانبردار اور فرمان الگ الگ چھٹ جائیں) یقیناً آپ کے پروردگار جلد سزا دینے والے ہیں (نافرانوں کو) اور وہ بلاشبہ (مسلمانوں کے لئے) بڑی مغفرت و رحمت رکھنے والے بھی ہیں۔

تحقیق و ترکیب: ان تقولوا۔ جلال محقق نے لام اور لائے نافیہ کی تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ یہ انزالناہ کی علت ہے۔ اس میں کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہی جیسا کہ کسائی اور فراء نے آیت یمین اللہ لکم ان تضلوا اور واسی ان تمید بکم میں اس کو اختیار کیا ہے دوسری رائے بھریوں کی ہے۔ ای انزالناہ کراہۃ ان تقولوا ان کے نزدیک لائے نافیہ کی تقدیر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حسنت ان اکرمک کو ان لا اکرمک کے معنی میں لینا جائز نہیں سمجھتے۔ تیسری صورت فراء کے نزدیک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا تحقق اتقوا کے ساتھ کر دیا جائے۔ ای اتقوا ان تقولوا انما انزل الكتاب۔ بہر حال جلال مفسر نے انزالناہ کو عامل مقدر مانا ہے۔ جس پر انزالناہ مفعول دالت کرتا ہے اور مفعول کو اس لئے عامل نہیں مانا کہ لفظ مبارک اجنبی کا فاصلہ لازم آتا ہے جو یا صفت ہے اور یا خبر۔

الکتاب۔ اس سے مراد جنس کتاب ہے۔ جس سے مراد تورات، زبور، انجیل ہے اور صحف اس میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کو عرف میں کتاب نہیں کہا جاتا جو احکام پر مشتمل ہوتی ہیں۔

فقد جاءکم۔ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے۔ ای ان صدقتم فیما کنتم تعدون من انفسکم فقد جاءکم الخ۔

هل یظرون۔ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔ کفر پر باقی رہنے والوں کے لئے مزید تخویف ہے۔ علامات قیامت دو طرح کی ہیں۔ چھوٹی علامات تو بکثرت ہیں، لیکن بڑی علامات دس ہیں۔ جیسے آفتاب کا مغرب سے برآمد ہونا وغیرہ۔ چنانچہ حذیفہؓ اور براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ ہم بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کہ جب تک یہ دس علامات نہیں ہوں گی۔ اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی۔ (۱) الدخان، (۲) دابة الارض، (۳) حسف بالمشرق، (۴) حسف بالمغرب حسف بجزیرۃ (۵) العرب، (۶) الدجال، (۷) طلوع الشمس من مغربها (۸) یاجوج ماجوج (۹) نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۰) نار تخرج من عدن۔

۱۔ ایک خاص قسم کا درخت شرقی حسف، مغربی حسف، ملک عرب کا حسف، دجال کا ظاہر ہونا۔ سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا جو جوں کا ظاہر ہونا۔ حضرت محمد ﷺ سے اترنے والے کائنات سے رہنا ہونا قیامت کی علامت ہیں۔ ۱۲

لا یفسن نفسا۔ ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ جب تک آفتاب مغرب سے برآمد نہیں ہوگا، قیامت نہیں ہوگی۔ آفتاب طلوع ہونے پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ اس وقت ان کا ایمان نافع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اکثر مفسرین کی رائے بھی یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔ لاعلیٰ السعین بعض علامات ظاہر ہونے پر ایمان کا غیر نافع ہونا مراد نہیں جیسا کہ بعض کی رائے ہے۔ ورنہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو لوگ ایمان لائیں گے اس کا بے کار ہونا لازم آئے گا کیونکہ مغرب سے آفتاب کا طلوع نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوگا۔ جیسا کہ عبد بن حمید نے عبد اللہ بن ابی اوفی کی یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ یاتسی قدر ثلاث لیل لا یعرفھا الا المتہجدون يقوم الرجل فیقرو حزبه ثم ینام ثم يقوم فعند ذلک تموج الناس۔ بعضهم فی بعض حتی اذا صلبوا الفجر و جلسوا فاذا الشمس قد طلعت من مغربھا حتی اذا توسطت الشمس رجعت حذیفہ کی مرفوع روایت میں اس رات کا دورات کے برابر دراز ہونا آیا ہے اور ایک روایت کے مطابق مغرب سے آفتاب برآمد ہونا تین روز تک آیا ہے۔ لیکن بقول نووی صبح یہ ہے کہ طلوع کی یہ کیفیت صرف ایک روز رہے گی۔ اس کے بعد سابقہ معقود طریقہ پر طلوع و غروب رہے گا اس کے بعد باب توبہ کا بند ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل بالمغرب باباً مسیرة عرضہ سبعون عاماً للتوبة لا یغلق ما لم تطلع الشمس من قبلہ۔

ان الدین فرقوا۔ حسنؒ کی رائے توبہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ جن میں بعض بت پرست تھے اور بعض ستارہ پرست اور بعض فرشتہ پرست اور یہی ان کی مذہبی تفریق ہوئی لیکن بقول مجاہدؒ یہودی فرقے مراد ہیں۔ ان میں بھی باہمی گروہ بندی یاں تھیں اور ابن عباسؓ اور قتادہؓ اور سدیؓ اور ضحاکؓ کے نزدیک یہودی و نصاریٰ دونوں فرقے ہیں۔ لیکن ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کے گمراہ فرقے مراد ہیں۔ چنانچہ مرفوع روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعاً لست منهم فی شیء و لیسو منک اهل البدع و اهل الشبهات و اهل الضلالة من هذه الامة۔ الحسنہ۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کو عام نیکی پر محمول کیا جائے جیسا کہ سیدہ سے مراد بھی عام ہے۔ ورنہ پھر اس سے بھی خاص شرک مراد لینا پڑے گا۔ یہاں نیکی کا کم از کم اجر بیان کیا گیا ہے ورنہ دوسری نصوص سے ستر (۷۰) یا سات سو (۷۰۰) اور اس سے بھی زائد معلوم ہوتا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احسن احدکم اسلامہ فکل حسنة یعملھا تکتب له بعشر امثالھا الی سعمائة ضعف و کل سئیة یعملھا تکتب له بمثلھا حتی ینلقی اللہ عز و جل۔

دیناً قیماً۔ یہ صراط مستقیم کے محل سے بدل واقع ہو رہا ہے اور مفعول ثانی کی وجہ سے محل نصب ہے اور یہاں ہدی کا تعدیہ ان کے ذریعہ ہو رہا ہے، لیکن کبھی خود مستعدی بھی ہوا کرتا ہے۔ جیسے ویہدیکم صراطاً مستقیماً۔ قیم۔ بروزن فیعل ہے۔ قیام سے جیسے سید ساد سے ہے اور اہل کوفہ قف کے کسرہ اور یا کی خفت سے ساتھ پڑھتے ہیں۔ زجاج کے نزدیک قیم مصدر ہے بمعنی قیام جیسے صغرو کبر اول المسلمین۔ یہ لحاظ اس امت کے ہے نیز عہد الست کے لحاظ سے اگر ہو تو حقیقی اولیت مراد ہو سکتی ہے۔ غیر اللہ اس کا نصب انہی کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور ربانیت پر اور با کی تفسیر الہا ہے اور استفہام انکاری ہے۔ لاترو۔ دوسری آیت لیحملن اثقالہم و اثقالا مع اثقالہم سے اور حدیث من سن سئیة فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بها الی یوم القیمة سے تو اس آیت کے برخلاف مفہوم ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس آیت کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جس میں کسی بھی لحاظ سے سبب نہ ہو اور دوسری آیت اور حدیث سبب پر محمول ہوگی۔ مباشرة گناہ ایک الگ چیز ہے اور گناہ کا سبب اور ذریعہ بن جانا ایک علیحدہ چیز ہے۔ حلانف۔ یہ جمع ہے خلیفہ کی، جیسے وصیفہ کی جمع و صائف آتی ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مغرب میں ایک دروازہ بنا دیا ہے جس کی چوڑائی ستر (۷۰) سال کی مسافت کی برابر ہوگی یہ توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک مغرب کی طرف سے سورج نہیں نکلے گا۔ ۱۲

۲۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں بکڑیاں کر لی ہیں اور وہ گروہ گروہ ہو گئے تو ان میں داخل نہیں اور نہ وہ تم میں سے ہیں وہ تو اس امت کے اہل بدعت ہیں اور اہل شہات ہیں اور خاشن ہیں۔ ۱۳

سریع العقاب۔ عقاب کا جلد ہونا تو اس لحاظ سے ہے کہ مستقبل کی بر آنے والی چیز قریب ہی آتی جاتی ہے اور یہ مطلب ہے کہ جب عذاب کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو پھر فوراً واقع ہو جاتا ہے۔ اس میں تاخیر نہیں ہوتی۔ غرضیکہ یہ مضمون اب اللہ کے حکم اور تحمل کے منافی نہیں رہا۔ ربط آیات:

ایسا اور وہدا الکتب الخ سے مسئلہ نبوت پر کلام کیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی عجیب و غریب امر نہیں جس کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کر رہے ہیں۔ بلکہ تمام جنت کے سب سے دوسری قوموں کی طرح تمہارے لئے بھی ایک عظیم نبی کا بھیجنا ضروری سمجھا گیا۔ اس کے بعد آیات تھل بسطرون سے ایمان نہ لانے کی صورت میں پچھلے مکذبین کی طرح عذاب کی دھمکی ہے۔ پھر آیت ان الذین فرقوا الخ سے عام گمراہوں کو لاکارنا ہے اور مذہبی تفریق اور مروہ بندیوں کی مذمت کے بعد آیات قل انی الخ سے دین حق کے اتباع کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور اس پوری سورت میں چونکہ دین کی تحقیق ہے اب ختمہ سورت پر آیت هو الذی الخ سے اپنے انعام کے ساتھ انعام کو خاص بنانا ہے۔ جس سے ترغیب و ترہیب مقصود ہے۔

شان نزول: ... مکہ کے کفار و مشرکین نے جب آنحضرت ﷺ سے ارجع الی دیننا کی درخواست کی تو اس پر آیات قل اغیر اللہ الخ نازل ہوئی اور ولید بن مغیرہ نے جب مسلمانوں کو بہکانا چاہا کہ اتبعوا سبیلی احمل عکم اور ارکم و هو وازر تو اس پر آیت لاتردوا زرۃ الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ... اہل کتاب کی تبلیغی کوتاہی بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا سبب بنی:

اتمام جنت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح دینی قوموں کے لئے انبیاء اور ہادی بھیجے گئے اور وہ اپنے ساتھ پیغام اور کتابیں لائے، ایک لحاظ سے تمہارے لئے بھی ان کا اتباع لازم تھا۔ تاہم کسی درجہ میں غیر زبان ہونے کا عذر تمہارے لئے مانع بن سکتا تھا۔ اگرچہ تراجم کے ذریعہ وہ عذر بھی رفع ہو سکتا تھا، لیکن ہم نے اہل کتاب کی اس کوتاہی کو دیکھتی ہوئے کہ انہوں نے کبھی بھی تعلیم و توحید کے سلسلہ میں عرب قوم کے سب سے کوئی اہتمام نہیں کیا۔ یوں اتفاق کسی مضمون کا کبھی کان میں پڑ جانا طالب کے حق میں تو کچھ سودمند ہو سکتا تھا۔ مگر عام طور پر عداۃ تنبیہ کے لئے کم موثر ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان پر نظر کرتے ہوئے ایک مستقل اور عظیم نبی کا بھیجنا قریب مصلحت ہوا۔ اس تقریر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوتوں کے عام ہونے کا شبہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ صرف اصول کے لحاظ سے بعثت مراد نہیں ورنہ ہر شخص تمام انبیاء علیہ السلام میں اصول کی دعوت مشترکہ رہی ہے بلکہ اصول و فروع کے لحاظ سے مجموعی طور پر عموم بعثت مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔ بہر حال دوسرے انبیاء کی بعثت کے بعد ان کی اتباع نہ کرنے پر بھی اگرچہ عذاب کا استحقاق تھا جو بادی النظر میں عرب قوموں کی طرف سے نہ سمجھنے اور غیر زبان ہونے کا عذر پیش کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اب تو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ عذر یا رد بھی نہ رہا اور اللہ کی جنت پوری ہو گئی۔

علامات قیامت: ... علامات قیامت کے سلسلہ میں مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کی کیفیت حضرت کعب سے یہ منقول ہے کہ آفتاب قطب کی طرف گھوم کر نقطہ مغرب پر آ جائے گا اور ایک روایت کے مطابق اس کی تاویل رجعت قہقری سے بھی کر سکتے ہیں اور بیئت ان جن اصول و ضوابط کی رو سے اس کو محال کہتے ہیں خود ان اصول پر اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

۱۰ عبد اللہ بن ابی اوفی کی مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو کر جب آسمان کے درمیان پہنچے گا، پھر مغربی سمت وٹ کر مغرب میں غروب ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر بدستور سابق مشرق سے طلوع ہوگا اور ایک روایت کے مطابق اس وقت ایمان کا اور ایک روایت کی رو سے تو یہ کام قبول نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

علامہ آوسی نے کہا ہے کہ جس طرح شخصی نزاع کے عالم میں آخرت کے احوال و کوائف کا مشاہدہ ہو جانے کی وجہ سے ایمان باغیب نہیں رہتا اور اس وقت ایمان الانا معتبر نہیں ہوتا، اسی طرح عالم علوی کے تغیر کا مشاہدہ ہو جانے کے بعد پورے عالم ناسوت پر ایک نزاع کا عالم جب طاری ہوگا تو اس وقت کسی کا ایمان الانا معتبر نہیں ہوگا۔

باقی اس کیفیت کے ازالہ کے بعد بھی بعض حضرات کے نزدیک تو ایمان و توبہ مقبول نہیں ہوگی۔ لیکن صاحب روح المعالی نے قبول ہونے کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً اس کے بعد جو لوگ دین کے مخاطب یا مکلف ہوں گے یا مدت گزر جانے کے بعد جب ہول دل کی وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی تو ان کا ایمان و توبہ مقبول ہو جائے گی۔

ایک مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایک سو بیس سال تک آدمی باقی رہیں گے۔ احادیث سے بہت سی بات قیامت کا اثبات ہو رہا ہے لیکن ان میں باہمی ترتیب و توہم کے متعلق علماء سرگردان ہیں۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب:..... معتزلہ نے ظاہر آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بلا عمل ایمان نافع نہیں ہوتا۔ لیکن جواب یہ ہے کہ خاص نفع یعنی توبہ مقبول ہونے کی نفی کرنی مقصود ہے اور نفع خاص کی نفی سے عام نفی کی لازم نہیں آتی۔ پس معتزلہ کے لئے اس آیت سے یہ احتجاج بھی سودمند نہیں ہوگا کہ ”بغیر عمل کے نجات نہیں ہو سکتی“ نیز لفظ خیر مکرہ ہے نفی کے تحت واقع ہونے کی وجہ سے عام ہوا۔ جس سے لازم آیا کہ ایمان کا نفع مطلق خیر ہونا چاہئے۔ حالانکہ معتزلہ کا یہ مذہب نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک تمام اعمال بھی خیر میں داخل ہیں۔

صاحب مدارک نے یہ جواب دیا کہ خیر سے مراد اخلاق یا توبہ ہے۔ پس اول صورت میں حاصل یہ ہوگا کہ جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوگا یا جس کے ایمان میں اخلاص پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ اس وقت یہ دونوں چیزیں کرنا کارآمد ہوں گی۔ یعنی نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا اور نہ منافق کا مخلص بننا اور دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ اس وقت کافر کا ایمان اور مومن کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں عمل ایمان میں داخل نہیں رہتا۔ اس لئے معتزلہ کا استدلال باطل ہو گیا، لیکن مدارک کی پہلی صورت کو عام زاہد نے اس لئے پسند نہیں کیا کہ اس سے منافق کے لئے اس وقت مطلق وجود ایمان کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری صورت میں توبہ کا حتمی طور پر نام مقبول ماننا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ حالت یا اس کی طرح حق تعالیٰ کی مشیت پر معلق رکھنا چاہئے۔ اور معاملہ سے نقل کرتے ہوئے حسینی میں لکھا ہے کہ اس روز کافر کا ایمان اور فاسق کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

قاضی بیضاوی نے اس سلسلہ میں تین توجہیں اور کی ہیں۔ پہلی توجہ یہ ہے کہ حکم اس روز کے لئے خاص ہوگا۔ ہذا اس سے عمل کا داخل ایمان سمجھنا صحیح نہیں۔ دوسری توجہ یہ ہے کہ جو شخص ایمان اور خیر کے مجموعہ سے خالی ہوگا اس کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ نہ اس کا جو صرف عمل سے خالی ہو اور ایک توجہ یہ ہے کہ ان اور اذانی کے موقع پر شمول عدم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ البتہ یہ کہ اگر کوئی قرینہ قائم ہو تو عدم شمول کے لئے آئے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں علامہ زنجیزی نے عدم شمول پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کافر اس وقت ایمان لائے اور جو پہلے سے ایمان تو لا چکا مگر عمل نہیں کیا۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس آیت کو شمول عدم پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی یہ کہ جس نے پہلے سے ایمان و عمل نہ کیا ہو اس کے لئے اس روز ایمان نافع نہیں ہوا کیونکہ نفی ایمان کے بعد کسب خیر کی نفی کرنا اس صورت سے موجب تکرار ہوگا۔

آیت ان الذین فرقوا کو عام لینا مناسب ہے۔ البتہ اختلاف کرتے والوں کے لحاظ سے وعید کے متراتب بھی مختلف ہوں گے۔ کفار کے دائمی عذاب اور مبتدعین کو بقدر فساد عقائد عذاب ہوگا۔ اس کے بعد اصل ایمان کی وجہ سے نجات ہو سکے گی اور جن روایات میں امت کا تہتر فرقوں میں بٹنا اور ایک فرقہ کے علاوہ سب کا معذب ہونا آیا ہے اس سے دائمی عذاب مراد نہیں ہے کیونکہ کسی بھی مومن کو دائمی عذاب نہیں ہوگا اور نہ مصیق داخلہ یا غیر داخلہ مراد ہے۔ کیونکہ گناہوں کی وجہ سے مطلقاً تو اہل سنت کو بھی جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ بقدر فساد عقائد کی وجہ سے غیر دائمی داخلہ مراد ہے اور بلاشبہ یہ داخلہ اہل بدعت کے ساتھ خاص ہے۔ اہل حق کو اگر عذاب ہوگا خراب اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ فساد عقیدہ کی وجہ سے ان کا داخلہ نہیں ہوگا اور کفار کا داخلہ تو بہر حال دائمی ہوگا اور غیر کفار کے لئے دخول جہنم سے مراد صرف استحقاق دخول ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے گناہوں کی طرح فساد عقائد بھی اگر کفر کی حد تک نہ پہنچے ہو معاف

کر دیا جائے۔ غرضیکہ لزوم عذاب کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس طرح حق کی بعض باتوں کو چھوڑنے والا افسر قوا کا مصداق ہے اسی طرح کل حق کی باتوں کو ترک کرنے والا بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مصداق ہوگا۔

نیکی اور بدی کے بدلہ کا فرق:..... ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہونا کم از کم درجہ ہے۔ دوسری نصوص میں جو زیادہ اجر کا وعدہ ہے۔ یہ آیت اس کی نافی نہیں ہے۔ پس کلمہ توحید کی تصدیق اور اقرار دونوں الگ الگ نیکیاں ہوں گی۔ اس طرح ایمان لانے پر جس فضل و کرم کا وعدہ ہے اس کو دس حصے بڑھا دیا جائے گا لیکن سیئہ اور برائی پر برابر سزا کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ کفر بھی ایک برائی ہے۔ پھر اس پر دائمی عذاب تو اس پر برابری سے زیادتی ہوئی۔ پس آیت کی رو سے اس کی گنجائش کیسے؟ تو کہا جائے گا کہ کفر چونکہ سب سے زیادہ بدترین برائی ہے اس لئے اس کا مماثل دائمی عذاب ہی ہو سکتا ہے۔ اس کو زیادتی نہیں کہا جائے گا بلکہ اللہ کی ذات واجب الوجوب ہونے کی وجہ سے چونکہ ازلی اور ابدی ہے۔ پس اس کے ساتھ کفر و شرک کرنے کا مطلب اس کی حکومت سے بغاوت و سرکشی کرنا ہے۔ لہذا سزا بھی دائمی ہونی چاہئے تاکہ جرم کے مناسب پاداش رہے۔

اسلام ہی مذہب حق ہے اور اہل سنت ہی مسلک حق پر ہیں:..... دیناً قیماً سے جو دین کے اوصاف اسلام میں سے بھی اہل سنت کے طریقہ پر صادق آتے ہیں کیونکہ حقیقت سے بدعت کے تمام طریقوں پر رد ہو گیا ہے جن میں کجی ہوتی ہے اور صلاحی و نسکی سے شرعی امور کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا بلحاظ ارادہ عبادت ہے اور معیاری و معاماتی سے نکوینی امور مراد ہیں۔ جن کا اللہ کے لئے ہونا اعتقاد ربوبیت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جس طرح استحقاق عبادت میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح تصرفات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسلام کی سب سے بڑی تعلیم یہی مجموعہ توحید ہے اور بذلل امرت میں لطیف پیرایہ کے ساتھ دوسروں کو دین کی طرف دعوت دینی ہے کہ جب نبی تک ایمان لانے کا مکلف ہے تو دوسروں کی کیا مجال!

ایک دقیق شبہ کا ازالہ:..... آیت لا تذر الخ سے جو ایک کا گناہ دوسرے پر نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان نصوص کے خلاف نہیں۔ جن میں دوسرے کو گمراہ کرنے والے پر خود اپنی گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کو گمراہ کرنے سے جو گناہ ہوا وہ اپنے ہی فعل سے ہوا کہ دوسرے کی گمراہی کا سبب بنا۔ پس ضلال کی طرح اضلال کا گناہ بھی ہوا اور آیت کا منشاء یہ ہے کہ کسی دوسرے کے فعل سے خود کو گناہ نہیں ہوتا۔ پس دونوں صورتوں میں کچھ تعارض نہ ہوا۔ نیز ولید بن مغیرہ کے بہکانے کا منشاء یہ تھا کہ تم پر کچھ گناہ نہیں رہے گا۔ حاصل رد یہ ہوا کہ دونوں پر اپنے اپنے کام کا گناہ ہوگا۔ اس لئے شبہ صاف ہو گیا۔

ہر حالت اللہ کی ایک نعمت ہے:..... عقل، عزت، روزی، حسن و جمال، صحت و قوت وغیرہ وغیرہ اختیاری چیزوں میں اختلاف کا قرین مصلحت ہونا تو ظاہر ہے ہی لیکن باعث نعمت بھی ہے۔ چنانچہ ان باتوں میں جو شخص بڑھا ہوا ہو اس کے لحاظ سے تو ان چیزوں کا نعمت ہونا ظاہر ہے مگر جس شخص میں یہ باتیں کم درجہ کی ہوں اس کے حق میں بھی یہ نعمت ہے کیونکہ ہر نقصان میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت اور بھلائی رکھی ہوئی ہے جو ہماری عام نگاہوں سے اوجھل ہو۔ لیکن قدرت کی نظر میں وہ بھی ملحوظ ہوتی ہے۔ جیسا کہ جزئی واقعات میں غور کرنے سے واضح ہو سکتا ہے۔ اس لئے رفع بعضکم علی بعض کو انسان کے موقع پر بیان کرنا بر محل ہوا۔

لطائف آیات:..... آیت قل ان صلواتی الخ میں توحید کامل کی تعلیم ہے۔ یعنی تمام تشریحی اور تکوینی کاموں میں عملی لحاظ سے بھی اللہ کے سپرد کر دینا اور رضا بالقضاء پر کار بند ہونا۔

سُورَةُ الْأَعْرَافِ

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَ سُئِلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الثَّمَانِ أَوْ الْخَمْسِ آيَاتِ

مِائَتَانِ وَخَمْسٌ أَوْ سِتُّ آيَاتِ

ترجمہ: سورۃ اعراف کی ہے بحر اسٹلہم عن القرية الخ آٹھ یا پانچ آیات کے جن میں دو سو پانچ یا چھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الْمَص ۝ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ هَذَا كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ ضَيِّقٌ مِنْهُ أَنْ تُبْلِغَهُ مَخَافَةً أَنْ تُكَذِّبَ لِتُنِيرَ مُتَعَلِّقٌ بِأَنْزَلِ أَى لِلْإِنْدَارِ بِهِ وَذِكْرَى تَذَكُّرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱﴾ بِهِ قُلْ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ أَى الْقُرْآنَ وَلَا تَتَّبِعُوا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ أَى اللَّهِ أَى غَيْرِهِ أَوْلِيَاءَ تُطِيعُونَهُمْ فِي مَعْصِيَةِ تَعَالَى قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲﴾ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ تَتَّعِظُونَ وَفِيهِ ادْغَامُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِسُكُونِهَا وَمَا زَائِدَةٌ لِتَاكِيدِ الْقِلَّةِ وَكَمْ خَبَرِيَّةٌ مَفْعُولٌ مِنْ قَرْيَةٍ أُرِيدَ أَهْلُهَا أَهْلُكُنْهَا أَرَدْنَا إِهْلَاكَهَا فَجَاءَهَا بِأَسْنَا عَذَابُنَا بَيِّنَاتًا لَيْلًا أَوْهُمْ قَائِلُونَ ﴿۳﴾ نَائِمُونَ بِالظُّهَيْرَةِ وَالْقِيلُولَةِ اسْتِرَاحَةٌ نِصْفُ النَّهَارِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا نَوْمٌ أَى مَرَّةٌ جَاءَهَا لَيْلًا وَمَرَّةً نَهَارًا فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ قَوْلُهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بِأَسْنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۴﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ أَى الْأَمَمِ عَنْ إِحْيَائِهِمُ الرُّسُلَ وَعَمَلِهِمْ فِيمَا بَلَّغَهُمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿۵﴾ ۝ الْإِبْلَاحُ فَلَنَقْصُصَنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ لَنُخَبِّرَنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ بِمَا فَعَلُوهُ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ﴿۶﴾ عَنْ إِبْلَاحِ الرُّسُلِ وَالْأَمَمِ الْخَالِيَةِ فِيمَا عَمِلُوا وَالْوَزْنَ لِلْأَعْمَالِ أَوْ لِصَحَائِفِهَا بِمِيزَانٍ لَهُ لِسَانٌ وَكِفَّتَانِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثِ كَاتِبٍ يَوْمَئِذٍ أَى يَوْمَ السُّوَالِ الْمَذْكُورِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ۝ الْحَقُّ الْعَدْلُ صِفَةُ الْوَزْنِ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ بِالْحَسَنَاتِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۷﴾ أَلْفَائِرُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ بِالسَّيِّئَاتِ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ يَتَصَيَّرُهَا إِلَى النَّارِ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿۸﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ بَيْنَ أَدَمَ فِي

الْأَرْضَ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۚ بَأْسَاءَ مُسَبِّبَاتٍ تَعِيشُونَ بِهَا جَمِيعٌ مَعِيشَةً قَلِيلًا ۖ مَا لَنَا كَيْدٌ فُتِنًا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾ ۚ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ أَيْ أَبَاءَ كُمْ آدَمَ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ أَشْوَٰنًا ۚ وَانْتَهَىٰ فِي صُورِهِ ثُمَّ قَلَّبْنَا لِّلْمَلَائِكَةِ السُّجُودَ لِآدَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ ابْنُ الْجَنِّ كَانَ مِن مَّالِكَةِ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۚ ۞ قَالَ تَعَالَىٰ مَٰمَنَعَكَ ۖ أَأَرَأَيْتَ تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۚ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿۱۱﴾ ۚ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا ۖ أَيُّ مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيلَ مِنَ السَّمَوَاتِ فَمَا يَكُونُ يَبْغَىٰ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ مِنْهَا ۖ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۱۲﴾ ۚ أَلَمْ نَقُلْ لَّيْلِينَ قَالَ أَنْظِرْنِي ۖ أَخَّرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُعْعَوْنَ ﴿۱۳﴾ ۚ أَيْ النَّاسُ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۱۴﴾ ۚ وَفِي آيَةِ أُخْرَىٰ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ أَيُّ وَقْتِ السَّفْحَةِ الْأُولَىٰ قَالَ فِيمَا أَغْوَيْتَنِي أَيْ بِأَعْوَانِكَ لِي وَابْنَاءَ لِّلْقَسَمِ وَجَوَابَهُ لَا أَقْعَدَنَّ لَهُمْ أَيْ لِسِي دَمِ صَرَاطِكَ الْمُسْتَقِيمِ ﴿۱۵﴾ ۚ أَيْ عَلَى الطَّرِيقِ الْمَوْصِلِ إِلَيْكَ ۖ ثُمَّ لَا تَيْتَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ أَيْ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ فَاغْنَهُمْ عَنْ سُلُوكِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَأْتِيَ مِنْ فَوْقِهِمْ شَيْئًا يَحُولُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَلَا تَعْبُدْ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿۱۶﴾ ۚ مُؤْمِسٍ قَالَ أَخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا ۖ وَمَا بِالْهَمْزَةِ مَعِيًّا مَمْقُوتًا مَّذْخُورًا مُّبْعَدًا عَنِ الرَّحْمَةِ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ مِنَ النَّاسِ وَاللَّامُ لِلْإِبْتِدَاءِ وَمَوْطِئَةٌ لِّلْقَسَمِ وَهُوَ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۷﴾ ۚ أَيْ مِنْكَ بِذُرِّيَّتِكَ وَمِنْ النَّاسِ وَفِيهِ تَعْلِيلُ الْحَاصِرِ عَلَى الْغَائِبِ وَفِي الْجُمْلَةِ مَعْنَى جَزَاءٍ مِنَ الشَّرْطِيَّةِ أَيْ مَنْ اتَّبَعَكَ أُعَذِّبُهُ وَقَالَ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ تَاكِيدٌ لِلضَّمِيرِ فِي اسْكُنْ لِيُعْطَفَ عَلَيْهِ وَزَوْجُكَ حَوَّاءُ بِالْمَدِّ الْجَنَّةُ فَكَلَّا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ بِالْأَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَةُ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ ۚ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ قُوعِلَ مِنَ الْمَوَارِدِ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا كَرَاهَةً أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ وَفَرَىٰ بِكُسْرِ اللَّامِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿۱۹﴾ ۚ أَيْ وَذِيكَ لَارِمٌ عَنِ الْأَكْلِ مِنْهَا كَمَا فِي آيَةِ أُخْرَىٰ هَلْ أَذْلَكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٌ لَا يَبْلَىٰ وَقَاسَمَهُمَا أَيْ أَقَسَمَ لَهُمَا بِاللَّهِ إِنَّنِي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴿۲۰﴾ ۚ فِي ذَلِكَ فَدَلَّهُمَا حَطَّهُمَا عَنْ مَنَرَتَيْهِمَا بِغُرُورٍ ۚ مِنْهُ فَلَمَّا ذَا قَا الشَّجَرَةَ أَيْ أَكَلَا مِنْهَا بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتِيهُمَا أَيْ ظَهَرَ لِكُلِّ مِنْهُمَا قُبْلُهُ وَقَبْلُ الْآخِرِ وَدُرَّةٌ وَسُمِّيَ كُلُّ مِنْهُمَا سَوَاءً لِأَنَّ الْإِنْكَشَافَةَ يَسُوءُ صَاحِبَهُ وَطَفِيقًا يَخْصِفُنِ أَخَذَا يَلْزِقَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ لِيَسْتَتِرَا بِهِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا

تمہیں پیدا کیا (یعنی تمہارے والد آدم کو) پھر تمہاری شکل و صورت بنادی (یعنی آدم کی شکل و صورت بنائی اور تم اس وقت ان کی پشت میں تھے) پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ (جھک جانے سے خستی اور سلامی سجدہ مراد ہے) اس پر سب جھک گئے مگر ابلیس (جو جنات کا جدا علی تھا اور فرشتوں میں رہا کرتا تھا) کہ وہ جھکنے والوں میں شامل نہ ہوا حق (تعالیٰ) نے فرمایا کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے (لازائد ہے) روکا جب کہ میں نے حکم دیا تھا؟ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ فرمایا تو نکل جا (جنت سے اور بعض نے کہا ہے آسمانوں سے) تیری یہ ہستی نہیں (تیرے لائق نہیں) کہ یہاں رہ کر اکڑ کرے یہاں سے نکل دور ہو۔ یقیناً تو ذلیل و خوار لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ ابلیس کہنے لگا مجھے مہلت (گنجائش) دیجئے۔ اس وقت تک کہ (لوگ) اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے (دوسری آیت میں الیٰ یوم الوقت المعلوم کے الفاظ ہیں جس سے مراد پہلا نفل ہے) اس پر ابلیس بولا۔ چونکہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔ اس لئے میں قسم کھاتا ہوں کہ (یعنی آپ کی طرف سے مجھ پر کمر اسی کی وجہ سے) اس میں باقسیمہ ہے جس کا جواب آگے ہے) میں ضرور ان کی (اولاد آدم کی) تاک میں بیٹھوں گا۔ آپ کی سیدھی راہ سے بھٹکانے کے لئے (جو آپ تک پہنچانے والی ہوگی) پھر ان پر حملہ کروں گا۔ ان کے سامنے سے، پیچھے سے، داہنے سے بائیں سے (یعنی ہر طرف سے اور اس طرح ان کے چلنے کی راہ ماروں گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ شیطان اوپر سے حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ تاکہ بندہ اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہ ہو جائے) اور آپ ان میں سے اکثر کو احسان ماننے والا (مومن) نہیں پائیے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے نکل جا ذلیل (لفظ منذوماً ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی عیب دار اور پھٹکارا ہوا) اور خوار ہو کر (رحمت سے ڈھٹکارا ہوا) ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا (لوگوں میں سے اور لام ابتداء یہ ہے جو قسم کے لئے لایا گیا ہے اور قسم آگے ہے) تو میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا (یعنی ابلیس سے مع اس کی ذریت کے اور لوگوں سے حاضر کی غائب پر تغلیب کر لی گئی ہے اور اس جملہ میں مس شرطیہ کی جزاء کے معنی رکھے ہوئے ہیں یعنی جو تیرا کہنا مانے گا میں اس کو عذاب دوں گا) اور (حق تعالیٰ نے فرمایا) اے آدم! تم (اسکن کی ضمیر کے لئے انت تاکید ہے تاکہ اس پر عطف صحیح ہو سکے) اور تمہاری بیوی (حواس کا تلفظ مد کے ساتھ ہے) جنت میں رہو۔ اور جس جگہ سے جو چیز پسند آئے دونوں شوق سے کھاؤ۔ مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا (اس کے کھانے کے قریب بھی مت جانا۔ گیہوں مراد ہے) ورنہ تم بھی زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان (ابلیس) نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ روبرو (ظاہر) کر دے ان پر جو ایک دوسرے سے چھپائے ہوئے تھا۔ (ووردی بروزن فوعل ہے مواراۃ سے ماخوذ ہے) شرم گاہوں کو اور کہنے لگا تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس (ناگواری کی) بناء پر روکا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ (اور ایک قراءت میں کسر لام کے ساتھ ملکین پڑھا گیا ہے) یا دائمی زندگی تمہیں حاصل ہو جائے۔ (یعنی اس درخت کے لینے کا یہ لازمی اثر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے هل ادلت علی شجرة الخلد و ملک لا یلبی) اور ان دونوں کے آگے قسمیں کھا بیٹھا (یعنی ان دونوں کے روبرو اللہ کی قسم کھالی) کہ یقیناً جاوے میں آپ دونوں کا (اس بارے میں) خیر خواہ ہوں۔ غرض شیطان انہیں قریب میں لے آیا (ان دونوں کو ان کے مرتبہ سے نیچے اتار دیا) پھر جوں ہی انہوں نے درخت کا پھل چکھا (کھایا) ان کے ستر ان پر کھل گئے (یعنی ہر ایک کے آگے پیچھے کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے آگے سامنے ہو گئیں اور ستر کا کھلنا چونکہ ایک دوسرے کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے اس لئے اس کو لفظ سوء سے تعبیر کیا گیا ہے) اور لگاؤ پر تلے چپکانے (جوڑ جوڑ رکھنے) اپنے جسم پر جنتی درختوں کے پتے (تاکہ برہنگی دور ہو سکے) ان کے پروردگار نے انہیں پکارا۔ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روک دیا تھا اور کیا میں نے تمہیں نہیں کہا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (جس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے۔ استفہام تقریری ہے) انہوں نے عرض کیا پروردگار ہم

نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا (نا فرمانی کر کے) اگر آپ نے ہمارا قصور نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لئے بربادی کے سوا کچھ نہیں! ”فرمایا“ یہاں سے نکل جاؤ (یعنی آدم و حوا کا جوڑا مع اپنی اولاد کے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو (بعض اولاد ظلم کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی دشمن ہو جائے گی) اور اب تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا (رہنے کی جگہ) ہے اور ایک خاص وقت تک وہاں سر و سامان زندگی سے فائدہ اٹھاؤ گے (تمہاری عمریں اس میں گزریں گی) اور فرمایا تم اس (زمین میں جیو گے، اسی میں مرو گے، پھر اسی سے نکالے جاؤ گے) قیامت کے روز۔ لفظ تخرجون معروف و مجہول دونوں طرح ہے۔

تحقیق و ترکیب: سورۃ الاعراف۔ چونکہ اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے اس لئے تسمیہ النکل باسم الجز کے طور پر سورت کا نام رکھا گیا ہے۔ الا یعنی آیت و مسئلہم الخ سے آیت واذ نتقنا الخ تک آٹھ یا پانچ آیات مدنی ہیں۔ اسی طرح کل آیات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ القص ابن عباسؓ سے ان حروف کی معنی ان اللہ الفضل اور انا اللہ اعلم و الفضل بھی منقول ہیں۔ لتذکر۔ مفسر محقق نے اشارہ کر دیا کہ بتقدیر ان مصدر کے معنی میں ہے اور علت و معلول کے درمیان یہ جملہ نہی معترضہ ہے۔

ذکرئی اشارہ ہے کہ کتاب پر عطف کرتے ہوئے محل رفع میں ہے اور ذکرئی اسم مصدر ہے جیسا کہ فراء کی رائے ہے۔ قليلاً بمعنی تذکر قليلاً اور زماناً قليلاً بہر حال مصدریت یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یدکرون ابن عامر مایتدکرون اور حمزہ اور کسائی تا کے ساتھ اور تخفیف ذال کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان کی ایک قراءت میں کاف مشدودہ بھی ہے بہر حال مشہور قراءتیں تین ہیں تذکرون، یتدکرون، تذکرون اور مازائدہ ہے مصدر یہ نہیں ہے کیونکہ اس کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔

قریۃ۔ بتقدیر مضاف ہے اور اگر اس کو مبتداء بنایا جائے تو ضمیر اھلکنا سے پہلے مضاف مقدر مانا جائے گا۔ اور زخشرئی جاء ہا سے پہلے مضاف مقدر مانتے ہیں کیونکہ مضاف کی تقدیر ضرورت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے اور یہاں ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ جب بستی برباد ہوگی تو اہل بستی کیسے سلامت رہ سکتے ہیں اس لئے جاء ہا سے پہلے مقدر مانا گیا ہے۔ فجاء ہا آیت کو من قریۃ اھلکنا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت پہلے ہوئی اور باس کا آنا بعد میں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے؟ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ اہلاک سے مراد اہلاک کا حکم ہے۔ اس حکم اہلاک کے بعد باس اور باس کے بعد ہلاکت مرتب ہوئی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہلاک سے مراد ارادہ اہلاک ہے اور وہ باس سے پہلے ہوا اور یہاں فاتعقیب کے لئے نہیں ہے کہ اشکال ہو بلکہ تفسیر کے لئے ہے۔ چنانچہ ہلاکت کبھی تو معقوا و موت کے طریقہ پر ہوتی ہے اور کبھی عذاب کے ذریعہ۔ پس عذاب ہلاکت کی تفسیر ہوا۔

بیاناً لیللاً۔ سے اشارہ ہے کہ وقت مراد ہے ورنہ بقاء تین کے معنی میں ہو تو مصدر حال واقع ہو رہا ہے۔

والوزن۔ بقول ابن عباسؓ مومن و کافر کے اعمال اچھی بری شکل میں متشکل ہوں گے۔ اس تقدیر پر نفس اعمال موزوں ہوں گے۔ دوسرے قول میں دقاتر اعمال کا موزوں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے صحائف ہی کا وزن ہونا بیان فرمایا۔ عام مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ فقدا کبر کی عبارت بھی اس کی مؤید ہے۔ رہا یہ کہ ایک ہی میزان ہوگی یا بہت سی۔ تو آیت و نضع الموازن اور فمن ثقلت موازنہ سے متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس ممکن ہے افعال قلوب کے لئے ایک میزان ہو اور افعال ظاہرہ کے لئے علیحدہ میزان ہو اور زبانی اقوال کی میزان الگ ہو۔ آخر دنیا میں بھی تو ایک ترازو لکڑیاں تولنے کی ہوتی ہے اور ایک سونا چاندی تولنے کا کانا ہوتا ہے اور ایک وہ مشین ہوتی ہے جس پر ہزاروں ٹن وزن گاڑیاں تل جاتی ہیں۔ پھر باد پیمایا محبت اور عداوت پیمائے لطیف ترین آلات پائے جاتے ہیں جن سے خواہر کی طرح اعراض بھی تل جاتی ہیں۔ لیکن

بقول زجاج اہل عرب جمع کا اطلاق واحد پر بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ خروج فلان علی البغل کی بجائے علی البغال بولتے ہیں۔ اسی طرح ایک تو جیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موازین میزان کی جمع نہ ہو۔ بلکہ موازن کی جمع ہو۔ پس موازین سے مراد اہل موازنہ ہوں اور فقہ اہل شریعت میں مد علی قاری کی رائے یہ ہے کہ جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ کرتے ہوئے مخلوق کی کثرت کے لحاظ سے لفظ موازین جمع لایا گیا ہے یا لفظ حضاجر کی طرح میزان کے عظیم الجثہ ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے موازین جمع لائی گئی ہے۔ لیکن امام رازی نے ان توجہات کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ ان سب صورتوں میں ظاہر لفظ سے عدول کرنا لازم آتا ہے جو کسی مانع کی صورت میں تو جائز ہے لیکن یہاں کوئی مانع نہیں ہی اس لئے لفظ کو اپنے ظاہر پر رکھنا چاہئے۔

فی حدیث۔ سلیمان کی روایت ہے کہ اس ترازو کے ایک پلہ میں اگر زمین و آسمان بلکہ سب کچھ بھی رکھ دیا جائے تو سب

سا جائے گا۔

یومئذ اصل عبارت یوم اذ یسال اللہ الامم رسلہم تھی۔ جملہ عبارت حذف کر کے اس کے بدلہ میں تنوین مائی لائی گئی ہے۔ النور مبتداء ہے اور الحق۔ اس کی صفت ہے اور یومئذ خبر اور یہ بھی ممکن ہے کہ الوزن مبتداء اور یومئذ ظرف اور الحق خبر ہو معیش جمع ہے معیشۃ کی اور نافع کی قراءت میں مہموز ہے یا ئے زائدہ سے تشبیہ دیتے ہوئے جیسے صحائف۔

ثم صور ساکم یعنی پہلے حضرت آدم کا پتلہ بنایا۔ پھر ان کو صورت بخشی۔ یا ان کی تخلیق و تصویر کو سب کی تخلیق و تصویر کے قائم مقام قرار دے دیا اور یا عام انسانوں کی تخلیق اور صورت گری مراد ہے کہ ایک گندہ قطرہ پر کیا کیا صورت گری اور نقاشی فرمائی۔ اسجد و ایہ سر سجدہ ہونا ایسا ہی ہے جیسے برادران یوسف کو مع والدین کے حضرت یوسف کے آگے سر سجدہ دہونے اور شاہانہ آداب بجالانے کا حکم ہوا تھا اور پچھلی امتوں میں اس کی اجازت رہی ہے۔ لیکن اسلام نے عبادتی سجدہ کی طرح غیر اللہ کے لئے خستی سجدہ کی ممانعت بھی کر دی۔ تاکہ مکمل طریقہ سے بت پرستی کا سد باب ہو جائے۔ تاہم اگر شرعی سجدہ مراد لیا جائے تو حضرت آدم کو کعبۃ اللہ کی طرح محض جہت سجدہ ماننا پڑے گا اور یا مظہر خداوندی ہونے کی وجہ سے بظاہر سجدہ آدم کو تھا۔ مگر فی الحقیقت مسجود حقیقی حق تعالیٰ تھے۔ الا تسجد۔ دوسری آیت ما منعک ان تسجد کی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ سجدہ کرنا اس کو غیر لازم کہتے ہیں۔ ای ما اضطرک الی ان لا تسجد۔ وما منعک عن ترک السجود۔

اذا مرتکب۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر فوری وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ خلقتی۔ شیطان کی نظر صرف آدم کے ڈھانچے میں الجھ کر رہ گئی اور علت فاعلی علت غائی پر نہیں گئی۔ اس آیت سے کون و فساد کا ہونا اور شیطاں کا جسمانی ہونا اور انسان میں عنصر خاکی کا اور شیطاں میں ناری عنصر کا غالب ہونا معلوم ہوتا ہے اور خاک میں خاکساری، حلم، حیا، وقار، صبر کا مادہ ہے جو توبہ و استغفار کی طرف لے جاتا ہے اور آگ میں ترفع، طیش و دیغ ہے جس سے تکبر ابھرتا ہے اور تکبر کی گنجائش جنت میں نہیں اس لئے مردود ابدی ہوا۔

بما اغویتہ۔ چونکہ اغواء اللہ کی صفت اور فعل ہے اس لئے باقیم ہے اور سبب بھی ہو سکتی ہے ای افسم باللہ بسبب اغوائک لی لا ینہم۔ صرف متعارف چار جانب بیان کرتی ہے اوپر کی جانب سے شیطان کا حملہ آور نہ ہونا تو ابن عباس کی رائے سے معلوم ہو چکا اور نیچے سے حملہ آور ہونے میں اس کا کبر مانع ہے۔ آگے اور پیچھے سے بکثرت حملہ آور ہوتا ہے۔ البتہ دائیں بائیں سے آنا ہی فطرشتوں کی وجہ سے کم ہوتا ہے۔

لمن تبعک۔ ای واللہ لمن تبعک۔ جلال محقق لا ملن۔ کو قسم کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ جمہور کے نزدیک قسم محذوف ہے اور یہ جواب قسم ہے۔ فکلا۔ ای فکلا من ثمارہا من حیث شتھا۔ اور لفظ خدا یہاں ترک کر دیا گیا ہے اور واؤ کی بجائے ف

لانی گئی ہے بخلاف بقرہ کے اور اس سے مقصود نفس عبارت ہے اور اولاً صرف آدم کو اور بعد میں آدم و حوا کو خطاب کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل سکونت میں آدم ہیں اور حوا ان کے تابع ہیں۔ لیکن ایک خاص قسم کی چیز نہ کھانے اور دوسری چیزوں کے کھانے لینے کے حکم میں دونوں مستقل ہیں۔ فصوص۔ کسی بات کا غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر دل میں ڈال دینا و سوسہ ہلاتا ہے اس لئے توحید مکان ضروری نہیں۔ قوت و طاقت کی وجہ سے زمین میں رہتے ہوئے آسمان میں بھی و سوسہ کے اثرات پہنچے جاسکتے ہیں جیسا کہ مسریم میں مشاہد ہے اس لئے دوسری رکب تاویلات کی ضرورت نہیں ہے۔

وقاسمہما فصل بمعنی فصل جیسے باعد منہ یا کہا جائے کہ مفاعلة کا وزن مبالغہ کے لئے ہے مراد مبالغہ آمیز قسمیں کھانا ہے۔ فد لہما اصل میں تدلی کہتے ہیں پانی کی تلاش میں کنویں کے اندر پاؤں لٹکانا۔ لیکن پھر بے فائدہ امید کے موقع پر استعمال ہونے لگا۔ ولا فمعنی اطعمہ۔ نیز یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ شیطان نے ان کو کھانے پر دھوکہ سے آمادہ کیا۔ گویا دلالت بمعنی جرأت ہے اور ط سے مراد حسی اتارنا ہے کہ جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے اور یا معنوی اتارنا مراد ہے۔

طلعنہا یہ کہنا حسنات الا برار سینات المقربین۔ کے طور پر ہے اور یا ہضم النفس ہے اور طاعت پر خود کو آمادہ کرنے کے لئے۔ پس اس گناہ کے دانہ کرنے کی نسبت حضرت آدم کی طرف کرنا جس طرح کفر ہے اسی طرح نفس گناہ کی غی کرنا بھی موجب کفر ہونا چاہئے اس آیت کے رو سے تاہم معصیت خفیفہ کہلائے گی۔

اہبطوا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سراندیپ پہاڑ پر حضرت آدم کا اترنا ہوا ہے اور حضرت حوا جدہ میں یا عرفہ یا مزدلفہ میں اتاری گئی تھیں اور ابلیس ابلہ پہاڑ پر اتارا گیا جو بھرہ یا جدہ کے قریب تھا۔

السی حين ثابت بنائی سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم کی وفات کے قریب ملائکہ کا ہجوم ہوا اور حضرت حوا ان کے ارد گرد گھومنے لگیں تو فرمایا کہ مجھے ملائکہ سے ملنے دو مجھے تمہاری ہی وجہ سے یہ سب صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ چنانچہ وفات کے بعد فرشتوں نے غسل دے کر کفن دفن کا انتظام کیا اور سراندیپ ہی کے پہاڑ پر سپرد خاک کیا گیا۔

رابط آیات: پچھلی سورت سے اس سورت کو قرسی مناسبت تو یہ ہے کہ اول سورت کو قل انسی ہدانی الخ پر ختم کیا گیا تھا۔ جس سے این حق کی تعیین ہو رہی تھی اور اس سورت میں کتاب انزل الخ سے تبلیغ دین کا حکم ہے۔ وہاں هو الذی الخ سے آخرت کے ثواب و عذاب کی ترغیب و ترہیب تھی اور یہاں فلنسنلن الخ سے آخرت کے معاملات کا بیان ہے۔ لیکن اس سورت کے اجزاء میں باہمی مناسبت یہ ہے کہ زیادہ تر معاد اور نبوت سے متعلق بحث کی گئی ہے اور تیسری مناسبت دونوں سورتوں کی مجموعی ہے۔ یعنی دونوں سورتوں میں توحید و نبوت اور معاد سے متعلق مباحث ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مخالفین و منکرین کے ساتھ مکالمہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ کتاب انزل الخ میں قرآن کا حق اور واجب الاتباع ہونا بیان کیا گیا ہے اور آیت کو من قریۃ الخ میں اس کی مخالفت پر ترہیب اور وعید ہے۔ اس کے بعد آیت ولقد مکنکم الخ میں نعمتوں کی تذکیر کرتے ہوئے قبول حق کی طرف ترغیب دینا ہے۔ اسی تذکیر نعمت کے ذیل میں حضرت آدم کے مجبور ملائکہ بننے کا واقعہ بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾: قیامت میں اعمال کو تولنا: ظالمین اور مفلحون سے مراد کافر اور مؤمن ہیں۔ پس آیت سے ایمان و کفر کا قیامت میں وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور پلہ کے ہلکے ہونے سے مراد یہ ہوگی کہ جو پلہ ایمان رکھنے کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ خالی رہنے کی وجہ سے ہلکا ہو جائے گا۔ کیونکہ دوسرے پلہ میں کفر ہوگا اور وہ پلہ بھاری ہوگا لیکن اسی کے ساتھ

ووضع الموازين النخ اور وان كان مثقال النخ وغيره آیات سے دوسرے اچھے برے اعمال کا موازن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ سی طرح بعض احادیث میں کلی عنوان سے اور بعض میں صراحت کے ساتھ نیک و بد عمل کا وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال بعض آیات سے اگرچہ وزن کا عموم معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ آیات اس عموم کا انکار بھی نہیں کرتیں۔ پس ایمان و کفر کے وزن سے تو مومن و کافر میں امتیاز ہو سکے گا۔ پھر خاص مومنین کے لئے وزن ہوگا کہ ایک پلہ میں نیکیاں اور دوسرے پلہ میں بدیاں رکھ کر تولّا جائے گا اور غالب وزن کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا اور دونوں پلوں کے برابر ہونے کی صورت میں ان کو مقام اعراف میں رکھا جائے گا۔ پھر خواہ سزا سے پہلے ہی بذریعہ شفاعت ان کی معافی ہو جائے یا سزا کے بعد ان کی مغفرت کر دی جائے۔

وزن اعمال پر مشہور شبہ کا جواب:..... اور اعمال اگرچہ اجسام نہیں ہیں تاہم ان کا وزن یا تو نامہ اعمال کے وزن کی صورت میں ہو جائے گا جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے اور یا پھر کہا جائے کہ وزن کے لئے جسم ہونے کی شرط خاص طور پر اس عالم ناسوت کی شرائط عادیہ میں سے ہے۔ لیکن عالم آخرت میں ممکن ہے کہ غیر اجسام بھی وزن کئے جاسکتے ہوں۔

رہا میزان کے معنی میں کسی قسم کی تاویل کرنا۔ سو وہ نصوص صریحہ کے خلاف تحریف کرنا ہے۔ اس لئے بنا ضرورت ایسی تاویل جو روایات کے بھی خلاف ہو۔ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے اور ہم قائلوں کے معنی اگر نوم و استراحت کے لئے جائیں تو یہ حکم بلحاظ اکثر افراد کے ہوگا۔ کیونکہ بعض افراد اس وقت بھی کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے معنی دن میں ہونے اور دن نکلنے کے لئے جائیں تو پھر سب افراد کے اعتبار سے حکم ہو سکتا ہے اور اس کی حکمت انصاف و عدالت کا اظہار اور عذر و معذرت کا ختم کرنا ہو سکتا ہے۔

شیطانی قیاس اور اُس کے تار پود:..... قال انا خیر۔ میں شیطان نے اپنے دعوے پر جن چار مقدمات سے مرکب یہ قیاس پیش کیا ہے اس کا صرف پہلا مقدمہ ”خلقتی من نار“ تو صحیح ہے باقی سب مقدمات غلط ہیں اس لئے نتیجہ بھی غلط ہوگا۔ دوسرا مقدمہ کہ آگ نورانی ہونے کی وجہ سے مٹی سے افضل ہوتی ہے۔ اس لئے غلط ہے کہ کلی فضیلت تو کسی عنصر کو کسی دوسرے عنصر پر بھی حاصل نہیں اور جزئی فضیلت مفید نہیں اور تیسرا مقدمہ کہ افضل کی فرع افضل اور غیر افضل کی فرع غیر افضل ہوتی ہے۔ اس لئے غلط ہے کہ بعض دفعہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہوتا ہے۔ پس اس مقدمہ کے دونوں جزو غلط ہوئے اور تیسرا مقدمہ کہ افضل کا مفضل کو مجبہ کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے غلط ہے کہ بعض دفعہ اسی میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔

قیاس فقہی اور قیاس ابلیسی کا فرق:..... لیکن چونکہ یہ قیاس ابلیسی نص صریح کے معارض تھا۔ اس لئے یہ قیاس مردود ہو گیا۔ بلکہ خود اس کی مردودیت کا سبب بن گیا۔ لیکن اس پر قیاس فقہی کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے جو نص سے حاصل ہوتا ہے اور ابلیس کے اس اعتراض کا منشاء چونکہ کبر تھا اس لئے کفر کا باعث ہوا۔ ورنہ اگر کسی حکم کی حکمت و مصلحت کی تحقیق محض طالب علمانہ طور پر مقصود ہوتی تو کافر نہ ہوتا۔

شیطان کا مرنا:..... یہاں ”الی یوم یبعثون“ اور دوسری آیت میں ”الی یوم الوقت المعلوم“ فرمایا گیا ہے دونوں سے مراد ایک ہی وقت ہے یعنی جس وقت کی ابلیس نے درخواست کی تھی وہی منظور کیا گیا ہے۔ باقی ابلیس کا مرنا۔ کعب احبار سے حشہ کے روز منقول ہے اور وہ دن اگرچہ دوبارہ زندہ ہونے کا ہوگا نہ کہ مرنے کا۔ لیکن ممکن ہے کہ شروع دن میں ابلیس مر جائے اور

اس کے بعد پھر زندہ کر دیا جائے اور ابن مسعودؓ سے ”وقت معلوم“ کی تفسیر میں ابلیس کو دابۃ الارض کا ہلاک کرنا منقول ہے۔ بہر حال قیامت کے قریب کو مجازاً قیامت کا دن کہہ دیا گیا ہے۔

شیطان کی دعا قبول ہوئی یا نہیں:..... آیت وما دعاء الکافرین الا فی ضلال سے شبہ ہو سکتا ہے کہ شیطان کافر ہے اور کافر کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ یہاں اٹلٹ من المنظرین سے دعاء شیطان کا مقبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور دعا کا قبول ہونا اکرام کی علامت ہے۔ حالانکہ شیطان مستحق اکرام نہیں ہے پس کہا جائے گا کہ کبھی کبھی کافر کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے اور ایسا کرنا اکرام یا محبت کی علامت نہیں ہوتی۔

رہا وما دعاء الکافرین کا تعلق؟ سو وہ آخرت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آخرت میں کافر کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ اور آیت اٹلٹ من المنظرین کا یہ مطلب نہیں کہ ”بمقتضائے حکمت ہم نے تو پہلے ہی تجھے مہلت دینا طے کر رکھا ہے۔ درخواست کی کیا ضرورت۔ اسی حکمت کی مطابق مہلت دی جا رہی ہے۔“ کیونکہ دوسری آیت میں فانلٹ من المنظرین فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی درخواست پر ہی مہلت دی گئی ہے۔

قرآن کریم میں ایک ہی بات کو مختلف الفاظ میں بیان کرنا:..... اس قسم کے واقعات کی حکایت قرآن کریم میں مختلف مواقع پر مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ حالانکہ واقعات کسی ایک خاص صورت میں ہی ہوں گے؟ پس ان سب کی صحت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ کسی واقعہ کو نقل کرنے کے لئے بلفظ اس کا روایت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصد محفوظ رہنا چاہئے۔ پھر چاہے تعبیر کے طریقے ہر مقام کے مناسب مختلف ہی کیوں نہ ہوں ایسی صورت کو غلط بیانی پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور شیطان کو اتنی مہلت دینے کی حقیقت مصلحت تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

البتہ ظاہری حکمتیں واضح ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے یہ مکالمہ براہ راست حق تعالیٰ سے کیا ہوگا۔ اور اس گستاخانہ جرات کی وجہ اس کی بے حیائی اور حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانا ممکن ہے۔

چند نکات:..... ثم لا تبہم الخ استعارہ تمثیلیہ ہے۔ چونکہ دشمن ان ہی چار طرف سے حملہ آور ہو سکتا ہے اس لئے تخصیص کی گئی۔ ورنہ مطلقاً اور غلا نے کی کوشش کرنا مراد ہے۔ چنانچہ حدیث میں ان الشیطان یجری کعبجری الدم فرمایا گیا ہے۔ پس اس سے اوپر یا نیچے سے آنے کی نفی نہیں ہوئی۔ ورنہ بدن کے اندر جانے کی نفی کا شبہ کرنا صحیح ہوگا اور شیطان کا اپنے کو اکثر انسانوں کے بہکانے پر قادر سمجھنا قرآن کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا۔

اول اخروج سے نکلنے کا حکم محض تجویز کے درجے میں ہوا تھا اور دوسرے اخروج میں اس کا نفاذ مقصود ہے اور اغویبتنی میں اغواء کرنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف پیدا کرنے اور موجود کرنے کے اعتبار سے تو درست اور صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب چیزوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ لیکن شیطان کا مقصد اعتراض تھا اور یہ صریح گمراہی اور باطل محض ہے اور گمراہی کی ترغیب دینے کے معنی مراد لینا تو بالکل غلط ہوں گے۔

قال فیما اغویبتنی میں جس قسم کو بالا بجمال ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت قال فبعزتك میں اسی کی تفصیل ہے۔ دوسرے اندازی چونکہ ایک طرح کا نفسانی تصرف ہے جس کے لئے مکان کی دوری روک نہیں بنتی۔ اس لئے بالمشافہ آدم و حوا سے شیطان نے

مددِ ثابت کرنے کے لئے تکلفات کی ضرورت نہیں ہے زمین پر رہتے ہوئے بھی شیطان جنت میں وسوسہ کے اثرات پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ مسمریزم وغیرہ مملیات میں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کا اپنے لئے ظلم و خسارہ کا اعتراف کرنا یا تو بطریق تواضع ہوگا اور یا ترقی نہ ہونے کو نقصان سے تعبیر فرمایا ہے۔ قال فیہا تحيون سے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ آسمان پر زندہ گئے اور نہ وہاں رہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں صرف عاقبت زمین پر رہنے کو بیان کیا جا رہا ہے پس یہ عارضی طور پر آسمان پر جانے یا زمین پر نہ رہنے کیخلاف نہیں ہے۔ ان آیات اور قصہ آدمؑ سے متعلق مزید تحقیقات سورہ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

لطائف آیات: آیت فلا یکن فی صدرک سے معلوم ہوتا ہے کہ مرشد ہمیشہ رشد و ہدایت کی تلقین کرتا رہے۔ سین مرید اگر نہ مانے تو رنج و غم بھی نہ کرے یعنی نہ بالکل لاپرواہی اختیار کرے اور نہ ضیق اور گھٹن میں پڑ جائے۔ آیت فمیں ثقلت الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بھی لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنا چاہئے کہ جس کی غالب حالت صلاح کی معلوم ہو اس کو صاف سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ معمولی طور پر اس میں بعض برائیاں بھی پائی جاتی ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس شخص پر اصلاح نفس پھر بھی واجب رہے گی۔ آیت ولقد مککم الخ میں جاء و مال کا نعمت الہی ہونا معلوم ہوتا ہے جو قابل شکر ہیں۔ البتہ ان کی تحصیل میں انتہاک بلاشبہ برا ہے۔ آیت اما حیر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی رائے، وجدان، کشف و ذوق کو شریعت کے مقابلہ میں راجع سمجھے وہ شیطان کا وارث ہے۔ آیت فاهبط منها سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر و صول الہی اور مقبولیت سے بے نفع ہے۔ آیت انک من السطریں سے معلوم ہوا کہ قبولیت دعاء مقبول ہونے کی علامت نہیں جیسا کہ بعض جبلاء کا خیال ہے۔

آیت قال اخرج الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے ہم کلام ہونا بھی علامت مقبولیت نہیں ہے۔ اور آیت فوسوس من سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطانی تصرف جو معصیت کی حد میں نہ ہو عصمت انبیاء کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی غرض شرعی معصیت کے درجہ میں نہیں تھی اگرچہ آیت میں لفظ اس کو معصیت کہا گیا ہے۔ نیز خطا، اجتہاد کی پر مداخلت نہیں ہوتا بلکہ ثواب ملتا ہے۔ البتہ اس پر صرف بدنی برہنگی کی سزا جاری کی گئی جو میاں بیوی کے لئے جائز ہے اور یہ اجتہاد کی خطا قطعی اثبات مگر ظنی ادا است تھی جس میں اجتہاد کی گنجائش تھی پس معلوم ہوا کہ جس دلیل ظنی میں گنجائش اجتہاد ہو اس کا چھوڑنا عذاب کا سبب تو نہیں۔ البتہ دنیوی نقصان کا سبب ہو جاتا ہے۔ کشف والہام بھی محتمل خطا ہونے کی وجہ سے یہی حکم رکھتے ہیں کہ ان کے خدا ف سے اخروی عذاب تو نہیں ہوگا۔ البتہ دنیاوی نقصان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایک طرف علمائے ظاہر کشف والہام کی مخالفت کو مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مشائخ بالکل حرام سمجھتے ہیں۔

یٰبْنٰی اٰدَمَ فَاٰزِلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا اٰی خَلَقْنَاهُ لَکُمْ یُّوَارِیْ یَسْتُرُ سُوْا بَکُمْ وَرِیْشًا هُوَ مَا تَتَحَمَّلُوْنَ مِنْ سَبَبٍ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی الْعَمَلُ الصَّالِحُ اَوِ السَّمْتُ الْحَسَنُ بِالنَّصَبِ عَظْفًا عَلٰی لِنَاسٍ وَاَرْفَعُ مُنْتَدًا حَرَّةً حُمَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیَةِ اللّٰهِ دَلٰلِلُ قُدْرَتِهٖ لَعَلَّہُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ﴿۳۶﴾ فِیْہِ اِنْفَاصٌ عَنْ لِحْطَاتِ یٰبْنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَکُمْ یُضِلُّکُمُ الشَّیْطٰنُ اٰی لَا تَتَّبِعُوْهُ فَتَقْتُلُوْا کَمَا اَخْرَجَ اٰبَیْکُمْ مِنْ مَّسْنَدِہٖ مَنْ

الْجَنَّةِ يَنْزِعُ حَالَ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِهِمَا إِنَّهُ أَيْ الشَّيْطَانُ يَرِيكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ لِلطَّافَةِ أَجْسَادِهِمْ أَوْ عَدَمِ الْوَانِهِمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانَ أَوْلِيَاءَ أَغْوَانًا وَقُرْنَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۷۷﴾ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً كَالشِّرْكِ وَطَوَّافِهِمْ بِالْبَيْتِ عُرَاءَ قَائِلِينَ لَا تَطُوفُ فِي ثِيَابٍ عَصَيْنَا اللَّهَ فِيهَا فَهُوَاعْنَهَا قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا فَاقْتَدَيْنَابِهِمْ وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا أَيْضًا قُلْ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۷۸﴾ أَنَّهُ قَالَ إِسْتَفْهَامُ انْكَارٍ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ الْعَدْلِ وَأَقِيمُوا مَعْطُوفٌ عَلَى مَعْنَى بِالْقِسْطِ أَيْ قَالَ أَقْسِطُوا أَوْ أَقِيمُوا أَوْ قَبْلَهُ فَاقْبَلُوا مُقَدَّرًا أَوْ جُوهَكُمْ لِلَّهِ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ أَيْ أَخْلِصُوا لَهُ سُجُودَكُمْ وَادْعُوهُ أُعْبُدُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ مِنَ الشِّرْكِ كَمَا بَدَأَكُمْ خَلَقَكُمْ وَلَمْ تَكُونُوا شَيْئًا تَعُوذُونَ ﴿۷۹﴾ أَيْ يُعِيدُكُمْ أَحْيَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرِيقًا مِنْكُمْ هَدَى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۸۰﴾ يَنْبِئُ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ مَا يَسْتُرْ عَوْرَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ الصَّلَاةِ وَالطَّوَّافِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا مِمَّا شِئْتُمْ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: ... اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس مہیا کر دیا (یعنی اس کو تمہارے لئے پیدا کر دیا ہے) جو ستر پوشی (پردہ پوشی) کرتا ہے۔ تمہارے مخصوص جسم کی اور باعث آرائش و زیبائش بھی بنتا ہے (وہ کپڑے مراد ہیں جن سے زیب و زینت ہوتی ہے) اور لباس پر ہیز گاری (نیک کام یا اچھی عادت۔ یہ منصوب ہے لباساً پر عطف کرتے ہوئے اور مرفوع ہونے کی صورت میں مبتداء ہوگا جس کی خبر اگلا جملہ ہے) سب لباسوں سے بہتر لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں (دلائل قدرت) میں سے ایک نشانی ہے تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں (اور ایمان لے آئیں۔ اس میں خطاب سے التفات پایا جاتا ہے) اے اولاد آدم! کہیں تمہیں بہکانہ دے (گمراہ نہ کر دے) شیطان (یعنی اس کی پیروی نہ کرو ورنہ فتنہ میں پڑ جاؤ گے) جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو (اپنے فیور میں لے کر) جنت سے نکلوا چھوڑا تھا۔ ایسی حالت میں کہ ان کے لباس اتروا دیئے تھے (یہ حال ہے) تاکہ ان کا ستر انہیں دکھا دے وہ (یعنی شیطان) اور اس کا لشکر (گروہ) تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ (اس کی جسمانی لطافت یا کسی قسم کا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے) ہم شیطانوں کو انہی لوگوں کا یار (مددگار) ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور یہ لوگ جب بے حیائی کی باتیں (جیسے شرک کرنا یا ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرنا اور یہ گمان کرنا کہ جن کپڑوں میں اللہ کی تافرمانی کی جائے ان کو پہن کر طواف نہیں کرنا چاہئے اور اس سے لوگوں کو روکنا) کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے (لہذا ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے (بھی) ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے (ان سے) کہ اللہ تعالیٰ کبھی فحش بات کی تعلیم نہیں دیا کرتے۔ کیا تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگانے کی جرأت کرتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے (کہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہو یہ استفہام انکاری ہے) آپ فرما دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے انصاف کرنے (اعتدال قائم رکھنے) کا حکم دیا ہے اور یہ کہ سیدھا رکھا کرو (بالقسط کے معنی پر اس کا عطف ہو رہا ہے گویا اصل عبارت اس طرح تھی قال اقسطوا و اقيموا یا اس سے پہلے فاقبلوا

مقدر مانا جائے گا) اپنے رخ کو (اللہ کی طرف) ہر سجدہ کے وقت (یعنی اخلاص کے ساتھ سجدہ کرو) اور اللہ کو اس طور پر پکارو (مہارت کرو) کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لئے رکھا کرو (شرک سے) خالص کر کے تمہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے شروع میں پیدا کیا تھا (حالانکہ تم بالکل کچھ بھی نہیں تھی) اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے (یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے) بعض لوگوں کو (تم میں سے) اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے شیطانوں کو اپنا رفیق بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر (یعنی غیر اللہ کو) پھر بھی اپنے کو راہ راست پر سمجھتے ہیں۔ اے اولاد آدم! اپنے جسم کی زینت (لباس) سے آراستہ رہا کرو۔ عبادت کے ہر موقع پر (نماز ہو یا طواف) اور خوب کھاؤ پیو (جتنا چاہو) مگر حد سے نہ گزر جاؤ۔ بلاشبہ اللہ انہیں پسند نہیں کرتے جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... ریشا۔ بالکسر بمعنی پر اور قیمتی لباس۔ لباس التقویٰ۔ لجین الماء کی طرح اضافت بیانہ کے قریب ہے یعنی جو لباس تقویٰ سے ناشی ہو۔ مراد ثبات اور صوف کا کھردر لباس ہے یا نیک عمل۔ یہ لفظ اگر منصوب ہے تو لباسا پر وقف کرتے ہوئے انزلنا عامل ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور کسائی نصب کے ساتھ اور باقی قراء رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ لفظ مبتداء اور ذلک صفت یا بدل یا عطف بیان ہوگا اور خبر خبر ہوگی اور بعض کے نزدیک لباس التقویٰ خبر ہے۔ مبتداء محذوف ہوگی اور لباس التقویٰ سے اگر لباس ستر مراد ہو تو یہ لفظ اپنی حقیقت پر محمول ہو جائے گا۔ التفات۔ کلام کے نقل کو دور کرنے کے لئے التفات کہا گیا ہے۔ ینزع لفظ ابو یکم سے یا اخوج کے فاعل سے حال ہے اور مضارع لانے کی وجہ گذشتہ صورت کا استحضار کرنا ہے۔ لا ترونہم شیاطین اصلی صورت پر نظر نہیں آتے۔ البتہ غیر اصل صورت پر نظر آ سکتے ہیں اور مس ابتدائیہ ہے یہ آیت شیاطین کے فی الجملہ نظر نہ آنے پر دلیل ہے۔ نہ یہ کہ ان کا نظر آنا محال ہے۔

انا جعلنا الشیاطین۔ اس آیت سے اور انہم اتخذوا سے حق تعالیٰ کا خالق اور مخلوق کا کاسب ہونا معلوم ہوا۔ کالشُرک۔ فاحشہ کے عام ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ وطوا فہم۔ مردون میں اور عورتیں رات میں برہنہ طواف کیا کرتے تھے۔ کل مسجد۔ سجدہ کا ہر موقع یا ہر محل مراد ہے۔ اقبموا۔ انشاء ہونے کی وجہ سے اس کا عطف لفظ امر پر خبر ہونے کی وجہ سے محل اشکال تھا۔ اس لئے معطوف علیہ معنی انشاء مقدر کیا گیا ہے۔

کما بداکم۔ کاف محل نصب میں ہے مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ ای تعودون عود امثل ما بداکم اور فریقاً ہدی جملہ متانفہ ہے یا بدا کے فاعل اللہ سے حال ہے اور اول فریقاً معمول ہے ہدی کا اور دوسرا فریقاً معمول ہے مقدر کے ذریعہ جس کی تفسیر بعد میں موجود ہے ای وخذل فریقاً واصل فریقاً اور اعادہ کو ابتداء کے ساتھ یا تو بیان امکان کے لئے تشبیہ دی گئی ہے اور بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ جس طرح اول مٹی سے پیدا کیا تھا اعادہ بھی اسی سے ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ جس طرح اول مرتبہ خفایہ، عراۃ، غرا مخلوق پیدا کی گئی ہے دوسری مرتبہ کی پیدائش بھی تنگ دھڑنگ ہوگی یا یہ معنی ہیں کہ جس طرح پہلے مؤمن و کافر ہوئے اسی طرح دوسری نشاۃ میں بھی رہیں گی۔

خذوا زیستکم اس سے نماز میں ستر کا واجب ہونا معلوم ہوا کیونکہ زینت سے مراد پردہ پوشی کا لباس ہے اور مسجد سے مراد نماز ہے جیسا کہ مفسرین اور صاحب ہدایہ کی رائے ہے۔ پھر بعض کی رائے پر یہ خطاب عام ہے تمام انسانوں کو لیکن اکثر کی رائے کے مطابق خاص مسلمان مخاطب ہیں۔ کیونکہ مطلق ستر میں گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ نماز کے ستر میں کلام ہو رہا ہے۔ اگرچہ بقول ابن عباس طواف کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی ہے۔

رابط آیات: . . . اس سے پہلی آیات میں شیطان کی گمراہی اور حضرت آدم سے اس کی عداوت کا بیان آچکا ہے ان آیات میں اس کے گمراہ کرنے کا بیان ہے اور اس سلسلہ میں اس سے پوری احتیاط کی تعلیم ہے عام طور پر بھی اور خاص طور پر بھی۔ کیونکہ پہلے حضرت آدم و حواء کو بہکا کر جنتی لباس اور کھانوں سے ان کو محروم کر دیا تھا اور اب ان کی اولاد کو گمراہ کر کے اور فساد عقائد میں مبتلا کر کے کھانے اور لباس کی نعمتوں سے دنیا میں محروم کرنا چاہتا ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوگا۔

شان نزول: . . . عکرمہ سے روایت ہے کہ آیت قد انزلنا الخ قریش وغیرہ قبائل کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ گوشت نہیں کھاتے تھے۔ نیز قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کے لوگ برہنہ طواف کیا کرتے تھے اور سدی سے منقول ہے کہ بعض عرب برہنہ طواف کیا کرتے تھے اور وجدنا علیہا ابناء ناواللہ امرنا بها۔ دلیل میں پیش کرتے تھے۔ اس پر آیت واذا فعلوا فاحشۃ۔ نازل ہوئی اور ابن عباس سے منقول ہے کہ عورتیں برہنہ طواف کیا کرتی تھیں۔ اس پر آیات خذوا زینتکم اور قل من حرم زینۃ اللہ نازل ہوئیں اور کلبی سے منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے زمانہ میں سد مرتق سے زیادہ کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ چکنائی چھوڑ دیتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی اس طرف کچھ دھیان ہوا تو آیت کلو واشربوا نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: . . . جنات نظر آتے ہیں یا نہیں؟: لا تروہم سے جنات کو مطلقاً دیکھنے کا انکار کرنا نہیں ہے۔ بلکہ عادۃ عام طور پر دیکھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ پس انبیاء یا غیر انبیاء میں سے آرام و خواص کا بعض اوقات جنات کو دیکھ لینا اس کے منافی نہیں ہوگا۔ آیت اقیموا وجوہکم الخ سے نماز میں قیام کی فرضیت اور استقبال قبلہ اور مسجد میں ادائیگی اور کسی خاص مسجد کی تخصیص نہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے اور ادعوہ مخلصین سے عبادات میں بالخصوص نماز میں نیت کا شرط ہونا معلوم ہے۔ فریقاً ہدیٰ و فریقاً حق الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دانستہ اور نادانستہ کفر کرنے والے استحقاق مذمت میں دونوں برابر ہیں اور بقول صاحب مدارک یہ آیت معتزلہ کے برخلاف اہل سنت کے لئے حجت ہے۔ کیونکہ ہدایت و ضلالت دونوں منجانب اللہ ہیں۔ آیت خذوا زینتکم میں لباس کی تخصیص صرف نماز و طواف کے اوقات میں کی گئی ہے۔ حالانکہ ستر کرنا دوسرے اوقات میں بھی واجب ہے؟ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان ہی اوقات میں برہنہ ہوا کرتے تھے۔ ان اوقات میں وجوب کو اور زیادہ مؤکد کرنا ہے۔

امام رازی کی تحقیق: . . . تفسیر کبیر میں زینت کے سلسلہ میں چار اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ طواف کے بارے میں یہ حکم ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں ستر عورت کے متعلق یہ حکم ہے۔ تیسرے یہ کہ جمعہ اور عیدین کے مواقع پر صفائی ستھرائی کا حکم ہے۔ چوتھا قول شاذ یہ ہے کہ تیل پھیل، کنگھے وغیرہ سے آرائشی مراد ہے۔ بہر حال مختار قول کے مطابق نماز میں ستر عورت کی فرضیت اس آیت سے ثابت ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق آیا یہ حکم عام ہے یا بقول اکثر صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہے۔ آیت ولا تسرفوا میں کھانے پینے کی کثرت سے ممانعت ہے جو بدن کے لئے نقصان دہ اور امراض کا باعث ہوتی ہے۔

ایک لطیفہ: چنانچہ علی بن حسین بن واقد سے جب ایک عیسائی ڈاکٹر نے پوچھا کہ قرآن کریم میں کیا کوئی طبی حکم نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام طب آدمی آیت میں جمع فرمادی ہے۔ یعنی کلو واشربوا ولا تسرفوا پھر اس نے احادیث رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ ساری طب کو آنحضرت ﷺ نے ان سادے اور مختصر الفاظ میں حل کر کے رکھ دیا ہے: المعدة بیت الداء والحمیۃ راس کل دواء واعط کل بدن ماعودتہ۔ اس پر نصرانی بول اٹھا۔ اے عاثر ک

کتابکم ولا نیکم لجالینوس طباً اور مدارک اور بیضاوی نے لا تسرفوا سے حرام کی طرف جانے کی ممانعت لی ہے اور بعض نے اللہ کے ساتھ کفر کرنے کی ممانعت مراد لی ہے۔

لطف آیت: آیت انہ یزکم الخ یہ قضیہ مطلقہ ہے دائرہ نہیں ہے یعنی صرف عادۃ عام طور پر دیکھنے کی نفی کرنا ہے یہ نہیں کہ کبھی کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔ لہذا بطور کرامت اگر کوئی دیکھنے کا دعوے کرے تو محض اس آیت کی وجہ سے اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی اور آیت واقیموا وجوہ حکم الخ سے معلوم ہوا کہ ظاہر کی بھی اصلاح کرنی چاہئے۔ جیسا کہ وادعوه مخلصین لہ الدین میں اصلاح باطن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے گویا ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ہونی چاہئے۔

قُلْ اِنْكَارًا عَلَيْهِمْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ مِنَ اللِّبَاسِ وَالطَّيِّبَاتِ الْمُسْتَلْذَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا بِالْاِسْتِحْقَاقِ وَاِنْ شَارَكُهُمْ فِيهَا غَيْرُھُمْ خَالِصَةٌ خَاصَّةٌ بِّھُمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصَبِ حَالٌ يَّوْمَ الْقِيَمَةِ كَذٰلِكَ نَقْصِلُ الْاٰیٰتِ نَبِيَّہَا مِثْلَ ذٰلِكَ التَّفْصِيْلِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ يَتَذَكَّرُوْنَ فَاِنَّھُمْ الْمُتَنَفِّعُوْنَ بِہَا قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ الْكَبٰیْرَ كَالْزَنٰی مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ اِیَّ جَہْرَہَا وَسِرَّہَا وَالْاِثْمَ الْمُنْعَصِيَّةَ وَالْبَغْيَ عَلٰی النَّاسِ بِغَيْرِ الْحَقِّ هُوَ الظُّلْمُ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِہٖ بِاِشْرَاکِہٖ سُلْطٰنًا حُجَّةً وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ مِنْ تَحْرِیْمِ مَا لَمْ یُحَرِّمْ وَغَیْرَہٗ وَلِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ مُّدَّةٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَخْرِجُوْنَ عَنْہُ سَاعَةً وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَیْہِ یَبْنٰی اٰدَمَ اِمَّا فِیْہِ اِدْعَآءُ نُوْنٍ اِنْ الشَّرْطِیَّةَ فِیْ مَا الْمَزِیْدَةُ یَاۡتِیْنٰکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقْصُوْنَ عَلَیْکُمْ اِیَّیَّ فَمَنْ اَتَقٰی الشِّرْکَ وَاَصْلَحَ عَمَلُہٗ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ فِی الْاٰخِرَةِ وَالَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِاِیَّتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا تَکْبَرُوْا عَنْہَا فَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِہَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اٰی لَا اَحَدٌ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا بِنِسْبَةِ الشِّرْکِ وَالْوَلَدِ اِلَیْہٖ اَوْ کَذَبَ بِاِیَّتِہٖ الْقُرْآنَ اُولٰٓئِکَ یَنَالُھُمْ نَصِیْبُھُمْ حَظُّھُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ مِمَّا کُتِبَ لَھُمْ فِی الْوَحِّ الْمَحْفُوْظِ مِنَ الرِّزْقِ وَالْاٰجِلِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا جَآءَ تَھُمْ رُسُلُنَا الْمَلٰٓئِکَةُ یَتَوَفَّوْنَھُمْ قَالُوْا لَھُمْ تَبٰکِیْنَا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا غَاۡبُوْا عَنَّا فَلَمْ نَرُھُمْ وَشَہِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ اَنّٰھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ تَعَالٰی لَھُمْ یَّوْمَ الْقِيَمَةِ اَدْخُلُوْا فِیْ جُمْلَةِ اُمَّمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِنَ الْجَنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ مُتَعَلِّقٌۢ بِاَدْخُلُوْا کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ النَّارَ لَعَنَتْ اُخْتَهَا اَلَّتِی قُلْتُہَا لِضَلٰلٰتِہَا اِنَّہَا حَتّٰی اِذَا اَرٰکُمْ تَلَاحُقُوْا فِیْہَا جَمِیْعًا قَالَتْ اُخْرَیْھُمْ وَھُمْ الْاَتْبَاعُ لِاُولَھُمْ اِیَّ لَا اَحِلَّھُمْ وَھُمْ

الْمَتَّبِعُونَ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مُضْعَفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ تَعَالَىٰ لِّكُلِّ مِصْغَرٍ مِّمَّهُمْ
ضِعْفٌ عَذَابٌ مُّضَعَّفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ بِالنَّارِ وَالْبَاءِ مَا لِكُلِّ فَرِيقٍ وَقَالَتْ أُولَهُمْ لَا خُرْبَهُمْ
فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ لَّا تَنْتُمْ لَمْ تَكْفُرُوا بِسَبَبِنَا فَفَنَحْنُ وَأَنْتُمْ سَوَاءٌ قَالَ تَعَالَىٰ لَهُمْ فَلْذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾

۳۹

ترجمہ: آپ فرمائیے (ان پر انکار کرتے ہوئے) اللہ کی زمینیں جو انہوں نے اپنے بندوں کے برتنے کے لئے پیدا کی ہیں (لباس کی قسم سے) اور کھانے پینے کی اچھی (لذیذ) چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ آپ ﷺ یہ کہہ دیجئے یہ تو اسی لئے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں دنیا کی زندگی میں (اصل استحقاق کے اعتبار سے اگرچہ اس میں دوسرے بھی شریک ہو جائیں) اس طور پر کہ خالص رہیں (ان کے ساتھ مخصوص ہوں۔ یہ فح کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور نصب کے ساتھ حال ہے) قیامت کے روز۔ ہم اسی طرح تمام آیتیں کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں (جیسا کہ یہاں صاف صاف بیان کر دیا ہے) سمجھ داروں کے لئے (جو مذہب پر کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ دراصل نفع اٹھانے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں) آپ ﷺ فرما دیجئے میرے پروردگار نے تو صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام ٹھہرایا ہے (بڑے گناہ جیسے زنا) خواہ وہ علانیہ ہوں یا چھپا کر کی جاتی ہوں (یعنی کھلم کھلا ہوں یا در پردہ اور پوشیدہ) اور ہر گناہ (پاپ) کی بات اور (لوگوں پر) ناحق ظلم (زور زیادتی) اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس (شرک) کی اللہ نے کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ کے نام سے ایسی بات کہو جس کے لئے تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے (یعنی غیر حرام کو حرام کرنا وغیرہ) اور ہر امت کے لئے ایک ٹھہرایا ہوا وقت (مدت) ہے سو جب کسی امت کا ٹھہرایا ہوا وقت آگیا تو پھر نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتی ہے اور نہ ایک گھڑی آگے۔ اے اولاد آدم! اگر (لفظاً) میں نون ان شرطیہ کا اوجہ عام ما زائدہ میں ہو رہا ہے۔ تمہارے پاس پیغمبر آئیں میرے احکام تمہیں سنائیں تو جو کوئی (شرک سے) بچے گا اور (اپنے عمل کو) سنوار لے گا اس کے لئے کسی طرح کا اندیشہ نہ ہو گا نہ کسی طرح کی غمگینی (آخرت میں) لیکن جو لوگ میری آیتیں جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی (تکبر) کریں گے (ایمان نہیں لائیں گے) تو وہ دوزخی ہوں گے ہمیشہ جہنم میں رہنے والے۔ پھر کون (یعنی کوئی نہیں) اس سے بڑھ کر ظالم ہو گا جو جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان لگائے (شرک اور اولاد کی نسبت اس کی طرف کرتے ہوئے) یا جو اللہ کی آیتیں (قرآن) جھٹلائے۔ یہی لوگ ہیں کہ حصہ (نصیب) پاتے رہیں گے جو کچھ ان کے لئے ٹھہرا دیا گیا ہے نوشتہ میں (لوح محفوظ میں جو کچھ رزق، موت وغیرہ لکھی ہوئی ہے) لیکن بالآخر جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) پہنچیں گے کہ ان کی جان قبض کریں تو اس وقت وہ کہیں گے (ان کو ڈانٹنے کے لئے) کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت (بندگی) کیا کرتے تھے اللہ کو چھوڑ کر۔ وہ جواب دیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے (کھوئے گئے) ہم ان کو دیکھ نہیں رہے ہیں) اور اپنے خلاف خود گواہی دیں گے (مرنے کے وقت) کہ وہ واقعی کافر تھے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے (قیامت میں ان سے کہ) داخل ہو جاؤ تم بھی (منجملہ) جنات اور انسانوں کی ان امتوں کے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں جہنم میں (اس کا تعلق ادخلوا کے ساتھ ہے) جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی طرح کی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی (جو اول جماعت سے پہلے ہوگی کیونکہ پہلی جماعت نے دوسری کو گمراہ کیا ہوگا) پھر جب سب اکٹھے ہو جائیں گے (جمع ہو جائیں گے) جہنم میں تو پچھلی امت (جو تابع ہوگی) پہلی جماعت کی نسبت (یعنی ان کی وجہ سے اور اس سے مراد متبوع جماعت ہے) اے ہمارے پروردگار یہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اس لئے انہیں جہنم کا دوہرا (دوگنا) عذاب دیجئے۔ ارشاد

لہی ہوگا (تم میں سے اور ان میں سے) ہر ایک کو دو ہر عذاب ہے (دو چند سزا ہو رہی ہے) لیکن تمہیں خبر نہیں (یا اور تا کے ساتھ ہے۔ ہر فریق پر جو کچھ گزر رہی ہے) پہلی امت پچھلی امت سے کہے گی پھر تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہ ہوئی (کیونکہ تم نے ہماری وجہ سے کفر نہیں کیا۔ اس لئے تم ہم دونوں برابر ہوئے۔ فرمان الہی ہوگا) سو جیسی کچھ کمائی کر چکے ہو اس کے مطابق عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

تحقیق و ترکیب: من اللباس۔ چنانچہ نباتات سے روئی اور کتان اور حیوانات سے ریشم اور اون اور معدنیات سے لوہے کی زریں پیدا فرمائیں جن میں بجز حریر و ریشم کے مرد و عورت سب کو پہننا جائز ہے اور خالص حریر و ریشم مردوں کو پہننا بالجماع حرام ہے البتہ روئی اور کتان کی ملاوٹ سے تیار شدہ ریشمی کپڑا مردوں کے پہننے میں اختلاف ہے۔ کراہت و حرمت و جواز میں سے صحیح عدم حرمت ہے۔

بالاستحقاق۔ یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ کفار ان کے منافع سے متمتع ہوئے ہیں پھر للذین امنوا۔ کی تخصیص کیسے صحیح ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اصل استحقاق کے لحاظ سے گفتگو ہے۔ کفار بھی اگرچہ ان لذائذ میں شریک ہوں تاہم اصل مستحق اور متبوع اہل ایمان ہیں۔ خالصۃً۔ زجاج کی رائے میں زید عاقل عالم کی طرح خبر بعد خبر ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ ای قل ہی ثابتہ للذین امنوا فی الحیوة الدنیا خالصۃ یوم القیمة۔ اور نصب بر بناء حال ہوگا۔ ای ایہا ثابت للذین امنوا فی حال کو نہا خالصۃ لہم یوم القیامة۔

فواحش کبار مراد ہیں۔ یا بعض کی رائے پر برہنہ طواف بیت اللہ کرنا۔ برخلاف اثم کے اس سے عام گناہ مراد ہیں۔ کبار ہوں یا غیر کبار جیسا کہ قاضی کی رائے ہے اور بعض کی رائے ہے کہ لفظ فاحشہ کا اطلاق اگرچہ من حیث اللغة شرم گاہوں کے ملنے پر آتا ہے۔ چنانچہ زنا کو بھی فاحشہ کہا گیا ہے لیکن اثم کا اطلاق شراب خوری کے ساتھ خاص ہونا چاہئے جیسا کہ ”ائمہما اکبر“ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض نے فواحش سے کبار اور اثم سے صغائر مراد لئے ہیں۔

فحش سے مراد یہاں چونکہ قبح عقلی ہے جس سے طبیعت سلیمہ نفرت کرتی ہو۔ نئی وارد ہونے سے پہلے کی چیز کا قابل مذمت ہونا مراد نہیں ہے اس لئے معتزلہ کے لئے گنجائش استدلال نہیں رہی۔ نیز اس سے مراد امکان کی نفی نہیں بلکہ عادت کی نفی مقصود ہے اس لئے عقل کا حاکم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

البغی مبالغہ کے لئے اس کو الگ ذکر کیا ہے ورنہ کبار میں داخل تھا۔ وان تشرکوا۔ یہ بطریق تحکم کہا گیا ہے ورنہ شرک کے جواز پر دلیل کہاں؟ لکل امة۔ یعنی ہر فرد امت کے لئے معین وقت ہے لا یستأخرون۔ ای لا یثاخرون۔ ساعۃ مراد ساعت زمانیہ ہے۔ لا یستأخرون جواب اذا ہے اور لا یستقدمون یا جملہ متاخر ہے اور یا جملہ شرطیہ پر اس کا عطف ہے لیکن لا یستأخرون پر اس کا عطف کرنا درست نہیں ہوگا۔ ورنہ جواب پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کو بھی جواب کہا جائے گا۔ حالانکہ اذا کے جواب کے لئے مستقبل ہونا شرط ہے۔ لیکن یہاں اجل آنے کے لحاظ سے استفادہ ماضی ہوگا نہ کہ مستقبل اس لئے شرط پر اس کا ترتیب درست نہیں ہوگا۔

یا بنی ادم۔ اگرچہ مراد سب انسان ہیں لیکن مقصود آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے لوگ ہیں۔ تاہم اس عموم خطاب میں آنحضرت ﷺ کے لئے عموم بعثت کی دلیل ہے۔

اما یا بنیکم۔ حرف شک کے ساتھ ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ پیغمبر کا آنا جائز ہے عقلاً واجب نہیں جیسا کہ روافض میں سے فرقہ اہل علیم کا خیال ہے۔ رسل۔ اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور لفظ جمع تعظیم کے لئے ہے۔

نصیبہم۔ حسن اور سدی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے جس پر روسیاء اور آنکھوں کی نیگونی دلالت کرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ پر افتراء کرنے والا روسیاء ہوتا ہے۔ ویوم القیۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوہہم مسودۃ۔ اور سعید بن جبیرؓ اور مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ سعادت و شقاوت ہے جو پہلے سے لکھی جا چکی ہوتی ہے اور ابن عباسؓ، قتادہؓ، ضحاکؓ کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اعمال خیر و شر ہیں جن پر انسان چلتا ہے اور محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اوزان و اعمال عمر ہیں۔ جب وہ پورے ہو جاتے ہیں تو موت کے فرستادہ آ جاتے ہیں۔

من قبلکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں ایک دم داخل نہیں ہوگا بلکہ ٹکڑیاں کر کے ہوگا۔ لا ولہم۔ جلال محقق اس میں لام تعلیلیہ مان رہے ہیں کیونکہ عرض معروض کا تعلق حق تعالیٰ سے ہوگا۔ جہنمی ایک دوسرے کو خطاب نہیں کر رہے ہوں گے۔
اخر اہم۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر امت کا آخر اس امت کے اول سے کہے گا اور سدی کہتے ہیں کہ آخر دور کے لوگ اس مذہب کے متقدمین سے کہیں گے اور مقاتل کی رائے ہے کہ جو لوگ جہنم میں پہنچے داخل کئے جائیں گے یعنی مقلدین وہ اپنے قائدین کی نسبت کہیں گے۔ ضعیفاً۔ یعنی ضعف سے مراد بے انتہا زیادتی ہے صرف دو چند ہونا مراد نہیں ہے۔

رابط آیات:..... ان آیات کے ربط کی تقریر تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلی آیات میں گزر چکی ہے یعنی ابوالشیخ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگ بکری کے دودھ، گوشت، گھی کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے اس پر آیت قل من حرم الخ نازل ہوئی۔ ابن جریر وغیرہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کپڑے وغیرہ بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھتے تھے۔ اس پر یہ آیت قل من حرم الخ نازل ہوئی اور ابوالشیخ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ما ظہر سے برہنگی اور ما بطن سے زنا مراد ہے۔ عقائد و اعمال میں شیطان کے اتباع کی ممانعت اور احکام الہیہ کی مخالفت سے پرہیز کی تعلیم کے بعد یسٰی ادم اما یا تینکم الخ میں اس عہد اور وعدہ وعید کا لیا جانا عالم ارواح میں بتلایا جا رہا ہے۔ گویا یہ کوئی نیا معاہدہ نہیں بلکہ نہایت قدیم عہد کا اعادہ ہے اسی ذیل میں رسالت و معاد کا اثبات بھی ہو گیا۔ آیت فمن اظلم الخ سے اہل تجیم کا ذکر تفصیلاً کیا جا رہا ہے۔

شان نزول:..... ابن جریر، ابویسار السلسی سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی ذریت کو اپنی ہتھیلی میں لے کر فرمایا یسٰی ادم اما الخ گویا یہ وہی عہد میثاق ہے جو سب سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔

﴿تشریح﴾:..... ما لم یمنزل بہ سلطاناً۔ میں ہر طرح کا عموم مراد ہے خواہ کلا ہو یا جزء۔ تاکہ تمام شرعی دلیلیں اس میں داخل ہو جائیں اور جو کافر اپنے مذہب کو حق سمجھتے ہیں ان پر بحسبون انہم مہتدون صادق آنا تو خیر ظاہر ہے لیکن اپنے مذہب کو باطل سمجھتے ہوئے جو کافر اس پر جے رہتے ہیں ان پر صادقاً آنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کا اصرار یقیناً ان کے گمان کے مطابق کسی نہ کسی وہی مصلحت کی وجہ سے ہوگا جس کی رعایت اور تحصیل وہ اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری یا مناسب سمجھتے ہوں گے اور کسی ضروری چیز کی رعایت کرنا عقلی ابتداء ہوتا ہے۔

رہا پہلی صورت پر یہ شبہ کہ پھر تو غلطی کو حق سمجھ کر اصرار کرنے والے کو معذور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اس کو اپنی غلطی کی اطلاع ہی نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ قوی دلائل کی موجودگی میں اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس میں نظر و تامل نہ کرنا اس کو کوتاہی شمار ہوگا اور آیت میں ایسے ہی لوگوں کا بیان ہے جن میں سے اکثر اپنے طریقہ کو باطل سمجھنے کے باوجود اس پر جے ہوئے تھے۔ تاہم جو شخص اپنی مقدور بھر کوشش تلاش حق میں صرف کر دے۔ مگر اس جستجو کے باوجود صحیح مطلوب تک اس کی رسائی نہ ہو سکے تو اس کو یقیناً

معذور سمجھنا چاہئے۔

لیکن دوسری صورت پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ اگر کوئی حق کو حق اور ناحق کو ناحق سمجھے تو اسے مؤمن سمجھنا چاہئے پھر اسے کفار میں کیوں شمار کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح قلبی تکذیب کفر ہے۔ اسی طرح زبانی تکذیب یا انبیاء کے ساتھ برتاؤ میں مخالفت کرنا اور ان سے عدوات رکھنا بھی کفر ہے۔

لَطَائِفُ آیَاتٍ: آیت انما حرم ربی الفواحش الخ میں فواحش سے قوت بھیمہ کے رذائل کی طرف اور نبی سے قوت سبیحہ کے رذائل اور ان نقولوا میں قوت نطقیہ کے رذائل کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا تَكَبَّرُوا عَنْهَا فَلَمْ يُؤْمِنُوا بِهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ إِذَا عُرِجَ بِأَرْوَاحِهِمْ إِلَيْهَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَيُهْبَطُ بِهَا إِلَى سَجِّينَ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِ فَيُفْتَحُ لَهُ وَيُصْعَدُ بِرُوحِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْجَ يَدْخُلَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ تُقْبَلُ الْإِبْرَةُ وَهُوَ غَيْرُ مُمَكِّنٍ فَكَذَا دُخُولُهُمْ وَكَذَلِكَ الْحِزَاءُ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٧٧﴾ بِالْكَفْرِ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ فِرَاشٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ أُعْطِيَتْ مِنَ النَّارِ جَمْعُ غَاشِيَةٍ وَتَوَيْنُهُ عَوْضٌ مِنَ الْيَاءِ الْمَحْدُوفَةِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مُبْتَدَأُ وَقَوْلُهُ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا طَاقَتَهَا مِنَ الْعَمَلِ اعْتِرَاضٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَبَرِهِ وَهُوَ أَوْلَيْكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧٩﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ حَقْدٍ كَانَ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا تَجَرَّى مِنْ تَحْتِهِمْ تَحْتَ قُصُورِهِمْ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا عِنْدَ الْإِسْتِقْرَارِ فِي مَنَازِلِهِمُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا أَلْعَمَلِ هَذَا جَزَاءُ هُ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ حَذَفَ جَوَابُ لَوْلَا لِدَلَالَةٍ مَا قَبِلَهُ عَلَيْهِ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ مُخَفِّفَةٌ أَيْ أَنَّهُ أَوْ مُفَسِّرَةٌ فِي الْمَوَاضِعِ الْخَمْسَةِ تِلْكَ الْجَنَّةُ أَوْ رِثْمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٠﴾ وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ تَقَرُّرٌ أَوْ تَبَكُّيٌّ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا مِنَ الثَّوَابِ حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ مِنَ الْعَذَابِ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذِنَ مُؤَذِّنٌ نَادَى مُنَادٍ بَيْنَهُمْ بَيْنَ الْمَرِيقَيْنِ أَسْمَعُهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ وَيَبْغُونَهَا أَى يَطْلُبُونَ السَّبِيلَ عَوَجًا مُعَوَّجَةً وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٨٢﴾ وَبَيْنَهُمَا أَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حِجَابٌ حَاجِزٌ قِيلَ هُوَ سُورُ الْأَعْرَافِ وَعَلَى الْأَعْرَافِ وَهُوَ سُورُ الْجَنَّةِ رِجَالٌ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُمْ وَسَيِّئَاتُهُمْ كَمَا فِي الْحَدِيثِ يَعْرِفُونَ كُلًّا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بِسِيمَاهُمْ بِعَلَامَتِهِمْ

وہی نیاض الوجوہ للمؤمنین و سواذہا للکفرین لرؤیتہم لہم اذ موضعہم عال و نادوا اصحاب الجنۃ ان سلم علیکم قال تعالیٰ لم یدخلوها ای اصحاب الاعراف الجنۃ و ہم یطمعون ﴿۷۶﴾ فی دخولہا قال الحسن لم یطمعہم الا لکرامۃ یریدہا بہم و روی الحاکم عن حذیفۃ قال بینما کذلک اذ طلّع علیہم ربک فقال قوموا ادخلوا الجنۃ فقد غفرت لکم و اذ اصرفت ابصارہم ای اصحاب الاعراف تلقاء جہۃ اصحاب النار قالوا ربنا لاتجعلنا فی النار مع القوم الظالمین ﴿۷۷﴾ و نادى اصحاب الاعراف رجالا من اصحاب النار یعرفونہم بسیمہم قالوا ما اغنی عنکم من النار جمعکم المال او کثرتکم و ما کنتم تستکبرون ﴿۷۸﴾ ای و استکبارکم عن الایمان و یقولون لہم مشیرین الی ضعفاء المسلمین اهلؤلاء الذین اقسمت لا ینالہم اللہ برحمۃ قد قیل لہم ادخلوا الجنۃ لا خوف علیکم و لا انتم تحزنون ﴿۷۹﴾ و قرئ ادخلوا بالبناء للمفعول و دخلوا فحملۃ النفی حال ای مقولا لہم ذلک و نادى اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان فیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ من الطعام قالوا ان اللہ حرّمہما منعمہما علی الکفرین ﴿۸۰﴾ الذین اتخذوا دینہم لہوا ولعبا و غرتہم الحیوۃ الدنیاء فالیوم ننسہم نترکہم فی النار کما نسوا لقاء یومہم هذا بترکہم العمل لہ و ما کانوا بالینا یجحدون ﴿۸۱﴾ ای و کما جحدو و لقد جننہم ای اهل مکۃ بکتب قران فصلنہ یناہ بالآخبار والوعید و الوعد علی علم حال ای عالمین بما فصل فیہ ہدی حال من الہاء و رحمۃ لقوم یؤمنون ﴿۸۲﴾ بہ هل ینظرون ما ینظرون الا تاویلہ عاقبۃ ما فیہ یوم یأتی تاویلہ ہو یوم القیمۃ یقول الذین نسوہ من قبل ترکوا الایمان بہ قد جاء ث رسل ربنا بالحق فهل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا او هل نردّ الی الدنیا فنعمل غیر الذی کنا نعمل نوحد اللہ و نترک الشّرك فیقال لہم لا قال تعالیٰ قد خسر و انفسہم اذ صاروا الی الہلاک و ضلّ ذہب عنہم ما کانوا یفترون ﴿۸۳﴾ من دعوی الشریک

ع

ترجمہ:..... جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں سرکشی (تکبر) کی (جس کی وجہ سے ایمان نہیں لائے) ان کے لئے آسمان کے دروازے کبھی کھلنے والے نہیں ہیں (جب کہ ان کی ارواح کو مرنے کے بعد آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو انہیں سچیں کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ برخلاف مؤمن کے کہ ان کے لئے آسمانی دروازی کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی روح ساتویں آسمان تک لے جائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) وہ لوگ کبھی بھی جنت میں نہ جاسکیں گے جب تک اونٹ نہ گزر جائے (داخل نہ ہو جائے) سوئی کے ناکہ سے (سوئی کے سوراخ سے اور یہ ناممکن ہے۔ اسی طرح ان کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے)

ع

۱۳

اسی (بد رکی) طرح ہم مجرمین کو (انکے کفر کا) بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے نیچے آگ کا بچھونا (بستر) ہوگا اور اوپر آگ کی چادر (آگ کا اوڑھنا۔ غواش۔ غاشیہ کی جمع ہے اور یائے محذوف کے بدلہ میں تنوین ہے) ہم ظلم کرنے والوں کو ان کے ظلم کا ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے (یہ مبتداء ہے اور اگلا قول) ہم کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے (جو اس کی طاقت سے بالا کام ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے مبتداء اور اس کی خبر کے درمیان اور خبر یہ ہے) تو بس ایسے ہی لوگ جنت والے ہیں۔ ہمیشہ جنت میں رہنے والے۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ کینہ و غبار تھا (دنیا میں رہتے ہوئے جو ایک دوسرے کی طرف سے حسد تھا) وہ ہم نے نکال دیا ہے ان کے (محلات کے) نیچے نہریں رواں ہوگی اور وہ لوگ کہیں گے (اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جانے کے بعد) اللہ کا لاکھ لاکھ احسان جنہوں نے اس مقام پر پہنچایا (اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائی جس کا بدلہ جنت ہے) ورنہ ہماری کب رسائی ہو سکتی۔ اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ فرماتے (لولا کا جواب حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلا جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے) بن شبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا (ان منصفہ ہے دراصل انہی تھا۔ یا مفسر وہ ہے پانچوں مواقع میں) یہ جنت ہے جو تمہارے ورثہ میں آئی ہے۔ ان کاموں کی بدولت جو تم کرتے رہے ہو اور جنت والے دوزخیوں کو پکاریں گے (بات کو پختہ کرنے اور اتمام حجت کے طور پر) ہمارے پروردگار نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا (ثواب کا) ہم نے اسے سچا پایا ہے پھر کیا تم نے بھی وہ تمام باتیں ٹھیک پائیں جن کا تمہارے پروردگار نے (تم سے) وعدہ کیا تھا (یعنی عذاب) دوزخی جواب میں بویں گے ”جی ہاں“ اس پر ایک پکارنے والا (منادی کرنے والا) پکارے گا (آواز لگائے گا) ان دونوں (فریق) کی درمیان (ان کو سناتے ہوئے) ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو جو (لوگوں کو) اللہ کی راہ (دین) سے روکتے تھے اور چاہتے تھے (تلاش کرتے تھے راستہ کی) کجی (میزھاپن) اور آخرت کے بھی منکر تھے اور ان دونوں (جنتی اور جہنمی لوگوں) کے درمیان ایک آڑ (اوٹ) ہوگی (جنس نے اعراف کی دیوار مراد لی ہے) اور اعراف (جنت) کی دیوار) پر بہت سے لوگ ہوں گے (جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) پہچانتے ہوں گے ہر ایک کو (جنتی اور جہنمی لوگوں سے) ان کے قیافہ سے (علامات سے مومنین کے چہروں پر سفیدی اور کفار کے چہروں پر سیاہی ہوگی۔ جنتی جہنمیوں کو دیکھیں گے کیونکہ ان کا مقام بلند ہوگا) اور اعرافی لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے ”السلام علیکم“ (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے یہ (اعرافی لوگ جنت میں) مگر وہ اس کے آرزو مند ہوں گے (جنت میں داخل ہونے کے۔ حسن فرماتے ہیں کہ اعرافیوں کو یہ طمع صرف ان کی تکریم کی وجہ سے ان میں پیدا کی جائے گی اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے پروردگار جلوہ افروز ہوں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ کہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے) اور جب ان کی نگاہیں (اعرافیوں کی نظریں) پھریں گی دوزخیوں کی طرف (جنب) تو پکار اٹھیں گے پروردگار ہمیں شامل نہ فرمائیے۔ (جہنم میں) ان ظالمو لوگوں کے ساتھ اور اعراف والے ان لوگوں کو (جہنمیوں) کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کے قیافہ سے پہچان جائیں گے۔ کہیں گے نہ تو تمہارے جتنے (مال یا تمہاری کثرت) تمہارے کام آئے (لوگ سے بچانے میں) اور نہ تمہاری بڑائیاں (یعنی تمہارا ایمان لانے سے تکبر کرنا اور کمزور مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہنا) کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی رحمت سے انہیں کچھ ملنے والا نہیں ہے (ان سے کہا جائے گا) جنت میں جا داخل ہو، آج تمہارے لئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہے نہ کسی طرح کی غمگینی (اور ایک قرأت میں ادخلوا مجہول پڑھا گیا ہے اور دخلوا بھی پڑھا گیا ہے اور جملہ نفی لا خوف الخ حال ہے۔ یعنی دراصل ایک ان سے لا خوف الخ کہا جائے گا) اور دوزخی جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ڈال دو یا کچھ اور ہی دے دو جو اللہ نے تمہیں بخش رکھا ہے (کھانے

میں سے) جنتی جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں حرام (منوع) کر رکھی ہیں کافروں پر کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج ہم بھی ان کا نام تک نہ لیں گے (جنہم ہی میں پڑے رہنے دیں گے) جیسا کہ انہوں نے اس دن کا آنا بھلا دیا تھا (اس دن کے لئے عمل چھوڑ کر) نیز اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کیا کرتے تھے (یعنی جس طرح یہ لوگ انکار کیا کرتے تھے) اور ہم نے ان لوگوں (اہل مکہ) کے پاس ایسی کتاب (قرآن) بھی پہنچا دی ہے جس کو ہم نے بہت ہی کھول کھول کر واضح کر دیا ہے (اخبار اور وعدہ و وعید کی شکل میں بیان کر دیا ہے) اپنے علم کامل سے (یہ حال ہے) یعنی درانحالیکہ اس کی تفصیلات سے ہم باخبر ہیں (اور جو ہدایت ہے) (یہ حال ہے فصلتہ کی ضمیر سے) اور رحمت ہے ایمان رکھنے والوں کے لئے۔ پھر کیا یہ لوگ انتظار میں ہیں (یعنی انتظار میں نہیں ہیں مگر) خیر نتیجہ کے (جو کچھ قرآن میں ہے اس کے انجام کے) جس دن اس کا خیر نتیجہ پیش آئے گا (قیامت کے روز) اس دن جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے (ایمان چھوڑ بیٹھے تھے) بول اٹھیں گے کہ واقعی ہمارے پروردگار کے پیغمبر ہمارے پاس سچائی کا پیام لے کر آئے تھے مگر کاش شفاعت کرنے والوں میں سے کوئی ہو جو آج ہماری سفارش کرے یا (کاش! ایسا ہی ہو کہ) ہم پھر لوٹا دیئے جائیں (دنیا میں) اور جیسے کچھ کام کرتے تھے ان کے برخلاف کام انجام دیں (اللہ کی توحید بجالائیں اور شرک چھوڑ دیں۔ چنانچہ ان کو جواب دے دیا جائے گا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) بلاشبہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہی میں ڈالا (کیونکہ وہ ہلاکت میں پڑ گئے) اور کھو گئیں (گم ہو گئیں) وہ تمام افتراء پردازیاں جو وہ کیا کرتے تھے (یعنی اللہ کے شریک ہونے کا دعویٰ)۔

تحقیق و ترکیب: مسجین۔ زمین کے ساتویں طبق میں جہنم کی ایک وادی ہے۔ جس میں کفار کی ارواح رکھی جائیں گی اور بعض کے نزدیک شیاطین اور کفار کا دفتر اعمال ہے، اور اس کے بالمقابل علیین ہے کہ ملائکہ اور جنات اور انسانوں میں سے مومنین کا دفتر اعمال کہلاتا ہے یا ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت کا ایک مقام ہے۔ کماوردنی حدیث براء بن عازبؓ کی مرفوع روایت ہے۔ ان الملائکۃ يجعلون روح المومن فی کفن الجنة وحنوطها فیصعدون بها الی السماء الدنيا فلا یفتح بهم فیشیعهم من کل سماء مقربوہا الی السماء فی اللتی تلہا حتی یتھیی بها الی السماء الساعۃ وان الکافر یجعلون روحہا فی المروح فیصعدون بها الی السماء والدنیا فلا یفتح لہ ثم قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفتح لہم ابواب السماء فیقول اللہ عز و جل اکتبو کتابہ فی مسجین فی الارض الساعۃ فتطرح روحہ طرحاً۔ الحدیث۔

حتی یلج الجمل۔ یہ تعلق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔ یعنی اونٹ جو اہل عرب کے خیال میں جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے اس کا سوئی کے ناکہ جیسی چھوٹی جگہ میں داخل ہونا جس طرح محال ہے ایسے ہی ان کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ غواش دراصل غواشی تھا فواعل کے وزن پر تنوین صرف کے ساتھ ضمہ یا پر دشوار ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا یا اور تنوین چونکہ

۱۔ فرشتے مومن کی روح کو جنت کے کفن اور خوشبو میں ملبوس کر کے آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس کی خبر مقربین میں پھیل جاتی ہے۔ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اگر کافر ہوتا ہے تو اس کی روح ناٹ میں لپیٹ کر آسمان دنیا پر لے جاتی ہے لیکن اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے آیت لا تفتح لہم ابواب السماء پڑھی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اس کا وہ اعمال نامہ جو زمین کے ساتویں طبقہ تکین میں ہے لکھو۔ پھر اس کی روح کو پھینک دیا جائے گا۔ ۱۲۔ الحدیث۔

دوسرا کن اکٹھے ہوئے اس لئے یا کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن غیر منصرف کے وزن پر ہوتے ہوئے تنوین صرف کا آخر کیا مطلب ہے؟ اس اشکال کا جواب سیبویہ اور خلیل کے مذہب پر یہ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ چونکہ جمع ہے اور جمع بہ نسبت واحد کے ثقیل ہوتی ہے۔ پھر جمع بھی منتہی الجمع ہے جس سے ثقل میں اضافہ ہو گیا۔ نیز یا کے آخر میں ہونے کی وجہ سے ثقل اور زیادہ بڑھ گیا۔ اس لئے کلمہ کے ثقل کو ہلکا کرنے کے لئے یا کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس لئے وزن میں نقصان آ گیا اور غواش بروزن جناح ہو گیا۔ چنانچہ اس نقصان کی تلافی کرنے کے لئے تنوین داخل کی گئی ہے۔ والذین امنوا۔ یعنی مفسر علام کی رائے کے مطابق یہ اسم موصول مبتداء اور امنوا اس کا صلہ اور جملہ و عملوا الصلحت معطوف علیہ اور لا تکلف الخ جملہ معترضہ ہے۔ اس کے بعد اولئک الخ مبتداء ماقبل کی خبر ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ لا تکلف الخ کو جملہ معترضہ کی بجائے خبر کیا جائے اور رابطہ محذوف ہو۔ اسی لا تکلف منہم اور مقصد اس جملہ معترضہ لانے کا یہ ہو سکتا ہے کہ جنت جیسی عظیم الشان نعمت کا حصول سہل طریقہ سے آسان کر دیا ہے۔ باقی حدیث حفصت الجنة بالمکارہ سے اس سہولت پر شبہ نہ کیا جائے، کیونکہ مکارہ سے مراد شہوات نفس کے خلاف کرنا ہے اور سہولت سے مراد انسانی طاقت میں جو کام ہو خواہ فعل ہو یا ترک فعل۔

ونزعنا چونکہ اہل جنت کو ان کی امیدوں سے بڑھ چڑھ کر نعمتیں عطا ہوں گی۔ اس لئے کینہ اور حسد کے احتمال کو بھی صاف کر دیا جائے گا تا کہ راحت و سرور میں فتور نہ آ جائے۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے فینا واللہ اہل بدر نزلت ونزعنا مافی صدور ہم الخ نیز حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ انی لارجو ان اکون انا و عثمان و طلحة و الزبیر من الذین قال اللہ لہو ونزعنا مافی صدور ہم۔ تجری من تحتہم۔ سدی اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب جنت کی طرف لے جائے جائیں گے تو اس کے دروازہ پر ایک درخت ہوگا جس کے نیچے دو نہریں جاری ہوں گی۔ ایک نہر سے پانی پیتے ہی سب پرانے کینے دھل جائیں گے اور دوسری نہر میں غسل کرتے ہی تروتازہ ہو جائیں گے اور پھر ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔

حذف جواب لو۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لولا ہدایۃ اللہ لنا موجود ما ہتدینا۔

ونودوا۔ منافی حق تعالیٰ ہوں گے۔ یہ نداء جنت میں رہتے ہوئے ہوگی یا دور سے جب لوگ جنت دیکھیں گے اور ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک منادی ان الفاظ کے ساتھ ندا کرے گا۔ ان لکم ان تصلحوا فلا تسقموا ابدان لکم ان تحیا فلا تموتوا ابدان لکم ان تشبوا فلا تنہروا ابدان لکم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدان لکم قوله۔ ونودوا ان تلکم الجنة اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ما من احدا لا ولہ منزلة فی الجنة ومنزلة فی النار فاما الکافریرث المنزلة من النار واما المؤمن فیرث الکافر منزلة من الجنة۔

ان تلکم۔ یعنی ان۔ پانچوں موقعوں میں مخففہ بھی ہو سکتا ہے اور مفسرہ بھی۔ یہاں سے لے کر ان اقبضوا تک پانچ موقعے ہیں اور ثتموها۔ یعنی میراث کی طرف جنت بھی تمہیں بلا تعصب حاصل ہوگئی اور میراث کا تحقق باس معنی ہے کہ جہنمیوں کی جو جگہ جنت میں ہوتی وہ بد عملی کی وجہ سے سوخت کر کے نیک عمل مومنین کو دے دی جائے گی تو گویا مومن وارث ہوئے اور کافر مورث عنہ۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ فمن لم یومن منہم جعل منزله لاهل الجنة فکانہ ورث عنہ اور کفار کو قرآن کریم میں اموات فرمایا گیا ہے۔ اموات غیر احیا۔ پس اس کے مقابل مومن احیاء ہوں گے اور میت کی میراث ظاہر ہے کہ زندہ کو ملا کرتی اور بما کنتم میں باسیبہ ہونے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب اعمال ہوں گے۔ حالانکہ حدیث ہے۔ لن یدخل الجنة احد بعملہ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی عمل سے جنت میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا۔ ولا انا الا ان الا ان

یتغمدنی اللہ برحمته۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں عمل سے مراد وہ عمل ہے جس کے ساتھ فضل الہی شامل ہو اور حدیث میں عمل سے مراد محض عمل بلا فضل الہی ہے۔ اس لئے کوئی تعارض نہیں رہا۔

ونادی۔ جنت اگر چہ آسمانوں میں اور جہنم زمین کی تہہ میں ہوگی۔ لیکن قیامت میں چونکہ سب باتیں خارق عادت ہوں گی۔ اس لئے اتنے بعد اور دوری کے باوجود اہل جنت اور اہل جہنم کی ایک دوسرے کو ندا صحیح ہوگی اور جمع کا مقابلہ جمع کے ساتھ اس کا متقاضی ہے کہ ہر ہر فرد کی ندا ہر ہر کو ہوگی۔ مؤذن۔ یہ اعلاٰ نچی فرشتہ ہوگا۔ جلال۔ محقق نے اذن کی تفسیر اسمعہم کے ساتھ کی ہے۔ عوجاً۔ یہ حال ہے اور مصدر بمعنی معوجہ ہے۔ عوج کسر عین کے ساتھ معانی اور اعیان میں بولا جاتا ہے۔ بشرطیکہ قائم نہ ہو اور فتح عین کے ساتھ دیوار اور نیزہ جیسی چیزوں پر بولا جاتا ہے۔ سورۃ الاعراف۔ اضافت بیان یہ ہے اور اعراف سے مراد سور الجبۃ سے لی ہے۔ اعراف جمع ہے عرف کی بمعنی بلند مکان عرف الدیک۔ بولتے ہیں۔ بلندی جسم کی وجہ سے سدی کہتے ہیں کہ سور جنت کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہاں سے تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو پہچان لیا جائے گا۔ امام زاہد کی رائے یہ ہے کہ اعراف سفید مشک کا ایک ٹیلہ ہوگا جس پر شہید لوگ ہوں گے یا جن کی موت طلب علم میں ہوئی ہوگی۔ ایسی حالت میں کہ ان کے والدین نہیں چاہتے تھے کہ وہ طلب علم کریں۔ پس والدین کی ناراضگی کی وجہ سے باوجود شہادت اور طلب علم جیسے نیک کاموں کے ان کو مدت تک جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا اور ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعرافی ہوں گے اور صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ اعراف میں رہنے والے افاضل مسلمین ہوں گے یا پھر سب سے آخر میں جنت میں جانے والے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں یا جن لوگوں کے والدین ناراض رہے ہوں یا مشرکین کے بچے اور فاضل خیالی کا خیال یہ ہے کہ اعرافی زمان فترۃ کے لوگ ہوں گے یا مشرکین کے بچے یا جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی اور قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ موحدین کی وہ جماعت جنہوں نے کچھ عمل میں کوتاہی کی ہوگی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں بڑے درجہ کے اور بلند مرتبہ کے حضرات ہوں گے جیسے انبیاء، شہداء، علماء، خیام مومنین یا انسانی شکل میں نمودار ہونے والے فرشتے اور شععی سے مروی ہے کہ اصحاب اعراف حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ حضرت جعفر طیارؓ ہوں گے۔ بہر حال اعراف کا ہونا یقینی ہے۔ صاحب کشاف نے بھی معتزلی ہونے کے باوجود اس کا اعتراف کیا ہے۔

لا یطمعہم اس کی اور لفظ یزید کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور روی الحاکم سے اس کرامت کا بیان ہے جس کو حسنؓ نے فرمایا تھا۔ اذا صرفت۔ یہاں اہل نار کے لئے صرف نظر اور اس سے پہلے اہل جنت کے لئے نادوا۔ استعمال کیا گیا ہے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے کہ ایک کی حالت مسرت ہے اور دوسرے کی نہیں ہے۔

ما اغنی۔ ما استفہامیہ تو تخییہ ہے یا نافیہ۔ ما کنتم۔ ما مصدر یہ ہے۔

ضعفاء المسلمین۔ جیسے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ، سلمان فارسیؓ، خباب بن ارتؓ وغیرہ تھے۔ وقوع۔ یعنی ادخلوا اور دخلوا۔ دونوں قراءتیں شاذ ہیں اور جملہ الھی سے مراد پورا جملہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ہے۔ چونکہ جملہ انشائیہ کا حال بنا صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے مفسر محقق کو مقولا لہم سے تاویل کرنی پڑی۔ حرمہما۔ مفسر علامؒ نے حرام کی تفسیر منع سے کی ہے جو لازم ہے کیونکہ آخرت میں احکام تکلیفیہ نہیں ہوں گے۔

غرثہم۔ یہ دھوکہ دینا مجازاً ہوگا نہ کہ حقیقت۔ فنیہم۔ مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ نسیان کا اطلاق چونکہ حقیقت اللہ تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس سے لازم معنی مراد ہیں یعنی ترک کر دینا۔ اوہل نرد۔ مفسر علامؒ نے ہل سے اشارہ کر دیا کہ جملہ نرد الخ

پہلے جمدہ پر معطوف ہو رہا ہے اور استفہام کے حکم میں اس کے ساتھ داخل ہے اور فنعمل منصوب ہے اضرار ان کے ساتھ۔
 رابطہ آیات:۔ آیات سابقہ کی طرح آیت ان الذین کذبوا الخ اور آیت والذین آمنوا الخ میں اہل جحیم اور اہل نعیم کی سزا اور جزاء کا تفصیلی ذکر ہے۔ آگے آیت ونادى اصحاب الجنة الخ سے جنتی اور جہنمی لوگوں کے باہمی مکالمے اور اہل اعراف کہ جن کی ابتدائی حالت بین بین ہوگی۔ ان کی آپس کی گفتگو بھی منقول ہے۔ اس کے بعد آیت ولقد جننهم الخ میں یہ بتانا ہے کہ کھلے ہوئے مضامین کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کفر سے اور دین کی مخالفت سے باز آ جائیں۔ جیسا کہ اہل سعادت ایمان سے مشرف بھی ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو بد بخت کفار معاند ہوتے ہیں وہ جب تک انہیں سزا نہ ملے باز نہیں آتے اور سزا ہونے پر ماننا کام نہیں دیا کرتا۔

﴿تشریح﴾:۔۔۔۔۔ ابن حاتم ابو معاذ بصری سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ یہ آواز لگانے والا ایک فرشتہ ہوگا۔ درمنثور کے الفاظ یہ ہیں۔ فیذهب الملك فيقول سلام عليكم تلکم الجنة اور ثموها بما کنتم تعملون۔ یعنی فرشتہ اعلان کرے گا کہ تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ یہ جنت ہے جو تمہیں اعمال کے بدلہ میں دی گئی ہے۔

ایک اشکال کا جواب:۔۔۔۔۔ ظاہر آیت بما کنتم تعلمون سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں اعمال کی وجہ سے داخلہ ہوگا۔ حالانکہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اعمال کی وجہ سے جنت میں کوئی شخص نہیں جائے گا۔ بلکہ رحمت الہی کی وجہ سے سب جنت میں جائیں گے۔

جواب یہ ہے کہ آیت میں ظاہری سبب مراد ہے یعنی اعمال جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہے اور حدیث میں حقیقی سبب سے بحث ہو رہی ہے کہ فی الحقیقت جنت میں داخل ہونے کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی پس ظاہری سبب کے اثبات اور حقیقی سبب کے انکار میں کوئی تعارض نہیں رہا۔

اعراف کی تحقیق:۔۔۔۔۔ درمنثور کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعراف اور سور دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور اہل اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں دونوں برابر ہوں گی۔ یہ لوگ بلا آخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دلالت النص سے بھی اعرافیوں کا جنت میں داخل ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ گنہگار جہنمی جب گناہوں کے غالب ہونے کے باوجود جہنم سے نکل آئیں گے تو اہل اعراف بدجہ کوئی نکل آنے چاہئیں اور جنتی اور جہنمی یا اعرافی لوگوں کی باہمی گفتگو یا تو بلا تخصیص محض اتفاقی طور پر ایک دوسرے سے ہوگی اور یا خاص جان پہچان والوں سے ہوگی۔

لطف آیات:۔۔۔۔۔ آیت ان الذین کذبوا الخ کے ذیل میں علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی برکت کے دروازے کشادہ نہیں ہوا کرتے۔ آیت الذین آمنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ بھی مرید کو اصلاحی سلسلہ میں اس کی برداشت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔

آیت ونزعنا الخ سے معلوم ہوا کہ جو کینہ غیر اختیاری اور طبعی ہو وہ جنت میں جانے سے نہیں روکے گا۔
 آیت وما کننا لنهتدی الخ سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ وصول مقصود وہی ہے کسی نہیں ہے اور ظاہر اکسب کا کچھ دخل ہے بھی تو وہ کسب خود وہی ہے۔ آیت الذین یصدون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مشابہ وہ لوگ بھی ہیں جو راہ مولیٰ میں

سالمین کو روکتے ہیں اور ان کے لئے اس طرح کچی تلاش کرتے ہیں جس سے سالمین کو نفرت پیدا ہو جائے جیسے اہل ریاء و بدعت۔
آیت و نسا دی اصحاب النار الخ کے متعلق بعض اہل علم کہتے ہیں کہ چونکہ یہ لوگ پیٹ کے بندے تھے اور کھانے پینے کے حریص۔ اسی حالت پر مرے اور اسی پر ان کا حشر ہوا کہ کھانا پینا ہی مانگتے رہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد بھی برائیوں کا اثر باقی رہتا ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنَ الدُّنْيَا أَيُّ فِي قَدَرِهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ
ثُمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ حَلَقَهُنَّ فِي لَمَحَةٍ وَالْعُدُولُ عَنْهُ لِتَعْلِيمِ خَلْقِهِ الثَّبْتُ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ هُوَ فِي
اللُّغَةِ سَرِيرُ الْمَلِكِ اسْتَوَى يَلِيقُ بِهِ يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ مُخَفِّفًا وَمُشَدِّدًا أَيُّ يُعْطَى كُلًّا مِنْهُمَا بِالْآخِرِ يَطْلُبُهُ
يَطْلُبُ كُلٌّ مِنْهُمَا الْآخِرَ طَلَبًا حَثِيثًا سَرِيعًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ بِالنَّصَبِ عَطْفًا عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالرَّفْعِ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ مُسَخَّرَاتٌ مُذَلَّلَاتٌ بِأَمْرِهِ بِقُدْرَتِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ جَمِيعًا وَالْأَمْرُ كُنْهُ تَبَرَّكَ
تَعَاظَمَ اللَّهُ رَبُّ مَالِكِ الْعَلَمِينَ ﴿۵۴﴾ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا خَالٍ تَذَلُّلًا وَخُفْيَةً سِرًّا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۵﴾ فِي الدُّعَاءِ بِالتَّشَدُّقِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْبَشْرِكِ وَالْمَعَاصِي بَعْدَ
إِصْلَاحِهَا بَعَثَ الرُّسُلَ وَادْعُوهُ خَوْفًا مِنْ عِقَابِهِ وَطَمَعًا فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۶﴾ الْمُطِيعِينَ وَتَذَكِيرٌ قَرِيبٌ الْمُخْبِرِ بِهِ عَنْ رَحْمَةٍ لِإِضَافَتِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي
يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَيُّ مُتَفَرِّقَةً قُدَّامَ الْمَطَرِ وَفِي قِرَاءَةِ بِسْكَوْنِ الشَّيْنِ تَخْفِيفًا وَفِي
أُخْرَى بِسْكَوْنِهَا وَفَتْحِ النُّونِ مَصْدَرٌ أَوْ فِي أُخْرَى بِسْكَوْنِهَا وَضَمِّ الْمَوْجِدَةِ بَدَلِ النُّونِ أَيُّ بِمُبَشِّرٍ وَمُفْرَدٌ
الْأُولَى نُشُورًا كَرُسُولٍ وَالْآخِرَةُ بَشِيرٌ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ حَمَلَتِ الرِّيحُ سَحَابًا ثِقَالًا بِالْمَطَرِ سَقْنَهُ أَيُّ
السَّحَابِ وَفِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ لَا نَبَاتَ بِهِ أَيُّ لِأَحْيَائِهِ فَأَنْزَلْنَا بِهِ بِالْبَلَدِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ
بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ الْإِخْرَاجُ نُخْرِجُ الْمَوْتَى مِنْ قُبُورِهِمْ بِالْإِحْيَاءِ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ﴿۵۷﴾ فَتُؤْمِنُونَ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ الْعَذْبُ التُّرَابُ يُخْرِجُ نَبَاتَهُ حَسَنًا بِإِذْنِ رَبِّهِ هَذَا مَثَلٌ
لِئَمْؤُومٍ يَسْمَعُ الْمَوْعِظَةَ فَيَنْتَفِعُ بِهَا وَالَّذِي خَبَتْ تُرَابُهُ لَا يُخْرِجُ نَبَاتَهُ إِلَّا نَكِدًا عُسْرًا بِمَشَقَّةٍ وَهَذَا
مَثَلٌ لِلْكَافِرِ كَذَلِكَ كَمَا بَيَّنَّا مَا ذَكَرْنَا نَصْرَفُ نَبِيَّاتِ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿۵۸﴾ اللَّهُ فَيُؤْمِنُونَ

ہج

ترجمہ: بلاشبہ تمہارے پروردگار تو وہی اللہ ہیں جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو جمعہ کے دن میں پیدا کیا ہے (دنیاوی
دنوں کے اعتبار سے یعنی اتنے وقت میں۔ کیونکہ اس وقت آفتاب تو تھا نہیں اور اللہ چاہتے تو ایک بل بھر میں سب کچھ پیدا کر سکتے

تھے۔ لیکن مخلوق کو آہستگی اور جہاد کی تعلیم دینے کے لئے انہوں نے ایسا نہیں کیا) پھر عرش پر متمکن ہو گئے (لغت میں عرش کے معنی شاہی تخت کے آتے ہیں اور متمکن ہونے سے مراد وہ متمکن ہے جو ان کے شایان شان ہو) چھپا دیتے ہیں رات سے دن کو (لفظ بغشی تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی دن و رات ہر ایک دوسرے کو چھپا دیتے ہیں) اس طرح کہ پالیتے ہیں (ایک دوسرے کو پکڑ لیتے ہیں) جلدی سے (تیزی سے) اور سورج، چاند، تارے (نصب کے ساتھ مسنوت پر عطف ہے اور رفع کے ساتھ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) سب جھکے ہوئے (تابع) ہیں ان کے حکم (قدرت) کے آگے۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے (سب) مخلوق ہے اور اسی کے لئے (ہر قسم کا) حکم دینا ہے۔ سو کیا ہی بابرکت (بری خوبیوں والی) ذات ہے اللہ کی جو تمام جہانوں کے پرورش کرنے والے ہیں۔ اپنے پروردگار سے دعا مانگا کرو، آہ و زاری کرتے ہوئے بھی (تذلل ظاہر کر کے) اور چپکے چپکے بھی (پوشیدہ طور پر) واقعی اللہ میاں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے (جو چیخ چیخ کر لمبی چوڑی دعائیں کیا کرتے ہیں) اور ملک میں خرابی مت پھیلو (شرک اور گناہ کر کے) اس کی درستگی کے بعد (جو انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر کی گئی ہے) اور اللہ کے حضور (ان کے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (ان کی رحمت سے) امید کرتے ہوئے دعائیں کیا کرو۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کرداروں سے نیک ہے (جو فرمان بردار ہیں۔ اور لفظ قریب کا مذکر لانا جس سے مراد رحمت ہے۔ اللہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ہے) اور یہ ان ہی کی کار فرمائی ہے کہ باران رحمت سے پہلے ہوائیں بھیجتے ہیں جو خوشخبری پہنچانے والی ہوتی ہیں (یعنی بارش سے پہلے جو منتشر ہو جاتی ہیں اور ایک قرأت میں سکون شین کے ساتھ تخفیف کی حالت میں ہے اور دوسری قراءت میں سکون شین اور فتح نون کے ساتھ مصدر ہے اور ایک قرأت میں سکون شین اور ضم ہا کے ساتھ ہی بجائے نون کے بمعنی مبشر۔ اور اول قراءت کا مفرد بشور بروزن رسول ہے اور آخری قرأت پر بشیر مفرد ہوگا) پھر جب وہ لے اڑتی ہیں (ہوائیں اٹھالیتی ہیں) بوجھل بادل (بارش) کو تو ہم کھینچ لے جاتے ہیں اس کو (یعنی بادل کو۔ اس میں غائب سے التفات ہے) مردہ زمین کی طرف (جس میں گھاس پھوس نہیں ہوتی یعنی زمین کو زندہ اور سرسبز کرنے کے لئے) پھر ہم برساتے ہیں اسی (سر زمین) پر پانی۔ پھر (اس پانی سے) ہم پیدا کرتے ہیں ہر قسم کے پھل اسی (اگانے کی) طرح ہم مردوں کو زندہ کریں گے (ان کی قبروں سے جلا کر اٹھائیں گے) تاکہ تم غور و فکر کرو (اور ایمان لے آؤ) اور ستھری زمین (میٹھی مٹی) کی پیداوار نکلتی ہے (عمدہ) اپنے پروردگار کے حکم سے (یہ اس مسلمان کی مثال ہے جو وعظ سن کر اس سے نفع اندوز ہوتا ہے) لیکن نکلتی زمین (مٹی) سے کچھ نہیں پیدا ہوتا مگر نکلتی ہی چیز (بہت ہی کم اور وہ بھی مشقت کے ساتھ۔ یہ کافر کی مثال ہے) اسی طرح (جیسا کہ ہم نے مذکورہ باتیں بتائیں ان) دو ہراتے ہیں (طرح طرح بیان کرتے ہیں) دلائل۔ قدر دان لوگوں کے لئے (جو اللہ کا شکر کر کے ان پر ایمان لے آئیں۔)

تحقیق و ترکیب: ستہ۔ ایام۔ پیدائش کی ابتداء اتوار کو ہوئی۔ چنانچہ اتوار پیر کو زمین اور پہاڑ اور وحوش اور جانور، درخت، کھیتیاں منگل اور بدھ کو اور آسمان، جمعرات اور جمعہ کو پیدا فرمائے۔ التبت۔ یعنی تادیراً یا درست آید کا مصداق ہو جائے۔ استوی۔ ام سلمہ، امام جعفر، حسن، امام ابو حنیفہ امام مالک فرماتے ہیں کہ استوی تو معلوم ہے مگر استواء کی کیفیت نامعلوم ہے۔ تاہم اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کے متعلق کنج و کاؤ اور کھوج کرید کرنا بدعت ہے۔ بیہی امام اعظم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں نہ کہ زمین میں اور امام صاحب سے یہ بھی مروی ہے کہ جو اللہ کے آسمان میں ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں عرش پر ہیں، اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتے ہیں قریب کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اتارتے ہیں اور اسحاق فرماتے ہیں کہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اللہ عرش کے اوپر چھائے ہوئے ہیں اور ہر چیز سے واقف ہیں اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سلف کے اجماعی طریقے کے مطابق ہے کہ اللہ تمام صفات کے ساتھ کامل ہیں اور جن احادیث

سے عرش پر اللہ کا استقراء واستواء ثابت ہے، بلا کیف و مثال کے ان کے قائل ہیں اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ سلف کے اتباع میں جو چیز ہمیں پسند ہے وہ بدلتا و دلیل نصوص کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے ان کے معانی اللہ کے حوالہ کرنا ہے۔ فرقہ کرامیہ اللہ کے لئے عرش پر استقراء ثابت کے بغیر بلندی کی جانب ثابت کرتے ہیں اور فرقہ مجسمہ ظاہر آیت سے اللہ کے لئے عرش پر استقراء ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ بے دلیل ہے کیونکہ استواء کے کئی معنی آتے ہیں۔ مثلاً: غالب ہونا، تمام و کمال اور استقرار۔ پس ان احتمالات کے ہوتے ہوئے استدلال کی گنجائش کہاں؟ اس لئے حقیقی مراد کو اللہ کے حوالہ کرنا ہی کمال بندگی ہے۔ بہر حال یہ کلمات متشابہات قرآن میں سے ہیں۔ جس کی مبسوط بحث کا موقعہ علم کلام ہے۔

بغشی۔ شعبہ اور حمزہ اور کسائی فتح غین اور تشدید شین کے ساتھ اور باقی قرأ سکون غین اور تخفیف شین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بہر صورت لیل فاعل معنوی ہوگا اور نہ ہار لفظاً و معنایاً مفعول ہوگا اور اس باب کے دونوں مفعولوں میں چونکہ فاعل و مفعول بننے کی صداقت ہوتی ہے اس لئے التباس سے بچنے کے لئے فاعل معنوی کی تقدیم واجب ہوتی ہے۔ جیسے اعطیت زیداً عمراً ہاں اگر التباس نہ ہو تو پھر تقدیم جائز رہتی ہے۔ اعطیت زیداً درهماً اور کسوت عمراً جبۃً اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فاعل اور مفعول صریح ہوں۔ مثلاً ضرب موسیٰ عیسیٰ اور ضرب زیداً عمراً آیت میں چونکہ لیل اور نہ ہار دونوں غاشی اور مغشی بننے کی صداقت رکھتے ہیں۔ اس لئے اعطیت زیداً عمراً کی طرح ہے۔ پس لیل کو فاعل معنوی اور نہ ہار کو مفعول ماننا ضروری ہوگا اور اس کا عکس جائز نہیں ہے۔

ادعوا۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ المعتدین۔ ابن جریج سے منقول ہے کہ اس سے مراد دعا میں چیتنے چلانے والے ہیں۔ اسی لئے دعا میں چلانے کو مکروہ اور بدعت فرماتے ہیں اور بعض نے اسباب فی الدعاء مراد لیا ہے۔ لیکن عام طور پر ہر چیز میں حدود سے تجاوز نہ کرنا مراد لیا جائے تو الفاظ کے زیادہ مناسب ہے۔

تشدق کہتے ہیں منہ پھاڑ پھاڑ کر فضول لمبا کلام کرنے کو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔^۱ دعوة فی السر تعدل سبعین دعوة فی العلانیۃ۔

وتذکیر۔ قریب یعنی لفظ رحمة کی تانیف کا تقاضہ اگرچہ یہ ہے کہ قریۃ کا لفظ مؤنث آنا چاہئے۔ لیکن چونکہ رحمة سے مراد اللہ ہے اس لئے قریب خبر مذکر لانا صحیح ہو گیا۔ یا بقول ابوالسعود رحمة بمعنی رحم ہے یا اس کو موصوف محذوف کی صفت مانا جائے۔ ای امر قریب۔ اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ رحمة سے یہاں ثواب مراد ہے اس لئے قریب کا تعلق معنی کے لحاظ سے ہے۔ لفظ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ البتہ یہ شبہ باقی رہ گیا ہے کہ لفظ محسنین کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ محسنین نہیں رحمت ان کے قریب نہیں ہوگی جیسے فاسق اور کبیرہ گناہ کرنے والی پس ان کی نجات اور مغفرت بھی نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایسی معافی رحمت ہوتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ محسنین سے مراد تو صرف توحید و رسالت کا اقرار کرنے والے لوگ ہیں۔ پس گنہگار بھی اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ کامل الاحسان لوگ ہی مراد ہوں۔ یہ جواب امام رازی کی تقریر کا خلاصہ ہے۔

بشراً۔ یعنی بارش سے پہلے ہوائیں رحمت کی بشارت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ قافلہ کے ساتھ حضرت عمرؓ حج کو جا رہے تھے کہ راستہ میں تیز و تند ہوائیں چلیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے ہواؤں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد دریافت کیا۔ لیکن کسی نے کچھ نہیں بتلایا۔ مجھے جب معلوم ہوا تو قافلہ کے پیچھے سے میں آگے بڑھا اور عرض کیا

یا امیر المؤمنین۔ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول الربیع من روح اللہ تاتى بالرحمة وبالعذاب فلا تسبوا واستلوا اللہ من خیرها وعودوا به من شرها۔ ابو عمر و اور ابن کثیر اور تافع کی قرأت میں نشر ہے۔ یہ کلام گویا بطور استعارہ مکسبہ کے ہے کہ بارش سے پہلے کی ہواؤں کو ان پیشگی خوشخبریوں سے تشبیہ دی گئی جو کسی بادشاہ کی آمد پر ہوتی ہے اور من بین یدی کا اثبات بطور تخیل کے ہے ابن عامر کی قرأت میں نشر ہے اور حمزہ اور کسائی کے نزدیک نشر مصدر ہے یعنی مفعول مطلق کیونکہ ارسال اور نشر قریب المعنی ہیں اور یا مصدر حال کے موقعہ میں ہے۔ ای ناشر اور نشور۔ بمعنی فاعل ہے یا بمعنی مفعول اور بشیر رغیف و رغف کی طرہ ہے یا بشیرۃ کی جمع ہے جیسے نذیرۃ اور نذیر۔

اقلت۔ ط ق ت و ر چیز جب کسی چیز کو اٹھائے گی تو ہلکی پھلکی معلوم ہوگی۔ حسناً۔ کلام میں یہ حذف معنی سمجھنے کے لئے ہے۔ اس پر والبلدا لطیب دلالت کر رہا ہے اور لا نکدا کے مقابلہ سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ اور باذن ربہ میں باسببہ ہے یا حالیہ ہے اور اچھی گھاس کی تخصیص بطور مدح ہے ورنہ اچھی بری سب گھاس اللہ ہی کے حکم سے نکلتی ہے اور ابوالسعود میں ہے کہ باذن ربہ سے مراد مشیت الہی ہے اس لئے گھاس کے زیادہ اور عمدہ ہونے کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے۔ الا نکدا یہ منصوب علی الحال ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ والبلدا لذلٰی خبث لا یخرج نباتہ الا نکدا۔ مضاف حذف کر کے مضاف الیہ کو قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ اس لئے مرفوع مستتر ہو گیا۔

رابط آیات:۔۔۔۔۔ پچھلی آیات میں معاد کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور مشرکین عرب دوبارہ زندہ ہونے کو چونکہ نہیں مانتے تھے۔ اس لئے اگلی آیات میں قدرت اور تصرفات الہیہ کا بیان ہوا ہے۔ جس کو زمین و آسمان کی پیدائش سے شروع کر کے بارش کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ پس کذلک نخرج الموتی کی تصریح سے اس کی مقصودیت کی تائید ہوگئی۔ اسی طرح و ضل عنہم الخ سے شرک کا بے کار ہونا معلوم ہوا تھا۔ اس لئے ان آیات میں توحید کا اثبات مناسب ہوا۔ نیز کلام الہی کا خطاب عام ہونے کے باوجود نفع مومنین کے ساتھ خاص ہونا ایسا ہے جیسے بارش اگرچہ عام ہوتی ہے لیکن نفع صرف قابل زمین ہی کو پہنچتا ہے۔

﴿تشریح﴾:۔۔۔۔۔ توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال:۔۔۔۔۔ قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ”توحید ربوبیت“ سے ”توحید الوہیت“ پر استدلال کیا کرتا ہے۔ یعنی جب خالق اور رب صرف ایک ہے تو معبود بھی اس کے سوا کسی اور کو نہیں بنانا چاہئے۔ پس ان آیات میں ”توحید الوہیت“ کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب ”خلق و امر“ دونوں اللہ ہی کی ذآت کے ساتھ خاص ہیں۔ یعنی وہی کائنات ہستی کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے حکم و قدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہیں کہ تدبیر و انتظام کی دوسری قوتیں بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ مشرکین کا خیال ہے۔ پس اسی کی بادشاہت کائنات ہستی میں نافذ ہے۔ کیونکہ وہی خالق ہے، وہی مدبر ہے تمام عالم ہستی اسی کے تحت جلال کے آگے جھکی ہوئی ہے تو جب یہ ذاتی اور صفاتی کمالات اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو عبادت اور طلب حاجت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کیوں کیا جائے؟ اور اس کی

۱۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرمایا کہ ہوا اللہ کی رحمت یا عذاب لے کر آتی ہے۔ اس لئے اسے برامت کہا کرو بلکہ اللہ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کی برائی سے پناہ مانگو۔ ۱۴

لَقَدْ جَاءَتْ قَسَمٍ مَحْذُوفٍ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
 بِسَحَرٍ صِفَةٍ لِآلِهَةٍ وَالرَّفْعِ بَدَلٍ مِنْ مَحَلِّهِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ إِنْ عِبَدْتُمْ غَيْرَهُ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۷۵۹﴾
 وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ قَالَ الْمَلَأُ الْأَشْرَافُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۷۶۰﴾ بَيْنَ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ
 بِي ضَلَالَةٌ هِيَ أَعْمٌ مِنَ الضَّلَالِ فَتَفِيهًا أَبْلَغُ مِنْ تَفِيهِ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۶۱﴾ أَبْلَغُكُمْ
 بِالْحَقِيفِ وَالْتَّشْدِيدِ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ أُرِيدُ الْخَيْرَ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۷۶۲﴾ أَكْذَبْتُمْ
 وَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ لِسَانِ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ الْعَذَابَ إِنْ لَمْ
 تُؤْمِنُوا وَلِتَتَّقُوا اللَّهَ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۷۶۳﴾ بِهَا فَكَذَّبُوهُ فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ مِنَ الْعَرَقِ فِي
 الْفُلِّ السَّفِينَةِ وَاعْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا بِالطُّوفَانِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿۷۶۴﴾ عَنِ الْحَقِّ
 وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ عَادِ الْأُولَىٰ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحِدُوهُ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا
 تَتَّقُونَ ﴿۷۶۵﴾ تَخَافُونَهُ فَتُؤْمِنُونَ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ فِي سَفَاهَةٍ حِجَالَةٍ وَإِنَّا
 لَنَظْنُكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿۷۶۶﴾ فِي رِسَالَتِكَ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ ﴿۷۶۷﴾ أَبْلَغُكُمْ بِالْوَجْهِينِ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿۷۶۸﴾ مَا مَوْعِظَةٌ عَلَىٰ الرِّسَالَةِ أَوْ
 عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ لِسَانِ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ
 خُلَفَاءَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً قُوَّةً وَطُولًا كَانُوا طَوِيلُهُمْ مِائَةً
 دِرَاعٍ وَقَصِيرُهُمْ سِتِينَ فَادْكُرُوا الْآءَ اللَّهِ نِعْمَةً لَّعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۷۶۹﴾ تَفُوزُونَ قَالُوا آجِئْنَا لِنُعْبُدَ اللَّهَ
 وَحْدَهُ وَنَذَرَنَّا مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ أَبَاؤُنَا فَأَتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا بِهِ مِنَ الْعَذَابِ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۷۷۰﴾
 فِي قَوْمِكَ قَالَ قَدْ وَقَعَ وَجَبٌ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رَجَسٌ عَذَابٌ وَغَضَبٌ أَتَجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءِ
 سَمِيَّتُمُوهَا أَمْ سَمِيَّتُمْ بِهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ أَصْنَامًا تَعْبُدُونَهَا مَآئِزُ اللَّهِ بِهَا أَمْ يَبْعَادُهَا مِنْ سُلْطَنِ
 حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ فَانْتَظِرُوا الْعَذَابَ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿۷۷۱﴾ ذَلِكَ بِتَكْذِيبِكُمْ لِي فَأَرْسَلْتُ عَلَيْهِمْ
 الرِّيحَ الْعَقِيمَ فَانْجَيْنَاهُ أَيْ هُودًا وَالَّذِينَ مَعَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ
 كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أَيْ اسْتَصَافْنَاهُمْ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۷۷۲﴾ عَطَفَ عَلَىٰ كَذَّبُوا

ترجمہ: واقعہ یہ ہے کہ (یہ محذوف قسم کا جواب ہے) ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! اللہ ہی کی بندگی کرو ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (لفظ غیرہ جر کے ساتھ الہ کی صفت ہے اور رفع کے ساتھ ہو تو الہ کے محل سے بدل ہونے کی بناء پر ہوگا) میں ڈرتا ہوں (کہ اگر تم غیر اللہ کی پرستش کرتے رہے) کہ ایک بڑے دن کا عذاب تمہیں پیش نہ

آجائے (وہ قیامت کا دن ہوگا) کہنے لگے آبرو مند (شرفاء) ان کی قوم میں سے کہ ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں پڑ گئے ہو (مبیس بمعنی بین ہے) فرمایا ”بھائیو! یہ بات نہیں کہ میں گمراہی میں پڑ گیا ہوں (ضہلالۃ کا لفظ ضلال سے عام ہے۔ اس سے ضلالۃ عام کی نفی زیادہ بیخ ہوگی بہ نسبت ضلال خاص کی نفی کے) میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تمہیں پہنچاتا ہوں (یہ لفظ تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) اپنے پروردگار کے پیغامات اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں (بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں) اور میں اللہ کی طرف سے ایسی باتوں کی خبر رکھتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں، کیا (تم جھٹلاتے ہو) اور تمہیں اچنبھا ہو رہا ہے اس پر کہ تمہارے پاس نصیحت (موعظت) تمہارے پروردگار کی ایک ایسے آدمی کے ذریعہ (زبانی) پہنچی ہے جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمہیں خبردار کر دے (عذاب سے اگر تم ایمان نہ لائے) نیز تم (اللہ سے) ڈرتے رہو۔ علاوہ ازیں رحمت الہی کے سزاوار ہو۔ مگر وہ لوگ نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے رہے۔ اس لئے ہم نے ان کو اور ان کے سب ساتھیوں کو (ڈوبنے سے) بچالیا جو کشتی (جہاز) میں تھے اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلاتی تھیں، انہیں ہم نے غرق کر دیا۔ (طوفان میں) اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ (حق بات سے) اندھے ہو گئے تھے اور ہم نے (پہلی) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی بندوں میں سے ہود علیہ السلام کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو (اس کی توحید بجالاؤ) ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے (خوف کرتے) نہیں ہو (کہ ایمان لے آؤ) اس پر قوم کے سربراہ آورہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا بولے ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت (جہالت) میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم بالکل جھوٹے ہو (اپنے دعویٰ رسالت میں) ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ بھائیو! میں احق نہیں ہوں۔ میں تو اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں (یہ لفظ بھی دونوں طریقہ سے ہے) اور یقین کرو کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں (جس کی رسالت محفوظ ہے) کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی (کی زبانی) تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے؟ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔ اللہ میاں کا یہ احسان یاد کرو کہ تمہیں (سرزمین ملک میں) قوم نوح علیہ السلام کے بعد ان کا جانشین بنادیا اور ذیل ذول میں تمہیں کشادگی بخشی (طاقتور، لمبے ترنگے بنایا چنانچہ قوم عاد میں قد آور لوگ سو سو گز کے اور پستہ قد ساتھ ہاتھ قد و قامت کے ہوئے تھے) اس لئے تمہیں چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کی یادہ تازہ رکھو تاکہ ہر طرح کامیاب (بامراد) رہو۔ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس محض اس لئے آئے ہیں کہ ہم صرف ایک ہی خدا کے پجاری ہو جائیں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں (ترک کر دیں) جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آتے ہیں؟ پس لا دکھاؤ جس بات کا ہمیں خوف دلا رہے ہو (یعنی عذاب) اگر تم سچے ہو (اپنی دھمکیوں میں) فرمایا بس اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب (پکڑ) اور غضب آیا ہی چاہتا ہے (واقع ہونے والا ہے) تو کیا تم مجھ سے محض ایسی چند ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ (ٹھہرایا ہے۔ ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہو) حالانکہ اللہ نے ان کے معبود ہونے کی (ان کی عبادت کرنے کی) کوئی سند (دلیل و برہان) نہیں اتاری اچھا انتظار کرو (عذاب کا) میں بھی تمہارے ساتھ (اس کا) انتظار کر رہا ہوں (کیونکہ) تم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں پر تیز و تند آندھیاں بھیجی گئی ہیں) پھر ایسا ہوا کہ ہم نے ان کو (یعنی ہود علیہ السلام پیغمبر کو) اور ان کے (ایمان لانے والے) ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور نشانوں کو جھٹلایا تھا۔ ہم نے ان کی بیخ و بنیاد تک اکھاڑ کر رکھ دی (یعنی ان کو نیست و نابود کر دیا) اور اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی ایمان لانے والے نہ تھے (کذبوا پر اس کا عطف ہے)۔

تحقیق و ترکیب: لقد تقدیر عبارت واللہ لقد الخ ہے نوحا۔ آپ کا نام عبدالغفار بن ملک بن متوخ ابن اخنوخ (ادریس) ہے اور آپ کو نبوت چالیس یا پچاس یا سو یا ڈھائی سو سال بعد علی اختلاف الاقوال عطا کی گئی تھی۔ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو (۹۵۰)

سال تبلیغ فرمائی۔ طوفان کے بعد ڈھائی سو سال زندہ رہے۔ صحیح قول کے مطابق آپ کی عمر بارہ سو چالیس سال ہوئی۔ آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ کشتی نوح دو سال میں تیار ہوئی تھی۔ قوم یا بیٹے کی ہلاکت پر کثرتِ نوح کی وجہ سے نوح نام پڑ گیا۔

قومہ قوم کا لفظ جس طرح خویش و اقارب پر بولا جاتا ہے۔ اسی طرح جن اجنبیوں میں رہنا سہنا ہو مجبورت کی وجہ سے مجاز ان پر بھی اس لفظ کا بولنا صحیح ہے۔

والرفع چونکہ آلہ مبتداء ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اور لکم اس کی خبر ہے اس لئے غیرہ پر بھی صفت ہونے کی وجہ سے رفع ہوگا۔ الملا یہ مہموز ہے چونکہ مرداروں کی ہیبت سے جگہیں اور قلوب بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور آنکھیں ان کے جمال سے بریر ہوتی ہیں اس لئے اس کے معنی اشرف کے ہو گئے ہیں۔

ضلالة اس میں تاء وحدۃ ہے۔ پس غیر معین وحدت کی نفی عام ہوگی۔ برخلاف لفظ ضلال کے۔ وہ مصدر ہونے کی وجہ سے وحدۃ، تشبیہ جمع سب کو شامل ہوگا۔ اس لئے اس کی نفی عام نہیں ہوگی۔ غرضیکہ لیس بی ضلالة بہ نسبت لیس بی ضلال کے زیادہ بلیغ ہوگا کیونکہ عام کے نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس کا برعکس نہیں ہوتا۔ لکنی رسول حاصل جواب یہ ہے کہ میں تو رسول ہوں جو انتہائی طور پر صاحب ہدایت ہوتا ہے۔ پس گمراہی میرے قریب کیسے آ سکتی ہے۔

اکذبتہم اس میں مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ او عجبتم من ہمزہ انکاری ہے اور واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ الفلک کشتی کی لبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی۔ تین درجے تھے، نچلے درجہ میں وحشی جانور، درچو پائے رکھے گئے تھے اور درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجہ میں پرندے رکھے گئے تھے۔ دسویں رجب کو یہ جہاز چل کر دسویں محرم کو جو دی پہاڑ پر لنگر انداز ہو گیا۔

عمین لفظ اعمی بھر کے مقابلہ میں اور عم بصیرۃ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ عاد الاولیٰ مراد عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور بعض کے نزدیک عاد اولیٰ سے مراد قوم ہے اور عاد ثانی سے مراد قوم صالح و ثمود ہے ان دونوں قوموں کے درمیان ایک صدی کا فاصلہ ہے۔

قال چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت مسلسل رہی ہے اس لئے قصہ نوح میں فقال فاعقپیہ کے ساتھ آیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قصہ ہود میں صرف قال کہا گیا ہے کیونکہ ہود بہ نسبت نوح علیہ السلام کے مبالغہ و عا میں کم تھے۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کے بے موقعہ کشتی بنانے کو قوم نے ضلالت پر محمول کیا۔ برخلاف ہود کے کہ انہوں نے قوم کی بت پرستی کو سفاہت قرار دیا۔ اس سے قوم نے بھی اسی لفظ سے خطاب کیا ہے۔ اسی طرح قصہ نوح میں انصح لکم جملہ فعلیہ لایا گیا ہے جو تجدد اور بار بار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ ان کی دعوت کی کیفیت بھی یہی تھی۔ برخلاف ہود کے کہ ان کی دعوت اس طرح مسلسل نہیں تھی۔ اس لئے ”الکم ناصح امین“ جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔

مسألة ذراع جلال الدین محلی نے سورۃ الفجر میں لکھا ہے کہ قد آردی کی لبائی چار سو پانچ سو ہاتھ تھی اور ٹھکن آدمی تین سو ہاتھ ہوتا تھا و سر سنبہ جیسا بڑا ہوتا تھا۔ اسماء یعنی محض بے حقیقت نام ہے۔ سمیت موھا ضمیر مفعول ثانی ہے اور مفعول اول لفظ اصنام محذوف ہے۔ الريح العقيم یہ پالا کی ہوا سردی کے ختم پر آئی۔ آٹھویں شوال بدھ کی صبح شروع ہو کر ایک ہفتہ جاری رہی۔ جس سے مرد، عورتیں، بچے، وہاں اسباب سب بڑا ک ویر باد ہو گئے۔ عطف علی کذبوا یعنی یہ بھی منجملہ صلہ کے ہے۔

رابط آیات :۔ اوپر سے توحید، رسالت، آخرت کا بیان اور ترغیب و ترہیب کے ساتھ شیطانی تمہیس کا ذکر کرتا۔ اگلی آیات

ان میں مضامین کے مناسب چند قصے پچھلی امتوں کے بیان کئے جا رہے ہیں۔ پانچ قصے تو اجمالاً ہیں اور چھنا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالتفصیل ہے۔ اول قصہ نوح علیہ السلام کا آ رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: مضامین آیات کا خلاصہ: حاصل یہ ہوگا کہ توحید تمام انبیاء کی دعوت کا مشترک مضمون ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ایسی کون سی ایچ کر دی جس کو یہ لوگ نہیں مان رہے ہیں۔ اسی طرح جب پہلے زمانہ سے انبیاء ہوتے چلے آ رہے ہیں پھر آپ کی نبوت میں لوگوں کو کیوں اچھٹا ہو رہا ہے۔ نیز ماضی کے جھروکہ سے جھانک کر اور تباہ شدہ قوموں کا حال لیکھ کر ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے۔ یہ ترہیب کا مضمون ہوا۔ اسی سے ترغیب بھی سمجھ میں آ گئی اور جس طرح پچھلی قوموں کو کچھ دنوں میں مہلت مل جانا عذاب سے بچنے کی دلیل نہیں تھی۔ اسی طرح تمہیں اگر کچھ زیادہ مہلت مل گئی ہے تو یہ بھی آخرت کے عذاب سے بچنے کی دلیل نہیں ہونی چاہئے۔ یہ آخرت کا مضمون ہو گیا۔ جس کی تائید ان انبیاء کرام کے بعض الفاظ سے بھی نکل رہی ہے اور ان میں شیطانی تلہیس کا حال تو بالکل واضح ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی و تشفی کا مضمون بھی مزید نکل رہا ہے کہ جب حق کی مخالفت پہلے سے ہوتی چلی آ رہی ہے تو آپ کو دل گیر اور رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ان غائبانہ واقعات کو صحیح فتح نقل کر دینا آپ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو دلیل نبوت ہے۔

ایک ہی بات کو مختلف الفاظ سے بیان کرنے کی تین توجہیں: باقی ایک ہی قصہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہونے کی وجہ اس سورت کے شروع میں آیت قال انظرونی الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سب باتیں سرزد ہوئی ہوں اور قوم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو اور کسی نے کچھ کہا ہو یا مختلف مجسوس میں مختلف گفتگو ہوئی ہو کسی کو کہیں نقل کر دیا اور کسی کو کہیں۔

قوم عاد کی تحقیق: نسب جاننے والوں کے نزدیک مشہور تو یہی ہے کہ حضرت ہود قوم عاد کے نسب بھائی تھے۔ البتہ بعض حضرات کسی دوسری قوم کا بتلاتے ہیں۔ پہلی صورت میں بھائی کہنا حقیقت میں محمول ہوگا اور دوسری صورت میں مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ عاد اصل میں اسی قوم کے جد اعلیٰ کا نام تھا۔ پھر بعد میں قوم کو بھی عاد کہنے لگے۔ قطعاً ابر الخ کے متعلق بعض کی رائے یہ ہے کہ ان کی نسل بالکل مٹ گئی تھی۔ لیکن بعض کا خیال یہ ہے کہ ان میں سے کفار تو ہلاک ہو گئے تھے مگر مومن باقی رہ گئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ کفار کے چھوٹے بچے بھی بچ گئے ہوں اور پھر ان ہی کی نسل آگے بڑھ کر عادِ آخری کہلائی ہو اور بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قوم عاد میں سے کچھ لوگ بچ گئے تھے اور وہ مکہ کے آس پاس آج بے تھے ان کو عادِ آخری کہنے لگے۔ نیز پہلے قول والوں کی رائے یہ ہے کہ ان کو عادِ اولی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے تباہ ہونے والی قوم یہی تھی اور سورۃ نجر میں جو عاد کے ساتھ لفظ ارم بدل کے طور پر آیا ہے وہ بھی عاد کے اجداد میں کسی کا نام ہے۔ گویا یہ دونوں لقب ایک ہی قبیلہ کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ارم عادِ خاندانوں کی ایک شاخ ہے۔ پس پہلی صورت میں یہ بدل الکل اور دوسری صورت میں بدل البعض ہوگا۔ لیکن زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ عادِ اولی ارم کے ایک بیٹے عاص کا بیٹا ہے اور عادِ ثانی ارم کے دوسرے بیٹے جثو کا بیٹا جس کو شمود بھی کہتے ہیں۔ پس یہ دونوں پوتے ارم ہی کے ہوتے۔ مگر الگ الگ بیٹوں اور آگے چل کر ایک کی اولاد عادِ اولی کہلائی اور دوسرے کی عادِ ثانی۔

بہر حال قوم عاد پر بادر صرصر کا عذاب آیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کی کئی آیتوں میں مذکور ہے۔ البتہ سورہ فصلت (۱) میں جو

ص عقہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد مطلق عذاب لیا جائے گا تا کہ باہمی نصوص میں تعارض نہ ہو جائے۔

سورہ مؤمنین کی آیت ثم انشانا من بعدہم قرنا اخرین سے مراد بھی اگر یہی قوم عاد ہو تو، ناپڑے گا کہ ان پر گرج کا عذاب بھی آیا ہی اور ہوا کا بھی۔ محمد بن اسحاق کے بیان کے مطابق عمان و حضرموت کے درمیان ایک ریگستانی علاقہ احقاف میں یہ عذاب آیا تھا۔

لطا کف آیات: آیت او عجبتم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلوں کا اپنے معاصر اولیاء سے بمعصر ہونے کی وجہ سے نفرت و حقارت کا معاملہ کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ نیز قال الملا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وقوف لوگوں کا دین و مذہب کے دانشمندیوں کو بے وقوف اور احمق جیسے خطابات دینا پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ آیت و زادکم فی الخلق بقسطہ سے معلوم ہوا کہ ذیل ذول اور طاقت کا زیادہ ہونا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ لہذا دنیاوی نعمتوں کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے۔

وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ بِرُكِّ الصَّرَفِ مُرَادًا بِهٖ الْقَبِيْلَةَ اَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَ تَكْوِيْنُ بَيِّنَةٍ مُّعْجَزَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلٰی صِدْقِيْ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةٌ حَالٌ عَامِلُهَا مَعْنٰى الْاِشَارَةِ وَكَانُوْا سَالُوْهُ اَنْ يُخْرِجَهَا لَهُمْ مِّنْ صَخْرَةٍ عَيْنُوْهَا قَدْ رَوَّهَا تَاْكُلُ فِىْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ يُّعْظِرُ اَوْ ضَرْبٍ فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ اَسْكَنْتُكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا تَسْكُنُوْنَهَا فِى الصَّيْفِ وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا تَسْكُنُوْنَهَا فِى الشِّتَآءِ وَنَصْبُهُ عَلٰى الْحَالِ الْمُقَدَّرَةِ فَاذْكُرُوْٓا اِلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْتَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا مِنْ قَوْمِهٖ تَكْبَرُوْٓا عَنِ الْاِيْمَانِ بِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْٓا اِلَآءَ مَنْ مِنْهُمْ اٰى مِنْ قَوْمِهٖ بَدَلٌ مِّمَّا قَبْلَهُ بِاِعَادَةِ الْجَارِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهٖ اِلَيْكُمْ قَالُوْٓا نَعَمْ اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَكَانَتِ النَّاقَةُ لَهَا يَوْمٌ فِى الْمَآءِ وَلَهُمْ يَوْمٌ فَمَلُّوْٓا ذٰلِكَ فَعَقَرُوْٓا النَّاقَةَ عَقَرَهَا قَدَارٌ بِاَمْرِ رَبِّهٖمْ بِاَنْ قَتَلَهَا بِالسَّيْفِ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖمْ وَقَالُوْٓا يٰصَلِحُ اِنْتَنَا بِمَا تَعِدُنَا بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ عَلٰى قَتْلِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ الرَّجْفَةُ الشَّدِيْدَةُ مِنَ الْاَرْضِ وَالصَّيْحَةُ مِنَ السَّمَآءِ فَاَصْبَحُوْٓا فِى دَارِهِمْ جَثِيْمِيْنَ ﴿۷۸﴾ بَارِكِيْنَ عَلٰى الرُّكْبِ مَيِّتِيْنَ فَتَوَلٰى اَعْرَضَ صَالِحٌ عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَاذْكُرْ لَوْ طَا وَيُبَدِّلُ مِنْهُ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ اٰى اَدْبَارِ الرَّجَالِ مَا سَبَقْتُكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ اِنَّكُمْ بِتَحْقِيْقِ الْهَمَزَتَيْنِ وَتَسْهِيْلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلٰى الْوَجْهَيْنِ لَتَاْتُوْنَ

الرِّجَالِ شَهْوَةٌ مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿۸۱﴾ مُتَحَاوِزُونَ الْحَلَالَ إِلَى الْحَرَامِ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ أَيْ لَوْطًا وَآتِبَاعَهُ مِمَّنْ قَرَّبْتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ﴿۸۲﴾ مِّنْ أَدْبَارِ الرِّجَالِ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۸۳﴾ الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا هُوَ حِجَارَةٌ السَّجِيلِ فَأَهْلَكَتْهُمْ فَأَنْظَرُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۸۴﴾ وَأَرْسَلْنَا إِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ مَعْجَزَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى صِدْقِي فَأَوْفُوا آيَتِي الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا ۚ تَنْقُصُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بِالْكَفْرِ وَالْمَعَاصِي بَعْدَ إِصْلَاحِهَا يَبْعَثِ الرَّسُلَ ذَلِكُمْ الْمَذْكُورُ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۸۵﴾ مُرِيدِي الْإِيمَانَ فَبَادَرُوا إِلَيْهِ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ طَرِيقٍ تُوَعِّدُونَ تَخَوُّفُونَ النَّاسَ بِأَخْذِ ثِيَابِهِمْ أَوِ الْمَكْسِ مِنْهُمْ وَتَصُدُّونَ تُصَرِّفُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينَهُ مَن أَمِنَ بِهِ يَتَوَعَّدْكُمْ آيَةً بِالْقَتْلِ وَتَبْغُونَهَا تَطْلُبُونَ الطَّرِيقَ عَوَجًا مُّعْوَجَةً وَآذَكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۶﴾ قَبْلَكُمْ بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلَهُمْ أَيْ أَخْرَأْمَهُمْ مِّنَ الْهَلَاكِ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَاصْبِرُوا إِنَّا نُنْظِرُوا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ بَيْنَاءٍ الْمُحَقِّ وَاهْلَاكِ الْمُبْطِلِ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِمِينَ ﴿۸۷﴾ أَعَدَّ لَهُمْ

ترجمہ: اور (ہم نے بھیجا) قوم ثمود کی طرف (یہ لفظ غیر متصرف ہے، کیونکہ اس سے قبیلہ مراد ہے) ان کے بھائی بندوں میں سے صالح کو۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل (معجزہ) آچکی ہے (میری صداقت پر) یہ اللہ کی اوٹنی ہے جو تمہارے لئے دلیل ہے (لفظ ایہ حال ہے جس میں عامل معنی اشارہ ہیں ان لوگوں نے صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ وہ ہمارے ایک مقرر کردہ پتھر سے اوٹنی نکال کر دکھلائیں) سوا سے کھلا چھوڑ دو۔ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے۔ اسے برائی کی نیت سے ہاتھ بھی مت لگانا (کبھی کوئی نہیں کاٹنے لگوا یا مارنے پینے لگو) ورنہ کہیں تمہیں دردناک عذاب نہ آ پکڑے اور وہ وقت یاد کرو کہ اللہ نے تمہیں (سرزمین میں) قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں اس طرح بسادیا (ٹھکانا دے دیا) اس سرزمین میں کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو (گرمیوں کے موسم میں رہنے کے لئے) اور پہاڑوں کو تراش خراش بھی مکان بناتے ہو (سردیوں کے موسم میں رہنے کے لئے اور لفظ بیوتا کا نصب حال مقدرہ کی وجہ سے ہے) سو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو۔ اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے، فساد مت پھیلاؤ۔ قوم کے وہ سربراہ اور وہ لوگ جن کو گھمنڈ تھا (پیغمبر پر ایمان لانے کو مار بھجھتے تھے) ان مسلمانوں سے جنہیں کمزور و حقیر سمجھتے تھے بولے (یعنی اپنی ہی قوم میں سے لفظ "لمن امن" بدل ہے "الذین استضعفوا" سے حرف جر لونا کر) کیا تم نے سچ سچ کر لیا ہے کہ صالح اللہ کا بھیجا ہوا ہے؟ (تمہارے پاس) انہوں نے کہا (ہاں) بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ جس پیغام حق کے ساتھ ان کو بھیجا گیا ہے۔ اس پر گھمنڈ کرنے

اور انہوں نے کہا تمہیں جس بات کا یقین ہے ہمیں اس سے انکار ہے (اور اونٹنی کا حال یہ تھا کہ ایک دن پانی پینے کی باری اس کے لئے مقرر تھی اور ایک روز دوسروں کے لئے، جس سے وہ گھنے لگے) غرضیکہ انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا (قد ارناہا ایک شخص نے دُلوں کے تہ سے تلوار لے کر اس کی گونجیں کاٹ دیں) اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے اے صالح! دکھاؤ اب وہ بات ہم پر جس کی ہمیں دھمکی دیا کرتے تھے (یعنی اونٹنی کے مار ڈالنے پر عذاب کا آنا) اگر آپ واقعی پیغمبروں میں سے ہیں۔ پس آیا انہیں بُرا دینے والی ہولناکی نے (زمین سے تو ایک سخت زلزلہ اور آسمان کی ایک کڑک) سواپے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے (سرنگوں مردہ پائے گئے) اس وقت منہ موڑ کر چلے (صالح علیہ السلام کنارہ کش ہو گئے) ان سے اور فرمانے لگے اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ مگر تم نے اپنے خیر خواہوں کو پسند نہیں کیا اور (یاد کیجئے) وہ صلیہ اسام کا واقعہ (آگے اس کا بدل ہے) جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرنا پسند کرتے ہو (یعنی مردوں سے بد فعلی کرنا) جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے ایسا نہیں کیا (انسان نے اور نہ جن نے) تم (دونوں ہمزہ کی تحقیق یا دوسرے ہمزہ کی تسہیل کر کے اور ان دونوں صورتوں میں ان کے بیچ میں الف داخل کر کے پڑھا گیا ہے) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔ یقیناً تم تو حد ہی سے گزر گئے۔ (حلال چھوڑ کر حرام کی طرف ڈھلک گئے) قوم لوط کے پاس اس کا کچھ جواب اُتر تھا تو یہ تھا کہ آپس میں کہنے لگے نکال باہر کرو، ان لوگوں کو (یعنی حضرت لوط اور ان کے ساتھیوں کو) اپنی ہستی سے، یہ دُک سے پاک صاف بنتے ہیں (مردوں کے ساتھ بد فعلی کرنے سے) سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو تو بچا لیا۔ مگر ان کی بیوی نہ بچ سکی۔ وہ عذاب میں گرفتار لوگوں میں رہ گئی (یعنی جو لوگ عذاب میں دھر لئے گئے تھے) اور ہم نے ان پر ایک خاص طرح کا مینہ برسایا (یعنی پتھراؤ کر کے ان کا ستھراؤ کر دیا) سو دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ اور (ہم نے اسی طرح بھیجا) شہر مدین کی طرف نہ بھائی بند شعیب کو۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ ان کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل (معجزہ) تمہارے پاس آچکی ہے (میری صداقت پر) سونا پتھر تول پورا پورا (ٹھیک) کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم (گھٹا کر) نہ دیا کرو اور ملک کی سرزمین میں خرابی مت پھیلاؤ (کفر و نافرمانی کر کے) ملک کی درستی کے بعد (انبیاء کی تشریف آوری کی بدولت) اسی (مذکورہ باطل) میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو (ایمان لانے کا ارادہ ہے تو اس کی طرف جلد لپکو) اور دیکھو سڑکوں (برا راستہ) پر اس غرض سے مت بیٹھنا کرو کہ دھمکیاں دو (لوگوں سے پیڑے تے چھین کر ان کو ڈراؤ چمکاؤ) اور روکو (پھيرو) اللہ کی راہ (دین) سے۔ اللہ پر ایمان لانے والوں کو (انہیں قتل کی دھمکیاں دے کر) اور درپے رہو (تلاش کرو راستہ کے اندر) کجی (ٹیزھے پن) کو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو کیسا انجام ہوا۔ فساد پھیلانے والوں کو (تم سے پہلے جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ یعنی انجام کار انہیں تباہی کا منہ دیکھنا پڑا) اور تم میں سے بعض لوگ اس حکم پر جسے مجھے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اگر ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے تو ذرا صبر کرو (ٹھہر جاؤ) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیں۔ ہمارے (اور تمہارے) درمیان (حق پرست کو نجات دے کر اور باطل پرست کو تباہ کر کے) اور وہ بہترین (زیادہ انصاف کا) فیصلہ فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: نفاقہ اللہ۔ بیت اللہ کی طرح اس میں اضافت تشریفی اور تعظیمی ہے۔ نیز براہ راست بلاوا۔ طہ

اسباب اللہ نے برآمد فرمایا۔ اس لئے بھی اللہ کی طرف اضافت صحیح ہو سکتی ہے۔ معنی الاشارة۔ اى اشیر الیہ اية۔

من صخرة عینوہا۔ قوم کے سردار جندع بن عمرو نے ایک اکیلے پتھر کی طرف جس کو کافیہ کہا جاتا تھا۔ اشارہ کر کے حضرت

صالح علیہ السلام سے اونٹنی نکالنے کی فرمائش کی اور ایمان لانے کا پکا وعدہ کیا۔ چنانچہ حضرت صالح نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی تو اس پتھر سے ان ہی اوصاف کے مطابق جو لوگوں نے پیش کی تھی اونٹنی کی باقاعدہ ولادت ہوئی اور پھر اس اونٹنی سے اتنا ہی بڑا بچہ پیدا ہوا۔ سب لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور جندع بن عمرو اس سے متاثر ہو کر مع اپنی جماعت کے ایمان لے آیا۔ لیکن دوسرے لوگ ذواب بن عمرو اور احباب جو پجاری تھے اور رباب بن صمعر کا بن وغیرہ ایمان نہیں لائے۔ لیکن غنیزہ ام غنم اور صدقہ بن المختار کے بہکانے سکھانے سے اس کو ذبح کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کم از کم اس کے بچہ ہی کو تلاش کر لو تو ممکن عذاب سے بچ جاؤ۔ لیکن بچہ کی تلاش ہوئی تو وہ بچہ اس پتھر میں گھس گیا اور جو تباہی مقدر ہو چکی تھی وہ ٹل نہ سکی۔

حال المقدرۃ۔ یعنی بیوتاً کا نصب ایسے ہی ہے جیسے خط هذا الثوب قمیصاً اور ابر هذا القصیۃ قلماً کا نصب ہے۔ حال مقدرہ کی وجہ سے۔ کیونکہ نہ پہاڑ مکان ہوتا ہے اور نہ کپڑا اگر تہ اور نہ بانس قلم۔

لا تعشوا۔ عشوا کے معنی اشد فساد کے ہیں اور مفسد میں حال مؤکدہ ہے اپنے اعمال کے لئے۔ کیونکہ عشو کے معنی بھی فساد کے ہیں۔ استکبر وا اس میں سین زائدہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔

للسدین۔ اس میں لام تبلیغ کا ہے۔ بدل منہم کی ضمیر اگر قوم کی طرف ہو تو ”لمن امن“ بدل اکل ہوگا۔ ”الذین استضعفوا“ سے اور اگر ضمیر الذین استضعفوا کی طرف راجع ہو تو بدل البعض ہو جائے گا۔ لیکن پہلی صورت بہتر ہے۔ انا بما ارسل۔ مختصر جواب نعم یا نعم انہ مرسل من ربہ تھا۔ لیکن تحقیق حق کی خاطر انا بما ارسل بہ مؤمنون کی طرف عدول کیا گیا ہے اور دوام ایمان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے۔

انا بالذی۔ اظہار مخالفت کے لئے ”انا ارسل بہ کفرون“ کی بجائے ”انا بالذی امنتہم بہ کفرون“ کہا گیا ہے جس سے تعنت و عناد معلوم ہو۔

ففقروا۔ یعنی اگرچہ ایک شخص نے اونٹنی کو مارا تھا لیکن سب کے مشورہ سے چونکہ کارروائی ہوئی اس لئے جمع کے صیغہ سے سب کو شریک سمجھا گیا ہے۔ قد ار بن سالف فرعون کی طرح سرخ رنگ، نیلگوں آنکھیں، پستہ قد تھا اور ولد الزنا تھا۔ لیکن چونکہ سالف کے بستر پر پایا گیا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو ارشاد فرمایا تھا۔ یا علیؑ اشقی الاولین عاقراً ناقۃ صالح و اشقی الاحرین قاتلک۔ بہر حال بدھ کے روز اونٹنی کو مارا گیا اور حضرت صالح کی پیشگوئی کے مطابق جمعرات کو ان سب کے چہرے زرد اور جمعہ کو سرخ اور شنبہ کو سیاہ پڑ گئے اور خود ہی کفن وغیرہ پہن کر مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ زمین کے زلزلہ اور آسمانی چنگھاڑ کی سب نذر ہو گئے۔ باقی اس اونٹنی کے بچہ کے بارے میں دو قول ہیں۔

۱۔ یہ منظر دیکھ کر اسی پتھر میں گھس گیا جس سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی اور بقول بعض قیامت کے قریب جو دلہہ انا رض رونما ہوگا وہ یہی بچہ ہوگا۔
۲۔ لوگوں نے اس کو بھی پکڑ کر ذبح کر دیا۔ عقر کہتے ہیں اونٹ کی کوچیں یعنی ٹانگیں کاٹ دینا۔ لیکن مراد اونٹنی کا ذبح کرنا ہے۔

حتمین اس کے معنی اوندھے منہ پڑنے کے ہیں۔ فتولی عنہم وقال۔ مردہ لوگوں سے یہ کلام بطور تحسر اور توبیخ کے ہے جسے قلب بدر پر کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ نے جب کفار مقتولین بدر کو خطاب فرمایا تو حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہ! یہ مردار سنتے کب ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ما انت باسمع لما اقول منہم ولكن لا یجیبونی۔ (ترجمہ) اے عمر! میری باتیں تم اتنی نہیں سنتے جتنی کہ یہ سنتے ہیں لیکن مردہ ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دے سکتے۔

الانس والجن۔ بلکہ بہائم اور جانوروں تک میں یہ خباثت نہیں پائی جاتی۔ قوم لوط میں اس بد فعلی کے ساتھ برسر جمع گوز مارنے کو فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔ ”وتاتون فی نادیکم المنکر“ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

شہوة۔ یہ مفعول لہ ہے یا مصدر ہے حال کے موقع میں ”من دون النساء“ یہ ”من الرجال“ سے حال ہے یا ”تاتون“ کی ضمیر ہے يتطهرون۔ یہ بطور تمسخر واستہزاء کے کہا ہے۔

الغابرين غیر۔ غبور باب قعد سے ہے۔ غابر کبھی ماضی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پس گویا یہ اضداد میں سے ہوا۔ حجارة السجیل۔ بجیل سنگ گِل کا معرب ہے۔ غلولوں کی طرح کے یہ پتھر تھے اور ممکن ہے ان میں گندھک اور آگ کے کچھ اجزاء بھی شامل ہوں۔

بینة یا تو قرآن میں اس معجزہ کا ذکر نہیں کیا گیا اور یا اس بینہ سے مراد خود پیغمبر کی ذات ہو اور یا پھر اوفوا السکیل الخ مراد ہو۔ خیر چونکہ حق تعالیٰ حاکم حقیقی ہیں اور دوسرے مجازی حاکم ہوتے ہیں اس لئے ان کا فیصلہ ہی حقیقہ تفصیل کا مستحق ہوگا۔

رابط آیات:۔۔۔۔۔ ان واقعات کا ربط پہلے گزر چکا ہے۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان میں دوسرا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے اور تیسرا حضرت صالح علیہ السلام کا اور چوتھا حضرت لوط علیہ السلام کا اور پانچویں حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔

﴿تشریح﴾:۔۔۔۔۔ قوم ثمود کا حال:۔۔۔۔۔ قوم ثمود عرب کے اس حصہ میں آباد تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک چلا گیا ہے۔ اسی مقام کو دوسری جگہ ”الحجر“ سے بھی تعبیر کیا ہے۔ ایک آیت میں صبحہ معنی فرشتہ کی چیخ سے ان کا ہلاک ہونا بیان کیا گیا ہے۔ بعض نے دونوں کو جمع کر دیا کہ اوپر سے صیحہ اور نیچے سے زلزلہ آیا تھا اور بعض کے نزدیک رجفہ سے مراد حرکت قلب ہے جو صیحہ کے ڈر سے پیدا ہوئی تھی۔

تاکل فی ارض اللہ سے مراد چھوٹی ہوئی اور افتادہ زمین ہے جس کو ایک طرح سے سرکاری اور سب کے لئے مباح سمجھنا چاہئے۔ کسی کی مملوک زمین مراد نہیں ہے کہ لوگوں کے کھیت چرتی پھرتی تھی۔ صالح علیہ السلام کا اس مقام سے کوچ فرمانا ظاہر آیت سے قوم کی ہدایت کے بعد معلوم ہوتا ہے اور یہ خطاب یا تو اظہار حسرت کے لئے محض فرضی تھا اور یا عذاب کے آثار دیکھ کر زندوں سے خطاب کیا تھا اور پھر شام یا مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اس صورت میں البتہ آیت کے اندر تقدیم تاخیر ماننی پڑے گی۔

قوم لوط کا حال:۔۔۔۔۔ قوم لوط کے سلسلہ میں بعض آیات میں پھر اؤ کا اور ان بستیوں کے اٹنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اہل سیر کے بیان کے مطابق لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ دونوں باہل سے ہجرت کر کے شام میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں اور لوط علیہ السلام بحر میت کے کنارے سدوم میں فروکش ہو گئے۔ آس پاس کی آبادیوں میں بھی اپنا تبیینی کام جاری رکھا۔ بلکہ کبھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سدوم میں تشریف لے جاتے اور ان کو نصیحت فرماتے۔

بقول عمرو بن دینار دنیا میں سے سب سے پہلے لواطت کی خباثت ان ہی لوگوں نے پھیلائی۔ بل انتم قوم مسرفون۔ کا مطلب بھی یہی ہے کہ اور گناہوں میں تو آبائی تقلید وغیرہ کا بہانہ بھی بنا لیتے ہو لیکن یہاں تو یہ بھی نہیں۔ آیت ”بل انتم قوم تجهلون“ سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ شاید اس حرکت کی خباثت سے وہ ناواقف ہوں، کیونکہ علمی جہالت مراد نہیں ہے بلکہ اس کے برے انجام سے بے خبری مراد ہے۔

بہر حال جانور تک بھی اس ہرائی اور خباثت کا تصور نہیں کر سکتے۔ واقعی انسان جب گرنے پر آتا ہے تو بہائم تک کو پیچھے چھوڑ

دیتا ہے۔ اسی لئے دوسرے ائمہ نے لواطت کی مختلف سزائیں بیان فرمائی ہیں۔

مثلاً، امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں پر حد زنا واجب ہے۔ علت مشترک ہونے کی وجہ سے حکم بھی مشترک ہونا چاہئے۔ لیکن امام صاحبؒ لواطت کی حرمت تو مانتے ہیں، کیونکہ پچھلی شریعت کی حرمت بلا انکار کے نقل ہوئی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے بھی اصولی قاعدہ سے حرمت رہے گی۔ البتہ حد جاری نہیں کی جائے گی۔ ورنہ لغت میں قیاس کرنا لازم آئے گا جو مردود ہے۔ ہاں سزا اور تعزیر کی جائے گی۔ کسی کے نزدیک آگ میں جلانا ہے، کسی کے نزدیک دریا میں ڈبو دینا ہے اور بعض کے نزدیک اونچی جگہ سے گرا کر اوپر سے پتھراؤ کیا جائے۔

بہر حال امام اعظمؒ اس فعل کو اس درجہ بدترین اور انسانیت سوز سمجھتے ہیں کہ کسی سزا کو بھی اس کے لئے کافی سمجھ کر بطور حد متعین نہیں کر سکے۔ گویا ان کی نظر میں یہ جرم زنا سے بھی زیادہ بدترین اور سنگین ہے۔ جس کی پاداش عذاب الہی ہی کر سکتا ہے۔ یہ دنیاوی معمولی سزائیں (حد زنا) اس کے لئے کافی نہیں۔ کسی اجنبی عورت سے لواطت کا حکم بھی یہی ہے۔ البتہ اپنی بیوی سے لواطت ہمارے نزدیک بغیر تعزیر کے حرام ہے اور روافض کے نزدیک حرام بھی نہیں ہے۔

لوط علیہ السلام کی یہ بیوی جس کا ذکر آیت میں ہے کافرہ تھی اور اس زمانہ کی شریعت کی رو سے کافر عورت سے شادی کرنا ایسے ہی جائز تھا جس طرح کہ ہماری شریعت میں غیر مسلم کتابی عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ بعض لوگوں کے بیان کے مطابق یہ تو یہ بیوی حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ جانی نہیں سکی کہ بچ سکتی اور یا بقول بعض ساتھ گئی تھی لیکن پھر لوٹنے لگی تو ہلاک کر دی گئی اور لوط علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ رہے تھے۔

قوم لوط پر عذاب کے متعلق قرآن اور تورات کے بیان میں اختلاف:..... قرآن کریم کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم پر پتھراؤ ہوا تھا، لیکن تورات میں ہے کہ سدوم اور عموره پر آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی۔ سو ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں بیانون میں تطبیق دینے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ تورات کے بیان کے مقابلہ میں قرآن کا بیان زیادہ صحیح اور معتبر مانا جائے یا دونوں واقعے الگ الگ مان لئے جائیں۔

اور دوسری صورت تطبیق کی یہ ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کی سی کیفیت مان لی جائے تو دونوں بیان درست ہو سکتے ہیں۔

قوم لوط کی عورتوں پر عذاب کیوں آیا؟..... رہا یہ شبہ کہ جب یہ عذاب لواطت کی پاداش میں تھا اور وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ پھر عورتوں کو عذاب کیوں ہوا؟ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان پر عذاب الہی کا صرف ایک ہی سبب لواطت نہیں تھا بلکہ کفر بھی عذاب الہی کا سبب تھا۔ پس پہلا سبب مردوں کے لئے خاص تھا اور دوسرا سبب مردوں اور عورتوں دونوں میں پایا گیا۔ اس لئے سب ہلاک ہو گئے۔ گویا مردوں کی ہلاکت کے تو دو سبب ہوئے کفر اور لواطت اور عورتوں کی تباہی کا ایک ہی سبب رہا یعنی کفر۔

اور دوسرا جواب حذیفہؓ اور محمد بن علیؓ سے بعض روایات کی بناء پر یہ منقول ہے کہ عورتیں بھی آپس میں ایسی ہی بد فعلی کرتی تھیں۔ جس کو حق کہتے ہیں۔ بس اب اس صورت میں مردوں اور عورتوں دونوں میں یکساں سبب پائے گئے۔ خواہ صرف لواطت اور مساحت یا ان کے ساتھ دونوں میں کفر و شرک بھی۔ اس لئے شبہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

ان قوموں کے عذاب کی تعین و تعبیر میں اختلاف:..... قرآن کریم میں کہیں تو شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کی طرف آنا معلوم ہوتا ہے اور کہیں اصحاب ایکہ کی جانب۔ اسی طرح مدین والوں پر کہیں تو صیحہ کا عذاب بیان کیا گیا ہے اور کہیں رجفہ کا

مذاب معلوم ہوتا ہے اور اصحاب ایکہ پر ظلم کا عذاب مذکور ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے تو دونوں قوموں کو ایک ہی مانا ہے اور بعض کے نزدیک یہ دونوں الگ الگ قومیں ہیں اور اہل مدین کے ہلاک ہونے کے بعد ان ہی کے قریب دوسری قوم اصحاب ایکہ کی طرف شعیب علیہ السلام تشریف لے گئے اور ان کے ہلاک ہونے کے بعد پھر مکہ میں آ رہے اور وہیں وفات پائی۔

کم تولے اور ناپنے کا رواج دونوں ہی قوموں میں تھا۔ ان کی کساد بازاری کا اثر اقتصادی ڈھانچہ پر تو پڑتا ہی ہے اور اس کثوتی سے اخلاقی حدود تو ٹوٹتی ہی ہیں۔ مگر ساتھ ہی خوش حالی کو بھی بے لگ جاتا ہے۔ لا تفسدوا فی الارض۔ میں شاید اس طرف بھی اشارہ ہے۔

مدین دراصل کسی بستی کا نام نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند کا نام تھا۔ پھر ان کے قبیلہ اور اس شہر کا نام ہو گیا جو جزیرہ نمائے سینا میں مصر سے آٹھ میل پر عرب کے متصل آباد تھا۔ اسی میں اولاد حضرت شعیب علیہ السلام کا ظہور ہوا اور دو تین عذاب کا ایک ساتھ یا ایک جگہ جمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر اس درجہ گرمی مسلط ہوئی کہ گھروں میں چمین نہیں آتا تھا۔ اتنے میں بدلی آئی اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ سب نکل کر میدان میں جمع ہو گئے۔ پھر ایک طرف تو زمین کو زلزلہ آیا، دوسری طرف ان پر اوپر سے آگ برسی۔ غرض سب جل گئے۔

لطائف آیات: . . . آیت ناقة اللہ میں بیت اللہ کی طرف اضافت تشریفی ہے اور حدیث خلق اللہ آدم علی صورۃ کی آسان توجیہ بھی یہی ہو سکتی ہے۔

آیت وتحتون الجبال الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی صنعت میں کمال اور مہارت بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ آیت وقال يقوم الخ سے ظاہر اسما ع موتی کا اثبات معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مقتول کفار سے آنحضرت ﷺ کے خطاب فرمانے کا واقعہ بھی اس کی دلیل ہے اور کوئی قوی دلیل اس کے خلاف نہیں آئی۔

آیت انسانون الفاحشة الخ معلوم ہوتا ہے کہ کسی برائی کی ایجاد بہ نسبت اس کی اقتداء کے زیادہ بری ہوتی ہے۔ تمام بدعات و رسومات کا بھی یہی حال ہے۔

آیت ولا تبخسوا الناس الخ سے قیاسیہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل فضل و کمال کی شان گھٹانا اور ان کے رتبہ کو کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

الحمد للہ پارہ دلو اننا ۸ کا ترجمہ و شرح وغیرہ تمام ہوئی۔

۳ رمضان المبارک ۸۳ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۴ء دوشنبہ۔



پارہ نمبر ﴿۹﴾

قَالَ الْمَلَأُ

فہرست پارہ ﴿قَالَ الْمَلَأُ﴾

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۰۱	جائز اور ناجائز غصہ کی حدود اور اس کے اثرات	۲۷۴	قوموں اور پیغمبروں کی تاریخ کے آئینہ میں حالات کا جائزہ
۳۰۵	دعوت اسلام کی تین خصوصیتیں	۲۷۸	عذاب الہی کا دستور
۳۰۵	مذہب یہود کی دشواریاں	۲۷۸	عذاب الہی کا فلسفہ
۳۰۶	رسول اللہ ﷺ کا آسمانی ہو کر ساری دنیا کے لئے معلم بننا	۲۷۸	عذاب الہی سے بے خوفی اور رحمت الہی سے مایوسی کے کفر ہونے کا مطلب
	کچھ آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کی طرح	۲۸۴	آیات سے کیا مراد ہے؟
۳۰۶	آپ کا نام نامی بھی موجود تھا	۲۸۴	بنی اسرائیل کا نبی ہونے سے ساری دنیا کا نبی ہونا لازم نہیں آتا
۳۰۶	آپ کی نبوت عامہ	۲۸۴	معجزہ اور جادو کا فرق
۳۰۶	نبی اور رسول کا فرق	۲۸۴	فرعون پر پوچھنا
۳۰۶	آیت کی جامعیت	۲۸۵	جادو محض فریب نظر کا نام نہیں
۳۱۱	نفسانی حیلہ بازی مذہب کے ساتھ ایک قسم کا آنکھ پھولی کا کھیل ہے		حضرت موسیٰ نے جادو کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ پھل کرنے
۳۱۱	نصیحت بہر حال مفید چیز ہے	۲۸۵	کی اجازت دی تھی
۳۱۲	ظالم حاکم بھی عذاب الہی ہے	۲۸۵	فرعون کی طرف سے سازش کا جھوٹا الزام
۳۱۲	علامہ زحمریؒ کے اعتراض کا جواب	۲۸۵	فرعون نے تو مسلم جادو گروں کو سزا دی تھی یا نہیں؟
۳۱۸	اقرار بربیت کے بارے میں انسان کی فطری آواز ملی اور تصدیق ہے	۲۹۱	لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے
۳۱۹	انبیاء علیہم السلام اسی فطری آواز کو ابھارتے ہیں	۲۹۱	بنی اسرائیل کس ملک کے مالک بنے؟
۳۱۹	انسان کی طرح جنات سے بھی عہد الست لیا گیا	۲۹۱	دو شکلوں کا جواب
۳۱۹	ہر زمانہ میں ظلم باغور کی طرح کے لوگ آرہے ہیں	۲۹۱	صحیح احساس ختم ہو جانے کے بعد اچھی چیز بھی بری معلوم ہوا کرتی ہے
۳۱۹	ایک نکتہ نادرہ	۲۹۱	کامیابی باہمت و گوں کے قدم چومتی ہے
۳۲۰	چند اعتراضات کے جوابات	۲۹۶	جواب الہی
۳۲۰	نکوئی اور شرعی غرض کا فرق	۲۹۶	کلام الہی
۳۲۳	اللہ کا قانون امہال	۲۹۶	حب نبوی میں مانجھی سے غلو
۳۲۳	آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی خود ایک بڑا معجزہ ہے	۲۹۷	پہرہ پر تجلی الہی کی کیفیت
۳۲۳	قیامت کا ناپا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے	۲۹۷	پہرہ کے برق رسنے یا نہ رسنے میں کیا ربط ہے؟
	نفع نقصان کے مالک نہ ہونے سے لازم آگیا کہ اللہ تعالیٰ کے		تجلی الہی کے لئے پہاڑوں کی تخصیص
۳۲۳	سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے	۲۹۸	قرآن کی تختیوں کو لکھائی نہیں یا حضرت موسیٰ نے لکھوائی تھیں؟
۳۲۳	پیغمبر کی اصلی حیثیت	۲۹۸	سارے کی مورتی بنی اسرائیل میں کس نے بنائی تھی؟
۳۳۰	نام رکھنے میں شرک کا واقعہ حضرت آدم کا ہے	۳۰۱	شرک کی نحوست سے عقل ماری جاتی ہے
	شرکین کی توحید ربوبیت میں ٹھوکر نہیں لگی بلکہ توحید الوہیت	۳۰۱	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۳۸	واقعہ بدر کی تفصیل	۳۳۰	میں ہمیشہ بھٹکتے رہے
۳۳۲	بدر کے موقع پر تائید الہی	۳۳۱	شیطان کی دوسرہ اندازی انبیاء کی عصمت کے خلاف نہیں ہے
۳۳۳	فرشتوں کی کمک		نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرآن پڑھنے نہ پڑھنے
۳۳۳	میدان جنگ سے بھاگنا	۳۳۱	کے متعلق شوافع کی نسبت حنفیہ کا موقف زیادہ صحیح اور مضبوط ہے
۳۳۳	جو انسان ہدایت قبول نہ کرے وہ چوپایہ سے بدتر ہے	۳۳۱	قرآن کریم رحمت جدید بھی ہے اور رحمت مزید بھی
۳۵۱	انسانی دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ نہیں ہے وہ جہر چاہے پھیر دے	۳۳۲	ذکر جہر افضل ہے یا ذکر خفی؟
	قتل کی آگ صرف سلاخانے والے ہی کو نہیں جلاتی بلکہ دوسروں	۳۳۷	مال غنیمت کس کا ہے؟
۳۵۱	کو بھی بھسم کر دیتی ہے	۳۳۸	جنگ کس مجبوری سے مسلمانوں کو اختیار کرنی پڑی؟
۳۵۲	انسان اپنے بٹنے ہوئے مکر کے جال میں آ کر کار خود ہی پھنس جاتا ہے	۳۳۸	مختصر احکام جنگ
۳۵۳	عذاب الہی کی ایک سنت	۳۳۸	اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سب حقوق کی ادائیگی کا حکم
۳۵۳	فقہی استنباط		

قَالَ الْمَلَأُ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ عَنِ الْإِيمَانِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ تَرَجِعْنَ فِي مِلَّتِنَا دِينَنَا وَغَلَبُوا فِي الْخِطَابِ الْجَمْعَ عَلَى الْوَاحِدِ لِأَنَّ شُعَيْبًا لَمْ يَكُنْ فِي مِلَّتِهِمْ قَطُّ وَعَلَى نَحْوِهِ أَجَابَ قَالَ أَعُوذُ فِيهَا وَلَوْ كُنَّا كُرْهَيْنَ ﴿٨٨﴾ لَهَا اسْتِفْهَامُ انْكَارٍ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّنا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُوذَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ذَلِكَ فَتَحَدَّثْنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَيْ وَسِعَ عِلْمُهُ كُلَّ شَيْءٍ وَمِنْهُ خَائِي وَحَالِكُمْ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ أَحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ الْحَاكِمِينَ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ أَيْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَئِنْ لَمْ تَقْسِمِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَاخَذَتْهُمْ الرِّجْفَةُ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيدَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ ﴿٩١﴾ بَارِكِينَ عَلَى الرِّكْبِ مَيِّتِينَ الْغَيْنِ كَذَّبُوا شُعَيْبًا مُبْتَدَأُ خَبْرِهِ كَانَ مُحَقَّقَةً وَاسْمُهَا مُحَدَّثٌ أَيْ كَانَتْهُمْ لَمْ يَغْنُوا يَقِيمُوا فِيهَا فِي دِيَارِهِمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَسِرِينَ ﴿٩٢﴾ التَّائِيدُ بِاعَادَةِ الْمَوْصُولِ وَغَيْرِهِ لِلرَّدِّ عَلَيْهِمْ فِي قَوْلِهِمُ السَّابِقِ فَتَوَلَّى أَعْرَضَ عَنْهُمْ وَقَالَ يَلْقَوْمَ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تُوْمِنُوا فَكَيْفَ اسَى أَحْزَنُ عَلَى قَوْمٍ كَفَرِينَ ﴿٩٣﴾ اسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى السَّفَى

۶۹

ترجمہ: اس پر قوم کے مغرور سرداروں نے کہا (جو ایمان لانے سے گھنڈ کرتے تھے) اے شعیب! یا تو تمہیں اور تمہارے ساتھ ان سب کو جو تم پر ایمان لائے ہیں ہم اپنے شہروں سے ضرور نکال باہر کریں گے یا لوٹ آؤ (واپس آ جاؤ) ہمارے طریقہ (دین) میں (خطاب کرنے میں جماعت کو واحد پر غالب کر لیا ہے ورنہ شعیب علیہ السلام کبھی بھی ان کے طریقہ پر نہیں رہے اور اسی طرز کے مطابق اگلا جواب بھی ہے) شعیب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔ کیا (لوٹ جائیں پچھلے طریقہ پر) اگرچہ ہم اس کو قابلِ نفرت سمجھتے ہوں (یہ استفہام انکاری ہے) اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے تو ہم جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان باندھیں گے اور ہمارے لئے یہ ممکن (مناسب) نہیں کہ اب قدم پیچھے ہٹائیں یہاں اللہ

نی چاہیں تو ہمارے پروردگار ہیں (اس ارتداد کو اور دو جمعیں اس طرحت رسوا کر دیں تو دوسری بات ہے) ہمارے پروردگار کا علم سب چیزیں
پھیلایا ہوتا ہے (یعنی ان کا علم سب چیزوں کو محیط ہے۔ میری اور تمہاری حالت بھی اس سے باہر نہیں) ہمارا تمام تجربہ و تجربہ پرست۔
اب پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ (حکم) فرمادیتے۔ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے (حام)
ہیں۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کے انکار کرنے والے سردار بولے (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے) (اس میں ہم
قسم ہے) تم نے شعیب کی پیروی کی تو بس سمجھ لو کہ تم برباد ہو گئے پس انہیں زلزلہ (سخت جھٹکا) نے آپکارا سواپ گھروں میں صبح
وے اوندھتے کے اندھے پڑے رہ گئے (گھٹنوں کے بل اوندھے منہ مردہ پائے گئے) جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا (یہ مبتداء
سے جس کی خبر آگئی ہے) ان کی کیفیت یہ ہو گئی (ان کا اسم محذوف ہے) تقدیر عبارت کسا بھم تھی (جیسے بے ہی نہ
تھے) (پھر ان کی خبر آگئی ان گھروں (بستیوں) میں جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا وہی برباد ہو گئے (موصول وغیرہ کو دوبارہ بار بار
ان کے پہلے قول کی تکرار کی تاکہ یہ یقین ہو جائے) بہر حال شعیب ان سے غارہ کش (ایک طرف) ہو گئے اور کہنے لگے۔ بھائیو! میں نے
پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تھے اور تمہاری بہتری چاہی تھی (لیکن تم ایمان نہیں لائے) تو اب میں کیسے (رنج) کروں نہ
کئے۔ وہ (یہ استفہام معنی لگتی ہے)۔

تحقیق و ترکیب: معذرت اس کا تعلق اخراج کے ساتھ ہے نہ کہ ایمان کے ساتھ ای واللہ لحر حک
واتساعک اور معطوف معطوف علیہ کے درمیان شعیب ظلم ہو منادیٰ انا زیادہ دھمکانے کے لئے ہے۔ وغلبوا منسرا بعد مایک شہکا
جواب دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ عود کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنے کو۔ لیکن شعیب علیہ السلام جب کبھی بھی ان کی ملت میں داخل نہیں
تھے۔ پھر لفظ عود بنائے گئے تھے اور خیر کفار کے قول پر تو اس لئے زیادہ اشکال نہیں کہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کفار نے اپنے مذہبوں کے
مطابق ایسا کہا ہو گا یا ظاہری طور پر شعیب کی طرف سے مخالفت نہ ہونے وانہوں نے اپنے ہم مذاق ہونے پر محمول کر لیا ہو گا۔ مگر خود شعیب
علیہ السلام کے جواب میں بھی "ان عدنا" کا لفظ موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس الزام کو تسلیم کر لیا ہے؟ جواب کا حاصل یہ
ہے کہ یہ کہنا بنا بر تغلیب کے ہوا۔ یعنی اگرچہ شعیب علیہ السلام تو پہلے ان کے طریق کفر پر نہیں تھے۔ مگر آپ کے تمام مومن ساتھی تو پہلے کافر
ہی تھے ان ہی کے ساتھ حضرت شعیب کو بھی شمار کر لیا گیا اور پھر خود حضرت شعیب نے بھی اپنے جواب میں اسی تقدیر پر گفتگو فرمائی۔ لیکن
اگر یہ کہا جائے کہ لفظ عود صراحت کے معنی میں بھی آتا ہے تو اشکال ہی متوجہ نہیں ہوتا کہ جواب وہی کی ضرورت پیش آئے۔

اولو کما ہمز وانکار وقوع کے لئے ہے اور لو یہاں زمانہ ماضی میں ایک چیز کی نفی سے دوسری چیز کی نفی کے لئے نہیں ہے
بلکہ محض رد و مبالغہ کی لئے ہے۔ ای کیف عود فیہا وحی کارہون لہا۔

الا ان ساء اگر مشقی منہ عام احوال کو مانا جائے تو یہ استثناء متصل ہو جائے گا اور استثناء منقطع بھی ہو سکتا ہے ورمقصور محض
رجوع ان اند ہے۔ وسی وسع۔ لفظ علما کے فاعلیت سے تمیز کی طرف آنے کے لئے اشارہ ہے۔ لم یغوا غنی بامکان کے ٹھہرنے
کے ہیں۔ نفی منکر وکتے ہیں۔ فکیف اول اظہار تاسف کر کے پھر اس سے رجوع فرما رہے ہیں۔

ربط آیات: تقریر ربط پہلے نثر چکی ہے۔ ان آیات میں قصہ شعیب علیہ السلام کا تمہ اور ان کی قوم کا جواب مذکور ہے۔

تشریح: قوموں اور پیغمبروں کی تاریخ کے آئینہ میں حالات کا جائزہ

پیغمبروں کے لئے ہر دور کے لئے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

حق کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ آما، واجداد کی اندھی تقلید اور گمراہی ہوئی بزرگیوں اور روایتی عقائد کی۔

پوچھا ہے۔ شروع میں جہالت یا کسی خاص غرض نفع و عظمت کی خاطر ایک عقیدہ گھڑ لیا جاتا ہے پھر ایک مدت تک لوگ اسے مانتے رہتے ہیں اور جب ایک عرصہ کے اعتقاد سے اس میں شان تقدیس پیدا ہو جاتی ہے تو اسے شک و شبہ سے بالآخر سمجھنے ملتے ہیں اور عقل و بصیرت کی پھر کوئی دلیل بھی اس کے خلاف تسلیم نہیں کرتے۔ ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم و اباءکم اسی کا ایک عنوان و تعبیر ہے۔ کیونکہ بناوٹی ناموں اور لفظی بے پھر کے سوا کوئی معقول حقیقت پیش نہیں کی جاسکتی۔

۲ عام طور پر پیغمبر اسی قوم میں پیدا ہوتے ہیں جس کی ہدایت کے لئے ان کو مقرر کیا جاتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ باہر سے کوئی بالکل بی اجنبی آگیا ہو۔ جس کی زندگی سے لوگ بے خبر ہوں۔

۳ ان میں سے کوئی نبی بھی بادشاہ یا امیر نہیں تھا۔ نہ کسی طرح کا دنیاوی سر و سامان رکھتا تھا۔ بلکہ سب کی دعوت و ارشاد کا سلسلہ اسی طرح ہوا کہ تنہا اعلان حق کے لئے کھڑے ہو گئے اور صرف اللہ کی معیت و نصرت پر بھروسہ کیا۔

۴ سب کا پیام ایک ہی رہا ہے ”خدا کی بندگی کرو“ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

۵ سب نے بالاتفاق نیک چلنی کی تلقین کی۔ انکار اور بد عملی کے برے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

۶ سب کے ساتھ یہی ہوا کہ رئیسوں نے سر نشی کی اور بے نواؤں نے ساتھ دیا۔

۷ مخالفت بھی ہمیشہ ایک ہی طرح ہوئی کہ اعلان حق کی نفی اڑائی گئی، ان کی باتوں و حماقت کہا گیا، انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اذیت پہنچانے کے تمام وسائل کام میں لائے گئے اور ان کی دعوت کی اشاعت کو روکنے کے لئے اپنی ساری قوتیں خرچ کر ڈالیں۔

۸ پیغمبروں نے یہاں تک کہا کہ اگر ہماری دعوت قبول نہیں کرتے تو کم از کم ہماری موجودگی ہی برداشت کر لو اور فیصلہ نتائج پر چھوڑ دو۔ لیکن مخالفین اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے۔

۹ ہمیشہ یہی ہوا کہ حق کا داعی اور اس کے ساتھی و عطا نصیحت کے ذریعہ تبلیغ کرتے، لوگوں کے دل و دماغ کو موہنے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کے برخلاف انکار کرنے والے جبر و تشدد، طاقت و قوت سے ان کی راہ روکنی چاہتے۔ پیغمبروں کی پکار تو یہ ہوتی کہ روشن دلیلوں پر غور کرو۔ مگر منکروں کا جواب یہ ہوتا کہ انہیں بستی سے نکال باہر کرو، یا سنگساری کر کے ان کا صفایا کر دو، پتھر اڑ کر کے ان کا بھر کس نکال دو۔

۱۰ پھر دیکھو نتیجہ بھی ایک ہی طرح کا پیش آیا۔ یعنی وہ تمام جماعتیں جنہوں نے دعوت حق کا مقابلہ کیا تھا۔ نیست و نابود ہو گئیں۔ حرف غلط کی طرح صفحہ بستی سے مٹ گئیں اور دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں قانون الہی کے شکنجے سے نہیں بچا سکی۔ چنانچہ اگلی آیات میں خصوصیت سے اسی نتیجہ پر توجہ دلائی جا رہی ہے۔

لطائف آیات: . . . آیت فکیف انسی الخ سے معلوم ہوا کہ عذاب و غضب میں گرفتار لوگوں پر رحم نہیں کھانا چاہئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ فَكَذَّبُوهُ إِلَّا أَخَذْنَا عَاقِبَاتِهَا بِالْبَاسَاءِ شِدَّةَ الْعَذَابِ وَالضَّرَاءِ مَرَصِدٍ لَّهُمْ يَضْرَعُونَ ۝ ۹۲ ۝ يَتَذَلَّلُونَ فَيُؤْمِنُونَ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ الشَّيْئَةِ الْعَذَابِ الْحَسَنَةَ أُنْعَمِ

و نَصَحَةِ حَتَّى عَفَوْا كَثُرُوا وَقَالُوا كُفِّرْنَا لِلْعَمَةِ قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَاءُ وَالسَّرَاءُ كَمَا سَبَّ وَهَدَدَ

عَادَةُ الدَّهْرِ وَلَيْسَتْ بِعُقُوبَةٍ مِّنْ اللَّهِ فَكَذَّبُوهُ أَعْلَىٰ مَا أَلَسَّ عَلَيْهِ قَالَ تَعَالَىٰ فَآخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ نِعْتَهُ وَجَدَ

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۵﴾ بِوَقْتِ مَجِيئِهِ قَبْلَهُ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى الْمُكَذِّبِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِمْ وَاتَّقُوا الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ لَفَتَحْنَا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ بِالمَطَرِ وَالْأَرْضِ بِالنَّاتِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا الرُّسُلَ فَآخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۶﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى الْمُكَذِّبُونَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا عَذَابًا بَيَاتًا لَيْلًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۷﴾ غَافِلُونَ عَنْهُ أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى نَهَارًا وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ إِسْتَيْدَ رَاجِعَهُ إِيَّاهُمْ بِالبِعْمَةِ وَأَحَدَهُمْ بِغَتَّةٍ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ بِالسُّكْنَى مِنْ بَعْدِ هَلاكِ أَهْلِهَا أَنْ فَاعِلٌ مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مُحذُوفٌ أَيْ أَنَّهُ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِالعَذَابِ بِذُنُوبِهِمْ كَمَا أَصَبْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَالهَمْزَةُ فِي الْمَوَاضِعِ الْأَرْبَعَةِ لِلتَّوْبِيخِ وَالْفَاءُ وَالْوَاوُ الدَّاحِجَةُ عَلَيْهَا لِلْعُطْفِ وَفِي قِرَاءَةِ بِسُكُونِ الْوَاوِ فِي الْمَوَاضِعِ الْأَوَّلِ عَطْفًا بَاطِلًا وَنَحْنُ نَطْبَعُ نَحْتِمُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾ أَلَمْوَعِظَةً سَمَاعَ تَذَكُّرٍ تِلْكَ الْقُرَى الَّتِي مَرَّ ذِكْرُهَا نَقْصُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مِنْ أَنْبَائِهَا أَحْبَابِ أَهْلِهَا وَلَقَدْ جَاءَ تَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ الْمُعْجَزَاتِ الظَّاهِرَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا عِنْدَ مَجِيئِهِمْ بِمَا كَذَّبُوا كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ قَبْلُ مَجِيئِهِمْ بَلْ اسْتَمَرُّوا عَلَى الْكُفْرِ كَذَلِكَ الطَّبَعُ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ أَيْ النَّاسِ مِنْ عَهْدٍ أَيْ وَقَاءٍ بِعَهْدِ يَوْمِ أَحَدِ الْمِيثَاقِ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ وَوَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: ... اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا (اور لوگوں نے اس کو جھٹلایا) تو ہمیشہ ہم نے پکڑ لیا (بتلا کیا) وہاں کے باشندوں کو سختیوں (انتہائی محتاجگی) اور نقصانوں (بیماریوں) میں تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (عاجزی پر اثر آئیں اور ایمان قبول کر لیں) پھر ہم نے بدل دی (عطا کر دی) بد حالی (عذاب) کی جگہ خوشحالی (مالداری اور تندرستی) حتیٰ کہ جب انہیں خوب ترقی ہو گئی (بڑھ گئے) اور کہنے لگے (کفران نعمت کے طور پر) ہمارے بزرگوں پر بھی تنگی اور راحت کے دن گزرے ہیں (جس طرح ہم پر یہ دور آ رہے ہیں۔ بہر حال معصوم ہوا کہ یہ زمانہ کی عادت کے مطابق ہوا ہے نہ کہ اللہ کے عذاب کے طور پر۔ لہذا اپنے اسی طریقہ پر برقرار ہو۔ رشد حق ہوتا ہے) پھر تو پکڑ لیا ہم نے (عذاب میں) انہیں اچانک (دم کے دم میں) اور انہیں پتہ بھی نہ تھا (پہلے سے اس عذاب کے آنے کا) اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے (جنہوں نے جھٹلایا تھا) ایمان لے آتے (اللہ اور اپنے پیغمبروں پر) اور (کفر اور گنہوں سے) پرہیز رکھتے تو ہم کھول دیتے (تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے) ان پر آسمان سے (بارش کے ذریعہ) اور زمین سے (سہریوں کے ذریعہ) برکتوں کے دروازے۔ لیکن انہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا۔ پس ہم نے انہیں پکڑ لیا (سزا دی) ان کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ کیا ان شہروں کے بسنے والے (جھٹلانے والے) لوگوں کو اس بات سے امان مل گئی ہے کہ ان پر آ نازل ہو ہمارا عذاب راتوں رات اور وہ پڑے سوتے ہوں (اس سے بے خبر ہوں) یا ان شہریوں کو اس بات سے بے فکری مل گئی ہے کہ ہمارا عذاب دن

دھاڑے (خوب دن چڑھے دوپہر کو) ان پر نازل ہو، اور وہ کھیل کود میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہو گئے ہیں (کہ نعمتوں میں ان کو ڈھیل ملتی رہے اور پھر اچانک دھریے جاتے ہیں) سو یا در کھو اللہ کی پکڑ (اور داؤ) سے جن لوگوں کی شامت ہی آگئی ہے ان کے سوا کوئی بے فکر نہیں ہوا کرتا پھر کیا نہیں کھلی (واضح ہوئی) ان لوگوں کے لئے جو ملک کے وارث بنے ہیں (رہائش کے اعتبار سے) سرزمین ملک کے باشندوں (کے ہلاک ہونے کے بعد) یہ بات کہ (یہ فاعل ہے لم یھد کا اور مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ہے اصل میں انہ تھا) اگر ہم چاہتے تو ان کو بھی ہلاک کر ڈالتے (عذاب سے) ان کے گناہوں کے سبب سے (جس طرح کہ ان سے پچھلوں کو برباد کر دیا ہے اور ہمزہ ان چاروں موقعوں پر تو بخ کے لئے اور فا اور واؤ جو اس پر داخل ہیں وہ عطف کے لئے ہیں اور ایک قرأت میں پہلی جگہ سکون واؤ کے ساتھ ہے او عطفہ قرار دیتے ہوئے) اور ہم نے مہر لگا دی ہے (سل کر دی ہے) ان کے دلوں پر کہ اب وہ کوئی بات سن ہی نہیں سکتے (وعظ و نصیحت کی باتیں۔ غور و فکر کے کان سے) یہ ہیں آبادیاں (جن کا ذکر ابھی گزرا ہے) جن کے حالات ہم آپ ﷺ کو (اے محمد ﷺ!) سناتے ہیں (وہاں رہنے والوں کی داستانیں) ان سب میں ان کے پیغمبر ﷺ روشن دلیلوں (کھلے معجزات) کے ساتھ آئے۔ مگر ان کے بسنے والے ایسے نہ تھے کہ مان جاتے (اپنے پاس آنے کے وقت) وہ بات جس کو جھٹلا چکے (کفر کر چکے) ایک دفعہ پہلے (آنے سے پہلے۔ بلکہ کفر ہی پر جسے رہے) اس طرح (جیسے یہ مہر لگائی ہے) بند لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر (لوگوں) کو اپنے عہد کا پابند نہیں پایا (یعنی روز اول جو عہد کیا گیا تھا اس کو پورا نہیں کرتے) اور (ان مخففہ ہے) ہم نے اکثر لوگوں کو ایک قلم نافرمان ہی پایا۔

تحقیق و ترکیب: یضرعون۔ اصل میں یضرعون تھا۔ تاکو ضا د بنا کر او عام کر دیا گیا ہے اور سورۃ النعام میں تضرعوا کی مناسبت کی وجہ سے یضرعون ہے۔

القری الف لام سے مذکورہ بستیوں کی طرف اشارہ ہے۔ و اتقوا عطف خاص علی العام ہے۔

افامن۔ ہمزہ انکار و تو بخ کے لئے اور فاء اخذنا ہم پر عطف کے لئے۔ معطوف معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ البقری الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے۔ مفسر علام اگرچہ عہد کا لے رہے ہیں۔

مکر اللہ۔ اللہ کی طرف اس کی نسبت دھوکہ اور حیلہ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ بقول مفسر "محقق استدراج مراد ہے۔ اس ڈھیل کا ظاہر باطن سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اگر مکر کے معنی مخفی تدبیر کے لئے جائیں تو اشکال ہی متوجہ نہیں ہوگا۔

افامن اور او امن میں حرف استفہام کا حرف عطف پر داخل ہونا باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عطف مفردین ہو تو ان دونوں میں منافات کی وجہ سے ممانعت ہوتی ہے، لیکن یہاں جملہ کا جملہ پر عطف ہو رہا ہے۔ جس کا حاصل جملہ کے بعد جملہ کا استیناف ہوگا۔ اولم یھد۔ اس کا تعدیہ چونکہ لام کے ذریعہ ہو رہا ہے اس لئے لازمی معنی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے۔ المواضع الاربعہ۔ پہلا موقع افامن اهل القری ہے اور آخری اولم یھد ہے۔ ان میں دو جگہ فا ہے اور دو جگہ واؤ۔ سکون واؤ کے ساتھ۔ اول موقع سے مراد او امن اهل القری ہے۔ نافع، ابن کثیر، ابن عامر سکون واؤ کے ساتھ اور باقی قراء فتح واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ونحن جلال محقق نے ونطبع کے درمیان نحن مقدار مان کر ان کے مستانہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ وما وجدنا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو آخر میں ہے اور جملہ معترضہ آخر میں آ سکتا ہے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ اگر ضمیر پہلی امتوں کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا ربط پہلے سے بھی ہو سکتا ہے۔ اکثر مفعول اول اور فاسقین۔ مفعول ثانی ہے اور لام دونوں میں فرق کر رہا ہے۔

رجا آیات مذکورہ بالا قوموں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی چونکہ ایسے حالات و واقعات پیش آچکے ہیں اس لئے مفسران کے ساتھ اجماعاً ان کو بھی بیان کیا جا رہا ہے اور پھر اولم یهد الخ سے ایسے حالات کے باعث عبرت ہونے پر تنبیہ کرتی ہے۔

عذاب الہی کا دستور:..... یعنی جن بستیوں میں بھی عذاب الہی آیا تو ایک دم بلا اتمام حجت کے نہیں آیا بلکہ سنت اللہ کے مطابق اولاً جرائم پر مہلت دی گئی۔ پھر بھی نہ سمجھے تب عذاب نے آکر پکڑا ہے۔ ان گزشتہ دعوتوں کے ذکر کرنے سے بھی مقصود اسی حقیقت کی تلقین کرنا ہے۔

آیت لفتحنا علیہم برکات من السماء پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب آیت بدلنا مکان السینۃ الحسنۃ سے کفار پر بھی پیش کی فراہمی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النعام کی آیت فتحنا علیہم ابواب کل شیء سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر خوشحالی کے سے ایمان و تقویٰ کی کیا تخصیص رہی؟ جواب یہ ہے کہ کفار کو ہلاکت سے پہلے خوش حالی تو ایک حکمت کے تحت دی جاتی ہے۔ لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آخر میں وہ وبال جان ہو جاتی ہے۔ برخلاف ایمان و طاعت کے ساتھ نعمتوں کے۔ وہ بھی بال جان نہیں ہوتیں۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں بلکہ ان میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ پس دونوں خوشحالیوں میں فرق ہو گیا۔

عذاب الہی کا فلسفہ:..... سرکش قوموں کی ہلاکت کے جو احوال بیان کئے گئے ہیں، ان کی نوعیت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرتی حوادث تھے۔ مثلاً: زلزلہ، طوفان، سیلاب، آتش فشاں، ان کا ظہور اگرچہ قدرت کی عادی اور جاری صورتوں ہی میں ہوا تھا۔ لیکن انکار دسرکشی کے نتائج سامنے لانے کے لئے ہوا تھا اور وہ بھی پیغمبروں کی خبر دینے کے بعد۔ پس ہر زلزلہ کے لئے عذاب کا ہونا اگرچہ ضروری نہیں ہے مگر جس زلزلہ کی خبر پہلے سے پیغمبر نے دے دی ہے اور اللہ نے بھی اسے اس معاملہ سے وابستہ کر دیا ہو تو وہ زلزلہ عذاب ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت کے تمام مظاہر کے لئے ایک خاص بھیج مقرر کر دیا ہے، وہ جب کبھی آئے گی تو اسی بھیج میں آئے گی۔

غور و فطرت کے داؤ کیسے مخفی اور ناگہانی ہوتے ہیں۔ زلزلہ کے اسباب دن رات نشوونما پاتے رہتے ہیں اور سیلاب ایب مح کی برف باری ہی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ آتش فشاں پہاڑوں کا لاوا برسوں تک کھولتا رہتا ہے۔ تب کہیں جا کر پھٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ فطرت چپکے چپکے یہ سب کام کرتی رہتی ہے لیکن ہمیں اس کی گود میں کھیلے کھوتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا مان نہیں ہوتا کہ کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے یہاں تک کہ اچانک اس کا داؤ نمودار ہوتا ہے اور ہم بالکل غفلت و سرمستی میں سرشار ہوتے ہیں۔

عذاب الہی سے بے خوفی اور رحمت الہی سے مایوسی کے کفر ہونے کا مطلب:..... آیت لایمن مکر اللہ الخ سے معلوم ہوا ہے کہ عذاب الہی سے بے خوف اور مطمئن ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ قرآنی محاورہ میں خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے اسی طرح سورۃ یوسف کی آیت لایا ینس من روح اللہ الا القوم الکفرون سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے الا یمان بین الخوف والرجاء۔ یعنی ایمان نام ہے امید و بیم کی درمیانی حالت کا۔ نہ محض ایسے خوف کو ایمان کہا جائے گا۔ جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے اطمینان و رجاء کو ایمان کہا جاسکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الہی سے بالکل ہی بے خوف و خطر ہو جائے۔

بقول عد مدہ آ لوسی شافعیہ کے نزدیک یہ امید اور ناامیدی دونوں کفر نہیں ہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہیں۔ بعض متقیین نے ان دونوں قولوں میں یہ محامہ فرمایا ہے کہ اطمینان اور امن اس درجہ کا ہے کہ اللہ اعظم پر قادر بنیں مجتہد یا یوں اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نعم یرق در ہی نہیں سمجھتا۔ تب تو یہ دونوں کفر ہیں۔ لیکن اگر مایوسی اس معنی پر ہے کہ انا ہوں ویرا اور ناقابل معافی سمجھتے ہوئے معافی و مغفرت کو بعید سمجھتا ہے جس سے طاعت تو بہ بھی چھوڑ بیٹھا اور امن کا مطلب یہ ہو کہ غایہ رحمت کی وجہ سے وہ گناہوں پر جری ہو جائے تو یہ بلاشبہ کبیرہ گناہ ہے کفر نہیں ہے۔ رہی یہ آیت، سو اس کو یا تغلیظ پر محمول کر لیا جائے اور یا مطلق نہ رہے اور نقصان کے معنی لے لئے جائیں۔

لیکن سب سے بہترین توجیہ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے یہ فرمائی ہے کہ قطعی و امید کے بعد بے خوف ہو جانا، جیسا کہ ان کفار کی حالت تھی یا قطعی وعدہ کے بعد بھی مایوسی ہو جانا۔ مثلاً کسی نبی کی بشارت کے باوجود مایوس رہنا۔ غرض کہ یہ خاص امن اور یس دونوں کفر ہیں اور ان دونوں آیتوں کے یہی معنی ہوتے ہیں۔

ولقد جاء تہم و سلہم بالینات کی ضمیر میں تمام مذکورہ انبیاء کا داخل ہونا اور بنیات سے معجزات کا مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جن انبیاء کے معجزات قرآن و حدیث میں مذکور نہیں وہ بھی صاحب معجزہ تھے۔ پس قوم ہود کا ما جنتہا سیمۃ کہنا بر بناء من د تھا۔ یہ صریح نص اس کو رد کر رہی ہے۔ اس لئے ان کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

طائف آیات: آیت ولو ان اهل القری الخ سے معلوم ہوا کہ دنیاوی نعمتوں میں ہمت لہی کا اور دنیاوی مصائب میں معصیت و نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ نعمتیں یا نعمتیں کسی ہوں یا معنوی۔ آیت فلا تاملن الخ میں وہ ساکب بھی داخل ہے جو اپنے صاحب نسبت ہونے پر مغرور ہو اور نسبت کے چھٹنے سے نہ ڈرتا ہو۔ آیت فما كانوا لیؤمنوا الخ میں کسی بات پر اتنا اصرار یا عناد بھی داخل ہے کہ اگر کسی موقع پر ایک دفعہ ”ہاں“ نکل گئی تو پھر ”نا“ نہیں ہوئی اور ”نہیں ہوئی“ ”پھر“ ہاں“ نہیں نکلے گی۔ اگرچہ اس کا ناحق ہونا بھی واضح ہو جائے۔ افسوس کہ یہ بلا مقتداؤں میں بھی عام ہو گئی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ اٰی الرُّسُلِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مُوسٰی بِاٰیَاتِنَا التَّسْعِ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَاِئِہٖ فَوٰہِ فَظَلَمُوْا
کَمَرُوْا بِہَا فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ بِالْکُفْرِ مِنْ اِہْلَآکِہُمْ وَقَالَ مُوسٰی یَفِرْعَوْنُ
اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ اِلَیْکَ فَکَذَّبَہٗ فَقَالَ اَنَا حَقِیْقٌ جَدِیْرٌ عَلٰی اَنْ اٰی اَنْ لَا اَقُوْلَ عَلٰی
اللّٰہِ اِلَّا الْحَقُّ وَفِیْ قِرَآءَةِ تَشْدِیْدِ الْبَیِّنٰتِ فَحَقِیْقٌ مُّبْتَدِآءُ حَرِّہٖ اَنْ وَ مَا بَعْدُہٗ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ
فَاَرْسِلْ مَعِیْ اِیَّیْ اَشْہَامَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ وَ کَانَ اِسْتَعْبَادُہُمْ قَالَ فِرْعَوْنُ لَہٗ اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِآیَةٍ
عَلٰی دَعْوَاکَ فَآتِ بِہَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فِیْہَا فَالْقٰی عَصَاہٗ فَاِذَا ہِیْ تُعْبَانُ مُبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾
حِیۃٌ عَظِیْمَةٌ وَنَزَعَ یَدَہٗ اَخْرَجَہَا مِنْ جِیْبِہٖ فَاِذَا ہِیْ بَیْضَآءُ ذَاتُ شُعَآءٍ لِّلنَّظْرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ جَلَّوْا
مَا کَانَتْ عَلَیْہِ مِنَ الْاَدَمَةِ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لِسِحْرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۹﴾ فَاٰیُوْا فِیْ عِلْمِ السِّحْرِ
وَ فِی السُّعْرَآءِ اَنَّهُ مِنْ قَوْلِ فِرْعَوْنَ نَفْسَہٗ فَکَاثِبُہُمْ قَالُوْا مَعَهُ عَلٰی سَبِیْلِ التَّشَاوُرِ یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ

أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ أَخِّرْ أَمْرَهُمَا وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۱۱﴾
 جَامِعِينَ يَأْتُونَكَ بِكُلِّ سِحْرِ وَفِي قِرَاءَةِ سِحَرِ عَلِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَفْضُلُ مُوسَىٰ فِي عِلْمِ السِّحْرِ فَجَمَعُوا
 وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ بَتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ أَيْبِ بَيْنَهُمَا عَلَى
 الْوَحْهَيْنِ لَنَا لَاجِرٌ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۱۴﴾ قَالُوا يَمُوسَىٰ
 إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ عَصَاكَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿۱۵﴾ مَامَعَنَا قَالَ أَلْقُوا أَمْرًا لِلْإِدْنِ بِتَقْدِيمِ الْفَائِزِ
 تَوْسَلًا بِهِ إِلَىٰ إِظْهَارِ الْحَقِّ فَلَمَّا أَلْقُوا جَبَالَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ صَرَفُوهَا عَنْ حَقِيقَةِ
 إِدْرَاكِهَا وَاسْتَرْهَبُوهُمْ خَوْفُوهُمْ حَيْثُ خَيَّلُوهُمَا حَيَاتٍ تَسْعَىٰ وَجَاءَ وَبِسِحْرِ عَظِيمٍ ﴿۱۶﴾ وَأَوْحَيْنَا
 إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ بِحَذْفِ إِحْدَى الثَّانِيَيْنِ مِنَ الْأَصْلِ تَبْتَلِعُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۱۷﴾
 يَقْلُبُونَ بِتَمَوُّيِهِمْ فَوْقَ الْحَقِّ ثَبَتَ وَظَهَرَ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ مِنَ السِّحْرِ فَغَلِبُوا أَيْ فِرْعَوْنَ
 وَقَوْمَهُ هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ﴿۱۹﴾ صَارُوا ذَلِيلِينَ وَالْقَى السَّحَرَةُ سَجْدِينَ ﴿۲۰﴾ قَالُوا آمَنَّا
 بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۱﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۲۲﴾ لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّ مَا شَاهَدُوهُ مِنَ الْعَصَا لَا يَتَّي بِالسِّحْرِ قَالَ
 فِرْعَوْنُ ءَأَمَنْتُمْ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ الْفَا بِهِ بِمُوسَىٰ قَبْلَ أَنْ أَذِنَ لَكُمْ إِنَّ هَذَا الَّذِي
 صَنَعْتُمُوهُ لَمَكْرٌ مَكْرَتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۲۳﴾ مَا يَأْلُكُمْ مِثِّي
 لَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَيْ يَدُ كُلِّ وَاحِدٍ أَلَيْمَنِي وَرِجْلُهُ الْيُسْرَىٰ ثُمَّ لَا صَلْبَنَكُمْ
 أَجْمَعِينَ ﴿۲۴﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا بَعْدَ مَوْتِنَا بِأَيِّ وَجْهِ كَانُ مُنْقَلِبُونَ ﴿۲۵﴾ رَاجِعُونَ فِي الْأَجْرِ وَمَا تَنْقِمُ
 تُكْرِمُنَا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَ تَنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا عِنْدَ فِعْلِ مَا تُوْعِدُهُ بِنَا لَيْلًا نَرْجِعْ
 كُفَّارًا وَتَوْفَنَا مُسْلِمِينَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: ... پھر ان پیغمبروں کے بعد (جن کا ذکر گزر چکا ہے) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور
 اس کے درباری امراء (قوم) کے پاس بھیجا۔ لیکن انہوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ غیر انصافی سلوک (کفر) کیا۔ سو دیکھو ان
 قصدوں کا انجام کیسا ہوا۔ (جو کفر کے ذریعہ فساد پھیلا رہے تھے یعنی تباہ ہو گئے) اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے فرعون! میں
 پروردگار عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ (تیرے پاس لیکن اس نے جھٹلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری) شایان شان (لائق) یہ ہے
 کہ میں اللہ کے نام سے کوئی بات بجز حق کے نہ کہوں (ایک قرأت میں یا کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی علی پس لفظ حقیق مبتداء ہوگا۔
 جس کی خبر ان سے لے کر بعد تک ہے) میں تیرے پروردگار کی طرف سے ایک بڑی روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔ سو بنی اسرائیل کو
 میرے ساتھ (ملک شہم کی طرف) رخصت کر دے (فرعون نے ان سب کو غلام بنانا رکھا تھا) کہا (فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو) اگر آپ واقعی کوئی دلیل (اپنے دعوے پر) لے کر آئے ہیں تو اسے پیش کیجئے۔ اگر آپ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاشی ڈال دی تو دفعتاً وہ صاف ایک اژدہا (بڑا سانپ) بن گیا اور اپنا ہاتھ (اپنے گریبان میں ڈال کر باہر) نکالا تو یکا یک بہت چمکتا ہوا (روشن) ہو گیا۔ سب دیکھنے والوں کے سامنے (اپنے اصلی گندی رنگ کے برخلاف) فرعون کی قوم کے سردار کہنے لگے۔ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے (جو جادوگری کے فن میں یکتا ہے اور سورۃ شعراء میں یہ ہے کہ یہ بات فرعون نے خود اپنے دل میں کہی تھی۔ پس یوں کہہ لیا جائے کہ یہ درباری بھی بطور مشورہ فرعون ہی کے ہم زبان ہو گئے تھے) یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اس تمہارے ملک سے نکال باہر کرے۔ اب بتلاؤ تمہاری اس بارے میں کیا صلاح ہے؟ کہنے لگے کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کو ذرا ڈھیل دے کر روکے رکھئے (ان کو ابھی مہلت دیجئے) اور اپنی قلمرو میں چڑا سیوں کو بھیج دیجئے (جو اکٹھا کر کے) آپ کے حضور تمام جادوگر لے آئیں (اور ایک فراغت لفظ سحار) آیا ہے جو ماہر ہوں (کہ جادوگری کے فن میں موسیٰ علیہ السلام پر بازی لے جائیں۔ چنانچہ ماہرین اکٹھے ہو گئے) اور فرعون کے دربار میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ ”کیا (یہ لفظ دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دونوں ہمزہ کی تسہیل یا ان دونوں صورتوں میں ان دونوں ہمزوں کے درمیان الف کے ساتھ آیا ہے) ہمیں اس خدمت کے صلہ میں کوئی بھاری انعام ملے۔ اگر ہم غالب آ گئے۔ فرعون نے کہا، ہاں ضرور ملے گا۔ اور تم سب معتبر لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ جادوگر بولے۔ اے موسیٰ! یا تو پہلے آپ (اپنی لاشی) پھینکنے یا پھر (جو کچھ ہمارے پاس دھندا ہے) ہم ہی پھینکیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم ہی پہل کر کے پھینکو (اس حکم کا تعلق پھینکنے میں پہل کرنے سے ہے تاکہ اس کو اظہار حق کا ذریعہ بنایا جاسکے) پھر جب جادوگروں نے پھینکیں (اپنی اپنی رسیاں اور لاشیاں) تو لوگوں کی نظر بندی کر دی (جادو کے زور سے لوگوں کی نگاہیں مار دیں کہ وہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکے) اور جادوگروں نے لوگوں میں دہشت پھیلا دی (ہیبت ڈال دی۔ کیونکہ وہ رسیاں اور لاشیاں چلتے پھرتے سانپ نظر آ رہی تھیں) اور انہوں نے ایک طرح سے بہت بڑا جادو دکھلا دیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ بھی لاشی ڈال دیجئے۔ سو عصا کو ڈالنا تھا کہ یکا یک نے اس نے نگلنا شروع کر دیا (تلفف کی اصل سے ایک تاء حذف کر دی گئی ہے۔ بتلفع نکلنے کے معنی میں ہے) جو کچھ انہوں نے ڈھونک چا رکھا تھا (سوانگ بنا رکھا تھا) غرضیکہ حق ظاہر (ثابت اور واضح ہو گیا) اور جو کچھ جادوگروں نے (جادو کا) کرتب بنایا تھا سب ملیا میٹ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نیچا دیکھنا پڑا (فرعون اور اس کے ساتھ والوں کو) اس مقابلہ میں اور الٹے خوب ذلیل ہوئے (اپنا سامنہ لے کر رہ گئے) پھر تو جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے۔ کہنے لگے ہم ایمان لے آئے تمام جہانوں کے پروردگار پر جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بھی پروردگار ہے (کیونکہ انہیں پورا یقین ہو چکا تھا کہ لاشی کی جو کرامات انہوں نے دیکھی ہیں وہ جادو کے بل بوتے پر نہیں ہو سکتیں) فرعون بڑبڑایا کہ تم ایمان لے آئے ہو؟ (دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دوسری ہمزہ کو الف سے بدل کر یہ لفظ آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام پر اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ ضروریہ (جنگ زدگری کا روپ جو تم نے بھرا تھا) ایک خفیہ کارروائی تھی جس کا تم نے مل جل کر سوانگ بھرا تھا تاکہ یہاں کے باشندوں کو اس سے نکال باہر کرو۔ اچھا ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہوں) میں پہلے ہاتھ الٹے سیدھے کٹاؤں گا (یعنی ہر شخص کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کٹاؤں گا) پھر تم سب کو سولی میں ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا، ہمیں اپنے پروردگار کی طرف (مرنے کے بعد جس طرح بھی ہو) جانا ہی ہے۔ (آخرت میں پیش ہوں گے) اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے۔ اس کے موا کہ جب ہمارے پروردگار کے احکام آئے تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار! صبر سے ہم کو سرشار کر دینا (جبکہ فرعون اپنی دھمکیوں پر کاربند ہونا چاہے) ایسا نہ ہو کہ ہم کفر کی طرف ڈمگ جائیں اور ہمیں دنیا سے اپنی فرمانبرداری کے ساتھ اٹھالینا۔

تحقیق و ترکیب: موسیٰ آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ ان میں اور حضرت یوسف علیہ السلام میں چار سو سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہے قرآن کریم میں ان کی دعوت و ارشاد کے تفصیلی واقعات سب سے زیادہ ملتے ہیں یہ تو اس لئے کہ نبوت و حکومت اور سیاسی ملک مکمل انقلاب کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کو خصوصی مناسبت ہے۔ جس کی طرف ورقہ بن نوفل نے ابتداء ناموس اکبر کے آنے کی پیشگوئی میں ارشاد کیا تھا اور یاعرب ملک میں یہود کی کثرت کی تفصیل کا باعث بنی۔

التسع نو مشہور معجزے یہ ہیں: (۱) عصا، (۲) ید بیضا، (۳) قحط سالی، (۴) طوفان، (۵) مٹی دی دس، (۶) جوؤں کے ڈبیر، (۷) مینڈکوں کی بھرمار، (۸) خونی عذاب، (۹) مٹی۔ ان میں آنحضرت اسی صورت میں آگے آتے ہیں اور طمس اور مٹی کا سرسارہ پس میں آئے گا۔ رننا اطمس علی اموالہم

اسی فرعون۔ دراصل پہلے تو یہ ایک شخص کا نام تھا۔ پھر مسری بادشاہوں کا یہ لقب ہونے لگا۔ چنانچہ یہاں بھی لقب ہی ہے ورنہ اس کا نام وید بن مصعب بن ریان تھا۔ چھ سو بیس سال ایسے مزوکی زندگی گزری کہ کبھی کوئی ناگوار بات سامنے نہیں آئی۔ علی ان لا اقول۔ یعنی علی بمعنی باء ہے اور دوسری صورت میں علی کی قراءت پر مبتداء خبر کی ترکیب ہوئی۔

السی الشام۔ یہ اصلی آبائی وطن تھا۔ جہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر آ کر رہن ہو گیا تھا اب قومی آزادی و استقامت وطن کی تحریک اور سیاسی جدوجہد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ قوم موسیٰ جو فرعونوں کی زنجیر غلامی میں جکڑی ہوئی تھی اس کو آزاد کر رہے ہیں۔

ثعلبان اس کے معنی اژدہ کے ہیں۔ دوسری آیت میں ”کانہا جان“ فرمایا گیا ہے جس کے معنی پتے سانپ کے ہیں جو اژدہ سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ پس اس کی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ تیز روی میں تو وہ پتے سانپ کی طرح تھا اور جسمت کے لحاظ سے بڑا اژدہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی ۸۰ نژدہ کا پھیلاؤ ہو جاتا تھا اور نیچے کا جبرائیل زمین پر ہوتا تو اوپر والا جبرائیل محل فرعون کے سنگروں پر جا لگتا اور زمین سے ایک ایک میل اوپر اٹھ کر دم کے بل کھڑا ہو جاتا فرعون کی طرف اوڑتا تو وہ مارے دہشت نے تخت چھوڑ کر بھاگنے لگتا اور غریب کو دست لگ جاتے۔ اسی سے ذکر آزادی کا پروانہ بھی دینے کا وعدہ کر رہا تھا۔ لوگ بدحواس ہو کر تقریباً پچیس ہزار تو مر گئے۔ واللہ اعلم۔

اور دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ڈالنے پر ابتداء وہ سانپ ہوتا اور بڑھتے بڑھتے پھر اژدہ بن جاتا۔ پس اس طرح دونوں لفظوں کے لئے صحیح ہو گئے۔

اور تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جیسا کہ موقع ہوتا یا جیسے حضرت موسیٰ چاہتے ویسے ہی وہ بن جاتا تھا۔ کبھی سانپ بن گیا اور اول سے آخر تک ایک حال میں سانپ ہی رہا اور کبھی اژدہ ہوتا اور رہتا۔ بہر حال دوسری اور تیسری توجیہ میں فرق ظاہر ہے۔ سزع یدہ۔ گریبان میں ہاتھ ڈال کر بغل میں دبا کر نکالنے سے آفتاب کی طرح چمکنے لگتا۔ جو لوگ بیچن لکڑی سے جندار سانپ بننے میں تعجب کرتے ہیں وہ انقلابات عناصر میں غور کریں جس کو فلاسفہ نے تسلیم کیا ہے۔

البتہ حقائق کا محال ہونا جو فلاسفہ میں مشہور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وجوب، امتناع، امکان۔ یہ تینوں ایک دوسرے کی طرف بدل نہیں سکتے۔ یعنی واجب ممتنع ہو سکتا ہے اور نہ ممکن اسی طرح امتناع، امکان، واجب کی طرف نہیں بدل سکتا۔ علی ہذا امکان واجب یا ممتنع میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن عناصر کے انقلاب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ آگ، ہوا، پانی، مٹی ایک

دوسرے میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

اور جو لوگ ہاتھ میں روشنی اور چمک پیدا ہونے کو بعید سمجھتے ہوں وہ ذرا جگنو کی دم پر نظر جمالیں قدرت الہی کے سیل سے یہ حیوانی نارج کیسی جگمگائی نظر آئے گی۔

ارجہ ابو عمر، ابو بکر، یعقوب کی قراءت میں اس کی اصل ارجہ ہونے کی صورت میں اور ابن کثیر، ہشام کی قراءت پر اس کی اصل ارجہ ہونے کی صورت میں ارجات سے ماخوذ ہے یا ارجی ارجیت سے ہے۔ جیسا کہ استفسار اسماعیل، کسائی کی روایت پر نافع کی قراءت ہے۔ لیکن حمزہ اور حفص کی قراءت پر ارجہ ہے منفصل کو متصل سے شبہ دیتے ہوئے سکون ہا کے ساتھ ہے۔ البتہ ابن ذکوان کی قراءت پر ارجہ حمزہ اور کسر ہا کے ساتھ نحو یوں کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ کیونکہ ہا مکسور نہیں ہوتی۔ تاوقت یہ کہ اس کا ماقبل مکسور یا یائے ساکنہ نہ ہو۔ کیونکہ حمزہ جب یا ہو جاتی ہے تو اسی کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

فجمعوا۔ یہ جادو گرا بہتر ۷۲ تھے۔ یا بقول کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ اور بقول ابن اسحق پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ اور بقول بعض ستر یا اسی ہزار ۷۰۰۰۰ یا ۸۰۰۰۰ اس سے بھی زائد تھے اور یہ مقابلہ اسکندر یہ شہر میں کرایا گیا تھا۔

امسا ان تلقی۔ جادو گروں کی طرف سے پہل کا موقع دینا یا ادب و شائستگی کی وجہ سے ہوگا اور یا اپنی فن دانی پر گھمنڈ کرتے ہوئے مغرورانہ ہوا اور یا پیشہ وروں کی عادت کے مطابق کہا ہوگا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہل کی اجازت اس لئے دی کہ اقدام کی نسبت مدافعت میں آسانی ہوتی ہے اور یا غلبہ حق کی نیت سے ان کو پیش قدمی کا موقع دیا ہو۔ کیونکہ اپنی جیت اور مخالف کی ہار کا اظہار اس صورت میں خوب ہو سکتا ہے۔

سحروا اعین الناس۔ اسی سے معجزہ اور جادو کا فرق واضح ہو گیا کہ جادو گروں نے محض تخیل بندی اور نظر بندی کی تھی۔ کیونکہ جادو گروں کے کرتب کا حاصل یہ تھا کہ انہوں نے موٹے موٹے رسوں پر زہیق مل دیا تھا اور بانس جیسی کھوکھلی لاثیوں کے اندر بھی زہیق بھر دیا تھا۔ جب میدان میں سورج کی گرمی پہنچی تو انہیں حرکت ہونے لگی اور ایک دوسرے سے اپنے لگیں۔ جس سے ناظرین سمجھے کہ سانپ حرکت کر رہے ہیں اور میدان پٹا پڑا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلب حقیقت و ماہیت کر کے دکھلادیا تھا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جادو کی تمام قسموں میں صرف خیال بندی ہوتی ہے اور واقعہ قلب حقیقت نہیں ہوتی؟ زیادہ سے زیادہ یہاں خیال بندی ہوئی مگر اس سے دوسری صورتوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ ہاں پھر مطلق معجزہ اور مطلق سحر میں فرق کی تقریباً دوسری جگہ ہوتی اور وہ یہ کہ معجزہ اور جادو دونوں اگرچہ خلاف عادت ہوتے ہیں لیکن جادو میں اسباب خفیہ کے ذریعہ معصود حاصل کیا جاتا ہے اور معجزہ میں بالکل اسباب کو دخل نہیں ہوتا۔ نہ ظاہری اسباب کا اور نہ اسباب خفی کا اور دوسرے جادو اختیاری ہوتا ہے۔ یعنی اس کے اسباب اختیار کئے جائیں گے تو ان پر اثر کا ترتیب ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ اس کی تعلیم و تعلم بھی اختیاری ہے اور اس کے کرنے کا ایک خاص مقررہ طریقہ ہوتا ہے جو بھی اس کو کر لے گا ہو جائے گا۔ پھر باقاعدہ اس کی کاٹ کے طریقے بھی ہوتے ہیں اور ان کی اتار بھی کی جاسکتی ہے۔ غرضیکہ وہ ایک باضابطہ مدون فن ہے۔ اس لئے جاننے والا اس سے خائف نہیں ہوتا برخلاف معجزہ کے۔ اس میں اس قسم کی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ صاحب معجزہ کے اختیار میں معجزہ نہیں ہوتا کہ جب چاہا اور جوںسا چاہا معجزہ ظاہر کر دیا۔ بلکہ انہیں دفعہ اس کے چاہنے کے باوجود بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ ممکن ہے اس وقت مصلحت الہی نہ ہونے کی وجہ سے معجزہ ظاہر نہ ہو اور میری ناموسی ہو جائے یا اگر ان کے جادو سے ڈرے تو یہ بھی ان کے پیغمبر ہونے کی دلیل ہے۔ جادو گر ہوتے تو نہ ڈرتے بلکہ فن دان ہونے کی وجہ سے مطمئن رہتے اور یہ خوف طبعی کمال نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اسی طرح ہر اوقات اسے معجزہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اس کی لاعلمی اور بے خبری کی حالت میں اللہ کی حکمت و مصلحت کے تقاضہ اس کے ہاتھ پر معجزہ دیا کر امت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر نہ اس کی کوئی کاٹ یا اتار ہے اور نہ وہ کوئی کسی اور مدون فن ہے کہ باضابطہ اس کا ڈپلومہ یا ڈگری ہر شخص حاصل کر سکے۔ نیز صاحب معجزہ اور صاحب کرامات کی غرض صرف دعوت و ارشاد اور مرضیات الہیہ ہوتی ہے۔ دنیاوی اغراض اس کے پیش نظر نہیں ہوتیں۔ ”ان اجری الاعلیٰ اللہ“ کا نعرہ اس کی زبان پر ہوتا ہے۔ لیکن ایک جادوگر کا ترانہ ”ان لنا لاجر ان کنا نحن الغالبین“ ہوتا ہے۔

رابط آیات: چھٹا قصہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سبطیوں اور قبطیوں سے متعلق ہے۔ حضرت موسیٰ کے معجزوں کی عظمت، فرعونوں کے کفر کی شدت اور بنی اسرائیل کی عجیب و غریب جہالت کی وجہ سے قرآن کریم میں اس قصہ کو بار بار دہرایا گیا اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی آدھے پارہ تک اسی قصہ کی تفصیلات چلی گئی ہیں۔

﴿تشریح﴾: آیات سے کیا مراد ہے: آیات سے مراد یا تو صرف یہی دو معجزے ہیں اور ان کو جمع کے صیغہ سے بیان کرنا ان کے بڑے ہونے یا بار بار واقع ہونے کی وجہ سے ہو اور یا پھر نو معجزات مراد ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ جو اگرچہ مختلف اوقات میں ظاہر ہوئے۔ لیکن یہاں اجمالی طور پر مجموعی وقت مراد ہوگا۔

بنی اسرائیل کا نبی ہونے سے ساری دنیا کا نبی ہونا لازم نہیں آتا: فرعون اور ربایوں کی تخصیص محض اس لئے ہے کہ عوام ان ہی کے تابع ہیں۔ پس وہ بدرجہ والی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے مکلف اور مخاطب ہوں گے۔ چنانچہ دوسری آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانا ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ محض اتنے پھیلاؤ سے وہ عموم بعثت لازم نہیں آتی جو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ دوسری آیات سے حضرت ہارون علیہ السلام کا رفیق سفر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں شاید تابع ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ بنی اسرائیل پر بے حد مظالم کر کے انسانی حقوق چونکہ پامال کئے جا رہے تھے اس لئے خاص طور پر اس کو اہمیت دینے کے لئے یہاں صرف اسی کو ذکر کیا گیا ہے ورنہ دوسری آیات میں تو حید کا بیان بھی آیا ہے اور بعض کے نزدیک اسل کے معنی صرف آزاد کرنے کے ہیں۔ شام کی طرف بھیجا اس میں داخل نہیں ہے۔

معجزہ اور جادو کا فرق: اور مبین کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں معجزوں سے واقعی حقیقت تبدیل ہو جاتی تھی۔ محض خیالی بات نہ تھی۔ باقی ”للسناظرین“ کے لفظ سے کوئی نظر بندی کا شبہ نہ کرے۔ کیونکہ اس لفظ سے تو اور زیادہ تاکید ہو رہی ہے۔ یعنی کھلی آنکھوں لوگوں نے سانپ بنے اور ہاتھ چمکنے کا منظر دیکھا۔ کوئی شعبہ بازی نہیں تھی اور یہی فرق ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ اور جادو گروں کے اس جادو میں۔ باقی مطلق معجزہ اور مطلق جادو کا فرق ابھی ”تحقیق و ترکیب“ عنوان کے آخر میں گزر چکا ہے۔

فرعون پر وپیکنڈ: سرید ان بخوجکم جب کوئی گری ہوئی جماعت اٹھنا اور اپنی حالت سنوارنا چاہا کرتی ہے تو ظالم طاقتیں اسے بغاوت سے تعبیر کیا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سیدھا سادہ مطالبہ صرف یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے دیا جائے، لیکن اس معصومانہ مطالبہ کو بھی مصر کے گردن کشوں نے کیسا بھیانک رنگ دیا اور اسے ملکی بغاوت قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ شخص مصریوں کو ان کے اپنے وطن سے نکال باہر کرنا چاہتا ہے۔ کچھ ٹھکانا ہے اس جھوٹ کا۔

جادو محض فریب نظر کا نام نہیں:..... سحر و اعیان الناس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر قسم کے جادو میں صرف نظر بندی ہی ہوتی ہے اور حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس خاص جادو کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ محض نظر بندی اس سے نہ تو جادو کی سب قسموں کا نظر بندی میں حصر لازم آتا ہے اور نہ دوسری قسموں میں حقیقت تبدیل ہونے کی نفی کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت ہے۔ نیز ”سحر عظیم“ کے لفظ سے بھی یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب اس نظر بندی کو ”بڑا جادو“ کہا گیا ہے تو اور طریقے اس نظر بندی سے کم اور چھوٹے ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اول تو عظیم سے بڑھ کر ایک درجہ اعظم کا ہوتا ہے۔ پس ممکن ہے کچھ اور قسمیں جادو کی اعظم ہوں۔ پھر عظیم کے مراتب اور درجے بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ کوئی ادنیٰ، کوئی درمیانی، کوئی اعلیٰ، پس ہو سکتا ہے کہ کسی لحاظ سے یہ نظر بندی عظیم ہو اور کسی دوسرے اعتبار سے تبدیل حقیقت عظیم ہو۔

فعلبوا هالک۔ سورۃ طہ میں ہے کہ یہ معاملہ مصریوں کے تہوار کے دن پیش آیا تھا۔ اس وقت کچھ تو عداوت بڑا جمگھٹا ہوتا ہوگا اور اب بھی زیادہ عظیم الشان اجتماع ہو گیا ہوگا اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ موقع مناسب سمجھ کر تجویز فرمایا تھا۔

”برب العلمین“ کے ساتھ ”رب موسیٰ و ہارون“ اس لئے بڑھا دیا ہے کہ فرعون جو اپنے لئے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وہ کہیں خوش نہ ہو جائے یا دوسروں کو کسی غلط فہمی کا موقع نہ مل جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ پہل کرنے کی اجازت دی تھی۔۔۔
معجزہ کا کفار سے مقابلہ کرنا اگرچہ کفر ہے اور کفر کی اجازت ایک مومن بھی نہیں دے سکتا۔ چہ جائیکہ ایک اولوالعزم پیغمبر اجازت دے۔
پھر القوا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے اس کی اجازت دی؟ مفسر علامہ نے اسی کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر ڈالنے کی اجازت نہ بھی دیتے تب بھی وہ لوگ یہ کارروائی ضرور کرتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منشاء محض ڈالنے کی اجازت دینا نہیں تھا۔ بلکہ دوسری آیت ”اول من القی“ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام پہل کرنے میں ہو رہا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ حق کے اظہار کے لئے ایک شق کو اختیار فرمایا۔ کیونکہ دوسری صورت میں ”عصا موسیٰ“ کا سانپ بننا تو ظاہر ہو جاتا۔ مگر ان پر غلبہ ظاہر نہ ہوتا اور اب پہلے سے جادو گروں کی پڑی ہوئی لاثیہوں اور رسیوں کو آنا فنا اور دفعۃً نکل جانے سے ”ہارجیت“ کا بہت جلد کھلی آنکھوں فیصلہ ہو گیا۔ جادو گروں کی طرف سے بعد میں لاثیاں اور رسیاں ڈالنے کی صورت میں بھی اگرچہ ”عصائے موسیٰ“ ان کو نکل کر مغلوب کر سکتا تھا، لیکن اچانک اور ایک دم یہ چھاپہ مار صورت نہ ہوتی۔ غرضیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہل کرنے کی اجازت دی ہے جادو کرنے کی نہیں۔

فرعون کی طرف سے ”سازش“ کا جھوٹا الزام:..... فرعون نے ”ان هذا لمکر“ یا تو ویسے ہی خن پروری کے لئے کہہ دیا ہوگا اور یا بقول بعض حضرات اس کا منشاء مقابلہ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کی ایک باہمی گفتگو ہو جس سے جادوگر متاثر ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں جیت گیا تو پھر کیا تم لوگ ایمان لاؤ گے؟ انہوں نے کہا تھا ”ہاں ضرور۔“ اور فرعون یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسی ”بات چیت“ کو وہ غلط پروپیگنڈے کے طریقہ پر سازش کا نام اور قوتی خطرہ کا رنگ دیتا ہے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ تمام باشندگان ملک کے سامنے اسے شکست فاش ہوئی اور جن جادوگروں پر بھروسہ کیا تھا وہی ایمان لے آئے تو ڈرا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہو جائیں، اس لئے جادوگروں پر مکرو

سازش کا انرا گایا کہ یہ سب ٹلی بھگت ہے۔

فرعون نے نو مسلم جادو گروں کو سزا دی تھی یا نہیں: باقی ان نو مسلموں کو فرعون نے سزا دی تھی یا نہیں؟ اس میں دونوں قول ہیں۔ ابن عباسؓ کے نزدیک سزا ہوئی۔ غیثا پوری اسی کو اظہر اور ”مذہب اکثر“ مانتے ہیں۔ چنانچہ ”اتدر موسیٰ و قومہ“ کے ساتھ ان ”ساحروں“ کا ذکر نہیں ہے۔ نیز صبر کی دعا کرنا بھی بلا آنے کی دلیل ہے۔ لیکن دوسرے حضرات ”استمما من اتبعکم العالبون“ سے استدلال کرتے ہوئے سزا کا انکار کرتے ہیں۔ تاہم پہلے استدلال کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ نو مسلم جادوگر بھی قوم موسیٰ میں داخل ہو گئے اس لئے الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور صبر سے مراد ایمان پر جیسے رہنا ہو۔ اسی طرح دوسرے استدلال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ غلبہ سے مراد دلیل کا غلبہ ہے۔ اس کے علاوہ قتل ہو جانا غلبہ کے منافی نہیں ہے۔ آخر ناب فریق میں چھوٹے و بڑے مقتول بھی ہوا ہی کرتے ہیں۔ بہر حال سچا ایمان اگرچہ ایک لمحہ کا ہو، ایسی روحانی طاقت پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے مرعوب و مستخر نہیں کر سکتی۔ وہی جادوگر جو فرعون سے صلہ و انعام کی التجائیں کر رہے تھے ایمان لانے کے بعد یک لخت ایسے بے پرواہ ہو گئے کہ سخت سے سخت جسمانی عذاب کی دھمکی بھی انہیں ڈمکانہ نہ تھی۔

اطراف آیات آیت یسردان یخبر حکم الخ میں جس طرح فرعون نے ایک حق کو باطل کی صورت میں تمسیس کر کے پیش کیا۔ یہی شیوہ ہوتا ہے صوفیائے باطل کا کہ وہ اہل حق کی باتوں کو برے برے عنوان سے پیش کر کے عوام میں ان سے نفرت پیدا کر دیتے ہیں۔

آیت قال القوا الخ سے بعض مشائخ کے اس طریقہ کی اصل نکلتی ہے کہ بعض دفعہ مصلحت بظاہر برے یا گنہ کے کامی وہ اجازت دے دیا کرتے ہیں۔ جس میں آخر کار کوئی دینی صحت چھپی ہوئی ہے اور وہی مقصود ہوتی ہے آیت فلما القوا الخ سے نئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ خلاف عادت اور اچھنبے کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ وہ گمراہ لوگوں سے بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ جادو کی ایک قسم خیال بندی اور نظر بندی بھی ہوتی ہے۔ مسمریزم اسی میں داخل ہے۔ تیسری یہ کہ ایسی باتوں سے ایک صاحب کمال بہ ظن بھی متاثر ہو سکتا ہے اور یہ تاثر اس کے باطنی کمال کے منافی نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس موقع پر خائف ہوئے۔ نیز اہل حق کا ایسی باتوں پر یا ان کے توڑ پر قادر ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ آیت والقی السحرة الخ سے معلوم ہوا کہ طریقت میں اصل مدار جذب حق پر ہے۔ جیسا کہ اہل طریق سے ثابت ہے۔

وقال المملأ من قوم فرعون له اتذر تترك موسى وقومه ليفسدوا في الارض بساء الى محاصنت ويدر لك والهلك وكان صنع لهم اصناما صغارا يعبدونها وقال اتارثكم وربها ويد اقل ارثكم لا على قال سنقتل بالتشديد والتخفيف ابناؤهم المولودين ونستحي نستقي نساءهم كمعد بهم من قس وانا فوقهم قهرون ﴿۱۳۷﴾ فادروا ففعلوا بهم ذلك فشكا بنو اسرائيل قال موسى لقومه استعينوا بالله واصبروا على اذاهم ان الارض لله يورثها يعطيها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين ﴿۱۳۸﴾ الله قالوا قوم موسى اودينا من قبل ان تاتينا ومن بعد ما جئتنا

قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾
 فِيهَا وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ بِالْفَحْطِ وَنَقَصَ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳۰﴾
 يَنْعَصُونَ فَبِئْسَ مَا جَاءَ تَهُمُ الْحَسَنَةُ الْخَضْبُ وَالْغَنَىٰ قَالُوا لَنَا هَذِهِ أَيْ نَسْتَحِقُّهَا وَلَمْ يَشْكُرُوا
 عَسَىٰ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ جَذَبَ وَبَلَاءٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا إِنَّمَا
 ظَنَرَهُمْ سُوءُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ يَأْتِيهِمْ بِهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۱﴾ أَنْ مَا يُصِيبُهُمْ مِنْ عِندِهِ وَقَالُوا
 بِمُوسَىٰ مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ قَدْ عَا غَيْبَهُ فَأَرْسَلْنَا
 عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَهُوَ مَاءٌ دَخَلَ بُيُوتَهُمْ وَوَضَلَ إِلَىٰ حُلُوقِ الْجَالِسِينَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَالْجَرَادُ فَآكَلَ رِعْرِعُهُ
 وَسَارَهُمْ كَذَلِكَ وَالْقُمَّلُ الشُّوسُ أَوْ نَوْعٌ مِنَ الْقِرَادِ فَيَتَعَ مَاتَرَكَةَ الْجَرَادِ وَالضَّفَادِعُ فَمَلَّتْ بُيُوتَهُمْ
 وَطَعَمَتْهُمْ وَالدَّمُ فِي مِيَاهِهِمْ آيَةٌ مُّفَصَّلَتٌ مُّبَيَّنَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا وَكَانُوا قَوْمًا
 مُّجْرِمِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ أَعَذَابُ قَالُوا يَا مُوسَىٰ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
 عِنْدَكَ مِن كَشْفِ أَعَذَابِ عَنَّا إِنَّ آمَنَّا لَكُنْ لَا مَقْصِدَ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَ لَكَ وَلِنُرْسِلَنَّ
 مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا بِدَعَاءِ مُوسَىٰ عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بِلُغْوِهِ إِذْ هُمْ
 يَنْكُثُونَ ﴿۱۳۵﴾ يَنْقُصُونَ عَهْدَهُمْ وَيُصِرُّونَ عَلَىٰ كُفْرِهِمْ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ أَوَّلَ صَبْحٍ
 بِأَنَّهُمْ بِسَبِّ هُمْ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ لَا يَتَذَكَّرُونَهَا وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا
 يُسْتَضْعَفُونَ بِالْإِسْتِعْبَادِ وَهُوَ بَنُو إِسْرَءِيلَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا بِالْمَاءِ
 وَالشَّجَرِ صِفَةً بِالْأَرْضِ وَهِيَ الشَّامُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ وَهِيَ قَوْلُهُ وَرِيدُ أَنْ تَمُنَّ عَلَى
 الَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ بِمَا صَبَرُوا عَلَىٰ آذَىٰ عَدُوِّهِمْ وَدَمَرْنَا أَهْلَكَا مَا كَانَ يَصْنَعُ
 فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ مِنَ الْעِمَارَةِ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿۱۳۷﴾ بِكُسْرِ الرَّاءِ وَضَمِّهَا يَرْفَعُونَ مِنَ لُتْيَانٍ وَجُوزْنَا
 سَرًا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَاتُوا فَمَرُّوا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكِفُونَ بِصَمَةِ الْكَافِ وَكَسَرِهَا عَلَىٰ أَصْنَامٍ
 لَهُمْ يُقِيمُونَ غَنَىٰ عِبَادَتِهَا قَالُوا يَا مُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا صَمَا نَعْبُدُ كَمَا لَهُمُ الْهَةُ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ
 تَجْهَلُونَ ﴿۱۳۸﴾ حَيْثُ قَابِلْتُمْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بِمَا قُلْتُمُودُ أَنْ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ هَؤُلَاءِ مَا هُمْ فِيهِ وَبَطْلٌ
 مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا مَّعْبُودًا وَاضِلُهُ أَبْغَىٰ لَكُمْ وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى
 الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۰﴾ فِي زَمَانِكُمْ بِمَا ذَكَرَهُ فِي قَوْلِهِ وَادْكُرُوا إِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ فِي قَرَارِكُمْ مِنْ آلِ

فَرْعَوْنَ يَسُومُونَكُم بِكَلِفٍ مِّنْكُمْ وَيَذِقُونَكُم سُوءَ الْعَذَابِ أَشَدَّهُ وَهُوَ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ يَسْتَبِقُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكَ لَكُمْ الْإِنْصَاءُ أَوِ الْعَذَابِ بَلَاءٌ إِنْصَاءٌ أَوْ إِبْتِلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ أَوَلَا تَتَعَطَّوْنَ فَتَنْتَهُوْنَ عَمَّا قُلْتُمْ

ترجمہ: ... اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے (چھوڑ دیں گے) کہ وہ ملک میں بد امنی پھیلاتے پھریں (آپ کی مخالفت پر لوگوں کو ابھارتے رہیں) اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو نظر انداز کئے رہیں (فرعون نے چھوٹے چھوٹے بت بنا کر رکھ چھوڑے تھے جن کی لوگ پوجا پاٹ کرتے رہتے اور کہتے تھے کہ میں ان سب کا اور تمہارا رب ہوں۔ اسی لئے فرعون اپنے کورب اعلیٰ کہا کرتا تھا) فرعون بولا! ہم ابھی قتل کر دیں گے (یہ لفظ تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرف پڑھا گیا ہے) ان کے (نومولود) لڑکوں کو اور زندہ (باقی) رہنے دیں گے ان کی عورتوں کو (جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہیں اور ہمیں ہر طرح کا ان پر زور ہے) ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اسرائیلی لوگوں پر قبطیوں نے یہ آرڈر نافذ کر دیا۔ جس کی شکایت اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر رہے ہیں (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کا سہارا رکھو اور جتنے رہو (ان کی تکلیفوں پر صبر کرو) باشبہ یہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کا وارث (مالک) بنادیتے ہیں اور اخیر (اچھی) کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ (موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے) بوجہ کہنے لگے ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ آپ کی تشریف آوری نے پہلے بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو برباد کر دیں گے اور تمہیں ملک میں ان کی جگہ حکومت دے دیں گے۔ پھر (ملک میں) تمہارا طرز عمل دیکھیں گے اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے فرعون کی قوم کو مبتلا کیا تھا خشک سالی اور پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ چونکیں (سبق حاصل کر کے ایمان لے آئیں) پھر جب ان پر خوش حالی (سرسبزی اور دولت) آجاتی تو کہتے یہ تو ہمارے لئے ہونا چاہئے (یعنی ہم اسی لائق ہیں۔ پھر بھی اس پر شکرا ادا نہ کرتے) اور اگر کوئی بد حالی (خشک سالی اور مصیبت) پیش آجاتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے روموں (ساتھیوں کی نحوست (بدفالی) بتلاتے۔ سن رکھو! ان کی نحوست (بدفالی) اللہ کے یہاں تھی (جہاں سے ان کے پاس آتی ہے) لیکن ان میں سے بہتوں کو یہ بات معلوم نہیں (کہ جو کچھ ان پر مصیبت آتی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے) اور (موسیٰ علیہ السلام سے) یوں کہتے ہیں، ہم پر چادو چلانے کے لئے کیسی ہی اور کتنی ہی نشانیاں ہمارے سامنے لاؤ۔ پر ہم ماننے والے نہیں ہیں۔ (اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی) پھر تو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا (جس کا پانی ان کے گھروں میں گھس آیا اور بیٹھے ہوؤں کے گلے گلے آ گیا۔ سات دن یہی سماں رہا) اور مٹی دل (جنہوں نے ان کی کھیتیاں اور پھل اسی طرح سات روز تک چٹ کر دیئے) اور جوئیں یا ایک خاص قسم کی چھوٹی کھیاں (گھن کا کیزا یا مٹی کی ایک خاص قسم ہے جو عام مٹیوں سے بچی ہوئی ہریالی کو صاف کر دیتی ہے) اور مینڈک (چنانچہ ان کے گھروں اور کھانوں میں امنڈ پڑتے تھے) اور خون (پانیوں میں)۔ یہ سب کھلی کھلی (صاف) نشانیاں تھیں۔ اس پر بھی وہ تکبر کرتے رہے (ان معجزات کو مان کر نہیں دیئے) اور یہ لوگ چھ تھے ہی جرائم پیشہ۔ اور جب ان پر (عذاب کی) سختی ہوئی تو کہنے لگے۔ "اے موسیٰ علیہ السلام! آپ کے پروردگار نے آپ سے جو عہد کر رکھا ہے (عذاب اٹھانے کے متعلق ہمارے ایمان لانے کی صورت میں) اس کی بناء پر ہمارے لئے دعا کر دیجئے۔ اگر (اس میں) لام قسم کے لئے ہے) ہم سے عذاب ٹل گیا آپ کی دعا کی برکت سے تو ضرور ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی

آپ کے ساتھ جانے کے لئے آزاد کر دیں گے۔ پھر جب ہم نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے) ان پر سے عذاب اٹھالیا، ایک خاص وقت تک کے لئے کہ انہیں اس تک پہنچنا تھا تو دیکھو اچانک وہ اپنی بات سے پھر گئے (عہد شکنی کر بیٹھے اور کفر پر جے رہے) بالآخر ہم نے انہیں پوری سرادی اور انہیں سمندر (شور سمندر) میں غرق کر دیا۔ اس وجہ (سبب) سے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے بالکل ہی بے توجہی برتتے تھے۔ (غور نہیں کرتے تھے) اور ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل ہی کمزور شمار کئے جاتے تھے (غلامی اور بے گاری کی وجہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں) اس سرزمین کے پورے پچھتم کا مالک بنادیا جو ہماری بخشی ہوئی برکت سے مالا مال ہے (پانی اور درختوں کے ذریعہ سے یہ ارض کی صفت ہے۔ مراد ملک شام ہے) اور آپ کے پروردگار کا نیک وعدہ پورا ہو گیا (یعنی ارشاد باری سرید ان نمن علی الذین استضعفوا الخ) بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے (دشمنوں کی تکلیف پر) اور ہم نے درہم برہم (برباد) کر دیا فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی (عمارت اور) اونچی اونچی بلڈنگوں کو (لفظ معر شون کسر راہ اور ضم راء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے جو کچھ وہ عمارتیں اٹھاتے تھے) اور ہم نے سمندر پار اتار دیا (عبور کرادیا) بنی اسرائیل کو، پس وہاں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو مجاور بنے بیٹھے تھے (کاف کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے) اپنے بتوں کے (ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے تھے) لگے کہنے بنی اسرائیل کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنادیتے (تاکہ بت پرستی کریں ہم) جیسا کہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے (اللہ کی نعمتوں کا مقابلہ ن چیزوں سے کرتے ہو جو تم بک رہے ہو) یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ تو تباہ (برباد) ہو کر رہے گا اور انہوں نے جو عمل اختیار کیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ فرمایا کیا اللہ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں؟ (ابغیکم کی اصل ابغی لکم تھی) حالانکہ انہوں نے ہی تمہیں دنیا کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے (تمہارے زمانہ میں جس کا بیان آگے ہے) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں بچالیا تھا (اور ایک قرأت میں انجا کم ہے) فرعونوں سے جو تمہیں ستارہ تھے (تمہیں تکلیفیں دینے اور ان کا مزہ چھاتے بہت بری طرح) سخت ترین عذاب اور وہ یہ تھا کہ (تمہارے بیٹوں کو بکثرت مار ڈالتے اور زندہ چھوڑ دیتے) (باقی رہنے دیتے) تمہاری عورتوں کو اور اس (بچانے یا عذاب دینے) میں بڑی ہی آزمائش تھی (انعام یا بلاء) تمہارے پروردگار کی طرف سے (کیا پھر بھی تم لوگ عبرت نہیں پکڑتے کہ اپنی بکواس سے باز آ جاؤ۔)

تحقیق و ترکیب: الہتک جلال محقق نے اشارہ کر دیا کہ یہ اضافت ادنیٰ تلمیس کی وجہ سے ہے، کیونکہ فرعون نے ان کو بنوا کر پرستش کے لئے رکھوا دیا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرعون جب بھی کوئی خوبصورت گائے دیکھتا تو اس کی پوجا کرتا اور کراتا۔ بہر حال الہتک کی آسان تفسیر وہی ہے جس کو مفسر محقق نے اختیار کیا ہے جو سدئی کا قول ہے۔ یعنی فرعون نے بت بنوا کر تقسیم کر رکھے تھے۔ بلکہ بعض کے قول کے مطابق خود اپنی تصویر کے بت بنوائے تھے اور بعض فاضلوں کا کہنا یہ ہے کہ مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ جن میں سب سے بڑا دیوتا سورج تھا۔ جسے ”رع“ کہتے تھے۔ چونکہ بادشاہوں کو اس کا اوتار سمجھے تھے اس لئے لقب ”فرع“ تھا جو عبرانی میں جا کر ”فراعو“ اور عربی میں ”فرعون“ ہو گیا۔

کھعلنا۔ یہ اشارہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو فرعون نے بچوں کا قتل عام کیا تھا اس سنگین حکم کی طرف۔ عسی ربکم پہلے استعینوا الخ سے کنایہ فتح کی بشارت دی تھی۔ اب مزید صراحت پیغام سنایا جا رہا ہے اور یقین کے الفاظ سنے نہیں کہے کہ موجودہ لوگوں سے کچھ کرنے کرانے کی توقع نہیں تھی۔ چنانچہ فتح مصر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی ہے۔

فی نظر اس سے مراد انرا اللہ کا اس کے فساد کو دیکھنا ہو تو فاء تعقیب کی وجہ سے یہ اشکال ہوگا کہ اللہ کا دیکھنا فساد اعمال کے بعد

ہونا چاہئے اور یہ حادثہ زمانی ہے جو اللہ کی صفت میں نہیں ہونا چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ دیکھنے کا تعلق اعمال کے ساتھ حادثہ ہوگا جو ایک نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت حقیقیہ نہیں ہے۔ کیونکہ نسبت اضافات میں سے ہوتی ہے۔ پس صفت حقیقیہ حادثہ نہ ہوتی بلکہ اس کا تعلق حادثہ ہوا۔

الطوفان حالانکہ سبطیوں اور قبطیوں کے مکانات ملے ہوئے تھے مگر عذاب الہی نے دونوں میں فرق کر رکھا تھا۔ جب قبلی گزر گئے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے موسلا دھار بارش رکی۔

الحواد۔ ہفتہ کے روز یہ عذاب شروع ہو کر ہفتہ کے روز تک رہا۔
القمل اس لفظ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بقول مفسر علامہ ابن عباسؓ نے تو گھن کے کیڑے کے معنی لئے ہیں اور قنادہ کی رائے میں ٹڈیوں کے بچوں کو پروں کے جننے سے پہلے کہتے ہیں اور عکرمہ کے نزدیک یہ ٹڈی کی ایک خاص قسم ہوتی ہے اور عطاء اس کے معنی جوں کے لیتے ہیں۔ چنانچہ تورات میں بھی جوڑوں کا ذکر ہے اور عربی میں چھوٹی مکھیوں کو بھی قمل کہتے ہیں اور مکھیوں کی کثرت بیماری کا سبب ہوتی ہے۔

الدم تورات میں ہے کہ دریائے نیل کا پانی خون کی طرح ہو گیا تھا اور تمام مچھلیاں مر گئی تھیں۔
مفصلات بقول مفسر واضح کے معنی ہیں اور مفصل کے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک ایک مہینہ کے فصل سے یہ عذاب آ رہے تھے اور ایک ایک ہفتہ رہتے تھے۔

الیم صاحب کشاف، ابوالسعود، قاضی بیضاویؒ کے نزدیک یم کے معنی سمندر کے ہیں۔ جس کی تہ کا پتہ نہ چلے گا۔ یہی فرماتے ہیں کہ شور اور شیریں دونوں سمندر پر یہ لفظ بولا جاسکتا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا گیا ہے: ”فأقدفہ فی الیم“ حالانکہ دریائے نیل شیریں تھا۔ امام رازیؒ بھی مطلقاً دریا کے معنی لے رہے تھے اور صاحب قاموس بھی۔ اس سے مفسر کا ”بحر“ مع کے ساتھ تفسیر کرنا ضعیف اور تمام مفسرینؒ اور لغت کے خلاف ہے۔

غفلین۔ جلال محققؒ اس شبہ کا دفعیہ کر رہے ہیں کہ غفلت پر کیسے مواخذہ ہو گیا؟ پس غفلت کے معنی عدم تدبیر کے لینے سے یہ اشکال صاف ہو گیا۔ کیونکہ تدبیر نہ کرنا اختیاری ہے اور قابل مواخذہ ہے۔ چنانچہ قاموس میں ہے کہ غفل عنه غفولاً کے معنی ترک اور سہو کے ہیں۔ مصباح میں ہے کہ غفلت کا استعمال لا پرواہی سے کسی چیز کو چھوڑ دینے کے آتے ہیں۔

صفة لارض۔ چونکہ اس صورت میں صفت موصوف کے درمیان عطف کا فاصلہ لازم آئے گا جو اجنبی ہے اس لئے مشارق و مغارب کی صفت بنانا بہتر ہے۔

قولہ وزید۔ اسی طرح اس سے مراد عسی ربکم الخ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس پر خدشہ رہے گا کہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ حق تعالیٰ کا قول تو بطور حکایت کے ہے۔ جو زنا۔ یہ سمندر پار کر دینا چونکہ دسویں محرم کو پیش آیا اس لئے عاشور کے نام سے بطور شکر یہ روزہ یادگار رہا ہے۔

اصنام۔ یہ بتیل کی شکل کا بت تھا یا حقیقہ گائے تھی اور یہ پجاری کنعانی لوگ تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعد میں مروادیا تھا۔

رابط آیات:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا سلسلہ بیان چل رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: الی اجل هو بالغرہ سے مراد دوسری بلا کے آنے سے پہلے پہلے کا وقت ہے۔

اتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے: قحط سالی اور پھلوں اور پیداوار کے مارے جانے پر اگرچہ لوگوں نے حسد کی نسبت اپنی طرف اور سیدہ کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی تھی۔ لیکن طوفان وغیرہ عذابوں کے تسلسل سے جب پچھو، غ درست ہوا تو ”ادع لنا ربک“ پکارا اٹھے۔ پھر بھی ”ربک“ کا طرز خطاب ملاحظہ ہو کہ ”رسی جلّیٰ مگر بٹ نہیں گئے“ کیا حکایت ہے اس دماغی خناس کا۔

نی اسرائیل کس ملک کے مالک بنے: لیث بن سعد کی تفسیر کے مطابق مشارق الارض الخ اور آیت ان لارض للہ الخ سے مراد ملک مصر ہے۔ یعنی فلسطین و شام جو مصر کا پوربی حصہ ہے اس کے اور مغربی حصوں میں جزیرہ نمائے سینا کا جو فلسطین کے پچھم میں ہے۔ غرض تمام علاقہ کے یہ لوگ مالک ہو گئے تھے جو مصری شہنشاہیت کا باج گزار تھا۔ مصر میں ظاہری اور باطنی رکات تو تھیں ہی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش مبارک مدفون ہونے کی وجہ سے باطنی برکت سے محروم نہیں تھا۔ لیکن بقول بعض کہ دونوں آیتوں میں ملک شام مراد لیا جائے تو وہ اپنی ظاہری برکات کی طرح باطنی برکات کا بھی ایک بڑا گوارہ تھا۔ کیونکہ یہ خطہ زاروں انبیاء علیہم السلام کا مدفن رہا ہے۔ لیکن اس صورت میں ان آیات کا مضمون پہلی آیتوں سے کچھ میل نہیں کھاتا۔ اس لئے وجہ کرتے ہوئے یوں کہہ لیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ تم لوگ اپنے آبائی وطن شام نہیں جاسکتے، لیکن سب زمین اللہ کی ہے۔ تم صبر کرو۔ وہ تمہیں یہ زمین اس طرح بھی دے سکتا ہے کہ جو دشمن اس وقت روک بنا ہوا ہے وہ تباہ ہلاک ہو جائے اور کسی وقت آگے چل کر قوم عمالقہ جو فی الحال شام پر قابض ہے تم سے مقابلہ میں مغلوب ہو جائے اور اس طرح تمہیں وہاں رہنا بسنا نصیب ہو جائے۔ لیکن بغوی اور سرزمین سے مراد شام و مصر دونوں کا مجموعہ لے رہے ہیں اور یہ قول انسب ہے کیونکہ اس صورت میں جنس زمین مراد ہو جائے گی جس کا وارث ہونا خواہ مالک بننے کی صورت میں ہو یا رہتے سہنے کے طریقہ پر۔

دواشکالوں کا جواب: اور بما صبروا۔ اسرائیلیوں کے پہلے قول اوذینا الخ کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہاں مقصد شکایت اور اظہار تکلیف نہیں تھا۔ بلکہ محض حزن و ملال تھا جو صبر کے منافی نہیں ہے۔ آیت و دمرنا الخ سے شہر کی عمارات کا برباد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سورہ شعراء کی آیت فاخرو جنا ہم من جنت الخ سے ان کا صحیح سالم رہنا معلوم ہو رہا ہے؟ پس ان میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سورہ تو عمارتیں مسمار نہ ہوئی ہوں۔ لیکن حکومت کے بدلنے سے جو انقلاب ہوتے ہیں اور انتظامات میں کافی اونچ نیچ آ جاتی ہے، جس کا نقشہ آیت ان الملوک اذا دخلوا الخ میں کھینچا گیا ہے۔ پس درہم برہم کرنے سے مراد یہی تغیرات لئے جائیں۔ بقول بغوی اجعل لنا الہا الخ سے ان کی بے ہودہ درخواست انکار تو حید کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ ان دیکھے خدا تک پہنچنے کے لئے انہوں نے ایک محسوس چیز کو وسیلہ بنانا چاہا اور سمجھے کہ اس سے اللہ کا قرب و وصال زیادہ حاصل ہوگا۔ اسی کو جہالت فرمایا گیا ہے۔

صحیح احساس ختم ہو جانے کے بعد اچھی چیز بھی بری معلوم ہوا کرتی ہے: دراصل محکومانہ زندگی کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہمت و حوصلہ کی روح پژمردہ ہو جاتی ہے۔ لوگ غلامی کی ذلت آمیز امن پر قناعت کر لیتے ہیں اور جدوجہد کی مشکلات سے جی چرانے لگتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہوا کہ عرصہ تک مصریوں کی غلامی میں رہتے رہتے اس درجہ مسخ ہو گئے تھے کہ ان کی

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آزادی اور کامرانی کی تلاش میں اپنی معمولی راحتوں سے کیوں ہاتھ دھو بیٹھیں جو غلامی کی حالت میں میسر آ رہی ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب صبر و استقامت کی تلقین کی تو شکر گزار ہونے کی جگہ الٹی شکایتیں شروع کر دیں یعنی ملول ہو گئے۔ وہ ان کی نجات کے لئے فرعون کا مقابلہ کر رہے تھے، انہیں شکایت ہوئی کہ تمہاری اس دوڑ دھوپ نے ہی فرعون کو اور زیادہ بہارا مخالف بنادیا اور تم فائدہ پہنچانے کی جگہ الناد وبال جان ہو گئے۔

کامیابی باہمت لوگوں کے قدم چومتی ہے:..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ جو جماعت دنیوی بے سروسامانی سے ہراساں اور تنگ دل ہو کر بے ہمت نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتی اور مشکلات اور کاوشوں کی پرواہ کئے بغیر جمی رہتی ہے وہی ملک کی وارث ہوتی ہے اور جو جماعت برائیوں سے بچنے والی اور عمل میں پکی ہوگی بالآخر کامیابی اسی کے لئے ہے۔

السی اجل هو بالغوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت اپنے اعمال کے ذریعہ ایک خاص نتیجہ تک پہنچتی رہتی ہے جو اس کی مقررہ جگہ ہے۔ اہل اُمر اچھے ہوتے ہیں تو یہ فلاح کی جگہ ہوتی ہے۔ برے ہوتے ہیں تو ہلاکت کی ہوتی ہے اور ورنہ اس سے قانون الہی یہ معلوم ہوا کہ ظالم قومیں جن مظلوم قوموں کو حقیر اور کمزور سمجھتی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ وہی شاہی اور جہانداری کی وارث ہو جاتی ہیں۔

لظائف آیات: آیت قال عسی ربکم الخ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا غالب اور کفار کا مغلوب رہنا نعمت الہی ہے۔ اس لئے بلا عذر کفار کے ہاتھوں ذلت و خواری میں پڑا رہنا ترک دنیا نہیں ہے۔ آیت فاغرقنا الخ سے معلوم ہوا کہ دنیاوی سزا کبھی گناہ پر بھی مرتب ہو جاتی ہے۔

آیت اجعل لنا الہا الخ کے ساتھ اگودہ حدیث بھی ملا لی جائے جس میں مشرکین کی دیکھ دیکھی صحابہؓ نے بھی تمواروں کو درخت پر لٹکانے کی اجازت چاہی تھی اور آپ ﷺ نے ممانعت فرماتے ہوئے تائید میں یہی آیت تلاوت فرمائی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ جب دنیاوی باتوں میں بھی اہل باطن کی حرص کرنا برا ہے تو عبادات میں بدعات کو برنگ عبادات اختیار کرنا تو کتنا برا ہوگا۔

وَوَعَدْنَا بِالْفِ وَذُوبَهَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً نُّكَلِّمُهُ عِنْدَ انْتِهَائِهَا بِأَنْ يَصُومَ مَعَهَا وَهِيَ ذُو الْقَعْدَةِ فَصَامَهَا فَلَمَّا نَسَتْ أَنْ كَرَّ خُلُوفٍ فَمِهِ فَاسْتَاكَ فَأَمَرَ اللَّهُ بِعَشْرَةِ أُخْرَى لِيَكَلِّمَهُ بِخُلُوفٍ فَمِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى وَاتَّمَمْنَهَا بِعَشْرِ مَنْ ذِي الْحَجَّةِ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ وَقْتُ وَعْدِهِ بِكَلَامِهِ إِيَّاهُ أَرْبَعِينَ حَالٌ لَيْلَةً تُمَيِّزُ وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَرُونَ عِنْدَ ذَهَابِهِ إِلَى الْجَبَلِ لِلْمَسَاحَةِ اخْلُقْنِي كُنْ خَلِيفَتِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ أَمْرَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ ۱۳۲ بِمُؤَافَقَتِهِمْ عَلَى الْمَعَاصِي وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا آتَى لِنُوقِتَ أَلَدِي وَعَدْنَاهُ بِالْكَلامِ فِيهِ وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۙ بَلَاوِ اسْطَلَّةٍ كَلَامًا يَسْمَعُهُ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ قَالَ رَبِّ أَرِنِي نَفْسَكَ أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرِنِي أَنِّي لَا تَقْدِرُ عَلَى رُؤْيِي وَالتَّعْبِيرُ بِهِ دُونَ لَنْ أَرَى يُفِيدُ امْكَانَ رُؤْيِيهِ تَعَالَى وَلَكِنْ

انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ الَّذِي هُوَ أَقْوَى مِنْكَ فَإِنْ اسْتَقَرَّتْ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِيْنِيْٓ أَيْ تَثْبُتُ لِرُؤْيَايَ وَالْأَفْلَاقَ طَاقَةً لَكَ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ أَيْ ظَهَرَ مِنْ نُورِهِ قَدْرُ نِصْفِ أَمِلَةٍ الْخَنْصَرِ كَمَا فِي حَدِيثٍ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ ذَكَا بِالْقَصْرِ وَالْمَدِ أَيْ مَذْكُوكًا مُسْتَوِيًا بِالْأَرْضِ وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا مَغْشِيًّا عَلَيْهِ لِهَوْلِ مَا رَأَى فَلَمَّا آفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ تَنْزِيهَا لَكَ تَبَّتْ إِلَيْكَ مِنْ سُؤَالِ مَا لَمْ أُوْمَرْ بِهِ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۳﴾ فِي زَمَانِي قَالَ تَعَالَى لَهُ يَمُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ اخْتَرْتُكَ عَلَى النَّاسِ أَهْلَ زَمَانِكَ بِرِسَالَتِي بِالْجَمْعِ وَالْأَفْرَادِ وَبِكَلَامِي أَيْ تَكْلِيمِي إِيَّاكَ فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ مِنَ الْفَضْلِ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۳۴﴾ لَا نَعْمَى وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَا حِ أَيْ الْأَوَا حِ التَّوْرَةِ وَكَانَتْ مِنْ سِدْرِ الْحَنَّةِ أَوْ زَبْرُجَدٍ أَوْ زَمْرُودٍ سَعَةً أَوْ عَشْرَةً مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا نَبِيًّا لِكُلِّ شَيْءٍ بِدَلٍّ مِنَ الْجَارِ وَالْمَجْرُورِ قَبْلَهُ فَخُذْهَا قَبْلَهُ قُلْنَا مُقَدَّرًا بِقُوَّةٍ بِحِدٍّ وَاجْتِهَادٍ وَأَمْرُ قَوْمِكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۳۵﴾ فِرْعَوْنَ وَآتِبَاعَهُ وَهِيَ مِصْرُ لَتَعْبُرُوا بِهِمْ مَرْجُلًا عَنْ آيَاتِي دَلَائِلِ قُدْرَتِي مِنَ الْمَصْنُوعَاتِ وَغَيْرِهَا الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنَا قُدْرَةٌ فَلَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهَا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ طَرِيقِ الرُّشْدِ الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا يَسْلُكُوهُ وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ الضَّلَالِ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ الصَّرْفُ بَانَّهُمْ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ الْبَعْثُ وَغَيْرِهِ حَبِطَتْ بَطَلَتْ أَعْمَالُهُمْ مَا عَمِلُوهُ فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْرٍ كَصِلَةِ رَحِمٍ وَصَدَقَةٍ فَلَا ثَوَابَ لَهُمْ لِعَدَمِ شَرْطِهِ هَلْ مَا يُجْزَوْنَ إِلَّا جَزَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۷﴾ مِنَ التَّكْذِيبِ وَالْمَعَاصِي

ع

ترجمہ: ... اور ہم نے وعدہ کیا تھا (یہ لفظ الف کے ساتھ اور بغیر الف کے دونوں طرح ہے) موسیٰ سے تیس راتوں کا (کہ یہ مدت پوری ہونے پر تمہیں شرف ہم کلامی بخشا جائے گا۔ اس میں روزہ رکھنا۔ اس سے مراد ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ لیکن جب مدت ختم ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے روزوں کی وجہ سے منہ کے بھپکارے بھپکنے کو ناگوار سمجھتے ہوئے مسواک کر لی۔ اللہ نے دس روزے اور بڑھانے کا حکم دیا تا کہ منہ کی وہی حالت پھر ہو کر گفتگو کے لئے تیار ہو سکیں جیسا کہ ارشاد ہے) پھر ہم نے دس راتیں (ذی الحجہ کی) بڑھا کر اسے پورا کر دیا۔ اس طرح پروردگار کے حضور آنے کی مقررہ عیاد (اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے وعدہ کا وقت) چالیس (یہ حال ہے) راتوں (یہ تیز ہے) کی پوری عیاد ہوگی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا (طور پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت) میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا (میرے جانشین بن کر رہنا) اور ان کے سب کام (درنگی سے کرنا اور بد نظمی پھیلانے والوں کی راہ مت چلنا) گناہوں میں ان کی موافقت نہ کرنا (اور موسیٰ جب ہمارے مقررہ وقت پر حاضر ہوئے) (جس وقت ان سے ہم نے گفتگو کا وعدہ کیا تھا) اور ان کے پروردگار نے ان سے باتیں کیں (براہ راست ایسا کلام جو ہر طرف سے سنا جا رہا تھا) تو پکاراٹھے۔ پروردگار!

مجھے اپنا جمال دکھا کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے (یعنی تم میرے دیدار کی تاب نہ لا سکو گے۔ اور ”لسن اری“ کی بجائے جواب میں ”لسن تراسی“ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے) مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (جو تم سے زبردست طاقت ور ہے) اگر نکارہا (اپنی جگہ برقرار رہا) تو تم بھی تاب گزارہ لا سکو گے (یعنی تجلی حق کی تاب لا سکو گے۔ ورنہ تمہاری یہ مجال کہاں!) پھر جب ان کے پروردگار نے ذرا جھٹک دکھائی (یعنی جب آدمی کن انگلی سے برابر اللہ کے نور کا جلوہ ہوا جیسا کہ حدیث میں ہے جس کی صحیح حاکم نے کی ہے) پہاڑ پر۔ تو پہاڑ کے پرچے اڑا دیے (لفظ پر کا بغیر مد کے اور مد کے دونوں طرح آیا ہے یعنی ریزہ ریزہ اور سرمہ ہو کر زمین سے مل گیا) اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے (جو کچھ دیکھتا تھا اس کی دہشت سے بے ہوش ہو گئے) پھر جب ذرا ہوش میں آئے تو بول اٹھے۔ خدایا! آپ کی ذات پاک ہے (آپ منزہ ہیں) میں آپ کے حضور معافی چاہتا ہوں (بغیر حکم سے اس قسم کی درخواست کرنے سے) میں پہلا شخص ہوں گا اس پر یقین رکھنے والوں میں (اپنے زمانہ کے اعتبار سے۔ حضرت موسیٰ کو حق تعالیٰ کا) ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ! میں نے تم کو امتیاز بخشا ہے (برگزیدہ بنایا ہے) لوگوں پر (تمہارے وقت کے لوگوں پر) اپنی پیغمبری (یہ لفظ جمع اور مفرد کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے) اور ہم کلام سے (یعنی اپنی ہم کلامی کا تم کو شرف بخشا ہے) پس جو کچھ میں نے تم کو (فضل) عطا کیا ہے اسے لو اور (میری نعمتوں کا) شکر بجالاؤ اور ہم نے ان چند تختیوں میں لکھ کر ان کو دین (تو رات کی تختیوں پر جو جنت کی پیری کی لکڑی یا زبرجد یا زمرہ کے پتھر سے بنی ہوئی تھیں اور سات یا دس تھیں) ہر قسم کی (دینی ضروری) باتیں نصیحت کی تھیں اور ہر چیز کی تفصیل (وضاحت) تھی (لفظ لکل شئی پہلے لکل شئی سے بدل ہے) پس اسے تھا مو (اس سے پہلے لفظ فلنا مقدر ہوگا) مضبوطی (کوشش اور سعی) سے اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ اس کے پسندیدہ احکام پر عمل کریں اور وہ وقت دور نہیں کہ ہم نافرمانوں (فرعون اور اس کے ساتھیوں) کی جگہ تمہیں دکھلا دیں گے (یعنی مصر کا تم ان لوگوں کو دیکھ کر عبرت پکڑو) میں اپنی نشانیوں سے (اپنی قدرت کے دلائل کو جو مصنوعات وغیرہ دیکھ کر حاصل ہوتے ہیں) برگشتہ ہی رکھتا ہوں ان لوگوں کو جو دنیا میں ناحق تمہارے ہیں (اس طرح کہ ان کو ذلت کا مزہ چکھا دیتا ہوں جس سے وہ ان نشانیوں میں غور ہی نہیں کر پاتے) اگر وہ دنیا بھر کی نشانیں دیکھ بھی لیں۔ پھر بھی ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر دیکھیں کہ ہدایت کی سیدھی راہ سامنے ہے (جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے) تب بھی کبھی اس پر نہ چلیں اور اگر دیکھیں کہ (گمراہی کی) ٹیڑھی راہ سامنے ہے۔ تو فوراً چل پڑیں۔ یہ (اس درجہ کی برگشتگی) اس لئے ہو جاتی ہے کہ وہ ہماری نشانیاں جھٹلاتے ہیں اور ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں (ایسے ہی پہلے بھی گزر چکا ہے) اور جن لوگوں نے ہماری نشانیاں اور قیامت کے پیش آنے (بعثت وغیرہ) کو جھٹلایا تو ان کے سارے کام اکارت (غارت) گئے (جو انہوں نے دنیا میں صلہ رحمی، یا صدقہ جیسی نیکیاں کی تھیں ان پر کوئی ثواب نہیں ملے گا ثواب کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے) وہ جو کچھ بدلہ پا میں گئے وہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ان ہی کی کرتوتوں کا پھل ہوگا جو دنیا میں وہ کرتے رہے (یعنی جھٹلانا اور گمراہ کرنا۔)

تحقیق و ترکیب: ثلثین لیلۃ۔ روزہ اگر چہ دن میں ہوتا ہے لیکن رات کی تخصیص بقول قاضی بیضاوی صوم وصال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے جو انبیاء کے لئے جائز ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں۔ اکما فی الحدیث ایکم مثلی الخ۔ بخلاف فمہ۔ اس سے مراد گندہ دہنی نہیں ہے جو اشکال ہو بلکہ خلومعدہ کی وجہ سے جو بھپکارہ روزہ دار کے منہ سے نکلتا ہے وہ مراد ہے جس کو ۲ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ المبک۔ فرمایا گیا ہے۔

میقات وقت اور میقات میں یہ فرق ہے کہ میقات میں پہلے سے عمل کی تعیین ہوتی ہے اور وقت میں نہیں۔

وقال موسیٰ: اس سے معلوم ہوا کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ وصیت تو کوہ طور پر جانے سے پہلے تھی۔

کلمہ لطف آمیز کلام بن کر اشتیاق جمال پیدا ہوا۔ من کل جہتہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ کا کلام قدیم مخلوق کے کلام جیسا نہیں ہے۔ وہ زمان و مکان کی قیود سے بالا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام میں ایسا ادراک پیدا فرما دیا تھا جس سے وہ کلام قدیم بن سکے۔ جس طرح جو ہر عرض نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کے جمال ذات کا عقلاً دیکھنا ممکن ہے۔ اسی طرح آواز و حروف کے بغیر اس کے کلام کا سننا بھی ممکن ہوگا اور شیخ ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی آواز سنی جو کلام الہی پر دالت کرتی تھی اور حضرت موسیٰ کی تخصیص اس معنی پر ہے کہ اللہ نے ان کو ایسی آواز سنائی جو بلا واسطہ اسباب تھی۔ کلام لفظی حادث اور کلام نفسی قدیم کا یہی فرق تھا۔ جس کے نہ جاننے سے مامون کے دور میں ”خلق قرآن“ کے نام سے ایک عظیم فتنہ کھڑا ہو گیا تھا اور معتزلہ کے اثر سے مامون کے ہاتھوں اللہ اسے معاف فرمائے۔ امام احمد بن حنبل اور شیخ عبد العزیز جیسے ہزاروں اللہ والوں کو ب دروئی کے ساتھ سخت ترین تکلیفیں دی گئیں جو مسلمانوں کی تاریخ کا نہایت تاریک اور سیاہ باب ہے۔

نفسلٹ۔ ارنی کے مفعول ثانی کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ارنی اور انظر الیہ میں شرط و جزاء ایک نہیں ہیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں۔ ادنی نفس و اجعلنی متمکنا من رؤیتک فانظر الیہ۔

لس نسو اسی۔ اللہ کو دیکھنا اس جملہ سے عقلاً محال معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ پہاڑ کا ٹھیراؤ ایک ممکن چیز ہے جس پر اللہ کے دیدار کو معلق کیا گیا ہے۔ اس سے عقلاً دیدار الہی بھی ممکن ہوا۔ ہاں حجاب بشریت دیکھنے والے (موسیٰ علیہ السلام) کے سامنے ہے۔ اللہ محبوب نہیں ہے اس کو دیکھنے والی آنکھ چاہئے فانی باقی کو اس وقت تک کیسے دیکھے جب تک فنا کے پل سے گزر کر دوام البقاء میں نہ پہنچ جائے۔ ولکن انظر۔ یہ حضرت موسیٰ کے لئے مترلات باری ہے۔ الجبل۔ اس پہاڑ کا نام زبیر تھا۔ جو سب سے بڑا پہاڑ تھا۔ اسی ظہر۔ یعنی تجلی بمعنی ظہور ہے۔ من نورہ۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت کی تخریج امام احمد امام ترمذی حاکم نے کی ہے۔ خر موسیٰ۔ ابن عباس اس کی تفسیر غشی کے ساتھ فرماتے ہیں اور بعض

حضرت موسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ لیکن زجاج کہتے ہیں کہ لفظ افاق اس خیال کی تردید کر رہا ہے۔ کیونکہ ”افاق من موتہ“ نہیں کہا جاتا ہاں افاق من غشیہ بول سکتے ہیں۔

قال یوموسیٰ: حضرت موسیٰ کی دل شکنی کے خیال سے ان کی تسلی کا انتظام فرمایا جا رہا ہے۔

فخذ ما اتیتک۔ عرفہ کے روز حضرت موسیٰ بے ہوش ہوئے تھے اور دسویں ذی الحجہ کو تورات مرحمت ہو گئی اور چونکہ حضرت ہارون وزیر تھے اس لئے خطاب میں صرف اصل کی رعایت رکھی گئی ہے۔

الواح التوراة۔ ربیع بن انس کی روایت کے مطابق تورات ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر نازل ہوئی تھی چنانچہ سال بھر میں اس کا ایک جز پڑھا جاسکتا تھا۔ اسی لئے بجز حضرت موسیٰ اور حضرت عزیرؓ اور حضرت عیسیٰؑ کے اس کو کوئی نہیں پڑھ سکا۔ یہ قرآن کریم ہی کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے کہ ہر زمانہ میں لاکھوں کروڑوں حفاظ نے باوجود زبان نہ جاننے کے اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا۔

من سدرة الجنة۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اور بغوی کہتے ہیں کہ تختی کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی اور حسن دس ہاتھ بتلاتے ہیں۔

با حسنہا۔ اس سے مراد وہ احکام ہیں جن میں زیادہ احتیاط کا پہلو ہو۔ کیونکہ احکام ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ عزیمت، رخصت، فرض، واجب، مندوب، جائز۔ پس مطلب یہ ہے کہ عزائم پر عمل کرنا چاہئے اور رخصتوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ مثلاً معاف کرنا بہ نسبت بدلہ دینے کے۔ صبر کرنا بہ نسبت مدد مانگنے کے احسن ہوگا اور یا کہا جائے کہ احسن اسم تفصیل اپنے معنی میں نہیں ہے بلکہ بمعنی حسن

ہے اور اس میں اضافت بیان یہ ہے۔ بغیر الحق یہ تکبر و ن کا صلہ ہے۔ یعنی اللہ کا تکبر برحق ہے اور دوسروں کا تکبر ناحق ہے۔ یہ تکبر و ن کے فاعل سے حال ہو۔

رابط آیات: حضرت موسیٰ کی سرگذشت کا ایک حصہ تو ختم ہو چکا۔ جس کا تعلق ان واقعات سے تھا جو ان کے اور فرعون کے درمیان نرے۔ اب یہاں سے وہ واقعات شروع ہوتے ہیں جو ان کی امت کے درمیان نرے۔ پہلے حصہ میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ دعوت حق کی مخالفت ہمیشہ طاقت و رجاعتوں نے کی۔ لیکن ہمیشہ ناکام رہیں۔ اس حصہ میں یہ حقیقت واضح کرنی ہے کہ ایک نئی ہدایت پائی ہوئی جماعت کو راہ عمل میں کیسی کیسی لغزشیں پیش آ سکتی ہیں؟ تاکہ دعوت کے دوسرے پیرو بھی ان سے اپنی نگہداشت کر سکیں۔

﴿تشریح﴾: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر ایک چلہ کا اعتکاف فرما کر شریعت کے وہ دس احکام بذریعہ وحی الائی جن کو پتھر کی تختیوں پر کندہ کیا گیا تھا۔ مثلاً: قتل کرو۔ زنا مت کرو وغیرہ وغیرہ۔

آیت و وعدہ میں اس اصل عظیم کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنے حواس کے ذریعہ ذات باری کا مشاہدہ اوار ادراک نہیں کر سکتا۔ بلکہ معرفت حق کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ بحر و نار سائی کا اعتراف کیا جائے۔ ”ماعر فاک حق معرفتک“ (ترجمہ) ہم نے آپ کے پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔

جمال الہی: یہودی تورات کے مشابہات کو حقیقت پر محمول کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھی۔ لیکن یہاں قرآن پاک ان کی اس غلطی کا ازالہ کر رہا ہے۔ یعنی جب غیب سے ندائے حق سنی تو جوش طلب میں مست و بے خود ہو کر پکاراٹھے کہ میرے سامنے آ جا۔ ایک نگاہ ہی دیکھ لوں۔ حکم ہوا پہاڑ کو دیکھ۔ اگر یہ تاب نظارہ لاسکا تو تو بھی تاب جلوہ لاسکے گا۔ جو بات نظارہ سے آڑے آرہی ہے وہ خود تیری اپنی ہستی کا بحر ہے حق کی نمود میں کی نہیں۔ وہ ہر ذرہ میں عیاں اور جلوہ قلن ہے ہواظاھر و الباطن۔

ہرچہ ہست از قامت ناسازو بے اندام است
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس دشوار نیست

کلام الہی: باقی کلام الہی کی حقیقت کیا تھی؟ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس کی زیادہ تفصیلی بحث علم کلام میں ہے۔ تاہم جن احتمالات عقلیہ کا شریعت انکار نہ کرے ان سب کے ماننے کی گنجائش ہے البتہ بلا دلیل تعین نہ کرنا اسلم طریقہ ہے۔ ظاہر مقام سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص کلام تھا جس کی جوش مستی سے حضرت موسیٰ اہل پڑے اور پیا نہ صبر چھلک گیا۔

دنیا میں دیدار الہی کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عقلاً تو ممکن ہے لیکن شرعاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی درخواست دیدار تو امکان عقلی کو بتلا رہی ہے۔ ورنہ ایک جلیل القدر پیغمبر ناممکن چیز کی درخواست کیسے کر سکتا ہے۔ کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کا جواب اس کے شرعاً محال اور ممتنع ہونے کو بتلا رہا ہے۔ رہی آخرت تو وہاں آنکھوں کا حجاب دور کر دیا جائے گا۔ اس لئے تجلی الہی کا مشاہدہ بھی ہو سکے گا۔

حُب نبوی میں نا سمجھی سے غلو: اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے واقعہ معراج میں تجلی الہی کے بیان کو اس طرح ذکر

کرنا جس سے محض آنحضرت ﷺ کی تفصیل ہی ثابت نہ ہو۔ بلکہ حضرت موسیٰ کی تنقیص بھی ہو جائے کسی طرح بھی جائز اور زیبا نہیں ہے جوش محبت میں ادب کا دامن چھوٹ جائے یہ کہاں مناسب ہے۔ باقی پہاڑ پر تجلی الہی کی کیفیت؟ سو اللہ تعالیٰ کا نور خاص چونکہ ان کے اپنے ارادہ سے مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور مخلوق کی نظروں کے حجابات کی تعمین تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن ان میں سے بہت ہی تھوڑے سے پردے جن کو بطور تمثیل حدیث ترمذی میں بقول جلال محقق آدمی کن انگلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے سامنے سے ہٹا لئے ہوں اور اس طرح ایک ذرا سی جھلک کا اثر حضرت موسیٰ کو دکھلادیا ہو۔ حدیث مذکور کو تشبیہ پر محمول کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مقدار اور تجزیہ سے پاک ہیں۔

پہاڑ پر تجلی الہی کی کیفیت:..... اور چونکہ اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں وہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کے چاہنے کے مطابق وہ پردے پہاڑ کے سامنے سے تو ہٹے ہوں اور وہیں برابر میں کھڑے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور دوسری پاس کی چیزوں سے نہ ہٹے ہوں جیسا کہ جمل کے لفظ سے سمجھ میں آتا ہے اس لئے حدیث لہ لا حرقت سبحات النور ما انتھی الیہ بصرہ کی رو سے پہاڑ جیسی طاقتور چیز تو پاش پاش ہو کر سرمہ بن گئی۔ مگر حضرت موسیٰ اور دوسری چیزوں پر یہ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ پورے پہاڑ کی یہ حالت ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی یہ تجلی ان کے اپنے اختیار سے تھی۔ اس لئے جتنے حصہ میں چاہا ہوئی۔ اور جتنے میں نہیں چاہا نہیں ہوئی۔ پس اس سے سارے پہاڑ کا ہٹ جانا لازم نہیں آتا جس سے کوئی اعتراض کرنے لگے کہ پہاڑ تو آج بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پہاڑ کے ایک تھوڑے سے حصہ پر یہ کیفیت گزر کی ہو اور وہ نہیں رہا۔ باقی پہاڑ پر چونکہ کوئی اثر مرتب نہیں ہوا اس لئے وہ برقرار ہے۔

ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے ہوشی تجلی الہی سے نہیں تھی۔ بلکہ اس منظر کی دہشت سے ایسا ہوا نیز تجلی گاہ کے قرب و اتصال کا بھی یہ اثر ہو سکتا ہے جیسے بجلی کا کرنٹ کسی کے بدن میں اگر دوڑ جائے تو جو بھی اسے پکڑے گا یا ہاتھ لگائے گا تو اس کا متاثر ہونا لازمی ہے۔

پہاڑ کے برقرار رہنے یا نہ رہنے اور حضرت موسیٰ کے تجلی الہی کا نظارہ کر سکنے یا نہ کر سکنے میں کیا ربط ہے؟ باقی تجلی الہی کے بعد پہاڑ کے برقرار رہنے اور حضرت موسیٰ کے دیدار کر سکنے میں یا اسی طرح پہاڑ کے برقرار نہ رہنے اور حضرت موسیٰ کے دیدار نہ کر سکنے میں کیا ربط اور تعلق ہے؟ سو دوسری صورت میں تو وہی علاقہ اور جوڑ ہے جس کی طرف ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ مادی اعتبار سے پہاڑ سے یقیناً بہت ہی کمزور اور ضعیف تھی۔ پس جب پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت نہیں کر سکی اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اضعف چیز کیسے تحمل ہو سکے گی اور اس صورت کا حاصل اگرچہ یہ نکلتا ہے کہ پہلی صورت میں پہاڑ کا ٹھہراؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ کے تحمل کو عقلاً مستلزم نہ ہو۔ لیکن اس کو وعدہ الہی پر محمول کرنے سے اشکال دور ہو جائے گا۔ یعنی پہاڑ کا جماؤ اور نگاہ موسیٰ کا ٹھہراؤ اگرچہ برابر نہیں ہیں۔ مگر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر پہاڑ سہارا کر گیا تو تمہاری نگاہ بھی تاب نظارہ لا سکے گی۔

تجلی الہی کے لئے پہاڑوں کی تخصیص:..... البتہ تجلی الہی کے لئے ساری سرزمین میں سے کسی پہاڑ کے انتخاب کی

وجہ۔ شاید اس میں کوئی قدرتی راز پوشیدہ ہو۔ حضرت موسیٰ کے لئے تجلی طور اور لجن دادی کی پہاڑوں میں گونج حضرت عیسیٰ کا زیتون کی پہاڑیوں میں کھوئے رہنا۔ پیغمبر اسلام کا فاران کی چونیوں سے نمودار ہونا اور تمام قوموں کی مذہبی تاریخ کے نقوش کا پہاڑوں پر دعوتِ نظارہ دینا یہ آخر کیا ہے؟

تجلی کے معنی جیسا کہ مفسر محقق نے کہا ہے کسی چیز کے ظہور کے ہیں۔ اگرچہ دوسرے کو اس کا ادراک نہ ہو۔ اس لئے تجلی اور دیکھنے دونوں کو ایک یا مترادف اور متلازم نہ سمجھا جائے۔ بلکہ تجلی دیکھنے کے بغیر بھی ہو سکتی ہے چنانچہ آفتاب کی تجلی اور طلوع ہوتا ہے مگر شہرک کو تاب نہ رہ نہیں دیتی۔ کیونکہ ہو سکتا کہ تجلی کے ساتھ یا اس سے کچھ ہی پہلے شہرک کی نگاہوں کے تار بے کار ہو جاتے ہوں۔

تورات کی تختیاں لکھی لکھائی ملیں یا حضرت موسیٰ نے لکھوائی تھیں:..... لفظ کتبنا کے ظاہر سے و آثار و اخبار کی کثرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تورات کی یہ تختیاں لکھی لکھائی عطا ہوئی تھیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ وحی الہی سے یہ تختیاں کندہ کی گئی تھیں۔ اس لئے اللہ نے اس کی کتابت اپنی طرف منسوب کر دی۔ دوسری آسمانی کتابوں کی نسبت بھی قرآن کا یہی طرز بیان ہے اور تورات میں ہے کہ یہ دو تختیاں تھیں اور دونوں طرف کندہ تھیں۔ قرآن کریم کے نزول کا معاملہ دوسری آسمانی کتابوں سے مختلف رہا اس لئے اس کی حفاظت و تحریف کا حال بھی مختلف ہے اور حضرت ہارون چونکہ صرف نبی تھے۔ حضرت موسیٰ کی طرح حاکم نہ تھے اس لئے اخلفنی میں ان کو حکومت کے لحاظ سے نائب بنانا مقصود ہے نیابت نبوت مراد نہیں ہے۔

قرآن کریم کے عام اسلوب بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے پھرائے ہوئے قوانین اور اسباب سے پیدا دہانے والے نتائج کو براہ راست اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ چنانچہ آیت ما صرف الخ کا حاصل بھی یہی ہے کہ ”جو لوگ سرکشی کریں گے میں ان کی نگاہیں اپنی نشانیوں سے پھیر دوں گا“ یعنی جو کوئی جان بوجھ کر سرکشی کرے گا تو خدا کا قانون یہی ہے کہ وہ دلیلوں اور روشنیوں سے متاثر ہونے کی استعداد کھودیتا ہے۔ پھر آگے چل کر فرمایا کہ انہوں نے چونکہ نشانیاں جھٹلائیں اور غافل رہے اس لئے یہ حالت پیش آئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نگاہیں پھیر دینے کا مطلب یہ تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے عقلی یا گمراہی پر مجبور کرتا ہے۔

لطف آیات:..... آیت ہم میقات الخ سے چلہ کشی کی اصل نکلتی ہے جو مشائخ کے یہاں معمول بہا ہے۔ آیت اخلفنی فی قومی الخ سے اس کی اصل نکلتی ہے کہ مشائخ بعض مریدوں کو اپنے بعض خلفاء کے سپرد کر دیتے ہیں۔ آیت لن ترانی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں نہیں ہوتا۔ جو شخص اس کا دعوے کرے۔ وہ خود دھوکہ میں ہے اور دھوکہ دیتا ہے۔ باقی معراجی کا واقعہ اس سے مختلف یا مستثنیٰ ہے۔

آیت ما صرف الخ سے معلوم ہوا کہ غیر متکبر کے سامنے تکبر کرنا ناحق تکبر ہے لیکن متکبر کے سامنے تکبر کرنا برحق ہے۔ کیونکہ وہ حقیقۃً تکبر نہیں۔ بلکہ تکبر کی محض ایک صورت ہے اور حقیقت میں دوسرے کے تکبر پر چوٹ دینا ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ أَيْ بَعْدَ ذَهَابِهِ إِلَى الْمُنَاجَاةِ مِنْ حُلِيِّهِمُ الَّذِي اسْتَعَارُوا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ لِبَعْلَةِ عُرْسٍ فَبَقِيَ عِنْدَهُمْ عِجْلًا صَاغَهُمْ لَهُمْ مِنْهُ السَّامِرِيُّ جَسَدًا بَدَلَ لَحْمًا وَذَ مَا لَهُ خُورًا أَيْ صَوْتٌ يُسْمَعُ انْقِلَبَ كَذَلِكَ بِوَضْعِ التُّرَابِ الَّذِي أَخَذَهُ مِنْ خَافِرِ فَرَسِ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي فَمِهِ فَإِنَّ أَثَرَهُ الْحَيَاةِ فِيمَا يُوضَعُ فِيهِ وَمَفْعُولُ اتَّخَذَ الثَّانِي مَحذُوفٌ أَيْ إِلَهًا أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يَكْلِمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا فَكَيْفَ يُتَّخَذُ إِلَهًا اتَّخَذُوهُ إِلَهًا وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۱۳۸﴾ بِاتِّخَاذِهِ وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ أَيْ سَدَمُوا عَلَى عِبَادَتِهِ وَرَأَوْا عِلْمُومًا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا بِهَا وَذَلِكَ بَعْدَ رُجُوعِ مُوسَى قَالُوا لَنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبَّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ فِيهِمَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۱۳۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ مِنْ جَهَنَّتِهِمْ أَصْفًا شَدِيدَ الْحُزْنِ قَالَ لَهُمْ بِشْمَا أَيْ بِشَسْ خِلَافَةً خَلَقْتُمُونِي هَا مِنْ بَعْدِي خِلَافَتُكُمْ هَلِدِهِ حَبْثُ أَشْرَكْتُمْ أَغْجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَالْقَى الْأَلْوَاخَ الْأَوَاخَ التَّوْرَةَ غَضَبًا لِرَبِّهِ فَتَكَسَّرَتْ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ أَيْ بِشَعْرِهِ يَمِينِهِ وَبِشِمَالِهِ يَجْرُهُ إِلَيْهِ غَضَبًا قَالَ يَا ابْنُ أُمِّ بَكْرٍ الْمِمْ وَقَتَحَهَا أَرَادَ أُمِّي وَدَكَّرَهَا أَغْطَفُ لِقَلْبِهِ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّفُونِي وَكَادُوا قَارِبُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِثْ تَفَرِّحْ بِي الْأَعْدَاءَ بِأَهَانَتِكَ إِيَّايَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾ بِعِبَادَةِ الْعِجْلِ فِي الْمُوَاخَذَةِ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي مَا صَنَعْتُ بِأَخِي وَلَا خِيْ أَشْرَكُهُ فِي الدُّعَاءِ إِرْضَاءً لَهُ وَدَفْعًا لِلشَّمَاتَةِ بِهِ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۴۱﴾

۱۸
ع
۸

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (پہاڑ پر مناجات کے لئے تشریف لے جانے کے) بعد ان زیورات سے (جو سبطیوں نے قبطیوں سے کسی شادی میں شرکت کی غرض سے لئے تھے اور وہ ان ہی کے پاس رہ گئے تھے) ایک پھڑے کا دھڑ بنایا (جس کو سامری نے لوگوں کے لئے اس سونے کو گھا کر پھڑے کی صورت بنا دی تھی۔ لفظ جسد ابدل ہے گوشت اور خون سے سجّ کا بنا ہوا دھڑ) جس سے گائے کی سی آواز نکلتی (باقاعدہ آواز سنائی جاتی تھی اور اس میں یہ انقلابی کیفیت اس مٹی سے ہو گئی تھی جس کو جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کے نیچے سے اٹھا کر پھڑے کے منہ میں رکھ دیا تھا۔ کیونکہ وہ مٹی جس چیز میں بھی ڈال دی جاتی۔ اس میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور اتنا جلد کا دوسرا مفعول محذوف ہے یعنی اٹھا) کیا انہوں نے اتنی بات بھی نہ سمجھی کہ نہ تو وہ ان سے بات تک کرتا ہے اور نہ کسی طرح کی رہنمائی کر سکتا ہے؟ (پھر کیسے اسے اپنا معبود بنالیا) وہ اسے (معبود بنا کر) لے بیٹھے۔ بڑا بے ڈھنگا کام کیا (اس کی پوجا کر کے) اور پھر جب ہاتھ ملے گئے (یعنی اس کی پوجا کرنے پر شرمندہ ہوئے) اور انہوں نے دیکھ لیا (سمجھ گئے) کہ راہ حق سے قطعاً بھٹک گئے ہیں (یہ تنبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ہوا) تو کہنے لگے اگر ہمارے پروردگار نے ہم پر رحم نہ کیا اور نہ بخشا (دونوں لفظ یا اور تاء کے ساتھ ہیں) تو ہمارے لئے چاہی کے سوا کچھ نہیں ہے اور جب موسیٰ شمناک ہو کر (ان کے کروت کی وجہ سے) اور رنج میں بھرے ہوئے (بے حد غمگین) اپنی قوم میں لوٹے تو فرمایا (ان سے) کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول

حرکت (بہت بری جانشینی) کی (یہ تمہاری جانشینی ہے کہ تم نے شرک کرنا شروع کر دیا) کیا اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے ہی تم لوگوں نے جلد بازی مچا دی اور جلدی میں تختیاں ایک طرف ڈال دیں (یعنی جلال خداوندی سے تورات کی تختیاں پھینک دیں جس سے وہ ٹوٹ گئیں) اور اپنے بھائی ہارون کو بالوں سے پکڑ کر (یعنی داہنا ہاتھ ان کے سر پر اور بائیں ہاتھ ان کی داڑھی پر ڈال دیا) اپنی طرف کھینچنے لگے (جوش غضب میں) ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی (لفظ ام میم کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح ہے اصل میں امی تھا اور ماں کی نسبت کا ذکر ان کے دل کو نرمانے کے لئے کیا ہے) لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ پس مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے (خوش ہونے) کا موقعہ نہ دو (میرے ساتھ تو تین کا برتاؤ کر کے) اور نہ مجھے ان خالموں کے ساتھ شمار کیجئے۔ (پچھڑے کی پوجا کی پکڑ دھکڑ میں) موسیٰ نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پروردگار! میری خطا معاف فرما دو (جو کچھ میں نے اپنے بھائی کے ساتھ رو یہ اختیار کیا ہے) اور میرے بھائی کی بھی (ان کی دلجوئی اور دشمنوں کی ہنسی سے بچنے کے لئے اپنے بھائی کو بھی دعا میں شریک فرمالیا) اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما لیجئے آپ سے بڑھ کر کون ہے جو رحم کرنے والا ہو؟

تحقیق و ترکیب:..... استعارہ وھا۔ یہ مال پہلے تو مستعار لیا تھا اور قبضیوں کی تباہی کے بعد بطور مال غنیمت ان کے پاس رہا۔ جس کو موسیٰ سامری زرگر نے پچھڑے کی شکل میں ڈھال دیا اور پھر حضرت موسیٰ نے اس کو جلا کر راکھ دریا برد کر دی۔ ابن عباس، قتادہ اور حسن کی رائے میں وہ سچ گچ گوشت پوست کا جیتا جاگتا پچھڑا ہو گیا تھا اور بعض سونے ہی کا مانتے ہیں۔ مگر جندارہ خوار کا مطلب بعض نے تو یہ لیا ہے کہ ہوا اس میں داخل ہو کر جب نکلتی تھی تو اس سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اس سے زیادہ کوئی بات اس میں زندگی کی نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن بعض سچ گچ پچھڑے کی آواز اور چلنا پھرنا مانتے ہیں۔ چونکہ سامری نے سب کی مرضی سے یہ کام کیا تھا۔ اس لئے سب کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی ہے۔

سقط فی ایدیہم۔ عربی محاورہ میں اس کے معنی نادیم ہونے کے آتے ہیں۔ کیونکہ اس حالت میں انسان اپنے ہاتھ کانٹے کے سنے ہاتھوں پر جھکتا ہے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس موقع پر بہت بسط سے کام لیا ہے۔ ولما رجع یہاں بھی واو مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں۔ غضبان اسفاً۔ یہ دونوں لفظ یا حال ہوں گے موسیٰ سے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو کئی کئی حال کی اجازت دیتے ہیں ورنہ غضبان موسیٰ سے صلی ہو اور اسفاً غضبان کی ضمیر سے حال ہوگا۔ یعنی حال متداخلہ ہو جائے گا اور تاسف کے معنی اگر سخت غصہ کے لئے جائیں تو یہ بدل بعض اور حزن کے معنی لئے جائیں تو بدل الاستمال بھی ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے کوہ طور پر ہی اس صورت ہال سے موسیٰ علیہ السلام کو باخبر کر دیا تھا۔ جیسا کہ سورۃ طہ میں ہے۔ انا قد فتننا قومک الخ اسی سئے جوش الہی میں بھرے ہوئے آئے۔

فتکسرت۔ تختیاں رکھنے سے پہلے تورات کے سات حصے تھے اور ٹوٹنے کے بعد جب اٹھائی تو دیکھا کہ ہدایت و رحمت، احکام و وعظ سے متعلق چھ حصے باقی رہ گئے اور ایک حصہ جو غیبی خبروں سے متعلق تھا وہ اٹھالیا گیا۔ لیکن امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ تورات کا ڈالنا تو قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن اس کا ٹوٹ جانا یا ایک حصہ کا غائب ہو جانا یہ قطعاً ثابت نہیں۔ اس لئے ایسی بات ماننا سخت جرات کام ظاہر کرنا ہے۔ درآنحالیکہ ایسی حرکت انبیاء علیہم السلام کے شایان شان بھی نہیں ہے۔

یاس ام۔ بھریوں کی رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ فتح پر مبنی ہوتے ہیں "خمسة عشر" کی طرح پس لفظ ابن ام کی طرف مضاف نہیں ہوگا۔ بلکہ دو لفظوں سے مرکب ہوگا اور اس پر حرکت بنائی ہوگی۔ لیکن کوئیوں کی رائے یہ ہے کہ ابن مضاف ہے ام کی طرف اور ام مضاف ہے یا ئے متکلم کی طرف جو الف ہو کر پھر حذف ہو گئی اس صورت میں اس پر حرکت اعرابی ہوگی۔ حضرت ہارون

حضرت موسیٰ سے تین سال بڑے بھائی تھے۔ پس ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوئے۔ پھر ماں کی تخصیص کیوں کی گئی؟ مفسر محقق اسی شبہ کا جواب دے رہے ہیں کہ ماں کا واسطہ دے کر ماما سے جوش محبت کی اپیل کر رہے ہیں۔ فلا تشمت۔ ای لا تفعل بی ما یشتون بی لا جملہ شامت کہتے ہیں کسی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہونا۔ بولتے ہیں۔ شمت فلان بفلان۔

رابطہ ﴿تشریح﴾: بنی اسرائیل مصر کی بت پرستی سے اس درجہ مانوس ہو چکے تھے کہ روہ کر انہیں اس کا شوق اٹھتا تھا۔ لیکن موقعہ نہیں ملتا تھا۔ جوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن الگ ہوئے انہوں نے گائے کے ٹچھڑے کی طلائی مورتی موسیٰ سامری سے بنوا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔

سونے کی مورتی بنی اسرائیل میں کس نے بنائی تھی؟ تورات میں ہے کہ یہ مورتی حضرت ہارون نے بنائی تھی لیکن قرآن کریم نے دوسری آیت میں واضح کر دیا ہے کہ یہ سامری نامی ایک شخص کی کارستانی تھی اور حضرت ہارون کا دامن اس دھبہ سے بالکل پاک ہے۔

شرک کی نحوست سے عقل ماری جاتی ہے: الم یروا انہ لا یکلمہم الخ کا مطلب یہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو اتنی موٹی سی بات بھی نہ سوجھی کہ اس سے ایک ہی طرح کی آواز کیوں نکلتی ہے؟ اور آدمی کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ ”تاہدایت چہ رسد“ کیا ایک معبود کی شان یہی ہوتی ہے۔

دراصل ہندوستان کی طرح بابل اور مصر میں بھی بیل گائے کی عظمت کا تصور پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اگر کالڈیا کے تمدن کی قدامت تسلیم کر لی جائے تو وہیں سے یہ خیال دوسرے ملکوں میں پھیلا ہوگا۔

جائز اور ناجائز غصہ کی حدود اور اس کے اثرات: حضرت موسیٰ کا غضب چونکہ محض اللہ کے لئے تھا۔ اس لئے اس کی مثال مباح نشہ کی سی ہوگی۔ جس میں انسان معذور شمار کیا جاتا ہے اور مکلف نہیں رہتا۔ نفسانی غصہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ حرام نشہ کی طرح حرام ہی رہتا ہے۔ شرعاً اس کو عذر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ حرام نشہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو پڑ جاتی ہے۔ غرض کہ اس جوش و جلال کی حالت میں حضرت موسیٰ بے قابو ہو گئے جس کی وجہ سے تورات ایک طرف پھینک دی اور اپنے بڑے بھائی پر بھی دست درازی فرمادی اور اس طرح کے غلبہ حال کی کیفیت کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آئی ہے جو ان کے کمال کے منافی نہیں۔ اس لئے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جلال کی کیفیت میں یہ دھیان ہی نہ رہا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور چونکہ بھائی کو نگہداشت اور نگرانی کا ذمہ دار بنا گئے تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے سستی کا شبہ کر کے ان سے دارو گیر کرنے کے لئے جلدی ہاتھوں کو خالی کرنا چاہا اور جھٹک کر تختیوں کو ایک طرف رکھ دیا۔ جس کو القیٰ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اسی میں بھائی کے مرتبہ کا خیال بھی نہ رہا کہ کس پر ہاتھ ڈال رہا ہوں۔ اکثر کسی دلچسپ بات چیت میں مست ہونے کی وجہ سے یا کسی خیال کے پوری طرح سوار ہو جانے کے وقت ایسے اتفاقات پیش آ جاتا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے لکھا ہے کہ مجاز اور تشبیہا جلدی سے رکھ دینے والی القاء سے تعبیر فرمادیا گیا ہے۔

لطائف آیات: آیت واتخذ قوم موسیٰ سے معلوم ہوا کہ خوارق سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور الم یروا انہ

الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی حجت ہی فیصلہ کن اور راجح ہو سکتی ہے۔

آیت ولما رجع موسیٰ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت شیخ مرید پر غصہ کر سکتا ہے۔

آیت والقی الا لواح سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی جوش میں ایسا غم جو اہل اللہ کو پیش آتا ہے بد ختی نہیں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال شرعی عذر ہے۔ نیز غلبہ حال کبھی کبھی کا ملین کو بھی پیش آتا ہے۔

آیت اخذیر اس اخیرہ یعنی ہارون علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی نہ ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مواخذہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کا ملین سے بھی خطائے اجتہادی ہو جاتی ہے پھر مشائخ تو معصوم نہیں ہوتے ان سے اجتہادی خطا کیسے ممکن نہ ہوگا۔ (۱۱ رمضان ۱۲۸۳ھ بروز دوشنبہ)

قَالَ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ إِلَهًا سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَذَلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فَعَذَّبُوا بِالْأَمْرِ بِقَتْلِهِمْ أَنْفُسَهُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَكَذَلِكَ كَمَا حَزَنَهُمْ نَجْزِي
الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ عَلَى اللَّهِ بِالْإِشْرَافِ وَغَيْرِهِ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا رَحِمُوا عَنْهَا مِنْ بَعْدِهَا
وَأَمِنُوا بِاللَّهِ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا أَى التَّوْبَةِ لَغَفُورٌ لَهُمْ رَحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ بِهِمْ وَلَمَّا سَكَتَ سَكْرَ عَنْ
مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَا حَ الَّتِي آتَاهَا وَفِي نُسخَتِهَا أَى مَانُسخَ فِيهَا أَى كُتِبَ هُدًى مِنْ إِصْلَاحٍ
وَرَحْمَةٍ لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾ يَخَافُونَ وَأَدْخِلَ الْإِلَاحَ عَلَى الْمَفْعُولِ لِتَقْدِيمِهِ وَاخْتَارَ مُوسَى
قَوْمَهُ أَى مِنْ قَوْمِهِ سَبْعِينَ رَجُلًا مِمَّنْ لَمْ يَعْبُدُوا الْعِجْلَ بِأَمْرِ تَعَالَى لِمِيقَاتِنَا أَى الْوَقْتِ الْبَدِىِّ وَعَدَنَاهُ
بِإِتْيَابِهِمْ فِيهِ لِيَعْتَدِرُوا مِنْ عِبَادَةِ أَصْحَابِهِمُ الْعِجْلَ فَخَرَجَ بِهِمْ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمْ الرَّجْفَةُ الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيدَةُ
قَالَ أَسْ عَبَّاسٌ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا قَوْمَهُمْ جِئْنَ عَبَدُوا الْعِجْلَ قَالَ وَهُمْ غَيْرُ الَّذِينَ سَأَلُوا الرُّؤْيَا وَأَخَذَتْهُمْ
الصَّاعِقَةُ قَالَ مُوسَى رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلِ أَى قَبْلِ خُرُوجِى بِهِمْ لِيُعَايِنَ بَنُو إِسْرَءِيلَ ذَلِكَ
وَلَا يَتَّهِمُونِى وَإِيَّائى أَتَّهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِسْتَفْهَامٌ اسْتَعْطَافٌ أَى لَا تُعَذِّبْنَا بِذُنُوبِ غَيْرِنَا إِنْ
مَا هِىَ أَى الْفِتْنَةُ الَّتِى وَقَعَتْ فِيهَا السُّفَهَاءُ إِلَّا فِتْنَتُكَ إِتْلَاءُكَ تَضَلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ إِصْلَاحٌ وَتَهْدِى
مَنْ تَشَاءُ هِدَايَتُهُ أَنْتَ وَلَيْنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَكَتَبَ أَوْجَحَ لَنَا فِى
هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً إِنَّآ هُدىْنَا بِنَا إِلَيْكَ قَالَ تَعَالَى عَذَابِى أَصِيبُ بِهِ مَنْ
أَشَاءُ تَعْدِيهِ وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فِى الدُّنْيَا فَسَاكُتُهَا فِى الْآخِرَةِ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِىَّ الْأُمِّىَّ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِى يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ بِاسْمِهِ وَصَفَتُهُ بِأَمْرِهِمْ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ مَا حَرَّمَ فِي شُرْعِهِمْ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ
 مِنَ الْمَيْتَةِ وَنَحْوَهَا وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ ثِقَلَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الشَّدَائِدَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ كَقَتْلِ النَّفْسِ فِي
 التَّوْبَةِ وَقَطْعِ أَثَرِ النَّجَاسَةِ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ مِنْهُمْ وَعَزَّرُوهُ وَقَرُّوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ
 آيَ الْقُرْآنِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵۵﴾ قُلْ خَطَابُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنِّي
 رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا إِنَّ لِي لَدَيْ لَه مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ
 فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ الْقُرْآنِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾
 تَرْشُدُونَ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٍ جَمَاعَةٌ يَهْتَدُونَ النَّاسَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۹﴾ فِي الْحُكْمِ

ترجمہ: . . . (حق تعالیٰ نے فرمایا) جن لوگوں نے پھڑے کی پوجا کی (معبود بنا کر) ان کے حصہ میں بہت جلد ان کے
 پروردگار کا غضب (مذاب) آئے گا اور وہ دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی پائیں گے (چنانچہ عذاب کی صورت تو یہ ہوئی کہ انہیں خودکشی کا
 حکم دیا گیا اور ذلت تو قیامت تک ان پر سوار ہے گی) اور ہم (اللہ پر شرک وغیرہ کی) افتراء پر دازیاں کرنے والوں کو اسی طرح کا بدلہ
 (جیسے ان کو ملا ہے) دیا کرتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے برے کام کئے پھر توبہ کر لی (برے کام سے باز آ گئے) گناہ کرنے کے بعد اور
 ایمان لے آئے (اللہ پر) تو بلاشبہ تمہارے پروردگار اس (توبہ) کے بعد (ان کو) بخش دینے والے (ان پر) رحم کرنے والے ہیں اور
 جب موسیٰ کا جوش کم (دھیمہ) ہوا تو ان تختیوں کو (جنہیں پھینکا تھا) اٹھالیا اور اس کے نوشتہ میں (یعنی جو کچھ اس میں قلم بند یعنی لکھا ہوا تھا)
 رہنمائی تھی (مگر اسی سے ہٹانے کی) اور رحمت تھی اپنے پروردگار سے ڈرنے والوں کے لئے (جو اللہ کا خوف کرتے ہیں اور الذین مفعول
 پر مقدم ہونے کی وجہ سے لام داخل کر دیا گیا ہے) اور جن لئے موسیٰ نے اپنی قوم کے (یعنی اپنی قوم میں سے) سترہ آدمی (جنہوں نے
 پھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ ان میں سے سترہ آدمی اللہ کے حکم سے چھانٹ لئے) ہمارے ٹھہرائے ہوئے وقت میں حاضر ہونے کے
 لئے (یعنی جس وقت ہم نے ان سے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تاکہ وہ آ کر اپنی گوسالہ پرستی سے عذر کر لیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ان کو ساتھ
 لے کر نکلے) پھر جب کہ لرزادینے والی چیز کے جھٹکے نے انہیں آ لیا (مراؤ زوردار زلزلہ ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ اس لئے ہوا کہ
 پھڑے کی پوجا پاٹ کے زمانہ میں یہ لوگ اپنی قوم میں ہی پڑے رہے اور فرمایا کہ یہ سترہ اشخاص ان لوگوں کے علاوہ ہیں جنہوں نے
 دیدار الہی کی درخواست کی تھی جس پر ایک کڑک نے انہیں پکڑ لیا تھا) تو (موسیٰ) عرض کرنے لگے۔ پروردگار! اگر آپ کو یہی منظور تھا تو
 اب سے پہلے ہی انہیں ہلاک کر ڈالتے (ان کو میرے لانے سے پہلے۔ تاکہ بنی اسرائیل بھی دیکھ لیتے اور مجھ پر تہمت نہ لگاتے) اور خود
 مجھے بھی آپ ختم کر ڈالتے۔ پھر کیا ایک ایسی حرکت کی وجہ سے جو ہم میں سے چند بے وقوف کر بیٹھے ہیں۔ ہم سب کو ہلاک کر دیں گے
 (یہ استفہام رحمت کو جوش دلانے کے لئے ہے یعنی بھلا کہیں دوسروں کے گناہ میں ہمیں آپ تھوڑا سی پکڑیں گے) یہ محض (یعنی وہ فتنہ
 جس میں یہ بیوقوف لوگ پڑ گئے) آپ کی طرف سے ایک امتحان (آزمائش) ہے آپ جسے چاہیں (بھٹکانا) بھٹکادیں اور جسے چاہیں
 (راہ دکھانا) راہ دکھادیں۔ آپ ہی ہمارے والی ہیں۔ پس ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ آپ سے بہتر بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔
 اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمارے لئے اچھائی لکھ دیجئے (مقرر فرما دیجئے) اور آخرت میں بھی (اچھائی) ہم آپ کی طرف رجوع (توبہ)
 کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میرے عذاب کا حال یہ ہے کہ جسے چاہتا ہوں (عذاب دینا) دیتا ہوں اور رحمت کا حال یہ ہے کہ (دنیا

کی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ پس میں (آخرت میں) ان لوگوں کے لئے رحمت ضرور لکھ دوں گا۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں جو رسول، نبی امی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جن کے ظہور کی خبر اپنے یہاں تورات، انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں (مع آپ ﷺ کے نام نامی اور خوبیوں کے) وہ انہیں نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں (جوان کی شریعتوں میں حرام تھیں) اور گندی (مرد اسرو وغیرہ) چیزیں ان پر حرام فرماتے ہیں اور نجات دلاتے ہیں اس بوجھ (وزن) کی چیز سے جس کے تلے وہ دبے ہوئے تھے اور ان پھندوں سے نکال دیں گے جن میں وہ گرفتار تھے (جیسے توبہ کے سلسلہ میں خودکشی کرنا اور ناپاکی کے اثر کو کاٹ بھیکنا) سو جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں (ان میں سے) اور ان کی حمایت (تائید) کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور (قرآن) کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگ پوری کامیابی پانے والے ہیں۔ آپ ﷺ فرمادیتے تھے (یہ خطاب ہے آنحضرت ﷺ کو) اے وگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجی ہوا ہوں جن کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی جلاتے ہیں، وہی مارتے ہیں۔ پس اللہ پر اور ان کے نبی امی پر ایمان لاؤ کہ وہ خود بھی اللہ اور ان کے کلمات (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرو۔ تاکہ تم راہ رحمت پر آ جاؤ (ٹھیک چلنے لگو) اور موسیٰ کی قوم میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (لوگوں کو) حق کے موافق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے موافق (فیصلہ میں) انصاف بھی کرتی ہے۔

تحقیق و ترکیب:.....سکت۔ یہ سکون سے استعارہ بالکنایہ ہے اور سکوت میں استعارہ تبعیہ ہے۔ کیونکہ سکون کو سکوت سے تشبیہ دی گئی ہے اور لفظ مشبہ بہ مشبہ میں بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ اس لئے استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہوا اور چونکہ یہ غضب اللہ تھا۔ اس لئے حلم کے خلاف یا بد خلقی نہیں ہوگا۔ واختار لفظ اختار، امر، امی، سمی، زوج، استغفر، صدق، دعا، حدث، انسا میں جار محذوف ہو کر یہ افعال خود متعدی ہوتے ہیں۔ سبعین۔ یہ بارہ خاندان تھے جن میں سے ہر خاندان کے چھ افراد تھے اس طرح کل بہتر ۷۲ اشخاص ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمی کم ہونے کے لئے فرمایا۔ تو یوشع اور کالب بیٹھ گئے اور سترہ ۷۲ باقی رہ گئے۔ کل بنی اسرائیل جو مصر سے آپ کے ساتھ نکلے تھے چھ ۶ لاکھ بیس ۲۰ ہزار تھے، جن میں بارہ ہزار کے علاوہ سب گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

نامرہ۔ اس کا تعلق اختار کے ساتھ ہے۔ یہ لوگ جب طور سینا کے قریب پہنچے تو انہیں ایک بادل نے آ گھیرا۔ یہ سب سجدہ میں پڑ گئے۔ اور کلام الہی سنا تو کہنے لگے۔ لن نو من لک حتی نری اللہ الخ اس پر یہ سانحہ پیش آیا۔ لمیقائنا۔ بقول بغوی یہ وقت پچھڑے کی پوجا سے توبہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن زختری کی رائے میں یہ وقت تورات دینے کے لئے طے ہوا تھا۔ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ مر گئے تھے۔ لیکن وہب کہتے ہیں کہ دہشت کی وجہ سے ان پر سختہ جاری ہو گیا تھا اور یہ سرزنش اس بات پر تھی کہ اگرچہ پچھڑے کی پوجا میں یہ لوگ شریک نہیں ہوئے مگر وہاں سے ہٹے بھی نہیں۔ آخریوں نے جے رہے۔

واایای۔ یہ بطور رضا بالقضاء عرض کیا ہے ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی جرم لائق بلاکت نہیں کیا تھا۔ السفہاء۔ اس سے مراد اگرچہ پچھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں تب تو ظاہر ہے کہ قوم کے سارے افراد نے ایسا نہیں کیا تھا۔ لیکن اگر دیدار الہی کی درخواست کرنے والے مراد ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان سب سترہ ۷۲ آدمیوں نے یہ درخواست نہیں کی تھی۔ بد بعض نے کی ہوگی۔

الافتتک چنانچہ حق تعالیٰ نے قد فتنا قومک الخ کے ذریعہ پہلے ہی حضرت موسیٰ کو اس کے فتنہ ہونے کی اطلاع

دے دی تھی۔ کقتل النفس۔ اسی طرح بقول صاحب کشف قل کی سزا میں صرف قصاص واجب تھا۔ قتل خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ اس میں دیہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح خطا اگر کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تو اس کی سزا صرف ہاتھ پاؤں کا کاٹنا تھا۔ اسی طرح ناپاک بدن کی کھال اور کپڑے کو کاٹ دینا۔ اسی طرح مال غنیمت کو جلانا ضروری تھا اور جانور کے گوشت کے رگ پٹھے بھی حرام تھے۔ اسی طرح ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت۔ اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے وقت یہود ٹاٹ پہنتے تھے اور ہاتھ گردنوں پر باندھ لیتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ گلے کی ہنسی میں سوارخ کر کے اس میں رسی ڈالتے تھے اور آپ کو سنتوں سے باندھ کر عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ رات کو اگر کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لکھ ملتا اور امام زائد فرماتے ہیں۔ کہ تہجد کی نماز ان پر فرض تھی اور زکوٰۃ چوتھائی مال کی دینی ضروری تھی اور بعض کے نزدیک ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں اور نماز صرف مسجد میں ادا کرنی ضروری ہوتی تھی اور روزہ کی راتوں میں بھی سو جانے کے بعد بیوی سے صحبت ناجائز تھی۔ اسی طرح پھر کھانا کھانے کی اجازت بھی نہیں رہتی تھی۔ اسی طرح صدقات کی قبولیت آگ میں جلانے سے ہوتی تھی اور ایک نیکی کا ثواب صرف ایک ہی ملتا تھا۔ دس نیکیاں نہیں تھیں۔ یہ تھی علی الاختلاف الا قوال اصر و اغلال کی تفصیل جس کو اسلام نے آکر سہولت و آسانی سے تبدیل کر دیا۔

رابط و ﴿تشریح﴾:..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے درمیان بطور جملہ معترضہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت و اتباع کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ کی نشانوں پر ایمان لائیں گے وہی رحمت کے سزاوار ہوں گے۔ اس لئے الذین يتبعون الخ سے سلسلہ بیان مخاطبین کی طرف پھر گیا ہے۔ یعنی اب جب کہ پیغمبر اسلام کی دعوت آشکارا ہو گئی ہے تو اہل کتاب کے لئے بھی رحمت الہی کی بخشش کا دروازہ کھل گیا۔ جو لوگ سچائی سے نشانوں پر ایمان لائیں گے وہ فرمان الہی کے مطابق سعادت و کامرانی پائیں گے۔

آیت یا ایہا الناس سے تمام انسانوں کو عام خطاب ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی اتباع کریں اور آیت ومن قوم موسیٰ الخ سے نو مسلم یہود کی تعریف ہے۔

دعوت اسلام کی تین خصوصیتیں:..... پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت کی یہاں تین خصوصیتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ ۱۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ ۲۔ برائی سے روکتے ہیں۔ ۳۔ پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کے استعمال کو جائز اور ناپسندیدہ چیزوں کے استعمال سے روکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں اچھی ہیں انہیں جائز کیا ہے اور جو بری اور مضر ہیں ان سے روک دیا ہے اور جو بوجھ اہل کتاب کے سروں پر پڑ گیا تھا اور جن پھندوں میں وہ گرفتار ہو گئے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ ان سے نجات دلاتے ہیں۔

مذہب یہود کی دشواریاں:..... یہ بوجھ اور یہ پھندے کون سے تھے جن سے قرآن پاک ربائی دلاتا ہے؟ مذہبی احکام میں لوگوں کی پیدا کردہ بے جا سختیاں اور ناقابل عمل پابندیاں، سمجھ بوجھ سے باہر عقیدوں کا بوجھ، وہم پرستیوں کا ڈھیر، مذہب کے نام پر اندھی اور بے جا تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کی پرستش کی زنجیریں۔ یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں جنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل و دماغ جبر لئے تھے۔ لیکن نبی امی ﷺ نے ان سب سے نجات دلا کر سچائی کی ایسی اسبل اور شان راہ دکھائی جس میں عقل کے لئے کوئی بیچ اور عمل کے لئے کوئی بوجھ نہیں ہے۔

اور یہود پر جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ فی نفسہ وہ چیزیں بری یا ناپاک نہ تھیں۔ بلکہ یہود کی شرارت و سرکشی ان کے حرام ہونے کا سبب بنی۔ اب آنحضرت ﷺ کے دور نبوت میں ان کی ذاتی اچھائی کی وجہ سے پھر ان کو حلال کر دیا گیا ہے۔

رسول عربی ﷺ کا اسی ہو کر ساری دنیا کے لئے معلم بننا: اور آنحضرت ﷺ کے امی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ معصوم اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی عمر بھر کسی سے مکھا پڑھا نہیں اور کسی کی شاگردی نہیں کی۔ گویا ساری عمر آپ ﷺ پیدائشی حالت پر رہے۔ جیسا کہ عرب کو بھی اسی معنی پر امی کہا جاتا ہے۔ بلکہ بحسن امیون الخ سے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا امتیازی نشان امی بتلایا۔ مگر اس کے باوجود پھر ساری دنیا کو دنگ کر دینے والے علوم و تحقیق اور معارف ظاہر فرمانا دلیل ہے آپ ﷺ کے تلمیذ الرحمن اور رسول ﷺ خدا ہوں ہونے کی۔ نیاز امی ہونا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کیونکہ بہت سے انبیاء لکھے پڑھے ہوئے ہیں اور گو اس زمانہ میں تورات و انجیل میں کافی رد و بدل ہو چکا ہے۔ تاہم ان میں بھی آنحضرت ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کی بشارتیں موجود ہیں جو دلیل ہے۔ السیذی یجد وہ الخ کے سچ ہونے کی۔

پچھلی آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک کی طرح آپ کا نام نامی بھی موجود تھا:۔
البتہ اگر بشارتوں کے سلسلہ میں علامات و اشارات کافی نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے نام نامی کی تصریح بھی ضروری سمجھی جائے تو کہا جائے گا کہ قرآن سے معصوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آپ ﷺ کا نام نامی بھی ان آسمانی کتابوں میں ضرور ہوگا۔ ورنہ آپ ﷺ کے زمانہ کے علمائے تورات ضرور آپ ﷺ سے اس بارے میں کٹ جتتی کرتے۔ پس ان کا سن سن کر خاموش ہو جانا اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ضرور اس وقت آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی موجود ہوگا۔ رد و بدل ہونے کی وجہ سے اگر چہ اب نہ رہا ہو۔

آپ ﷺ کی نبوت عامہ: اور الناس میں بلحاظ عرف جنات بھی داخل ہیں۔ جیسے فی صدور الناس من الجنة والناس۔ میں داخل ہیں اور آنحضرت ﷺ کا ساری دنیا کے لئے نبی ﷺ ہو کر ناقطعی دلائل سے ثابت ہے۔

نبی اور رسول کا فرق: اور نبی انسان کے ساتھ خاص ہے۔ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو اور رسول۔ انسان اور فرشتہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہذا لفظ رسول عام ہوا اور یہاں دونوں لفظ لانے سے تاکید مقصود ہے۔ تورات و انجیل چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر مذہبی کتابیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کے متعلق بشارتیں زبور میں بھی تھیں۔

آیت کی جامعیت: یہ آیت جوامع آیات میں سے ہے جس نے اسلام دعوت کی پوری حقیقت واضح کر دی۔ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کسی خاص قوم اور ملک کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ تمام انسانی نوع کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کی یہ دعوت یکساں طور پر سب انسانوں کے لئے ہے اور یہ دعوت ایک خدا کے آگے سب کے سروں کو جھکا ہوا دیکھنا چاہتی ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے تمام کلمات وحی پر ایمان لانا چاہئے اور جب تمام کائنات ہستی میں ایک ہی خدا کی فرر روئی ہے تو ضروری ہوا کہ اس کا پیغام ہدایت بھی ایک ہی ہو اور سب کے لئے ہو۔

لطائف آیات: آیت ان الذین اتخذوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی سزا میں کبھی دنیاوی ذلت و رسوائی

بھی حصہ میں آ جاتی ہے۔

آیت رحمتی وسعت کل شئی سے اگرچہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ کفار کے لئے بھی آخر میں رحمت و نجات ہو جائے گی۔ لیکن اگلا جملہ فساد کتبہا النجاس خیال کی تردید کر رہا ہے۔

وَقَطَعْنَاهُمْ فَرْقًا بَيْنَ إِسْرَائِيلَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ حَالَ اسْبَاطًا بَدَلٌ مِنْهُ أَيْ قِبَائِلَ أُمَّمًا بَدَلٌ مِمَّا قَبْلَهُ
وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ فِي الْيَمِّ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضْرَبَهُ فَأَنْبَجَسَتْ
إِنْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بَعْدَ الْأَسْبَاطِ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ سِطْرَ مِنْهُمْ مَشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ
الْغَمَامَ فِي الْيَمِّ مِنْ خَرَابِ الشُّمُسِ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ هُمَا التَّرْنُجِينُ وَالطَّيْرُ السَّمَاوِيُّ
تَحْفِيفُ الْمَيْمِ وَالْقَصْرِ وَقُلْنَا لَهُمْ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَاذْكُرْ إِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ الْقَرْيَةَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ
وَقُولُوا أَمْرًا حِطَّةً وَادْخُلُوا الْبَابَ أَيْ بَابَ الْقَرْيَةِ سُجَّدًا سُجُودًا إِنْجَنَاءً تَغْفِرُ بِالنُّونِ وَبِالتَّاءِ
مُبِيًّا لِلْمَفْعُولِ لَكُمْ خَطِيئَتِكُمْ سَنَرِيذُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾ بِالطَّاعَةِ تَوَابًا قَبْدَلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَىٰ إِسْتَاهِهِمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا
عَذَابًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾ وَاسْأَلْهُمْ يَا مُحَمَّدُ تَوْبِيحًا عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ هِيَ
حَاضِرَةُ الْبَحْرِ مُجَاوِرَةً بِحَرَ الْقَلْزَمِ وَهِيَ آيَلَةُ مَا وَقَعَ بِأَهْلِهَا إِذْ يَعْدُونَ يَعْتَدُونَ فِي السَّبْتِ بِصَيْدِ
السَّمَكِ الْمَأْمُورِينَ بِتَرْكِهِ فِيهِ إِذْ ظَرَفَ لِيَعْدُونَ تَأْتِيهِمْ حَيْثَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا ظَاهِرَةً عَلَى الْمَاءِ
وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا يُعْطَمُونَ السَّبْتُ أَيْ سَائِرَ الْأَيَّامِ لَا تَأْتِيهِمْ إِبْتِلَاءٌ مِنَ اللَّهِ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَلَمَّا صَادُوا السَّمَكِ افْتَرَقَتِ الْقَرْيَةُ أَثْلَاثًا ثَلَاثُ صَادُوا مَعَهُمْ وَثُلُثٌ نَهَوْهُمْ
وَتِلْكَ أَمْسَكُوا عَنِ الصَّيْدِ وَالنَّهْيِ وَإِذْ عَظَفَ عَلَىٰ إِذْ قَبْلَهُ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَصُدُّونَ نَهْيَ لِمَنْ نَهَى لِمَ
تَعْظُونَ قَوْمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَوْعِظَتُنَا مَعْدِرَةٌ نَعْتَبِرُ بِهَا إِلَى رَبِّكُمْ
لَوْلَا تَنَسَّبَ إِلَى تَقْصِيرٍ فِي تَرْكِ النَّهْيِ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ الصَّيْدُ فَلَمَّا نَسُوا تَرَكَوْا مَا ذَكَّرُوا وَعُطُوا
لَهُ فَلَمْ يَرْجِعُوا أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالْإِعْتِدَاءِ بِعَذَابٍ آتِيَسٍ
شَدِيدٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا تَكَبَّرُوا عَنْ تَرْكِ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
خَاسِيَةً ﴿١٦٦﴾ صَاعِرِينَ فَكَانُوا هَٰذَا تَفْصِيلٌ لِمَا قَبْلَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا أَدْرَى مَا فَعَلَ بِالْفِرْقَةِ السَّاكِتَةِ

وَقَالَ عِكرْمَةُ لَمْ تَهْلِكْ لِأَنَّهُا كَرِهَتْ مَقْعَلُوهُ وَقَالَتْ لِمَ تَعْظُونَ النِّحْرَ وَرَوَى الْحَاكِمُ عَنْ أَبِي عَنَسٍ أَنَّهُ رَجَعَ إِلَيْهِ وَأَعْجَبَهُ وَإِذْ تَأَذَّنَ أَعْلَمَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ أَيُّ الْيَهُودِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسْؤُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ بِالذِّلِّ وَأَخَذَ الْحِزْيَةَ فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَعْدَهُ بُحْتَ نَصْرَ فَقَتَلَهُمْ وَسَاوَهُمْ وَضَرَبَ عَلَيْهِمُ الْحِزْيَةَ فَكَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمَجُوسِ إِلَى أَنْ بَعَثَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَرَّتْهَا عَلَيْهِمْ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ لِمَنْ عَصَاهُ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ ١٦٤ ۝ بِهِمْ وَقَطَّعْنَهُمْ فَرَقْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا فَرَقًا مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ نَاسٌ ذُوْنَ ذَلِكِ الْكُفَّارِ وَالْعَاسِقُونَ وَبَلَّوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ بِالنِّعَمِ وَالسَّيِّئَاتِ النِّقَمِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ ١٦٨ ۝ عَنْ فِسْقِهِمْ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ التَّوْرَةَ عَنْ آبَائِهِمْ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى أَيْ حُطَامَ هَذَا الشَّيْءِ الَّذِي أَيْ الدُّنْيَا مِنْ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَيَقُولُونَ سَيُغْفِرُ لَنَا مَا فَعَلْنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۝ الْحُمَلَةُ خَالَ أَيْ يَرْجِعُونَ الْمَغْفِرَةَ وَهُمْ عَائِدُونَ إِلَى مَا فَعَلُوا مُصِرُّونَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِي التَّوْرَةِ وَغَدِ الْمَغْفِرَةِ مَعَ الْإِصْرَارِ أَلَمْ يُؤْخَذْ اسْتِفْهَامُ تَقْرِيرٍ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ الْإِضَافَةُ بِمَعْنَى فِي أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَذَرَسُوا عَطْفٌ عَلَى يُؤْخَذُ قَرَعٌ ۝ أَمَّا فِيهِ فَلَمْ كَذَّبُوا عَلَيْهِ بِنِسْبَةِ الْمَغْفِرَةِ إِلَيْهِ مَعَ الْإِصْرَارِ وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ الْحَرَامَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ١٦٩ ۝ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ أَنَّهَا خَيْرٌ فَيُؤْخَذُ بِهَا عَلَى الدُّنْيَا وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ بِالْكِتَابِ مِنْهُمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ كَعَدِ اللَّهُ بِهِ سَلَامٌ وَأَصْحَابِهِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝ ١٧٠ ۝ الْحُمَلَةُ خَيْرُ الَّذِينَ وَفِيهِ وَضِعَ الطَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُصْمِرِ أَيْ أَجْرَهُمْ وَادْكُرْ إِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَاهُ مِنْ أَصْلِهِ فَوَقَّعْنَاهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَيْقَنُوا أَنَّهُ وَقَعَ بِهِمْ سَاقِطٌ عَلَيْهِمْ بِوَعْدِ اللَّهِ إِيَّاهُمْ بِوُقُوعِهِ إِنْ لَمْ يَقْبَلُوا أَحْكَامَ التَّوْرَةِ وَكَانُوا أَبْوَهًا لِثِقَلِهَا فَقَتَلُوا وَقَتَلْنَا لَهُمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ بَحْدٍ وَاجْتِهَادٍ وَادْكُرُوا مَا فِيهِ بِالْعَمَلِ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ١٧١ ۝

ترجمہ: ... اور ہم نے تقسیم کر دیا (بنی اسرائیل کو بانٹ دیا) بارہ خاندانوں کو (یہ حال ہے) الگ الگ (یہ اسی عشر سے بدل ہے مراد چھوٹے چھوٹے قبیلے ہیں) ٹکڑیوں میں (یہ اسباط سے بدل ہے) اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے (میدان تہ میں) ان سے پانی مانگا کہ اپنی لاشیں چٹان پر مارو (چنانچہ انہوں نے چٹان پر لاشیں ماری) پس فوراً پھوٹ نکلے (بہر پڑے) اس سے بارہ چشمے (قبیلوں کی تعداد کے مطابق) ہر شخص نے (ان خاندان کے قبیلوں میں سے) معلوم کر لیا بے پانی پینے کا موقع۔ اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا تھا۔ (میدان تہ میں دھوپ کی گرمی سے) اور ترنجبین اور بیہ میں ان پر اتار دی تھیں (مس سے مراد ترنجبین ووند ہے اور سلوی سے مراد بیہ میں ہے۔ لفظ سمائی بغیر تشدید میم کے اور بغیر مد کے ہے اور ہم نے انہیں اجازت دی کہ) انہیں چیزیں

جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا۔ خود اپنے ہاتھوں اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور (وہ زمانہ یاد کیجئے) جب بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ تم لوگ اس شہر (بیت المقدس) میں جا کر آباد ہو جاؤ اور جس جگہ سے چاہو کھاؤ پیو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ (ہمارا کام) توبہ ہے اور دروازہ (شہر) میں داخل ہونا جھکے جھکے (پستی کے ساتھ) ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے (مفسر نون اور تا کی ساتھ ہے مجھول صیغہ سے) جو لوگ نیک کام کریں گے (فرمانبرداری کے ساتھ) انہیں اور زیادہ (اجر) دیں گے۔ لیکن پھر ان میں سے ظلم و شرارت کرنے والوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی بات بدل کر ایک دوسری ہی بات بنا ڈالی۔ (چنانچہ بجائے حطۃ کے ”حبة فی شعرة“ کہنے لگے یعنی گیسوں کی بالوں میں غلہ کے دانے ہوں اور سرنگوں ہونے کی بجائے سرین کے بل گھسنے لگے) اس پر ہم نے ایک آسمانی آفت (عذاب) ان پر بھیجی اس ظلم کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے اور ان سے پوچھئے (اے محمد ﷺ! یہ پوچھنا بطور غفلت ہے) اس شہر کے بارے میں جو سمندر کے کنارے واقع تھا (بحر قلزم کے ساحل پر تھا یعنی ایلہ نامی بستی کے رہنے والوں پر کیا گزری ہے) جب کہ وہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حد سے باہر ہو جاتے تھے (پھلانگ جاتے تھے) ہفتہ کے دن (مچھلیوں کے شکار کا مشغلہ کر کے۔ حالانکہ اس روز اس کی ممانعت تھی) جب کہ (یہ یعلون کا طرف ہے) ان کے پاس آ جاتی تھیں۔ ہفتہ کے روز پانی پر تیرتی ہوئی مچھلیاں (پانی پر نمایاں ہو کر) اور جب ہفتہ کا دن نہیں ہوتا تھا (ہفتہ نہیں مناتے تھے، ہفتہ کے دن کے علاوہ باقی دن مراد ہیں) تو پھر نہ آتیں (یہ اللہ کی طرف سے ایک طرح کی آزمائش تھی) اسی طرح ہم ان کی آزمائش کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے (مچھلی کے شکار میں بستی والوں کے تین حصے ہو گئے تھے۔ ایک تہائی لوگ شکار کھیلنے اور ایک تہائی حصہ لوگوں کا انہیں منع کرتا اور ایک تہائی افراد تو خود شکار کھیلنے اور نہ دوسروں کو منع کرتے) اور جب کہ (پہلے اذ پر اس کا عطف ہے) ان میں سے ایک جماعت نے (جو نہ خود شکار کھیلتی اور نہ دوسروں کو منع کرتی تھی ان لوگوں سے جو کھیلنے والوں کو منع کرتے تھے) کہا تم ایسے لوگوں کو نصیحت کیوں کئے جاتے ہو جنہیں یا تو اللہ ہلاک کر دیں گے یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا (کہ ہمارا وعظ و نصیحت) اس لئے ہے تاکہ تمہارے پروردگار کے حضور معذرت (عذر) کر سکیں (ورنہ کہیں برائیوں سے روکنے میں ہم کوتاہی کرنے والے نہ ٹھہریں) اور اس لئے بھی کہ شاید لوگ باز آ جائیں (شکار کرنے سے) پھر جب ان لوگوں نے وہ تمام نصیحتیں (وعظ) بھدائے (چھوڑے رکھیں جو انہیں کی گئی تھیں) اور باز نہ آئے (تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے مگر شرارت (سرکشی) کرنے والوں کو ایک سخت عذاب میں ڈال دیا۔ ان فرمانیوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر وہ اس بات میں حد سے زیادہ سرکش ہو گئے (مغرور ہو گئے) جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ بند رہو جاؤ ذلت سے ٹھکرائے ہوئے (حقیر۔ چنانچہ وہ ایسے ہی بن گئے قلنا لہم یہ جملہ پہلے فلما عتوا الخ کی تفصیل ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ خاموش رہنے والی جماعت کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ لیکن عکرمہ کی رائے ہے کہ وہ لوگ ہلاک نہیں ہوئے۔ کیونکہ شکار کرنے والوں کی حرکتوں کو وہ اچھی نظروں سے نہیں دیکھا کرتے تھے اور کہتے تھے لم تعظون الخ اور حاکم ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی عکرمہ کی رائے پسند کرتے ہوئے اسی کو اختیار کر لیا تھا) اور جب کہ اعلان کر دیا تھا (بتلا دیا تھا) آپ کے پروردگار نے کہ وہ ان (یہودیوں) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے ذلیل کر کے اور جزیہ لے کر چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان پر مسلط کر دیا۔ ان کے بعد بخت نظر کو جس نے ان کو قتل اور قید کر دیا تھا اور ان پر ٹیکس لگا دیئے تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کے جوہ افروز ہونے تک (مجوسیوں کو) برابر ادا کرتے رہے اور پھر آپ ﷺ نے بھی جزیہ مقرر فرمایا) حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پروردگار (نافرمانوں کو) جلد ہی سزا دے دیے ہیں اور ساتھ ہی وہ (فرمانبرداروں کو) بخشنے والے ہیں اور (ان پر) رحم کرنے والے بھی

ہیں اور ہم نے انہیں دنیا میں متفرق جماعتوں (فرتوں) میں بانٹ دیا (انگ الگ کر دیا) ان میں سے بعض نیک ہیں ورنیک (لُوب) اس میں اور طرح کے ہیں (کافرو فاسق ہیں) اور ہم نے انہیں اچھی حالتوں میں (نعمت کے ساتھ) اور بری حالتوں میں (معیبت کے ساتھ) رکھ کر دونوں طرح آزمایا کہ شاید باز آجائیں (نالائقوں سے) پھر ان کے بعد ایسے لوگ جانشین ہونے کے کتاب (تورات) کو تو (اپنے پہلوں سے) حاصل کیا وہ اس دنیا نے حقیر کا مال متاع لے لیتے ہیں (یعنی اس کمینہ دنیا کی معمولی بھی لیتے ہیں۔ حلال ہو یا حرام) اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو معافی مل ہی جائے گی (جو کارروائی ہم کر چکے ہیں) اور اگر کچھ مال متاع انہیں اسی طرح اور ہاتھ آجائے تو اسے بھی بلا تامل لے لیں (یہ جملہ حال ہے۔ یعنی ایسی حالت میں بھی مغفرت کی آس لگائے ہیں کہ اسی نالائق کو پھر کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں۔ حالانکہ اتنے اصرار سے جرم کرنے کے باوجود کہیں تورات میں مغفرت کا وعدہ نہیں ہے) کیا ن سے (یہ استفہام تقریر و تاکید کے لئے ہے) کتاب میں عہد نہیں لیا گیا ہے (یہ اضافت فسی کے ذریعہ ہو رہی ہے) کہ اللہ کے نام سے کوئی بات نہ کہیں بجز سچ کے۔ اور انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے (یہ اخذ پر اس کا عطف ہو رہا ہے اور قرءوا کے معنی میں ہے) جو چہ اس کتاب میں ہے (پھر کیوں جھوٹ بول رہے ہیں۔ گناہ پر جماؤ کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف مغفرت کی نسبت کرتے ہیں) جو (حرام چیز سے) پرہیز کرتے ہیں ان کے لئے تو آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے۔ کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی (تا اور یہ کہ ساتھ یہ غلط ہے کہ آخرت بہتر ہے۔ پس یہ آخرت کو دنیا سے بڑھا ہوا رکھیں) اور جو لوگ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں (شدید اور تخفیف کے ساتھ یہ لفظ ہے ان میں سے) کتاب کے اور نمازوں کے پابند ہیں (جیسے عہد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی) ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اپنی اصلاح کرتے ہیں (یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اس میں اسم ظاہر بجائے ضمیر کے ہے اصل عبارت احراہم تھی) اور (اس واقعہ کو یاد فرمائیے) جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر (یعنی جڑ بنیاد سے اسے اٹھا لیا تھا) ان کے اوپر سائبان کی طرح معقل کر دیا تھا اور انہیں گمان (یقین) ہو چکا تھا کہ اب ان پر گرا (آپڑے گا۔ کیونکہ اللہ نے انہیں اس کے گرنے کی دھمکی دے دی تھی۔ اگر انہوں نے تورات کے احکام نہ مانے اور پہلے وہ ان احکام کے دشوار ہونے کی وجہ سے ان کا انکار کر رہے تھے۔ لیکن پھر انہیں ماننا پڑا اور ہم نے انہیں حکم دے دیا کہ) یہ کتاب جو ہم نے تمہیں دی ہے مضبوطی (پوری کوشش) سے تھامے رہو اور جو کچھ اس میں بتایا گیا ہے اسے اچھی طرح یاد رکھو (اس پر عمل کرو) جس سے توقع ہے کہ تم برائیوں سے بچ جاؤ گے۔

تحقیق و ترکیب: الترنجبین۔ یہ ایک طرح کا میٹھا گوند صبح سے طلوع آفتاب تک شبنم کی طرح گرتا تھا۔

القریۃ بعض کے نزدیک اریحا شہر ہے۔ اس صورت میں حضرت یوشع علیہ السلام کی زبانی یہ پیغام ہوگا۔ حبۃ۔ یا تو صرف حضرت موسیٰ کے جوش دلانے اور چڑھانے کو یہ بذیان کیا ہوگا۔ اور یا کاشتکاری مرغوبات کا ذکر کیا ہے۔

ایسلہ۔ مدین اور طور کے درمیان یہ شہر تھا اور یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا۔ ان میں یہ شکاریوں کو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا۔ تین روز بعد پھر یہ مرگل گئے۔ البتہ منع کرنے والے محفوظ رہے اور جو نہ شکاریوں کے ساتھ رہے اور نہ منع کرنے والوں کے۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے۔

معدرة۔ اس میں تین اعراب ہو سکتے ہیں۔ مگر مفعول نہ ہونے کی وجہ سے نصب اظہر ہے۔

کونوا۔ یہ تکوینی امر تھا۔ یعنی جلدی ہو جانے سے کنایہ ہے قولی حکم نہیں ہے۔ ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی۔ اب یہ کہ مکمل مسخ ہوا یا صرف معنوی؟ دونوں رائے ہیں۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک مسخ ہو کر ان کی نسل ختم ہو گئی تھی۔ لیکن بعض کہتے ہیں۔ ان کی نسل بعد میں بھی چلی ہے۔ بخت نصر۔ نصر ایک بت کا نام تھا۔ جس کے پاس یہ بچہ پڑا ہوا ملا۔ بخت کے معنی بندے کے ہیں یعنی۔

بندہ بت۔ ارمیا کے زمانہ میں یحییٰ بن زکریا کی ولادت سے چار سو اکیس ۴۳۱ سال پہلے یہ عذاب الہی کی شکل میں نمودار ہوا۔
خلف۔ سکون لام کے ساتھ یہ شر کے موقعہ پر اور فتح لام کے ساتھ خیر کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے بولتے ہیں۔ خلف
سوء اور خلف صدق۔ حطام۔ یعنی بہت گھٹیاں چیز۔

نشقنا الجبل۔ بعض نے اس سے طور مراد لیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نساء میں تصریح ہے اور بعض نے فلسطین کا کوئی پہاڑ لیا ہے
اور بعض نے بیت المقدس کا پہاڑ لیا ہے۔ اس پہاڑ کے مسلط کرنے سے جبر اور تکلیف مالا یطاق کا شبہ نہ کیا جائے۔ بہر حال اس عذاب
سے ڈر کر سجدے میں گئے۔ مگر اس طرح کہ ایک آنکھ اور رخسار زمین پر تھا اور ایک سے دیکھتے جاتے تھے کہ پہاڑ اٹھے ہے یا نہیں۔ جتنا
جتنا پہاڑ اٹھتا۔ خود بھی اٹھتے جاتے۔ آج بھی یہود کی نماز اسی شان کی ہوتی ہے کہ بایاں رخسار زمین پر ہوتا ہے اور دایاں رخسار اوپر کی
طرف۔

ربط آیات: ان آیات میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقیہ قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اسی ذیل میں مچھلی ماروں کا واقعہ جو
حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ واسلہم الخ سے بیان کیا جا رہا ہے اور پھر آگے چل کر آیت قطعنا ہم الخ
سے یہودیوں میں اچھے بروں کی تقسیم فرمادی۔ اس کے بعد آیت ف خلف الخ سے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہودیوں کو خطاب
ہے۔ ان میں بھی اچھے بروں کی تفریق رہی ہے۔

شان نزول: آنحضرت ﷺ کے سامنے یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ بنی اسرائیل اور ہمارے آباء و اجداد نے کبھی کفر اور اللہ
کی نافرمانی نہیں کی ہے۔ واقعہ ایلہ کو ہمیشہ چھپایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ قصہ کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے ان کے بڑوں پر حرف
آتا ہے۔ چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئی تو سن کر حیران اور ہکا بکا رہ گئے اور بہت لا جواب ہوئے۔

﴿تشریح﴾: نفسانی حیلہ بازی مذہب کے ساتھ ایک قسم کا آنکھ مچولی کھیل ہے: بنی
اسرائیل سچائی کے ساتھ دین کے انجام پر عمل نہیں کرتے تھے اور شرعی حیلے نکال کر ان سے بچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ
ہفتہ کا مقدس دن تعطیل اور مذہبی عبادت کا ہے اس دن شکار نہ کرو۔ لیکن ایک جماعت نے یہ حیلہ نکالا کہ سمندر کے کنارے گڑھے کھود
لئے۔ جب سمندر کی طغیانی اور جوار بھانا کے بعد پانی اتر جاتا تو یہ لوگ گڑھے کے اندر کی مچھلیاں پکڑ لیتے اور کہتے یہ مچھلیاں خود
آگئیں۔ شکار نہیں کی گئیں۔

نصیحت بہر حال مفید چیز ہے: گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے کتنی ہی مایوسی ہو۔ لیکن اہل حق کا فرض ہے کہ
نصیحت سے باز نہ رہیں۔ کیونکہ اول تو یہ ایک فرض ہے۔ جس کی ادائیگی میں نتیجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے کون کہہ سکتا ہے کہ
ہدایت قطعاً مؤثر نہیں ہوگی؟ ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات لگ جائے اور اس کی ہدایت کا وقت آ گیا ہو۔ ایک وقت ہزاروں وعظ کام
نہیں دیتے لیکن دوسرے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کلمہ سب کچھ کام کر دیتا ہے۔ اسی لئے معذرة الی ربکم ولعلہم یتقون دو
جملے بولے گئے ہیں کہ اللہ کے حضور معذرت کر سکیں اور شاید کہ لوگ مان جائیں اور باز آ جائیں۔ قرآن کریم کی بلاغت ملاحظہ ہو کہ ان دو
جملوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو اس بارے میں کہا جاسکتا ہے۔

تاہم جب نصیحت کے کارگر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے اور بالکل مایوسی ہو جائے تو پھر نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا۔ البتہ

عالی ہمتی کا تقاضا پھر بھی یہی رہتا ہے کہ نصیحت کی جائے۔

چنانچہ اید میں نامحسین یا تو عالی ہمتی پر عمل کر رہے تھے یا ان کو مایوسی نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن نصیحت اور شکار دونوں سے بچنے والوں کو مایوسی رہی ہوگی۔ اس لئے انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسی حالت میں نصیحت واجب نہیں اس کو چھوڑ بیٹھے۔ غرض کہ دونوں اپنی اپنی جگہ فرمانبردار رہے۔ ایک عزیمت کے درجہ میں دوسرے رخصت کے درجہ میں۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے جب ان دونوں جماعتوں کی نجات پر استدلال کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے پسند کر کے ان کو انعام عطا فرمایا۔

ظالم حاکم بھی عذاب الہی ہے:..... آیت اذ تاذن الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم پر ظالم حکمرانوں کا مسلط رہنا بھی خدا کا ایک عذاب ہے۔ ارشاد نبوی ہے: **اعمالکم عما لکم**۔ تمہارے اعمال ہی حکام کی شکل میں تم پر مسلط ہو جاتے ہیں اور آیت قطعاً ہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون الہی کے مطابق جب کوئی جماعت بد عملی اور فساد میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کا مہلک نتیجہ فوراً ظاہر نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مسلسل آگے پیچھے مہلتیں ملتی رہتی ہیں۔ تاکہ اصلاح حال کا پورا موقع مل سکے اور اللہ کی رحمت تمام ہو جائے۔ چنانچہ جب انہیں الگ الگ فرقوں میں کر کے ملک کے حصوں میں بانٹ دیا گیا تو ان کی قومی وحدت باقی نہیں رہی اور بنی اسرائیل چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے۔ یہ تباہی کی ابتدا تھی۔ تاہم ابھی نیک باتیں بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں۔ ہاں بعد میں جو نسلیں آئیں وہ عمل اور تلاش حقیقت سے غوری رہ گئیں۔ چنانچہ علمائے یہود کا یہ حال ہو گیا کہ دنیا کے حقیر فوائد کے لئے دین فروشی کر کے ناجائز باتوں کو جائز بنا لیتے اور سمجھتے کہ ہمارے لئے کوئی کام نہیں۔ اللہ ہمیں بخش دے گا۔

جب کسی قوم میں عمل اور حقیقت کی روح باقی نہیں رہتی تو پھر وہ پیٹ بھر کر گناہ اور برائیاں کرتے ہیں اور عمل کی جگہ محض خوش اعتقادی کے بناؤں سہاروں کے بل چلنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ یہود کا یہی حشر ہوا اور بد قسمتی سے کچھ یہی حال اب مسلمانوں کا ہوتا جا رہا ہے۔

علامہ زمخشریؒ کے اعتراض کا جواب:..... صاحب کشاف اور دوسرے معتزلہ نے آیت **واں یانہم الخ** پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل سنت کا یہ اعتقاد کہ ”دائمی گنہگار مسلمان“ کی نجات و مغفرت ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کے اس عقیدے سے ملتا جلتا ہے کہ ”گنہگاروں پر اصرار کرنے والے کی مغفرت ہو سکتی ہے“ اس لئے اہل سنت کا یہ عقیدہ صحیح نہیں بلکہ معتزلہ کا خیال صحیح ہے کہ کافروں کی طرح گنہگار مسلمان بھی بخشے نہیں جائیں گے۔

حاشا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں عقیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ یہود تو گناہوں کا استخفاف کرتے ہوئے مغفرت کا یقین رکھتے تھے اور اہل سنت گناہوں کو بڑا اور معمولی سمجھ کر کرنے والوں کی مغفرت کا ہرگز عقیدہ نہیں رکھتے۔ ہاں جو گناہ و برا سمجھ کر رہا ہے۔ اس کی نجات کی امید رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو سزا نہ ہونے پر یقین کرتے ہوئے نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ سزا کے بعد نجات یا بلا سزا ہی مغفرت ہو جائے۔ پس گویا یہود کے عقیدے سے دو طرح فرق ہو گیا۔ ایک استخفاف اور بلا استخفاف کے لحاظ سے دوسرے جزم و یقین اور احتمال کے اعتبار سے۔ یہود تو استخفاف کے ساتھ بھی مغفرت مانتے ہیں اور سزا کے بغیر ہی یقینی قطع مانتے ہیں۔ لیکن اہل سنت صرف بلا استخفاف کے نجات کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ بھی احتمال عذاب کے ساتھ فائدہ الا شکال۔

لطائف آیات: آیت اذ یعدون الخ سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنا نہایت برا ہے۔ البتہ جن حیوں کو فقہاء نے اختیار کیا ہے وہ احکام سے بچنے کے لئے نہیں۔ بلکہ گناہوں سے بچنے اور احکام حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ آیت واذ قالت امۃ الخ سے معلوم ہوا کہ اصلاح کے باب میں مشائخ طریقت کا مذاق اسی طرح مختلف ہوتا ہے۔ بعض پہلی جماعت کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض دوسری جماعت کے۔ آیت وبلوہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خابری کی طرح کبھی باطنی حسنت میں بھی آزمائش کی جاتی ہے مثلاً گناہوں کے ہوتے ہوئے ذوق، شوق اور وجد کی کیفیات کا پیش آنا کہ اس سے بہت سے اپنے کو حق پر ہونے کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ باطل پر ہوتے ہیں۔ پس گناہوں کے ہوتے ہوئے اس قسم کی حالت بسط کو ”استدراج“ کہہ جائے گا۔

آیت فحلف الخ سے ان جھوٹے صوفیوں کی قلعی کھلتی ہے۔ جو دنیا کی شہوتوں اور نفس کی لذتوں پر پروانوں کی طرح گرتے ہیں اور کہتے ہیں واصل ہو جانے کے بعد یہ دنیا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور ذکر نفی واثبات سب آلائشوں کو صاف کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ کھلی گمراہی ہے۔

وَ اذْکُرْ اِذْ جِئْنَا بِبَنِيۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْۙ بَدَلُۙ اِسْتِمَالٍۙ مِّمَّا قَبْلَهُۥۙ بِاَعَادَةِۙ الْعَارِۙ ذُرِّيَّتَهُمْۙ بِاَنَّ الْخُرْجَ نَعَصَهُمْۙ مِنْ صُلْبٍۙ بَعْضٍۙ مِنْ صُلْبِۙ اٰدَمَۙ نَسْلًاۙ بَعْدَ نَسْلِۙ كَنَحُوۙ مَا يَتَوَلَّوْنَۙ الدُّوۙنَۙ كَالَّذِیۙ رِنُّعْمَانِۙ یَوْمَۙ عَرَفَۙ وَنَصَبَۙ لَهُمْۙ دَلٰۤیِلَۙ عَلٰی رُبُوۢبِيَّتِهِۦۙ وَرَكَّبَۙ فِيْهِمْۙ عَقَلًاۙ وَاشْهَدَۙ هُمْۙ عَلٰیۙ اَنْفُسِهِمْۙ قَالِی السُّۙتُۙ بِرَبِّكُمۙ قَالُوۤاۙ بَلٰۤیَۙ اَنْتَ رَبُّنَاۙ شَهِدْنَاۙ بِذٰلِكَۙ وَالْاَشْهَادُۙ اَنْ لَا تَقُوۡلُوۡاۙ بِالْبَيۡۤاءِۙ وَالتَّاءِۙ فِی الْمَوۡصِعِیۙ اٰی الْكُفۡرِۙ یَوْمَ الْقِیَمَةِۙ اِنَّا كُنَّاۙ عَنْۙ هٰذَاۙ التَّوْحِیۡدِۙ غٰفِلِیۡنَ ﴿۷۲﴾ لَا نَعْرِفُهٗۙ اَوْ تَقُوۡلُوۡاۙ اِنَّمَاۙ اَشْرَكَۙ اٰبَاؤُنَاۙ مِنْ قَبْلُۙ اٰی قَبَسَاۙ وَكُنَّاۙ ذُرِیَّةًۙ مِّنۡۢ بَعْدِهِمْۙ فَاقْتَدَيْنَاۙ بِہِمۙ اَفْتٰۤهَلِكُنَاۙ تُعَذِّبُنَاۙ بِمَاۙ فَعَلِ الْمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۳﴾ مِنْۢ اٰبَائِنَاۙ بِتَاسِیۡسِ الشِّرۡكِ الْمَعْنٰی لَا یُمْكِنُۙ لَهُمُ الْاِحۡتِجَاجُۙ بِذٰلِكَۙ مَعَۙ اِشْہَادِهِمْۙ عَلٰیۙ اَنْفُسِهِمْۙ بِالتَّوْحِیۡدِۙ وَالتَّذْکِیۡرُۙ بِہِ عَلٰی لِسَانِۙ صَاحِبِ الْمُعۡجِزَةِۙ قَائِمٌۙ مَّقَامَۙ ذِکْرِہِۙ فِی النَّفۡوِیۙ وَكَذٰلِكَۙ نَفۡصَلُ الْاٰیٰتِۙ نُسَبِّحُہَاۙ مِثْلَ مَا یَتَّبِعُ الْمِیۡتَاقَ لِیَتَذَكَّرُوۡہَاۙ وَلَعَلَّهُمْۙ یَرْجِعُوۡنَ ﴿۷۴﴾ عَنْ کُفْرِہِمۙ وَاتَّلُۙ یَا مُحَمَّدُ عَلَیْہِمۙ اٰی الْیَہُوۡدِۙ نَبَاۙ حَبَرَ الَّذِیۙ اَتٰیۙنَاۙ فَاَنۡسَلَخَ مِنْہَاۙ خَرَجَۙ بِکُفْرِہِۙ کَمَا تَخْرُجُ الْحِیۡۃُ مِنْ جِلۡدِہَاۙ وَہُوَۙ بَلَعَمۙ بَنُۙ بَاعُوۡرًاۙ مِنْۢ عَلَمَآءِۙ بِسٰۤیۙ اِسْرَآءِیۡلَ سُئِلَۙ اَنْ یَّدْعُوۡا عَلٰی مُوسٰی وَمَنْ مَعَهٗۙ وَاهۡدِیۙ اِلَیْہِۙ شَیْءٌۙ قَدَعَاۙ فَاَنۡقَلَبَ عَلَیْہِۙ وَانۡدَلَعَ لِسَانُہُۙ عَلٰی صَدْرِہِۙ فَاتَّبَعَهُ الشَّیۡطٰنُۙ فَادۡرَکَہُۙ فَصَارَ قَرِیۡنَہُۙ فَكَانَ مِنَ الْغَوِیۡنَ ﴿۷۵﴾ وَلَوْۙ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُۙ اِلٰیۙ مَنَازِلِ الْعُلَمَآءِۙ بِہَاۙ بِاَنَّ نَوَفَّقَہُۙ لِلْعَمَلِۙ وَلٰكِنَّہُۙ اُخۡلَدَۙ سَکَنَۙ اِلٰی الْاَرۡضِۙ اٰی الدُّنْیَاۙ وَمَالِۙ اِلَیْہَاۙ وَاتَّبَعَۙ هَوٰۤیَہُۙ فِیۙ دُعَاۤیِہِۙ اِلَیْہَاۙ فَوَضَعْنَاهُۙ فَمِثْلُہُۙ صِفَتُہُۙ كَمِثْلِ الْکَلۡبِۙ اِنْ تَحۡمِلُ عَلَیْہِۙ بِالطَّرۡدِۙ وَالزَّجَرِۙ یَلْهَثُۙ یَدۡلُعُ

لِسَانَهُ أَوْ تَتْرُكُهُ يَلْهَتْ وَلَيْسَ غَيْرُهُ مِنَ الْحَيَوَانَاتِ كَذَلِكَ وَجَعَلْنَا الشَّرْطَ حَالِ أَى لَا هُنَا ذَلِيلًا كُنَّ
 حَالٍ وَالْقَصْدُ التَّشْبِيهُ فِي الْوَضْعِ وَالْحِسَّةُ بِقَرِينَةِ إِفْقَاءِ الْمُشْعِرَةِ بِتَرْتِيبٍ مَا بَعْدَهَا عَلَى مَا قَبْلَهَا مِنَ الْمِيلِ
 إِلَى الدُّنْيَا وَاتِّبَاعِ الْهَوَى بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ ذَلِكَ الْمَثَلُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بَايْتَنَا فَأَقْصَصَ
 الْقَصَصَ عَلَى الْيَهُودِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۷۸﴾ يَتَذَكَّرُونَ فِيهَا فَيُؤْمِنُونَ سَاءَ بِئْسَ مَثَلًا لِّلْقَوْمِ أَى مَثَلُ
 الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بَايْتَنَا وَانْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۷۹﴾ بِالتَّكْذِيبِ مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَهُوَ
 الْمُهْتَدَى وَمَنْ يُضِلِلْ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۸۰﴾ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
 الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا الْحَقَّ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا دَلَائِلَ قُدْرَةِ اللَّهِ
 تَعَالَى بَصَرٌ بِغَيْبٍ وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا آيَاتِ وَالْمَوَاعِظُ سَمَاعٌ تَذَكُّرٌ وَاتِّعَاطٌ أُولَئِكَ
 كَالْأَنْعَامِ فِي غَدَمِ الْفَقْهِ وَالْبَصَرِ وَالْإِسْتِمَاعِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ مِمَّنِ الْأَنْعَامِ لِأَنَّهَا تَطْلُبُ مَا فِيهَا وَتَهْتَرُ مِنْ
 مَضَارِهَا وَهِيَ لَا يَفْقَهُونَ عَلَى النَّارِ مُعَانِدَةً أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۸۱﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى
 الْتِسْعَةُ وَالتَّسْعُونَ الْوَارِدُ بِهَا الْحَدِيثُ وَالْحُسْنَى مُؤَنَّثُ الْأَحْسَنِ فَادْعُوهُ سَمُوهُ بِهَا وَذَرُّوا أَتْرُكُوا
 الَّذِينَ يُلْحِدُونَ مِنَ الْحَدِّ وَلَحْدٌ يَمِيلُونَ عَنِ الْحَقِّ فِي أَسْمَائِهِ حَيْثُ اسْتَقْوَا مِنْهَا أَسْمَاءُ لِإِلَهِيَّتِهِمْ
 كَاللَّاتِ مِنَ اللَّهِ وَالْعُزَّى مِنَ الْعَزِيزِ وَمَنَاتٍ مِنَ الْمَنَانِ سَيُجْزَوْنَ فِي الْآخِرَةِ جَزَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۲﴾
 وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۸۳﴾ هُمْ أُمَّةٌ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِي حَدِيثٍ

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی لوگوں کو یاد دلائے) جب کہ (جس وقت) تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کی پشت سے (لفظ
 من ظہور ہم بدل اشتمال ہے "من بنی آدم" سے حرف جار لوٹا کر) ان کی اولاد کو نکالا (آدم علیہ السلام کی اولاد، در اولاد کو ایک
 دوسرے کی پشت سے نکالا۔ جس ترتیب سے بعد میں ان کی پیدائش ہوئی چوتھیوں کے مال کی طرح۔ نعمان میدان عرفہ کے دن اور پھر
 اپنی ربوبیت پر ان کے سامنے دلائل قائم کئے اور ان میں سمجھ پیدا کی) اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا (فرمایا) کیا میں تمہارا
 پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے عرض کیاں ہاں کیوں نہیں (آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں) ہم سب گواہ ہیں (اس پر اور یہ اقرار و
 شہادت سب اس لئے ہوا تاکہ) تم سب یہ (نہ) کہہ سکو (یا اور تاء کے ساتھ دونوں جگہ یعنی کفار) قیامت کے دن کہ ہم تو اس (توحید)
 سے بالکل بے خبر تھے (ہم اس کو جانتے ہی نہیں) یا یہ کہہ بیٹھو کہ شرک تو ہم سے پہلے باپ دادوں نے کیا (جو ہم سے پہلے تھے) اور ہم
 ان کی سسل میں بعد کو پیدا ہوئے (لا چار ہم وہی چال چلے جس پر ہم نے پہلوں کو چلتے پایا) کیا پھر آپ ہم کو ہلاک کر ڈالے دیتے ہیں
 (عذاب دیتے ہیں) ان غلط راہ چلنے والوں کی وجہ سے (یعنی ہمارے باپ دادوں نے جو شرک کی بنیاد رکھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں
 کی اپنی اقراری شہادت توحید کے بعد اس قسم کے بہانے بنانے کا موقعہ نہیں رہے گا اور پیغمبر کی زبانی اس "عہد الست" کو یاد دلانا یہ دلی

یہ داشت کے قائم مقام ہے) اور ہم اسی طرح نشانیاں صاف صاف واضح کر دیا کرتے ہیں (اس عہد کی طرح ان آیات کو بیان کر دیتے ہیں تاکہ لوگ ان میں غور کریں) اور تاکہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں اور (اے محمد ﷺ!) ان لوگوں (یہود) کو اس شخص کا حال (کیفیت) پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں۔ لیکن پھر وہ ان سے کورای رہ گیا (یعنی وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس طرح ان نشانوں سے صاف نکل آیا جیسے سانپ کینچلی سے شک آتا ہے اور وہ خص بلعم بن باعور ایک یہودی عالم تھا۔ اس سے اس کے معتقدوں نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں بددعا چاہی اور کچھ نذرانہ بھی پیش کیا۔ چنانچہ اس نے بددعا شروع کی۔ جس کی رجعت اسی پر ہو گئی اور خود اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ حتیٰ کہ زبان اس کی چھاتی پر لٹک آئی) پس حسیطان اس کے پیچھے لگ گیا (اور اس سے گاڑھی چھیننے لگی) نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانوں کی بدولت اس کا مرتبہ بند کر دیتے (بڑے رتبہ کے سماء کے درجہ پر اسے پہنچ دیتے نیک عمل کی توفیق دے کر) لیکن وہ جھک گیا (مائل ہو گیا) دنیا کی طرف (اور اسی پر رتبہ گھٹ گیا) اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے لگا (اس کی پکار پر۔ اس لئے ہم نے اسے پست کر دیا) تو اس کی مثال (حالت) کتے کی سی ہو گئی۔ اگر ڈانٹو ڈپٹو (دھمکاؤ چمکاؤ) جب بھی ہائے (زبان باہر نکال دے) چھوڑتے بھی ہائے (اس کے سوا کسی جانور کی ایسی حالت نہیں ہوتی۔ یہ دونوں جسے شرعیہ حال ہیں یعنی بر حال میں ہانپتا کا پتار ہے گا اور اس مثال کا مقصد پستی اور ذلت میں تشبیہ دینا ہے اور اس کا قرینہ فافے جس میں اشارہ ہے کہ اس کے بعد اس کے پہلے مضمون یعنی ”دنیا کی طرف جھکاؤ اور ہوائے نفسانی کی پیروی“ پر مرتب ہے۔ جیسا کہ اگلے قول سے معلوم ہو رہا ہے) ایسی ہی مثال (یہی حالت) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو یہ قصے وگوں (یہودیوں) کو سنائیے شاید وہ کچھ سوچیں (ان میں غور کر کے ایمان لے آئیں) کیا ہی بری مثال ان لوگوں کی ہوئی۔ جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں۔ وہ اپنے ہاتھوں خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے (جھٹلانے کی وجہ سے) اللہ جسے ہدایت دیں۔ پس وہی ہدایت پانے والے ہیں اور جسے وہ گمراہ کر دیں۔ سو ایسے ہی لوگ تو گھائے ٹوٹے میں پڑتے ہیں اور کتنے ہی جن اور انسان ہیں جنہیں ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا (بنایا) ان کے پاس عقل تو ہے مگر اس سے (حق کی) سمجھ بوجھ کا کام نہیں لیتے اور آنکھیں ہیں مگر ان سے (اللہ کی قدرت کی دلائل عبرت کی آنکھ سے) دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان ہیں مگر ان سے (آیات اور نصیحتیں غور و عبرت کے کان سے) سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہ لوگ (دوبوجھنے، نہ دیکھنے، نہ سننے کے اعتبار سے) چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے (چوپاؤں سے بھی زیادہ کھوئے ہوئے کیونکہ وہ قائمہ کی چیزوں کی طرف لپک تو جاتے ہیں اور نقصان دینے والی چیزوں سے بھاگ تو کھڑے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ محض عناد کی وجہ سے جہنم میں دھکیلے چلے جا رہے ہیں۔) ایسے ہی لوگ ہیں جو غفلت میں ڈوبے رہتے ہیں اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں (تنانوے ۹۹ نام جو حدیث میں آئے ہیں اور حسنی۔ احسن کا مؤنث ہے) سو تم ان ہی ناموں سے انہیں پکارو (نام لیا کرو) اور ایسے لوگوں سے تعلق ہی نہ رکھو (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) جو میٹھا پن اختیار کرتے ہیں (یہ لفظ الحد اور لحد سے ہے یعنی حق سے کجی اختیار کرتے ہیں) اللہ کے ناموں میں (یعنی اللہ کے ناموں سے اپنے معبودوں کے لئے نام تجویز کرتے ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں اللہ سے لابت اور عزیز سے عزیزی اور منان سے مسات بنے ہیں) وہ وقت دور نہیں کہ آخرت میں (یہ اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے) (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو دوسروں کو سچائی کی راہ دکھاتے اور سچائی ہی کے ساتھ ان میں انصاف بھی کرتے ہیں (اس سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

تحقیق و ترکیب: من بنی آدم۔ جمہور مفسرین کی رائے تو یہ ہے کہ تمام اولاد آدم کو حضرت آدم کی پشت سے نکال کر اقرار لیا گیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان کے روبرو اقرار لیا گیا تھا اور مفسر علامہ یہ صورت لے رہے ہیں کہ براہ راست حضرت آدم کی اولاد کو ان کی پشت سے اور ان کی اولاد کی اولاد کو اولاد کی پشت سے۔ اسی طرح

اول اور اولاد یہ سلسلہ چلا گیا۔ قیامت تک ہونے والی ساری نسل انسانی کو برآمد کر کے اقرار ربوبیت لیا گیا۔ گویا قرآن میں اولاد آدم کا ان کی پشت سے نکلنا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف اولاد سے اولاد کی اولاد کے نکلنے کو ذکر کیا گیا ہے۔

باقی حضرت آدم کی اولاد کا ان کی پشت سے برآمد ہونا اس حدیث مرفوعہ میں ہے: "اخرج من صلبه کل ذریۃ ذراہا فشرہم بین یدیه کالذین کلہم قبلہ قال الست برہکم" (عن ابن عباس مرفوعاً)

اسی طرح ابن عمر کی روایت ہے۔ اخینہم من ظہرہم۔ یا ابن عباس کی دوسری روایت ہے۔ "کلتم ردہم فی اصلاب۔ اباءہم حتی اخرجہم قرن بعد قرن۔"

غرض کہ ایک مضمون قرآن سے اور دوسرا احادیث سے ثابت ہو گیا۔ رہا یہ شبہ کہ قرآن میں ایک ہی مضمون کیوں بیان کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ جب اولاد آدم سے اولاد والا اولاد کا نکلنا معلوم ہو گیا تو خود اولاد کا حضرت آدم سے نکلنا بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ ایسا ہی ہے کہ بٹے میں روپے ہوں اور خود بٹا جیب میں ہو تو جب بٹا سے روپیہ نکالا جائے گا تو جیب سے بھی روپیہ کا نکلنا لازم آئے گا۔ یہ کہا جائے کہ اولاد آدم ہونے کے ناتھ سے سب کا آدم کی نسبت سے نکلنا تو بالکل ظاہر و باہر تھا۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ البتہ اولاد کی اولاد اور بعد کی نسلوں کا اپنے والدین سے نکلنا ذرا مخفی تھا۔ اس لئے صرف مخفی حصہ کو ذکر کر دیا اور واضح کو بیان نہیں کیا۔

پھر یہ عہد بہاں ہو گیا؟ بعض کہتے ہیں مکہ اور طائف کے درمیان۔ اور بعض داوی نعمان میں عرفہ کے نزدیک کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام احمد نے ابن عباس سے مرفوع حدیث نقل کی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ ہندوستان کے ایک مقام وہب میں یہ گیا ہے۔ اسی طرح یہ اقرار کب اور کس وقت لیا گیا؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور بعض جنت میں داخل ہونے کے بعد اور بعض جنت سے نکلنے کے بعد کہتے ہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک یہ اقرار اپنے حقیقی معنی پر ہے اور بعض کے نزدیک یہ تمثیلی کلام ہے کہ دلائل وحدانیت و ربوبیت قائم کرنے کو اقرار لینے سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ اقرار بعض کے نزدیک صرف کافروں سے اور بعض کے نزدیک صرف مسلمانوں سے اور بعض کے نزدیک دونوں سے لیا گیا۔ مگر اس طرح کو مسلمانوں نے رغبت کے ساتھ اور کفار نے جبر کے ساتھ اقرار کیا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ سب نے رغبت کے ساتھ اقرار کیا۔ مسلم و کافر کا فرق دنیا میں آ کر ہو گیا جنہوں نے اس کی پابندی کی وہ مسلم کہلائے اور جنہوں نے علم الہی کے مطابق اس عہد کی خلاف ورزی کی وہ کافر ہو گئے اور اس عہد کا یاد نہ رہنا مضرب نہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین کی دعوت و تذکیر ہمیشہ جاری رہی جو اس یاد رہنے کے قائم مقام ہے، بلکہ عام طور پر یاد رہنا مفید نہ ہوتا، کیونکہ پھر انسان کے مکلف بنانے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا اور کمال درجہ ایمان بالغیب حاصل نہ ہوتا اور یوں لوگوں کے اطمینان کے لئے بعض خاص خاص اہل اللہ کو دنیا میں بھی اس نعمہ عبد الست کی آوازیں آتی رہی ہیں۔ جیسے حضرت علیؑ اور سہل بن عبد اللہ التستریؒ سے منقول ہے یا جیسے کسی نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ "ہل تذکرہ" تو فرمایا "کناہ الان فی اذنی" پس ان حضرات کی یادداشت ہے اور لفظ اخذ کے ماضی ہونے سے جو کچھ واقعہ کے ہونے پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اور تحقیق کی حدیث "قد اردت منک اھون من ذلک قد اخذت فی ظہر ابیک ادم ان لا تشرک بی فابیت الا ان تشرک بی" سے عام تفسیر ہی کی تائید ہوتی ہے اور یہی معنی مناسب ہیں۔

۱۔ حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکال کر ان کے سامنے چوٹیوں کی طرح کھڑا کر دیا اور ان سے پوچھا "الست برہکم" ۱۲۴۔

۲۔ پھر لوگوں کو اپنے باپ و دوں کی پشت میں واپس کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنے اپنے زمانہ میں پیدا فرماتا رہے گا۔ ۱۲۵۔

۳۔ کیا آپ کو وہ عہد یاد ہے؟ ۱۲۶۔

۴۔ گویا ابھی تک میرے کانوں میں اس کی گونج ہے۔ ۱۲۷۔

۵۔ میں نے اس سے بھی زیادہ آسان بات کا ارادہ کیا۔ میں نے تمہارے باپ آدم کی پشت میں تم سے یہ عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا لیکن تم لوگوں نے شرک نہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۲۸۔

اور بعض رسائل میں ہے کہ عہد لینے کے وقت انسانوں کی چار صفیں ہو گئی تھیں۔ پہلی صف میں وہ لوگ تھے جنہوں نے زبان اور دل سے اقرار کیا اور ان کی پیدائش و موت دونوں سعادت کے ساتھ ہوئیں۔ جیسے حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ۔ دوسری صف ان لوگوں کی تھی جنہوں نے صرف دل سے اقرار کیا اور ان کی پیدائش شقاوت کے ساتھ اور وفات سعادت کی حالت میں ہوئی۔ جیسا خلفاء ثلاثہ اور تیسری صف ان لوگوں کی تھی جنہوں نے صرف زبانی اقرار کیا تھا۔ ان کی پیدائش سعیدانہ لیکن موت بد بختانہ ہوئی۔ جیسے ابلیس اور بلعم باعور اور چوتھی صف میں وہ لوگ تھے جنہوں نے نہ زبان سے اقرار کیا اور نہ دل سے۔ پیدائش و موت دونوں انکی بد بختانہ ہوئی۔ جیسے فرعون و دجال وغیرہ۔

قالوا بلی۔ یہ پہلی نفی کے اثبات اور پہلے اثبات کی نفی کے لئے آتا ہے۔ اگر کہیں بلی کی بجائے جواب میں معم کہہ دیا جاتا تو یہ کلمہ کفر ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ پہلے کلام کی تاکید کے لئے بولا جاتا ہے۔ اثبات ہو یا نفی۔
وشہدنا۔ اگر یہ فرشتوں کی طرف سے تائیدی کلام ہے تب تو بلی پر وقف کرنا چاہئے اور اگر انسانی کلام کا متمہ ہو تو پھر بلی پر وقف نہیں کرنا چاہئے۔

الاشہاد۔ یعنی یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے متعہدیرام اور لائے تافہ کے ساتھ اور یہ فعل محذوف کا مفعول لہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔
ای فعلنا ذلک کراہۃ ان تقولوا۔ یا شہد کا مفعول لہ ہو سکتا ہے۔ پھر شہدنا کو کلام الہی مانا جائے گا۔ المعنی۔ یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ کفار قیامت میں یاد نہ رہنے کا بہانہ نہیں کر سکیں گے۔ والتذکیر۔ یعنی اگر شرعی تکلیفات کا مدار صرف اسی عہد پر رکھا جاتا تب تو کسی درجہ میں عذر کی گنجائش تھی۔ مگر دعوت انبیاء کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جس سے تذکیر تازہ ہوتی رہی۔ اس لئے حجت پوری ہو گئی۔
ایشنا۔ یعنی پرانی کتابوں کا علم اور اسم اعظم کی طاقت عطا کی تھی۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تو عرش تک نظر آ جاتا اور بارہ ہزار طلبہ قلم و دوات سنبھالے اس کی مجلس میں شریک رہتے۔ بڑا ہی سیف زبان تھا کہ جو کہہ دیا وہی ہو گیا۔ حتیٰ کہ بعض کو اس کی نبوت تک کا شبہ ہو گیا۔ تاہم حضرت موسیٰ جیسے با خدا آویزش کا انجام بد دیکھ لیا۔ فسانقلب حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے لئے کرنا چاہتا تھا بدعا مگر نکلتی تھی دعا اور اپنوں کے لئے کرنا چاہتا تھا دعا مگر نکلتی تھی بدعا۔ اس پر معتقدین نے ٹوکا بھی کہنے لگا کیا کروں بے اختیاری میں ایسا ہو رہا ہے چنانچہ غصہ میں زبان کو مروڑنا چاہتا تو دوبار نکل کر چھاتی پر ٹپک آئی۔

یلہث باب فتح سے ہے و لعل لازمی اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ ولع الرجل لسانہ و دلع لسانہ۔ یعنی اخرج و خرج۔ بل ہم اضل۔ یہ اضراب اور ترقی کلام صحیح ہے کیونکہ انسان کا ضرر رساں چیزوں کے عواقب جاننے کے باوجود پھر ادھر بڑھتا زیادہ گمراہی کا باعث ہے بہ نسبت جانوروں کے۔ کیونکہ وہ بے چارے نقصانات کے نتائج ہی سے واقف نہیں۔

و لله الاسماء الحسنیٰ قرآن کریم میں یہ جملہ چار جگہ آیا ہے۔ (۱) اول یہاں (۲) دوسرے سورۃ بنی اسرائیل کے آخر میں قل ادعوا للہ الخ (۳) تیسرے سورۃ طہ کے شروع میں لا الہ الا هو الخ (۴) چوتھے سورۃ حشر کے آخر میں الباری المصور الخ۔ اسماء البیہ توقیفی ہیں یعنی شریعت نے جس لفظ کو جس طرح اللہ کے لئے بولنے کی اجازت دی ہے اس کی پابندی ضروری ہوگی۔ ادھر ادھر قیاس کی گنجائش نہیں ہوگی۔ مثلاً اللہ کو جو اد تو کہیں لیکن سخی نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ جو اد اور سخی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ اسی طرح رحیم تو بولا جائے گا لیکن رفیق نہیں کہہ سکتے۔ علی ہذا عالم کہیں گے مگر عاقل نہیں کہا جائے گا۔ و هو خادعہم اور و مکر اللہ کے الفاظ اگرچہ قرآن میں آئے ہیں مگر دعا میں یا خادع یا مکر کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ سب چیزوں کا خالق ہے مگر خالق الفردۃ و الخازیر کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ ربہ بعد لون اس سے مراد علمائے دین ہیں پس معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کا اجماع حجت

نہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو ارشاد ہوتا کہ اس سے مراد تم وگ ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ اٰثَمَةٌ يَّهْلُؤْنَ میں یہود مراد ہیں۔

رابط آیات: انبیاء علیہم السلام کی مسلسل واقعات کے ذیل میں رسالت و نبوت کا اچھی طرح اثبات ہو گیا۔ بلکہ توحید کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا تھا۔ آیت وَاِذَا خِذْنَا لَكَ مِنْ دُونِ مَضْمُونٍ كُتَابًا كَرْنِے كے لئے عام ارواح کے ایک ازلی عہد کو یاد دلاتے ہیں۔ جس میں اصل توحید کا اقرار ہوگا اور ساتھ ہی رسالت و نبوت کا اعتراف بھی۔ کیونکہ اس عہد کی اطلاع ہمیں تو نبی ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ نیز اس عہد کو دنیا میں بار بار یاد دلانے والے انبیاء ہی ہوں گے۔ جن کی اطلاع بھی اسی عہد میں دی گئی تھی۔

آگے آیت وَاَتْلُوْا عَلٰیہِمْ اَلْحٰجَّ میں احکام الہیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ایک قابل عبرت مثال بیان فرماتے ہیں۔ چونکہ حق واضح ہو جانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی قوم کا اختلاف محض عناد کی وجہ سے تھا۔ جس سے آپ کو رنج ہوتا تھا۔ اس لئے آگے آیت مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَاَنْ يَّهْدِیْہِمْ اِلَیْہِمْ اَلْحٰجَّ میں آپ ﷺ کی تسلی کے لئے ارشاد ہوتا ہے اور کفار کی ایک قسم مشرکین بھی ہیں، جن کو اسلام کے تینوں بنیادی مسئلوں سے اختلاف رہا ہے۔ توحید، رسالت، قیامت۔ چنانچہ آیت وَلِلّٰہِ اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اَلْح سے ختم نبوت تک ان ہی تینوں مضمونوں کا بیان آ رہا ہے۔ درمیان میں کچھ اور مناسب باتیں بھی آ گئی ہیں۔

شان نزول: آنحضرت ﷺ کبھی یا اللہ کہتے اور کبھی یا رحمن کہہ کر اللہ کو یاد کرتے۔ اس پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ دوسروں کو تو شرک سے منع کرتے ہیں اور خود دو خدا مانتے ہیں۔ کبھی اللہ کو پکارتے ہیں اور کبھی رحمن کو۔ ان کے اس اعتراض کے جواب میں آیت وَلِلّٰہِ اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اَلْح نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: اقرار ربوبیت کے بارے میں انسان کی فطری آواز بلی اور تصدیق ہے: اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اعتقاد انسان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے فطری آواز بلی یعنی تصدیق سے انکار نہیں ہے۔ پس کوئی انسان غفلت کا غد کر کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ باپ دادوں کی گمراہی سے میں نے بھی گمراہ ہو گیا ہوں کیونکہ انسان سے باہر گمراہی کے کتنے ہی موثرات جمع ہو جائیں مگر اس کی فطرت کی آواز کبھی دب نہیں سکتی۔ بشرطیکہ وہ خود اس کے دبانے کے درپے نہ ہو جائے اور اس کی طرف سے کان نہ بند کر لے:

الست از ازل پہچناں شاں بگوش

بفر یاد قالوا بلی درخروش

اس عہد کو یاد دلانے کے بعد یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ پیغمبروں کو ہدایت انسان کو کوئی نیا پیام نہیں دیتی بلکہ وہ اس عہد است کی صدائے بازگشت سے جو اول دن سے انسانی فطرت میں رکھ دی گئی تھی۔

حدیث میں چونکہ اس تمام انسانی نسل کا ننھی ننھی چوٹیوں کے نال کی طرح ہونا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ ان میں اتنی سمجھ پیدا کر دی گئی ہے جس سے وہ اللہ کو پہچان سکیں۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے آدمی کھڑے کہاں ہوئے ہوں گے؟ یا ان میں عقل کہاں تھی؟ یا اتنے ننھے جسم میں عقل کیسے آ سکتی ہے؟ آخر چوٹیوں میں اپنی ضروریات کی سمجھ کیسے ہوتی ہے۔ بلکہ جدید علم الحیوانات سے تو ان کے متعلق حیرت انگیز انکشافات ہو رہے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اسی فطری آواز کو ابھارتے ہیں:..... اور گو یہ عہد عام طور پر یاد نہیں رہا، لیکن پھر بھی اس کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ توحید کی تعلیم سے ایک فطری بات معلوم ہوتی ہے۔ اگر انصاف سے کام لیا جائے اور ضد نہ کی جائے تو فوراً توحید سمجھ میں آ جاتی ہے اور عقل اس کو قبول کر لیتی ہے۔ پس ممکن ہے طبیعت کو ایسی مناسبت ہونا یہ اسی عہد کا اثر ہو، ورنہ عقل سلیم اتنی جلدی اس کو نہ مانتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بھولا ہوا سبق دوبارہ کسی کو یاد دلایا جائے تو وہ نئے پڑھنے والوں کی نسبت جلد اس کو یاد ہو جاتا ہے اور طبیعت فوراً پکڑیتی ہے۔ کند ذہن اور ضدی آدمی کی دوسری بات ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً آ کر اس پیغام کو یاد دلایا۔

اسی لئے نہ تو صرف اس اقرار کو کافی سمجھا گیا اور نہ صرف دعوت انبیاء علیہم السلام پر اکتفاء کیا گیا بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تائید و تقویت کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں تدبیروں کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اصل استعداد چونکہ اس عہد سے ہی پیدا ہوتی ہے اس لئے ان تقولو الخ کی حکمت بیان فرمانا بھی صحیح ہو گیا اور توحید کا تعلق چونکہ اللہ تعالیٰ کی ان دیکھی ذات سے ہوتا ہے اس لئے اسی کو اہم سمجھتے ہوئے اور فطرت سے قریب کرنے کے لئے صرف ربوبیت کا قرار لیا گیا ہے اور کفار کو عذاب دیا جانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کی رو سے ضروری تھا، لیکن بلا اقرار لئے لوگ غفلت اور بے خبری کا عذر کر سکتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کرنے کے لئے پہلے سب سے اقرار کرا لیا۔ پس اب یہ شبہ بھی نہیں رہا کہ جب عہد نہ لیا جاتا تو عذاب بھی نہ ہوتا۔

انسان کی طرح جنات سے بھی عہد الست لیا گیا:..... البتہ جنات کا اس عہد میں شریک نہ ہونا؟ سو ممکن ہی نہ کئے گئے ہوں صرف انسان سے اقرار لیا گیا ہو اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے احکام کی طرح یہاں بھی وہ انسان ہی کے تابع اور ساتھ ہوں۔ اس لئے علیحدہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔

ہر زمانہ میں بلعم باعور کی طرح کے لوگ رہے ہیں:..... آیت و اقل الخ میں بطور تمثیل کسی شخص کا ذکر ہے؟ اس میں کئی رائیں ہیں۔ ثقیف کے نزدیک اس سے مراد عرب جاہلیت کا ایک حکیم شاعر امیہ بن عبد اللہ ابی الصلت ثقفی ہے جو غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کا آدمی تھا۔ اہل کتاب کی محبت میں رہنے سے خدا پرستی اور دینداری سے آشنا ہو گیا تھا۔ پس قدرتی طور پر اتباع حق کی سب سے زیادہ اس سے توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن جب اسلام کی روشنی پھیلی تو پیغمبر ﷺ کی اطاعت اس پر گراں گزری اور وہ اس لالچ میں پڑ گیا کہ میں خود عرب کا پیغمبر کیوں نہ ہوں؟ نتیجہ یہ نکلا کہ حق پالینے کی جو توفیق ملی تھی وہ ضائع گئی اور نفس کی پیروی نے محروم و نامراد کر دیا اور انصار کے نزدیک اس سے مراد ابو عامر راہب ہے۔ جس کے لئے مسجد ضرار بنائی گئی تھی اور زیادہ مشہور قول وہی ہے جس کو جلال محقق نے بیان کیا ہے۔ یعنی بلعم باعور۔ لیکن قتادہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی معین شخص مراد نہیں ہے۔ بہر حال عموماً اور خصوصاً ان سب اقوال کو اگر جمع کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ جنہوں نے شروع سے حق قبول نہیں کیا یا قبول کرنے کے بعد پھر گئے دونوں اس میں داخل کر لئے جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

ایک نکتہ نا ورہ:..... دراصل پہلے انسان کے پیچھے شیطان لگتا ہے، اس کے بعد انسان اس کے نتیجہ میں گمراہ ہوتا ہے۔ پھر یہ گمراہی اور شیطانی تابعداری بڑھتے بڑھتے بالکل انسان کو ہدایت سے باہر نکال پھیلتی ہے۔ لیکن آیت میں چونکہ شیطان کا مطلق پیچھے لگنا مراد نہیں جو اولیٰ درجہ ہے۔ بلکہ اس کی گاڑھی دوستی مراد ہے جو گمراہی کے بعد ہوتی ہے۔ اسی طرح گمراہی سے مراد بھی ابتدائی درجہ نہیں۔ بلکہ مرنے تک اس پر جماؤ مراد ہے۔ جو ہدایت سے خارج ہو جانے کے بعد کا درجہ ہے پس اب فانسلخ اور فاتبعہ اور فکان

من الغاویں میں فاء کی ترتیب کے لحاظ سے کوئی اشکال نہیں رہا۔

نیز ہدایت سے خارج ہو جانے کے بعد شیطان کے پیچھے لگ جانے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مطلق گناہ سے کامل طور پر شیطان مسط نہیں ہو سکتا۔ اول اس کا تسلط ناقص رہتا ہے، لیکن جب انسان بلحاظ عمل کے بھی اور بلحاظ اعتقاد کے بھی ہدایت سے کورا ہو جائے، تب شیطان کا غلبہ مکمل ہوتا ہے۔ غرضیکہ آدمی اپنے ہاتھوں بگڑتا ہے۔

چند اعتراضات کے جوابات:..... اللہ تعالیٰ کا ارادہ چونکہ ہر چیز کا سبب ہوتا ہے، اس لئے مجازاً اس کی طرف نسبت کر دی۔ ورنہ لو عمل بمقتضاہا کہنا چاہئے تھا۔ پس اب ”لکنہ اخلد“ کا مقابلہ بھی سمجھ میں آ گیا اور کفر پر اخروی ذلت و پریشانی تو خیر ظاہر ہے۔ لیکن دنیا میں بھی اہل حق کی سی عزت و راحت نصیب نہیں ہوتی۔ دل ٹٹولا جائے تو ذرہ برابر بھی اس میں شک نہیں رہتا اور فمشلہ کمثل الح عم الہی کے اعتبار سے نہیں بلکہ شاید بندوں کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے اور یہاں کتے کا ہمیشہ ہانپنا بتلانا مقصود نہیں ہے تاکہ اعتراض کیا جائے کہ کتے ہمیشہ کہاں ہانپتے ہیں؟ بلکہ یا کتوں کی اکثری عادت کو ہمیشگی پر محمول کر لیا گیا ہے اور یہ کہہ جائے کہ دونوں شرطوں میں تشبیہ کو مقید کرنا اصل مقصد ہے۔

تکوینی اور شرعی غرض کا فرق:..... آیت ولقد ذرانا الخ میں اکثر انسان و جنات کی پیدائش کی غرض جہنم میں داخل ہونا۔ پس بتلایا گیا ہے کہ یہ تکوینی غرض ہے جو دوسری آیت وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہاں پیدائش کی غرض عبادت کو بتلایا گیا ہے اور وہ شرعی غرض ہے۔ بہر حال یہ دونوں غرضیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

لطائف آیات:..... آیت واذا اخذ الخ سے جو اقرار ازلی معلوم ہوا حضرت ذوالنون مصرفی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابھی تک میرے کانوں میں وہی آواز گونج رہی ہے۔ آیت واصل علیہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ربانی عماء کے درپے آزار ہونے والے انسانی اور شیطانی عماء کا انجام بد بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ اہل حق کو باطل پرست جو آزار پہنچاتے ہیں انہیں اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک شر یعنی برے اخلاق سے خیر یعنی اچھے اخلاق کی طرف انسلاخ ہوتا ہے۔ جس کو فنا کہتے ہیں اور ایک انسلاخ خیر سے شر کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی مقامات اور درجات میں ترقی کرنے کے بجائے ان سے رُجائے اور جہاں سے شروع کیا تھا پھر وہاں آ رہے بلکہ اصل ایمان سے بھی گر جائے تو اس کو رجعت کہتے ہیں۔ جیسے شیطان اور بلعم باعور کی رجعت ہوئی۔ اور ولو شئنا لرفعنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلعم درجہ مشاہدہ تک نہیں پہنچا تھا، ورنہ مشاہدہ اور وصل کے بعد رجعت نہ ہوتی اور فنا کے بعد وہی نہ ہوتی اور لکنہ اخلد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی راستہ ہی میں تھا اور مقامات کسب طے کر رہا تھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ وہی جب تک دنیا میں ہے اس کو مامون نہیں ہونا چاہئے۔

آیت ولقد ذرانا الخ سے لفظاً تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے غفلت جہنم کی آگ کا سبب ہے، لیکن قیاس اور مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے غفلت دنیاوی حرص و طمع کی آگ میں گھسنے کا سبب بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ ذکر اللہ قناعت اور انوارِ اہبیہ کے ساتھ جنت میں داخل ہونا سبب ہے۔

آیت لہم قلوب الخ سے معلوم ہوا کہ صوفیاء جن لطائف کو مانتے ہیں وہ صحیح ہیں۔

رَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا الْقُرْآنِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ نَأْخُذُهُمْ قَلِيلًا قَلِيلًا مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۲﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ أَهْلُهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۱۸۳﴾ شَدِيدٌ لَا يُطَاقُ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فَيَعْلَمُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِّنْ بَنِي جُنُونَ إِنَّ مَا هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸۴﴾ بَيْنَ الْإِنذَارِ أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَفِي مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَّانَ لِمَا فَيَسْتَدِلُّوا عَلَى قُدْرَةِ صَاحِبِهِ وَوَحْدَانِيَّتِهِ وَفِي أَنْ أَيْ أَنَّهُ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَدْ اقْتَرَبَ قُرْبَ أَجَلُهُمْ فَيَمُوتُوا كُفَّارًا فَيَصِيرُوا إِلَى النَّارِ فَيَسَادِرُوا إِلَى الْإِيمَانِ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ أَيْ الْقُرْآنِ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۵﴾ مَن يَضِلِ اللَّهُ فَلَ هَادِي لَهُ وَيَذَرُهُمْ بِالْبَيَاءِ وَالتُّونِ مَعَ الرَّفْعِ اسْتِنَافًا وَالْجَزْمِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ مَا بَعْدَ الْفَاءِ فِي طُعْيَانِهِمْ يَوْمَهُونَ ﴿۱۸۶﴾ يَتَرَدَّدُونَ تَحِيرًا يَسْأَلُونَكَ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ عَنِ السَّاعَةِ الْقِيَامَةِ أَيَّانَ مَتَى مُرْسِنَهَا قُلْ لَهُمْ إِنَّمَا عِلْمُهَا مَتَى تَكُونُ عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا يُظْهِرُهَا لَوْحَتِهَا ۖ اللَّهُ بِمَعْنَى فِي إِلَّا هُوَ ثَقُلْتُ عَظُمْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلَى أَهْلِهَا لِهَوْلِهَا لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً فَجَاءَ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ مُّبَالِغٌ فِي السَّوَالِ عَنْهَا حَتَّى عَلِمْتَهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ تَاكِيدٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ تَعَالَى قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا أَجَلِيَّةً وَلَا ضَرًّا أَدْفَعُهُ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ مَا غَابَ عَنِّي لَأَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ مِنْ فَقْرٍ وَغَيْرِهِ لَا اخْتِرَارِي عَنْهُ بِاجْتِنَابِ الْمَضَارِ إِنَّ مَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ بِالنَّارِ لِلْكَافِرِينَ وَبَشِيرٌ بِالْجَنَّةِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ:..... اور جو لوگ ہماری آیات جھٹلاتے ہیں (مکہ کے وہ لوگ جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں) ہم انہیں درجہ بدرجہ لئے جا رہے ہیں (آہستہ آہستہ پکڑ رہے ہیں) اس طرح کہ انہیں خبر بھی نہیں۔ ہم انہیں ڈھیل (مہلت) دے رہے ہیں۔ بلاشبہ ہماری مخفی تدبیر بڑی ہی مضبوط ہے۔ (سخت ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا) کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا؟ (یہ نہیں جانتے) کہ جن سے ان کا سابقہ ہے (محمد ﷺ) ان کو کچھ دیوانگی نہیں لگ گئی ہے (ذرا بھی جنون نہیں ہوا) وہ تو صاف صاف خبردار کرنے والے (کھلے طور پر عذاب سے ڈرانے والے) ہیں۔ پھر کیا یہ نظر اٹھا کر آسمان وزمین کی بادشاہی اور اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو نہیں دیکھتے من شئی یہ غلط ما کا بیان ہے۔ پس اس نظر و فکر سے ان کے بنانے والے کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر کیوں استدلال نہیں کرتے۔ اور اس بات میں غور کیوں نہیں کرتے کہ ممکن ہے ان کا وقت قریب آ گیا ہو (اور یہ کفر ہی کی حالت میں اگر مر گئے تو پھر جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ لہذا ان کو ایمان کی طرف لپکنا چاہئے) پھر اس (قرآن) کے بعد اور کونسی بات ہو سکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں تو پھر ان کے لئے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں (یا اور نون کے ساتھ مرفوع ہوتے ہوئے جملہ مستأنفہ ہو جائے گا اور فا کے بعد محل پر عطف کرتے ہوئے اس پر جزم پڑھا جائے گا) ان کی گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے (کہ یہ حیران ناک ٹوئیاں مار رہے ہیں) یہ (مکہ کے لوگ) آپ سے (قیامت کے) آنے والے وقت کی نسبت پوچھتے ہیں کہ آ کر وہ کب آئے

گا؟ آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ اس کا علم تو (کہ قیامت کب آئے گی) میرے پروردگار کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر (لام بمعنی فی ہے) ظاہر فرمائے گا۔ وہ بڑا ہی حادثہ ہوگا جو آسمان اور زمین (کے رہنے والوں) میں پیش آئے گا (اپنی ہیبت و دہشت کے لحاظ سے) وہ تم پر محض اچانک (دفعہ) آ پڑے گا۔ یہ لوگ تو آپ سے اس طرح پوچھ رہے ہیں کہ جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات (پوچھ تاچھ۔ چھان پچھوڑ) کر چکے ہیں (جس سے آپ کو پورا پتہ چل گیا ہے) آپ فرمادیجئے کہ یہ بات صرف اللہ ہی جان سکتے ہیں (یہ تاکید ہے) لیکن اکثر آدمی اس حقیقت سے انجان ہیں (کہ قیامت کا علم اللہ کو ہے) آپ کہہ دیجئے کہ میرا حال تو یہ ہے کہ میں خود اپنی جان کے لئے نفع (حاصل کرنا) اور نقصان (دفع کرنا) بھی اپنے قبضہ میں نہیں رکھتا۔ مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں۔ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا (جو میرے سامنے نہیں) تو بہت سا نفع بنو لیتا اور کوئی مصیبت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی (کیونکہ نقصانات سے بچنے کی وجہ سے میں اس مصیبت سے محفوظ رہتا) میں تو محض (کفار کو آگ سے) خبر کرنے والا اور ایمان لانے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنانے والا ہوں۔

تحقیق و ترکیب: مستدرجہم. عطاء اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ ہم ان سے اس طرح مکر کرتے ہیں کہ انہیں پتہ بھی نہیں ہوتا اور کبھی کہتے ہیں کہ ”ہم ان کے اعمال ان کی نظروں میں بھلے کر دیتے ہیں“ اور ضحاک کہتے ہیں کہ جب وہ کوئی تازہ گناہ کرتے ہیں تو ہم بھی ایک نئی نعمت دے دیتے ہیں اور سفیان کہتے ہیں کہ نعمتوں کے تو ان پر ہم ڈھیر لگاتے ہیں مگر شکر کو بھلا دیتے ہیں۔ اسی انہ۔ یعنی یہ جملہ ماقبل پر عطف کرتے ہوئے کل جرم میں ہے اور یہ ان مخففہ ہے جس کا اسم ضمیر شان ہے اور خبر عسی ہے اور اقرب معمول ہے مرسھا اس میں استعارہ بالکنایہ ہے۔ قیامت کو جاری کشتی سے تشبیہ دے کر مشبہ کا ذکر لپیٹ دیا اور اس کے لوازم ارساء کا ذکر تخیل ہے اور ارساء نھر سے ٹھہرانے کے معنی ہیں۔

ولو كنت اعلم الغیب۔ اس سے علم غیب کو ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ماروں گھٹنا، سر لنگڑایا ماروں گھٹنا پھوٹے خیر آب و کی مثال ہے۔

لاستکثرت۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ ممکن ہے آپ عالم الغیب ہوں۔ البتہ نقصانات سے بچنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ غزوہ احد کی شکست کو آپ نے پہلے ہی بتلادیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ پہلے سے اس کو جانتے تھے، مگر اس کے نقصانات کو دفع نہیں کر سکتے؟ جواب یہ ہے کہ شرط کے جزاء کو مستلزم ہونے کے لئے عقلی اور کلی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ استلزام بعض اوقات میں بھی ہو سکتا ہے۔

رابط آیات: پچھلی آیت سبجدون میں عذاب کی دھمکی دینے کے باوجود جواب تک عذاب واقع نہیں ہوا۔ والذین کذبوا میں اس کے جبہ بتلاتے ہیں اگلی آیت اولم یفکروا میں رسالت کا بیان ہے اس کے بعد آیت اولم یظنوا میں توحید کے متعلق غور کرنے کو فرماتے ہیں جس میں استدلال کی طرف اشارہ ہے اور موت کو یاد دلاتے ہیں۔ جس سے آخرت کے عذاب کی مشروعیت ہو جائے گی پھر آیت من یضلل اللہ میں آنحضرت ﷺ کی تسلی کا مضمون ہے اور یسئلونک میں تیسری بات یعنی قیامت کو ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول: حضرت قتادہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر ایک ایک قبیلہ کو پکارا اور

انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا تو بعض لوگ کہنے لگے کہ ان صاحب کو جنون ہو گیا ہے اس پر آیت اولم یتفکروا نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: اللہ کا قانون امہال:..... آیت والذین کذبوا میں اللہ کے قانون امہال کا ذکر ہے جس میں مفسدین مکہ کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ جزائے عمل کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اس نتیجہ پر پہنچ کر رہیں گے جو سرکشی اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ ہے چونکہ ان لوگوں کو دنیا ہی میں بدترین سزا دینی منظور تھی۔ اس لئے ایک دم فوراً مواخذہ نہیں کیا گیا۔ ورنہ اس پکڑ کے بعد نافرمانی آگے نہ بڑھتی اور وہ پوری اور آخری سزا کے مستحق نہ ہوتے اس لئے سزا کے اس مقررہ نشانہ پر پہنچانے کے لئے ان کو کھانے۔ پینے کھیلنے کودنے کی مہلت دے دی گئی ہے تاکہ ان کی حرکتیں بھی بڑھتی رہیں اور ہمارے قانون کا شکنجہ بھی آہستہ آہستہ کستا چلا جائے۔ اس طرح کہ پھر ہماری گرفت سے باہر نکلنے کی کوئی صورت ان کے لئے باقی نہ رہ جائے۔ یہی حاصل ہے استدراج کا۔

آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی خود ایک بڑا معجزہ ہے:..... آیت اولم یتفکروا کا حاصل یہ ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ مجنون اور دیوانہ کہا گیا ہے۔ لیکن مکہ کے لوگ فکر و نظر سے کام لیتے تو پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی جو ان ہی میں پیدا ہوئے ان ہی میں رہے ہے ان کے لئے سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی۔ آپ کے دوسرے معجزات جن میں قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے یہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپ کے عادات و اطوار اور پاکیزہ زندگی کا ربانی انداز بھی ایک معجزہ ہے جس میں دوسرا کوئی ہرگز آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔

آیت اولم ینظروا کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو دین حق تک پہنچانے والی دلیل کی فکر ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک زرہ میں جلوہ گر ہے اور نہ ہی اس فکر میں مدد دینے والی چیز یعنی موت کی طرف ان کا دھیان ہے پھر ان پر ایمانی راہ کھلے تو کیوں کر کھلے۔

قیامت کا نیا تلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔..... مکہ کے مشرکین تمسخر و انکار کی راہ سے پوچھتے تھے اگر سچ قیامت آنے والی ہے تو کیوں نہیں بتلا دیئے کہ کب آئے گی جواب دیا جا رہا ہے اس وقت کا ٹھیک ٹاپ تول تو صرف اللہ کو معلوم دوسروں کو بتلانا کچھ مفید نہیں بلکہ ایک حد تک حکمت الہی کے خلاف ہے۔ لیکن اتنا جان لینا کافی ہے کہ جب آئے گی تو اچانک آئے گی ڈھنڈورا پیٹ کر نہیں آئے گی اور وہ اجرام سماویہ کا ایک بہت بڑا حادثہ ہوگا آیت انما علمها عند ربی اور حدیث ما المسنول عنہا با علم من السائل (جس طرح قیامت کا ٹھیک وقت سوال کرنے والا نہیں جانتا میں بھی نہیں جانتا) سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا مقررہ وقت آپ کو بھی معلوم نہیں تھا پس جن روایات سے دنیا کی عمر سات ہزار برس ہونا معلوم ہوتا ہے اول تو وہ اس آیت قرآنی اور مذکورہ حدیث تخمین کے برابر تو کیانی نفسہ بھی سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں۔ دوسرے ان کا مطلب ظن غالب کے ساتھ ایک تخمین اور اندزہ بھی ہو سکتا ہے پس اس لحاظ سے دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں۔

نفع و نقصان کے مالک نہ ہونے سے لازم آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے..... آیت قل لا املک الخ کا حاصل یہ ہے کہ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ فلاں کام میرے لئے یقیناً فائدہ مند ہوگا۔ اس لئے اختیار کر لیتا اور فلاں چیز میرے لئے یقیناً مضر ہے اس لئے میں اس سے بچتا اور اب چونکہ علم غیب نہیں ہے اس لئے مفید و مضر

چیزوں کا علم اور ان کو اختیار کرنا اور ان سے بچنا تو بجائے خود بعض دفعہ معاملہ الٹا ہو جاتا ہے کہ مفید کو مضر اور مضر کو مفید سمجھ لیا جاتا ہے خلاصہ استدلال یہ نکلا کہ علم غیب کے لئے نفع اور نقصان کا مالک ہونا لازم ہے لیکن یہ مقدمہ ذکر میں پہلے ہو گیا اور لازم کہ پایا نہیں جاتا یہ مقدمہ ذکر میں پہلے نہیں ہے۔ غرض ان دونوں مقدموں سے ثابت ہو گیا کہ ملزوم یعنی علم غیب نہیں ہے اور یہی مطلوب ہے بہر حال منشاء یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد تکوینی چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی چیزوں کا جاننا جن میں قیامت کی تعیین بھی داخل ہے نبی کے لئے ضروری نہیں ہے البتہ نبوت کا اصلی جو ہر شرعی چیزوں کا مکمل جاننا ہے سو وہ الحمد للہ مجھے حاصل ہے اور آنحضرت ﷺ کا بشیر و نذیر ہونا اگرچہ تمام دنیا کے اعتبار سے ہے لیکن پھر مومنین کو خاص کرنا بلحاظ نفع کے ہے۔

پیغمبر کی اصلی حیثیت: دنیا میں انسان کی ایک عام گمراہی پہلے سے یہ چلی آرہی ہے کہ جب کوئی انسان روحانی عظمت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو لوگ چاہتے ہیں اسے انسانیت اور بندگی کی سطح سے بلند کر کے دیکھیں۔ لیکن قرآن کریم پیغمبر اسلام ﷺ کی حیثیت ایسے صاف اور قطعی لفظوں میں ظاہر کرتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے اس قسم کی گمراہی کا ازالہ ہو جائے جو دنیا اپنے پیشواؤں کو خدا اور خدا کا بیٹا بنانے کی خواہشمند تھی پیغمبر اسلام ﷺ اس سے اتنا بھی نہ چاہا کہ کانہوں کی طرح وہ اسے غیب دان ہی تسلیم کر لے زیادہ سے زیادہ بات جو اپنی نسبت کہی وہ یہ تھی کہ میں انکار اور بد عملی کے نتائج سے خبردار کرنے والا اور ایمان و نیک عمل کی برکتوں کی بشارت دینے والا ایک بندہ ہوں اگر میں غیب دان ہوتا تو زندگی بھر مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی غرض مجھے کیا معلوم قیامت کب آئے گی۔

لطائف آیات: آیت قل لا املك الخ سے صراحتہ معلوم ہر رہا ہے کہ مستقل قدرت اور علم محیط دونوں بجز خدا کے کسی میں پائی نہیں جاتیں بعض لوگوں کا اپنے پیروں کی نسبت ایسا گمان و اعتقاد رکھنا زری جہالت ہے۔

هُوَ اَيُّ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ اَيُّ اٰدَمَ وَجَعَلَ خَلْقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَاءَ لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا وَيَالِفُهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا جَامِعَهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا هُوَ النُّطْفَةُ فَمَرَّتْ بِهِ ذَهَبَتْ وَجَاءَتْ لِجَفَّتِهِ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ بِكِبَرِ الْوَلَدِ فِي بَطْنِهَا وَاشْفَقَا اَنْ يَكُوْنَ بِهَيْمَةً دَعَا اللّٰهُ رَبَّهُمَا لَنْ اَتِيَنَّا وَلَدًا صَالِحًا سَوِيًّا لَنْكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ لَكَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اَتَتْهُمَا وَلَدًا صَالِحًا جَعَلَالَهُ شُرَكَاءَ وَفِي قِرَاءَةِ بِكْسِرِ الشَّيْءِ وَالتَّنْوِيْنِ اَيُّ شَرِيْكَا فِيمَا اَتَتْهُمَا بِتَسْمِيَّتِهِ عَبْدُ الْحَارِثِ وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا اِلَّا لِلّٰهِ وَلَيْسَ بِاَشْرَاكَ فِي الْعِبُوْدِيَّةِ لِعَصْمَةِ اٰدَمَ وَرَوَى سَمُرَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا وَلَدْتُ حَوَاءَ طَافَ بِهَا ابْلِيْسُ وَكَانَ لَا يَعْيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِيَهُ عَبْدُ الْحَارِثِ فَاتَّهَ يَعْيشُ فَسَمَّيْتُهُ فَعَاشَ فَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَامْرِهِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيبٌ فَتَعَلَّى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُّ اَهْلٍ مَكَّةَ بِهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْجُمَلَةِ مُسَبِّحَةً عَطَفَ عَلَى خَلْقِكُمْ وَمَا بَيْنَهُمَا اَعْتَرَا صَ اَيُّشْرِكُوْنَ بِهِ فِي الْعِبَادَةِ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ لَهُمْ اَيُّ لِعَابِدِيْهِمْ

نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۸۳﴾ يَمْنَعُهَا مِمَّنْ أَرَادَ بِهِمْ سُوءٌ مِنْ كَسْرِ أَوْ غَيْرِهِ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِيحِ
وَأَنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْأَضْمَامِ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ سَوَاءً عَلَيْكُمْ
أَدْعَوْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿۱۸۴﴾ عَنْ دُعَائِهِمْ لَا يَتَّبِعُوهُ لِعَدَمِ سَمَاعِهِمْ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادَ مَمْلُوكَةٍ أَهْثَالِكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ دُعَاءَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿۱۸۵﴾ فِي آتِهَا إِلَهَةٌ ثُمَّ بَيَّنَّ غَايَةَ عَجْزِهِمْ وَقَضَى عَابِدِيَهُمْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَرْجُلُ يَمْشُونَ بِهَا
أَمْ بَلِ اللَّهُمَّ أَيْدٍ جَمْعُ يَدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ بَلِ اللَّهُمَّ أَعْيُنُ يَبْصُرُونَ بِهَا أَمْ بَلِ اللَّهُمَّ أَذَانُ يَسْمَعُونَ
بِهَا إِسْتِفْهَامُ انْكَارِ أَيْ لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ مِمَّا هُوَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَعْبُدُونَهُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ حَالًا مِنْهُمْ قُلِ
لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ إِلَى هَلَاكِي ثُمَّ كِيدُونَ فَلَا تُنْظَرُونَ ﴿۱۸۶﴾ تُمْهَلُونَ فَإِنِّي لَا أَبَالِي
بَكُمْ إِنْ وَلِيَ فِي اللَّهِ يَتَوَلَّى الَّذِي نَزَلَ الْكِتَابُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّادِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ بِحِفْظِهِ وَالَّذِينَ
تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَيْفَ أَبَالِي بِهِمْ وَإِنْ
تَدْعُوهُمْ إِلَى الْأَضْمَامِ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ إِلَى الْأَضْمَامِ يَا مُحَمَّدُ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ أَيْ
يُقَابِلُونَكَ كَالنَّظِيرِ وَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ ﴿۱۸۹﴾ خُذِ الْعَفْوَ أَيْ الْيُسْرَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ وَلَا تَبْحَثْ عَنْهَا
وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ الْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۰﴾ فَلَا تُقَابِلُهُمْ بِسَفْهِهِمْ وَإِمَّا فِيهِ إِدْغَامُ نُونٍ إِنْ
الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الزَّائِدَةُ يَنْزَعُ عَنْكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ أَيْ أَنْ يُصْرِفَكَ عَمَّا أَمَرْتُ بِهِ صَارَفَ فَاسْتَعِذْ
بِاللَّهِ جَوَابُ الشَّرْطِ وَجَوَابُ الْأَمْرِ مَحْذُوفٌ أَيْ يُلْفَعُ عَنْكَ إِنَّهُ سَمِيعٌ لِلْقَوْلِ عَلَيْهِمُ ﴿۱۹۱﴾ بِالْفِعْلِ إِنْ
الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ أَصَابُهُمْ طَيْفٌ وَفِي قِرَاءَةِ طَيْفٌ أَيْ شَيْءٌ أَلَمَ بِهِمْ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا
عِقَابَ اللَّهِ وَتَوَابَهُ فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿۱۹۲﴾ الْحَقُّ مِنْ غَيْرِهِ فَيَرْجِعُونَ وَإِخْوَانُهُمْ أَيْ إِخْوَانُ الشَّيَاطِينِ
مِنَ الْكُفَّارِ يَمُدُّونَهُمُ الشَّيَاطِينُ فِي الْغَيِّ ثُمَّ هُمْ لَا يَقْصِرُونَ ﴿۱۹۳﴾ يَكْفُرُونَ عَنْهُ بِالتَّبْصُرِ كَمَا يَبْصُرُ
الْمُتَّقُونَ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ بِآيَةٍ مِمَّا اقْتَرَحُوهُ قَالُوا لَوْلَا هَلَّا اجْتَبَيْتَهَا أَنْشَأَتْهَا مِنْ قَبْلِ
نَفْسِكَ قُلْ لَهُمْ إِنَّمَا اتَّبَعُ مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي لَيْسَ لِي أَنْ أَتِي مِنْ عِنْدِ نَفْسِي بِشَيْءٍ هَذَا الْقُرْآنُ
بَصَائِرُ حُجَجٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۹۴﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
وَأَنْصِتُوا عَنِ الْكَلَامِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۹۵﴾ نَزَلَتْ فِي تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْخُطْبَةِ وَغَيْرِهَا بِالْقُرْآنِ
لَا شِمَالَهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ مُطْلَقًا وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ أَيْ سِرًّا تَضَرُّعًا تَذَلُّلًا

وَّخِيفَةً خَوْفًا مِنْهُ وَفَوْقَ السَّرَادُونَ الْجَهْرِمِ الْقَوْلِ أَيْ قَصْدًا يَنْتَهُمَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ أَوَائِلِ النَّهَارِ
وَأَوَاخِرِهِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۷۵﴾ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ أَيْ الْمَلَائِكَةُ لَا
يَسْتَكْبِرُونَ يَتَكَبَّرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ يَنْزَهُونَهُ عَمَّا يَلِيقُ بِهِ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿۷۶﴾ أَيْ يَحْضُونَ^{۱۳}
بِالْحَضْوَعِ وَالْعِبَادَةِ فَكُونُوا مِثْلَهُمْ^{۱۴}

ترجمہ: وہی (اللہ) ہے جس نے اکیلی جان (آدم) سے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا جوڑا (خوارجور) بنا دیا
(پیدا کر دیا) تاکہ وہ اپنے جوڑے سے چین (انس) حاصل کر سکے پھر جب خاوند نے بیوی سے قرب کی (دونوں کا ملاپ ہوا) تو
عورت کو حمل رہ گیا ہلکا سا (نطفہ کی ابتدائی حالت) جسے وہ لے کر چلتی پھرتی رہی (پیٹ ہلکا ہونے کی وجہ سے آنے جانے میں سہولت
رہی) لیکن پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے (پیٹ میں بچہ بڑا ہونے کی وجہ سے اور میاں بیوی ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی جانور نہ ہو) تو
میاں بیوی دونوں اپنے رب اللہ سے دعا مانگتے لگتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں نیک (صحیح سالم) اولاد عطا فرمادی تو ہم (آپ کے)
بہت ہی شکر گزار ہوں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں نادرست بچہ دے دیا تو وہ دونوں میاں بیوی اللہ کا شریک ٹھہرانے لگے (اور
ایک قرأت میں لفظ شرکاء شین کے کسرہ اور تین کے ساتھ بھی ہے یعنی شریکاً) جو کچھ اللہ نے انہیں عطا فرمایا (بچہ کا نام
عبدالحارث رکھ دیا۔ حالانکہ اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ عبادت میں شریک کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم ایک معصوم نبی
تھے۔ بنی کریم ﷺ سے سمرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حواء کی جب زچگی ہوئی تو شیطان ان کے گرد گھومنے لگا اور حضرت حواء کا یہ
حال تھا کہ ان کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ پس ان کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ اگر تم اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دو گی تو پھر یہ
زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کر دیا اور وہ بچہ زندہ بھی رہ گیا۔ غرضیکہ یہ شیطان کے بہکانے اور کہنے سے ہوا تھا حاکم نے اس کو
روایت کر کے اس کی تصحیح کی ہے امام ترمذی اس حدیث کو حسن غریب فرماتے ہیں) سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے (یعنی مکہ والوں
کی بت پرستی سے اور یہ جملہ فتعلی اللہ خلقکم کو پر عطف ہو کر مسبب ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے) کیا یہ لوگ اللہ کے
ساتھ ایسی چیزوں کو شریک (عبادت میں) ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی نہ بنا سکیں اور خود ہی کسی کے پیدا کئے ہوئے ہوں۔ ان میں نہ تو
اتنی طاقت کہ وہ ان کی (اپنے پجاریوں کی) کچھ مدد کر سکیں اور وہ خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے (جو ان کی توڑ پھوڑ کرنا چاہے وہ اس کو بھی
روک نہیں سکتے اور استفہام تو بیخ کے لئے ہے) اگر تم انہیں (بتوں کو) سیدھی راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چل سکیں (لفظ لا
یتبعوکم تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں طرح ہے) اور تم انہیں پکارو یا (ان کے بلانے سے) چپ رہو دونوں حالتوں کا نتیجہ
تمہارے لئے برابر ہے (تمہارا کہنا نہ مان سکیں گے کیونکہ وہ سنتے ہی نہیں) واقعی تم اللہ کے سوا جن کی عبادت (بندگی) کرتے ہو وہ بھی تم
جیسے ہی اللہ کے بندے (ملک) ہیں سو انہیں پکارو پھر دیکھیں کہ وہ تمہاری (پکار کا) جواب دیتے ہیں اگر تم سچے ہو (اس بارے میں کہ وہ
تمہارے معبود ہیں پھر آگے بھی ان کے انتہائی عجز کو اور ان سے زیادہ ان کے پجاریوں کی فضیلت کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے) کیا ان مورتیوں کے پیکر میں ہیں جن سے چلتی ہوں؟ یا ہاتھ ہیں (ایسا جمعید کی) جن سے پکڑاتی ہوں کیا ان کی آنکھیں
ہیں جن سے دیکھتی ہوں؟ کان ہیں جن سے سنتی ہوں؟ (یہ استفہام انکار کے لئے ہے یعنی ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ان میں
نہیں پائی جاتی جو تم میں ہے پھر جب کہ تمہاری حالت ان سے کہیں درجہ بڑھی ہوئی ہے کیسے ان کی پوجا کر رہے ہو) ان سے کہو (اے
محمد ﷺ) کہ اپنے سب شرکاء کو پکار لو (میرے مٹانے کے لئے پھر خفیہ تدبیریں کر ڈالو اور مجھے ذرہ بھی مہلت نہ دو) بہر حال مجھے ذرہ

بھربھی پرواہ نہیں ہے) یقیناً میرے مددگار تو اللہ ہیں (ایسے مددگار) جنہوں نے کتاب (قرآن) نازل فرمائی ہے اور وہی ہیں جو نیک لوگوں کی (حفاظت کر کے) مدد فرماتے ہیں تم اللہ کے سوا جنہیں پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ وہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں (پھر مجھے ان کی کیا پرواہ) اگر تم ان (مورتیوں) کو سیدھے رستے بلاؤ تو کبھی تمہاری پکار بھی نہ سنیں۔ اور آپ ملاحظہ فرمائیں گے (ان مورتیوں کو اے محمد!) کہ وہ آپ ﷺ کی طرف تک رہی ہیں (یعنی دیکھنے والے کی طرح تمہارے سامنے ٹکلی باندھے ہوئی ہیں) حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتیں۔ درگزر سے کام لیجئے (یعنی لوگوں کے ساتھ سہولت برتیئے اور زیادہ کنج دکان میں نہ پڑیئے) اور نیکی (بھلائی) کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارے ہو جایا کیجئے (ان کے سفلہ پن کا سامنا نہ کیا کیجئے) اور اگر (ان شرطیہ کے نون کا مازائدہ میں ادغام ہو رہا ہے) آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے (یعنی جس کام کا آپ کو حکم ملا ہے اس سے پھرنے والی کوئی چیز پیش آنے لگے) تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے (یہ شرط کا جواب ہے لیکن امر کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وسوسہ کو آپ سے دور فرمادیں گے) بلاشبہ وہ خوب سننے والے ہیں (آپ کی بات) خوب جاننے والے ہیں (آپ کے کام) جو لوگ متقی ہیں جب ان کو چھو جاتا ہے (پیش آ جاتا ہے) کوئی خطرہ (اور ایک قراءت طیف کی بجائے طائف ہے یعنی تکلیف دہ چیز) شیطان کی طرف سے تو یاد کر لیتے ہیں (اللہ کے عذاب و ثواب کو) سوا چائیک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (حق ناحق کو دیکھ لیتے ہیں اور اس وسوسہ سے باز آ جاتے ہیں) مگر جو لوگ شیطان کے بھائی بند ہیں (یعنی کفار جو شیطان کے بھائی ہیں) ان کو کھینچے لئے جاتے ہیں (یہ شیاطین) گمراہی میں۔ پھر وہ شیطان کے چیلے ذرا بھی باز نہیں آتے (غور و فکر سے کام لے کر رک جاتے جیسے کہ متقی رک گئے تھے) اور جب آپ ظاہر نہیں کرتے (ان مکہ والوں کے سامنے) کوئی (فرمانشی) معجزہ تو کہتے ہیں یہ معجزہ کیوں نہ پسند کر کے چن لیا (اپنی طرف سے کیوں نہ ظاہر کر دیا) آپ (ان سے) فرمادیجئے میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے (یہ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں اپنے جی سے کوئی چیز گھڑ کے پیش کر سکوں) یہ (قرآن) دلائل کا خزینہ ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور یقیناً رکھنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو کان لگا کر سنا کرو اور (بات چیت کرنے سے) چپ رہا کرو تا کہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ہو سکو (یہ آیت خطبہ کے درمیان بات چیت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن خطبہ کی بجائے قرآن کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ خطبہ میں قرآن بھی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً قرآن کریم پڑھنے کے متعلق یہ حکم ہے) اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں (یعنی ذکر خفی) عجز (نیاز) کے ساتھ ڈرتے ہوئے (اللہ کا ڈر دل میں رکھتے ہوئے) اور زبان سے بھی (ذرا زور سے) بغیر پکارے (یعنی درمیانی آواز کے ساتھ) صبح و شام و دن چڑھے اور دن ڈھلے) اور ان لوگوں میں سے مت ہو جانا جو (ذکر اللہ سے) غافل ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے حضور میں ہیں (یعنی فرشتے) وہ کبھی بڑائی (تکبر) میں آ کر ان کی بندگی سے نہیں جھکتے۔ وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں (نامناسب چیزوں سے ان کی صفائی بیان کرتے ہیں) اور ان ہی کے آگے سر بسجود ہوتے ہیں (یعنی صرف ان ہی کے آگے پستی اور بندگی کرتے ہیں اسی طرح تمہیں بھی ہونا چاہئے۔

تحقیق و ترکیب: جعل منها۔ ضمیر مؤنث۔ نفس کی طرف لوٹی ہے جس سے مراد آدم ہیں لیکن لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں ضمیر مؤنث لائی گئی ہے اور یسکن میں معنی کا لحاظ کر کے نفس کی طرف ضمیر مذکر راجع ہے اور الیہا کی ضمیر حضرت حواء کی طرف اور تنشی کی ضمیر مستتر حضرت آدم کی طرف اور ضمیر بارز حضرت حواء کی طرف لوٹ رہی ہے۔ آدم و حواء کی یہ قربت جو حمل کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے دنیا میں آنے کے بعد ہوئی اور جنت میں بغیر نطفہ و حمل تھی۔ واضحاً اس قسم کے یہ سب خطرات شیطانی وسوسہ اندازی سے ہوئے۔

عبدالحرث۔ حارث شیطان کا نام تھا فرشتوں کے نزدیک۔ یہ نام رکھوا کر غیر اللہ کے توکل پر آمادہ کیا جو شرک خفی سمجھنا چاہئے۔ عبد النبی اور عبدالرسول، بندہ حسن، بندہ علی، محمد بخش وغیرہ نام بھی اسی طرح کراہت سے خالی نہیں ہیں۔ حضرت آدم کی پہلی اولاد کے نام عبداللہ، عبدالرحمن وغیرہ ہوتے تھے مگر زندہ نہیں رہتے تھے والجملة یعنی فتعلی اللہ مسبب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ هو الذی خلقکم من نفس واحدة فتعلی اللہ عما یشرکون۔ اس کا تعلق اُمر آدم وحواء کے واقعہ سے ہوتا تو عما یشرکون آنا چاہئے تھا۔ اس تغیر عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق پہلے قصہ سے نہیں۔ اولاد آدم کے شرکیہ اعمال کی طرف گفتگو کا رخ پھر گیا ہے اور حضرت اُدم وحواء کا واقعہ ہی اگر مراد لیا جائے تب بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن شرک سے مراد شرک الہی ہوگا۔ ان تدعوہم۔ ضمیر خطاب کفار کی طرف اور ضمیر نصب بتوں کی طرف راجع ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر خطاب رسول اور مؤمنین کی طرف اور ضمیر غائب کفار کی طرف راجع ہو۔

المعروف۔ معروف کہتے ہیں پسندیدہ فعل کو یا عقل وشرع کے نزدیک بہترین عادت کو۔

عن الجاہلین۔ اگر کفار مراد ہوں تو اعراض کے معنی ترک قتال کے لیتے ہوئے آیت کو منسوخ کہا جاسکتا ہے ورنہ اگر عوام مسلمین جو ضعیف الاسلام ہوں مراد لئے جائیں تو پھر آیت محکم رہے گی اور اعراض کے معنی زنی اور درگزر کرنے کے ہو جائیں گے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم میں اس آیت کو مکارم اخلاق میں سب سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ ینزعنک۔ نزاع کے معنی چرواہے کا چوپاؤں کو ڈانٹنا ہیں۔ مراد وسوسہ ہے بطور تشبیہ کے۔ بظاہر خطاب اگرچہ آنحضرت ﷺ کو ہے مگر دوسرے لوگ مراد ہیں جو شیطانی اثر سے مغلوب رہتے ہیں۔

طائف۔ یہ طاف۔ طوف سے ہے یا طواف بہ الخیال۔ طوف طیفاً سے ہے اور ایک قراءت میں طیفاً ہے۔ نیز طائف بمعنی طیف بھی ہو سکتا ہے جیسے عافیۃ وعاقبۃ وغیرہ مصادر فاعل اور فاعلہ کے وزن پر آتے ہیں۔

لا یقصر ون۔ ضمیر خوان کی طرف راجع ہے اذاقری القرآن۔ جمہور صحابہ اس آیت کو مقتدی کے لئے مانتے ہیں لیکن جلال محقق اپنے مذہب کی رعایت سے اس کو خطبہ کے ساتھ مخصوص کر رہے ہیں۔ جیسا کہ سعید بن جبیر عطاء اور مجاہد کی رائے ہے۔

حالانکہ خطبہ مدینہ طیبہ میں جمعہ کے ساتھ شروع ہوا اور یہ آیت کی ہے۔ اسی لئے یہ قول بعض کا ہے۔ حسن زہری، نخعی کا قول بھی یہی ہے اور بیہقی نے تو امام احمد سے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ اول قول جمہور کا ہے جس کو اپنے خلاف ہونے کی وجہ سے مفسر علام نے قیل کے صیغہ ترمیض سے بیان کیا ہے اور صاحب مدارک مطلقاً قراءت قرآن کے لئے مانتے ہیں۔ خواہ نماز کی صورت میں ہو یا خطبہ کی شکل میں اور یہی اصح رائے ہے۔ اس تیسری صورت کے اعتبار سے امام شافعی کے نزدیک یہ

سکوت کا حکم استحبابی ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک وجوبی۔ امام شافعی مقتدی کو نماز میں حدیث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب کی رو سے قراءت فتح کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث تو محکم ہے اور آیت محتمل المعانی۔ اس لئے دونوں میں تعارض نہیں بلکہ

حدیث راجح ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث کی طرح ایک دوسری حدیث بھی ہے۔ من کان لہ امام فقراء لا امام قراء لہ پس ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ ایک قراءت حقیقی ہوتی ہے دوسرے قراءت حکمی۔ بحالت نماز امام تو

سورۃ فتح کی حقیقی قرات کرے گا۔ لیکن مقتدی اس آیت کی رو سے خاموش رہے گا۔ مگر حدیث من کان لہ امام الخ کی رو سے اس کا خاموش رہنا پڑھنے ہی کے حکم میں ہوگا۔ یعنی اس کو حکمی قراءت حاصل ہوگی۔ غرض کہ آیت کے محتمل المعنی ہونے کی وجہ سے امام شافعی کی طرح حنفیہ بھی مسئلہ کا اثبات اس آیت سے نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ حدیث من کان لہ امام فقراء لا امام قراء لہ کی رو سے امام کے پیچھے مقتدی کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔

امام کی طرح اگر مقتدی بھی ھقیقۃ قراءت کرے گا تو اول تو حدیث اعلیٰ انازع فی القرآن کے خلاف لازم آئے گا دوسرے اسے صرف سورۃ فاتحہ ہی پر بس نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ امام مالک کی حدیث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب و سورۃ معها کی رو سے امام کی طرح مقتدی کو سورت بھی پڑھنی چاہئے۔ حالانکہ امام شافعی اس کو نہیں مانتے۔

دون الحھر۔ سری قراءت یہ ہے کہ نہ خود سنے نہ دوسرا۔ اور جہری یہ کہ دور کا آدمی بھی سن لے اور درمیانی قراءت یہ کہ پاس کا آدمی سن لے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ سری اور جہری میں جب کوئی واسطہ نہیں ”کیونکہ سری کہتے ہیں جو خود نہ سن سکے اور جہری کے معنی یہ ہیں کہ جو دوسرا سن لے خواہ دور کا ہو یا پاس کھڑا ہو۔“ تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیانی پڑھنے کی صورت پھر کیا ہوگی؟ شبہ کے دفعیہ کی تقریر کا حاصل یہ ہوگا کہ واسطہ کا نہ ہونا فقہاء کی اصطلاح پر ہے اور یہاں وہ مراد نہیں ہے۔ بظاہر یہ حکم قراءت دعا، ذکر سب کو شامل معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ اس کو نماز کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ صبح و شام کے دونوں وقت چونکہ ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ ایک سو کر اٹھنے کا وقت ہے اور دوسرا سونے کی تیاری کا۔ اس لئے غفلت دور کرنے کے لئے ذکر مناسب ہوا۔ امام شافعیؒ واذکر ربک فی نفسک سے مقتدی کی سری قراءت کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اکثر کے نزدیک اس کے معنی یہ نہیں بلکہ دوسرے ہیں۔

رابط آیات: آیت هو الذی الخ تو حید کو ثابت کیا جا رہا ہے اور شرک کو مفصل اور مدلل طریقہ سے باطل کیا جا رہا ہے جس میں ممکن ہے مخالفین میں بیجاں پیدا ہو اور وہ اصرار و انکار سے پیش آئیں۔ اس لئے آیت حذال عفو الخ سے نرم روی کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور پھر بھی غصہ آ ہی جائے تو اللہ سے پناہ چاہ لیجے اور جس طرح کچھلی آیت اولم یتفکروا الخ میں رسالت کو ثابت کیا گیا تھا۔ یہاں آت واذال لم تاتھم الخ میں کفار کے شبہ کا رد کرنا ہے جس کی وجہ سے کفار آپ کی رسالت کا انکار کرتے تھے اور کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے یہی دو طریقے ہوا کرتے ہیں یا اپنے مدعا پر استدلال اور یا مخالف کی بات کا رد اور لوگوں کے حق میں قرآن کا رحمت و ہدایت ہونا چونکہ خاموشی اور غور سے سننے پر موقوف ہے اس لئے اذا قرئ الخ سے اس کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔

آگے اذکر ربک فی نفسک الخ سے اس کو ذرا عام کر کے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کا ذکر جس میں قرآن پڑھنا بھی داخل ہے ادب کے ساتھ ہونا چاہئے۔ جس کا منشاء وہی غور سے سننا ہے اس سمجھ کے بعد خاتمہ سورۃ پر سورت کے تمام مضامین کی تائید و تاکید کے لئے ان الذین الخ سے طاعت و عبادت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ فرشتوں کو جب مقربان بارگاہ ہوتے ہوئے اس سے عار نہیں تو پھر تمہیں کیا انکار ہے۔

شان نزول: ابن جریر اور ابن ابی حاتم مرسل روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے اس کا منشاء پوچھا؟ انہوں نے کہا۔ ۱۔ ان اللہ امرک ان تعفو عن ظلمک وتعطى من حر مک. وتصل من قطعک.

۱۔ نماز میں میرے پڑھنے سے کون ٹکراؤ کرتا ہے ۱۲۔

۲۔ سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کے بغیر پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی ۱۲۔

۳۔ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ظلم کرنے والے کو معاف فرمادیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس کو بھی نوازا کریں اور آپ ﷺ سے جو رشتہ توڑے آپ ﷺ اس سے اچھا سلوک کیجئے ۱۲۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس مرسل روایت کے اور بھی شواہد ہیں اور ابن سعد سے ابن مردویہ کی روایت تو مرفوع ہے۔ غرض کہ یہ حکم تو غصہ آنے کے احتمال پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ اگر غصہ آجائے تو اس کے متعلق آیت اما ینزعنک الخ نازل ہوئی اور ایک انصاری صحابی نماز میں آپ ﷺ کے پیچھے قرآن تلاوت کر رہے تھے۔ اس پر آیت اذا قرئ الخ نازل ہوئی اور سعید بن جبیر وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور ابو الشیخ بالواسطہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ یہ آیت قراءت خلف الامام کے بارے میں اتری اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر دونوں ابو ہریرہؓ سے خرّج کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نماز میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے زور سے پڑھتے تھے اور ابن جریر ابن سعدؓ سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: نام رکھنے میں شرک کا واقعہ حضرت آدمؑ کا ہے یا اولاد آدم کا؟ جلال محقق نے امام ترمذی کی تحسین کی ہوئی اور حاکم کی تصحیح کی ہوئی روایت

کی وجہ سے اس قصہ کا تعلق حضرت آدمؑ وحواءؑ سے کیا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے کچھ اشکالات کی وجہ سے اس قصہ کا انکار کیا ہے۔ رہی حدیث سو اس سے اس قصہ کا اس آیت کے لئے تفسیر لانا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس حدیث کا محمل اور ہے۔ باقی آیت کے ظاہری الفاظ سے اس کا سمجھ میں آتا اس لئے حجت نہیں کہ تغشاھا حملت الخ کی ضمیریں اگر بعینہ نفس واحدة اور زوجہا کی طرف نہ لوٹائی جائیں۔ بلکہ بطور صنعت استخدا م یہ کہا جائے کہ یہ ضمیریں مطلق زوج اور زوجہ کی طرف لوٹ رہی ہیں تو نہ تفسیر میں کچھ تکلف کرنا پڑتا ہے اور نہ بعد والی آیت میں کوئی اشکال رہتا ہے۔

مشرکین کو تو حیدر بوبیت میں ٹھوکر نہیں لگی بلکہ تو حید الوہیت میں ہمیشہ بھٹکتے رہے: بہر حال مشرکین اس گمراہی میں مبتلا تھے کہ اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں تو اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتے۔ لیکن جب مطلب حل ہو جاتا ہے تو اسے ان آستانوں اور معبودوں کی بخشش سمجھنے لگتے ہیں جو ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ مصیبت کی بھنور میں پھنستے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں لیکن مصیبت ٹل جاتی ہے تو آپ بنائے ہوئے آستانوں پر نذریں چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان ہی کی بخشش سے ہمیں یہ دولت واولاد ملی ہے۔ الوہیت کے لئے ایک بالاتر ہستی کا اعتقاد خدا کے لئے ہونا چاہئے اگر کسی دوسری ہستی کو بھی اس میں شامل کیا گیا تو یہ شرک ہوگا۔ یہی مقام ہے جہاں پیروان مذہب کو ٹھوکر لگی ہے وہ تو حیدر بوبیت میں نہیں کھو گئے۔ کیونکہ خالق اور رب خدا ہی کو مانتے تھے۔ تو حید الوہیت میں البتہ گمراہ ہوئے یعنی اپنی دعاؤں، منتوں، مرادوں کے لئے بہت سے آستانے بنائے۔

بتوں میں ان اعضاء کے نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ میں ان کا پایا جانا ضروری ہے۔ حالانکہ اللہ بھی ان سے پاک ہے؟ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ میں کمالات فاعلی ہونے چاہئیں۔ بتوں میں ان کے مادی ہونے کی وجہ سے کمالات بھی مادی آلات اور اعضاء پر موقوف ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ غیر مادی ہیں اس لئے ان کے کمالات بھی مادی نہیں ہوں گے۔

پہلے جملہ لا یستطیعون لہم نصر الخ میں بتوں سے اپنی اور دوسروں کی مطلق مدد کرنے کی نفی کرنا ہے اور دوسری آیت لا یستطیعون نصرکم الخ میں دشمن کے مقابلہ میں اپنی اور دوسروں کی مدد نہ کر سکتا بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے ان دونوں آیتوں میں تکرار کا شبہ نہیں کرنا چاہئے اور بتوں میں یہ نقصانات اگرچہ بالکل کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن پجاریوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے

تفصیل کی گئی ہے اور مشرکین اگرچہ ان بتوں کو خدا کے برابر نہیں مانتے تھے تاہم مقصد احتجاج یہ ہے کہ کسی چیز کا معبود بننا خواہ بالعرض ہی کیوں نہ ہو ان کمالات پر موقوف ہے۔ پس جب یہ لازم یعنی کمال ہی نہیں تو ملزوم یعنی ان کی معبودیت کیسے صحیح ہوئی۔

شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاء کی عصمت کے خلاف نہیں ہے:..... آیت اما یسنز غنٹ الخ سے عصمت انبیاء پر شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔ آخر اگر کوئی کافر کسی نبی کے رو برو کفر بکنے لگے تو اس سے نبوت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہی حال شیطانی وسوسہ کا سمجھنا چاہئے کہ وہ جن کافر کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمزاد اگرچہ ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے اور حدیث مسلم فلا یا مرنی الا نجیہ کی رو سے آنحضرت ﷺ کا قرین آپ ﷺ کو کوئی بری رائے نہیں دیتا تھا۔ لیکن یہاں شیطان سے مراد عام مشہور معنی ہیں۔ چنانچہ وہ بھی آپ ﷺ کے سامنے آ جاتا تھا۔ ایک بار تو آگ کا شعلہ لے کر آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے آیا تھا۔

آیت قل انما اتبع الخ کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی معجزہ ہونا چاہئے۔ اور معجزے معجزے سب برابر ہیں۔ اس میں کسی خاص معجزہ کی فرمائش کرنا بالکل مہمل بات ہے۔ سوا دل تو یہ فرمائش بیہودہ۔ دوسرے غرض بھی صحیح نہیں کہ طلب حق اور اصلاح نفس ہو بلکہ محض کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔

نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرآن پڑھنے نہ پڑھنے کے متعلق شوافع کی نسبت حنفیہ کا موقف زیادہ صحیح اور مضبوط ہے:..... آیت واذا قرئ الخ کے شان نزول میں جو مختلف روایات ذکر کی گئی ہیں ان کا حاصل یہ سات قول نکلتے ہیں:-

۱۔ امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا۔ ۲۔ امام کے پیچھے مقتدی کا زور سے قرأت کرنا۔ ۳۔ صرف جہری نماز میں امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا۔ ۴۔ خود اپنی نماز میں بات چیت سے سکوت اور قراءت کی طرف دھیان۔ ۵۔ خطبہ کے درمیان بات چیت نہ کرنا۔ ۶۔ وعظ کے درمیان بات چیت نہ کرنا۔ ۷۔ مطلق قرآن پڑھنے کے وقت کلام نہ کرنا۔ خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر۔ جب کہ آیت کے سابق میں نظر کی جائے تو حالت کے عام ہونے کی طرح اس میں خطاب بھی عام معلوم ہوتا ہے۔ یعنی مسلم و کافر دونوں کو۔

اس آیت سے حنفیہ نے امام کے پیچھے مقتدی کو سب نمازوں میں پڑھنے سے منع کیا ہے اور اسی طرح نماز سے باہر قرآن پڑھنے کے وقت دوسرے کام میں لگنے کو یا کام میں لگے ہوئے دوسرے آدمی کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ البتہ اسباب نزول پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ثواب حاصل کرنے یا صرف یاد کرنے کے لئے اگر نماز سے باہر قرآن پڑھا جائے اور وعظ و تبلیغ مقصود نہ ہو تو ایسے پڑھنے کا یہ حکم نہیں ہے۔ کہ خاموش ہو کر سننا ضروری ہو اور درمختار میں ہے کہ نماز سے باہر قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے۔ یعنی بعض کا سننا بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ قراءت پہلے شروع ہوگئی ہو اور کام میں بعد کو لگے ہوں اور اگر پہلے کام شروع کر دیا ہو اور قرأت بعد میں شروع ہوئی تو قراءت شروع کرنے والا گنہگار ہوگا۔

قرآن کریم رحمت جدید بھی ہے اور رحمت مزید بھی:..... کفار پر پہلے رحمت ہدایت نہ تھی۔ لیکن حق قبول کرنے کے بعد ان کی طرف رحمت متوجہ ہوگئی اور مومن اگرچہ پہلے سے آغوش رحمت میں تھے۔ لیکن اب اس میں اور ترقی ہوگئی۔ غرض کہ یہ قرآن قبول حق کے بعد کفار کے لئے تو رحمت جدید اور مسلمانوں کے لئے رحمت مزید ہے۔ یہی مطلب لعلکم تر حمون کا ہے۔

ذکرِ جہری افضل ہے یا ذکرِ خفی؟..... آیت واذ کر ربك الخ میں جس ادب کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ذکر کے وقت دل میں خوف اور ہیبت میں تدلل ہونا چاہئے اور چلا کر ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ یا بہت ہی آہستہ کیا جائے۔ مگر اس حد تک کہ زبان کو حرکت ہوتی رہے اور یا پھر درمیانی آواز سے ذکر کیا جائے۔ جن روایتوں میں جہری ذکر کی ممانعت آئی ہے ان سے مراد یہی چلانا ہے ہاں اگر خطرات کے دفع کرنے یا دل کی قساوت دور کرنے اور رقت حاصل کرنے کے لئے کوئی محقق شیخ کسی کو زور سے ذکر کرنا بتلائے اور اس سے سونے والوں یا نماز پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہوتی ہو اور ذکرِ جہری کو محض علاج سمجھے قربت نہ جانے تو ان عوارض کی وجہ سے اجازت ہو جائے گی۔

اور ذکرِ خفی میں زبان کی حرکت سے زبان اور دل دونوں عضووں کو عبادت میں شریک سمجھا جائے گا۔ ذکرِ جہری اور ذکرِ خفی کی افضلیت میں مشائخ نقشبند اور حضرات چشت کے درمیان کلام بہت تفصیل طلب ہے۔

لطا کف آیات:..... آیت ان الذین تدعون الخ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو فریادری کی نیت سے پکارنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ جاہل غلو کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔

آیت ان ولی اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ جو نیک نہیں ہیں اللہ ان کی کار سازی نہیں فرماتا۔ بلکہ ان کو نفس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ آیت خذ العفو الخ میں لوگوں سے چشم پوشی کا معاملہ کرنے اور ان کو شفقت سے تعلیم دینے اور جاہلوں کے ساتھ حلم کرنے کی تعلیم ہے۔ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی آیت اخلاق کی جامع نہیں ہے۔ آیت واما یسر غنک الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملوں کو بھی دوسرے آسکتا ہے اور اس کا علاج استعاذہ اور آخرت کی یاد ہے۔

آیت ان الذین اتقوا الخ سے معلوم ہوا کہ شیطان جب سالکین پر اثر انداز ہوتا ہے تو ان کے ذکر اللہ کرنے سے اللہ وہ سب اثرات دور فرما دیتا ہے اور کلمات ذکر میں تصفیہ سر کے اعتبار سے سب سے زیادہ مفید کلمہ طیبہ ہے۔ آیت اذا لم تاتھم الخ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ غیبی چیزیں غیر اختیاری ہوتی ہیں اس لئے وہ کمال کی علامت بھی نہ ہوں گی۔ سب سے بڑی علامت کمال وحی کا اتباع ہے۔ پس اس کے ہوتے ہوئے کرامات کی تلاش جہالت ہے۔

آیت اذا قرئ القرآن الخ کا نزول بقول مجاہد خطبہ کے لئے ہے۔ پس شیخ کا ارشاد بھی خطبہ ہی کے حکم میں ہے۔ جس کو خاموشی سے مرید کو سننا چاہئے۔ آیت واذ کر ربك الخ میں ذکرِ خفی اور ذکرِ جہری کی طرف اشارہ ہے اور لا تکس من الغافلین سے معوم ہوتا ہے کہ ایک ذکرِ فکری بھی ہوتا ہے جس میں زبان کو بالکل حرکت نہیں ہوتی اور ان قسموں میں سے کسی خاص ذکر کی تجویز محقق شیخ ہی کر سکتا ہے۔

آیت ان الذین عند ربك الخ میں تکبر سے بچنے کو دوسری تمام طاعتوں پر مقدم کرنے سے معلوم ہوا کہ اصلاح اعمال کی شرط تکبر کا دور ہو جانا ہے۔

سُورَةُ الْأَنْفَالِ

سُورَةُ الْأَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ أَوَّلًا وَإِذَا يَمْكُرُ بِكَ الْآيَاتُ السَّبْعُ
فَمَكِّيَّةٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ أَوْ سَبْعٌ وَسَبْعُونَ آيَةً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾ لَمَّا اخْتَلَفَ الْمُسْلِمُونَ فِي غَنَائِمَ بَدْرٍ فَقَالَ الشُّبَّانُ هِيَ لَنَا لِأَنَّا بَاشَرْنَا الْقِتَالَ وَقَالَ الشُّيُوخُ كُنَّ أَرْدَا لَكُمْ تَحْتَ الرِّيَاسِ وَلَوْ أَنْ كَشَفْتُمْ لِفِتْمِ الْيَنَّا فَلَا تُسْتَأْثَرُوا بِهَا نَزَلَ يَسْأَلُونَكَ يَا مُحَمَّدُ عَنِ الْأَنْفَالِ الْغَنَائِمِ لَمَنْ هِيَ قُلْ لَهُمُ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ يَجْعَلُهَا حَيْثُ شَاءَ أَفَقَسَمَهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ عَلَى السَّوَاءِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا إِذَا تَبَيَّنَ بَيْنَكُمْ أَى حَقِيقَةٍ مَا بَيْنَكُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَتَرَكَ الزَّعَاعَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ حَقًّا إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الْكَامِلُونَ الْإِيمَانُ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ أَى وَعِيدُهُ وَجَلَّتْ خَافَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا تَصْدِيقًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣﴾ بِهِ يَتَّقُونَ لَا بَعِيرَهُ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ يَأْتُونَ بِهَا بِحَقْوَقِهَا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ أَعْطَيْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٤﴾ فِي طَاعَةِ اللَّهِ أُولَئِكَ الْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذَكَرَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا صَدَقًا بِإِلَاحِكْ لَهُمْ دَرَجَاتٌ مَنَازِلٌ فِي الْحَنَّةِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥﴾ فِي الْحَنَّةِ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ مُتَعَبِّقًا بِأَخْرَجَ وَإِنْ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ ﴿٦﴾ الْخُرُوجَ وَالْحُمْلَةَ حَالٌ مِنْ كَافٍ أَخْرَجَكَ وَكَمَا خَبِرَ مُبْتَدَأٌ مَحْدُوفٌ أَى هَذِهِ الْحَالُ فِي كَرَاهَتِهِمْ لَهَا مِثْلُ إِخْرَاجِكَ فِي حَالِ كَرَاهَتِهِمْ وَقَدْ كَانَ خَيْرًا لَهُمْ فَكَذَلِكَ أَيْضًا وَذَلِكَ أَنَّ أَبَاسُفِيَانِ قَدِيمَ بَعِيرٍ مِنَ الشَّيْءِ فَخَرَجَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِيَغْمُوهَا فَعَلِمَتْ قُرَيْشٌ فَخَرَجَ أَبُو جَهْلٍ وَمُقَاتِلُوا مَكَّةَ لِيَذُبُوا عَنْهَا وَهُمْ النَّفِيرُ وَأَخَذَ أَبُو سُفْيَانٌ بِالْبَعِيرِ طَرِيقَ

السَّاحِلِ فَسَحَتْ فَقِيلَ لِأَبِي جَهْلٍ ارْجِعْ فَأَبَى وَسَارَ إِلَى بَدْرٍ فَشَاوَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَنِي إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ فَوَافَقُوهُ عَلَى قِتَالِ النَّفِيرِ وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ وَقَالُوا لَمْ نَسْتَعِذْكَ كَمَا قَالَ نَعَالَى يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ الْقِتَالِ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ظَهَرْلَهُمْ كَانَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٦﴾ إِلَيْهِ عَيْنَانِ فِي كَرَاهَتِهِمْ لَهُ وَاذْكُرْ إِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ الْغَيْرِ الْغَيْرِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ تُرِيدُونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ أَيْ الْبَاسِ وَالسَّلَاحِ وَهِيَ الْغَيْرُ تَكُونُ لَكُمْ لِقَلَّةِ عُدَّتِهَا وَعُدَّتِهَا بِخِلَافِ النَّفِيرِ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّقَ الْحَقَّ يُظْهِرَهُ بِكَلِمَتِهِ السَّابِقَةِ بِظُهُورِ الْإِسْلَامِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾ اخْرِجَهُمْ بِالْأَسْتِصَالِ فَأَمَرَكُمْ بِقِتَالِ النَّفِيرِ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ يُمَحِّقَ الْبَاطِلَ الْكُفْرَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾ الْمُسْرِكُونَ ذَلِكَ أَذْكُرْ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ تَطْلُبُونَ مِنْهُ الْغَوْثَ بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي أَمَّا بَأَنِّي مُعِذُّكُمْ مَعِينُكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ مُتَسَاعِينَ يُرْدِفُ نَعَضُهُمْ بَعْضًا وَعَدَهُمْ بِهَا أَوَّلًا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَةُ آلَافٍ ثُمَّ خَمْسَةٌ كَمَا فِيهِ الْغَمْرَانِ وَقُرِئَ بِأَلْفٍ كَأَلْفٍ جَمْعٌ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ أَيْ الْإِمْدَادَ الْإِبْشَرِيَّ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

۱۵

ترجمہ: سورۃ انفال پوری مدنی ہے یا واذبمکر بلک الخ سے سات آیات چھوڑ کر مدنی ہے اور یہ آیات مکی ہیں۔ اس میں کل ۷۵-۷۶-۷۷ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم (مسلمانوں میں مال غنیمت بدر کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔ نوجوان تو کہتے ہیں کہ چونکہ ہم فوجی ہیں اس لئے یہ صرف ہمیں ملنا چاہئے۔ اور بوڑھے کہتے کہ جنگی جھنڈے اٹھائے ہوئے تمہاری پشت پناہی کرتے تھے۔ تم میں جب کبھی کمزوری کے آثار پائے جاتے ہیں تو ہماری ہی طرف تم جھکتے ہو۔ لہذا تمہاری ترجیح کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں) یہ لوگ آپ ﷺ سے (اے محمد ﷺ!) مال غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں (کہ یہ مال کس کو ملنا چاہیے؟) کہہ دو (ان سے) مال غنیمت دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے (وہ جس کو چاہیں دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سب کو برابر سراسر تقسیم فرما دیا۔ حاکم نے مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے) سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست رکھو (یعنی آپ کا معاملہ محبت سے اور جھگڑا چھوڑ کر سنوار لو) اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں سرگرم ہو جاؤ۔ اگر تم (فی الحقیقت) ایمان دار ہو۔ بس (کامل درجہ کے) ایمانداروں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ (کی دھمکی) کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل دہل (کانپ) جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان (تصدیق و یقین) کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (اسی کا سہارا لیتے ہیں۔ کسی دوسرے کا نہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں (حقوق کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں) اور ہم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے (عطا کیا ہے) اس میں سے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی فرمانبرداری میں) بلاشبہ ایسے ہی لوگ (ان خوبیوں کے مالک) سچے مومن ہیں (بلاشبہ صدق کی دولت حاصل کئے ہوئے ہیں) ان کے پروردگار کے یہاں بڑے رتبے (جنت میں درجے)

ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی ہے (جنت میں) جس طرح آپ کے پروردگار نے مصلحت کے ساتھ آپ کو آپ کے مکان سے روانہ کیا (بالحق کا تعلق اخراج کے ساتھ ہے) اور یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس بات کو ناگوار سمجھتی تھی۔ (گھر سے نکلنے کو۔ اور یہ جملہ حال واقع ہو رہا ہے اخراج کے کاف سے اور کما مبتدائے محذوف کی خبر ہے یعنی یہ حالت بھی لوگوں کو اسی طرح رراں ہے جیسے آپ کو بھیجنا ان کو ناپسند تھا۔ حالانکہ وہ روانگی بھی ان کے حق میں بہتر تھی۔ اسی طرح یہ حالت بھی ان کے لئے عمدہ ہی رہے گی اور اس روانگی کا واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس قافلہ سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن کسی طرح قریش کو اس صورت حال کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ ابو جہل کی کمان میں مکہ کے سارے سو رما اس قافلہ کے بچاؤ کے لئے امنڈ پڑے۔ ایسی جنگی جماعت کو نفیر کہا جاتا ہے۔ غرض کہ اسی آویزش میں ابوسفیان تو اپنے تجارتی قافلہ کو ساحلی راستہ سے صاف بچالے گیا۔ ابو جہل سے بھی واپسی کے لئے کہا گیا مگر اس نے انکار کر دیا اور مقام بدر کی طرف بڑھا۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ عام صحابہ نے نفیر سے جنگ کرنے کی تائید کی۔ لیکن بعض لوگوں کو یہ بات گراں گزری اور کہنے لگے کہ ہم تو پہلے سے اس کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے) لوگ آپ ﷺ سے اس مصلحت (جنگ) کے بارے میں باوجود یہ کہ معاملہ واضح ہو (کھل) چکا تھا۔ اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا انہیں زبردستی موت کے حنہ میں دھکیلا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں (موت کو کھلم کھلا۔ کیونکہ وہ دل سے آمادہ نہیں تھے) اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب کہ اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ دو جماعتوں (تجارتی قافلہ اور جنگی دستہ) میں سے کوئی ایک ضرور تمہارے ہاتھ آئے گی اور تم اس تمنا میں تھے (یہ چاہتے تھے) کہ غیر مسخ جماعت (یعنی ہتھیار اور آلات کے بغیر تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جائے (کیونکہ اپنی تعداد اور سامان تو کم ہے برخلاف نفیر کے) اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ حق کا حق ہونا ثابت (واضح) کر دکھائے اپنے وعدہ کے ذریعہ سے (جو اسلام ظاہر ہونے سے پہلے کیا تھا) اور دشمنان حق کی جڑ بنیاد کاٹ کر رکھ دے (ان کا بیج تک باقی نہ رہے اسی لئے تمہیں جنگی دستہ سے بھڑ جانے کو کہا) تاکہ حق کو حق کر کے اور باطل (کفر) کو باطل (منا) کر کے دکھلا دے۔ اگرچہ مجرم (مشرکین اس کو) ناپسند ہی کریں (وہ وقت یاد کیجئے) جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے (اللہ سے ایسی امداد مانگ رہے تھے جو دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے) پھر اللہ نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تمہاری مدد (تائید) ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا جو لگاتار چلے آئیں گے (ایک دوسرے کے پیچھے سلسلہ وار چلے آئیں گے یہ ابتدائی وعدہ تھا۔ پھر بڑھ کر تین ہزار تک پہنچ گیا۔ پھر بڑھتے بڑھتے پانچ ہزار ہو گیا۔ جیسا کہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے اور الف بروزن الفلس صیغہ جمع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور اللہ نے یہ (امداد) تمہاری خوشخبری کے لئے کی ہے اور اس لئے کہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ ورنہ مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بلاشبہ زبردست حکمت والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... سورۃ۔ یہ مبتداء ہے جس کی پہلی خبر مدنیہ ہے اور دوسری خبر خمس الخ ہے اور اس کے مدنی ہونے میں دو قول ہیں۔ اصح یہ ہے کہ پوری سورت مدنی ہے اگرچہ سات آیات مکہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ مگر پھر تذکیر کے لئے مدینہ میں نازل ہو گئی ہوں گی اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ جیسا کہ خطیب کی رائے ہے اور مکی سات آیات اذیمکر الخ سے بما کنتم تکفرون۔ تک ہیں۔

الانفال۔ نفل کی جمع انفال ہی جیسے سبب کی جمع اسباب ہے اور نفل سکون فاء کے ساتھ بھی ہے اس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ نفل نماز کو بھی اسی لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرضوں سے زائد ہوتی ہے مال غنیمت پچھلی امتوں کے لئے حلال نہیں تھا۔ امت محمدیہ

کے حق میں اس کی حلت گویا اس امت کے لئے زیادتی ہوئی۔ یا چونکہ مال غنیمت، جہاد کے مقصد اصلی، اعلاء کلمۃ اللہ سے ایک زائد چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو نفل کہا گیا۔

امام اگر کسی بہادر کے لئے غیر معمولی انعام کا اعلان کرے تو اسے بھی نفل کہا جاتا ہے۔ مثلاً کہے من قتل قتیلاً فله سلبہ یا کسی دستہ سے کہے ما اصبتم فہو لکم۔ یا تہائی چوتھائی کا اعلان کرے ہمارے نزدیک اس وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کے ایک قول میں ضروری نہیں ہے اور یہی آیت امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے غنیمت برابر تقسیم فرمائی۔

لہو الرسول۔ یعنی نفل کے حکم کا اختیار صرف اللہ و رسول ﷺ کو ہے۔ اس میں کسی دوسرے کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ زاد تہم جلال مفسر نے لفظ تصدیقا نکال کر اپنے مذہب کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایمان بمعنی تصدیق۔ زیادتی اور کمی کو قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ اور امام مال رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔ لیکن فقہ اکبر اور اس کی شرح میں ہے کہ انبیاء و اولیاء عوام اور خواص سب کا ایمان برابر ہے گھٹنا یا بڑھتا نہیں ہے۔ یعنی بلحاظ ”حومن بہ“ کے چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان اصل تصدیق کے اعتبار سے کم زیادہ نہیں ہوتا۔ ہاں یقین کے مراتب البتہ مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ”لیس الخبر کالمعاينة“ کی رو سے بین الیقین کا درجہ علم الیقین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ہذہ الحال۔ یعنی غزوہ بدر میں دو باتیں ناگوار پیش آئیں۔ ایک جنگی دستہ کے مقابلہ کے لئے آپ کا نکل کھڑا ہونا دوسرے مال غنیمت کی برابر تقسیم۔ یہ دونوں حالتیں ناگوار مگر مفید ہونے میں برابر ہیں۔ فکذلک الیسا۔ مبتداء محذوف ہے۔ ای فہذہ الحالۃ مثل ذلک ایضاً۔

بعیر اس قافلہ میں صرف چالیس آدمی تھے اور مال بے شمار۔ ومقاتلوا مکہ۔ اس دستہ میں ساڑھے نو سو بہادر جوان تھے۔ نفیر کے لغوی معنی تین سے دس آدمیوں تک جماعت کے ہیں۔ لیکن اجتماع لشکر کو بھی نفیر کہتے ہیں۔ اور غیر کے معنی دراصل لدے ہوئے اونٹ کے ہیں۔ عار بعیر۔ بمعنی سار پھر قافلہ پر بولا جانے لگا۔

فعلمت قریش ضمضمہ بن عمرو النخاری کے ذریعہ کراہیدے کر ابوسفیان نے یہ اطلاع بھجوائی تھی۔ نستغیثون یا تو صرف تعظیماً آنحضرت ﷺ کو صیغہ جمع سے خطاب ہے اور یا اصحاب بھی مراد ہیں اس وقت یہ دعائیہ کلمات زبانور پر تھے۔ ۱۔ سار رب انصرنا علی عدوک اغثنایا غیاث المستغیثین اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے دشمن کے ایک ہزار لشکر پر اور اپنی تین سو کی مٹھی بھر جماعت پر نظر ڈالی تو بے ساختہ قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور گڑ گڑا کر کہنے لگے۔ ۲۔ اللہم انجرنی ما وعدتہ اللہم ان تہلک ہذہ العصابة لا تعبد فی الارض۔ آپ ﷺ پر اس قدر وارنکی رہی کہ کاندھوں سے چادر بھی ہسک گئی۔ جس کو ابو بکرؓ نے سنبالا اور تسلی آمیز کلمات عرض کئے کہ یا نبی اللہ کفاک مناشدک ربک فانہ سیجزیک ما وعدک۔

ممدکم بالف۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرائیلؑ پانسو فرشتوں کے ہمراہ دہنی جانب تھے۔ جہاں ابو بکرؓ لڑ رہے تھے اور میکائیلؑ بائیں جانب پانسو فرشتوں کے ہمراہ تھے۔ جہاں حضرت علیؓ واد شجاعت دے رہے تھے۔ چونکہ اس آیت اور آل عمران کی آیت کے عدد میں تعارض تھا۔ اس لئے مفسر علام نے وعدہم الخ سے رفع تعارض کی کوشش کی ہے۔

۱۔ سنا ہوا دیکھے ہوئے کے مثل کب ہوتا ہے ۱۲۔

۲۔ اے اللہ! اپنے دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ اے فریادیوں کے فریادوں میں ہماری فریاد سی کر ۱۲۔

۳۔ اے اللہ! آپ نے جو وعدہ فرمایا اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت تباہ ہوگئی تو پھر زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا ۱۲۔

۴۔ اے پیغمبر ﷺ! آپ کے پروردگار نے جو آپ کو پورا یقین دلایا ہے وہ آپ کے لئے کافی ہے جو وعدہ آپ سے ہوا ہے وہ ضرور پورا ہوگا ۱۲۔

رابط آیات: کچھلی سورت میں زیادہ تر مشرکین کے اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر و فساد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں ان پر بدر وغیرہ واقعات کے ذیل میں جو وبال اور نکال نازل ہوا۔ اس کی تفصیل ہے۔ مشرکین کی شرارتیں زیادہ تھیں اس لئے اس سورت کا اکثر حصہ بدر کی تفصیل سے گھرا ہوا ہے اور اہل کتاب کی شرارتیں کم تھیں۔ اس لئے اسی قدر دوسرے واقعات کا بیان بھی کمی کے ساتھ کیا گیا ہے یہ سب واقعات چونکہ کفار کے حق میں تو عذاب ہیں اور مسلمانوں کے حق میں رحمت و احسان۔ اس لئے جگہ جگہ نعمتوں اور نعمتوں کا تذکرہ اور ان واقعات کے متعلق مناسب احکام کا تذکرہ بھی کیا جا رہا ہے۔ پوری سورت کے مضامین کا یہ خلاصہ ہے اور ان آیات کا خصوصی ربط یہ ہے کہ چونکہ کفار سے مقابلہ میں دین دنیا کی کامیابی کا اصلی مدار للہیت اور اتفاق پر ہے۔ اس لئے اس سورت کے شروع میں صلاح و تقویٰ اللہ و رسول ﷺ کی طاعت، خوف کی فضیلت، ایمان و توکل کی تکمیل، نماز کے قائم کرنے، اللہ کی راہ میں مال قربان کرنے کی اپیل کی جا رہی ہے۔

اور بدر کے مال غنیمت تقسیم کرنے کے سلسلہ میں جو ایک ہلکا سا قصہ پیش آ گیا تھا جو کسی قدر یک جہتی اور للہیت سے ہٹا ہوا تھا۔ اسی ذیل میں اس کو بھی صاف کر دیا گیا ہے۔ آیت کَمَا اخْرَجْتُ الْخ سے بعض واقعات کے تحت مسلمانوں کی ناگواری اور اپنے انعام کا ذکر کرتے ہیں۔ آگے وَاذِيعِدْكُمْ اللَّهُ سے دوسرا انعام ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح آیت اد تَسْتَغِيثُونَ الْخ سے تیسرے انعام کا ذکر فرماتے ہیں۔

شان نزول: صاحب تفسیرات احمدیہ نے ان آیات کے تین شان نزول ذکر کئے ہیں۔ ۱۔ صحابہ میں یہ اختلاف تھا کہ مال غنیمت کس طرح تقسیم ہو؟ اور کس کس کو دیا جائی اور مہاجرین و انصار میں سے کون تقسیم کرے؟ اس صورت میں نفل سے مراد مال غنیمت ہوگا۔ پس اگر اس کا مطلب پیغمبر علیہ السلام کا مالک ہونا ہے تو پھر یہ حکم آیت وَاَعْلَمُوا الْخ سے منسوخ ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر آپ کو تقسیم کا اختیار ملنا مراد ہے تو یہ حکم علیٰ حالہ باقی ہے ۲۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے جس اختلاف کی طرف جلال محقق نے اشارہ کیا ہے۔ وہ ان آیات کے نازل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ اس صورت میں قاضی بیضاوی آنحضرت ﷺ کے برابر تقسیم فرمانے سے استدلال کرتے ہیں کہ امام وقت کو اپنا وعدہ انعام پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے۔ اب نفل سے مراد مال غنیمت سے زائد انعام ہوگا۔ ۳۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ بدر میں میرا بھائی عمیرؓ مارا گیا تو میں نے اس کے بدلہ میں سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ مجھے عنایت فرمادیں۔ لیکن آپ نے فرمایا جاؤ اسے مال غنیمت میں رکھ دو! مجھے یہ سن کر رنج ہوا۔ اس پر آیت انفال نازل ہوئی۔ تب آپ نے فرمایا کہ اب وہ تلوار لے لو اور ابو داؤد و ترمی، نسائی حضرت سعدؓ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بدر کے روز ایک تلوار پیش کر کے عرض کیا کہ مجھے بہہ کر دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ نہ تیری ہے اور نہ میری ہے سکر مجھے رنج ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ اس وقت تو وہ تلوار کسی کی نہیں تھی لیکن اب میری ہے اس لئے میں تمہیں دیتا ہوں۔ اس صورت میں انفال کے معنی غنیمت کے ہوں گے اور یہ واقعہ امام شافعیؒ کے خلاف ہمارے لئے حجت ہو جائے گا۔

﴿تشریح﴾: مال غنیمت کس کا ہے؟ چونکہ عرب جاہلیت بلکہ ساری دنیا کا دستور یہی تھا اور اب تک یہی چلا آ رہا ہے کہ لڑائی میں جو مال جس کے ہاتھ لگ جائے وہ اسی کا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام اور قرآن نے یہ حکم دے کر کہ "جنگی مال جو کچھ بھی ہاتھ آئے وہ اللہ و رسول ﷺ (حکومت) کا ہے۔ یہ بات نہیں ہونی چاہئے کہ جو جس کے ہاتھ لگا وہ اسی کا ہو گیا۔"

بلکہ سب کچھ امام کے سامنے پیش کر دینا چاہئے وہ اسے جماعت میں تقسیم کرے گا۔ سپاہیوں کے ذاتی حرص و طمع کے ابھرنے کی راہ روک دی۔

تاہم چونکہ یہ نئی قسم کی سختی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ لوگوں پر شاق گزرے۔ چنانچہ اس کے ازالہ کے لئے پہلے تقویٰ اور طاعت کی تلقین کی جارہی ہے۔ پھر سچے مومنوں کی شان بتلائی گئی۔ پھر بدر کے واقعہ کی طرح اس کو بھی حکمت و مصیحت پر مبنی بتلایا گیا ہے۔ لوگوں کی اپنی خواہش ایک طرف تھی اور اللہ و رسول ﷺ کا فیصلہ دوسری طرف۔ لیکن بالآخر سب نے دیکھ لیا کہ حق بات وہی تھی جسے اللہ و رسول ﷺ نے چاہا۔

جنگ کس مجبوری سے مسلمانوں کو اختیار کرنی پڑی؟..... پیغمبر اسلام ﷺ نے تیرہ برس تک ہر طرح کے مظالم برداشت کئے۔ آخر جب مکہ میں رہنا دو بھر ہو گیا تو مدینہ آئے مگر قریش نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ تاہم توڑ جمے شروع کر دیئے۔ اب آنحضرت ﷺ کے سامنے تین راہیں ہو سکتی تھیں۔ ۱۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس سے دستبردار ہو جائیں۔ ۲۔ اس پر قائم رہ کر مسلمانوں کو قتل ہونے دیں۔ ۳۔ ظلم و تشدد کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور نتیجہ خدا کے ہاتھ چھوڑ دیں۔ آپ نے ان میں سے تیسری راہ اختیار فرمائی اور نتیجہ وہی نکلا جو ہمیشہ نکل چکا ہے یعنی حق کا بول بالا ہوا اور ظالموں کا ہمیشہ کے لئے منہ کالا ہو گیا۔

مختصر احکام جنگ:..... اور چونکہ لڑائی کی حالت پیش آ گئی۔ اس لئے اس کے ضروری احکام بیان کئے جارہے ہیں۔ ۱۔ لڑائی میں جو مال ہاتھ آئے وہ حکومت کا ہے نہ کہ لوٹنے والوں کا۔ ۲۔ حالت امن ہو یا جنگ۔ مسلمانوں کو باہمی صلح و صفائی کے ساتھ رہنا چاہئے۔ ۳۔ ہر حال میں تقویٰ و اطاعت نصب العین ہونا چاہئے کہ اس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ۴۔ سچا مومن وہ ہے جس کا ایمان گھسنے کی بجائے بڑھتا ہی رہتا ہے اور نماز کی پابندی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی نہیں تھکتا۔

اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سب حقوق کی ادائیگی کا حکم:..... لفظ اصلحوا میں بندوں کے سب حقوق آ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حق دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ظاہری، باطنی۔ پھر ظاہری اگر بدنی ہیں تو یقیمون الصلوٰۃ میں اور مالی ہیں تو یسفقون میں آ گئے۔ اسی طرح باطنی حقوق اگر عقائد سے متعلق ہیں تو زاد قہم ایمانا میں ان کی طرف اشارہ ہو گیا اور اخلاق سے متعلق ہوں تو یتوکلون میں ان کا بیان آ گیا اور ان سب کی بنیاد خوف الہی اور تقویٰ پر ہے اور شاید اسی اہمیت کی وجہ سے اس کو دوبارہ ذکر کیا گیا ہو۔ غرض کہ اس آیت میں سب طرح کے احکام آ گئے۔ اسی طرح اس آیت میں بدلہ کے تمام اقسام بھی آ گئے۔ جہنم کے نقصان سے بچنا مغفرت میں آ گیا اور نفع کا ہونا جنت عطا ہونے میں آ گیا۔ پھر روحانی نفع ہے تو لفظ درجست میں اور جسمانی ہے تو رزق میں اس طرف اشارہ ہو گیا۔

واقعہ بدر کی تفصیل:..... واقعہ بدر جس کی کسی قدر تفصیل جلال محقق نے کر دی ہے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حملہ کیا تو اسی زمانہ میں ان کا ایک تجارتی قافلہ بھی شام سے مکہ واپس آ رہا تھا اور مدینہ کے آس پاس سے گزرتا تھا۔ آپ ﷺ نے زبان وحی سے فرمایا کہ ایک جماعت مکہ سے آ رہی ہے اور ایک یہ قافلہ ہے ان میں سے کسی ایک سے ضرور جنگ ہوگی اور تم کامیاب ہو گے۔ چونکہ تجارتی قافلہ میں بہت تھوڑے آدمی تھے اور سامان بہت زیادہ تھا۔ نیز خود مسلمان بڑی سی

سَالِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ الْخَوْفَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ أَيِ لِرُءُوسٍ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ أَيِ اطْرَافِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ فَكَانَ الرَّجُلُ يَقْصِدُ ضَرْبَ رَقَبَةِ الْكَافِرِ فَتَسْقُطُ قَلْبُ أَنْ يَصِلَ سَيْفُهُ إِلَيْهِ وَرَمَاهُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبْضَةٍ مِنَ الْحَصَى فَلَمْ يَتَّقْ مُشْرِكَ إِلَّا دَخَلَ فِي عَيْبِهِ مِنْهَا شَيْءٌ فَهَرَمُوا ذَلِكَ الْعَذَابُ الْوَاقِعُ بِهِمْ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا خَالَفُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ لَهُ ذَلِكَ الْعَذَابُ فَذُوقُوهُ أَيِ أَيُّهَا الْكُفَّارُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْ لِلْكَافِرِينَ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا أَيِ مُجْتَمِعِينَ كَانَهُمْ لَكُثْرَتُهُمْ يَرَحْفُونَ فَلَا تُولُّوهُمْ الْأَذْبَارَ ﴿۱۵﴾ مُنْهَرِمِينَ وَمَنْ يُؤْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ أَيِ يَوْمَ لِقَائِهِمْ ذُبْرَةً الْأُمْتَحَرَفًا مُعْطَفًا لِقَتَالٍ بِأَنْ يُرِيَهُمُ الْفِرَّةَ مَكِيدَةً وَهُوَ يُرِيدُ الْكُرَّةَ أَوْ مُتَحَيِّزًا مُضْمًا إِلَى فِتْنَةٍ خِصَامَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَسْتَحِدُّ بِهَا فَقَدْ بَاءَ رَجَعَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَاؤُهُ جَهَنَّمُ وَبَشَسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۶﴾ أَمْرُجَعُ هِيَ وَهَذَا مُحْضَوْصٌ بِمَا إِذَا لَمْ يَزِدِ الْكُفَّارُ عَلَى الضَّعْفِ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ يَنْذِرُ بِقُوَّتِكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ بِصُرَّةٍ إِيَّاكُمْ وَمَارَمِيَّتٍ يَا مُحَمَّدُ أَعَيْنَ الْقَوْمَ إِذْ رَمَيْتَ بِالْحَصَى لِأَنَّ كَفَامِينَ الْحَصَا لَا يَمْلَأُ عُيُونُ الْحَيْشِ الْكَثِيرِ بِرَمِيَّةٍ بَشَرٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى بِإِيضَالِ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ فَعَلَ ذَلِكَ لِيَقْهَرَ الْكَافِرِينَ وَلِيَبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءٌ عَطَاءٌ حَسَنًا هُوَ الْغَنِيمَةُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لِقَوْلِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِأَحْوَالِهِمْ ذَلِكَ الْإِنْلَاءُ حَقٌّ وَأَنَّ اللَّهَ مُؤْمِنٌ مُضْعِفٌ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۸﴾ إِنْ تَسْتَفْتِحُوا أَيُّهَا الْكُفَّارُ تَطْلُبُوا الْفَتْحَ أَيِ الْقَضَاءِ حَيْثُ قَالَ أَبُو جَهْلٍ مِنْكُمْ اللَّهُمَّ إِنَّا كَانُوا أَقْطَعُ لِلرَّحِمِ وَأَتَانَا بِمَا لَا نَعْرِفُ فَأَجِنَهُ الْغَدَاةُ أَيِ أَهْلَكُهُ فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ الْقَضَاءُ بِهَلَاكِ مَنْ هُوَ كَذَلِكَ وَهُوَ أَبُو جَهْلٍ وَمَنْ قُتِلَ مَعَهُ ذُو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ تَنْتَهُوْا عَنِ الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا لِقِتَالِ النَّبِيِّ نَعْدُ بِصُرَّةٍ عَلَيْكُمْ وَلَنْ تُغْنِيَ تَدْفَعُ عَنْكُمْ فِتْنَتَكُمْ جَمَاعَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾

بِكَسْرِ إِنْ اسْتَبَيْنَا فَا وَفَتْحِهَا عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ

ترجمہ: (یاد کیجئے) وہ وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر غنودگی طاری کر دی تھی تمہیں چین دینے کے لئے (جو خطرہ تمہیں پیدا ہو گیا تھا اس کو دور کرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور آسمان سے تم پر پانی برسا دیا تھا تاکہ تمہیں اس پانی سے پاک صاف ہونے کا موقعہ عنایت فرمادے (چھوٹی بڑی ناپاکیوں سے) اور تم سے شیطانی وسوسہ دور فرمادے (جو اس نے تمہارے دلوں میں ڈال رکھا تھا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تم پیا سے اور بے وضو اور مشرکین پانی پر قابض کیوں ہوتے) نیز تمہارے دلوں کو (یقین و صبر کی بدوست) ڈھارس بندھ جائے اور تمہارے قدم جمادے (ریت میں ڈھنس نہ جائیں) یہ وہ وقت تھا کہ آپ ﷺ کے پروردگار نے

فرشتوں پر وحی کی تھی (جن سے مسلمانوں کو مدد پہنچائی گئی تھی) کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (اعانت اور مدد کے لئے) تم مسلمانوں کی ہمت بڑھاؤ (اس تائید غیبی سے اور خوشخبری سنا کر) میں ابھی کفار کے دل میں رعب (دہشت) ڈالے دیتا ہوں۔ ان کی گردنوں کے اوپر (سر پر) مارو اور ان کے پور پور پر ضرب لگاؤ (یعنی ہاتھ پاؤں کی انگلیوں پر۔ چنانچہ مسلمان جب کافر کی گردن پر مارنا چاہتا تو تلوار پہنچنے سے پہلے ہی اس کی گردن الگ ہو کر دور جا گرتی اور نبی کریم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی پھینک ماری جس کا اثر یہ ہوا کہ کوئی کافر ایسا نہیں بچا۔ جس کی آنکھ میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پہنچ نہ گیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں شکست ہو گئی) یہ (عذاب جو ان پر آیا) اس لئے آیا کہ انہوں نے اللہ و رسول کی مخالفت (نافرمانی) کی تھی اور جو اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو یاد رکھو اللہ اسے سخت ترین سزادیں گے سو یہ (سزا ہے) اس کا مزہ چکھو (اے کافرو! دنیا میں) اور جان رکھو کہ کافروں کو (آخرت میں) دوزخ کی آگ کا عذاب بھی پیش آنے والا ہے۔ مسلمانو! جب کافروں کے لشکر سے تمہاری مٹھ بھڑ ہو جائے (یعنی گتہ ہو جائیں) گویا وہ اپنی کثرت کی وجہ سے گھسٹ رہے ہیں) تو انہیں پیٹھ نہ دکھانا (شکست کھا کر) اور جو کوئی ایسے موقع پر (جب دشمن دو بدو ہو) پیٹھ دکھائے گا ہاں مگر یہ کہ پیٹر ابدناتا ہو (مڑتا ہو) لڑائی کے لئے (اس طرح کہ دھوکہ سے دکھلائے تو اپنا بھاگنا گمراہی سے جملہ کرنے کی) یا پناہ لینی چاہتا ہو اپنی جماعت سے مل کر (مسلمانوں کے جتنے سے مدد لینا چاہیے) تو سمجھ لو کہ وہ عذاب کے غضب میں آ گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو اور کیا ہی بری جگہ ہے (ٹھکانا ہے وہ لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مقابل کفار دو چند سے زیادہ نہ ہوں) پھر تم نے انہیں (بدر میں) قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں قتل کر دیا ہے (تمہاری مدد کر کے) اور جب تم نے خاک کی مٹھی پھینکی تو حقیقت یہ ہے کہ (اے محمد ﷺ!) تم نے (کفار کی آنکھوں میں) نہیں پھینکی (کیونکہ مٹھی بھر کنکریاں اور وہ بھی ایک دفعہ ایک انسان کی طرف سے اتنے بڑے لشکر کی آنکھوں میں نہیں بھر سکتیں) لیکن اللہ نے خاک دھول ان کی آنکھوں میں جھونک دی تھی (کنکریاں ان کی آنکھوں میں گھسا دیں۔ اور یہ کارروائی اس لئے کی تاکہ کفار ذلیل ہوں) اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا اچھا پھل (بدلہ) مرحمت کرے (یعنی مال غنیمت) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کی باتیں) خوب سننے والے (اور ان کے احوال) خوب جاننے والے ہیں۔ یہ (آزمائش برحق) ہے اب سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو ان کافروں کی تدبیر کو کمزور (بودی) کرنا تھا۔ اگر تم فتح مندی چاہتے تھے (یعنی اے کافرو! اگر تم فتح یعنی فیصلہ چاہتے تھے۔ جیسا کہ تمہاری طرف سے ابو جہل بولا تھا کہ اے اللہ ہم میں سے جو فرشتوں کو توڑ رہا ہو اور انوکھی باتیں لا رہا ہو کل تو اسے برباد کر دینا یعنی ہلاک کر دینا) تو دیکھ لو فتح مندی تمہارے سامنے آ گئی (جو ایسا تھا اس کی بربادی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے یعنی ابو جہل اور اس کے مددگار جو ان۔ نبی کریم ﷺ اور مسلمان ایسے نہیں تھے) اور اگر باز آ جاؤ (کفر و جنگ سے) تو تمہارے لئے بہتری کی بات یہی ہے اور پھر بھی یہ لوگ چال چلے (نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی) تو ہم بھی چلیں گے (تمہارے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد کریں گے) اور یاد رکھو تمہارا جتن (گروہ) تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اگرچہ بہت سے آدمی اکٹھے کر لو۔ یقین کرو۔ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔

(ان اگر کمزور ہے تو جملہ مستانفہ ہو جائے گا اور مفتوح ہے تو لام مقدر مانا جائے گا۔)

تحقیق و ترکیب:..... بغشیکم۔ آنحضرت کا معجزہ تھا کہ ایک دم خوف کے باوجود سب کو ایک ذرا دیر کے لئے نیند کا جھونکا آیا۔ امنا مفسر علامہ امینہ کے مفعول لہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بدل الاشتمال ہے۔ ان تسوخ۔ ای من ان تسوخ۔ اس کے معنی پاؤں دھنسنے کے ہیں۔ فاضر ہوا۔ اس کا خطاب مسلمانوں کو ہے فرشتوں کو نہیں ہے۔

فوق الا عناق۔ یہ مفعول بہ ہے مفسر نے اس سے مراد لیا ہے۔ گویا طرف مکان کو توسعاً مفعول بہ کے معنی میں لیا ہے تو اس طرح اس میں دو توسع ہوئے ایک نصب سے خارج کرنا دوسرے غیر مکان میں استعمال کرنا اور لفظ فوق کو زائد بھی کہا جاسکتا ہے۔ جیسا

کہ مفسر کی عبارت ”یقصد ضرب رقبۃ الکافر“ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے۔ زحفاً۔ یہ الذین مفعول بہ سے حال ہے زاحفین کے معنی میں تاویل کر کے سرین کے بل گھسنا۔ لا تولوا۔ ملزوم بول کر لازم یعنی شکست کھانا مراد ہے۔

متحیز الیٰ فئۃ۔ یہ دونوں ضمیر فاعل سے حال ہیں۔ وما رمیت اذ رمیت بظاہر نفی واثبات میں تعارض ہو رہا ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ نفی لگنے کی ہے اور اثبات پھینکنے کا ہے۔ جیسا کہ مفسر علامؒ نے ”ایصال“ کے لفظ سے اشارہ کیا ہے۔ نیز اسی آیت سے جبر یہ یا معتزلہ کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ رمی اور قتل کی نسبت بندوں کی طرف اس کام کو کرنے کے اعتبار سے ہو رہی ہے اور اللہ کی طرف ان کی نسبت بلحاظ پیدا کرنے کے ہے۔ جو اہل سنت کا مسلک ہے۔ ذلکم مبتداء ہے جس کی خبر مفسر کے بیان کے مطابق محذوف ہے اور وان اللہ دوسرا مبتداء ہے جو پہلے مبتداء پر معطوف ہے۔ اس کی خبر بھی پہلے کی طرح محذوف ہوگی۔ ای توہین اللہ کید الکافرین حق۔ تطلبوا الفتح۔ چنانچہ غلاف کعبہ پکڑ کر کافروں نے یہ دعا کی تھی۔ اللہم انصرا علی الجندین و اھدی الفتنین و اکرم الحزبین اور فتح کا لفظ جہکم کے طور پر بولا گیا ہے۔

رابط آیات: آیت اذ یغشیکم الخ سے غزوہ بدر کے سلسلہ میں چوتھے انعام کو اور آیت اذ یوحی ربک الخ سے پانچویں انعام کو۔ اور آیت ذلک بانہم شاقوا الخ میں کفار سے انتقام لینے کو اور آیت یا ایہا الذین امنوا الخ سے عام عنوان کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کے موقع پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آیت فلم تقتلوہم الخ میں بدر میں مسلمانوں کی امداد کافی الحقیقت اللہ کی طرف سے ہونا اور بظاہر خود مسلمانوں کی جدوجہد پر مرتب ہونا بتلایا جا رہا ہے۔ اسی انعام کے ذیل میں کفار قریش کی طرف سے کی ہوئی نصرت کی دعاؤں کا اثر خود ان کے حق میں الٹا ظاہر ہونا بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پہلے کفار جا کر قابض ہو چکے تھے۔ پانی صرف اسی ایک جگہ تھا اور وہ جگہ دشمن کے ہاتھ آگئی۔ مسلمان خشک ریتلے حصہ میں اترے۔ جہاں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ مسلمان پیدل تھے۔ اس لئے ان کے پاؤں نہ جمتے اور دشمن سوار تھے۔ ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ پیاس کی وجہ سے الگ برا حال تھا۔ وضو، غسل کی سخت پریشانی تمیم کا حکم اس وقت تک نازل نہیں ہوا تھا۔ غرض کہ عجب پریشانیوں کا ہجوم تھا۔ زہی سہی کسر ان شیطانی وسوسوں نے پوری کر دی کہ یہ کیا ماجرا ہے دشمن مزے میں ہے اور اللہ کے دوست مصائب کا شکار ہیں۔ حالانکہ یہ وساوس بے بنیاد تھیں۔ مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھیں۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت بھیجی۔ جس سے ریت دب گئی، دھنس جاتی رہی، پینے، رکھنے، وضو، غسل کے لئے بڑی مقدار میں پانی جمع ہو گیا۔ ادھر کفار نرم زمین میں تھے۔ وہاں کچڑ ہو گئی۔ چلنا پھرنا دو بھر ہو گیا۔ غرض کہ ادھر کی تکلیفیں ادھر چلی گئیں اور ادھر کا آرام ادھر آ گیا۔ سب وساوس کا علاج ہو گیا۔ آیت اذ یغشیکم الخ میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے۔ غزوہ بدر کی فاتحانہ واپسی کے بعد مسلمان فخر کا اظہار کرنے لگے تو آیت فلم تقتلوہم نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: بدر کے موقع پر تائید الہی: خدا کی کار سازی نے بدر میں مسلمانوں کی ساری مشکلیں حل کر دیں دلوں کو چین دینے کے لئے نیند کا ایک جھوٹا آیا اور سب پر نیند غالب کر دی۔ آنکھ کھلی تو دل کا سارا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا اور معلوم ہے کہ جس کے دل میں خوف و خطرہ ہوتا ہے وہ کبھی آرام سے سو نہیں سکتا۔ پس اس غنودگی کا آنا بے خوفی اور اطمینان کے لئے تھا۔ آنحضرت ﷺ پر چونکہ کوئی خوف نہیں تھا۔ اس لئے آپ کو نیند کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ چنانچہ بیہقی کے بیان کے مطابق حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ساری رات عبادت کرتے رہے اور پھر عین موقع پر بارش ہو گئی اور اتنی ہوئی کہ لوگ خوب

نہا دھوکہ صاف ستھرے، چاق چوبند اور تازہ دم ہو گئے، ریت جم گئی، دھنس جاتی رہی اور وہ شیطانی وساوس دور ہو کر لوگوں میں خود اعتمادی اور سرگرمی پیدا ہو گئی جس کی جنگ میں شدید ضرورت ہوتی ہے۔ پس ان قدرتی حوادث نے دم کے دم میں جنگ کا نقشہ ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ لیکن اگر یہ نیند کا جھونکا اور پانی کا چھینٹا نہ آتا تو کیا ہوتا۔ پیغمبر امی ﷺ کی زبان پر اس خطرہ کا اظہار ان الفاظ میں ہو رہا تھا لا الہ الا اللہ ان تہلک هذا العصا بة فلا تعبد فی الارض۔

فرشتوں کی کمک: قنادہ سے مروی ہے کہ نیند اور اونگھ کا یہ واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک بدر میں دوسرے احد کے موقع پر۔ جیسا کہ چوتھے پارہ کے نصف میں گزر چکا ہے۔

اور ماء لیطہر کم سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کا پانی مطہر ہوتا ہے یعنی پاک ہونے کے ساتھ دوسری ناپاک چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت وانزلنا من السماء ماء طہورا سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

فرشتوں کی کمک کا بھیجنا محض کمزور مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے کے لئے تھا۔ تاکہ ان کے دل قرار پا جائیں۔ لڑائی میں ان کی شرکت ثابت نہیں اور نہ اس کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ جیسا کہ محققین کی رائے یہی ہے اور فرشتے اپنے تصرف سے بغیر لڑے بھی دلوں میں اطمینان کی کیفیت پیدا کر سکتے ہیں۔

میدان جنگ سے بھاگنا: آیت یا ایہا الذین امنوا الخ سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا ناجائز اور حرام معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اگر کافر دو گئے سے زائد ہوں تو بقول جلال محقق پھر میدان چھوڑنا جائز ہوگا۔ البتہ اگر دو نے سے زائد نہ ہوں تو اس وقت بھی دو صورتوں میں میدان سے ہٹنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ ۱۔ ایک تو پینتر ابد لئے اور جنگی تدبیر کے لئے کہ وہ ہٹنا حقیقت میں آگے بڑھنے کے لئے ہے۔ ۲۔ دوسرے کسی طرح کی مدد حاصل کرنے کے لئے یا اپنے کو مقابلہ کے لئے قابل نہ پا کر اپنی بڑی جماعت میں آ ملنا۔ یہاں بھی مقصود اصلی بھاگنا نہ ہوا۔ غرض کہ ان دو صورتوں میں ہٹنا جائز ہوگا۔ خواہ کفار برابر ہوں۔ یا اس سے بھی کم۔

البتہ جنگ میں غدر کر کے بھاگنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً: زبان سے تو وعدہ کرے کہ میں لڑوں گا نہیں اور پھر بے خبری میں حملہ کر دے۔ یہ غداری جائز نہیں ہے۔ ہاں زبان سے کچھ نہ کہے اور کام ایسے کرے جس سے دشمن مغالطہ اور دھوکہ میں آ کر مارا جائے تو یہ خداع کہلاتا ہے جو جائز ہے۔ حدیث میں ہے الحرب خدعة۔ خداع اور غدر دونوں میں یہی فرق ہے۔ پھر وہ بڑی فوج نزدیک ہو یا دور۔ جیسا کہ ابن عمرؓ مارتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹے سے فوجی دستہ میں بھیجا۔ لیکن ہم ایک موقع سے مدینہ بھاگ آئے اور جب اس بھاگنے کا خیال آیا تو پریشانی ہوئی اور آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ نحن الفرادون؟

کیا ہم بھاگنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ بل انتم العکارون۔ یعنی بھاگنے والے نہیں۔ بلکہ اپنی جماعت سے ملنے والے ہو۔ اور بعض روایتوں سے جو اس حکم کا بدر کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے جنگی موقعوں پر بھاگنا جائز ہوگا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ غزوہ بدر کی اہمیت کے پیش نظر یا اس وقت تک اس آسانی کے حکم نہ آنے کی صورت میں دو گئے سے زائد کفار کے سامنے سے بھی بھاگنا جائز نہیں تھا یہ سہولت بعد میں دی گئی ہے۔ تاہم ایک مسلمان کو پھر بھی کم از کم دو دشمنوں پر بھاری ہونا چاہئے۔ مٹھی بھر خاک پھینکنے کا واقعہ بدر، احد، حنین سب جگہ پیش آیا۔ لیکن یہاں کلام سیاق سے واقعہ بدر قرار دیا جائے گا۔

لطائف آیات: آیت اذ یغشیکم الخ سے سیکندہ کا نازل ہونا اور امن کا ملنا اور شیطانی وسوسہ اور تحریف یقین اور ثبات قدمی یہ باتیں ثابت ہوئیں۔ جن کو صوفیاء معتبر مانتے ہیں۔

آیت فلم تقتلوہم الخ میں جملہ لم تقتلوہم اور مارمیت سے توفاء افعال معلوم ہوتا ہے اور اذ رمیت میں بقاء کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مقام بقاء میں تھے۔

اور لکن اللہ رمی سے بتلادیا کہ آپ ﷺ خود خاک نہیں پھینک رہے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ پھینک رہے تھے اور صحابہ چونکہ اس مقام پر نہیں تھے۔ اس لئے ان کی طرف کسی فعل کی نسبت نہیں کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا تَعَرُّضُوا عَنْهُ بِمُخَالَفَةِ أَمْرِهِ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿۲۰﴾
الْقُرْآنَ وَالْمَوَاعِظَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۱﴾ سَمَاعٌ تَذَرُوا تَعَاظٍ وَهُمْ
الْمُسَافِقُونَ وَالْمُسْرِكُونَ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ عَنْ سَمَاعِ الْحَقِّ الْبُكْمُ عَنِ النُّطْقِ الَّذِينَ لَا
يَعْقِلُونَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا صَاحِبًا بِسَمَاعِ الْحَقِّ لَأَسْمَعَهُمْ سَمَاعَ تَفْهَمٍ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ
فَرَضًا وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ لَا خَيْرَ فِيهِمْ لَتَوَلَّوْا عَنْهُ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ عَنْ قُبُولِهِ عِنَادًا وَحُجُودًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ بِالطَّاعَةِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ لِأَنَّهُ سَبَبُ الْحَيَاةِ
الْأَبَدِيَّةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُؤْمِنَ أَوْ يَكْفُرَ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَيَحْزَنُكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَاتَّقُوا فِتْنَةً إِنْ أَصَابَتْكُمْ لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ
خَاصَّةً تِلْكَ تَعْمُهُمْ وَغَيْرُهُمْ وَاتَّقَاوْهَا بِانْكَارٍ مُوجِبِهَا مِنَ الْمُنْكَرِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
لِمَنْ خَالَفَهُ وَادْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ أَرْضِ مَكَّةَ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ
النَّاسُ يَأْخُذْكُمْ الْكُفَّارُ بِسُرْعَةٍ فَأُولَئِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَأَيْدِيكُمْ قَوْكُمْ بِنَصْرِهِ يَوْمَ بَدْرٍ بِالْمَلِكَةِ وَرَزَقَكُمْ
مِنَ الطَّيِّبَاتِ الْغَنَائِمَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۲۶﴾ نِعْمَةٌ وَنَزَلَ فِي أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَقَدْ بَعَثَهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ لِيَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَاسْتَشَارُوهُ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنَّهُ الذَّبْحُ لِأَنَّ عِيَالَهُ وَمَالَهُ فِيهِمْ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَلَا تَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ مَا أَوْثَقْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الدِّينِ وَغَيْرِهِ
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ فِتْنَةٌ لَكُمْ صَادَةٌ عَنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ
عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ فَلَا تَفْشَرُوا بِمُرَاعَاةِ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَالْخِيَانَةِ لِأَحْلِيهِمْ وَنَزَلَ فِي تَوْبَتِهِ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ بِالْأَمَانَةِ وَغَيْرِهَا يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا يَبَيِّنَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا تَحَافُونَ فَتَسْحَبُونَ
وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ وَإِذْ كُرِيَ بِأَمْرِكُمْ
إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقَدْ اجْتَمَعُوا لِلْمُشَاوَرَةِ فِي شَانِكَ بِدَارِ النُّدُوءِ لِيُشْتُولَكَ يُوَثِّقُوا
وَيَحْبِسُوا أَوْ يَقْتُلُوا كُلَّهُمْ قَتَلَهُ رَجُلٌ وَاحِدٌ أَوْ يُخْرِجُوكَ مِنْ مَكَّةَ وَيَمْكُرُونَ بِكَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ
بِهِمْ يَتَذَكَّرُ أَمْرُكَ يَا أُوْحَى إِلَيْكَ مَا دَبَّرُوهُ وَأَمَرَكَ بِالْخُرُوجِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ﴿۳۰﴾ أَعْلَمُهُمْ بِهِ وَإِذَا
تُلِّيَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا الْقُرْآنُ قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا قَالَهُ الضَّارُّونَ الْحَارِثُ لِأَنَّهُ كَانَ
يَأْتِي الْحِجْرَةَ يَتَجَرَّ فَيَسْتَرِي كُتِبَ أَخْبَارُ الْأَعَاجِمِ وَيُحَدِّثُ بِهَا أَهْلُ مَكَّةَ إِنْ مَا هَذَا الْقُرْآنُ إِلَّا أَسَاطِيرُ
الْكَاذِبِ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا الَّذِي يَقْرَأُ مُحَمَّدٌ هُوَ الْحَقُّ الْمُنَرَّلُ مِنْ
عِنْدِكَ فَامْطُرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوْ آتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۲﴾ مُؤَلِّمٌ عَلَى انْكَارِهِ قَالَهُ الضَّارُّ
أَوْ غَيْرُهُ اسْتَهْزَأَ أَوْ يَهَامُّ أَنَّهُ عَلَى بَصِيرَةٍ وَجَزُمُ بِظُلَامَتِهِ قَالَ تَعَالَى وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِمَا سَأَلُوهُ
وَأَنْتَ فِيهِمْ لِأَنَّ الْعَذَابَ إِذَا أَنْزَلَ عَمَّ وَلَمْ تُعَذِّبْ أُمَّةً إِلَّا بَعْدَ خُرُوجِ نَبِيِّهَا وَالْمُؤْمِنِينَ مِنْهَا وَمَا كَانَ اللَّهُ
مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۳۳﴾ حَيْثُ يَقُولُونَ فِي طَوَافِهِمْ غُفْرَانُكَ غُفْرَانُكَ وَقِيلَ لَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ
الْمُسْتَضَعُّونَ فِيهِمْ كَمَا قَالَ تَعَالَى لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبَهُمُ
اللَّهُ بِالسَّيْفِ بَعْدَ خُرُوجِكَ وَالْمُسْتَضَعِّفِينَ وَعَلَى الْقَوْلِ الْأَوَّلِ هِيَ نَاسِخَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَقَدْ عَذَّبَهُمْ بِبَدْرِ
وَعَيْرِهِ وَهُمْ يَصُدُّونَ يَمْنَعُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِنْ
يَطُوفُوا بِهِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ كَمَا زَعَمُوا إِنْ مَا أَوْلِيَاءُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾ أَنْ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءٌ صَفِيرًا وَتَصَدِيَةٌ تُصَفِّقُهَا
أَيُّ جَعَلُوا ذَلِكَ مَوْضِعَ صَلَاتِهِمْ الَّتِي أُمِرُوا بِهَا فَلُذُّوا الْعَذَابَ يَبْدُرُ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ إِنْ
الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي حَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ فِي عَاقِبَةِ الْأَمْرِ عَلَيْهِمْ خَسْرَةٌ نَدَامَةٌ لِفَوَاتِهَا وَقَوَاتٍ مَا قَصَدُوهُ ثُمَّ يُغْلَبُونَ فِي
الدُّنْيَا وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِلَى جَهَنَّمَ فِي الْأَجَرَةِ يُحْشَرُونَ ﴿۳۶﴾ يُسَاقُونَ لِيَمِيزَ الْمُتَعَلِّقُ بِتَكُونُ
بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أَيْ يُفَصِّلُ اللَّهُ الْخَبِيثَ الْكَافِرَ مِنَ الطَّيِّبِ الْمُؤْمِنِ وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ

عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا يَجْمَعُهُ مَتْرًا كَمَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْخٰسِرُونَ ﴿۲۰﴾ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا كُفْرُهُمْ أَصْحَابُهُ إِنَّ يَنْتَهُوْا عَنِ الْكُفْرِ وَقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَإِنْ يَّعُودُوا إِلَىٰ قِتَالِهِ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۱﴾
 أَيْ سُنَّتُهُمْ بِالْإِهْلَاكِ فَكَذَٰلِكَ أَنْفَعُ بِهِمْ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ لَكُمْ فِتْنَةٌ شِرْكٌ وَيَكُونَ الَّذِينَ
 كُفِلَهُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَلَا يُعْبَدُ غَيْرُهُ فَإِنْ انْتَهُوْا عَنِ الْكُفْرِ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۲﴾ فَيُحَازِيهِمْ بِهِ
 وَإِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْإِيمَانِ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ نَاصِرُكُمْ وَمُتَوَلِّى أُمُورِكُمْ نِعَمَ الْمَوْلَىٰ هُوَ وَنِعَمَ
 النَّصِيرِ ﴿۲۳﴾ أَيْ النَّاصِرُ لَكُمْ

ترجمہ: .. مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی (اعراض) نہ کرو (اس کے حکم کی خلاف ورزی کر کے) اور تم سن تو رہے ہو (قرآن اور وعظ) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے دعویٰ تو کیا تھا کہ ہم نے سن لیا۔ حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ (ذکر و نصیحت کا سننا۔ اس سے مراد شرک اور منافق ہیں) یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدتر حیوان وہ انسان ہیں جو بہرے ہو گئے (حق بات سننے کی صلاحیت) تو ضرور انہیں سنوا دیتے (سمجھ کر سننا) اور اگر اللہ انہیں سنوا بھی دیں (بالفرض۔ حالانکہ ان میں بھلائی کا نہ ہونا معلوم ہو چکا ہے) تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ منہ پھیر لیں گے (اس سے) اور وہ بے رخی کرتے ہیں (دشمنی اور انکار کے سبب قبول نہیں کرتے) مسلمانو! اللہ و رسول ﷺ کے کہنے کو بجا لاؤ (اطاعت کرو) جب کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں ایسی چیز کی طرف پکارتے ہیں جو تمہاری زندگی کا سر و سامان ہے (یعنی دینی کام۔ کیونکہ ان سے دائمی زندگی بنتی ہے) اور جان رکھو کہ اللہ میاں آڑ بن جایا کرتے ہیں انسان اور اس کے دل کے درمیان (جس سے وہ اللہ کے ارادہ کے بغیر نہ ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے) اور بلاشبہ تمہیں سب کو اسی کے حضور جمع ہونا ہے (تاکہ تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے) اور تم ایسے وبال سے بچو (کہ اگر تم پر آپڑے) جس کی زد میں صرف وہی لوگ نہیں آئیں گے جو تم میں گناہ کرنے والے ہیں (بلکہ سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے تم بھی اور دوسرے بھی۔ اس سے بچنے کی صورت تو بس یہی ہے کہ جو برا کام ہے اس سے باز آ جاؤ) اور یہ سمجھ لو کہ اللہ (خلاف کرنے والے کو) سخت سزا دینے والے ہیں اور وہ وقت یاد کرو جب تمہاری تعداد بہت تھوڑی تھی اور تم سر زمین (بلکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تمہیں اس وقت یہ اندیشہ لگا رہتا کہ کہیں لوگ تمہیں لوٹ کھسوٹ نہ لیں (کفار تمہیں اچک نہ لیں) پھر اللہ نے تمہیں (مدینہ میں) ٹھکانا دیا اور تمہیں قوی (مضبوط) کیا اپنی مدد سے (جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ) اور تمہیں نفیس نفیس چیزیں (مال غنیمت) عطا فرمائیں تاکہ تم شکر گزار رہو (اس کی نعمتوں کے۔ اگلی آیات ابولبابہؓ بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں ان کو آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ ان کو آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر ہموار کر لیں۔ لیکن ان لوگوں نے جب ان سے اس بارے میں مشورہ چاہا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتلادیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہے اور اس افشاء راز کی ضرورت انہیں اس لئے پیش آئی کہ ان کے اہل و عیال ان لوگوں کے پاس رہا کرتے تھے) مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور (نہ) اپنی قابل حفاظت باتوں میں خلل ڈالو (دین وغیرہ کی وہ باتیں جن کو بطور امانت راز رکھا گیا

ہے) حالانکہ تم اس بات سے بے خبر نہیں ہو اور یاد رکھو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش ہے (جو آخرت کی باتوں کے لئے رکاوٹ بنتے ہیں) اور یہ بھی نہ بھولو کہ اللہ ہی وہ ہیں جن کے پاس بڑا بھاری اجر ہے (لہذا مال و اولاد کی خاطر نہ اس کو چھوڑ دو اور نہ ان کی وجہ سے خیانت کرو اور اگلی آیت ابولہبہ کی توبہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے) مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو (امانت وغیرہ میں) تو تمہیں چھٹکارا دے دیں گے (جو تمہارے اور جن خطرات میں تم گھرے ہوئے ہو ان کے درمیان ایک فیصلہ کن ہوگا اور تم ان اندیشوں سے چھٹکارا پا جاؤ گے) اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دیں گے۔ اور بخش دیں گے (تمہارے گناہ) اللہ تو بہت بڑے فضل کرنے والے ہیں اور (اے محمد ﷺ! یاد کیجئے) وہ وقت جب کہ کافر آپ ﷺ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے (آپ ﷺ کے خلاف سوچ بچار کے لئے ”دار الندوہ“ میں ایک کمیٹی بلائی تھی) کہ آپ ﷺ کو قید کر لیں آپ ﷺ کو بیڑیاں پہنا کر گرفتار کر لیں (یہ آپ ﷺ کو قتل کر ڈالیں) (سب مل کر تاکہ ایک ہی قتل شمار ہو) یا آپ ﷺ کو جلا وطن کر ڈالیں (مکہ سے نکال دیں) اور وہ چپکے چپکے (آپ ﷺ کے بارے میں) اپنی اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور اللہ (خود ان کے بارے میں) مخفی تدبیر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے لئے بندوبست اس طرح کیا جا رہا تھا کہ جو کچھ وہ اسکیم بناتے تھے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو خبردار کر دیا جاتا اور پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہو گیا) اور اللہ سب سے مضبوط تدبیر کرنے (جاننے) والے ہیں اور جب ان کے سامنے ہماری (قرآن کی) آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ”ہاں ہم نے سن لیا۔ اگر چاہیں تو اس طرح کی باتیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں (نضر بن الحارث نے یہ دعوے کیا تھا۔ محض اس بل بوتہ پر کہ وہ حیرہ میں تجارت کے لئے جاتا اور وہاں سے عجمی تاریخ کی کتابیں خرید لانا اور ان کو مکہ والوں کے سامنے آ کر سناتا) یہ (قرآن) کچھ بھی نہیں۔ صرف پچھلوں کی لکھی ہوئی بے سند (جھوٹی) داستانیں ہیں“ اور جب ان لوگوں نے کہا تھا خدا یا اگر یہ بات (جس کو محمد ﷺ پڑھتا رہتا ہے) واقعی آپ کی طرف سے (اتری ہوئی) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے۔ یا ہمیں کسی دردناک (تکلیف دہ) عذاب میں مبتلا کر دے (اس کو نہ ماننے کی وجہ سے۔ یہ بات نضر بن حارث وغیرہ نے مذاق اڑانے کے لئے کہی تھی اور یاد دوسروں کو اس فریب میں مبتلا کرنے کے لئے کہ میں اس قرآن کو دلیل و یقین کے ساتھ غلط سمجھتا ہوں۔ آگے حق تعالیٰ جو اب ارشاد فرماتے ہیں) اور اللہ ایسا نہیں کریں گے کہ (ان کی فرمائش کے مطابق) ان میں آپ کے تشریف فرما ہوتے ہوئے ان کو مبتلا کر دے (کیونکہ عذاب جب آئے گا تو پھر وہ سب ہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور جب کبھی کسی امت پر عذاب آیا ہے تو نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کے وہاں سے نکل جانے کے بعد ہی آیا) اور اللہ ایسا بھی نہیں کریں گے کہ انہیں عذاب میں ڈال دیں حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں (کیونکہ کفار طواف کی حالت میں ”غفرانک غفرانک“ الفاظ کہا کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ کمزور مسلمان ہیں جو ان میں رہتے ہوئے استغفار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ دوسری جگہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لوتزیلوا الخ) لیکن اب کون سی بات رہ گئی ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دیں (تکوار کے ذریعہ۔ جب کہ آپ ﷺ اور کمزور مسلمان مکہ سے ہجرت کر چکے ہیں اور پہلے قول کی صورت میں یہ آیت پہلی آیت کے لئے ناسخ ہو جائے گی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بدر وغیرہ مختلف موقعوں پر ان کو عذاب دیا) حالانکہ وہ روکتے ہیں (نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو باز رکھتے ہیں) مسجد حرام سے (اس میں طواف نہیں کرنے دیتے) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ متولی ہونے کے لائق نہیں (جیسا کہ وہ خود کو سمجھتے ہیں) اس کے متولی اگر ہو سکتے ہیں تو ایسے ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو متقی ہوں۔ لیکن ان میں سے اکثر وہ علم نہیں (کہ یہ اس کے متولی نہیں ہو سکتے) اور خانہ کعبہ میں ان کی نماز اس کے سوا کیا ہے کہ سیٹیاں بجائیں اور تالیاں پیٹیں (یعنی خانہ کعبہ میں ان کو جس نماز کا حکم دیا گیا ہے اس کے بجائے یہ خرافات کرتے ہیں) سودیکھو جیسے کچھ تم کفر کرتے رہے ہو اب (بدر میں) عذاب کا مزہ چکھ لو۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ اپنا مال نبی کریم

ﷺ کے ساتھ لڑنے میں) اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ سو یہ لوگ آئندہ بھی خرچ کرتے ہی رہیں گے۔ لیکن پھر (آخر کار) ان کے لئے سراسر پچھتاوا ہوگا (کیونکہ مال بھی گیا اور مقصد بھی پورا نہ ہوا) اور پھر مغلوب کئے جائیں گے (دنیا ہی میں) اور جن لوگوں نے (ان میں سے) کفر کی راہ اختیار کی وہ (آخرت میں) دوزخ کی طرف بنکائے (کھینچے) جائیں گے اور یہ اس لئے ہوگا کہ (لفظ بھیمیز) تخفیف و تشدید کی صورت میں دونوں طرح ہے اور اس کا تعلق تکون کے ساتھ ہے۔ یعنی جدا کر دے گا) ناپاک (کافر) کو اللہ پاک (مومن) سے الگ کرنا چاہتے ہیں اور ناپاک لوگوں میں بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر، پھر سب کو اکٹھا کر دینا چاہتے ہیں (سب کو ایک دوسرے پر گنڈ کر دیں) پھر ان کو جہنم کے حوالہ کر دیں۔ یہی لوگ ہیں جو بالکل تباہ ہو جانے والے ہیں جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی (جیسے ابوسفیان اور ان کے ساتھی) تم ان سے کہہ دو، اگر وہ باز آ جائیں (کفر سے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے سے) تو جو کچھ (ان کے کروت) گزر چکے، سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگر وہ اپنی (جنگی) حالت پر رہے تو پچھنوں کا طور طریقہ گزر چکا ہے۔ (یعنی ان کو تباہ و برباد کرنے کے سلسلہ میں ہمارا اپنا قانون۔ لہذا ان کے ساتھ بھی وہی کارروائی کی جائے گی) اور ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فساد (شرک) باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ اللہ ہی کے لئے ہو جائے (کہ ان کے سوا کسی کی بندگی نہ ہو سکے) پھر اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ اللہ کی نگاہوں سے چھپا ہوا نہیں (لہذا وہ اسی کے مطابق لوگوں کو بدلہ دیں گے) اور اگر وہ روگردانی کریں (ایمان سے) تو یاد رکھو، اللہ تمہارے رفیق (تمہارے مددگار اور سب کاموں کے سنوارنے والے) ہیں اور وہ کیا ہی اچھے کارساز اور کیا ہی اچھے مددگار ہیں (تمہارے)۔

تحقیق و ترکیب: فرضاً۔ یہ لفظ نکال کر مفسر علام اس شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں، قیاس اقترانی کی صورت میں تقریر استدلال اس طرح ہوگی کہ لو علم اللہ فیہم خیر الا سمعہم ولو اسمعہم لتولوا۔ جس کا نتیجہ حد اوسط گرانے کے بعد یہ نکلے گا ”لو علم اللہ فیہم خیر لتولوا“ حالانکہ یہ محال ہے کیونکہ جب اللہ کو ان میں خیر معلوم ہوگی تو اس صورت میں ان کی طرف سے اطاعت ہونی چاہئے نہ کہ سرکشی؟ جواب کا حاصل ہوگا کہ یہاں حد اوسط مکر نہیں ہے۔ یعنی ایک نہیں ہے بلکہ دونوں جگہ مختلف ہے۔ کیونکہ پہلے ”اسماع“ سے مراد تو وہ خاص سنانا ہے جس کے بعد ہدایت ہو جائے، لیکن دوسرے لفظ ”اسماع“ سے محض سنانا ہے۔ اس لئے شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے شکل نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آیت سے مقصود استدلال نہیں بلکہ سمیت کا بیان کرنا ہے جو لو کی اصلی وضع ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو نہ سنانے کا سبب یہ ہے کہ ان کو ان میں خیر کا ہونا معلوم نہیں ہوگا۔ گویا اس صورت میں ”لو سمعہم“ پر کلام پورا ہو گیا اور لو اسمعہم جملہ متانہ ہوگا۔ یعنی جب سنانے کی صورت میں ان کی طرف سے اعراض پایا جاتا ہے تو نہ سنانے کی صورت میں کیسے نہیں ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لو یخف اللہ لم یعصہ (ترجمہ) اگر خوف خدا ہو تو گناہ نہیں کر سکتا۔

استجیو۔ اس میں ست زائد ہے۔ چونکہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی ہے۔ اس لئے دعا واحد لایا گیا۔ یحول۔ اس میں استعارہ تصریحیہ بھیہ ہے۔ ان اصابتکم یہ لاتصیین الخ کی شرط محذوف ہے۔ الغنائم۔ جب مسلمان سب کا رو بار چھوڑ کر جہاد میں لگے تو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں ان کے رزق کا دروازہ کھول دیا۔ حدیث میں ہے ”اجعل رزقی تحت ظل رمحی“ (ترجمہ) میں اپنی روزی اپنے نیزہ کے سایہ تلے پاتا ہوں۔

فی اسی لایۃ۔ لیکن ان کے اپنے آپ کو ستون سے باندھنے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اسی موقع پر ہوا یا غزوہ تبوک کے موقع پر۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں دوسری رائے کو احسن قرار دیا ہے۔

وانتم تعلمون۔ وادھالیہ ہے اور تعلمون کا مفعول محذوف ہے۔ بدار الندوة۔ قصی بن کلاب نے یہ ہاؤس بنایا تھا جو عرب کے لئے پارلیمنٹ کا کام دیتا تھا۔ جس کو بعد میں حج کے موقع پر حضرت معاویہؓ نے زبیر عبدی سے ایک لاکھ درہم میں خرید کر حرم میں شامل فرمایا تھا۔ بیت اللہ کے شمالی جانب ایک وسیع دالان کی صورت میں ہے۔

بتدبیر امرک۔ یعنی اللہ کے مکر کرنے کے وہ مشہور معنی نہیں ہیں جو قابل اعتراض ہوں، بلکہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت و سلامتی کی پوشیدہ تدبیر مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے سورۃ اللہ کے معاملہ کو مکر کہا گیا ہے یا ”جزاء سینۃ سینۃ“ کی طرح مکر کے بدلہ کو مکر کہا گیا ہے۔

الحیرۃ۔ کوفہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ فامطر علینا حجارۃ۔ حضرت معاویہؓ نے ملک سب کے رہنے والے ایک شخص سے طنزاً کہا کہ تمہاری قوم بڑی جاہل تھی۔ جس پر ایک عورت ذات حکومت کرتی رہی مگر اس نے فوراً پلٹ کر جواب دیا کہ میری قوم سے کہیں زیادہ آپ کی قوم جاہل ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں ”ان کان هذا هو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ“ کہتی ہے۔ حالانکہ یوں کہنا چاہئے تھا۔ ان کان هذا هو الحق فامدنا له۔

وہم يستغفرون۔ کفار کی توبہ استغفار کا فائدہ دنیاوی مراد ہے۔ لہذا یہ آیت دوسری آیت و ما دعاء الکافرین الافی ضلل اور الافی تباب یا آیت قدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنا ہباءً منثوراً کے خلاف نہیں ہوگی۔ جن میں آخرت کے نفع کی نفی ہے۔ ناسخۃ۔ لیکن جب دیکھا جائے کہ کفار نے توبہ استغفار نہ امت کا اظہار چھوڑ کر مسلمانوں کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ جس سے پھر عذاب کے مستحق ہو گئے تو پھر منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں رہتی اور ویسے بھی اخبار منسوخ نہیں ہوا کرتے۔ قول اول یہ ہے کہ کفار مراد لئے جائیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ کمزور مسلمان مراد لئے جائیں۔

ان یطوفوا۔ یہ مسجد حرام سے بدلہ اشمال ہے۔ مکاء خواہ صرف منہ سے سیٹی بجانا یا دو انگلیوں کو منہ میں داخل کر کے سیٹی بجانا۔ یا دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کو اکٹھا کر کے اس میں پھونک ماری جائے۔ جس سے سیٹی کی آواز پیدا ہو اور قصد یہ اور تصفیق کے معنی تالی بجانا۔ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؓ، عکرمہؓ، سعید ابن جبیرؓ سب نے یہی معنی لئے ہیں۔ لہذا بخاری نے جو مجاہدؓ سے مکاء کے معنی انگلیوں کو منہ میں داخل کر کے اور قصد یہ کے معنی صرف منہ سے سیٹی بجانے کے نقل کئے ہیں وہ غریب ہیں اور چونکہ یہ لوگ ان حرکات کو عبادت شمار کرتے تھے اس لئے نماز سے ان کا استثنیٰ صحیح ہو جائے گا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

کابی سفیان۔ چونکہ یہ آیت بدر کے بعد نازل ہوئی، اس لئے وہی لوگ مراد ہوں گے جو اس وقت کافر تھے۔ ماقد سلف۔ یعنی بحالت کفر جو گناہ کئے وہ حدیث الاسلامؑ یھدم ما کان قبلہ کی رو سے سب معاف ہیں۔ امام اعظمؒ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ مرتد اگر مسلمان ہو جائے تو اس کی چھوٹی ہوئی عبادات کی قضاء لازم نہیں اور یہی امام مالکؒ کی رائے ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز، روزہ، زکوٰۃ، نذر، کفارہ، سب کی قضا لازم آئے گی۔ لیکن علامہ تفتازانی کی رائے ہے، امام صاحبؒ کا یہ استدلال نہایت کمزور ہے کیونکہ یہاں کفر سے مراد کفر اصلی اور اس کے کام ہیں اور امام صاحبؒ کی رائے پر تو لازم آتا ہے کہ ایک مسلمان ساری عمر گناہ کرتے رہے۔ پھر آخر میں مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو جائے تو اسی طرح اس پر کچھ گناہ نہیں رہنا چاہئے۔

سۃ الاولیں۔ مطلق ہلاک ہونے میں تشبیہ دینی ہے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ قوم عاد و ثمود وغیرہ پر تو عام عذاب آیا ہے اور امت محمدیہ ﷺ عذاب عام سے محفوظ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ قریشی زمانہ کے کفار مراد ہوں جو بدر سے پہلے خاص خاص مصائب کا شکار ہوئے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ فقہ مضمت کا تعلق ان یعودوا سے نہ ہو بلکہ یہ محذوف کی علت ہو اور ان یعودوا کا جواب بھی محذوف ہو۔ ای ان یعودوا انھلکم کما اھلکنا الاولین۔

قاتلوا اس کا عطف قل للذین پر ہے۔ آپ ﷺ پر چونکہ شفقت غالب تھی، اس لئے قل میں صرف آپ کو خطاب کیا اور قاتلوا میں جہاد کے مخاطب صحابہ کرمؓ ہیں۔

ربط آیات: پچھلی آیات میں کفار کی برائی کا بیان تھا۔ اب آیت اطیعوا میں اطاعت کا حکم اور لاتولوا میں خلاف کرنے کی ممانعت اور لاتکونوا سے تاکید کے خلاف کرنے والوں کی مشابہت سے روکا جا رہا ہے اور ان شر الدواب میں منی لفین کی بڑائی اور استعجیو میں ماننے والوں کا نفع اور نہ ماننے والوں کا نقصان اور اتقوا میں دوسروں کو اطاعت کی ترغیب دینا اور واذکروا میں اپنی نعمتیں یاد دلانا اور لاتخونوا میں اطاعت کی کمی کو خیانت قرار دینا اور واعلموا میں اطاعت میں کمی کی طرف توجہ دلانا اور اطاعت کی بعض برکتوں کا بیان ان تتقوا میں اور ہجرت جیسی مفید عام نعمت کا یاد دلانا۔ اذ یمکر الخ میں غرضیکہ خیر الما کرین تک یہ سب مضامین چلے گئے ہیں۔ جن میں باہمی مناسبت ظاہر ہے۔ آگے آیت اذا تبلی الخ سے بھی کفار کی برائی اور ان کا مستحق عذاب ہونا تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: آیت ان شر الدواب الخ بنو عبدالدار بن قصی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو غزوہ بدر میں ابو جہل کے ساتھ مارے گئے اور یہ کہا کرتے تھے۔ فحن لہ صم وبکم وعمی عما جاء بہ محمد ان میں سے صرف دو آدمی مصعب بن عمیرؓ اور سہیلہ بن حرمہؓ مسلمان ہو سکے۔

آیت واذکروا الخ غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ آیت یا ایہا الذین آمنوا لاتخونوا الخ کے متعلق مغیرہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زاہد نے یہ توجیہ بھی بیان کی ہے کہ بعض لوگ راز کی باتیں کفار کو بتل دیا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور علامہ زخشری نے شان نزول میں ابوالبابہؓ کی روایت پیش کی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اکیس روز تک یہود بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو انہوں نے بنو نضیر کی مصالحت کرنی چاہئے اور اپنی کاشت کی زمینوں میں یا شام کے علاقہ کی طرف ملک اریحا میں چلے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ ﷺ نے انکار فرما دیا اور کہا کہ سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کردیں وہ ہمیں منظور ہے۔ لیکن یہود نے درخواست کی کہ گفتگو کے لئے ابوالبابہ کو بھیجئے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھیج دیا۔ ان کے بال بچے چونکہ بنو قریظہ کی ڈیوڑھی میں رہتے تھے، اس لئے ان کا خیال کرتے ہوئے جب یہود نے ان سے سعد بن معاذ کے فیصلہ کے بارے میں مشورہ چاہا تو انہوں نے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتلادیا کہ ”قتل کئے جاؤ گے“ کہنے کو تو خیر یہ بات کہہ گئے، مگر بعد میں بہت پچھتائے اور آنحضرت ﷺ کے افشاء راز کا بے حد رنج اور افسوس ہوا۔ اسی کیفیت میں انہوں نے خود کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں، جب تک کہ اللہ اور رسول ﷺ میری توبہ قبول نہیں فرماتے۔ چنانچہ سات

روز کا فاقہ ہوا تو بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اللہ نے جب ان کی توبہ قبول کی اور ان کو اطلاع دی گئی تو کہنے لگے جب تک آنحضرت ﷺ خود دست مبارک سے نہیں کھولیں گے میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔ چنانچہ بنفس نفیس آپ ﷺ نے ان کو کھولا تو جوش مسرت میں کہنے لگے کہ جس مکان کی وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہوا ہوں اسے اور اپنی کل جائیداد کو اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی حصہ وقف کرنا بھی کافی ہے۔

آیت وهو یصدون الخ کا تعلق واقعہ حدیبیہ سے ہے۔ کفار نے آپ کو اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا اور کہتے تھے لے نحن ولا لہ البیت والحرم نصد من نشاء وندخل من نشاء۔

آیت قل للذین کفروا الخ کے متعلق امام زاہدؒ نے لکھا ہے کہ اس کا نزول عکرمہ بن ابوجہل کے بارے میں ہوا ہے۔ ایک مرتبہ یہ کشتی پر سوار تھا کہ ہوانا موافق ہوئی اور کشتی لگی ڈوبنے تو اس وقت اس نے نذر کی کہ اگر میں بچ گیا تو محمد ﷺ پر ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو عمرو بن العاصؓ بھی اس کے ساتھ تھے۔ دونوں مسلمان ہوئے مگر عمرو بن العاصؓ پچھلے گناہوں کی وجہ سے رونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: آیت یناہا الذین الخ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل کتاب کی طرح نہیں ہونا چاہئے جو تورات و انجیل سنتے تھے مگر حقیقت نہیں سنتے تھے، کیونکہ اگر سمجھ کر سنتے تو عمل ضرور کرتے۔

جو انسان ہدایت قبول نہ کرے وہ چوپایہ سے بدتر ہے: آیت ان شر الدواب الخ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی دعوت سر تا عقل و فکر کی دعوت ہے جو انسان اپنے حواس سے عقل سے کام نہیں لیتا۔ وہ اس کے نزدیک انسان نہیں بدترین چوپایہ ہے اسی طرح قرآن فکر و عمل کی جس حالت کو کفر کی حالت قرار دیتا ہے۔ اس کا سرچشمہ بھی عقل و حواس کا بے کار ہو جانا ہے۔ پھر آگے فرماتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ دعوت اس لئے ہے کہ تمہیں زندہ کر دے۔ اس سے بڑھ کر اس کا جلانا اور کیا ہوگا کہ عرب کے ساربانوں کے قدموں میں ساری دنیا کا اقتدار آ پڑا اور پچاس برس کے اندر کرۂ ارض کی سب سے بڑی مہذب اور اشرف قوم عرب کے وحشی تھے۔

استجیبوا کے حکم میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کسی کو پکاریں تو جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی نماز میں ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابی بن کعب کو پکارا۔ لیکن وہ نماز میں ہونے کی وجہ سے نہیں بولے تو آپ ﷺ نے ان کو یہی آیت یاد دلوائی۔ رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی اور اس کو لوٹنا پڑے گا؟ اس میں اختلاف ہے اور چونکہ اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا اور وہ صورت آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی اب نہیں رہی۔ اس لئے اب اس میں گفتگو کرنے کا کوئی ثمرہ بھی نہیں۔

انسانی دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے، وہ جدھر چاہے پھیر دے: پھر فرمایا کہ بس اوقات انسان کے ارادوں اور اس کے دلی جذبات کے درمیان قدرت کی طرف سے اچانک کوئی غیر متوقع بات آ کر حائل ہو جاتی ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ ایک دم وہ اچھائی سے برائی میں جا پڑتا ہے اور کبھی دفعہ برائی سے بھلائی میں آنکلتا ہے۔ کتنے ہی اچھے ارادے ہوتے ہیں جن سے عین وقت پر ہمارا دل انکار کر دیتا ہے اور کتنے ہی برائی کے منصوبے ہوتے ہیں جن سے اچانک ہمارا دل بغاوت کر دیتا ہے۔

اس لئے چاہئے کہ انسان اپنے دل کی نگرانی سے کبھی بھی غافل نہ ہو۔ کیا معلوم کون سی گھڑی اس کے کس طرف پلٹنے کی آجائے۔ حضرت ابن عباسؓ بحول کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کم من حال بین شخصه و متاعه فانه القادر علی التصرف دونہ اہ کذلک لا یقدر العبد علی التصرف فی قلبه کقدرة اللہ علیہ۔

اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ آخر انسان کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ جس دل میں قیامت اور آخرت کا یقین ہوگا۔ وہ زندگی کی غفلتوں سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔

فتنہ کی آگ صرف سلگانے والے ہی کو نہیں جلاتی بلکہ دوسروں کو بھی بھسم کر دیتی ہے: اس کے بعد آیت واتقوا فتنۃ الخ میں انفرادی خطرات کے بعد اجتماعی خطرات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ ان فتنوں سے خاص طور پر بچنا چاہئے۔ جنہیں ایک فرد یا ایک طبقہ برپا کر دیتا ہے۔ لیکن جب اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو صرف سلگانے والوں ہی کو نہیں جلاتی۔ بلکہ سبھی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اور اس لئے آ جاتے ہیں کہ کیوں آگ لگانے والے کا ہاتھ نہیں پکڑا؟ کیونکہ بروقت بجھانے کی کوشش نہیں کی؟ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوسروں کے گناہ میں پکڑا جاتا تو آیت لاتسور الخ کے خلاف ہے؟ کیونکہ جواب یہ ہے کہ بے شک اس کام کا اصل گناہ تو کرنے والے کو ہوگا۔ لیکن مدابنت کرنا یہ اس کا گناہ ہے۔ یہ اس گناہ میں پکڑا جائے گا۔ آیت یا ایہا الذین امنوا الخ میں اسلامی احکام کی تعمیل و تبلیغ اور امت کے مصالح و مقاصد میں ہر قسم کی رخنہ اندازیوں کو روکا جا رہا ہے اور خصوصیت سے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جس میں دشمن کو اپنے جنگی ارادوں سے بعض سادہ لوحوں کی طرف سے محض اپنے بال بچوں کے خیال سے ایک طور پر باخبر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ قرآن پاک اس حرکت کو خیانت مجرمانہ قرار دیتا ہے۔ آخر کار اس کی یہ لکار رائیگاں نہیں جاتی۔ بلکہ اس کام کے کرنے والے کو اس درجہ گرمادیتی اور بے چین کر دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبق بن جاتا ہے۔

انسان اپنے بنے ہوئے مکر کے جال میں آخر کار خود ہی پھنس جاتا ہے: آیت اذیمکر الخ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ انسان کو سوچنا چاہئے کہ بعض دفعہ وہ اپنی جہالت، حماقت، غفلت سے کیا کیا اسکیمیں بناتا ہے اور مکاری کی طرح سازشوں کا ایک جال بنتا ہے۔ لیکن حکمت الہی کی پوشیدہ تدبیروں کا حال اس کے بارے میں کیا ہوتا ہے؟ ہجرت سے پہلے قریش نے جو منصوبے باندھے تھے تو کیا ایک لمحہ کے لئے انہیں آنے والے نتائج کا گمان ہو سکتا تھا؟ مگر دیکھنا چاہئے کہ خود ان ہی کے ظلم و مداوت نے ان نتائج کے لئے کس طرح زمین ہموار کر دی؟ اگر ظلم نہ ہوتا تو ہجرت بھی نہ ہوتی اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو وہ تمام نتائج بھی ظہور میں نہ آتے جو ہجرت سے ظہور میں آئے۔ یہی صورت حال ہے قانون الہی کی مخفی تدبیر سے جو انسانی ظلم و فساد کی ساری تدبیریں ملایا میٹ کر دیتی ہے۔

۱۔ جس طرح کسی انسان ورس کے سامان کے درمیان کوئی دوسرا شخص حائل ہو جائے تو پہلا شخص کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسرا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی مدنی قدرت کے آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ ۱۲

عذاب الہی کی ایک سنت: آیت واذا اتسلی الخ سے نصر بن الحارث اور ابو جہل کی جس مغرورانہ ڈینگ اور دعا کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کسی قوم پر اس کے پیغمبر کی موجودگی میں اور لوگوں کے استغفار کرنے کی صورت میں عذاب نازل کیا نہیں کرتا۔ اس لئے تم پر عذاب آنے کے لئے اس کی یہ سنت آڑے آرہی ہے۔ لیکن جب تم نے پیغمبر اسلام کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور ادھر تمہاری سرکشی بھی اس وجہ پر پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ سے خود تو کیا استغفار کرتے۔ دوسرے اللہ کے بندوں کو بھی اس کی عبادت گاہ میں آنے تک سے بھر روکنے لگے۔ غرضیکہ دونوں رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ عمل کی پاداش میں تاخیر ہو۔ چنانچہ وہ اس طرح ظاہر ہوا کہ تمہارے جماعتی اقبال کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

بہر حال اب دونوں آیتوں میں تعارض نہیں رہا۔ دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بڑا عذاب تو نہیں آیا کیونکہ مذکورہ دور رکاوٹیں تھیں، لیکن معمولی عذاب کا وقت آ گیا۔ اسی لئے ذوق سوا فرمایا گیا ہے کہ اس کو ذرا چکھو اور فرمایا کہ جو متقی نہیں انہیں عبادت گاہوں کی تولیت نہیں پہنچتی۔

اور لفظ عند اس لئے لایا گیا ہے کہ بیت اللہ کے اندر نماز کم پڑھتے ہیں۔ اکثر باہر ہی پڑھی جاتی ہے اور کفار پر عذاب کا سبب لو نشاء لقلنا الخ اور ان کان هذا الخ وغیرہ کفریات بھی ہیں۔ لیکن عملاً ان کا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر میں آنے سے روکنا سب سے بڑا عذاب کا سبب بنا ہے۔ یعنی پہلا ہی جرم کیا کم تھا کہ رہی سہی کی اس حرکت نے پوری کردی۔ کریلے اور نیم چڑھے کی مثال ہو گئی۔

یحشرون کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کو جہنم میں پاش پاش کر دیا جائے گا اور فیرو کماہ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں بالکل ملا دیا جائے گا۔ گویا ان کا حشر الی النار اس لئے ہو گا کہ انہیں فی النار کر دیا جائے گا۔

اور علامہ زحشریؒ نے ماسکان اللہ کے ایک معنی یہ بھی لکھے ہیں کہ اگر یہ لوگ استغفار کرتے اور ایمان لے آتے تو اللہ ان کو عذاب نہ دیتا۔ مگر اب ایسا نہیں۔ اس لئے یہ عذاب کے مستحق ہو گئے۔ پس اس صورت میں کفار کا استغفار ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی نفی ہو گئی۔ جیسے دوسری آیت بھی اسی طرح کی ہے۔ وما کان ربک لیہلک القرئ بظلم و اہلہا مصلحون۔

آیت قل للذین کفروا - بخشش و معافی اور دعوت امن و صلح کی انتہاء ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا طرز عمل رہا اور کس طرح مجبور و بے بس ہو کر اسے میدان جنگ میں کودنا پڑا۔

فقہی استنباط: آیت ان یستہوا الخ کی تفسیر امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہوگی کہ عرب کے کفار کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ اپنے مذہب پر باقی رہتے ہوئے ان سے جزیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ عرب کے علاوہ دنیا کے دوسرے حصوں کے کافروں سے جزیہ قبول کرنے اور ذمی بنالینے کی اجازت ہے اور جن حضرات کے نزدیک کفار عرب سے بھی جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے ان کے نزدیک فتنہ کی تفسیر کفر و شرک سے نہیں ہوگی بلکہ لڑائی اور فساد سے کی جائے گی۔ یعنی عرب کے کافر اگر حرب سے باز آ جائیں اور ”حربی“ کی بجائے ”ذمی“ بن جائیں تو پھر انہیں قتل نہ کرو۔ رہا یہ کہ اس طرح وہ ذمی بن کر اگر تمہارے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہوں تو فان اللہ بما یعملون بصیر اللہ خود ان سے نمٹ لیں گے۔ اس قسم کے شبہات ذمی ہونے سے رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ ہاں اسلام لانے اور ذمی بننے سے اگر یہ دونوں سے انکار کر دیں تو پھر اللہ تمہارا حمایتی ہے۔ یہی مطلب ہو گا ان تولوا کا۔

نیز اس آیت میں کفار کو ان کے اسلام لانے کے بعد ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔ خواہ وہ کافر اصلی ہوں یعنی شروع ہی سے کافر ہوں یا مرتد ہوں۔ دونوں کو اسلام لانے کی صورت میں صرف گناہوں کے معاف کرنے کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔ لیکن ان کا کفر و شرک یا ان کے ذمے کے حقوق اور سزاؤں کا بیان۔ تو یہ آیت ان سے خاموش ہے اور اصلی کافر اور مرتد کے احکام فقہی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

لَا تُفِ آيَاتُ: آیت ان اللہ مع المؤمنین میں اللہ تعالیٰ کا مومنین کے ساتھ ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ آیت ولو عام اللہ فیہم خیرا۔ میں خیر سے مراد خیر کی استناد ہے اور لا سمعہم سے مراد سمجھ کر نہ سننا ہے اور لو اسمعہم یعنی اس میں خیر نہ ہونے کے باوجود اگر انکو سنایا جائے اور لتولوا کے معنی یہ ہیں کہ وہ فائدہ نہ اٹھائیں اور ان اللہ یحول کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کی استعداد ہونا بالکل فہم ہو جائے گی۔ اس لئے فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ آیت واتقوا فتنة النخ سے بری صحبت کے وبال کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ وما کانوا اولیاءہ کی ضمیر اگر اللہ کی طرف لوٹائی جائے تو اس سے تقویٰ کا شرط ولایت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

﴿الحمد للہ جلالین شریف کے پارہ قال الملاء نمبر ۹ کا ترجمہ و شرح تمام ہوئی۔﴾



پارہ نمبر ﴿۱۰﴾

وَأَعْلَمُوا

فہرست پارہ ﴿وَاعْلَمُوا﴾

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۸۵	چار جماعتیں	۳۶۳	مال غنیمت کی تقسیم
۳۸۵	ایک شبہ کا جواب	۳۶۳	فقہ حنفی کی رو سے مال غنیمت کی موجودہ تقسیم
۳۸۵	چاروں جماعتوں کے احکام	۳۶۳	حکومت کے فوجی خصوصی انعامی اختیارات
۳۸۶	حضرت عثمان کا تحقیقی جواب	۳۶۳	چھ قیمتی فوجی قواعد
۳۸۶	قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب	۳۶۳	لطف آیت اذریکھم اللہ الخ وغیرہ
۳۸۶	حاصل سوال	۳۶۷	مذہبی نشر اور اس کا اثر
۳۸۶	حاصل جواب	۳۶۸	قوموں کا عروج و زوال خود ان کے اپنے ہاتھوں میں ہوتا ہے
۳۸۷	سورت برأت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ	۳۶۸	یہود کو ان کی غدار یوں کی عبرت ناک سزا
۳۸۷	پندرہ تنبیہات	۳۶۸	لڑنے کی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اسلام کا عدل و انصاف
۳۹۱	چند نکات	۳۶۸	لطف آیت ذلک بان اللہ الخ وغیرہ
۳۹۱	لطف آیت اشترُوا الخ وغیرہ	۳۷۳	مسلمانوں کو ہر قسم کی فوجی طاقت واسلحہ فراہم رکھنے کا حکم
۳۹۶	کسی کافر کا مسجد بنانا	۳۷۳	مسلمانوں کا اصل مشن صلح و سلامتی ہے
۳۹۶	دنیا و آخرت کی محبت	۳۷۳	رسول اللہ ﷺ کا بے مثال کارنامہ
۳۹۷	غزوہ حنین کی فتح و شکست	۳۷۳	مسلمانوں کو ذمہ داری طاقت کے مقابلہ میں بھی پامردی کا حکم
۳۹۷	اسلام میں چھوت چھات کی ممانعت	۳۷۴	صحابہ کرام کا ضعف معنی ایمانی نہیں تھا بلکہ طبعی ضعف مراد ہے
۳۹۷	عام مسجد یا مسجد حرام میں کفار کا داخل ہونا	۳۷۴	ایک دقیق اشکال
۳۹۸	کفار عرب کا حکم	۳۷۴	اشکال کا حل
۳۹۸	کفار سے جزیہ لینا انہیں کفر کی اجازت دینے کیلئے نہیں ہے	۳۷۵	صحابی کی اجتہادی غلطی
۳۹۸	لطف آیت یا ایہا الذین امنوا لاتتحذوا الخ وغیرہ	۳۷۵	آنحضرت ﷺ عتاب سے کیوں محفوظ رہے
۴۰۱	اسلام کا غلبہ	۳۷۵	اجتہاد میں غلط ہونے پر اکبر اور درستی پر دوسرا ثواب ملتا ہے
۴۰۲	ایک شبہ کا جواب	۳۷۸	لطف آیت لو انفق الخ وغیرہ
۴۰۲	مہینوں اور تاریخ کی تبدیلی	۳۷۸	اسلام کا بے نظیر بھائی چارہ
۴۰۲	دوسری صورت	۳۷۹	مسلمانوں کا غلبہ یقینی ہے
۴۰۲	تیسری صورت	۳۷۹	ہجرت اور میراث کے احکام
۴۰۳	اصلام اور رسوم کا غیر معمولی اہتمام	۳۸۰	لطف آیت ان اللہ یعلم الخ
۴۰۳	چاند کی تاریخیں	۳۸۲	آیت نازل ہونے کی ترتیب
۴۰۳	لطف آیت لقاتلہم اللہ الخ وغیرہ	۳۸۲	معاندہ حدیبیہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۲۵	ثعلبہ کا اوایلا کرنا توبہ نہیں تھا	۴۰۷	جبکہ ہم میں چھ قسم کے لوگ ہو گئے تھے
۴۲۶	لطف آیات و منهم من عاهد اللہ الخ وغیرہ	۴۰۷	واقعہ ہجرت
	ابن ابی کی نماز جنازہ پر تو اعتراض کیا گیا مگر کفن میں قیص	۴۰۷	لطف آیات فانزل اللہ سکتہ الخ وغیرہ
۴۳۰	یاجہدینے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا	۴۱۳	لطف آیات عفا اللہ عنہ وغیرہ
	آنحضرت ﷺ کے نماز جنازہ پڑھانے پر فاروق اعظم	۴۱۹	زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک منسوخ ہو گیا
۴۳۰	کا اعتراض		منافقین کی چالاکیوں اور آنحضرت ﷺ کی خاموشی مروت اور
۴۳۰	شبہ کا حل	۴۱۹	حسن اخلاق کی وجہ سے تھی
۴۳۱	ستر مرتبہ استغفار کرنے سے کیا مراد ہے؟	۴۱۹	رفع تعارض
۴۳۱	نماز جنازہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے	۴۱۹	لطف آیات و منهم الذین یوذون الخ وغیرہ
۴۳۲	کافر کی ارٹھی کو کدھاد یا یا سادھی پر جانا	۴۲۲	لطف آیات و رضوان من اللہ اکبر
۴۳۲	لطف آیت لاتنفرُوا الخ وغیرہ	۴۲۵	ایمان سے نورانیت اور کفر سے ظلمت بڑھتی ہے

وَاعْلَمُوا

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ أَخَذْتُمْ مِنَ الْكُفَّارِ قَهْرًا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ يَأْمُرُ بِهِ بِمَا يَشَاءُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَالْمُطَلِّبِ وَالْيَتَامَى أَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ هَلَكَتْ أَبَاؤُهُمْ وَهُمْ فَقَرَاءُ وَالْمَسْكِينِ ذَوِي الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلِبنِ السَّبِيلِ الْمُنْقَطِعِ فِي سَفَرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَيْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَصْنَافُ الْأَرْبَعَةُ عَلَى مَا كَانَ يَقْسِمُهُ مِنْ أَنَّ لِكُلِّ خُمُسُ الْخُمُسِ وَالْأَخْمَاسُ الْأَرْبَعَةُ الْبَاقِيَةُ لِلْغَنَائِمِينَ إِنْ كُنْتُمْ أَمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَاعْلَمُوا ذَلِكَ وَمَا عُطِفَ عَلَى بِاللَّهِ أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْآيَاتِ يَوْمَ الْفُرْقَانِ أَيْ يَوْمَ بَدْرٍ الْفَارِقِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعَيْنِ الْمُسْلِمُونَ وَالْكَفَّارُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۴) وَمِنْهُ نَصْرُكُمْ مَعَ قَلْبِكُمْ وَكَثْرَتِهِمْ إِذْ بَدَلُ مِنْ يَوْمٍ أَنْتُمْ كَانْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا الْقُرْبَى مِنَ الْمَدِينَةِ وَهِيَ بَضَمُ الْعَيْنِ وَكَسَرُهَا جَانِبُ الْوَادِي وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصُوصِ الْبُعْدَى مِنْهَا وَالرَّكْبُ الْغَيْرُ كَانْتُمْ بِمَكَانٍ أَسْفَلَ مِنْكُمْ مِمَّا يَلِي الْبَحْرَ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ أَنْتُمْ وَالنَّفِيرُ لِلْقِتَالِ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَدِ وَلَكِنْ جَمَعَكُمْ بِغَيْرِ مِيعَادٍ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا فِي عِلْمِهِ وَهُوَ نَصْرُ الْإِسْلَامِ وَمُجَرُّ الْكُفْرِ فَعَلَ ذَلِكَ لِيَهْلِكَ يُكْفَرُ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ أَيْ بَعْدَ حُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ قَامَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ قَلْبِهِمْ عَلَى الْحَيْشِ الْكَثِيرِ وَيَحْيَى يُؤْمِنُ مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (۵) أَذْكَرُ إِذْ يُرِيكُهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ أَيْ نَوْمِكَ قَلِيلًا فَأَخْبِرْتَ بِهِ أَصْحَابَكَ فَسَرُّوا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَخَبْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ اِخْتَلَفْتُمْ فِي الْأَمْرِ أَمْرَ الْقِتَالِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ كُمْ مِنَ الْفَشْلِ وَالتَّنَازُعِ إِنَّهُ عَلَيْهِمُ بَذَاتِ الصُّدُورِ (۶) بِمَا فِي الْقُلُوبِ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ إِذِ التَّقِيتُمْ فِيْ أَعْيُنِكُمْ

قَلِيلًا نَحْوَ سَبْعِينَ أَوْ مِائَةٍ وَهُمْ أَلْفٌ لِّتَقَدِّمُوا عَلَيْهِمْ وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيُقَدِّمُوا أَوْ لَا يَرْجِعُوا عَنْ قِتَابِكُمْ وَهَذَا أَقْبَلُ إِلْتِحَامِ الْحَرْبِ فَلَمَّا اِلْتَحَمَ أَرَاهُمْ إِيَّاهُمْ مِثْلِيهِمْ كَمَا فِي آلِ عِمْرَانَ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَاللَّهُ تَرْجِعُ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً جَمَاعَةً كَابِرَةً فَابْتَثُوا لِقَاتِهِمْ وَلَا تَنْهَزمُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا أَدْعُوهُ بِالنَّصْرِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾ تَقُورُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا تَخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَكُمْ فَتَفْشَلُوا تَجَنَّبُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ قُوَّتُكُمْ وَدَوْلَتُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۳۶﴾ بِالنَّصْرِ وَالْعَوْنِ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيَسْتَنْعَوْا غَيْرَهُمْ وَلَمْ يَرْجِعُوا بَعْدَ نَجَاتِهَا بَطَرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ حَيْثُ قَالُوا لَا تَرْجِعْ حَتَّى نَشْرَبَ الْخُمُورَ وَنَسْحَرَ الْجُرُورَ وَتَضْرِبُ عَلَيْنَا الْقِيَامَ يَبْدُرُ فَيَسْمَعُ بِذَلِكَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ بِالْبَاءِ وَالْثَاءِ مُحِيطٌ ﴿۳۷﴾ عَلِمَا فَيَجَارِيهِمْ بِهِ وَادْكُرُوا إِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ إِبْلِيسَ أَعْمَالَهُمْ بِأَن شَجَعَهُمْ عَلَى لِقَاءِ الْمُسْلِمِينَ لَمَّا خَافُوا الْخُرُوجَ مِنْ أَعْدَائِهِمْ بَيِّنٌ نَكْرٌ وَقَالَ لَهُمْ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ مِنْ كَنَانَةٍ وَكَانَ أَتَاهُمْ فِي صُورَةِ سُرَاقَةِ بْنِ مَالِكٍ سَيِّدِ تِلْكَ النَّاحِيَةِ فَلَمَّا تَرَاءَتْ الْفِتْنَةُ الْمُسْلِمَةَ وَالْكَافِرَةَ وَرَأَى الْمَلِكَةَ وَكَانَ يَدُهُ فِي يَدِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ نَكَصَ رَجَعَ عَلَى عَقْبِيهِ هَارِبًا وَقَالَ لَمَّا قَالُوا لَهُ اتَّخِذْنَا عَلَى هَذِهِ الْحَالِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ رَجَعَ مِنْ جَوَارِكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ مِنَ الْمَلِكَةِ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ أَن يَهْلِكَنِي وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت ملے (جس کو تم کفار سے زبردستی وصول کرو) اس پرے کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے (وہ جو چاہے اس کے بارے میں حکم نافذ کرے) اور اس کے رسول کے لئے اور اس کے قرابت داروں کے لئے (ہاشمی اور مطلبی جو آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں) قسیموں کے لئے (مسلمانوں کے ان غریب بچوں کے لئے جن کے باپ بچپن میں انہیں چھوڑ کر مر گئے ہوں) اور مسکینوں کے لئے (ضرورت مند مسلمانوں کے لئے) اور مسافروں کے لئے (جو بحالت سفر مسلمانوں کے قافلہ سے بچھڑ گئے ہوں۔ یعنی اس پانچویں حصہ میں آنحضرت ﷺ اور یہ چاروں حق دار شریک ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کو اس پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ ملے گا اور کل مال کے جو چار حصے بچے وہ مجاہدین کا حصہ ہیں) اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو (تو اسے ذہن نشین کر لو) اور اس چیز پر (اس کا عطف باللہ پر ہے) جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کی ہے (یعنی فرشتے اور آیات) فیصلہ کر دیئے والے دن میں (یعنی جنگ بدر کے روز جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن تھا) جب کہ دونوں لشکر (مسلمان اور کفار) ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے اور اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے (تمہاری تعداد تھوڑی ہوتے ہوئے اور دشمن زیادہ ہوتے ہوئے۔ پھر تمہاری مدد کرنا بھی اسی کی قدرت میں داخل ہے) یہ وہ وقت تھا جب کہ (یہ بدل ہے یوم سے) تم ادھر قریب کے ناکہ پر تھے (جو مدینہ طیبہ سے نزدیک تھا۔ لفظ عدوۃ عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ میدان کے کفارہ کو کہتے ہیں) ادھر دشمن دور کے

تاکہ پر (مدینہ کی پرلی جانب) اور قافلہ (یعنی تجارتی قافلہ ایسی جگہ تھا جو) تم سے نچلے حصہ میں تھا (سمندری ساحل کی جانب) اور اگر تم نے آپس میں لڑائی کی بات ٹھہرائی ہوتی (تمہاری اور جنگی دستے۔ جو کی لڑائی کے لئے بات چیت طے ہو جاتی) تو جنگ کی میعاد سے گریز کرتے لیکن (اللہ نے دونوں لشکروں کو ٹھہرا دیا بغیر میعاد ہی کے) تاکہ جو بات ہونے والی تھی اسے کر دکھائے (یعنی علم الہی میں اور وہ بات اسلام کی تائید اور کفر کی بربادی ہے۔ یہ کارروائی اللہ نے اس لئے کی) تاکہ جسے برباد ہونا ہے۔ (کفر کرنا ہے) وہ حجت پوری ہونے کے بعد برباد ہو (یعنی کھلی دلیل کے بعد ہو جو اس پر قائم ہو چکی ہے اور وہ تھوڑی مقدار کے باوجود ایک بڑے لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کرنا ہے) اور جسے زندہ رہنا ہے (ایمان لانا ہے) وہ حجت پوری ہونے کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سنتے اور سب کچھ جانتے ہیں (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ اللہ نے آپ کو خواب (سونے کی حالت) میں ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھائی (جس کی اطلاع آپ ﷺ نے جب صحابہؓ کو دی تو وہ خوش ہو گئے) اور اگر اللہ انہیں بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ ضرور ہمت ہار دیتے (کم ہمتی کرتے) اور جھگڑنے لگتے (اختلاف کرتے) اس معاملہ (جنگ) میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے (تمہیں) اس صورت حال (یعنی بزدلی اور جھگڑے بازی) سے بچالیا۔ یقین کرو جو کچھ انسان کے سینوں (دلوں) میں چھپا ہوتا ہے وہ اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں اور جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (اے مسلمانو!) جب کہ تم دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہو رہے تھے۔ تمہارے دشمن تمہاری نظروں میں کم کر کے دکھائے (یعنی صرف ستر یا سو۔ حالانکہ وہ ایک ہزار تھے۔ تاکہ ان کے مقابلہ میں تمہارے اندر ابھار پیدا ہو) اور ان کی نظروں میں تم تھوڑے دکھائی دیئے (تاکہ تم بھڑ جاؤ اور جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کرو اور یہ کیفیت مٹھ بھٹ سے پہلے کی تھی۔ لیکن جب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو کافر دو گئے دکھا دیئے۔ جیسا کہ آل عمران میں گزر چکا ہے) تاکہ جو بات ہونے والی تھی اللہ اسے کر دکھائے اور سارے کاموں کا دار و مدار اللہ ہی کی ذات پر ہے۔ مسلمانو! (کافروں کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو لڑائی میں ثابت قدم رہو (لڑنے میں شکست مت کھانا) اور زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرو (مدد کے لئے اسے پکارو) تاکہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (باہم نا اتفاقی نہ کرو) ورنہ بزدل (پست ہمت) ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (طاقت و دولت چلی جائے گی) اور صبر سے کام لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے (تائید و مدد کے لحاظ سے) اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے نکلے (تاکہ اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ مگر قافلہ کے بچ نکلنے کے بعد انہیں اپنے گھروں کو لوٹنا نصیب نہ ہوا) اتراتے ہوئے اور لوگوں کو نظروں میں نمائش کرتے ہوئے (اس قسم کے بول بول رہے تھے کہ ہم نہیں واپس ہوں گے جب تک مقام بدر پر شراب نہ پی لیں، اونٹ نہ ذبح کر لیں اور گانے والیوں سے مزامیر نہ سن لیں۔ تاکہ لوگ جشن مسرت منالیں) اور (لوگوں کو) روکتے تھے اللہ کے راستے سے۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں (یا اور تاکہ ساتھ دونوں طرح ہے) اللہ اسے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں (یعنی ان کے علم میں ہے۔ لہذا وہ اسی کے مطابق ان کو بدلہ دیں گے) اور (وہ دھت بھی یاد رکھئے) جب شیطان (ابلیس) نے ان کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما کر کے دکھا دیئے تھے (مسلمانوں سے گتھ جانے کے لئے ابھار دیا۔ حالانکہ مسلمانوں کے دشمن بنو بکر ان کے سامنے پڑتے ہوئے گھبرارے تھے) اور (ان سے) کہا تھا کہ آج ان لوگوں میں کوئی نہیں جو تم پر غالب آ سکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں (یعنی قبیلہ کنانہ سے ہوں اور شیطان سراقہ بن مالک کے بھیس میں ان کے پاس آیا تھا جو اس قبیلہ کا سردار مانا جاتا تھا) مگر جب آمنے سامنے ہوئیں (ایک دوسرے سے گتھیں) دونوں فوجیں (مسلمانوں اور کافروں کی اور شیطان کی نظر فرشتوں پر پڑی) حالانکہ اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا) تو اُلٹے پاؤں (بھاگتے ہوئے) واپس ہوا (لوٹا) اور لگا کہنے (جب کہ لوگوں نے اسے بتلایا کہ کیا تو اس حالت میں ہمیں چھوڑے جاتا ہے) میرا تم

سے (تمہاری حمایت سے) کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے وہ چیز دکھائی دے رہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آتی (یعنی فرشتے) میں اللہ سے ڈرتا ہوں (کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دے) اور اللہ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: غنیمت۔ غنیمت کا بیان تین جگہ آیا ہے۔ سورۃ انفال میں لفظ نفل کے ساتھ اور یہاں غنیمت کے ساتھ اور سورۃ حشر میں لفظ فسی کے ساتھ اللہ۔ ان کی خبر مقدمہ ہے۔ اور خمسہ اسم مؤخر۔ پھر یہ جملہ مبتداء محذوف کی خبر ہے ای حکمہ اور من شئی حال ہے موصول مقدر کے عائد سے ای ما غنیمتموہ کائنا من شئی ای قلیلاً کان او کثیراً۔ امام زائد کہتے ہیں کہ یہ آیت۔ آیت انفال کے لئے ناسخ ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مال غنیمت کے چار حصے مجاہدین کو ملیں گے مگر پانچویں حصہ میں اختلاف ہے۔ بعض تو ظاہری آیت کی وجہ سے اس کو چھ حصوں پر مانتے ہیں۔ اس طرح کہ ابو العالیہ کے نزدیک اللہ کا حصہ بیت اللہ پر صرف کیا جائے گا اور بعض کے نزدیک بیت المال میں رہے گا اور بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن جمہور کے نزدیک اللہ کا ذکر محض تبرکاً ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں وفات کے بعد اختلاف ہے۔ امام شافعی تو مسلمانوں کی مصالح پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے کیا اور بعض کے نزدیک امام وقت اپنی ذات پر خرچ کرے اور بعض کے نزدیک باقی چاروں قسموں کو دے دیا جائے گا۔ لیکن حنفیہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے قرابتداروں کا حصہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ساقط مانتے ہیں۔ اب صرف تین مصرف رہ گئے اور امام، لک کے نزدیک خلیفہ وقت کی رائے پر محمول ہے۔

والمطلب۔ عبد مناف کے اگرچہ دوسرے دو بیٹے عبد شمس اور بنی نوفل بھی ہیں اور ان کی اولاد بھی آنحضرت ﷺ کی قرابت دار ہے۔ لیکن جو خصوصیت تیسرے بیٹے بنو المطلب اور ان کی اولاد کو حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی انگلیوں انگلیوں میں ڈال کر اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ بنو المطلب تو اسلام اور کفر کی حالت میں اس طرح میرے ساتھ رہے ہیں اور بعض کے نزدیک قرابتداروں سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں اور بعض کے نزدیک تمام قریش ہیں۔ پھر امام شافعیؒ کے نزدیک امیر غریب قرابتداروں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ لیکن بعض صرف غریب قرابتداروں کے لئے مانتے ہیں اور یہ امام زائد فرماتے ہیں کہ ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن کا نسخ حدیث متواتر کی وجہ سے جائز ہے اور ان کے نزدیک جائز نہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے قرابتداروں کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لیکن خلفائے راشدینؓ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ معلوم ہوا یہ منسوخ ہے۔ مگر امام شافعیؒ اس کو نہیں مانتے۔

فاعلموا۔ آیت کی جزائے محذوف کی طرف اشارہ کر دیا۔ لیکن فاعلموا۔ جن لوگوں نے جزا نکالی ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا اس علم سے مراد علم عملی لے لیا جائے تو پھر دونوں کا حاصل ایک ہی ہو جائے گا۔ کائناتوں اس کی تقدیر سے اشارہ کر دیا کہ اسفل اپنے متعلق سمیت خبر ہے المركب کی اور یہ جملہ پھر حال ہو رہا ہے بالعدوۃ کا۔

لیهلک۔ لفظ ہلاکت اور حیات کفر و ایمان سے استعارہ ہیں۔ قلیلاً۔ یہ تیسرا مفعول ہے یریک کا کیونکہ ہمزہ داخل ہونے کے سبب رویت تین مفعول کی طرف متدی ہو گیا اور جلال محقق نے فاعل خبرت سے اشارہ کر دیا کہ مضارع ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ خواب کے بعد آیات کا نزول ہوا ہے۔ مثلیہم۔ مفسر کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آل عمران کی آیت یروہم کی ضمیر مرفوع کا مرجع کفار اور ضمیر منصوب کا مرجع مسلمان ہوں۔ حالانکہ آل عمران میں مفسر کی ظاہر عبارت سے اس کا برعکس ہوا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جنگ سے پہلے تو کفار مسلمانوں کو کم نظر آئے۔ لیکن عین جنگ کے وقت مسلمانوں نے اپنے برابر دیکھا۔

حالانکہ وہ ان سے تین گنے ایک ہزار تھے۔ یہ تو جیہ اس وقت ہے جب کہ مشلیہم سے اکثر ہوں۔ جیسا کہ مفسر کہہ رہے ہیں۔ لیکن اگر بغوی وغیرہ کے مطابق اس کو اپنی حقیقت پر باقی رکھا جائے اور ہونہم کی ضمیر مرفوع کا مرجع مسلمانوں کو بنایا جائے تب بھی ”یقللکم فی اعینہم“ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اپنے سے دو گنے دیکھے تھے۔ حالانکہ کفار مسلمانوں سے تین گنے تھے۔ چنانچہ واحدی نے سورۃ آل عمران میں کہا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سے تین گنا کفار کی تعداد کو دو گنا دیکھا تو اللہ نے یہ بتلانے کے لئے کہ تمہارے ایک سوان کے دو سو پر غالب رہیں گے۔ یہ کمی دکھلائی۔

اذکروا۔ اس سے مراد ذکر اللہ ہے یاد عا۔ ری حکم۔ قوت و دولت کو ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے اثر و نفوذ کے اعتبار سے۔ انی اخاف اللہ۔ یا تو شیطان نے یہ جھوٹ بولا ہے جو اس کی شیطنیت سے بعید نہیں ہے اور یاد بشت کے غلبہ میں وعدہ الہی ”انک من المنظرین“ اسے یاد نہیں رہا۔ بہر حال ان دونوں توجیہوں پر اس آیت کے خلاف کا شبہ نہیں رہا۔

ربط آیات:۔۔۔۔۔ پچھلی آیت میں وجہاد کا بیان تھا۔ آیت واعلموا الخ میں اسی کے مال غنیمت کا حکم ذکر کیا جا رہا ہے اور اکثر قول کے مطابق اگر آیتوں کو بدری مانا جائے تو پھر یہ آیت قل الانفال کی ایک اعتبار سے تفصیل ہو جائے گی۔ آیت ادا تم الخ سے غزوہ بدر کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ اس میں لو تو اعدتم سے ساتویں انعام کو اور واذ یو یکہم الخ سے آٹھویں انعام کو بتلایا جا رہا ہے۔ آیت یا ایہا الذین آمنوا الخ میں جنگ اور جہاد کے ظاہری اور باطنی آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ آیت اذ زین الخ سے غزوہ بدر میں شیطان کے نمودار ہونے کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ صاحب کشف اور قاضی کی رائے یہ ہے کہ آیت واعلموا الخ بدر میں نازل ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ بدر کے ایک مہینہ تین روز بعد نازل ہوئی یعنی نصف شوال میں ہجرت کے بیسویں مہینہ کے بعد غزوہ بنی قینقاع کے موقع پر۔

شان نزول:۔۔۔۔۔ بدر کے موقع پر جب قریش اکڑتے ہوئے آئے تو آنحضرت ﷺ نے دعا کی۔

اللہم ہذہ قریش قد اقبلت بفخرها وبخیلاھا تجادلک وتکذب رسولک اللہم فتصرک الذی وعدتنی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ابو جہل وغیرہ کی تمنا قدرت نے اس طرح پوری کی کہ بجائے جام شراب کے موت کا پیالہ پینا پڑا اور بجائے گانے والیوں کی آواز کے لوگوں نے نوحوں کی آوازیں سنیں اور اس طرح خیالی جشن خوشی واقعی جشن غمی میں تبدیل ہو گیا۔ اس لئے آیت لا تکنوا الخ نازل ہوئی اور آیت اذ زین الخ کا شان نزول جلال محقق نے بیان فرما دیا ہے۔

﴿تشریح﴾:۔۔۔۔۔ مال غنیمت کی تقسیم:۔۔۔۔۔ آیت واعلموا میں مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں اور چار حصوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا جائے اور پانچویں حصہ کو پھر پانچ حصے کیا جائے گا۔ اللہ ورسول کے حصوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص رقم رکھی جائے جس میں سے پیغمبر اسلام کو جب تک زندہ رہیں ضروری مصارف ملیں اور ایک حصہ آپ ﷺ کے قرابتداروں کو اور ایک ایک حصہ یتیم و مسکین کو دیا جائے جس کے معنی یہ نکلے کہ یتیموں اور مسکینوں اور مصیبت زدوں کی خبر گیری کے لئے اسلامی حکومت ذمہ دار ہوگی اور حکومت کے خزانہ کا ایک لازمی مصرف قوم کے ان افراد کی اعانت ہے۔

فقہ حنفی کی رو سے مال غنیمت کی موجودہ تقسیم:۔۔۔۔۔ اب چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی ہے اس لئے آپ ﷺ کے حصہ کی ضرورت نہیں رہی اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ بھی محض آپ ﷺ کے نصرت و تائید کرنے کی وجہ سے تھا۔

جب آپ ﷺ ہی تشریف فرما نہیں تو آپ ﷺ کی نصرت کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا وہ حصہ بھی ساقط۔ صرف تین حصے ہیں جو قوم کے کمزور افراد پر خرچ کئے جائیں۔ ہاں ان مساکین وغیرہ میں اگر آنحضرت ﷺ کے قریب دار ہوں تو وہ بحیثیت مسکین دوسروں سے مقدم سمجھے جائیں گے اور حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی طرح یہ لوگ مال غنیمت کے مصرف ہیں مستحقین نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر ساری رقم ایک قسم مثلاً مسکینوں پر بھی خرچ کر دی جائے تب بھی جائز ہوگا۔ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد بقیہ مال غنیمت میں سب مجاہدین حصہ دار ہوں گے۔ خواہ انہوں نے کفار کو قتل کیا ہو یا مجاہدین کو دوسری کسی طرح کی مدد پہنچائی ہو۔

حکومت کے فوجی خصوصی انعامی اختیارات:..... البتہ اگر کمانڈر یہ اعلان کر دے ”من قتل قتیلاً فلہ سلبہ، تو اس خصوصی انعام کا جس کو قتل کہتے ہیں صرف قاتل مجاہد مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر افسر نے کسی اور طرح کے انعام کا اعلان کر دیا ہو تو وہ بھی خاص اسی فوجی کا ہوگا۔ ہاں اس میں سے جو کچھ بچے گا اس کے دوسرے فوجی بھی حق دار ہوں گے۔ نیز اگر کمانڈر مقررہ انعام اور حصہ غنیمت کے علاوہ کسی فوجی کو اس کی بہادری کے صلہ میں اور کچھ زائد دینا چاہے تب بھی حکومت کے پانچویں حصہ میں سے دے سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد بن وقاصؓ کے حصہ میں جو تکویر آنحضرت ﷺ نے ان کو مرحمت فرمائی تھی۔ وہ ایک زائد انعام تھا جس کا دینا آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا۔ صرف رعایہ دے دی تھی۔ اس آیت میں اذا نتم الخ سے بدرجہ تفصیل پیش کرتے ہوئے قدرت الہی کا نمونہ دکھلایا ہے۔

چھ ۶ قیمتی فوجی قواعد: اور ینآیہا الذین آمنوا الخ سے بما یعملون محیط تک چھ ضروری باتوں پر زور دیا گیا ہے جو فتح و کامرانی کا اصلی سرچشمہ ہیں۔

۱۔ ثابت قدم رہو۔ ۲۔ اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ ۳۔ اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔ ۴۔ باہمی نزاعات سے بچو۔ ۵۔ مشکلیں کتنی ہی آئیں پر بھیلے رہو۔ ۶۔ گمنام اور نمائش کرنے والے کافروں کا سا چلن اختیار نہ کرو۔ آگے آیت اذین الخ میں شیطان کے ایک دھوکہ آمیز لطیفہ کا ذکر ہے سراقہ لی اتنی بدنامی ہوئی کہ مکہ کے لوگ کہتے تھے کہ سراقہ نے ہمیں ہرا دیا۔ لیکن سراقہ نے قسم کھائی کہ مجھے خبر تک نہیں اور چونکہ اللہ سے ڈرنا بلا ایمان لائے معتبر نہیں۔ اس لئے اگر شیطان کا ڈرنا واقعی اور صحیح بھی ہو تب بھی محل اشکال نہیں ہو سکتا۔

لطف آیات: آیت اذیریکہم اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ بعض باتیں حق تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے بھی مخفی فرما دیتے تھے۔ پس نبی کے علاوہ کسی دلی کے لئے کلی معلومات کا ماننا کیسے صحیح ہوگا اور خواب کی طرح بیداری کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ آیت اذیریکم وہم الخ سے معلوم ہو رہا ہے۔ آیت ولا تکنوا الخ سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو دشمنان خدا کی مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہئے آیت فلما تراءت الخ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ کبھی شیطان و وسوسہ کو چھوڑ بھی دیتا ہے۔

جیسے انسی بری سے معلوم ہو رہا ہے۔ جب کہ اسے یہ اطمینان ہو جائے کہ میرے وسوسہ کے بغیر بھی انسان گنہ کرے گا۔ دوسرے یہ کہ کشف اہل باطل کو بھی ہو سکتا ہے جیسے ابلیس کو ہوا۔ انسی اری الخ تیسرے اس سے تمثیل کا وقوع معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیطان سراقہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ چوتھے یہ کہ اللہ سے طبعی خوف جیسا کہ انسی اخافہ اللہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ ایمان کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اعتقادی اور عقلی خوف ایمان کے لئے مطلوب ہے۔

اِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ضَعُفُ اِعْتِقَادٍ غَرَّهُمْ هَؤُلَاءِ اَيُّ الْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ اِذْ خَرَجُوا مَعَ قَلْبِهِمْ يُقَاتِلُونَ اَلْجَمْعَ الْكَثِيرَ تَوَهُّمًا اَنَّهُمْ يُنصَرُونَ بِسَبَبِهِ قَالَ تَعَالَى فِي جَوَابِهِمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ يَشِقْ بِهِ يَغْلِبْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى اَمْرِهِ حَكِيمٌ ﴿۵۹﴾ فِي صُنْعِهِ وَلَوْ تَرَىٰ يٰمُحَمَّدُ اِذْ يَتَوَفَّى بِالْاَيَّامِ وَاللَّيَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ حَالَ وَجُوهُهُمْ وَاَذْبَارُهُمْ بِمَقَامِعٍ مِنْ حَدِيدٍ وَ يَقُولُونَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۶۰﴾ اَيُّ النَّارِ وَجَوَابُ لَوْ لَرَأَيْتَ اَمْرًا عَظِيمًا ذَلِكَ التَّعْدِيبُ بِمَا قَدَّمْتَ اَيْدِيَكُمْ عَبْرَتُهَا دُونَ غَيْرِهَا لِأَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوِلُ بِهَا وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَامٍ اَيُّ بِذِي ظُلْمٍ لِلْعَبِيدِ ﴿۶۱﴾ فَيَعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ دَابُّ هَؤُلَاءِ كَذَابٍ كَعَادَةِ اِلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِاَيَّتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِالْعِقَابِ بِذُنُوبِهِمْ جُمْلَةً كَفَرُوا وَمَا بَعْدَهَا مُفَسِّرَةٌ لِمَا قَبْلُهَا اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَلَىٰ مَا يُرِيدُهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۶۲﴾ ذَلِكَ اَيُّ تَعْدِيبِ الْكَفَرَةِ بَانَ اَيُّ بِسَبَبِ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَلِكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ مُّبَدِّلًا لَهَا بِالنِّقْمَةِ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ يُمَدِّلُوا نِعْمَتَهُمْ كُفْرًا كَتَبَدِّلُ كُفْرًا مَكَّةَ اِطْعَامَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَاَمْنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ وَبَعَثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ بِالْكَفْرِ وَالصِّدْقِ سَبِيلَ اللّٰهِ وَقِتَالَ الْمُؤْمِنِينَ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۶۳﴾ كَذَابُ اِلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَبُوا بِاَيَّتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا اِلِ فِرْعَوْنَ قَوْمَهُ مَعَهُ وَكُلَّ مِنَ الْاُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۶۴﴾ وَنَزَلَ فِي قُرَيْظَةَ اِنَّ شَرَّ الْاَلْوَابِ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۶۵﴾ الَّذِينَ عَاهَدَتْ مِنْهُمْ اَنْ لَا يُعِينُوا الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ عَاهَدُوا فِيهَا وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۶۶﴾ اللّٰهُ فِي عَذَابِهِمْ قَامًا فِيهِ اِدْعَامُ نُونٍ اِنَّ الشَّرْطِيَّةَ فِي مَا الزَّائِدَةُ تَثَقُّفُهُمْ تَحَدَّثُهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَّدَ فَرَّقَ بِهِمْ مِّنْ خَلْفَهُمْ مِنَ الْمُحَارِبِينَ بِالتَّكْيِيلِ بِهِمْ وَالْعُقُوبَةِ لَعَلَّهُمْ اَيُّ الَّذِينَ خَلَفَهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۶۷﴾ يَتَّعِظُونَ بِهِمْ وَاَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ عَاهَدُوكَ خِيَانَةً فِي الْعَهْدِ بِاَمَارَةٍ تَنُوحُ لَكَ فَاَنْبِذْ اِطْرَحْ عَهْدَهُمْ اِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ طَحَالِ اَيُّ مُسْتَوِيًا اَنْتَ وَهُمْ فِي الْعِلْمِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ بَانَ تَعْلَمُهُمْ بِهِ لِيَلَّا يَتَّهِمُوكَ بِالْعَدْرِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: ... منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ (ضعف اعتقاد) تھا جب وہ کہنے لگے کہ ان (مسلمانوں) کو تو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے (جب ہی تو تھوڑی تعداد ہوتے ہوئے اتنی بڑی بھیڑ سے بھڑنے چلے ہیں اس گھمنڈ میں کہ اس دین کے سبب ان کی مدد ہوگی۔ حق تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں) اور جس کسی نے اللہ پر بھروسہ کیا (اس پر اعتماد کیا تو وہ غالب ہی

آتا ہے) کیونکہ بلاشبہ حق تعالیٰ زبردست (اپنے حکم پر غالب) ہیں (اپنی کارروائی میں) حکمت والے ہیں اور (اے محمد ﷺ!) اگر آپ وہ حالت ملاحظہ فرمائیں جب کہ قبض کرتے جاتے ہیں (یہ لفظ یا اور تا کے ساتھ ہے) فرشتے کافروں کی روحیں۔ مارتے جاتے ہیں (یہ حال ہے) ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر (لوہے کے گرز) اور (ان سے کہتے جاتے ہیں) کہ اب جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو (یعنی آگ کا اور لو کا جواب لرایت اسراء عظیمہ محذوف ہے) یہ (سزا دینا) نتیجہ ہے ان کاموں کا جنہیں خود تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹا ہے (ان کاموں کی نسبت ہاتھوں کی طرف کرنا کسی دوسرے عضو کی طرف نہ کرنا اس لئے ہے کہ اکثر کام ہاتھوں سے کئے جاتے ہیں) اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ ظلم کرنے والے (ظلام کے معنی ظلم کرنے والے کے ہیں) ہوں اپنے بندوں پر (کہ انہیں بلا تصور ہی سزا دے دیں۔ ان کی حالت) ایسی حالت ہے جیسی (عادت) فرعونوں کی اور ان سے پہلے لوگوں کی تھی کہ آیات الہیہ کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں (کی سزا) میں انہیں پکڑ لیا (کفر و اور اس کے بعد کا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے طاقتور ہیں (اپنے ارادہ پر) سزا دینے میں بہت سخت ہیں۔ یہ بات (یعنی کافروں کو سزا دینا) اس لئے (اس سبب سے) ہے کہ اللہ جو نعمت کسی قوم کو عطا فرماتے ہیں اسے پھر کبھی نہیں بدلتے (نعمت کو مصیبت میں تبدیل نہیں کرتے) جب تک خود اس قوم کے افراد اپنی حالت نہ بدل لیں (اپنی نعمتوں کو کفر میں تبدیل کر لیں جیسے کہ کفار مکہ نے اپنے کھانے کو بھوک میں اور اپنے امن کو خوف میں اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کو کفر میں اور اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے میں تبدیل کر لیا ہے) اور بلاشبہ اللہ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں ان کی حالت فرعونوں اور ان سے پہلوں سے ملتی جلتی ہے جنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں ہلاک کر ڈالا اور فرعون کے گروہ کو (فرعون کو مع اپنی جماعت کے) سمندر میں غرق کر دیا اور وہ سب (جھٹلانے والے گروہ) ظالم تھے (اگلی آیت یہود بنی قریظہ کے بارے میں اتری ہے) بلاشبہ اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے وہ ہیں جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ جن کی کیفیت نیچے ہے کہ آپ ﷺ ان سے عہد و پیمان لے چکے ہیں (کہ مشرکین کی مدد نہ کرنا) مگر ہر بار (جب بھی وہ عہد کرتے ہیں) عہد توڑ ڈالتے ہیں اور (اس بد عہدی کے بارے میں اللہ سے) یہ لوگ ڈرتے نہیں۔ سواگر (ان شرطیہ کے نون کا۔ مازاندہ میں ادغام ہو رہا ہے) آپ ان پر قابو پالیں (ان کو لڑائی میں پکڑ لیں) جنگ میں تو تتر بتر (منتشر) کر دیجئے ان کی وجہ سے ان کے پس پشت لوگوں کو (جو جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ان کو تکلیف اور سزا دیجئے) تاکہ وہ لوگ (جو ان کی پس پشت ہیں) سمجھ جائیں (ان کو دیکھ کر سبق حاصل کر لیں) اور اگر آپ کو (معاہدین کی) کسی جماعت سے دغا کا اندیشہ ہو (کسی علامت سے ان کی بد عہدی ظاہر ہو رہی ہو) تو الٹا دیجئے (ان کا عہد واپس کر دیجئے) ان کی طرف اس طرح کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں (یہ حال ہے یعنی عہد ٹوٹنے کا حال جاننے میں آپ اور وہ یکساں ہو جائیں اس طرح کہ آپ ان پر یہ واضح کر دیجئے اور جتنا دیجئے تاکہ آپ پر بد عہدی کا الزام نہ آجائے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تحقیق و ترکیب: . . . یق . . . یہ توکل کی تفسیر ہے اور غلبہ۔ جواب شرط ہے جو محذوف ہے اور فان اللہ۔ وال برجزاء ہے مقامع۔ جمع متمتعہ لوہے کا گرز یا لکڑی کا مڑا ہوا چابک و یقولون یعنی بضربون پر اس کا عطف ہو رہا ہے۔ ظلام۔ صیغہ مبالغہ ہونے کی وجہ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس طرح زائد ظلم کی نفی تو ہوئی۔ لیکن اصل ظلم اللہ کے لئے ثابت رہا۔ حالانکہ ظلم کی بالکل نفی ہونی چاہئے مفسر عدم "ذی ظلم" کہہ کر اسی کا ازالہ کر رہے ہیں کہ یہاں اس لفظ کے معنی مبالغہ کے نہیں۔ بلکہ ظلم کی نسبت کرنے کے ہیں۔ پس ظلم کی نفی بالکل ہو گئی اور ظلم کہتے ہیں بے جا اور بے موقع تصرف کو اور ظاہر ہے۔ کہ مالک مطلق ہونے کی وجہ سے اللہ کا کوئی تصرف بے محل نہیں۔ اس لئے عقلاً بھی اللہ سے ظلم کا نتیجہ ضروری ہے۔

دَاب۔ یعنی کاف کا پہلے سے تعلق ہے اور مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ محل رفع میں ہے جملہ مستاتفہ ہے یہ الفاظ دو جگہ آ رہے ہیں۔ لیکن اول جگہ کفر پر سزا ہونے میں تشبیہ دینا ہے اور دوسری جگہ اس بارے میں تشبیہ دینی ہے کہ اللہ کا معاملہ بغیر اپنی حالت تبدیل کئے نہیں بدلتا۔ اس لئے تکرار کا اب شبہ نہیں رہا یا یوں کہا جائے کہ اول اجمال ہے اور دوسرا تفصیل یا کہا جائے کہ پہلا تغیر کفر کی وجہ سے اور دوسرا تکذیب کی وجہ سے بیان کیا گیا۔ غرض سب کا حاصل یہی ہے کہ تکرار نہیں ہے۔

نیز ”ذُلِّكَ بَانَ اللّٰهُ“ کا مطلب یہ نہیں کہ انسانوں کی حالت پلٹنے پر اللہ کا معاملہ ضرور پلٹ جاتا ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ اپنے معاملہ کو نہیں بدلتے جب تک انسان خود نہ بدلے اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے اور یہاں تو آیت ان شر الدواب اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ لیکن اس سورت کے تیسرے رکوع میں یہی لفظ مشرکین کے حق میں آچکے ہیں۔ پس بظاہر تعارض ہو گیا۔ لیکن کہا جائے گا کہ عام گنہگاروں سے بدتر ہونا تو سب کفار پر صادق آتا ہے۔ خواہ وہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب۔ اس لئے کوئی تعارض نہیں ہے۔

اور لَا يُؤْمِنُونَ سے مراد تمام کافر نہیں ہیں۔ بلکہ صرف وہ کافر مراد ہیں جن کا مرتے دم تک ایمان نہ لانا عم الہی میں مقدر ہو چکا ہے اس لئے اسلام میں داخل ہونے والے کافروں کی وجہ سے شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

فشرد۔ یعنی ان کے ساتھ ایسی سخت کارروائی کیجئے جس سے دوسرے دشمنوں کو عبرت ہو اور اپنے ارادوں سے باز آجائیں اور آپ ﷺ کا رعب اور دبدبہ بیٹھ جائے اور فشرد اور فانبذ میں اس طرف اشارہ ہے کہ عہد کے توڑ جوڑ کا اختیار امام وقت کو ہے جو آنحضرت ﷺ کا جانشین ہے اور عہد کی واپسی میں دعا کی قید اکثری ہے۔ مناسب ہو تو اس کے بغیر بھی امام واپس کر سکتا ہے۔

رابط آیات:..... پچھلی آیات میں کفار کو اپنے غالب ہونے کے گمان کا غلط ہونا بتلایا تھا اور آیت اذ یقول النخ میں مسلمانوں کی مغلوبیت کے گمان کی غلطی واضح کرنی ہے کہ وہ تو کل سے غالب آئے اور جس طرح پہلی آیت سے کفار کا دنیا میں مغلوب اور سزا یافتہ ہونا معلوم ہوا۔ اسی طرح آیت ولو تری النخ سے ان کی اخروی مغلوبیت اور سزاؤں کا بیان ہے اور کفار مشرکین کے ان احوال و قتال کے بعد آیت ان شر الدواب النخ سے اہل کتاب کفار کے معاملہ کا بیان ہے۔

شان نزول:..... مشرکین مکہ میں سے جب کچھ مذہب و قسم کے لوگ بدر میں مسلمانوں اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی حالت کا موازنہ کرنے آئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی بے سروسامانی دیکھ کر غرہ و لاء کہا تھا اور ابن عباسؓ، کلثی، مقاتلؓ سے آیت ان شر الدواب کا شان نزول وہی منقول ہے جس کی طرف جلال محققؒ نے اشارہ کیا ہے۔ بنو قریظہ کے یہود نے اگرچہ آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگ آپ کے دشمن مشرکین کا ساتھ نہیں دیں گے اور ان کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن بدر کے موقع پر عہد و پیمان سہو و نسیان کی نظر کر دیا۔ اسی طرح غزوہ احزاب و خندق میں بھی بار بار عہد شکنیاں کیں۔ تب ان آیات میں ان سے بھی جہاد کرنے کا حکم ہوا اور ابوالشیخ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ جبرائیل امینؑ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تلوار رکھ دی ہے۔ اٹھیے اللہ نے آپ کو یہود قریظہ کے بارے میں حکم دیا ہے۔ یعنی آیت اما تخافن النخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... مذہبی نشہ اور اس کا اثر:..... بدر میں جب مشہی بھرے سروسامان مسلمان جنگ کے لئے نکلے تو منافق اور کچے دل کے آدمی اس کی کوئی توجیہ نہیں کر سکے۔ اس لئے کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین کے نشہ نے مغرور کر دیا ہے۔

بہر حال یہ بات اگرچہ طعنہ کے طور پر کہی گئی تھی لیکن غلط نہیں تھی کیونکہ بلاشبہ یہ دین ہی کا نشہ تھا جس کی وجہ سے حق غالب آیا اور باطل ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ اسی لئے شاید قرآن کریم نے ان کے اس قول کو نقل کر کے رد کئے بغیر صرف اتنا کہا کہ **وَمِنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** یہ تو کل وہی نشہ تو ہے مگر نشہ حق ہے باطل نہیں ہے۔

قوموں کا عروج و زوال خود ان کے اپنے ہاتھوں ہوتا ہے: آیت **ذَلِكَ بَانَ لِلَّهِ الْخ** نے واضح کر دیا کہ قوموں اور جماعتوں کے مرنے، جینے، بڑھنے، گرنے کا قانون کیا ہے؟ تو اللہ کی مقررہ سنت یہ ہے کہ وہ جب کسی کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو اس میں از خود تبدیلی نہیں فرماتا۔ جب تک لوگ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ دنیا کی پوری تاریخ بھی بتلا رہی ہے کہ ہر قوم خود ہی اپنی زندگی کا گہوارا بناتی ہے اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودتی ہے۔ آیت **ان شر الدواب الخ** میں یہ بتلانا ہے کہ عقل و حواس سے ٹھیک طرح کام نہ لینا اور اندھوں کی طرح چلنا، انسانیت کی درجہ سے اپنے کو گرا دینا ہے۔ کفر و شرک بھی اسی اندھے پن کا نتیجہ ہے۔ پس ایمان کی راہ تو عقل و بصیرت کی راہ ہوئی اور کفر اندھے پن کا دوسرا نام ہوا۔

یہود کو ان کی غدار یوں کی عبرت ناک سزا: یہاں سے یہود کی غدار یوں کا دامن قبا تار تار کیا جا رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کی تین بستیاں آباد تھیں۔ بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ۔ پیغمبر اسلام نے ان سب سے امن و صلح اور باہمی ہمدردی کا معاہدہ فرمایا۔ اس عہد نامہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ تمام جماعتیں ایک قوم بن کر رہیں گی اور اگر کسی فریق پر اس کے دشمن حملہ کریں گے تو سب اس کی مدد کریں گے۔ لیکن ابھی معاہدہ کی سیاہی خشک بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ یہودیوں نے خلاف ورزی شروع کر دی اور قریش مکہ سے مل کر مسلمانوں کی تباہی کی سازشیں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہداک (شہید) کرنے کی تدبیروں میں لگ گئے۔ اس لئے حکم ہوا کہ اب ایسے دغا باز لوگوں کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس میں سے جو کھلم کھلڑیں ان کا مقابلہ کر دو اور جو ایسا نہ کریں اور غدار ی اور عہد شکنی کا ان سے اندیشہ ہو تو کھلے طور پر جتلا دو کہ ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا۔

لڑنے کی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اسلام کا عدل و انصاف: مگر اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے فریق کو تمہارے طرز عمل سے نقصان نہ پہنچنے پائے مثلاً: ایک دم معاہدہ توڑ کر رکھ دے اور ان کو سوچنے یا سنبھلنے کا موقعہ بھی نہ مل سکے تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ وقت سے پہلے انہیں خبردار کر دینا چاہئے۔ تاکہ لوگ تیاری کرنا چاہیں تو ہماری طرح انہیں بھی تیاری کا پورا موقعہ مل سکے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن نے ہر معاملہ میں حتیٰ کہ جنگ میں بھی سچائی اور دیانت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ کس قدر بلند ہے کہیں بھی اس نے کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جہاں اخلاقی کمزوری کو ابھرنے کا موقعہ دیا گیا ہو۔ کیا دنیا میں اس وقت تک کسی قوم نے احکام جنگ کو اس درجہ بلند اخلاقی معیار پر رکھا ہے۔ (ترجمان)

ان آیات سے یہ مسائل مستنبط ہو رہے ہیں۔ ۱۔ ذی اگر عہد توڑ دے تو حربی کافر کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ ۲۔ اسلام میں جنگ کے درمیان خداع تو جائز ہے مگر غدار ی کی اجازت نہیں ہے۔

لطف آیات: آیت **ذَلِكَ بَانَ لِلَّهِ الْخ** کے عام مضمون میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ کسی سالک سے جب کوئی گنہ سرزد ہو جاتا ہے یا طاعت چھوٹ جاتی ہے تو اس سے انوار و برکات مقصودہ ختم ہو جاتے ہیں۔ آیت **اما تتقنہم الخ** سے معصوم ہوتا ہے کہ سیاسی تدابیر باطنی کمالات کے منافی نہیں۔

وَنَزَلَ فَيْمَسُ أَفَلَتْ يَوْمَ بَدْرٍ وَلَا تَحْسَبَنَّ يَا مُحَمَّدُ الَّذِينَ كَفَرُوا سُبْقُوا اللَّهَ أَى فَاتَوْهُ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿۵۹﴾ لَا يَفْقَهُونَهُ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِيَةِ فَالْمَفْعُولُ الْأَوَّلُ مَحذُوفٌ أَى أَنْفُسَهُمْ وَفِي أُخْرَى بِفَتْحٍ إِنَّ عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ وَأَعِدُّوا لَهُمْ لِقَاتِهِمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الرَّمْيُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمِنْ رَبَاطِ الْخَيْلِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى حَبْسِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تُرْهِبُونَ تُخَوِّفُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ عَدُوَّكُمْ أَى كُفَّارَ مَكَّةَ وَالْأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ أَى غَيْرِهِمْ وَهُمْ الْمُنافِقُونَ أَوِ الْيَهُودُ لَا تَعْلَمُونَهُمْ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفِّ إِلَيْكُمْ جَزَاؤَهُ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ﴿۶۰﴾ تَنْقُصُونَ مِنْهُ شَيْئًا وَإِنْ جَنَحُوا مَالُوا لِلسَّلَامِ بِكُسْرِ السِّينِ وَفَتْحِهَا الصُّلْحُ فَاجْنَحْ لَهَا وَعَاهِدْهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَذَا مَنْسُوخٌ بِنَايَةِ السَّيْفِ وَمُجَاهِدٌ مَخْصُوصٌ بِأَهْلِ الْكِتَابِ إِذْ نَزَلَتْ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ثِقَ بِهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ لِلْقَوْلِ الْعَلِيمُ ﴿۶۱﴾ بِالْفِعْلِ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ بِالصُّلْحِ لَيْسَتْ بِنَايَةِ الْكُفَّارِ فَإِنْ حَسَبْتَ كَافِيكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آيَدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۲﴾ وَالْفَ جَمَعَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ بَعْدَ الْإِخْلِ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ بِقُدْرَتِهِ إِنَّهُ عَزِيزٌ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ حَكِيمٌ ﴿۶۳﴾ لَا يَخْرُجُ شَيْءٌ عَنْ حُكْمِهِ يَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَحَسْبُكَ مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۴﴾ يَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَرَضٍ حَبِّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ لِلْكَفَّارِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ مِنْهُمْ وَإِنْ يَكُنْ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ أَى بِسَبَبِ أَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۶۵﴾ وَهَذَا خَبَرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَى لِيُقَاتِلَ الْعَشْرُونَ مِنْكُمْ أَلْمِائَتَيْنِ وَالْمِائَةُ الْأَلْفُ وَيَثْبُتُوا لَهُمْ ثُمَّ نُسِخَ لَمَّا كَثَرُوا بِقَوْلِهِ أَلَّنْ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا بَضَمَ الضَّادِ وَفَتْحِهَا عَنْ قِتَالِ عَشْرَةِ أَمْثَالِكُمْ فَإِنْ يَكُنْ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ مِنْهُمْ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ بِإِرَادَتِهِ وَهُوَ حَرٌّ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَى لِيُقَاتِلُوا مِثْلِيكُمْ وَتَثْبُتُوا لَهُمْ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۶۶﴾ بِعَوْنِهِ وَنَزَلَ لَمَّا أَحْدَثُوا الْفِدَاءَ مِنْ أَسْرَى نَذَرِ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ بِالْبَاءِ وَالتَّاءِ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُشْجَنَ فِي الْأَرْضِ يُبَالَعُ فِي قَتْلِ الْكُفَّارِ تُرِيدُونَ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا حِطَامَهَا بِأَخْذِ الْفِدَاءِ وَاللَّهُ يُرِيدُ لَكُمْ الْآخِرَةَ أَى ثَوَابَهَا بِقَتْلِهِمْ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۶۷﴾ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِقَوْلِهِ فَاِمَّا مَنَا بَعْدَ وَإِمَّا فِدَاءً لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ بِأَحْلَالِ الْعَنَائِمِ وَالْأَسْرَى لَكُمْ لِمَسْكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ مِنَ الْفِدَاءِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ

معاوضہ قبول فرمایا تھا) نبی ﷺ کے شایان شان نہیں کہ ان کے قیدی رہ جائیں (تسکون تا اور یا کی ساتھ ہے) جب تک نبی خوب خوریزی نہ کر لیں ملک میں (کفار کے قتل میں سرکشی نہ دکھالیں) تم (اے مسلمانو!) دنیا کا سامان چاہتے ہو (فدیہ قبول کر کے مال و اسباب) اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت چاہتے ہیں (یعنی کفار کو مار کر آخرت کا ثواب) اور اللہ بڑے زبردست، بڑے حکمت والے ہیں (یہ حکم منسوخ ہے دوسری آیت فاما منا بعد واما فداء کی وجہ سے) اگر پہلے سے اللہ کا حکم نہ ہو گیا ہوتا۔ (تمہارے لئے مال غنیمت اور قیدیوں کے جائز ہونے کا) تو جو کچھ تم نے (معاوضہ) لیا ہے اس کے لئے ضرور تمہیں بہت بڑا عذاب ہوتا۔ بہر حال جو کچھ تمہیں یہ مال غنیمت ہاتھ لگا ہے اسے حلال و پاکیزہ سمجھ کر اپنے کام میں لاؤ اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے، رحمت والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: ... تقدیر اللام . ای لا نہم لا یعجزون . من قوۃ . اس کی تفسیر میں تین قول ہیں اس کے معنی قلعہ کے بھی کئے گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے تیر اندازی کے معنی لئے ہیں اور تیسری رائے یہ ہے کہ ہر قسم کے جنگی آلات اور زمانہ کے مطابق لڑائی کے طریقوں کو اس میں داخل کیا جائے گا۔ من دونہم . اس میں شیاطین و جنات بھی داخل ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ جس کے پاس یا جس مکان میں گھوڑا ہوتا ہے وہاں شیاطین نہیں آتے۔

وان یریدوا جواب شرط محذوف ہے۔ ای فصالح ولا تخشی منہم۔ بقول مجاہد اس سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ الف بین تلو بہم۔ اوس و خزرج اور دوسرے عرب خاندانوں کی لڑائیں مشہور ہیں لیکن اسلام نے اس عداوت و عصبیت کو جس بے نظیر بھائی چارگی میں تبدیل کر دیا اس کی مثال بھی دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ومن اتبعك مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور بعض کے نزدیک اللہ پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے لیکن اکثر مفسرین حسبک کے کاف پر عطف کرتے ہوئے مجرور مانتے ہیں۔

عشرون چونکہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی نصرت ہے اس لئے اپنے سے دس گنا طاقت سے مقابلہ کا حکم ہوا اور یہ طاقت مشرکین کو حاصل نہیں اس لئے وہ مقابلہ نہیں کر پاتے۔ اس آیت میں محسنات بدیعیہ میں سے صنعت احتیاج پائی جاتی ہے۔ یعنی ایک جگہ سے ایک نظیر حذف کر دی جائے اور دوسری جگہ وہ موجود ہے چنانچہ یہاں پہلے جملہ میں لفظ الصابرون محذوف ہے اور الذین کفروا مذکور ہے اور دوسرے جملہ میں الذین کفروا موجود ہے اور صبر کا لفظ حذف ہو گیا۔ حتی یسخرن . ثحانۃ بمعنی کثافت و صلابۃ آتا ہے لیکن یہاں لازمی معنی یعنی قوت میں استعمال ہوا ہے۔

واللہ یرید الآخرۃ۔ یہاں ارادہ کے معنی مرضی اور پسندیدہ کے ہیں۔ اس لئے اب یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ اللہ کا ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ بات اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے۔ وھذا۔ یعنی قیدیوں کے معاوضہ کا حرام ہونا اور صرف ان کے قتل کا واجب ہونا منسوخ ہو گیا ہے سورہ محمد کی آیت کی وجہ سے یہی امام شافعیؒ کی رائے ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک بقول صاحب تفسیر احمدی۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اور اب امام وقت کو چاروں باتوں کا اختیار ہے۔ خواہ قتل کر دے۔ یا عدم بنادے۔ یا منت احسان کر کے چھوڑ دے یا فدیہ لے کر رہا کر دے۔

لو لا کتاب اس کی خبر محذوف ہے۔ ای لو لا وجود حکم من اللہ مکتوب باجلال العنائم لمسکم الح (یعنی اگر اللہ کی طرف سے مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نہ آتا تو تمہیں عذاب الہی پہنچ جاتا۔)

اور بعض حضرات نے لو لا کتاب سے مراد یہ نوشتہ الہی لیا ہے کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوں گے

ان پر عذاب الہی نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لو نزل من السماء عذاب ما نجامنه غیر عمر بن الخطابؓ و سعد بن معاذؓ۔ ﴿ترجمہ﴾ اگر عذاب الہی آتا تو بجز عمر بن الخطابؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی نہ بچتا۔

ربط آیات: پچھلی آیات سے جنگ کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ لڑائی میں کچھ لوگ بچ بھی جایا کرتے ہیں۔ آیت لا یحسن الخ میں یہ بتلانا ہے کہ اللہ کی پکڑ سے یہ لوگ بچ کر نہیں جاسکتے۔ آخر کسی نہ کسی روز پھر پکڑے جائیں گے۔ آیت واعدوا الخ میں جنگ کی تیاری میں ممکنہ حد تک ہر وقت مستعد رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں سے مرعوب ہو کر اگر کفار صلح کی طرف جھک پڑیں تو آیت وان جنحوا میں اس کو ہر قیمت پر مان لینے کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور اس سلسلہ میں بے کار و ہمو میں مبتلا ہونے سے بچایا جا رہا ہے۔ اگلی آیت یا ایہا النبی الخ میں جہاد کا شوق دلایا جا رہا ہے اور اس سلسلہ میں پہلے قانون جنگ کی ایک دفعہ بیان کی جا رہی ہے۔ پھر اس کو نرم کر کے دوسری دفعہ کی شکل میں ترمیم کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں آیت ما کان لنبی ان یکون الخ سے جنگی قیدیوں کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ بدری قیدیوں سے جو فدیہ وصول ہوا۔ آیت فکلبوا الخ میں بلا تکلف اس کو استعمال کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔

شان نزول: آیت ولا یحسن الخ کے شان نزول کی طرف مفسر علامؒ نے اشارہ کر دیا ہے کہ جنگ بدر سے فرار ہونے والے کفار کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یا ایہا النبی حسبک اللہ۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

سعید بن جبیرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اس وقت ۳۳ مرد اور ۶ عورتیں ایمان لا چکی تھیں جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو ۴۰ کا عدد پورا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ بدرین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلی صورت میں آیت کو کئی اور دوسری صورت میں مدنی ماننا پڑے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں جگہ نازل ہوئی۔ اس لئے مکی بھی ہو اور مدنی بھی۔

آیت ما کان لنبی الخ کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ بدر میں سترہ کافر مارے گئے اور سترہ گرقار ہوئے۔ جنگی قیدیوں کے متعلق جن میں عباسؓ اور عقیلؓ بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے تو ان الفاظ میں رائے دی۔ املک و قومک وقد اعطاک اللہ الظفر سبقتهم وانی اری ان تاخذوا لفداء منهم فیکون قوۃ لنا علی الکفار و عسی اللہ ان یمہدہم بک یعنی یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کی قوم ہے کے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ نے کامیاب کر دیا ہے آپ ان سے تاوان لے کر چھوڑ دیجئے۔ اس سے ایک طرف تو ہمیں دشمن کے مقابلہ میں زیادہ طاقت ور ہونے کا موقع مل سکے گا۔ دوسرے ممکن ہے آگے چل کر اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت دے دے اور ظاہر ہے کہ قتل کر دینے کی صورت میں یہ دونوں فدیہ ممکن نہیں۔ مگر حضرت عمرؓ بولے۔ اضرب اعناقہم فان هولاء ائمة الکفر مسکن علیا من عقیل و حمزہ من عباس و مکنی من فلان لا ضرب اعناقہم۔ یعنی ان کی گردنیں اڑائیے۔ بلکہ علیؓ اپنے بھائی عقیلؓ کو اور حمزہؓ اپنے بھائی عباسؓ کو قتل کریں اور میں اپنے فلاں رشتہ دار کی گردن اڑاؤں۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔ کان الا لثخان فی القتل احب الی من استبقاء السرجال۔ یعنی ان کی اچھی طرح خوریزی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت ان کو رہا کر دینے کے۔ آپ نے وحی الہی کی روشنی میں صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں باتوں کا اختیار دیتے ہیں۔ چاہے انہیں قتل کر دو، چاہے ان سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دو۔ لیکن اس دوسری صورت میں تمہیں اپنے ستر آدمی بھیٹ دینے پڑیں گے۔ یعنی تمہارے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے۔ مگر صحابہؓ نے

گو ناگوں مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے مالی فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دینے کی رائے کو زیادہ پسند کیا اور کہا کہ خیر ہم شہید ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے بھی اپنی طبعی رحم و ملی سے اسی رائے کو ترجیح دے کر فیصلہ فرما دیا اور فرمایا کہ بعض دلوں کو اللہ دودھ سے بھی نرم اور بعض کو پتھر سے بھی زیادہ سخت بنا دیتا ہے۔ اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم جیسی ہے۔ جنہوں نے اپنی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ فَمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَانْكَ غَفُوْرٌ حَمِيْمٌ۔

اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوح جیسی ہے۔ جنہوں نے اپنی قوم کے بارے میں ان الفاظ میں بددعا کی تھی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دِيَارًا۔

چنانچہ عقبہ، نضر، طعمہ ان تین کی تو گردنیں اڑا دی گئیں اور کسی قیمت پر انہیں معافی نہیں دی گئی۔ لیکن باقی سب کو رہا کر دیا گیا۔ حضرت ابوالعاصؓ کو صحابہؓ کے مشورہ سے مفت رہا کیا گیا۔ جس کو شرعی اصطلاح میں مسن کہا جاتا ہے۔ کسی سے معاوضہ کے طور پر مسلمان بچوں کی تعلیم کا کام لیا گیا اور کسی سے مالی معاوضہ لے لیا گیا اسی میں حضرت عباسؓ بھی ہیں جو فدیہ ادا کرنے کے بعد مسلمان ہو گئے۔ مگر اپنے افلاس کی شکایت کرنے لگے جس پر آگلی آیتیں نازل ہوئیں۔

چونکہ حق تعالیٰ کو مسلمانوں کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ اس لئے سرزنش کی گئی۔ جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ روئے اور فرمایا کہ عذاب کے آثار بہت قریب آچکے تھے۔ بجز عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی نہ بچتا۔ لیکن اللہ نے فضل فرما دیا کہ عذاب نازل نہیں ہوا۔

﴿تشریح﴾: مسلمانوں کو ہر قسم کی فوجی طاقت و اسلحہ فراہم رکھنے کا حکم: یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی جماعت جنگ کا سرد سامان اس طرح مہیا کر سکے۔ جو ہر اعتبار سے مکمل ہو۔ تاہم مسلمانوں کو اس بارے میں جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مقدور بھر جو کچھ کر سکتے ہیں کریں یہ بات نہیں کہ جب تک دنیا بھر کے ہتھیار اور ہر قسم کے ساز و سامان مہیا نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک بے بسی کا عذر کرتے رہیں اور جنگ کے دفاع سے بے فکر ہو جائیں۔ چونکہ جنگی تیاری بغیر مال کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وَمَا تَنْفِقُوا الْخَ میں روپیہ سے مدد کرنے کی اپیل کی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کا اصل مشن صلح و سلامتی ہے: آیت وان جنحوا الخ میں قطعی لفظوں سے دعوت امن کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب کہ جنگ بدر کے فیصلہ نے مسلمانوں کی فتح مندی آشکارا کر دی تھی اور تمام جزیرہ عرب ان سے متاثر ہونے لگا تھا۔ حکم ہوتا ہے جب بھی دشمن امن و صلح کی طرف جھکے تو بلا تامل تمہیں بھی جھک جانا چاہئے اور اس بارے میں فضول اندیشے نہیں لانے چاہئیں۔ اگر دشمن کی نیت میں کھوٹ اور فتور ہوگا تو ہوا کرے۔ اس کی وجہ سے امن و صلح کے قیام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں اگر صلح کرنا ہی موقع اور مصلحت کے سراسر خلاف ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ امام وقت کی نظر اس پر رہنی چاہئے۔

غرض یہ کہ جن حضرات نے فوج کے حکم کو ضروری قرار دیا تو ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہوگی۔ لیکن اگر مصلحت کی قید لگادی جائے تو پھر منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

رسول اللہ ﷺ کا بے مثال کارنامہ: واقعہ یہ ہے کہ بکھرے ہوئے دلوں کو ایک رشتہ الفت میں پرو دینے سے زیادہ مشکل کام شاید دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے نہایت حسن و خوش اسلوبی سے یہ کام ان لوگوں میں کر کے دکھلادیا۔

جو صدیوں سے فتنہ و فساد کی فضا میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ لیکن دس بارہ سال کی ذرا سی مدت میں آپ ﷺ نے وہ کایا پلٹ دی کہ اب باہمی کینہ اور عداوت کی جگہ محبت و آشتی نے اس طرح لے لی کہ ہر فرد دوسرے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے مستعد ہو گیا۔ فی الحقیقت یہ ایک پیغمبرانہ عمل تھا جو پیغمبر اسلام کی تعلیم و تربیت نے انجام دیا۔

مسلمانوں کو دو گنی طاقت کے مقابلہ میں بھی پامردی کا حکم: آیت ان یسکن منکم الخ میں اگرچہ اس حکم کو خبر کے عنوان سے بیان کیا جا رہا ہے۔ لیکن مقصود خبر دینا نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ میدان جنگ میں اتنی طاقت کے آگے بھی ثابت قدم رہنا واجب ہے۔ بھاگنا جرم ہے اور سنگین جرم۔ اور اس طرز تعبیر میں نکتہ تاکید و مبالغہ ہے کہ جس طرح غلبہ کی خبر کے یقینی ہونے کی صورت میں ثابت قدم رہنا واجب ہونا چاہئے، اسی طرح اب بھی واجب ہے۔ اس توجیہ کے بعد اب آیت کے الفاظ پر یہ شبہ بھی متوجہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بعض دفعہ اس کے خلاف دیکھتے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کا غلبہ نہیں ہوتا۔ لہذا یہ خبر غلط ہو گئی۔ کیونکہ صدق و کذب کا تعلق تو خبر سے ہوا کرتا ہے اور کہا جا چکا ہے کہ یہ حکم لفظوں میں اگرچہ خبر ہے مگر معنایاً انشاء ہے بطور کنایہ کے اور کنایہ میں اگرچہ ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے، مگر مقصود لازم ہی ہوتا ہے۔ ملزوم مقصود نہیں ہوتا اور صدق و کذب بھی غیر مقصود چیز پر متوجہ نہیں ہوا کرتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہاں خود ملزوم بھی نفسہا صادق ہے۔ کیونکہ غلبہ کا ہونا باذن اللہ کی قید کے ساتھ ہے۔ لہذا اگر کسی حکمت و مصلحت خداوندی سے اللہ کی مرضی نہ ہو تو غلبہ بھی نہیں ہوگا۔

صحابہ کرامؓ کا ضعف ضعف ایمانی نہیں تھا بلکہ طبعی ضعف مراد ہے: اور آیت علم ان فیکم ضعفا کا مطلب یہ ہے کہ عادتاً جب کام کرنے والے کم اور کام اہم سمجھا جائے تو ہر شخص کو ایک خاص فکر اور لگن ہوا کرتی ہے کہ یہ کام میرے ہی کرنے سے ہوگا۔ ایسی صورت میں کوئی بھی دوسرے کا سہارا نہیں تکتا بلکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کر کے فرض سے زیادہ ادائیگی کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اس لئے ہمت زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر جب کام والے بڑھ جایا کرتے ہیں تو کام کرنے والوں میں ایک گونہ بے قدری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کا خیال ہوا کرتا ہے کہ مجھ ہی پر کیا منحصر ہے، کام کرنے والے اور بھی تو ہیں۔ اس طرح پہلے سے جوش و خروش اور ہمتہ سرگرمی میں کمی سی آ جایا کرتی ہے۔ یہ قصور افتاد طبع کا ہوتا ہے جو ہر کام اور تحریک کے آغاز و انجام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلامی تحریک اور اس کی جدوجہد میں بھی یہی بات رہی۔ اس لئے صحابہؓ پر کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہوتا کہ ان کے باطنی مکات تو روزانہ بلکہ ہر آن ترقی پر تھے۔ پھر یہ ضعف کیسا؟ کیونکہ یہ ضعف ایمانی نہیں بلکہ طبعی ضعف تھا۔

ایک دقیق اشکال: بدر کے قیدیوں کے متعلق صحابہؓ نے جو رائے دی تھی اس کے متعلق اشکال یہ ہے کہ آیا کسی نص کے ہوتے ہوئے انہوں نے یہ قیاس کیا تھا یا نص موجود نہیں تھی تب قیاس کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ غرض ان دونوں صورتوں میں شبہ ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں تو یہ اشکال ہے کہ نص موجود ہوتے ہوئے صحابہؓ کا قیاس کرنا ہی غلط ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی موافقت کیوں فرمائی؟ اور دوسری صورت میں اشکال یہ ہوتا ہے کہ نص نہ ہونے کی صورت میں قیاس کرنا صحیح ہوا۔ پھر عتاب کیوں ہوا؟ خاص کر جب کہ پہلے وحی کے ذریعہ اختیار بھی دے دیا گیا تھا۔ پھر یہ عتاب صرف صحابہؓ ہی پر کیوں ہوا۔ حضور ﷺ بھی تو اس مشورہ کے قبول میں برابر کے شریک تھے؟

اشکال کا حل: جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری صورت تھی۔ یعنی کوئی نص موجود نہیں تھی۔ اس لئے قیاس کیا گیا تھا لیکن پھر عتاب کی وجہ یہ ہوئی کہ اس رائے میں ایک دنیوی مصلحت یعنی مالی نفع کا کیوں لحاظ کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی برائی تم لوگوں کو پہلے سے

معلوم تھی۔ جس کی طرف تریبدون عرض الدنیا میں اشارہ کیا گیا ہے۔

صحابہؓ کی اجتہادی غلطی: مگر صحابہؓ کی نظر دنیوی مفاد کے ساتھ اس کے دینی پہلو پر بھی تھی۔ یعنی انکے راہ راست پر آنے کی امید۔ اسی لئے انہوں نے اس رائے کو ترجیح دی اور یہ سمجھے کہ جس کام میں صرف دنیاوی مفاد کا پہلو ہوا سے نہیں کرنا چاہئے، لیکن جس بات میں دین و دنیا دونوں کے فائدے ہوں اس کو اختیار کر لینا چاہئے۔ حالانکہ اگر ذرا تامل کرتے تو سمجھ میں آ جاتا کہ اچھائی اور برائی کا مجموعہ اچھا نہیں ہوا کرتا بلکہ نتیجہ ارذل کے تابع ہونے کی وجہ سے مجموعہ کو برا ہی کہا جائے گا۔ اسی غور و تامل نہ کرنے پر عتاب ہوا۔ باقی وحی میں اگرچہ ایسا صیغہ بولا گیا تھا، جس سے اختیار سمجھ میں آتا ہے، لیکن اختیار دینا مقصود نہیں تھا بلکہ آزمائش و امتحان مقصود تھا۔ چنانچہ اختیار کا تعلق دو مباح چیزوں سے ہوا کرتا ہے، لیکن ایک مباح اور ایک غیر مباح میں اختیار نہیں ہوا کرتا۔ پس یہاں بھی قیدیوں کا قتل تو مباح تھا، لیکن ان سے معاوضہ لے کر رہا کر دینا ایک طرح کے دنیاوی لالچ ہونے اور ستر صحابہؓ کو بھینٹ چڑھانے پر آمادگی کی وجہ سے ظاہر ہے کہ غیر مباح کہا جائے گا۔ غرضیکہ اس مباح اور غیر مباح کے مجموعہ میں اگرچہ سورۃ صیغہ اختیار کا رہا، لیکن فی الحقیقت ایک طرح سے ناپسندیدہ جانب پر مطلع کر کے ان کو آزمائش میں ڈالنا تھا۔ اس لئے عتاب ہوا کہ تم نے تامل سے کیوں نہیں کام لیا؟

آنحضرت ﷺ عتاب سے کیوں محفوظ رہے: اور جس چیز کو صحابہؓ کے شایان شان نہیں سمجھا گیا۔ یعنی مالی نفع وہ چونکہ صحابہؓ کے حق میں تو اپنی ذوات کے لئے ہونے کی وجہ سے نامحود تھا، لیکن آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ پہلو نامحود نہیں رہا، کیونکہ آپ ﷺ تو دوسروں کو مالی فائدہ پہنچانے کے لئے اس مشورہ کو قبول کر رہے تھے اور یہ بات بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔ اس لئے آپ عتاب سے بچ گئے۔ البتہ آپ کا یہ فرمانا کہ عذاب الہی سے کوئی نہ بچتا، یعنی صحابہؓ میں سے کوئی نہ بچتا۔ یہ مطلب نہیں کہ میں خود بھی نہ بچتا۔ باقی آپ کا روایا تو جلال الہی کی ہیبت کی وجہ سے ہو گیا اپنے صحابہؓ کے خیال سے کہ ان کو عذاب الہی سے نقصان پہنچتا۔ بہر حال اس تقریر سے سب اشکالات صاف ہو گئے۔ (من البیان مسہلاً)

اجتہاد میں خطا ہونے پر اکہرا اور درشتی پر دُورِ ثواب ملتا ہے: اس اجتہاد میں اگرچہ فاروق اعظمؓ کی رائے کا درست ہونا معلوم ہوا جو ان کی عظمت میں چار چاند لگاتا ہے اور ایسی کتنے ہی موقعوں پر ان کا جو ہر کمال کھلا ہے۔ تاہم دوسروں کی خطا اجتہاد پر بھی اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر سے اگر اجتہادی غلطی ہو جائے تو وہ اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جنگی قیدیوں کو مفت یا تادان لے کر رہا کرنا دونوں ناجائز ہیں، بلکہ ان کو یا قتل کر دیا جائے یا غلام بنالیا جائے اور یا ذمی رعایا بنالیا جائے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک سورۃ محمد کی آیت فاما منا الخ بھی منسوخ نہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک امام وقت کو اختیار ہے کہ دونوں آیتوں کی روشنی میں خود ان کو مفت رہا کر دے یا معاوضہ لے کر یا غلام بنا لے یا ذمی رعایا میں داخل کر دے اور یا پھر قتل کر ڈالے۔

لطا ئف آیات: آیت لو انفقت الخ سے معلوم ہوا کہ کسی اچھی صفت کا دل میں پیدا کر دینا شیخ کے اختیار میں نہیں

ہوتا اور آیت الَّذِينَ خَفَفَ اللَّهُ الْخِزْيَ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ کمزور سالک کے لئے سخت مجاہدہ تجویز نہ کرے۔
 اور آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْخِزْيَ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی معصوم سے اجتہادی خطا ہو سکتی ہے تو مشائخ معصوم سے بدرجہ
 ولی خطائے اجتہادی ممکن ہے۔ آیت لَوْلَا كِتَابُ مِنَ اللَّهِ الْخِزْيَ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطائے اجتہادی جس پر ایک طرف اجر و
 ثواب کا وعدہ ہے جب اس پر بھی عتاب ہوگا تو اس سے اس مقولہ کی تائید نکل آئی۔ حَسَنَاتُ الْإِبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرِينَ (نیکیوں کی
 اچھائیاں مقربین کی برائیوں کے برابر ہیں۔)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسَارِيِّ وَفِي قِرَاءَةِ مِنَ الْأَسْرَى إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ
 خَيْرًا يَمَانًا وَأَحْلَاصًا يُؤْتِكُمْ اللَّهُ خَيْرًا مِمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ مِنَ الْقِدَاءِ بِأَنْ يَضَعِفَهُ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُثَبِّتَكُمْ
 فِي الْآخِرَةِ وَيَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۷۰﴾ وَإِنْ يَرِيدُوا أَيْ الْأَسْرَى خِيَانَتَكَ مِمَّا
 أَطْعَمُوا مِنْ الْقَوْلِ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ قَبْلَ بَدْءِ الْكُفْرِ فَأَمَّا مَنْ مِنْهُمْ يَبْدُرُ قَتْلًا وَإِسْرًا فَلْيَتَوَقَّعُوا مِثْلَ
 ذَلِكَ إِنْ عَادُوا وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾ فِي صُنْعِهِ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
 بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُمْ الْمُهَاجِرُونَ وَالَّذِينَ أَوْ وَالنَّبِيَّ وَنَصَرُوا وَهُمْ الْأَصَا
 أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي النُّصْرَةِ وَالْإِرْثِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالَكُمْ مِنْ
 وَلَا يَتَّهِمُ بِكُفْرَانِهِمْ وَفَتْحَهَا مِنْ شَيْءٍ فَلَا إِرْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ وَلَا نَصِيبَ لَهُمْ فِي الْعِيْمَةِ حَتَّى
 يَهَاجِرُوا وَهَذَا مَسْنُوحٌ بَاخِرُ السُّورَةِ وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ لَهُمْ عَلَى الْكُفَرِ
 إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ عَنْهُمْ فَلَا تَنْصُرُوهُمْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَقْضُوا عَنْهُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 بَصِيرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي النُّصْرَةِ وَالْإِرْثِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
 إِلَّا تَفْعَلُوهُ أَيْ تَوَلَّى الْمُؤْمِنِينَ وَقَطَعَ الْكُفَرَاءَ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿۷۳﴾ بِقُوَّةِ الْكُفْرِ
 وَصُعْبِ الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْ وَانْصَرُوا
 أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۷۴﴾ فِي الْجَنَّةِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدِ أَيْ
 بَعْدَ اسْتَأْذِينِ إِلَى الْإِيمَانِ وَالْهِجْرَةِ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ أَيْهَا الْمُهَاجِرُونَ
 وَالْأَبْصَارُ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ ذُرٌّ وَالْقُرَابَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي الْإِرْثِ مِنْ اتِّوَارِثِ بِالْإِيمَانِ
 وَبِغِ وَالْهِجْرَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْآيَةِ السَّابِقَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ الْلَوْحِ الْمَحْفُوظِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۷۵﴾

وَمِنْهُ حِكْمَةُ الْمِيرَاثِ

ترجمہ: اے نبی ﷺ! لڑائی کے قیدیوں میں سے جو لوگ تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دو (اور ایک قرأت میں اساوئی کی بجائے اسری ہے) اگر اللہ نے تمہیں دلوں میں کچھ بھلائی (ایمان و اخلاص کی) پائی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے کہیں بہتر چیز تمہیں عطا فرمائے گا۔ (یعنی جو کچھ فدیہ لیا ہے اس کو دنیا ہی میں تمہارے لئے کئی گنا بڑھا دے گا اور آخری ثواب الگ عطا فرمائے گا) اور تمہارے (گناہ) بخش دے گا۔ اور اللہ بڑی مغفرت والے، بڑی رحمت والے ہیں اور اگر ان لوگوں نے چاہا (یعنی قیدیوں نے) کہ تمہیں دغا دیں (اپنی چکنی چڑی باتوں سے) تو یہ اس سے پہلے خود اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں (بدر سے پہلے کفر کر کے اور اسی کی سزا ہے) کہ تمہیں ان پر قدرت دے دی گئی ہے (بدر میں ان کو قتل اور قید کرنے کی۔ پس اگر پھر انہوں نے ایسا ہی کیا تو تم بھی ایسے ہی کی امید رکھو) اور اللہ (اپنی مخلوق کو) خوب جاننے والے (اور اپنے کاموں میں) بڑی حکمت والے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا (یعنی مہاجرین) اور جن لوگوں کو رہنے کی جگہ دی (یعنی نبی کریم ﷺ کو) اور ان کی مدد کی (یعنی انصار) تو یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے رفیق ہوں گے (مدد اور میراث میں) اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تو تمہارے لئے ان کی رفاقت میں سے (ولایت کسر و او اور فتح و او کے ساتھ ہے) کچھ نہیں ہے (لہذا تمہارے اور ان کے درمیان نہ میراث جاری ہوگی اور نہ ان کو مال غنیمت میں حصہ ملے گا) جب تک وہ اپنے وطن سے ہجرت نہ کریں (یہ حکم اس سورت کے آخری حکم کی وجہ سے منسوخ ہو گیا) ہاں اگر دین کے بارے میں مدد چاہیں تو بلاشبہ تم پر ان کی مدد لازم ہے (کفار کے مقابلہ میں) الا یہ کہ کسی ایسی قوم کے مقابلہ میں مدد چاہی جائے جس سے تمہارا عہد و پیمان ہے (بس اب تم اس قوم کے برخلاف اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ عہد شکنی کر سکتے ہو اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں (مدد اور میراث میں۔ لہذا تمہارے اور ان کے درمیان میراث جاری نہیں ہو سکتی) اگر تم ایسا نہیں کرو گے (یعنی مسلمانوں سے دوستی اور کافروں سے کٹ) تو ملک میں فتنہ پیدا ہو جائے گا اور بڑا فساد پھیلے گا (کفر طاقور اور اسلام کمزور ہو جائے گا) جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی تو فی الحقیقت یہی مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی (جنت میں) اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے (یعنی اول ایمان لانے والوں اور ہجرت کے بعد) اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو وہ بھی تمہارے ہی میں شمار ہیں (اے مہاجرین و انصار!) اور رشتہ دار قرابت دار) ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں (بہ نسبت اس ایمان و ہجرت کی وجہ سے یہ میراث پانے کے جس کا ذکر ابھی پچھلی آیت میں گزرا ہے) اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (منجملہ ان کے میراث کی حکمت بھی ہے)۔

تحقیق و ترکیب: فلیتوقعوا الخ اشارہ ہے ان یریدوا کے جواب شرط کی طرف ان الذین آمنوا۔ اس سے مراد مہاجرین اولین ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انصار کے ساتھ مواخات کرادی تھی۔ جس کی وجہ سے اجنبی ہونے کے باوجود میراث میں بھی ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے تھے، لیکن بعد میں آیت اولوالارحام نے اس جز کو منسوخ کر دیا۔ ولایۃ۔ حمزہ کی قرأت میں مکسور اور باقی قراء کے نزدیک مفتوح ہے۔ اول کے معنی غلبہ اور سنت کے ہیں اور دوسری صورت میں مددگاری کے معنی ہیں۔

ولا نصیب لہم۔ اس عبارت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب قتال نہیں کیا تو غنیمت میں شرکت کیسی؟ الا تفعلوہ ای ان لا تفعلوہ۔ نون ان شرطیہ کا اداء عام لانا فیہ میں کر دیا گیا ہے۔

والذین امنوا۔ بظاہر اس میں تکرار معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے، لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ پہلی آیت میں ایک دوسرے کی ولایت کو اور مومنین کی تین قسموں کو بیان فرمایا گیا تھا اور یہاں صرف تعریف و بزرگی اور خصوصیت بیان کرنی ہے اور ساتھ ہی مغفرت اور عزت کی روزگاری جیسے انجام کی خبر دینی ہے۔

من بعد۔ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد مگر فتح مکہ سے پہلے کیونکہ فتح مکہ کے بعد پھر ہجرت کا حکم نہیں رہا تھا۔

فاولئک۔ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اول مہاجرین افضل تھے، بعد کے مہاجرین سے۔ فی کتب اللہ۔ یعنی اللہ کا حکم اور اس کی طرف سے تقسیم ہے یا قرآن کریم کی آیات میراث مراد ہیں اور یالوح محفوظ یہ آیت حنفیہ کی دلیل ہے ذوی الارحام کی میراث کے متعلق۔ لیکن امام شافعیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ فی کتب اللہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نساء میں میراث کی بین کی ہوئی تقسیم مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل فرائض کو فرائض دیئے جائیں گے اور باقی مال عصابات کو ملے گا ذوی الارحام کو نہیں۔

ربط آیات:۔۔۔۔۔ آیت یسایہا النبی الخ حضرت عباسؓ کے ادائیگی فدیہ کے بعد افلاس کی شکایت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور پچھلی آیات میں کفار کو قتل کرنے، قید کرنے اور ان سے صلح کرنے کا بیان تھا اور یہ تینوں باتیں ظاہر ہے کہ غلبہ ہی کی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ کفار کو قتل و قید کرنے کی صورت میں تو مسلمانوں کا غلبہ کھلا ہوا ہے، اسی طرح دشمن صلح بھی جب ہی کرے گا جب دبا ہوا ہوگا۔ غرضیکہ وہ احکام غلبہ کی صورت کے تھے، لیکن دوسری صورت مسلمانوں کے مغلوب ہونے کی ہے۔ جس میں وہ ہجرت پر مجبور ہوں گے۔ اس لئے اگلی آیات ان الذین امنوا میں ہجرت کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔

شان نزول:۔۔۔۔۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کا معاوضہ فی کس چار سو درہم مقرر فرمایا تھا۔ لیکن حضرت عباسؓ نے عذر کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے روپیہ دین کر رکھا ہے وہ کہاں ہے؟ جس کے بارے میں تم گھر والی کو یہ وصیت کر کے آئے ہو کہ اگر میں سفر میں کسی مصیبت کا شکار ہو گیا تو یہ میرے بیٹوں فضل، عبداللہ اور قثم کے کام آئے گا۔ حضرت عباسؓ یہ سن کر حیران و ششدر رہ گئے اور بول اٹھے کہ خدا کی قسم! مجھے یقین ہو گیا تم خدا کے رسول ہو۔ کیونکہ ان مخفی باتوں کی بجز میرے اور میری بیوی ام فضل کے کسی کو خبر نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ نے یوتکم خیرا مما اخذ منکم کا وعدہ تو اس طرح پورا فرمادیا کہ اس وقت مجھے بیس اوقیہ سونا یعنی تقریباً دو سو روپے دینے پڑے تھے اور اب میرے پاس بیس غلام ہیں اور سب سے کم درجہ کے غلام سے بیس ہزار روپیہ کی مضاربت کر رکھی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اتنا مال دیا کہ اٹھایا نہیں اٹھا۔ گود بھر کر لے جا رہے تھے، مگر چلا نہیں جا رہا تھا اور اللہ کے دوسرے وعدہ ویغفر لکم کا مجھے انتظار ہے، امید ہے کہ وہ بھی پورا ہو جائے گا۔

﴿تشریح﴾:۔۔۔۔۔ اسلام کا بے نظیر بھائی چارہ:۔۔۔۔۔ اسلام کی دعوت نے آپس میں میل جول اور محبت والفت کی جو روح پھونک دی تھی اس کا عجیب و غریب منظر تاریخ نے آج تک محفوظ رکھا ہے یہ نو مسلموں کا بھائی چارہ مواخات کہلاتا تھا۔ یعنی اسلامی رشتہ سے ایک نو مسلم دوسرے نو مسلم کا بھائی ہو جاتا تھا اور پھر ساری باتوں میں دونوں ایک دوسرے کی شریکت و ملکیت کے ویسے ہی حق دار ہو جاتے جیسے حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث ہو جاتا تھا۔ یہ مواخات دو مرتبہ ہوتی۔ ایک دفعہ مکہ میں۔ جو صرف مہاجرین کے درمیان ہوئی تھی اور دوسری دفعہ مدینہ میں اور یہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ہوئی تھی۔ ایک قول

کے مطابق یہ نوے اشخاص تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سو آدمی تھے۔ مسلمانوں میں اسلامی بھائی چارگی کا ایسا دواہ پیدا ہو گیا تھا کہ خون کے عزیز یوں سے کہیں زیادہ ان کو اپنا سمجھنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک مر جاتا تو اس رشتہ میں پرویا ہوا بھائی اس کا وارث سمجھا جاتا۔ انہوں نے سارے اپنے پچھلے رشتے بھلا دیتے تھے۔ صرف ایک ہی رشتہ کی لگن باقی رہ گئی تھیں۔ یعنی سب اللہ کے رسول ﷺ کے فدائی اور سب اسی کے حسن جہاں آرا پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے والے ہیں۔

مسلمانوں کا غلبہ یقینی ہے:..... آیت ان یریدوا سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اپنے ایمان میں شبہ تھا؟ یا خدا ہی کو نعوذ باللہ ان دونوں باتوں کا احتمال معلوم ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تسلی کے لئے اور شرط اخلاص کی تاکید کے لئے اصل زور خیانت کی صورت میں ”امکن منہم“ یعنی قابو میں آ جانے پر دینا ہے اور یہ بتلانا ہے کہ ان کی خیانت کی صورت میں تم اپنا غلبہ یقینی سمجھو۔

ہجرت اور میراث کے احکام:..... ہجرت کے صورت میں میراث کے احکام کا حاصل یہ ہوگا کہ انسان دو حال سے خالی نہیں مسلمان ہوگا یا کافر۔ کافر کا حکم یہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی میراث پانے کے حق دار ہیں۔ البتہ مسلمان ان کا وارث نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ مسلمان کے وارث ہوں گے۔ یہ احکام اب بھی باقی ہیں۔

البتہ مسلمان دو طرح کے ہیں۔ ایک فتح مکہ سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجر اور دوسرے غیر مہاجر۔ فتح مکہ کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے بعد تو سارا عرب دارالاسلام بن گیا تھا۔ اس لئے سب جگہ رہنا پھر یکساں ہو گیا تھا۔ کسی جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں رہ گئی تھی۔

بہر حال مہاجرین خواہ بالکل اول کے ہوں یا بعد کے ان میں باہمی تفاضل اور فرق مراتب تو خیر ایک علیحدہ بات ہے اور وہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر اس بارے میں دونوں برابر تھے کہ مدینہ کے رہنے والے جن انصاریوں سے ان کی مواخات ہو گئی تھی ان سے رشتہ داروں کی طرح آپس میں ایک دوسرے کے لئے میراث کے احکام جاری ہوتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

اور غیر مباح کا پہلے یہ حکم تھا کہ اس میں اور اس کے مہاجر رشتہ دار میں بھی احکام میراث جاری نہیں ہوتے تھے۔ لیکن یہ حکم بھی اب منسوخ ہو گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اب دار مختلف ہونے کی وجہ سے بھی میراث نہیں روکی جائے گی۔ بلکہ جاری رہے گی۔ البتہ کفار میں دار مختلف ہونے کی صورت میں باہمی میراث جاری نہیں ہوگی۔ مگر غیر مہاجرین کو میراث سے محروم رکھنے کے باوجود اتنا حق ضرور دیا گیا تھا۔ کہ وہ کفار کے مقابلہ میں کسی مذہبی جنگ کے متعلق مہاجرین سے امداد مانگے تو اس کی امداد واجب تھی۔

ہاں اگر ایسے کفار کے مقابلہ میں مہاجرین سے امداد طلب کر رہا ہو کہ خود مہاجرین کا پہلے سے ان کفار کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہو تو جب تک یہ عہد باقی رہے گا مسلمان مہاجر دوسرے غیر مہاجر مسلمان کو امداد نہیں دے سکے گا۔

البتہ اگر مہاجر مسلمان کافر سے کئے ہوئے عہد کو باقاعدہ توڑ دے تو پھر غیر مہاجر مسلمان کی مدد کرنا جائز ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے وقت میں خود عہد کو توڑنا جائز ہوگا یا ناجائز؟ اس کی تفصیل فقہ و تفسیر کی بڑی کتابوں میں ملے گی۔

مہاجرین و انصار کے درمیان جو میراث کا سلسلہ تھا آخری آیت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مورث کی طرح دوسرے مہاجر یا ناصری رشتہ دار کے موجود نہ ہونے کی شرط ہوگی۔ ورنہ اولوا الارحام بعضهم الخ کی رو سے رشتہ دار مقدم

ہوتا ہوگا اور یہ حکم اگرچہ بعد کے مہاجرین کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ لیکن مہاجرین اولین میں یہ شرط زیادہ پائی جاتی ہوگی۔ بعد میں جب لوگ بکثرت مسلمان ہونے لگے اور ہجرت بھی عام ہو گئی تو اکثر رشتہ دار یک جا ہو گئے اور کسی دوسرے رشتہ دار کے پائے جانے کی شرط ہونا اور وہ نہ ہو تو ہجرت اور نصرت کی وجہ سے میراث جاری ہونے کا حکم دونوں کے لئے عام تھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے بعد سورۃ احزاب کی آیت النبی اولی بالمؤمنین الخ سے منسوخ ہو گیا۔ اب مسلمان رشتہ دار خواہ دار الحرب میں ہو یا دارالاسلام میں بہر صورت وارث ہوگا۔ (من البیان مسہلاً) بعض بیانات سہل اور آسان ہوتے ہیں۔

لَطَائِفِ آیات: آیت ان يعلم اللہ سے معلوم ہوا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی بعد دولت دنیا و آخرت کی برکات نصیب ہوتی ہیں۔ خواہ مالی اور مادی یا باطنی۔

سُورَةُ التَّوْبَةِ

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ إِلَّا الْآيَتَيْنِ اخْرَجَهَا مِائَةٌ وَثَلَاثُونَ أَوْ الْآيَةُ

وَلَمْ تُكْتَبْ فِيهَا الْبِسْمَلَةُ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْمُرْ بِذَلِكَ كَمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَدِيثِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَأُخْرِجَ فِي مَعْنَاهُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ الْبِسْمَلَةَ أَمَانٌ وَهِيَ نَزَلَتْ لِرَفْعِ الْأَمَنِ بِالسَّيْفِ وَعَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّكُمْ تَسْمُونَهَا سُورَةَ التَّوْبَةِ وَهِيَ سُورَةُ الْعَذَابِ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّهَا اخْرَجُ سُورَةُ نَزَلَتْ هَذِهِ بِرَأْيِ بَرَاءَةَ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاصِلَةٌ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١﴾ عَهْدًا مُطْلَقًا أَوْ دُونَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ أَوْ فَوْقَهَا وَنَقَضَ الْعَهْدَ بِمَا يُذَكَّرُ فِي قَوْلِهِ فَمُيْحَرُوا سِيرُوا أَمِينًا أَيُّهَا الْمُشْرِكُونَ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ أَوَّلُهَا شَوَّالٌ بِدَلِيلِ مَا سَيَأْتِي وَلَا أَمَانٌ لَكُمْ بَعْدَهَا وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ أَيُّ فَاتِي عَذَابِهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴿٢﴾ مُذِلُّهُمْ فِي الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْآخِرَى بِالنَّارِ وَأَذَانُ إِعْلَامٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمَ النَّحْرِ أَنَّ أَيُّ بَاءَ اللَّهُ بَرِيءًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَعُهُودِهِمْ وَرَسُولُهُ بَرِيءٌ أَيْضًا وَقَدْ بَعَثَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا مِنَ السَّنَةِ وَهِيَ سَنَةٌ تَسَعٍ فَأَذَّنَ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَنْى بِهَذِهِ الْآيَاتِ وَأَنَّ لَا يَحْجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فَإِنْ تَبْتُمُ مِنَ الْكُفْرِ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَنِ الْإِيمَانِ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ الْيَوْمِ ﴿٣﴾ مُؤْلِمٌ وَهُوَ الْقَتْلُ وَالْإِسْرُفُ فِي الدُّنْيَا وَالنَّارُ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا مِنْ شُرُوطِ الْعَهْدِ وَلَمْ يُظَاهِرُوا يُعَاوَنُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى انْقِضَاءِ مُدَّتِهِمْ الَّتِي عَاهَدْتُمْ عَلَيْهَا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ بِاتِّمَامِ الْعُهُودِ فَإِذَا انْسَلَخَ خَرَجَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ وَهِيَ اجْرُمُدَةُ التَّاجِيلِ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ

وَجَدُ تَمُوهُمْ فِي جَلٍّ أَوْ حَرَمٍ وَخَذُوهُمْ بِالْأَسْرِ وَأَخْضَرُوهُمْ فِي الْقِلَاعِ وَالْحُصُونِ حَتَّى يَصْطَرُوا إِلَى الْقَتْلِ أَوْ الْإِسْلَامِ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ طَرِيقِي يَسْلُكُونَهُ وَنَصَبُ كُلِّ غَنَى نَزْعِ الْحَافِصِ فَإِنْ تَابُوا مِنْ الْكُفْرِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ وَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۹۰ لِمَنْ تَابَ وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَرْفُوعٌ بِفِعْلِ يُفْسِرُهُ اسْتَجَارَكَ اسْتَأْمَنَكَ مِنْ الْقَتْلِ فَاجْرُهُ أَمِنَهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ الْقُرْآنَ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَا مَنَّهُ أَيْ مَوْضِعَ أَمْنِهِ وَهُوَ دَارُ قَوْمِهِ إِنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِغَيْرِ لَيْطَر فِي أَمْرِهِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۱﴾ دِينَ اللَّهِ فَلَا بُدَّ لَهُمْ مِنْ سَمَاعِ الْقُرْآنِ يَتَعْلَمُوا

ترجمہ: پوری سورہ توبہ مدنی ہے۔ یا بجز دو آخری آیتوں کے مدنی ہے۔ اس کی کل آیات ایک سو تیس ۱۳۰ ہیں یا بجائے دو آیتوں کے ایک آیت مدنی ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

(اور اس سورت کے شروع میں بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ حاکم کی روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کے ہم معنی حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ”بسم اللہ“ پروانہ امن ہے اور سورہ توبہ جہد کے ذریعہ امن کو اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ یہ لوگ اس کو ”سورہ توبہ“ کہتے ہیں حالانکہ یہ سورہ عذاب ہے اور امام بخاری نے براءؓ سے روایت کی ہے کہ سورہ توبہ آخری سورہ ہے یہ ہے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بری الذمہ ہونے کا اعلان، ان مشرکین کے لئے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا (خواہ بلا تعین مدت کے ہو یا چار مہینے سے کم یا زیادہ کا۔ اور پھر انہوں نے عہد شکنی بھی کر دی ہو۔ اس دست برداری کا ذکر اس قول میں ہے) کہ چل پھر لو (اے مشرکین! امن کے ساتھ گھوم، پھر لو) ملک میں چار مہینے تک (جس کی ابتداء شواہ سے ہوگی۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اس کے بعد ان کے لئے کوئی امان نہیں ہے) اور یاد رکھو تم کبھی اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے (یعنی ان کے عذاب سے بچ کر نہیں نکل سکو گے) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کر کے رہیں گے (دنیا میں تو قتل کی ذلت میں مبتلا کر کے اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جھونک کر) اور اللہ اور رسول کی طرف سے حج کے بڑے دن (قربانی کے دن) کی تاریخوں میں منادی (اعلان) کیا جاتا ہے کہ اللہ بری الذمہ ہے اور اس کا رسول (بھی) مشرکین (اور ان کے عہد) سے (چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کسی سال حضرت علیؓ کو، موافق فرمایا یعنی ۹ھ میں انہوں نے قربانی کے روز ان آیات کا اعلان فرمایا اور بتلایا کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج کے لئے نہیں آ سکے گا ورنہ کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکے گا۔ جیسا کہ بخاری نے روایت کی ہے) پھر اگر تم توبہ کر لو (کفر سے) تو تمہارے لئے اس میں بہتری ہے اور اگر نہ مانو گے (ایمان لانے کو) تو جان رکھو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور خوشخبری سنا دیجئے (خبر دے دیجئے) ان کافروں کو دردناک عذاب کی (جو تکلیف دو ہوگا۔ دنیا میں تو قتل و قید کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں) ہاں مردہ مشرکین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جن سے تم نے عہد لیا۔ پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی (سراغ عہد کی رو سے) اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی (کافر) کی مدد (امانت) کی۔ سو چاہئے کہ ان کے معاہدہ کو میعاد کے ختم ہونے تک پورا کر دو (جو تم نے مقرر کی تھی) واقعی اللہ تعالیٰ دوست رکھتے ہیں (عہد پورا کرنے میں) احتیاط برتنے والوں کو۔ پھر جب حرمت کے مہینے گزر (ختم ہو) جائیں۔ (جو میعاد کی آخرت مدت ہوگی) تو ان مشرکین کو مارہ جہاں پاؤں (حرم ہو یا غیر حرم) اور گرفتار کر لو (قید کر لو) اور پھر لو (قلعوں میں اور محاصرہ کر لو۔ یہاں تک کہ جنگ یا اسلام کے لئے مجبور ہو جائیں) اور داؤ گھات کی جگہوں میں ان کی تاک میں بیٹھ جاؤ (عام چال اور استتوں میں اور لفظ کل منصوب ہے مگر حذف جار کے ساتھ) پھر اگر توبہ کر لیں (کفر سے) اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (ان سے تعرض نہ کرو) واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں (جو توبہ کرنے) اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص (لفظ احد

مرفوع ایسے فعل سے جس کی تفسیر آگے ہے) آپ ﷺ سے پناہ چاہے (یعنی قتل ہونے سے امان طلب کرے) تو آپ ﷺ اسے پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الہی (قرآن پاک) سن سکے۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پہنچا دو (یعنی امن کی جگہ اور وہ جگہ وہ ہے جہاں اس کے قرابت دار ہوں۔ تاکہ اگر ایمان نہ لایا ہو تو غور کا موقع مل سکے) یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ یہ لوگ پوری طرح باخبر نہیں ہیں (اللہ کے دین سے۔ پس ان کے جاننے کے لئے ان کا قرآن سننا ضروری ہوا۔)

تحقیق و ترکیب: سورۃ التوبہ۔ اس سورت میں مسلمانوں کی توبہ کا بیان ہے اس لئے یہ نام ہوا۔ الا الایس یعنی لفقہ جاء کم الخ سے دواً خری آیتیں مکی ہیں اور یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں۔ یا صرف ایک آیت لفقہ جاء کم الخ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لم تکتب۔ اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کے متعلق پانچ قول ہیں سب سے اصح رائے وہی ہے جس کو مفسر جلال ذکر کر رہے ہیں کہ اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ میں نے اس کو ”سورۃ انفال“ کے ساتھ سمجھا اور دونوں سورتوں میں یکساں نیت و مناسبت ظاہر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ چونکہ اس میں کفار کے نقض عہد اور منافقین کی رسوائی کا بیان ہے۔ اس لئے گویا یہ سورہ عذاب ہے جس کے ساتھ بسم اللہ الخ بے جوڑ ہے۔ کیونکہ بسم اللہ میں رحمت کا بیان ہے اور رحمت اور عذاب میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اسی لئے اس سورت کو سورۃ الفاضلہ اور سورۃ العذاب اور سورۃ التوبہ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ صحابہؓ کے اختلاف کی وجہ سے کہ سورۃ انفال اور یہ سورۃ دونوں ایک ہیں یا دو؟ پس دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے خیال سے تو بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہے۔ لیکن دو سورتیں ہونے کے خیال سے دونوں سورتوں کے درمیان خلی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ یہ اس وقت کے جنگی اصول و رواج کے مطابق ایسا کیا گیا ہے۔ کیونکہ نقض عہد کے وقت مراست کی صورت میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی تھی۔ یہاں بھی مشرکین کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا ہے۔

لہذا۔ یہ اشارہ ہے مبتداء محذوف کی طرف اور واصلۃ کہہ کر مفسر علام نے من کے ابتدائیہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا جس کا تعلق محذوف کے ساتھ ہے۔ ای براءۃ واصلۃ من اللہ ورسولہ۔ (براءت جو پہنچنے والی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے) یا الی الذین کے متعلق محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور من اللہ کا متعلق بھی محذوف ہو۔ ای ہذا براءۃ مستداۃ من جهة اللہ ورسولہ واصلۃ الی الذین الخ (یہ براءت شروع ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے پہنچنے والی ہے ان لوگوں کی طرف)

نوفض العہد۔ اس کا تعلق پہلی تینوں سورتوں سے ہے یعنی مشرکین نے عہد توڑ دیا ہو۔ اس صورت میں اس کا عطف عہد تم۔ پر ہوگا۔ لیکن اس کو حال بنانا زیادہ بہتر ہے۔ بما یدکر۔ اس کا تعلق ”براءۃ“ سے ہے خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جس کافر نے عہد توڑ دیا ہو اس کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے اور جس نے عہد نہیں توڑا تو تم بھی اس کے وفائے عہد تک پابند رہو۔

زید بن تیہج نے مروی ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپ حجۃ الوداع سے پہلے کیا پیغام لے گئے تھے؟ فرمایا چار دفعات تھیں۔ ۱۔ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کیا جائے گا۔ ۲۔ جس نے آنحضرت ﷺ سے کوئی معاہدہ کیا ہوگا تو وہ اپنی میعاد تک باقی رہے گا۔ ۳۔ اور جس عہد کی کوئی میعاد نہیں ہوگی اس کو چار مہینے کی مہلت ہے۔ ۴۔ جنت میں بجز مسلمان کے کوئی نہیں داخل ہوگا۔ آئندہ سال مسلمان اور مشرک ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکیں گے۔

اولہا شوال۔ یہ رائے زہریؒ کی ہے اور دوسروں کی رائے یہ ہے کہ ان مہینوں کی ابتداء ”حج اکبر“ کے دن سے ہے اور دس ربیع الثانی تک ختم ہے۔ بغویؒ اس کو اصبوب کہتے ہیں اور اکثر کی رائے یہی ہے۔

سیاتی۔ اس سے مراد آیت فاداً انسلخ الا شہر الحرم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امان کے پورا ہونے کی مدت

حرام مہینوں کے پورا ہونے تک ہے جس میں آخری مہینہ محرم ہے۔ اس طرح شوال سے محرم تک چار مہینے ہوتے ہیں۔ اداں فعال بمعنی افعال ہے۔ جیسے امان اور عطاء۔ اس کا عطف لفظ ہوائے پر ہو رہا ہے۔ حج الاکبر۔ ترمذی حضرت علیؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ”یوم حج اکبر“ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ قربانی کا دن۔ دوسری آحادیث بھی اس کی شواہد ہیں۔

وقد بعث آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھی ان پیغامات پہنچانے کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے روانہ ہو گئے اور حضرت علیؓ عرج میں ان سے جا کر ملے۔ علماء نے اس پر کلام کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی روانگی پر کیوں اکتفاء نہیں کیا اور حضرت علیؓ کی ہمراہی کیوں ضروری سمجھی؟

بات دراصل یہ تھی کہ عرب اپنی عادت کے مطابق کسی عہد کی پابندی یا عہد شکنی بغیر کسی خاندانی معتبر شخص کے لائق اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی ہونے کے ناطہ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے آپ کی شمولیت ضروری سمجھی گئی۔

رابط آیات: اس سورت سے پچھلی آیات میں جہاد اور اس کے احکام کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی چند غزوات اور ان سے متعلق کچھ واقعات کا بیان ہے۔ مثلاً: مشرکین سے کئے ہوئے عہد کے ختم ہونے کا اعلان۔ فتح مکہ۔ غزوہ حنین۔ کفار کو حرم سے نکال دینا۔ غزوہ تبوک اور واقعہ ہجرت۔

شان نزول و ﴿تشریح﴾: واقعات کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ اولاً ۱۔ میں مکہ معظمہ فتح ہوا۔ پھر اسی سن میں غزوہ حنین ہوا۔ پھر ربیعہ ۲۔ میں غزوہ تبوک پیش آیا۔

پھر ذی الحجہ ۳۔ میں عہد کے ختم کرنے اور کفار کو باہر نکالنے کا اعلان ہوا۔

آیات نازل ہونے کی ترتیب: جو آیتیں فتح مکہ سے متعلق ہیں۔ ان کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتح سے پہلے نازل ہوئیں تھیں۔ البتہ غزوہ حنین سے جو آیتیں متعلق ہیں وہ غزوہ کے بعد کی ہیں۔ چنانچہ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں سورہ براءت کی آیات۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱

کے حلیف خزامہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے بھی یہ سمجھ کر کہ اول تو رات کا وقت ہے کون دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ مسلمانوں کو کیا خبر ہوگی۔ اپنے حلیفوں کا ساتھ دیا اور ہتھیاروں اور جوانوں سے ان کی مدد کی۔ اس طرح گویا اپنا کیا ہوا عہد توڑنے میں خود انہوں نے پہل کر دی۔ چنانچہ جب اس کی اطلاع خزامہ نے آنحضرت ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے بھی پوشیدہ طریقہ پر تیاری کر کے ۸۔ ۷ میں قریش پر لشکر کشی کر دی۔ مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔ بہت سے روئے ساء قریش مسلمان ہو گئے۔

چار جماعتیں: شروع سورت میں جماعتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ عہد شکنی کرنے والے قریش بھی ان میں داخل ہیں۔ بنو ضمرہ اور بنو کنانہ کے دو قبیلوں نے آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا تھا اور سورہ براءۃ نازل ہونے کے وقت ان کے معاہدہ کی مدت نو مہینے باقی رہ گئی تھی۔ تیسری جماعت عام قبائل عرب کی وہ تھی جن سے بلا تعین مدت معاہدہ ہوا تھا اور چوتھی جماعت عام قبائل عرب میں سے ان کی تھی جن سے کچھ بھی عہد نہیں ہوا تھا۔

بہر حال سورت کے شروع میں ان چاروں جماعتوں کے احکام ذکر کئے جا رہے ہیں۔ پہلی جماعت کا حکم فتح مکہ سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور جب یہ عہد توڑ ڈالیں۔ تم بھی ان سے جنگ کرو۔ دوسرے تیسرے رکوغ میں اسی جماعت کا ذکر چل رہا ہے۔ البتہ چونکہ انہوں نے خود عہد شکنی کی تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ کسی مہلت کے مستحق نہیں رہے اور اس لحاظ سے نزول براءت کے بعد ان کے ساتھ فوراً اعلان جنگ ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر حرام مہینوں کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا۔ کہ جب یہ مہینے گزر جائیں تو ان سے جنگ کی اجازت ہے۔

ایک شبہ کا جواب: رہا یہ شبہ کہ فتح مکہ سے پہلے اگرچہ ان لوگوں نے عہد توڑ ڈالا تھا۔ مگر فتح مکہ کے بعد تو امن عام ہو گیا تھا۔ پھر ان کے غیر مامون ہونے کا کیا مطلب؟

جواب یہ ہے کہ براءت نازل ہونے کے وقت ان کا غیر مامون ہونا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ بلا مہلت ان سے امن اٹھانے کی وجہ بتلانا مقصود ہے۔ یعنی چونکہ یہ لوگ بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں اس لئے دوسروں کے برابر ان کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ دوسری جماعت نے چونکہ عہد نہیں توڑا اس لئے آیت الا الذین عاہدتم من المشرکین الخ میں ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی مدت پوری ہونے دو۔ البتہ تیسری اور چوتھی جماعت کا ایک ہی حکم ہے کہ اعلان ہونے کے بعد ان کو چار مہینے کی مہلت ہے۔ جہاں چاہیں یہ لوگ چلے جائیں۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ لوگ قتل کے مستحق ہو جائیں گے۔ شروع کی آیتوں میں ان کا ذکر ہے۔ نیز نو مہینے گزر جانے کے بعد دوسری جماعت کا حکم بھی تیسری اور چوتھی جماعت کی طرح ہو جائے گا کہ ان کے لئے امن نہیں رہے گا۔

غرض کہ سال بھر کے اندر اندر یہ سرزمین مقدس کفار کے وجود سے پاک کر دی جائے گی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ۹ھ کے حج کے موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ مکہ معظمہ عرفات و بمخنی میں عام اعلانات کرا دیئے اور حضرت علیؓ کے ذریعہ خصوصیت سے یمن میں بھی اعلان کرا دیا اور مقصود اگرچہ صرف ان ہی آیتوں کا اعلان تھا۔ مگر بعض روایتوں میں پوری سورت سنا دینے کے متعلق جو آیا ہے سو ممکن ہے کفار کے زیادہ مرعوب کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔

چاروں جماعتوں کے احکام: بہر حال پہلی جماعت کو حرام مہینوں یعنی محرم کے ختم تک اور دوسری جماعت کو دسویں رمضان ۱۰ھ تک اور تیسری، چوتھی جماعت کو دسویں ربیع الثانی تک حدود سے باہر ہو جانا چاہئے۔ پس لا یقربوا المسجد الحرام الخ کی رو سے اگلے حج تک کوئی کافر بھی حدود میں داخل نہیں رہنے پائے گا۔ حدیث لا یحجن بعد العام مشرک کا مطلب بھی یہی ہے اور مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے۔ چنانچہ اگلے سال ذی الحجہ ۱۰ھ میں آنحضرت ﷺ بنفس نفیس ایسی حالت میں حج کے لئے تشریف لے گئے کہ کسی مخالف کا غل و غش باقی نہ رہا۔ آپ ﷺ کا ارادہ پورے جزیرۃ العرب کو کفار سے خالی کرنے کا

تھا۔ لیکن ربیع الاول ۱۱ھ میں چونکہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی اس لئے یہ ارادہ پورا نہیں ہو سکا۔ تاہم صحابہؓ نے آپ ﷺ کے اس عزم کی تکمیل فرمادی۔

حضرت عثمانؓ کا تحقیقی جواب:..... ترمذی کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ سورۃ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۃ براءت کو جو مہین میں سے ہے دونوں کو آپ ﷺ نے پاس پاس رکھا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہیں لکھی اور سورۃ انفال کو سبع طوال میں کیوں رکھ دیا ہے؟

جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ پر چونکہ بعض دفعہ کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا تھا۔ اس لئے کسی آیت کے نازل ہونے پر آپؓ کا تب کو بلا کر فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں فلاں سورت میں لکھ دیا جائے۔ پس سورۃ انفال مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورتوں میں سے اور سورۃ براءت آخر قرآن میں سے ہے اور دونوں سورتوں میں چونکہ باہمی مناسبت تھی۔ جس کی وجہ سے دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا اس لئے میں نے یہ سمجھا کہ سورۃ براءت سورۃ انفال کا جزء ہے۔ اور ہر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے اس کی کوئی تصریح بھی نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھ دیا اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور سورۃ انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اور بقول بیضاوی اختلاف صحابہؓ کی وجہ سے دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب:..... قرآن کریم کی ترتیب میں خاص طور پر اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ بڑی بڑی سورتیں اول میں رکھی گئی ہیں اور ان سے چھوٹی سورتیں ان کے بعد۔ اور سب سے چھوٹی سورتیں سب سے آخر میں رکھی گئی ہیں۔ اس طرح سورۃ بقرہ سے سورۃ براءت کے بعد تک علاوہ سورۃ انفال کے سات سورتوں میں سو سو ۱۰۰ آیات سے زائد ہونے کی وجہ سے سات سورتوں کو ”سبع طوال“ اور ”مہین“ کہا جاتا ہے اور سورۃ انفال کو اور سورۃ یوسف کے بعد کی سورتوں کو سو سو ۱۰۰ آیات سے کم ہونے کی وجہ سے ”مثانی“ کہتے ہیں اور بالکل اخیر کی سورتیں ”مفصل“ کہلاتی ہیں۔

حاصل سوال:..... پس حضرت عثمانؓ سے جو سوال کیا گیا ہے اس کا حاصل تین باتیں نکلتی ہیں۔ ۱۔ سورۃ براءت کے ”مہین“ میں سے اور سورۃ ”انفال“ کے ”مثانی“ میں سے ہونے کی وجہ سے باہم کوئی مناسبت نہیں ہے۔ پھر ان دونوں سورتوں کو ایک جگہ کیوں رکھ دیا گیا ہے؟ ۲۔ جب سورۃ انفال اور سورۃ توبہ الگ الگ دو سورتیں ہیں تو پھر دوسری سورتوں کی طرح ان کے بیچ میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ ۳۔ سورۃ انفال سے چونکہ سورۃ توبہ بڑی تھی۔ اس لئے سورۃ توبہ کو ”سبع طوال“ میں شمار کرنا چاہئے تھا نہ کہ سورۃ انفال کو؟

حاصل جواب:..... حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ نکلا کہ بسم اللہ کا نازل ہونا چونکہ کسی سورت کے مستقل ہونے کی علامت تھی اور آنحضرت ﷺ کا کسی آیت کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ آیت فلاں سورت میں داخل ہے۔ اس آیت کے جزء ہونے کی علامت تھی۔ لیکن سورۃ براءت میں نہ تو بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ آپ ﷺ نے صراحتاً کچھ ارشاد فرمایا۔ جس کی وجہ سے اس سورت کا حال مشتبہ رہا کہ آیا یہ سورت مستقل ہے یا کسی دوسری سورت کا جزء ہے؟ اس لئے حضرت عثمانؓ کو دونوں پہلوؤں کی رعایت کرنی پڑی۔ استقلال کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے تو بسم اللہ نہیں لکھی اور جزئیت کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں سورتوں کے بیچ میں خالی جگہ چھوڑ دی، جس سے سوال کے دوسرے جزاء کا جواب بھی نکل آیا۔ پھر چونکہ سورۃ توبہ میں کسی سورت کے جزء ہونے کا بھی احتمال تھا۔ سورۃ انفال کے معانی و مضامین سے اس کو زیادہ مناسبت و مشابہت معلوم ہوئی۔ اس لئے دونوں سورتوں کو پاس پاس لکھ دیا۔ جس سے سوال کے پہلے جزاء کا جواب نکل آیا۔ باقی یہ مصلحت سورۃ توبہ کو اول اور سورۃ انفال کو بعد میں رکھنے کی صورت میں بھی حاصل ہو سکتی تھی؟

تو اس کی ایک وجہ تو اسی اول جز کے جواب سے نکل آئی کہ اس صورت میں سورۃ توبہ کے سورۃ انفال کی جزئیت کے احتمال والی

جانب اشارہ نہ ہوتا۔ بلکہ سورۃ توبہ جس سورت کے بعد رکھی جاتی۔ اس کے جزاء ہونے کا احتمال ہو جاتا۔ جو مطلوب نہیں ہے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے اس توجیہ کو ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ مستقل جواب یہ دیا کہ سورۃ انفال چونکہ پہلی سورتوں کے ساتھ نازل ہوئی۔ اور سورۃ براءت آخر کی سورتوں کے ساتھ۔ اس لئے سورۃ انفال کو پہلے اور سورۃ توبہ کو بعد میں رکھا گیا ہے اور چونکہ اس میں کوئی رکاوٹ کی وجہ نہیں ہوئی۔ اس لئے سورۃ براءت کا سبع طوال میں داخل ہونا۔ سورۃ انفال کی نسبت زیادہ مناسب ہوا۔

سُورَت بَرَاءَت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ: اور بسم اللہ نہ لکھنے کے سلسلہ میں جلال محقق نے جو حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ بسم اللہ اللہ کی طرف سے امان کا پروانہ ہے اور اس سورۃ میں امان کا اٹھنا ہے۔ سو یہ بسم اللہ نہ لکھنے کی علت نہیں بلکہ ایک نکتہ حکمت ہے اصل علت حضرت عثمانؓ کا ارشاد مذکورہ ہے۔

سورۃ براءت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ جب اس کے جزو سورت ہونے کا احتمال ہوا تو معلوم ہو گیا کہ جو شخص اسی سورت سے پڑھنا شروع کرے یا اس سورت کے درمیان میں کہیں سے۔ تو ان دونوں حالتوں میں اسے بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ البتہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا چلا آ رہا ہے اس کو بغیر بسم اللہ پڑھے اس سورت کو شروع کر دینا چاہئے۔ پہلی دونوں حالتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنا بلکہ تینوں حالتوں میں۔ ایک منکھروت عبارت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْكُفَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْعِجْبَارِ۔ پڑھنا بدعت اور ترک سنت ہے۔ ایسا کرنے سے ایک حالت میں ایک بدعت اور دو حالتوں میں دو بدعت اور تینوں حالتوں میں تین بدعتوں کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

پندرہ تنبیہات: اب ان آیتوں سے متعلق کچھ ضروری تنبیہیں قابل ملاحظہ ہیں:

۱: پہلی آیت میں لفظ عَاهِدْتُمْ کے ساتھ کسی مدت کی قید نہ لگانا قرینہ ہے کہ اس سے تیسری جماعت مراد ہے۔ اس طرح اس جماعت کا حکم عبارت النص سے اور چوتھی جماعت کا حکم دلالة النص سے ثابت ہو جائے گا۔

۲: تیسری آیت میں مشرکین کا لَمْ يَنْقُصُوا كُمْ کے مقابلہ میں آنا اس کا قرینہ ہے کہ یہ مشرکین کی پہلی جماعت ہے جو عہد توڑنے والی ہے۔

۳: چوتھی آیت میں لَمْ يَنْقُصُوا كُمْ اور اِلٰی مَدَتِهِمْ کے الفاظ دوسری جماعت مراد لینے کا قرینہ ہیں۔

۴: پہلی جماعت کے متعلق براءت کے ساتھ چار مہینے کی مدت نہ ہونا۔ اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کے لئے کوئی مدت نہیں۔

۵: پھر آگے چل کر پانچویں آیت میں ایک رکاوٹ کو ذکر بھی کر دیا کہ اگرچہ ان کے لئے امن کی کوئی میعاد نہیں ہے۔ لیکن حرام مہینوں کی وجہ سے سردست اجازت نہیں ہے۔ یا تو اس لئے کہ اس وقت تک ان کی حرمت باقی ہوگی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔ اگرچہ متعین طور پر ناخ ہمارے علم میں نہ ہو۔ لیکن حدیث لا یجتمع امتی علی الضلالة (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) کی رو سے کسی گمراہی پر امت کا اجماع چونکہ شرعاً محال ہے اس لئے یہ اجماع نسخ کی دلیل ہوگا اور یا اس لئے سردست اجازت نہیں کہ اگرچہ اس وقت بھی ان کی حرمت باقی نہ ہو۔ تاہم اس مصلحت سے کہ تمام عرب میں پہلے سے ان مہینوں کی حرمت مشہور و معروف چلی آ رہی ہے اور عنقریب حدود سے ان لوگوں کا اخراج تجویز ہو ہی چکا تھا۔ پس تھوڑے دن کے لئے مسلمان کیوں بدنام کئے جائیں۔ نیز جس طرح دوسری جماعتیں کچھ نہ کچھ میعاد سے فائدہ اٹھائیں گی۔ استحقاق نہ ہونے کے باوجود ان کو بھی اگر کچھ موقع مل جائے تو مناسب ہوگا۔

۶: پہلی جماعت کے جو دو حکم بیان کئے گئے ہیں یعنی رکاوٹ دور ہونے کے بعد قید اور قتل کا جائز ہونا اور اسلام لے آنے کی صورت میں آزادی۔ یہ دونوں حکم باقی جماعتوں میں بھی مشترک ہیں۔ چنانچہ دوسری اور تیسری آیات میں غیر معجزی اللہ سے اس ترسیب و ترتیب کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ البتہ چوتھی آیت میں ترغیب و ترہیب اس لئے ذکر نہیں کی گئی کہ کلام استثنائی ہو رہا ہے

جس کا پہلے کلام سے تعلق ہوتا ہے اور پہلے کلام میں ترغیب و ترہیب آ ہی چکی ہے۔ اس لئے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں رہی۔
۷۔ دو جگہ ترغیب و ترہیب کا اشارہ اور ایک جگہ صراحت ذکر ہونا ممکن ہے اس لئے ہو۔ کہ عہد توڑنے کی وجہ سے یہ لوگ تصریح کے زیادہ محتاج ہیں۔

۸۔ یہاں صرف اسلام اور اعراض کو بیان کرنا اور جزیہ کا ذکر نہ کرنا اس لئے ہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ پس لفظ اخذ اور حصر سے مراد ان شرکاء جنگ کو غلام بنانا نہیں ہوگا۔ ہاں عرب کے علاوہ دوسرے کفار کو غلام بنالینا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔
۹۔ جن لوگوں کو چار مہینے کی مہلت تھی۔ عہد توڑنے والوں کی طرح ان کے لئے چونکہ حاجت نہیں تھی اس لئے چار مہینے گزرنے کی تصریح نہیں کی۔ کیونکہ اربعۃ اشہر کی قید سے خود یہ چیز معلوم ہو رہی ہے۔ برخلاف عہد توڑنے والوں کے کہ مہلت نہ ملنے کا مطلب ان سے فوری قتال ہوتا۔ اس لئے وہاں مانع کی حد بتلا دی غرض کہ مطلق تقید کا محتاج ہے نہ کہ مقید۔

۱۰۔ پہلی آیت میں اگرچہ براءت کا اعلان عام مقصود ہے مگر پھر تیسری آیت میں شاید اس کی تصریح اس لئے کر دی کہ اس میں عہد توڑنے والوں کا بیان ہو رہا ہے۔ پس یہاں اس عام اعلان کی تصریح لفظاً بھی مناسب معلوم ہوئی۔ تاکہ کفار کا عذر اور مسلمانوں کا عذر پورے طور پر مشہور ہو جائے۔

۱۱۔ اسلام قبول کرنے میں اگرچہ قیام نماز شرط نہیں ہے، تاہم یہ کتنا یہ ہے اظہار اسلام سے جو بندوں کے نزدیک مدار احکام ہے اور نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی بطور مثال کے ہے۔

۱۲۔ عہد کا تعلق اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ و رسول ﷺ کی طرف براءت کی نسبت کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دوسرے احکام مقصودہ کی طرح یہ عہد کا پھینک دینا بھی واجب ہے۔ عام عہد کی طرح صحابہؓ اس میں اختیار نہیں ہے۔
۱۳۔ کفار کو قرآن سننے کے لئے پناہ دینا اور پھر ان کو ان کی قیام گاہ تک پہنچانے کا حکم اب علماء کے نزدیک بقول سعید بن ابی عروبہ منسوخ ہے جس کا نسخ قاتلوا المشرکین کافہ بتلایا ہے اور ذلک بانہم سے اس کی تائید ہو رہی ہے۔ چنانچہ اب تبلیغ اسلام عام ہو چکی ہے۔ اب قانون اور حکم نہ جاننے کا عذر باقی نہیں رہا۔ البتہ مہلت دینا مستحب ہے اور مقدار مہلت کی تعیین امام کی رائے پر ہے۔

۱۴۔ حج اکبر سے مراد یہ ہے کہ عمر نہ ہو۔ کیونکہ عمر کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔
۱۵۔ حرام مہینوں کی یہ تفسیر متبادر معنی پر بے تکلف ہوگی۔ لیکن اگر لغوی معنی مراد لے کر ربیع الثانی کی دسویں تاریخ پر اس کو ختم سمجھا جائے یا متبادر معنی ہی لے کر اس کی ابتداء زمانہ نزول یعنی شوال سے لی جائے تو پہلی صورت میں تکلف کرنا پڑے گا اور دوسری صورت میں اربعۃ اشہر کے لفظ سے اس کا مراد ہونا مخفی ہوگا۔ جو اعلان کی وضع کے خلاف ہے۔ (مسئلہ من البیان)

كَيْفَ اِیْ لَا یَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِیْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ وَهُمْ كَافِرُوْنَ بِمَا غَادِرُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ
عَاهَدُوْا عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یَوْمَ الْحُدُیْبِیَّةِ وَهُمْ قُرَیْشُ الْمُسْتَشْنُوْنَ مِنْ قَبْلِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ
قَامُوا عَلٰی الْعَهْدِ وَلَمْ یَنْقُضُوْهُ فَاسْتَقِیْمُوا لَهُمْ عَلٰی الْوَفَآءِ بِهٖ وَمَا شَرَطْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ؕ
وَقَدْ اسْتَقَامَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَهْدِهِمْ حَتّٰی نَقَضُوا بِاِغَاثَةِ بَنِیْ بَكْرِ عَلٰی حُرَاةٍ كَيْفَ یَكُوْنُ
لَهُمْ عَهْدٌ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَظْفَرُوْا بِكُمْ لَا یَرْقُبُوْا اِیْرَاعُوْا فِیْكُمْ اِلَّا قَرَابَةً وَّلَا ذِمَّةٌ عَهْدًا بَلْ یُؤْذُوْكُمْ

مَا اسْتَطَاعُوا وَجُمْلَةُ الشَّرْطِ حَالٌ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ بِكَلَامِهِمُ الْحَسَنِ وَتَابِي قُلُوبُهُمْ^۸ الْوَفَاءُ بِهِ
وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۸﴾ نَاقِضُونَ لِلْعَهْدِ اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ الْقُرْآنَ ثَمَنًا قَلِيلًا مِّنَ الدُّنْيَا أَى تَرَكُوا اِتِّسَاعًا
بِلِشَّهَوَاتِ وَالْهَوَى فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ^۹ دِينِهِ اِنَّهُمْ سَاءَ بَشَرٍ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹﴾ عَمَلُهُمْ هَذَا
لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ اِلَّا وَّلَا ذِمَّةً^{۱۰} وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ﴿۱۰﴾ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَاتُوا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ أَى فَهُمْ إِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُقِصِلُ نُبَيِّنُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾
يَتَذَكَّرُونَ وَإِنْ نَكَثُوا نَقَضُوا اَيمَانَهُمْ مَّوَاثِقَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ عَانُوهُ فَقَاتِلُوا
اَئِمَّةَ الْكُفْرِ رُؤَسَاءَهُ فِيهِ وَضَعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمِرِ اِنَّهُمْ لَا اَيمَانَ عُهُودَ لَهُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْكَسْرِ
لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿۱۲﴾ عَنِ الْكُفْرِ اِلَّا لِلتَّحْصِيصِ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا نَقَضُوا اَيمَانَهُمْ عُهُودَ لَهُمْ
وَهُمُ ابَاخِرَاجِ الرَّسُولِ مِنْ مَكَّةَ لَمَّا تَشَاوَرُوا فِيهِ بِدَارِ النَّدْوَةِ وَهُمْ بَدَءُ وُكُم بِالْقِتَالِ اَوَّلَ مَرَّةٍ
حَيْثُ قَاتِلُوا خِرَاعَةَ حُلَفَاءَ كُمْ مَعَ بَنِي بَكْرِ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُقَاتِلُوهُمْ اَتَخْشَوْنَهُمْ اَتَحَافُونَهُمْ قَالَ اللهُ اَحَقُّ
اَنْ تَخْشَوْهُ فِي تَرْكِ قِتَالِهِمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللهُ بِقَتْلِهِمْ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيَهُمْ
يُذِلُّهُمْ بِالْاَسْرِ وَالْقَهْرِ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۴﴾ مِمَّا فَعَلَ بِهِمْ هُمْ
بَنُو خِرَاعَةَ وَيُذْهِبُ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ كَرَبَّهَا وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ بِالرَّجُوعِ اِلَى الْاِسْلَامِ كَاثِرُ
سُفْيَانَ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ بِمَعْنَى هَمَزَةِ الْاِنْكَارِ حَسِبْتُمْ اَنْ تَتْرَكُوا وَلَمَّا لَمْ يَعْلَمْ اللهُ عِلْمَ ظُهُورِ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ بِاِخْلَاصٍ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللهِ وَلَا رُسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَهَّةٍ بَطَانَةٌ
وَأَوْلِيَاءُ الْمَعْنَى وَلَمْ يُظْهِرِ الْمُخْلِصُونَ وَهُمْ اَلْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذَكَرَ مِنْ غَيْرِهِمْ وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: یہ کیسے ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا) کہ ان مشرکوں کا عہد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک عہد ہو؟ (وہ کافر
مراد ہیں جنہوں نے اللہ و رسول ﷺ سے غداری کی) ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے قریب عہد و پیمان باندھا تھا (صلح
حدیبیہ کے موقع پر) اس سے مراد قریش ہیں جن کا پہلے استثناء ہو چکا ہے تو جب تک وہ تمہارے ساتھ قائم رہیں (عہد پر جمے رہیں اور
اس کو نہ توڑیں) تو تم بھی ان کے ساتھ قائم رہو (عہد پورا کرنے پر مامور ہے) اللہ انہیں دوست رکھتے ہیں جو تمہاری ہیں (چنانچہ
آنحضرت ﷺ اپنے عہد پر برقرار رہے۔ حتیٰ کہ مشرکین نے خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کر کے خود ہی اس عہد کو توڑ کر رکھ دیا) کیسے
(ان مشرکین کا عہد ہو سکتا ہے) جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کہیں آج تم پر غلبہ پا جائیں (تمہارے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں) تو
نہ تو تمہارے لئے رشتہ (قرابت) کا پاس (الحاظ) کریں اور نہ کسی عہد و پیمان کا (بلکہ جہاں تک ہو سکے تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ جملہ
شرطیہ حال ہے) وہ اپنی باتوں (اچھے کلام) سے تمہیں راضی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے (ان وعدوں کو پورا کرتا) اور ان
میں زیادہ تر لوگ شریر ہیں (عہد کو توڑنے والے) ان لوگوں نے اللہ کی آیتیں (قرآن پاک) ایک بہت ہی حقیر قیمت پر بیچ ڈالیں

(دنیا کے بدے۔ یعنی شہوات اور خواہشات میں پڑ کر ان لوگوں نے آیات الہی کو چھوڑ دیا ہے) اس لئے لوگوں کو اللہ کی راہ (دین) سے یہ روکتے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ بہت ہی برے ہیں (اپنے اس عمل کے اعتبار سے) یہ لوگ کسی مسلمان کے لئے نہ تو قربت کا پاس کرتے ہیں اور نہ قول و قرار کا۔ یہی لوگ ہیں جو عظیم میں حد سے گزر گئے ہیں۔ بہر حال اگر یہ لوگ باز آ جائیں اور نماز پڑھنے لگیں، ورز کو دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے اور ہم سمجھ دار (تدبر کرنے والے) لوگوں کے لئے احکام کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور اگر توڑ ڈالیں یہ لوگ اپنی قسموں (عہد و پیمان) کو عہد کرنے کے بعد اور تمہارے دین کو برا بھلا کہیں (اس میں عیب لگائیں) تو پھر کفر کے سرداروں سے جنگ کرو (جوان میں مٹھ ہیں یہاں بجائے اسم ظاہر کے ضمیر لائی گئی ہے) ان لوگوں کی قسمیں قسمیں نہیں ہیں (ایک قراءت میں لفظ ایمان کسرہ کے ساتھ ہے) تاکہ یہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے (لفظ الا ابھارنے اور آمادہ کرنے کے لئے ہے) جنہوں نے اپنی قسموں (عہد و پیمان) کو توڑ ڈالا اور رسول کو ان کے وطن سے نکال باہر کر دینے کا منصوبہ باندھا (مکہ سے جلا وطن کرنے کا جس وقت دارالندوہ میں مشورہ کر رہے تھے) پھر انہوں نے (تمہارے برخلاف لڑائی کرنے میں) پہل بھی کر دی؟ (جب مسلمانوں کے حلیف خزاعہ سے ان کے حریف بنو بکر کا ساتھ دے کر جنگ کر دی۔ اس لئے تمہیں ان کے ساتھ جنگ کرنے سے کیا چیز روک رہی ہے) کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ (خوف کھاتے ہو) سو اللہ اس بات کے زیادہ سزاوار ہیں کہ ان کا ڈر تمہارے دلوں میں بسا ہو۔ (جہاد سے باز رہنے کے سلسلہ میں) اگر تم ایمان رکھتے ہو ان سے جنگ کرو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں (قتل کر کے) عذاب دیں گے اور انہیں رسوا کریں گے (قید و غصہ میں مبتلا کر کے) اور ان پر تمہیں فتح دیں گے اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دیں گے (ان کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا ہے اور اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں) اور ان کے دلوں کے غصہ (دکھ درد) کو دور فرما دیں گے اور جس پر اللہ کو منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ فرما دیں گے۔ (اسلام کی طرف پھر جانے کی توفیق بخش کر۔ جیسے کہ ابوسفیان وغیرہ کو) اللہ سب کچھ جانتے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں کیا تم (لفظ ہم ہمزہ انکار کے معنی میں ہے) یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تو اللہ نے ان لوگوں کو (ظاہری طور پر) پوری طرح آزمائش میں ڈالا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (اخلاص کے ساتھ) جہاد کیا ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کو چھوڑ کر کسی کو اپنا جگری دوست نہ بنایا ہو۔ (خاص و مخلص دوست حاصل یہ ہے کہ ابھی تو مخلصین جن کا ذکر ابھی آیا ہے وہ غیر مخلصین سے ممتاز بھی نہیں ہوئے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی سب کچھ خبر ہے۔

تحقیق و ترکیب: لا یكون۔ یعنی کیف اسم ہے استفہام تعجب کے لئے نفی کے معنی میں اسی لئے اس کے بعد انا آیا ہے جو استثناء متصل کے لئے ہے اور کیف خبر ہے یكون کی۔ جو اس کے اسم عہد پر صدارت کلام کی وجہ سے مقدم کر دی گئی ہے اور للمشرکین محذوف کے متعلق ہو کر عہد سے حال واقع ہو رہا ہے اگر یہ لفظ بعد میں ہوتا تو پھر اس کی صفت بنتا۔

وہم قریش جن کا ذکر پہلی آیت الا الذین عاہدتم الخ میں آچکا ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے ان کو چار مہینے کی مہلت دی گئی تھی۔ لیکن یہ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ البتہ سدی اور کلبی اور ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ اس سے بنو حمزہ مراد ہیں۔ جنہوں نے قریش کی طرح عہد نہیں توڑا۔ بلکہ اپنے عہد پر فتح مکہ کے بعد تک برقرار رہے۔ جلال مفسران دونوں قولوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پہلے استثناء میں بنو حمزہ سے اور دوسرے استثناء میں قریش سے تفسیر کی ہے۔ قریش مراد لینے کی صورت میں ان آیات کا نزول فتح مکہ سے پہلے ماننا ہوگا۔

الا۔ یہ لفظ ال سے ماخوذ ہے دعا میں آواز بلند کرنے کے معنی میں۔ حلف اٹھانے کے وقت شہرت دینے کے لئے آواز بلند کی جاتی تھی۔ اس لئے صف کے معنی ہو گئے۔ پھر قرابت کے معنی کے لئے مستعار لے لیا۔ اور قاموس میں ہے کہ ال کے معنی عہد، حلف، جگہ، آواز بلند کرنے، قرابت، معدن، کینہ، عداوت، ربوبیت، اللہ کے نام کے آتے ہیں۔

ترکوا یہ اشتروا کی تفسیر ہے۔ بایں اللہ میں بامترک پر داخل ہو رہی ہے۔ بدار الندوة۔ یہ عمارت پارلیمنٹ کا کام دیتی تھی۔ قصی بن کلاب نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آج کل میزب رحمت اور حطیم کے سامنے مصلیٰ حنفی ہے۔ ولیجۃ ولوج سے مشتق ہے بمعنی داخل ہونا۔

رابط و ﴿تشریح﴾: پہلی آیات سے ان آیتوں کا ربط ظاہر ہے۔ فتح مکہ سے متعلق پہلی جماعت کا یہ حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ آیت الا الذین عاہدتم الخ کی تفسیر درمنثور میں دوسری جماعت بنو حمزہ اور بنو کنانہ سے کی گئی ہے۔ ممکن ہے حدیبیہ کے موقع پر ان سے بھی گفتگوئے مصالحت ہوئی ہو۔

چند نکات: غرض کہ اس صورت میں دونوں جگہ متشبی کا مصداق ایک ہی ہوگا اور چونکہ پہلی آیت میں استقامت ظاہر ہونے کے بعد کا اور اس آیت میں استقامت سے پہلے کا حال مذکور ہے۔ اس لئے اس کو تکرار نہیں کہا جائے گا اور قاتلوہم بعدہم الخ کے متعلق گزر چکا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلی آیت الا تقاتلون قوما الخ کے مضمون سے بھی فتح مکہ سے پہلے اور عہد توڑنے کے بعد نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس سے پہلی آیت ان نکثوا میں نکث سے پہلے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس فتح مکہ سے پہلے اس کا نازل ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہوا اور اس سے اوپر کی آیتوں کا مضمون بھی اسی کے مناسب ہے جس سے مکہ کے فتح کرنے سے پہلے نازل ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

آیات براءت کے نازل ہونے سے پہلے صلح کے طور پر کفار عرب سے عہد کر لینا جائز تھا۔ لیکن ان آیتوں سے اس کی اجازت بھی ختم ہو گئی۔ اب ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا یا تلوار۔ ان دونوں باتوں میں سے جس کو چاہیں وہ پسند کر لیں۔ ان کے لئے جزیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کسی سے تازہ عہد نہیں کیا۔ بلکہ پہلے عہد کے متعلق بھی صاف جواب دے دیا اور قریش نے آنحضرت ﷺ کے صرف جلاوطن کرنے ہی کی تجویز پیش نہیں کی تھی۔ بلکہ اخیر رائے قتل کی ٹھہری تھی۔ لیکن چونکہ جلاوطن کرنا سب سے ہلکی تجویز تھی۔ اس لئے اس پر اکتفاء کر کے یہ بتلادیا کہ جب یہ ہلکی تجویز ہی ہمیں سخت ناگوار ہے تو پھر قتل جیسی بدترین چیز کی برائی کا تو کیا ہی پوچھنا۔

لطائف آیات: آیت اشتروا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوتوں کی پیروی اور لذتوں کی طرف میلان۔ گناہ اور سرکشی کا سبب بھی ہو جاتا ہے۔ آیت ویشف صدور الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبعی باتیں کالمین میں بھی پائی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کے آثار مطلوب بھی ہیں ورنہ حضرات صحابہ میں غصہ وغیرہ نہ پایا جاتا۔ آیت ولما یعلم اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مجاہدات کے بعد ثمرات عطا فرمانا عادت الہی ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ بِالْأَفْرَادِ وَالْجَمْعِ بِدُخُولِهِ وَالْقُعُودِ فِيهِ شَهِيدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ لِعَدَمِ شَرْطِهَا وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۷﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَغْشَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهُ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۸﴾ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامَ أَى أَهْلَ ذَلِكَ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللَّهِ فِي
 الْفَضْلِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾ الْكَافِرِينَ نَزَلَتْ رَدًّا عَلَى مَنْ قَالَ ذَلِكَ وَهُوَ الْعَبَّاسُ أَوْ غَيْرُهُ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمَ دَرَجَةً رُتَبَةً عِنْدَ اللَّهِ
 مِنْ غَيْرِهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۰﴾ الظَّالِمُونَ بِالْخَيْرِ يُشْرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ
 وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ﴿۲۱﴾ دَائِمٌ خَالِدِينَ حَالٌ مُقَدَّرَةٌ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾
 وَنَزَلَ فِيمَنْ تَرَكَ الْهَجْرَةَ لِأَجْلِ أَهْلِهِ وَتِجَارَتِهِ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ
 أَوْلِيَاءَ إِنْ اسْتَحَبُّوا اخْتَارُوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَئِكَ هُمُ
 الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ أَقْرَبُكُمْ
 وَفِي قِرَاءَةِ عَشِيرَتِكُمْ وَأَمْوَالٍ رَاقَرْتُمُوهَا اكْتَسَبْتُمُوهَا وَتِجَارَةً تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا عَدَمَ نَفَاقِهَا
 وَمَسْكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَفَعَلْتُمْ لِأَحْلِهِ عَنِ الْهَجْرَةِ
 وَالْجِهَادِ فَتَرَبَّصُوا أَنْتَظِرُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ تُهْدِي لَهُمُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ
 نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ لِلْحَرْبِ كَثِيرَةٍ كَبَدِيرٍ وَقُرَيْظَةَ وَالنَّصِيرَ وَادُكُرَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَإِذِ بَيْنَ مَكَّةَ
 وَالطَّائِفِ أَى يَوْمَ قِتَالِكُمْ فِيهِ هَوَازِ وَذَلِكَ فِي شَوَالِ سَنَةِ ثَمَانَ إِذْ بَدَلُ مِنْ يَوْمٍ أَعْجَبَتْكُمْ كَثَرَتُكُمْ
 فَقُلْتُمْ لَنْ نُبْلَى الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ وَكَانُوا اثْنَى عَشَرَ أَلْفًا وَالْكَفَّارُ أَرْبَعَةَ أَلْفٍ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ
 عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ مَا مَضَى رِيَّةٌ أَى مَعَ رَحْبِهَا أَى سَعَتِهَا فَلَمْ تَجِدُوا مَكَانًا تَطْمَئِنُّونَ إِلَيْهِ
 لِشِدَّةِ مَا لَحِقَكُمْ مِنَ الْخَوْفِ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ﴿۲۵﴾ مُنْهَزِمِينَ وَتَبَّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 بَعْثِهِ الْبَيْضَاءِ وَلَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ الْعَبَّاسِ وَأَبُوسُفْيَانَ اخِذَ بِرِكَابِهِ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ طَمَئِنَّتْ عَلَى
 رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَرَدُّوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَادَاهُمُ الْعَبَّاسُ بِإِذْنِهِ وَقَاتِلُوا
 وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا مَلَائِكَةٌ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْقَتْلِ وَالْإِسْرِ وَذَلِكَ جَزَاءُ
 الْكَافِرِينَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْهُمْ بِالْإِسْلَامِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۷﴾
 يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ قَذَرٌ لِحُبِّ بَاطِنِهِمْ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ أَى
 لَا يَدْخُلُوا الْحَرَمَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا عَامَ تَسْعٍ مِنَ الْهَجْرَةِ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَكَّرًا بِانْقِطَاعِ تِجَارَتِهِمْ عَنْكُمْ
 فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ وَقَدْ أَغْنَاهُمْ بِالْفَتْوحِ وَالْجِزْيَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۸﴾

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ الثَّابِتِ النَّاسِخِ لِغَيْرِهِ مِنَ الْأَدْيَانِ وَهُوَ الْإِسْلَامُ مِنْ بَنِي النَّازِلِينَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ أَيْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ أَلْخِرَاجَ الْمَضْرُوبِ عَلَيْهِمْ كُلَّ عَامٍ عَنْ يَدٍ خَالٍ أَيْ مُنْقَا دِينَ أَوْ بِأَيْدِيهِمْ لَا يُؤْكَلُونَ بِهَا وَهُمْ صَغِيرُونَ ﴿۲۹﴾ اِذْ لَاءَ مُنْقَادُونَ لِحُكْمِ الْإِسْلَامِ

ترجمہ: مشرکوں کو یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں (لفظ مساجد مفرد اور جمع دونوں طرح آیا ہے یعنی مشرکوں کو مسجد میں داخل ہونے اور بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے) ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ کہ ان کے سارے اعمال (بیکار گئے) اکارت گئے (شرط قبولیت نہ پائے جانے کی وجہ سے) اور وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ فی الحقیقت اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہیں ڈرتے۔ ایسے ہی لوگوں سے توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے لئے سبیل لگا دی اور مسجد حرام کو آباد رکھنا (ان کاموں کے کرنے والوں کو) ایک درجہ میں رکھ رکھا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو (مرتبہ میں) یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیا کرتے (جو کافر ہیں۔ یہ آیت ان لوگوں کی تردید میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے ایسا کہا تھا۔ یعنی حضرت عباسؓ وغیرہ) جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ تو یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ (رتبہ) ہے (دوسروں کی نسبت) اور یہی لوگ پورے کامیاب (بامراد) ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی بڑی رحمت اور کامل خوشنودی کی بشارت سناتا ہے اور ایسے باغوں کی جہاں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (یہ حال مقدرہ ہے) بلاشبہ اللہ میاں کے پاس بہت بڑا اجر ہے (اگلی آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے اپنے مال بچوں اور تجارت کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔) مسلمانو! اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بھائی بند ایمان کے مقابلہ میں کفر کو عزیز رکھیں (پسند کریں) تو انہیں اپنا رفیق مت بناؤ اور جو کوئی بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو بڑے نافرمان ہیں۔ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی اور تمہاری بیویاں برادری (رشتہ دار اور ایک قراءت میں عشیراتکم آیا ہے) اور تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے (حاصل کیا ہے) اور تمہارے کاروبار جس کے مندا پڑ جانے (نکاسی نہ ہونے) کا تمہیں کھٹا لگا رہتا ہے اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں حد درجہ دل پسند ہیں۔ یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں (جن کی وجہ سے تم ہجرت و جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہو) تو انتظار کرو (ٹھہرے رہو) یہاں تک کہ جو کچھ اللہ کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے (یہ ان کو دھمکی دی جا رہی ہے) اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو مقصود تک پہنچنے نہیں دیتے۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ تمہاری مدد کر چکے ہیں۔ بہت سے (جنگ کے) موقعوں پر (جیسے جنگ بدر، قریظہ وغیرہ کے موقع پر) اور (یاد کیجئے) جنگ خنین کا واقعہ (حنین ایک میدان کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ یعنی جب قبیلہ ہوازن کے ساتھ وہاں تمہاری لڑائی ہو رہی تھی شوال ۸ھ میں) جب کہ (یہ لفظ یوم سے بدل ہے) تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے (اور کہنے لگے تھے کہ آج ہم تعداد کی کمی کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسلمان بارہ ہزار اور کفار صرف چار ہزار تھے) مگر پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی ساری کشادگی کے باوجود بھی تمہارے لئے تنگ ہو گئی (مسارحبت میں ما مصدر یہ ہے بمعنی مع رجھا یعنی زمین کی وسعت کے باوجود تمہیں اس میں کہیں قابل اطمینان جگہ نہیں مل رہی تھی۔ خوف و دہشت پیش آنے کی وجہ سے) بالآخر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے (شکست کھا کر لیکن نبی کریم ﷺ اپنے سفید خچر پر ثابت قدمی کیا ساتھ سوار رہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت عباسؓ اور حضرت ابو سفیانؓ آپ ﷺ کی رکاب تھائے

کھڑے تھے۔) اللہ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مومنوں پر اپنی طرف سے سکون (اطمینان) نازل فرمایا (چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے جب حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو آواز دی تو سب حضور ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور شریک جنگ ہو گئے) اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں (فرشتے) اور کفر کی راہ اختیار کرنے والوں کو (قتل اور قید کے) عذاب میں مبتلا کر دیا اور کافروں کی سزا یہی ہوتی ہے۔ پھر (ان میں سے) جس کو چاہیں اللہ توبہ (اسلام) نصیب کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے، بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔

مسلمانو! مشرک نہ پاپاک ہیں (اپنی اندرونی خباثت کی وجہ سے نجس ہیں) اس لئے چاہئے۔ کہ اب مسجد حرام کے پاس ہی بھٹکنے نہ پاویں (مسجد حرام میں داخل نہ ہونے پائیں) اس برس کے بعد سے ۹۹ھ کے بعد سے (اور اگر تمہیں مفلسی کا اندیشہ ہو) کہ تجارت ٹھپ ہو جانے سے فقر و فاقہ ہو جائے گا۔) تو اگر اللہ چاہیں گے تو غنقریب تمہیں اپنے فضل سے تو نگر کر دیں گے (چنانچہ فتوحات اور جزیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حال بنا دیا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں۔ ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر (ورنہ تو یہ لوگ حضور ﷺ پر ایمان نہ لے آتے) اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے اور ان کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرا دیا ہے (جیسے شراب) اور نہ سچے دین ہی کو قبول کرتے ہیں (جو ثابت ہے اور تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دینے والا ہے یعنی مذہب اسلام) یعنی (یہ الذین کا بیان ہے) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے لڑو یہاں تک کہ وہ جزیہ دینا منظور کر لیں (سالانہ وہ ٹیکس جو ان پر لگایا جائے) اپنی خوشی سے (یہ حال ہے یعنی رعیت اور ماتحت بن کر یا خود اپنے ہاتھوں سے پیش کریں۔ کسی دوسرے کی معرفت نہ بھجوا دیں) اور حالت ایسی ہو جائے کہ ان کی سرکشی ٹوٹ چکی ہو (اسلامی حکم کے سامنے سرنگوں ہو کر جھک چکے ہوں۔)

تحقیق و ترکیب:..... شاہدین۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کعبہ سے باہر بت رکھے تھے اور قریش ہر طواف پر انہیں سجدہ کرتے اور تلبیہ اس طرح پڑھتے۔ لیک لا شریک لک الا شریکاً ھو لک تملک و ملک۔

پس یہی شاہد اور دلیل ہے ان کے شرک کی۔ اہل ذلک۔ چونکہ سقایہ اور عمارۃ مصادر ہیں جن کا حمل کمن امن پر دشوار تھا۔ اس کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ حذف مضاف کے ساتھ مشبہ اہل سقایہ اور اہل عمارۃ ہیں۔ فزلت۔ حضرت عباسؓ تو اپنی سقایہ کی خدمت پر اور شبہ خدمت عمارۃ پر اور حضرت علیؓ اسلام و جہاد پر فخر کر رہے تھے۔ لیکن قرآن نے حضرت علیؓ کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ بقول ابن عباسؓ جنگ بدر کے موقع پر جب حضرت عباسؓ قید ہوئے تو ان کے الفاظ یہ تھے۔ لئن کنتم سبقتمونا بالاسلام والہجرة لقد کذا العمر المسجد الحرام ونسفی الحاج (یعنی اگر تم سبقت لے گئے ہم سے اسلام قبول کرنے میں اور ہجرت کرنے میں ایسے ہی ہم تعمیر کرتے ہیں مسجد حرام میں اور پانی پلاتے ہیں حاجیوں کو)

اور حسن و شعیب کا بیان ہے کہ طلحہ بن شیبہ تو انا صاحب البیت بیدی مفاعیہ (یعنی میں گھر والا ہوں میرے ہاتھ میں اس کی کنجیاں ہیں) سے دعویٰ انا نیت کر رہے تھے اور حضرت عباسؓ تو انا صاحب السقایہ والقائم علیہا (میں پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگران ہوں) سے شخی کا اظہار کر رہے تھے اور حضرت علیؓ لقد صلیت الی القبلۃ ستۃ اشھر قبل الناس وانا صاحب الجہاد (یعنی میں نے قبلہ کی طرف لوگوں سے پہلے چھ مہینے نماز پڑھی اور میں جہاد کا ماہر ہوں) سے اظہار واقعہ کر رہے تھے۔ چنانچہ وحی الہی سے اسی کی تائید ہوئی۔

اعظم درجۃ۔ بظاہر شبہ ہو سکتا ہے کہ کفار بھی کسی درجہ کے مستحق ہیں۔ اگرچہ وہ بڑا درجہ نہ ہو۔ تاہم چھوٹا ہی سہی؟ جواب یہ ہے کہ یہ تو بلحاظ ان کے اعتقاد اور خیال کے بر تقدیر تسلیم کلام کیا جا رہا ہے اور یا اسم تفصیل کا یہ صیغہ صرف ان مسلمانوں کے اعتبار سے ہے جن میں یہ تینوں خوبیاں نہیں تھیں اور اولئک ہم الفائزون میں کمال فوز بھی اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔

عدم نفاقھا۔ نفاق فتح نون کے ساتھ بمعنی رواج۔ یوم حنین بحذف المضاف ہے۔ ہوا زن۔ یہ حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے۔
 لبس معہ۔ ایک روایت میں حضرت عباسؓ و ابوسفیانؓ کی طرح صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، علیؓ، فضلؓ و اسامہؓ کا ہونا بھی مذکور ہے۔
 حضرت عباسؓ چونکہ بلند آواز تھے آٹھ آٹھ میل ان کی آواز جاتی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ کے حکم سے یا اصحاب الشجرة باعباد
 للہ یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب البقرة فاجتمعوا (اے درخت والوں! اے اللہ کے بندو، اے کیکر کے درخت والو، اے
 گائے ذبح کرنے والو، پس سب جمع ہو گئے۔) کہہ کر آواز دی۔ لوگ جمع ہوئے۔ آپ ﷺ نے پھر منہ بھر منی لے کر کفار کی طرف پھینکی
 اور فرمایا۔ انہزموا ورب الکعبة (یعنی وہ لوگ شکست کھا گئے کعبہ کے رب کی قسم۔)

لم تروھا۔ یہ فرشتے پانچ ہزار یا آٹھ ہزار یا سولہ ہزار تھے۔ جن پر سرخ عمامے تھے اور ابلیس گھوڑوں پر سوار تھے۔
 بالقتل والا سر۔ چھ ہزار عورتیں بچے گرفتار ہوئے۔ بلو ہزار اونٹ اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ لا یدخل
 الحرم۔ مسجد حرام میں مطلقاً داخلہ کی رکاوٹ امام شافعیؒ کی رائے پر ہے اور احنافؒ کے نزدیک حج و عمرہ کی نیت سے داخلہ پر پابندی ہے اور نجس
 مبالغہ کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ کفار خزیر کی طرح پلید ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں۔ من صافح
 مشرکاً فلیو ضاء او یغسل کفیه۔ (جس شخص نے مصافحہ کیا مشرک سے پس چاہئے کہ وضو کرے یا دھوئے اپنے دونوں ہاتھ۔)
 والا لا منوا۔ قیاس استثنائی کی طرف اشارہ ہے۔ پورا شرطیہ اس طرح ہے۔ لو امنوا بہما لا منوا یا النبی لکنہم لم
 یؤمنوا بالنبی فلم یؤمنوا بہما۔ پس چونکہ لازم باطل ہے اس لئے ملزوم بھی باطل ہوا۔ دراصل یہ جواب ہے اس شبہ کا۔ اہل کتاب تو
 اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ پھر کیسے ایمان کا انکار کیا گیا ہے؟ حاصل جواب یہ ہے کہ ایمان بالنبی ﷺ کے بغیر ایمان باللہ بھی معتبر
 نہیں ہے۔ دین الحق۔ دین اسلام بھی مراد ہو سکتا ہے اور حق سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں کفار کی برائیوں کا ذکر تھا۔ آیت ماکان للمشرکین الخ سے بعض اچھے کاموں پر ان
 کے گھمنڈ کی مذمت کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ بھی سنایا جا رہا ہے جس میں ایک موقع پر گفتگو
 ہو رہی تھی کہ سب سے بڑھ کر نیک کام کیا ہے۔ اس میں چونکہ ہجرت کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس لئے آگے آیت یا ایہا الذین امنوا میں
 دنیا داری کے اس درجہ تعلقات بڑھا لینے کی برائی کی جا رہی ہے۔ جس سے ہجرت جیسی بہترین نیکی چھوٹ جائے اور چونکہ ابتدائے
 سورت سے براءت کے اعلان اور فتح مکہ کا ذکر ہوا تھا۔ اس لئے آیت لقد نصرکم اللہ الخ سے غزوہ حنین کا ذکر مناسب معلوم ہوا
 اور آیت یا ایہا الذین امنوا انما المشرکون الخ میں اعلان براءت کی تکمیل کی جا رہی ہے کہ سال بھر میں مشرکین سے حرم خالی
 ہو جانا چاہئے اور اس سلسلہ میں کاروبار کے ٹھپ ہو جانے کا اندیشہ اور اقتصادی پراگندگی کا خطرہ ہو تو اس کا سد باب کیا جا رہا ہے۔ اس
 کے بعد آیت قاتلوا الذین الخ سے غزوہ تبوک کی تمہید بیان کی جا رہی ہے جس میں اہل کتاب سے جنگ کا حکم ہوا۔

شان نزول: بدری قیدیوں کے ساتھ جب حضرت عباسؓ گرفتار ہو کر آئے تو عام مسلمانوں سے زیادہ حضرت علیؓ نے ان
 کو عار دلائی۔ جس پر حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ تلوکرو ن مساوینا و تکمون محاسننا (یعنی تم ہماری برائیوں کو بیان کرتے
 ہو اور اچھائیوں کو چھپاتے ہو۔)

کسی نے کہا کہ آپ کے کچھ محاسن بھی ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا ہاں! انا لنعمر المسجد الحرام و نحجب الکعبة
 ونقری الحجج و نفک العانی (یعنی بے شک ہم مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور کعبہ کو غلاف پہناتے ہیں اور حج کرنے

واہوں کی مہمانداری کرتے ہیں اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور کرتے ہیں۔)

اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بعض روایات سے اسلام لانے کے بعد حضرت عباسؓ کا اظہارِ مفاخرت کرنا معلوم ہوتا ہے اور نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں منبر کے پاس چند صحابہؓ گفتگو میں مشغول تھے۔ (۱) ایک نے کہا۔ ما ابالی ان لا اعمل عملاً للہ تعالیٰ بعد الا سلام الا ان اسقی الحاج۔ (یعنی مجھے کیا ہو گیا۔ کہ نہ کروں میں کوئی کام اللہ کے لئے اسلام لانے کے بعد۔ لیکن یہ کہ میں پانی پلاں حجاج کو)

(۲) دوسرا بول۔ بل عمارة المسجد الحرام۔ (بلکہ مسجد حرام کی تعمیر کرنا۔)

(۳) تیسرے صحابیؓ نے کہا۔ بل الجہاد فی سبیل اللہ خیر مما قلتہم (بلکہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا بہتر ہے اس چیز سے جو تم کہہ رہے ہو۔)

لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر سب کو ڈانٹا کہ منبر رسول ﷺ کے سامنے شور کیوں مچاتے ہو۔ تاہم نماز جمعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس گفتگو کا فیصلہ چاہا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

بہر حال سبب نزول عام ہی رکھنا بہتر ہے۔ آیت یا ایہا الذین کے متعلق مجاہدؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی حضرت عباسؓ کے قصہ ہی سے متعلق ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت کا جب حکم ہوا تو لوگوں نے عرض کیا۔ ان ہا جبرنا قطعاً اباؤنا و ابناءنا و عشیرتنا و ذہب تجاراتنا و ہلکت اموالنا و خربت دیارنا و بقینا ضائعین (یعنی اگر ہم نے ہجرت کی تو چھوڑ دیں گے ہم اپنے آباء اور اولاد کو اور اپنے خاندان والوں کو اور ہماری تجارت چلی جائے گی یعنی ختم ہو جائے گی اور ہمارا مال ہڈک ہو جائے گا اور ہمارے گھر ویران ہو جائیں گے۔ اور ہم ان کو ضائع کرنے والے ہو جائیں گے۔)

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مقاتلؓ کی رائے یہ ہے کہ نو آدمی جو مرتد ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔ ان سے تعلق نہ رکھنے کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ تاہم ان آیتوں کو ہجرت سے وابستہ کرنا اس لئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ کے بعد بلکہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہا جائے گا کہ مسلمانوں کو کفار سے بالکل الگ ہو جانے کا جب حکم ہوا تو مسلمانوں کو مالی مشکلات کا اندیشہ ہوا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

﴿تشریح﴾..... کسی کافر کا مسجد بنانا:..... آیت ما کان للمشرکین کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال مقبول نہیں ہیں۔ باقی کسی کافر کا مسجد بنانا یا اس کی خدمت کرنا۔ یہاں اس سے بحث نہیں کی گئی۔ دوسرے دائل کی روشنی میں کہا جائے گا کہ اگر وہ کافر اپنی مذہبی رو سے اسے اچھا سمجھتا ہے تو اجازت دے دی جائے گی ورنہ نہیں۔ البتہ ثواب سمجھنے کے باوجود اگر کسی اسلامی مصمکت کے لحاظ سے اجازت دینا نامناسب ہو تو اجازت نہیں دی جائے گی۔

دنیا و آخرت کی محبت:..... ہجرت کرنے میں رشتہ داروں کے چھوٹ جانے کا، مال و املاک کے تلف ہو جانے اور کاروبار و رہنم برہم ہو جانے کا اور گھر جیسا آرام نہ ملنے کا خطرہ لگا رہتا تھا اور من اللہ و رسولہ کا مطلب اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے نیک کام ہیں جن میں ہجرت بھی آگئی۔ البتہ جہاد کو صراحتہ بیان کرنے سے مقصد مبالغہ ہے کہ ہجرت تو ایک درجہ میں پھر آسان کام ہے۔ جہاد جس میں جان و مال دونوں دینے پڑتے ہیں۔ ان مذکورہ کاموں سے برتر ہونا چاہئے۔ ان استحبوا الکفر الخ کی قید سے معوم ہوا کہ کافر سے مسلمان ہونے کی امید پر تعلق رکھنا جائز ہے اور ان چیزوں کی طبعی محبت و میلان قابلِ ملامت نہیں ہاں اگر احکام الہیہ میں فرق آنے لگے تو وہ محبت بری ہے۔

غزوہ حنین کی فتح و شکست:..... فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد مکہ اور طائف کے درمیان حنین نامی ایک جگہ میں قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی۔ مشرکین چار ہزار تھے اور مسلمان ان سے تین گئے۔ مسلمانوں کو اپنی کثرت تعداد پر کچھ گھمنڈ ہوا اور کہنے لگے کہ آج ہمیں کون پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ شروع میں مسلمانوں کو کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن جب مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو کفار جو تیر اندازی میں یکتا تھے۔ تیر برسانے لگے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کچھ مخصوص حضرات رہ گئے۔ حضرت عباسؓ کے ذریعہ آواز دلوانے پر لوگ جمع ہوئے دوبارہ لڑائی شروع کی۔ فرشتوں کی کمک سے امداد ہوئی۔ بالآخر کفار نے شکست کھائی۔ بہت سے قتل و قید ہوئے۔ بعد میں بہت سوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ نے ان کے گرفتار بال بچوں کو رہا فرمادیا۔

غزوہ حنین کا ابتدائی حصہ اگرچہ مغلوبیت کا تھا۔ اور اس لحاظ سے مسلمانوں کی گویا نصرت اور مدد نہ ہوئی۔ لیکن نصر کم اللہ مجموعی واقعہ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں تائید نبی ظاہر ہے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی تسلی سے مراد عام تسلی نہیں ہے کہ وہ پہلے سے حاصل تھی۔ جس کی وجہ سے یہ ثابت قدم رہے۔ بلکہ خاص تسلی مقصود ہے جو غلبہ کا باعث بنی اور جو مسلمان چلے جانے کے بعد دوبارہ واپس آئے ان پر تسلی بھی ہے کہ انہیں ثابت قدمی نصیب ہوئی اور فرشتوں کو نہ دیکھنا عمومی لحاظ سے ہے۔ کسی ایک آدمی نے اگر دیکھ لیا ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے اور کفار کا قتل اور گرفتاری واقع ہونے کے بعد سزا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فی نفسہ خود ان دونوں کا یا کسی ایک کا واقع ہونا ضروری نہ ہو۔

اسلام میں چھوت چھات کی ممانعت:..... کفار اہل کتاب کا حکم باتفاق مشرکین کی طرح ہے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیل نے یہود کے ہاتھ کو مشرک کے ہاتھ کی طرح فرمایا ہے۔ لیکن نجاست سے مراد یہاں عقائد کی نجاست ہے کفار کی ذوات اور بدنوں کا ناپاک ہونا مراد نہیں ہے۔ اسی لئے اسلام نے چھوت چھات کی ہر قسم اور ہر شکل کو ناجائز رکھا ہے۔ چنانچہ کفار کے وفد ثقیف کو مسجد نبوی میں ٹھہرانے کی روایت ابوداؤد میں موجود ہے۔ یہاں تو یہ بتلانا ہے۔ کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دلوں کا کیا کام! اور مسجد حرام سے مراد تمام مسجد حرام ہے۔ بلکہ درمنثور کی روایتوں سے تمام مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے حق میں پورے جزیرۃ العرب کا بھی حکم معلوم ہو رہا ہے۔ اسی لئے فاروق اعظمؓ نے آنحضرت ﷺ کی وصیت کے مطابق اپنے دور خلافت میں اس قانون کا نفاذ فرمادیا تھا۔

عام مساجد یا مسجد حرام میں کفار کا داخل ہونا:..... اور امام اعظمؒ کے نزدیک حرم یا عرب کو وطن بنانا یا بطور غلبہ کے اس میں داخل ہونا کفار کے لئے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مسافرانہ حیثیت سے وہاں کوئی جانا چاہے اور امام وقت اس کو خلاف مصلحت بھی نہ سمجھے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ بعض علماء نے آیت ماکان لہم ان یدخلوها الا خائفین۔ کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ قزوٰۃ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فلیس لاحد من المشرکین ان یقرب المسجد الحرام بعد عامہم ذلک الا صاحب الجزیۃ او عبد الرجل من المسلمین۔ (یعنی نہیں جائز ہے مشرکین میں سے کسی کے لئے کہ وہ قریب ہوں مسجد حرام کے اس سال کے بعد لیکن جزیہ ادا کرنے والا یا مسلمانوں میں سے کسی کا غلام۔

البتہ حدیث الا لا یحجن بعد العام مشرک۔ (یعنی آگاہ ہو جاؤ نہ حج کرے اس سال کے بعد کوئی مشرک) کی وجہ سے حج یا عمرہ کرنے کی ان کو اجازت نہیں دی جائے گی اور مشرک سے مصافحہ کرنے کی صورت میں ہاتھ دھونے کی روایت بطور تغلیظ کے ہے اور اس آیت میں جو مسلمانوں کو غنی بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ سوتاجروں کو تو اللہ نے اسلام کی توفیق بخش کر اس وعدہ کو پورا فرمادیا اور ان شاء کی قید وعدہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس وعدہ کے پورا کرنے کی توقع کرنے کے لئے ہے کہ اللہ کو سب

چوڑے سامان کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف چاہنے اور ارادہ کرنے کی دیر ہے۔

کفار عرب کا حکم:..... آیت حتی يعطوا الجزية میں اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی تخصیص کل کفار کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے۔ کیونکہ ان سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کو صرف اسلام یا تلوار میں سے کسی ایک کو اپنے لئے اختیار کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ عورتوں اور بچوں کو چونکہ قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لئے ان کو غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ مجوس سے جزیہ لینا احادیث سے ثابت ہے اور کفار عجم مجوس کی طرح ہیں۔ بلکہ آیت من الذین او قوا الکتاب کے من بیانہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بدرجہ اول جزیہ لینا چاہئے۔ کیونکہ تمام اہل کتاب میں لایؤمنون ارج وغیرہ صفات پائی جاتی ہیں۔ مشرکین میں بدرجہ اولیٰ یہ صفات پائی جائیں گی۔ کیونکہ اہل کتاب کسی نہ کسی درجہ میں توحید وغیرہ کو مانتے تو ہیں۔ گو غلط سہی۔ لیکن کفار و مشرکین تو سرے سے ان عقائد ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ اس قانون کی زد میں آئیں گے۔ البتہ مشرکین عرب اس عام حکم سے ایک مخصوص دلیل سے خاص کر لئے گئے ہیں۔ حنیفہ کی اس رائے کی تائید ابن شہاب کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ قاتلوہم حتی لا تكون فتنة کا حکم تو کفار عرب کے بارے میں نازل ہوا اور آیت قاتلوا الذین الخ اہل کے بارے میں اتری ہے۔

کفار سے جزیہ لینا انہیں کفر کی اجازت دینے کے لئے نہیں ہے:..... بعض لوگوں نے جزیہ کو اسلام کا بدلہ سمجھ کر جو یہ اعتراض کر دیا ہے کہ ایک معمولی سی رقم لے کر اسلام ہے پھر جانے اور کفر پر باقی رہنے کی کس طرح اجازت دے دی گئی ہے؟ تو یہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ایک غلط بات کی بنیاد رکھنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جزیہ دیا جاتا۔ تو اسلام نے کس درجہ رعایت فرمائی ہے۔ جس سے اس کی عظمت و قوت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ عورتیں اور بچے اور انتہائی بڑھے اور اپاہج یا تارک الدنیا اور راہب جن کو اسلام نے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ان میں سے کسی سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جزیہ قتل کا بدلہ ہے۔ اگر کفر پر باقی رہنے کا بدلہ ہوتا تو ان سے بھی جزیہ لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ کفر تو سب میں برابر پایا جاتا ہے۔ اگرچہ قتل کرنے نہ کرنے کے لحاظ سے ان میں فرق ہے۔

عن بد کی قید کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی شوکت نہ رہے اور لفظ صاعرون کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرعی معاملات اور سیاسیات کے قوانین کی پابندی کریں۔ ورنہ اس کے بغیر ان کو قتل سے معاف نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

لطا کف آیات:..... آیت یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الخ سے معلوم ہوا کہ بہ نسبت مخلوق کے اللہ سے زیادہ تعلق ہونا چاہئے۔ آیت اذ اعجبتکم کثر نکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کی نظر غیر اللہ پر نہیں ہونی چاہئے اور عجب نہیں کرنا چاہئے۔ نیز عجب نہ کرنے پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دل مطمئن رہتا ہے اور قضائے الہی پر راضی اور اپنی خواہشات کو مرضیات الہیہ میں گم کر دیتا ہے جس سے حق کی معیت کا مقام عطا ہوتا ہے۔

آیت اما المشرکون الخ سے مفہوم ہو رہا ہے کہ جس میں غیر اللہ کی طرف میلان کی آلائش ہوگی۔ وہ حضرت حق کے راق نہیں ہو سکتا۔ نیز جس طرح مشرکین کے مٹنے جلنے سے روکا گیا ہے اسی طرح دنیا دار لوگوں اور اہل حق کے مخالفین کی صحبت سے بچنا بھی ضروری ہے۔ آیت وان خفتهم عيلة الخ سے معلوم ہوا کہ دنیاوی مصالحت و مصلحتوں کے پورا کرنے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئیں اور دونوں مصدحتوں میں اگر ٹکراؤ ہونے لگے تو توکل سے علاج کرنا چاہئے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ
بِأَفْوَاهِهِمْ لَا مُسْتَنَدَ لَهُمْ عَلَيْهِ بَلْ يُضَاهَوْنَ يُشَابِهُونَ بِهِ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ مَنْ آبَائِهِمْ تَقْلِيدًا
لَهُمْ قَاتِلَهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ أَنَّى كَيْفَ يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾ يُضَرِّفُونَ عَنِ الْحَقِّ مَعَ قِيَامِ الدَّلِيلِ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
عُلَمَاءَ الْيَهُودِ وَرُهَبَانَهُمْ عِبَادَ النَّصْرَى أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ حَيْثُ اتَّبَعُوهُمْ فِي تَحْلِيلِ مَا حَرَّمَ وَتَحْرِيمِ مَا
أَحَلَّ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ إِلَّا لِيَعْبُدُوا آيَ بَابٍ يَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ تَنْزِيهًا لَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۱﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ شَرْعَهُ وَتَرَاهِيهَ
بِأَفْوَاهِهِمْ بِأَقْوَالِهِمْ فِيهِ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ يُظْهِرَ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾ ذَلِكَ هُوَ الَّذِي
أَرْسَلَ رَسُولَهُ مُحَمَّدًا بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ يَغْلِبَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلِّهِ جَمِيعِ الْأَذْيَانِ الْمُخَالَفَةِ
لَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ ذَلِكَ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ
بِأَحْذُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ كَالرُّشَى فِي الْحُكْمِ وَيَصُدُّونَ النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِهِ وَالَّذِينَ
مُبْتَدَأُ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ آيَ لَا يُؤْذُونَ مِنْهَا حَقَّهُ مِنْ
الرَّكْعَةِ وَالْخَيْرِ فَبَشِّرْهُمْ أَخْبِرْهُمْ بِعَذَابِ الْيَوْمِ ﴿۳۴﴾ مُؤَلِّمٌ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى
تُحَرِّقُ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ تُوسِعُ جُلُودَهُمْ حَتَّى تُوَضَعَ عَلَيْهِ كُلُّهَا وَيَقَالُ لَهُمْ هَذَا مَا
كَنتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ آيَ جَزَاؤُهُ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ الْمُعْتَدِ بِهَا لِلْسَّنَةِ عِنْدَ
اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا آيَ الشُّهُورِ
أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ مُحَرَّمَةٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ ذَلِكَ آيَ تَحْرِيمِهَا لِلَّذِينَ الْقِيَمُ الْمُسْتَقِيمُ
فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ آيَ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ أَنْفُسَكُمْ بِالْمَعَاصِي فَإِنَّهَا فِيهَا أَعْظَمُ وَزْرًا وَقِيلَ فِي الْأَشْهُرِ كُتِبَ
وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً آيَ جَمِيعًا فِي كُلِّ الشُّهُورِ كَمَا يَقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ
الْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ إِنَّمَا النَّسِيءُ آيَ التَّأْخِيرِ لِحُرْمَةِ شَهْرٍ إِلَى آخَرٍ كَمَا كَانَتْ الْحَاهِلِيَّةُ
تَفْعَلُهُ مِنْ تَأْخِيرِ حُرْمَةِ الْمُحَرَّمِ إِذَا أَهَلَ وَهُمْ فِي الْقِتَالِ إِلَى صَفَرٍ زِيَادَةً فِي الْكُفْرِ لِكُفْرِهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ فِيهِ
يُضَلُّ بِضَمِّ الْيَاءِ وَفَتْحِهَا بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ آيَ النَّسِيءِ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤَاطُوا
يُؤَافِقُوا بِتَحْلِيلِ شَهْرٍ وَتَحْرِيمِ آخَرٍ بَدَلَهُ عِدَّةً مَحَرَّمَ اللَّهُ مِنَ الْأَشْهُرِ فَلَا يَزِيدُونَ عَلَى تَحْرِيمِ أَرْبَعَةٍ
وَلَا يَنْقُصُونَ وَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى أَعْيَانِهَا فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ فَظُؤُهُ حَسًا وَاللَّهُ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: . . . اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا مسیح (عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں)۔ یہ ان کی باتیں ہیں محض ان کی زبان سے نکالی ہوئی (جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے) ان لوگوں نے بھی ان ہی کی سی بات کہی جو ان سے پہلے کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں (یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید کرتے ہوئے) خدا انہیں غارت کرے (ان پر لعنت ہو) یہ کدھر کو بھٹکے جا رہے ہیں (دلیل کے ہوتے ہوئے حق سے پھرے جا رہے ہیں) ان لوگوں نے اپنے علماء (علمائے یہود) اور مشائخ (مشائخ نصاریٰ) کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر (کیونکہ کسی چیز کے حلال حرام کرنے میں یہ لوگ ان ہی کا کہنا مانتے ہیں) اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی۔ حالانکہ ان کو (تورات و انجیل میں) صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک خدا کی بندگی کریں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ان کے شرک سے وہ پاک (منزہ) ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کی روشنی (شریعت اور دلائل شریعت) اپنی پھونکوں (باتوں) سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ یہ روشنی پوری کئے بغیر رہنے والے نہیں اگرچہ کافر کیسے ہی ناخوش ہوں (اس بارے میں) وہی ہے جس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو حقیقی ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر (جو اس کے مخالف ہوں) غالب کر دے۔ گو مشرک کیسے ہی (اس کو) ناگوار سمجھیں۔

مسلمانو! علماء اور مشائخ میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال کھاتے (اڑاتے) ہیں۔ ناروا طریقہ پر (جیسے مقدمات میں رشوت لینا) اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ (دین) سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی اپنے ذخیروں میں ڈھیر کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں (ان خزانوں کو) خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ و خیرات کے ذریعہ مالی حقوق ادا نہیں کرتے) تو ایسے لوگوں کو دردناک (تکلیف دہ) عذاب کے خوشخبری (خبر) سنا دیجئے۔ دردناک عذاب کا وہ دن جب کہ سونے چاندی کا ڈھیر دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے داغی جائیں گی (تپائی جائیں گی) ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی ٹانگیں (ان کی کھالوں کو اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ وہ سب روپیہ اس پر آسکے اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو (یعنی اس کا بدلہ) اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی (جس سے سال شمار ہوتا ہے) بارہ مہینے کی ہے۔ کتاب الہی (لوح محفوظ) میں ایسا ہی لکھا گیا۔ جس دن آسمانوں کو اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ان بارہ مہینوں میں سے چار خاص مہینے حرمت کے مہینے ہوئے (جو محترم ہیں ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ رجب) یہ (ان مہینوں کی حرمت) دین کی سیدھی راہ ہے۔ پس (ان حرمت کے مہینوں میں) اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو (گناہ کر کے)۔ کیونکہ ان دنوں میں گناہ کرنا زیادہ برا ہے اور بعض کے نزدیک پورے بارہ مہینے مراد ہیں) اور چاہئے کہ تمام مشرکوں سے بلا استثناء جنگ کرو (یعنی سب سے اور سب مہینوں میں لڑو) جس طرح وہ تم سے بلا استثناء جنگ کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ ان ہی کا ساتھ ہے (بلحاظ تائید و مدد کے) جو تقویٰ والے ہیں۔ یہ مہینوں کی ہیر پھیر (یعنی حرام مہینوں کو ایک دوسرے کی طرف رد و بدل کر دینا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر عین جنگ کی حالت میں محرم کا چاند ہو جاتا تو اس کی حرمت صفر کے مہینہ کی طرف منتقل کر دیتے تھے) کفر میں اور زیادہ بڑھ جاتا ہے (کیونکہ اس صورت میں اللہ کے حکم کا انکار کرنا ہوا) جس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں (لفظ صصل ضم یا اور فتح یا کے ساتھ دونوں طرح ہے) کہ ایک ہی مہینہ کو ایک برس حلال سمجھ لیتے ہیں اور اسی کو دوسرے برس حرام کر لیتے ہیں۔ تاکہ مطابق کر لیں (موافق کر لیں اس طرح کہ ایک مہینہ کو حلال کر کے دوسرے مہینہ کو اس کی جگہ حرام کر دیں) اپنی گنتی سے اللہ کے حرمت کے مہینوں کی گنتی کو (غرض کہ حرمت کو چار مہینوں سے زیادہ بڑھتے نہیں دیتے تھے اور نہ گھٹنے دیتے تھے۔ لیکن متعین طور پر ان کا لحاظ نہیں رکھتے تھے) پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کو حلال کر لیں ان کی نگاہوں میں انکے برے کام خوشنما ہو کر دکھائی دیتے ہیں (اور وہ ان کو اچھا سمجھتے ہیں) اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتے۔

تحقیق و ترکیب: . . . یصاھنون۔ قبیلہ ثقیف کا لفظ ہمزہ کے ساتھ ہے اور عاصم کی قراءت بھی ہے اور بعض کے نزدیک یا

ہمزہ کی فرع ہے۔ جیسے قرات اور قریت اور توضعیت اور توضعیت تعذیر عبارت اس طرح ہے۔ یضاهی قولہم قول الذین انٹی یؤفکون۔ یہ کلام تعجب انسانی عادت کے مطابق ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کو تعجب دلانا مقصود ہے۔ اتخذوا۔ عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو تلاوت فرما کر کہا کہ وہ لوگ اگرچہ اپنے علماء و مشائخ کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ تاہم ان کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھتے تھے۔ کثیرا۔ اس قید سے عبداللہ بن سلامؓ جیسے لوگوں کو بچانا مقصود ہے کہ ان میں یہ خرابیاں نہیں تھیں اور یا کلون سے مراد صرف کھانا ہی نہیں بلکہ عام استعمال مراد ہے۔

ای الكنوز۔ یعنی لا ینفقونها کی ضمیر مفرد ذہب و فضہ کی طرف کس طرح راجع ہے؟ اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ضمیر معنی کی طرف راجع ہے نہ کہ لفظ کی طرف جیسے وان طائفان من المؤمنین اقتلوا یا کہا جائے کہ لفظ ہی کی طرف راجع ہے۔ لیکن صرف ایک پر اکتفاء جائز ہے۔ جیسے اذا راوہ جارة اولہوا انفقوا الیہا میں ضمیر تجارت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ لایردون۔ حدیث میں ہے۔ ما ادى زکوة فلیس بکنز۔ یعنی جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو تو کنز نہیں رہتا۔ (بلکہ مال نہ کی بن جاتا ہے۔) یحییٰ علیہا۔ یہ نار حامیہ سے ماخوذ ہے۔ یہاں بھی علیہا کی ضمیر مفرد کی توجیہ وہی ہوگی جو ابھی ذکر کی گئی ہے۔ البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ محاورہ میں احمیت علی الحدید نہیں بولا جاتا۔ بلکہ احمیت الحدید کہا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ درابم و دنیایر کو آگ پر تپانا مراد نہیں۔ بلکہ خود آگ کو ان پر رکھ کر تپانا مراد ہے۔

اثنا عشر شہرا۔ قمری سال مراد ہے جو تین سو پچپن دن کا ہوتا ہے جو چاند کے منازل کے لحاظ سے عرب میں اور دوسری بہت سی قوموں میں رائج تھا۔ اسلامی اکثر احکام کا تعلق اس سے ہے۔ شمسی حساب جس میں آفتاب کا پورا دورہ تین سو پینسٹھ روز اور چوتھائی دن میں ہوتا ہے۔ چونکہ ہر سال قمری حساب میں شمسی حساب کے اعتبار سے دس روز کی کمی رہتی ہے۔ اسی لئے روزوں اور حج کا موسم بدلتا رہتا ہے۔

وقیل ابن عباسؓ کی رائے یہی ہے اور اول رائے اکثر مفسرین کی ہے۔ کسافۃ۔ یہ مصدر ہے بمعنی مفعول ہے یا بمعنی فاعل ہے۔ ترکیب میں یہ مفعول سے اور فاعل سے حال بنایا جاتا ہے تو جہاد کا فرض عین ہونا لازم آتا ہے یا کہا جائے کہ پہلے جہاد فرض نہیں تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ لیکن ابن عطیہ اس کا انکار کرتے ہیں بہر حال فی کل الشہود کہہ کر مفسر اختارہ کر رہے ہیں۔ اشہر حرم میں جہاد کی حرمت منسوخ ہو گئی۔ جیسا کہ قوادۃ عطاء، خراسانی، زہری، نوویؒ کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حنین میں ہوازن سے جہاد کیا اور طائف میں ثقیف سے جہاد کرتے ہوئے شوال اور ذیقعدہ میں ان کا محاصرہ فرمایا۔ اگرچہ عطاء ابن ابی رباح حرام مہینوں میں جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ النسی۔ یہ مصدر ہے نساہ نساء، نسیا نایو لیتے ہیں۔ مسہ مساسا مسینا کی طرح۔ بقول زمخشری ان سب طریقوں سے پڑھا بھی گیا ہے اور جوہری کہتے ہیں کہ فعل بمعنی مفعلو ہے اور مضاف مقدر ہوگا۔

ربط آیات: پچھلی آیات میں اہل کتاب کے متعلق لایؤمنون فرمایا تھا۔ آیت وقالت اليهود الخ سے ان کی زبانی اور عملی کفریات کی تفصیل ہے اور آیت یا ایہا الذین امنوا الخ سے خواص اہل کتاب کی گمراہیاں ذکر کی جا رہی ہیں اور اہل کتاب کے ذکر سے پہلے چونکہ کفار و مشرکین کے نقض عہد کا ذکر تھا۔ اس لئے آیت ان عدة الشہود الخ سے ان کی بعض جہالتوں اور کفریات کا بیان ہے۔

شانِ نزول: اپنی جنگی ضرورت اور مصالح کے پیش نظر جاہلان عرب ان مہینوں میں ان تین طریقوں سے تبدیلیاں کرتے رہتے تھے۔ جن کا اثر حرام مہینوں پر بھی پڑتا تھا۔ جن میں ان کے اعتقاد کے لحاظ سے بھی اگرچہ قتل و قتال برا تھا۔ لیکن اپنی مصالح کی وجہ سے یہ میر پھیر کر لیتے تھے۔ جس سے کوئی مہینہ اور تاریخ بھی اپنی جگہ محفوظ نہیں رہی تھی۔ اس پر آیت ان عداۃ الشہور نازل ہوئی۔

(تشریح) : اسلام کا غلبہ : دین اسلام کے اتمام کے معنی اگر دلائل کے ذریعہ مضبوط کرنا اور ثابت کرنا

ہے تب تو یہ معنی برزخ مانہ کے لئے عام ہیں اور اس لحاظ سے اسلام ہمیشہ پورا اترتا اور اس کے بالقابل اطفاء کے معنی لئے جائیں گے۔ تفسیر کی صحت کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ البتہ سلطنت کے ساتھ اسلام کی تکمیل کے لئے اہل دین کی اصلاح شرط ہے اور اسلام کے علاوہ تمام مذاہب و ادیان کا مٹ جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے وقت ہوگا اور اہل کتاب کو انکار ثبوت کی وجہ سے کافر اور انہیت کے اعتقاد اور علماء و مشائخ کو رب گردانے کی وجہ سے مشرک کہا گیا ہے۔

ایک شبہ کا جواب:..... جہنم میں مال کے ذریعہ داغ دینے پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ تمام مال سے ایک دم داغ دیا جائے گا۔ روپیہ کو آگے پیچھے کر کے داغا جائے گا۔ پہلی صورت اگر ہے تو زیادہ روپیہ ہونے کی حالت میں تو اس کے بدن پر اتنی گنجائش کہاں ہوگی؟ اور دوسری صورت میں کم اور زیادہ روپے والوں کا عذاب یکساں اور برابر ہوگا۔ کیونکہ نئے اور پرانے روپیہ کا داغ برابر ہوگا۔ جہاں محقق اشارہ کر رہے ہیں کہ پہلی صورت ہوگی اور اس جہنمی کا جسم زیادہ سے زیادہ پھیلا دیا جائے گا۔ لیکن دوسری صورت بھی اس طرح ممکن ہے کہ ایک روپیہ کا داغ ایک ہی دفع کیا جائے۔ پس اس طرح تھوڑے روپیہ کا داغ جلد ختم ہو جائے گا اور زیادہ مالدار کا داغ زیادہ دیر تک رہے گا۔ دونوں جگہ کے اثر میں امتداد تو ہوگا ہی۔ مگر دونوں کی تکلیف کے اشد اد میں نمایاں فرق رہے گا۔

مہینوں اور تاریخ کی تبدیلی:..... عرب میں مہینوں اور تاریخوں کی تبدیلیاں عین طرح کرتے تھے۔ ایک صورت تو یہ ہوتی کہ اگر کبھی اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے ان مہینوں میں قتل و قتال کی نوبت آ جاتی یا پہلے سے جنگ جاری ہوتی اور محرم کا مہینہ مثلاً آ جاتا تو کہہ دیتے کہ اس دفعہ محرم یہ مہینہ نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا مہینہ محرم میں لگے گا اور صفر کے مہینہ میں بھی اگر ضرورت پیش آ جاتی تو ربیع الاول کو حرام مہینہ قرار دے لیتے۔ غرض کہ اس طرح سال بھر میں چار مہینے پورے کر لیتے اور مہینوں کی تعیین و تخصیص باقی نہ رہتی۔

دوسری صورت:..... دوسری صورت یہ تھی کہ بعض دفعہ لڑتے لڑتے اگر دس مہینے مسلسل گزر جاتے اور سال پورا ہونے میں صرف دو مہینے باقی رہ جاتے تو ایسی حالت میں چار حرام مہینوں کی کمی پوری کرنے کے لئے اس دفعہ بارہ مہینے کی بجائے چودہ مہینے کا سال قرار دے لیتے۔ ان کی اس ہیرا پھیری کی وجہ سے حج بھی اپنے صحیح وقت پر باقی نہیں رہا تھا۔

چنانچہ ۹ھ میں صدیق اکبرؓ جب حج کرنے تشریف لے گئے اور براءت کا اعلان فرمایا تو حساب سے تو وہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔ لیکن ان کے حساب سے ذیقعدہ پڑ رہا تھا اور اس غلطی کو نباہنے کے لئے انہوں نے ایک دوسری گڑبگڑ کر رکھی تھی کہ دو سال وہ ایک ہی مہینہ میں حج کرتے۔ پھر دوسرے دو سال تک دوسرے مہینہ میں حج رکھ لیتے۔ اس طرح ۹ھ میں جو مہینہ فی الواقع ذی الحجہ کا تھا وہ ان کے اعتبار سے ذیقعدہ تھا۔ اس لئے کفار خود بھی حج کے لئے آ گئے۔ غالباً اسی وجہ سے اس سال اول حضرت صدیق اکبرؓ کو بھیجا گیا ہوگا۔ آنحضرتؐ خود تشریف نہیں لے گئے اور اسی لئے بعض روایات میں اعلان براءت کے اختتام کی تاریخ دسویں ربیع الثانی آئی ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں دسویں ربیع الاول ہے جس کی صورت یہی ہوئی ہوگی کہ ان کے حساب سے تو وہ ربیع الاول کی دسویں تھی۔ مگر واقع میں ربیع الثانی کی دسویں تھی۔ چنانچہ اس حساب سے ۱۰ھ میں جو مہینہ واقع میں ذی الحجہ کا تھا وہ ان کے حسابی اعتبار سے بھی ذی الحجہ ہی پڑتا تھا۔ گویا ہر لحاظ سے وہ حج کا صحیح وقت تھا۔ غالباً اسی لئے آنحضرتؐ نے اسی شہر ہذا کہہ کر حاضرین سے سوال کیا تو انہوں نے جب اللہ و رسولہ اعلم کا نعرہ بلند کیا تو آپؐ نے تعیین فرماتے ہوئے جواب دیا۔ لیسر ذی الحجۃ (کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے) اور الا ان الزمان قد استدار کھینٹا۔ فرمان نبویؐ کا مطلب یہ بھی یہی تھا کہ آنا ہوا و زمانہ اپنی اصل رفتار پر آ گیا ہے۔

تیسری صورت:..... تیسری صورت یہ تھی کہ محرم کو صفر کرنا جو بعض روایات میں آیا ہے۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ یوں کہہ دیتے ہوں گے کہ اس دفعہ صفر کا مہینہ پہلے آ گیا۔ اس لئے اس میں جنگ کی اجازت ہے اور محرم بعد میں آئے گا۔ اس لئے اس میں جنگ کی اجازت نہیں ہوگی اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ محرم کے صفر ہونے کے معنی مثل صفر ہونے کے ہوں۔ یعنی اگرچہ محرم محرم ہے اور صفر صفر۔ لیکن محرم کو حرام نہ ہونے میں صفر جیسا کر لیا گیا ہے اور صفر حرام ہونے میں محرم جیسا ہو گیا۔

اصلاح رسوم کا غیر معمولی اہتمام:..... ان آجوں میں ان کی ان ہی جہالتوں کی اصلاح کی جا رہی ہے اسی لئے شروع میں مہینوں کا عدد بتلادیا تا کہ دوسری صورت کی اصلاح ہو جائے اور پھر حرمت یا حرام مہینوں کی تاخیر کا انکار فرما کر پہلی اور تیسری صورت کی اصلاح فرمادی اور حدیث ثلاث متوالیات ذوالقعدة ذوالحجۃ ز محرم میں حرام مہینوں کو بڑے اہتمام سے بیان فرمایا۔ اسی طرح رجب کے مہینہ کے متعلق فرمایا رجب مضر الذی بین جماعی الاخری و شعبان کیونکہ قبیلہ ربیعہ والے رمضان کو رجب کہتے تھے اور اس کو حرام مہینہ سمجھتے تھے۔ غرض کہ مقصد اس سارے اہتمام کا اس غلطی کا ازالہ تھا۔

موسموں کے حساب کی صحیح کے لئے بارہ مہینوں پر جو لوہ کا مہینہ بڑھا لیا جاتا ہے وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے حساب جن سے شرعی احکام میں کوئی فرق اور نقصان نہیں پڑتا وہ بھی اس آیت کے تحت میں نہیں آتے۔ بلکہ مقصود ان حسابوں کی تردید کرنی ہے۔ جن سے شرعی احکام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

چاند کی تاریخیں:..... قمری حساب پر چونکہ بہت سے شرعی احکام کا مدار ہے اس لئے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے۔ اگر سب مسلمان اس کو چھوڑ کر کسی اور حساب کو اپنالیں جس سے قمری حساب ضائع ہو جائے تو سب گنہگار ہوں گے۔ ہاں اس کو باقی رکھتے ہوئے اور دوسرے حسابات کا استعمال جائز رہے گا۔ مگر خلاف سنت سلف کہلائے گا۔ تاہم پھر بھی قمری حساب کے مستحسن ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

ایک ہی بات کو نسئ، یحلونہ، یحلوا ما حرم مختلف عنوانات سے تاکید اذکر کیا گیا ہے۔ یعنی کئی وجہ سے ان کا یہ طرز عمل غلط ہے۔ اول تو اس لئے کہ بلا استثناء سب مہینوں کا آگے پیچھے کرنا لازم آتا ہے۔ خواہ حرام مہینے ہوں یا دوسرے۔ اور مطلقاً ایب کرنا حرام ہے دوسرے ایک مہینہ کا ایک سال کا ایک حکم اور دوسرے سال دوسرا حکم ہو جاتا ہے۔ پس یہ بد نظمی بھی ہوا نفس کی علامت ہے تیسرے سب سے بڑھ کر حرام کو حلال کرنے کی خرابی ہے اور اسی لئے اس کو ترقی کفر قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اگر مہینوں کی حرمت اس معنی سے باقی تھی کہ ان میں جنگ کرنا ناجائز تھا۔ تب تو کوئی اشکال نہیں لیکن اگر جنگ کی ممانعت منسوخ ہو چکی تھی تو پھر ان باتوں کا ذکر کرنا جاہلیت کی اس ہیرا پھیری سے بچنے اور حسابات میں پوری احتیاط برتنے کے لئے ہے۔ اگرچہ جنگ کی رکاوٹ اب نہیں رہی لیکن جمعہ اور رمضان کی طرح برکت و فضیلت کے لحاظ سے تو حرمت اب بھی باقی ہے۔

لظانف آیات:..... آیت قاتلہم اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ مستحق کے لئے بدو عا کرنا ظلم اور حسن خلق کے خلاف نہیں ہے۔ آیت اتخذوا الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی شریعت کی بجائے علماء یا مشائخ کا اتباع کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ آجکل جاہل لوگ غلط رسموں میں اپنے مشائخ کی آڑ لیتے ہیں۔

آیت یسریدون ان یطفئوا الخ سے معلوم ہوتا ہے مخالفین پر زیادہ نظر نہیں رکھنی چاہئے بلکہ خدائے کار ساز پر نظر دینی چاہئے۔ آیت یا ایہا الذین امنوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہل مریدوں سے نذرانے لینا اور اپنے منافع چھوٹنے کے خیال سے حق چھپنا یہودی کی برائیوں کو اپنانا ہے۔

آیت والذین یکمنزون الخ سے معلوم ہوا کہ مال جمع کرنا اور بکھل کر نا نہایت برا ہے۔ آیت فلا تظلموہن الخ سے معلوم ہوا کہ مبارک زمانہ کی طرح مبارک جگہ میں گناہ کرنا بھی بدترین جرم ہے۔ مزارات اولیاء پر جو لوگ منکرات و بدعت کرتے ہیں بالخصوص غرسوں کے موقعہ پر ان کا کیا حال ہوگا۔

وَنَزَلَ لِمَا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانُوا فِي غُسْرَةٍ وَشِدَّةٍ حَرَفَشُوا عَلَيْهِمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقُلْتُمْ بِأَدْعَامِ اثَّاءٍ فِي الْأَرْضِ فِي الْمُثَنَّةِ وَاجْتِلَابِ هَمَزَةِ الْوَصْلِ أَيْ تَبَاطُطْتُمْ وَمِلْتُمْ عَنِ الْجِهَادِ إِلَى الْأَرْضِ وَالْقُعُودِ فِيهَا وَالْإِسْتِفْهَامِ لِلتَّوْبِيخِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَذَاتِهَا مِنَ الْآخِرَةِ أَيْ بَدَلِ نَعِيمِهَا فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي حَسَبِ مَتَاعِ الْآخِرَةِ الْأَقْلِيلُ ﴿۲۴۸﴾ حَقِيرٌ إِلَّا بِأَدْعَامِ نُونٍ إِنْ الشَّرْطِيَّةِ فِي لَا فِي الْمَوْضِعِ تَنْفِرُوا تَخْرُجُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجِهَادِ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا مُؤَلِّمًا وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ أَيْ يَأْتِ بِهِمْ بِذَلِكَ وَلَا تَضُرُّوهُ أَيْ اللَّهُ أَوْ النَّبِيُّ شَيْئًا بِتَرْكِ نَصْرِهِ فَإِنَّ اللَّهَ نَاصِرُ دِينِهِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۴۹﴾ وَمَنْهُ نَصْرُ دِينِهِ وَنَبِيِّهِ الْإِتِّصَارُ أَيْ السَّبِي فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ حِينَ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْحَجَّاءِ إِلَى الْخُرُوجِ لَمَّا أَرَادُوا قَتْلَهُ أَوْ حَبْسَهُ أَوْ نَفْيَهُ بِدَارِ الْبُدُودِ ثَانِي اثْنَيْنِ حَالٍ أَيْ أَخَذَ اثْنَيْنِ وَالْآخِرُ أَبُو بَكْرٍ الْمَعْنَى نَصْرَهُ فِي مِثْلِ تِلْكَ الْحَالَةِ فَلَا يَخْذِلُهُ فِي غَيْرِهَا إِذَا بَدَّلَ مِنْ إِذْ قَبْلَهُ هُمَا فِي الْغَارِ نَقْتُ فِي جَبَلٍ ثَوْرٍ إِذَا بَدَّلَ ثَانٍ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ أَبِي بَكْرٍ وَقَدْ قَالَ لَهُ لَمَّا رَأَى أَقْدَامَ الْمُشْرِكِينَ لَوْ نَظَرَ أَحَدُهُمْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَا يَبْصُرُنَا لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا بِنَصْرِهِ فَانْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ طَبَقَتْهُ عَلَيْهِ قِيلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيلَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَيَّدَهُ أَيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا مَلَكَةٌ فِي الْغَارِ وَمَوَاطِنَ قِتَالِهِ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَيْ دَعْوَةَ الشِّرْكِ السُّفْلَى الْمَعْلُومَةَ وَكَلِمَةُ اللَّهِ أَيْ كَلِمَةُ الشَّهَادَةِ هِيَ الْعُلْيَا الظَّاهِرَةُ الْغَالِبَةُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ فِي مَلِكِهِ حَكِيمٌ ﴿۲۵۰﴾ فِي صُغْبِهِ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا نَشَاطًا وَغَيْرَ نَشَاطٍ وَقِيلَ أَقْوِيَاءَ وَضَعْفَاءَ أَوْ أَغْيِيَاءَ وَفُقَرَاءَ وَهِيَ مُسْوَخَةٌ بِأَيَّةٍ لَيْسَ عَدَى الصُّغْفَاءِ الْحِجَابُ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۵۱﴾ أَنَّهُ خَيْرٌ لَكُمْ فَلَا تَثَاقَلُوا وَنَزَلَ فِي الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ تَخَلَّفُوا لَوْ كَانَ مَا دَعَوْتُهُمْ إِلَيْهِ عَرَضًا مَتَاعًا مِنَ الدُّنْيَا قَرِيبًا سَهْلَ الْمَاخِذِ وَسَفَرًا قَاصِدًا أَوْ سَطًا لَا تَبْعُولُكَ طَلَبًا لِلْعَيْمَةِ وَلَكِنْ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ الْمُسَافَةُ فَتَخَلَّفُوا وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ لَوْ اسْتَطَعْنَا الْخُرُوجَ لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۲۵۲﴾ فِي قَوْلِهِمْ ذَلِكَ

ترجمہ: ... (اگلی آیات اس وقت نازل ہوئیں جبکہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو غزوہ تبوک کی طرف دعوت دی۔ اس وقت

وہ بڑی تنگی میں تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا، جس کی وجہ سے کچھ تامل ہوا) اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قدم اٹھاؤ تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو کر (در اصل اس لفظ میں تاتھی جوٹا، بن کرٹا، میں اوٹا مہوٹی، اور ہمزہ و سئل بر گیا۔

مطلب یہ کہ تم جہاد کا نام سن کر منہ موڑنے لگے اور کنارہ کش ہو گئے (زمین پکڑے لیتے ہیں) اور زمین میں بیٹھے جاتے ہو۔ اس میں استفہام تو بیخ کے لئے ہے (کیا دنیا کی زندگی (اور اس کی لذتوں) پر ہی رتبہ گئے ہو آخرت چھوڑ کر (یعنی آخرت کی نعمتوں کے بدلہ میں) تو دنیاوی زندگی کی متاع تو آخرت (کی نعمتوں) کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر بہت ہی تھوڑی کے بدلہ میں) تو دنیاوی زندگی کی متاع تو آخرت (کی نعمتوں) کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر بہت ہی تھوڑی (معمولی) اگر (لفظ الاما میں دونوں جگہ ان شرطیہ کے نون کالام میں ادغام ہو رہا ہے) تو نہیں نکلو گے (نبی کریم ﷺ کی ہر کابی میں جہاد کے لئے) تو وہ تمہیں دردناک (تکلیف دہ) عذاب میں ڈالے گا اور وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا (یعنی تمہارے بدلہ وہ دوسری جماعت پیدا کر دے گا) اور اللہ ہر بات پر پوری قدرت رکھتے ہیں (اپنے دین اور نبی کی مدد بھی اس میں داخل ہے) اگر تم لوگ آپ کی (رسول اللہ کی) مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے ان کی مدد اس وقت کی ہے جب کافروں نے اس حال میں گھر سے نکالا (یعنی کفار مکہ نے آپ ﷺ کو نکلنے پر مجبور کر دیا۔ واللہ وہ میں آپ ﷺ کے قتل یا قید اور جدا وطن کرنے کی سازشیں کر کے) دو آدمیوں میں ایک آپ تھے (یہ حال ہے یعنی ہجرت کرنے والوں میں ایک آپ تھے اور دوسرے ابوبکرؓ۔ حاصل یہ ہے کہ اس نازک حالت میں بھی جب اللہ نے آپ کی مدد فرمائی تو دوسری حالتوں میں کیوں نہیں مدد فرمائیں گے؟) جس وقت (لفظ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہو رہا ہے) دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے (اس سے مراد غار ثور ہے) اس وقت (یہ دوسرا بدل ہے) اللہ کے رسول نے اپنے ساتھی سے کہا تھا (ابوبکرؓ جبکہ ان کی نظر مشرکین کے قدموں پر پڑی اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر انہوں نے نیچے نہ دیکھ لیا تو ہم نظر آ جائیں گے) کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں (اپنی مدد سے) پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سیکنہ (الطمینان) ان پر نازل فرمایا (یعنی آنحضرت ﷺ پر یا حضرت ابوبکرؓ پر) اور آپ کی (نبی کریم ﷺ کی) ایسے لشکروں سے مدد کی جنہیں تم نہیں دیکھتے (فرشتے، جو غار میں اور میدان جنگ میں رہے) بلا آخر اللہ نے کافروں کی بات (شرک کی دعوت) نیچی کر دی (جھکا دی) اور اللہ تعالیٰ ہی کا بول (کلمہ شہادت) بالا ہے (ظاہر اور غالب ہے) اور اللہ زبردست ہیں (اپنے ملک میں) حکمت والے ہیں (اپنی صفت میں) نکل کھڑے ہو جس حال میں بھی ہو بلکہ ہو یا بوجھل (خوش ہو یا ناخوش اور بعض نے طاقتور اور کمزور یا مالدار اور غریب کے معنی بیان کئے ہیں۔ یہ حکم ایت یس علی الضعفاء الخ سے منسوخ ہے) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تمہیں زمین سے چپکنا نہیں چاہئے۔ اگلی آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو شریک جہاد نہیں ہوئے تھے) اگر تمہارا بلاوا (جس بات کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں) لگے ہاتھ ملنے والی چیز کی طرف ہوتا (دنیا کے ایسے نفع کی طرف جس کا حاصل کرنا آسان ہوتا) اور سفر بھی معمولی سا ہوتا (درمیانی درجہ کا) تو بلا تامل تمہارے پیچھے ہو لیتے (مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے) لیکن انہیں تو مسافت ہی دور دراز کی دکھائی دینے لگی (جس کو دیکھ کر یہ پیچھے ہٹ گئے) اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جائیں گے (تمہاری واپسی کے وقت) کہ اے (ہن) ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے کو تباہ کر رہے ہیں (جھوٹی قسمیں کھا کر) اور اللہ جانتے ہیں کہ قطعاً یہ جھوٹے ہیں (اپنے ان بیانات میں)

تحقیق و ترکیب: ونزل. یا ایہا الذین امنوا سے انما الصدقات الخ تک تمام آیات غزوہ تبوک سے متعلق ہیں۔ اس میں چونکہ بڑی تنگی پیش آئی تھی کہ ایک ایک کھجور دو دو آدمیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ اس لئے اس کا نام غزوہ عسرة اور غزوہ الفاضلہ ہو گیا۔

انفروا اس کا اسم نفیر ہے کہا جاتا ہے استنفر الامام الناس جبکہ جہاد پر آمادہ کیا جائے۔

انا قلتم چونکہ اس کا صلائی کے ساتھ ہے۔ اس لئے میلان اور اخلاص کے معنی ہو گئے۔ عن الاخرة من کی معنی بدلہ کے ہیں۔ ویستبدل قوم ما سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قارس کے لوگ ہیں اور بعض نے اس کا مصداق اہل یمن کو بتلایا ہے۔ حال یعنی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ ای اذا خرجہ الذین کفروا حال کو نہ متفرداً عن جمیع الناس الا ابابکر اس جملہ سے حضرت

صدیق اکبرؓ کی جدالت قدرا اور ان کا مستحق خلافت بلا فصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا تھا انت صاحبی فی العار و صاحبی علی الحوض حسین بن فضلؓ کہتے ہیں کہ جو شخص صدیق اکبرؓ کے صاحب رسولؐ ہونے کا انکار کرے وہ منکر نص ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ لیکن دوسرے صحابہؓ کی صحابیت کے انکار سے مبتدع کہلائے گا کافر نہیں ہوگا۔

لاتحسروں صدیق اکبرؓ کو اپنا غم نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ فکر تھی وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ان مت انا فانما رجل واحد وان مت انت هلك الامۃ والدين (یا رسول اللہ اگر میں مر گیا تو میں ایک ہی مرد ہوں اور اگر آپ ﷺ مر گئے تو پوری امت اور دین ہلاک ہو جائے گا)

چنانچہ سفر ہجرت میں کبھی آنحضرت ﷺ سے پیچھے رہتے اور کبھی حفاظت کے لئے آپ ﷺ سے آگے ہو جاتے۔ غار پر پہنچے تو اول خود داخل ہو کر اس کو صاف کر کے ٹھہرنے کے قابل بنایا۔ آنحضرت ﷺ نے استراحت فرمائی اسی لئے فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے والذی نفسی بیدہ التلک اللیلۃ خیر من عمرو من ال عمر (اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ یہ رات بہتر ہے عمرؓ اور اس کی اولاد سے)

پس جہاد اس جملہ سے صدیق اکبرؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے کمال تعلق کا پتہ چلتا ہے وہیں آنحضرت ﷺ کی کمال قوت اور قلبی طاقت کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر ایسے نازک مرحلہ پر بھی حزن کا کوئی اثر نہیں رہا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صاحب کی ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ ہیں اور صاحب کا مصداق صدیق اکبرؓ ہیں۔

ان الله معنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصائب میں گھر جاتے تو ان معی رہی فرماتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر ان الله معنا کے الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ ان جملوں سے دونوں حضرات کے مقامات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک کی نظر اول خدا پر، پھر خود پر جاتی ہے اس لئے اللہ کو پہلے اور معنا کو بعد میں لایا جاتا ہے اور دوسرے کا حال برعکس ہے بجنود فرشتوں کی مدد ہجرت کے موقع پر بھی شامل رہی کہ کفار آپ ﷺ کو پا نہیں سکے اور بدر اور احزاب اور حنین کے مواقع پر بھی رہی اور موطن قتال سے مراد یہی مواقع ہیں۔ کلمۃ اللہ جہور کے نزدیک مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ہی مبتداء العلیا خبر سے مل کر جملہ اول مبتداء کی خبر ہوگی۔

منسوخۃ یعنی اقویا اور ضعفاء یا اغنیاء اور فقراء کے معنی لینے کی صورت میں آیت لیس علی الضعفاء الخ منسوخ ہے۔ لیکن نشا طاً اور غیر نشا طاً کے معنی لینے کی صورت میں منسوخ نہیں ہے۔ نیز نسخ ثقالاً ہے نہ خفایا۔ اور صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کو اگر نفیر عام پر محمول کر لیا جائے تو پھر منسوخ نہیں رہتی کیونکہ اس وقت جہاد میں شرکت فرض عین ہے۔ لیکن صاحب اتقان اس آیت کو منسوخ مان رہے ہیں۔ تندرستی کی حالت ہو یا بیماری کی یا دوسری کوئی حالت نفیر عام ہو یا خاص امر و جوہ کے لئے ہو یا نہ ہو۔ ابن عباسؓ کی رائے بھی نسخ کی ہے۔ لیکن اگر استطاعت کی قید لگادی جائے۔ جیسا کہ سیحلفون باللہ لو استطعنا الخ سے معلوم ہوتا ہے تو پھر منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

سیحلفون تبوک کی واپسی سے پہلے چونکہ یہ آیت نازل ہوئی اس لئے اس کی پیشگوئی اور اخبار غیب پر محمول کیا جائے گا۔ ربط آیات: ... پچھلی آیات میں جس طرح مختلف غزوات کا ذکر ہوا تھا۔ آیات یا ایہا الذین امنوا سے لے کر انما الصدقات الخ تک غزوہ تبوک کے حالات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ آیت لو کان عرضا الخ سے اخیر سورت تک ان منافقین کے ان احوال و اقوال بیان کئے جا رہے ہیں جو اس غزوہ سے بلا وجہ کنارہ کش رہے۔

شان نزول: مکہ اور حنین کے معرکوں سے فراغت کے بعد ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے جس کے لئے اپنی مملکت شام کی حدود میں مقام تبوک پر چھاؤنی بنا رہا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ

نے خود پیش قدمی کر کے اس مقام تک پہنچنا مناسب سمجھا اور اس کا اعلان فرمادیا۔ چونکہ موسم سخت اور سفر دور دراز کا تھا اس لئے یہ جہادی مہم بڑی کٹھن سمجھی گئی اور غیر معمولی ترغیب اور اہتمام سے کام لیا گیا اور ساتھ ہی منافقین کو سخت دست کہہ کر جھجھوڑا گیا ہے۔ غرضیکہ آپ ﷺ نے اپنی فوج ظفر موح کو لے کر تبوک کا مورچہ سنبھال لیا۔ اور ایک عرصہ تک انتظار کرتے رہے لیکن نصاریٰ کی فوجیں اس درجہ مرعوب ہوئیں کہ سامنے نہیں آئیں اور آپ ﷺ بسلامتی مدینہ واپس چلے آئے۔

﴿تشریح﴾: تبوک کی مہم میں چھ قسم کے لوگ ہو گئے تھے: اس غزوہ میں لوگوں کے حالات مختلف تھے۔ (۱) بعض حضرات تو بلا تامل ساتھ ہو لیے۔ (۲) بعض حضرات کچھ تردد کے بعد ساتھ ہوئے۔ آیت الذین اتبعوه فی ساعۃ العسرة من بعد ما کاوذبغ قلوب فریق منهم میں ان دونوں کے قسم کے حضرات کا ذکر ہے۔ (۳) بعض حضرات کسی عذر واقعی کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے جیسا کہ آیت لیس علی الضعفاء الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ (۴) بعض لوگ محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ آیت احرون اعترفوا اور اخرون مرجون اور علی الثلاثة الخ میں ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے۔ (۵) اکثر منافق محض منافقت اور شرارت کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے جن کا ذکر اکثر آیات میں آیا ہے۔ (۶) بعض منافق جاسوسی اور شرارت کے ارادہ سے ساتھ ہو لیے تھے۔ آیت وفیکم سماعون الخ اور ولئن سالتهم ليقولون الخ اور وہموا بمالم ینالوا الخ میں بعض کی رائے پر ان کا ذکر ہے۔ غرضیکہ آیت یا ایہا الذین الخ میں دوسری قسم کا ذکر ہو رہا ہے۔

واقعہ ہجرت: آیت اذا خرجہ الذین کفروا الخ میں واقعہ ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ غار ثور جو مکہ معظمہ سے تھوڑے فاصلہ پر منیٰ کے راستہ میں پڑتا ہے آپ ﷺ یہاں رفتی غار صدیق اکبرؓ کی رفاقت میں تین روز تک چھپے رہے۔ کفار آپ ﷺ کے متلاشی تھے ایک قائف اور نشان بتانے والے کی مدد سے کچھ لوگ غار کے منہ تک پہنچ بھی گئے اور غار میں چھپے ہوئے صدیق اکبرؓ نے ان کو دیکھ کر فکر کا اظہار کیا جس پر آپ ﷺ نے کلمات تشفی سے تسلی فرمادی۔ حسن اتفاق کہ مکاریوں نے غار کے دہانہ پر جا لے تن دیئے تھے اس لئے لوگوں کو آپ ﷺ کی موجودگی کا یقین نہیں ہوا اور القائف کو بے وقوف بنایا۔ اس طرح یہ لوگ ناکام واپس ہوئے اور آپ ﷺ بخیریت مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

لنکس کے بعد جو مسافت کی دوری بیان کی گئی ہے اس سے فوری فائدہ کی نفی بھی ہو گئی کیونکہ دوری کی وجہ سے ایسا فائدہ حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا اور معمولی سفر کی نفی بھی ہو گئی۔ غرضیکہ جب دونوں باتیں نہیں تو یہ لوگ آپ ﷺ کا اتباع بھی نہیں کرتے لیکن اگر مسافت کی دوری کی وجہ سے صرف ایک ہی چیز کی نفی ہوتی ہو تب بھی مقصد حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے کو دو چیزوں پر رکھا گیا ہے فوری فائدہ یا معمولی سفر، لیکن ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے مجموعہ کی نفی ہو گئی اور مجموعہ کے نہ ہونے سے اتباع کی نفی ہو گئی۔

لطاائف آیات: آیت لانزل اللہ سکینتہ الخ میں علیہ کی ضمیر خواہ ابو بکرؓ کی طرف لوٹائی جائے یا آنحضرت ﷺ کی طرف۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں صدیق اکبرؓ پر بلا واسطہ سکینہ کا نازل ہونا معلوم ہوگا اور دوسری صورت میں آنحضرت ﷺ کے واسطہ سے۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں شیخ کے ساتھ رہنے کی برکات کا ہونا معلوم ہوا۔

آیت لو کان عوضاً الخ سے اللہ کی محبت کے امتحان کا طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دینی کام میں کوئی دنیاوی نفع نہ ہو بلکہ مشقت ہو اس میں طبیعت کا رنگ دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ دنیاوی نفع کی ساتھ کسی کام کو کرنا دلیل محبت نہیں ہے۔ آیت وسیع حلفون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس اگر جھوٹے دعوؤں سے دھوکہ دینے لگے اور اطاعت بجالانے میں غلط عذر پیش کرنے لگے یا صلاح و تقویٰ اور تقدس کے جھوٹے مدعی اگر طمع سازیاں کرنے لگیں تو ان سب کو اس آیت کے مضمون میں غور کر کے وہی جواب دینا چاہئے جو اللہ نے یہلکون انفسہم کہا ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِحَمَاعَةٍ فِي التَّخَلُّفِ بِاجْتِهَادٍ مِنْهُ فَتَرَلْ عِنَابًا لَهُ وَقَدَّمَ الْعَمْرَ تَطْمِينًا لِقَلْبِهِ
عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ فِي التَّخَلُّفِ وَهَلَّا تَرَكْتَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا فِي الْعَدْرِ
وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ ﴿۳۳﴾ فِيهِ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فِي التَّخَلُّفِ عَنْ أَنْ
يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ فِي التَّخَلُّفِ الَّذِينَ لَا
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ شَكَّتْ قُلُوبُهُمْ فِي الدِّينِ فَهُمْ فِي رِيبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿۳۵﴾
يَتَحَيَّرُونَ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ مَعَكَ لَا عُدُوَالَهُ عُدَّةٌ أَهْبَةٌ مِنَ الْأَلَةِ وَالزَّادِ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ
أَيُّ لَمْ يَرُدُّهُمْ فَجَبَّطَهُمْ كَسَلَهُمْ وَقِيلَ لَهُمْ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿۳۶﴾ الْمَرْضَى وَالنِّسَاءُ وَالصَّبَابُ
أَيُّ قَدَّرَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا فَسَادًا بِتَحْذِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا أَوْضَعُوا
خِلَالَكُمْ أَيْ اسْرِعُوا بَيْنَكُمْ بِالْمَشْيِ بِالسِّمَةِ يَبْغُونَكُمْ أَيْ يَطْلُبُونَ لَكُمْ الْفِتْنَةَ بِإِلْقَاءِ الْعَدَاوَةِ وَفِيكُمْ
سَمْعُونَ لَهُمْ مَا يَقُولُونَ سَمَاعَ قُبُولٍ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۳۷﴾ لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ لَكَ مِنْ قَبْلِ أَوَّلِ
مَسَاوِدِ الْمَدِينَةِ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ أَيْ أَحَالُوا الْفِكَرَ فِي كَيْدِكَ وَأَبْطَالِ دِيْنِكَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ
النَّظَرُ وَظَهَرَ عَرَّ أَمْرُ اللَّهِ دِينَهُ وَهُمْ كَرِهُونَهُ ﴿۳۸﴾ لَهُ فَدَخَلُوا فِيهِ ظَاهِرًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَئِذْنِي فِي
التَّخَلُّفِ وَلَا تَفْتِنِي وَهُوَ الْحَدُّ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ هَلْ لَكَ فِي جِلَادِ بَنِي الْأَصْفَرِ فَقَالَ بَنِي مُعَرَّمٍ
بِالنِّسَاءِ وَأَخْشَى إِنْ رَأَيْتُ نِسَاءَ بَنِي الْأَصْفَرِ أَنْ لَا أَصْبِرَ عَنْهُمْ فَافْتَنَ قَالَ تَعَالَى إِلَّا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا
بِالتَّخَلُّفِ وَقُرَى سَقَطَ وَإِنْ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۳۹﴾ لَا مَحِيصَ لَهُمْ عَنْهَا إِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ
كُنْصِرَ وَعَيمَةٌ تَسُوهُمْ وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ شِدَّةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا بِالْحَزْمِ حِينَ تَحْتَصِمُ مِنْ
قَبْلِ قَلِّ هَذِهِ الْمُصِيبَةِ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿۴۰﴾ بِمَا أَصَابَكَ قُلْ لَهُمْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا
إِصَابَتُهُ هُوَ مَوْلَانَا نَاصِرُنَا وَمُتَوَلَّى أُمُورِنَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ فِيهِ
حُذِيفَ إِحْدَى النَّائِبِينَ فِي الْأَصْلِ أَيْ تَنْتَظِرُونَ أَنْ يَقَعَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْعَاقِبَتَيْنِ الْحُسْنَيْنِ تَنْبِيْهُ حُسْنِي
ثَانِيكَ أَحْسَنَ النَّصْرِ أَوِ الشَّهَادَةِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ بِفَارَعَةٍ
مِنْ السَّمَاءِ أَوْ بِأَيْدِينَا بِأَنْ يَأْذَنَ لَنَا بِقِتَالِكُمْ فَتَرَبَّصُوا بِنَا ذَلِكَ إِنَّمَا مَعَكُمْ مُتَرَبَّصُونَ ﴿۴۲﴾ عَاقِبَتَكُمْ قُلْ
أَنْفِقُوا فِي طَاعَةِ اللَّهِ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ مَا أَنْفَقْتُمُوهُ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَسِقِينَ ﴿۴۳﴾
وَالْأَمْرُ هُنَا بِمَعْنَى الْعَبْرِ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ فَاعِلٌ مِنْهُمْ وَأَنْ
تُقْبَلَ مَعْمُولُهُ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى مُتَنَاقِلُونَ وَلَا يُنْفِقُونَ

الْأَوْهَمُ كَرِهُونَ ﴿۵۳﴾ النَّفَقَةُ لَانَّهُمْ يَعُدُّونَهَا مَغْرَمًا فَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ أَى لَا تَسْتَحْسِنُ نَعَمًا عَلَيْهِمْ فَهِيَ اسْتِذْرَاجٌ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ أَى أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بِمَا يُلْقُونَ فِى جَمْعِهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ وَفِيهَا مِنَ الْمَصَائِبِ وَتَزْهَقَ تَخْرُجَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۴﴾ فَيُعَذِّبُهُمْ فِى الْآخِرَةِ أَشَدَّ الْعَذَابِ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ أَى مُؤْمِنُونَ وَمَا هُمْ بِمِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۵﴾ يَخَافُونَ أَنْ تَفْعَلُوا بِهِمْ كَالْمُشْرِكِينَ فَيَحْلِفُونَ نَقِيَّةً لَوْ يَجِدُونَ مَلَجًا يَلْحَاقُونَ إِلَيْهِ أَوْ مَغْرَبٍ سَرَادِيبٍ أَوْ مَدْخَلًا مَوْضِعًا يَدْخُلُونَهُ لَوْلَا إِلَهُ وَهُمْ يَجْمَعُونَ ﴿۵۶﴾ يَسْرِعُونَ فِى دُخُولِهِ وَالْإِنْصِرَافُ عَنْكُمْ إِسْرَاعًا لَا يَرُدُّهُ شَىْءٌ كَالْفَرَسِ الْجُمُوحِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ يَعْيِكَ فِى قَسَمِ الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۷﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنَ الْعَنَائِمِ وَنَحَرُوا وَقَالُوا أَحْسَبْنَا اللَّهَ سَيُوتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ مِنْ غَنِيمَةِ أُخْرَى مَا يَكْفِيُنَا إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿۵۸﴾ أَنْ يُغْنِيَنَا وَجَوَابٌ لَوْلَا كَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸

ترجمہ: (آنحضرت ﷺ سے جب ایک جماعت نے جہاد میں جانے سے رخصت چاہی تو آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ان کو رخصت دے دی۔ اس سلسلہ میں اظہار رائے رکھ کر دے ہوئے یہ آیات اتریں۔ لیکن آپ ﷺ کے قلب کو اطمینان دمانے کے لئے معافی کے الفاظ سے مضمون شروع کیا) اللہ آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی تھی (جہاد میں نہ شریک ہونے کی اور آپ ﷺ نے کیوں چھٹی دے دی) تاوقتیکہ آپ ﷺ پر نہ کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور آپ ﷺ معلوم کر لیتے کون لوگ جھوٹے ہیں؟ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی آپ ﷺ سے رخصت نہیں مانگیں گے، اپنے مال اور جان سے جہاد (نہ کرنے) کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتے ہیں البتہ (جہاد میں نہ جانے کی) آپ سے وہی لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں (دین کے متعلق) سو وہ شکوک میں سرگرداں (حیران) ہیں اور اگر واقعی ان لوگوں نے (آپ کے ساتھ) نکلنے کا ارادہ کیا ہوتا تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ سروسامان کی تیاری ضرور کرتے (جنگی ہتھیاروں یا رسد کی فراہمی کے ساتھ) لیکن اللہ نے ہی ان کے اٹھنے کو پسند نہیں کیا (یعنی ان کے جانے کو نہیں چاہا) اس لئے انہیں توفیق نہیں بخشی (انہیں بوجھل کر دیا) اور (ان سے) کہہ دیا کہ اپنا جہاد لوگوں کے ساتھ تم بھی یہیں دھرے رہو (بیماروں، عورتوں، بچوں کے ساتھ۔ یعنی اللہ نے یوں بے مقدر کر دیا) اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو کر جاتے تو سوائے اس کے کہ دو گنا فساد کرتے اور کیا ہوتا (مسلمانوں کو ذلیل کر کے خرابی برپا کرتے) اور تمہارے درمیان ضرور گھوڑے دوڑا دیتے (یعنی لگائی بجھائی کرنے کے لئے دوڑے دوڑے پھرتے) اس فکر میں ہیں (تلاش میں ہیں) کہ تمہارے لئے فتنہ پروازی کر سکیں (دشمنی پھیلا کر) اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں (جو باتیں سنتے رہتے ہیں) اور اللہ ان ظالموں کو خوب سمجھیں گے۔ یہ واقعہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے بھی فتنہ انگیزی کی کوششیں کی تھیں (جب شروع شروع میں آپ ﷺ مدینہ میں آئے) اور آپ کے خلاف کاروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے (یعنی آپ کے خلاف سازش کرنے میں اور آپ کے دین کو برباد کرنے میں، یہ لوگ لگے رہے تھے) یہاں تک کہ سچائی (اللہ کی مدد) نمایاں ہو گئی اور اللہ کا حکم (دین) غالب (عزت مند) رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا (اس لئے وہ ظاہر اس میں داخل ہو گئے) اور ان منافقین میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو کہتا مجھے اجازت دے دیجئے (جہاد میں نہ جانے کی) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں

(وہ شخص جس سے نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ رومیوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں عورتوں پر فریفتہ ہو جاتا ہوں اس لئے مجھے ڈر ہے کہ رومیوں کی عورتیں دیکھ کر ضبط نہ کر سکیں اور اس طرح کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں) سون رکھو یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے ہیں (جہاد سے باز رہ کر۔ اور ایک قرأت میں سقط بھی ہے) اور بداد و دوزخ کا فروں کو گھیرے ہوئے ہے (جس سے ان کو چھٹکارہ نہیں مل سکتا)، اگر آپ ﷺ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (جیسے غبی مد اور مال غنیمت) تو انہیں بری لگتی ہے اور آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے اپنا بچاؤ کیا تھا (بطور احتیاط جنگ میں شریک نہیں ہوئے) پہلے ہی (اس مصیبت سے پہلے) اور پھر گردن موڑ کر خوش خوش چلے جاتے ہیں (آپ کی مصیبت دیکھ کر) فرمادیتے ہیں آپ (ان سے) ہمیں کچھ پیش نہیں آ سکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے (جس مصیبت کا پہنچنا صرف وہی پہنچے گی) وہی ہمارے مالک (مددگار اور کارساز) ہیں اور مسلمانوں کو تو اپنے سب کام اللہ ہی کے سپرد رکھنے چاہئیں۔ کہہ دو تم تو انتظار کرتے رہا کرو (دراصل اس میں دو تائیں۔ ان میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یعنی تم تو منتظر رہو) ہمارے حق میں دو بہتریوں (انجاموں) میں سے ایک بہتری کے (لفظ حنین متنیہ حسی کا جو احسن کا منونٹ ہے مراد اس سے امداد الہی ہے یا شہادت) اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ اللہ تم پر کوئی عذاب واقع کر دے اپنی طرف سے (آسمانی آفت) یا ہمارے ہاتھوں سے (تمہارے قتل کی ہمیں جازت دیکر) انتظار کرو (ہمارے بارے میں مصیبت کا) ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں (تمہارے انجام کے متعلق) کہہ دو (اللہ کی راہ میں) خوشی سے خرچ کرو، یا ناخوش ہو کر تمہارا خرچ کرنا کبھی قبول نہیں کیا جائے گا (جو تم نے خرچ کیا ہے) بلاشبہ تم حکم عدولی کرنے والے ہو (یہاں امر بمعنی خبر ہے) اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے (یہ لفظ تا اور یا کے ساتھ ہے) اور کوئی چیز مانع نہیں بجز اس کے کہ انہوں نے (یہ منہم کا فاعل ہے اور ان تقبل مفعول ہے) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ لوگ نماز کے لئے نہیں آتے مگر تھکے بارے جی سے (کابلی کے ساتھ) اور مال خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ (کیونکہ وہ اس خرچ کو ڈانڈا سمجھتے ہیں) سوان کے پاس مال و دولت اور اولاد ہونا آپ کو تعجب میں نہ ڈالے (یعنی ہماری نعمتیں دینے کو آپ گلیجائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں کیونکہ بطور ڈھیل کے ان کے ساتھ ایسا کیا جا رہا ہے) اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان کو گرفتار عذاب رکھیں (یعنی ان کو عذاب دیں) ان چیزوں کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں (جو کچھ دنیا کو جمع کرنے میں انہیں مشقت ہوتی ہے اور مصائب پہنچتے ہیں) اور ان کی جان کفر کی حالت میں نکلے گی جس کی وجہ سے انہیں آخرت میں بھی بدترین عذاب ہوگا) اور یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ البتہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں (اس بات سے گھبراتے رہتے ہیں کہ کہیں تم ان کے ساتھ مشرکین کا سا سلوک نہ کرنے لگو۔ اس لئے تقیہ کرتے ہوئے یہ لوگ قسمیں کھا رہے ہیں) ان لوگوں کو اگر کوئی بھی پناہ کی جگہ مل جائے (جس میں یہ لوگ پناہ حاصل کر لیں) یا غار (سنگ) یا گھس کر بیٹھنے کی کوئی ذرا سی جگہ (جس میں یہ لوگ سر چھپائیں) تو ضرور یہ فوراً اس کا رخ کریں اور حالت یہ ہو کہ گویا رسی توڑ کر بھاگے جا رہے ہیں (کہیں گھسنے کے لئے یا تم سے پیچھا چھڑا کے ایسے سر پٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں جیسے بے لگام گھوڑا) اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو زکوٰۃ کا مال بانٹنے میں آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں لیکن اگر انہیں اس میں سے کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور نہ دیا جائے تو بس اچانک بگڑ بیٹھتے ہیں اور ان کے لئے بہتر ہوتا کہ اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول نے دیا تھا (مال غنیمت وغیرہ) اور کہتے ہمارے لئے اللہ کافی ہے (اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا اور اس کے رسول بھی) اور زیادہ مال غنیمت جو ہمارے لئے کافی ہو جائے ہمیں تو بس اللہ ہی چاہئے (وہی ہمیں غنی بنا سکتا ہے اور لو کا جواب لکان خیراً لہم محذوف ہے)

تحقیق و ترکیب:..... باجہاد اس میں اختلاف ہے کہ جن احکام میں اللہ کی طرف سے کوئی صریح حکم نہیں تو کیا ان میں آنحضرت ﷺ کو اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحیح یہی ہے کہ جائز ہے جیسے بقول مفسر آپ نے یہاں اجتہاد سے فرمایا۔ باقی پر عتاب

ہونا حسات الابرار سینات المقربین کے لحاظ سے ہے۔ تاہم معافی کے لفظ نے اس عتاب کو لطف آمیز کر دیا اور قاضی عیاض اپنی شفا میں فرماتے ہیں کہ یہ عتاب نہیں تھا کیونکہ جب پہلے ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا تو پھر گناہ نہیں اور جب گناہ نہیں تو عتاب کیسا؟ پس یہاں عفا بمعنی غفر نہیں ہے بلکہ ارشاد نبوی عفا اللہ عنکم عن صدقة الخلیل والرقیق ولم تجب علیہم قط کی طرح ہے یعنی تم پر لازم نہیں ہے۔

اور شیرازی کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ معافی کا لفظ گناہ کے بغیر بولا نہیں جاتا وہ کلام عرب سے ناواقف ہے اور کئی کہتے ہیں کہ اصل حک اللہ واعزک کی طرح عفا اللہ بھی ابتداء کلام کے لئے آتا ہے۔

اور سمرقندی کی رائے عفا اللہ کے معنی عفا کا اللہ کے ہیں اور تفسیر کبیر میں ہے کہ اس سے تو آپ ﷺ کی اور زیادہ تعظیم و توقیر ہو رہی ہے کیونکہ کسی محترم شخص کیلئے کہا جاتا ہے کہ عفا اللہ عنک ما صنعت فی امری۔

حتیٰ یتبین ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورۃ توبہ نازل ہونے سے پہلے منافقین کا حال نہیں جانتے تھے۔ لا یتذکر ذلک یعنی جہاد میں جانے سے ان کا جی چرا نا خود ان کے نفاق کی کھلی دلیل تھی کیونکہ مخلص مسلمان خود شوق سے آگے بڑھتے ہیں چہ جائیکہ رخصت مانگیں۔

لو ارادوا منافقین کے ساتھ نہ جانے کی ایک نکوینی مصلحت بتلا کر آپ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔

ای قدر اللہ یعنی قیل سے مقصود واقعی قول نہیں بلکہ اللہ کا ان کے حق میں مقدر کر دینا ہے اور اقدوا سے مقصود اعملوا ما شئتم الح کی طرح تو بیخ ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کے اجازت دینے کو اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یا بعض نے واقعہ ایسا کہا ہوگا اور شیطان نے پٹی پڑھائی ہوگی یا اللہ نے جو ان کے دلوں میں جہاد کی کراہت بٹھا دی ہے وہ مراد ہے۔

لو خرجوا یہاں سے منافقین کے جہاد میں ساتھ جانے کے مفاسد بتلاتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی اجازت دینے میں آپ ﷺ پر عتاب کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ عتاب اس پر ہے کہ آپ نے اجازت دے کر ان کو نفاق پر پردہ ڈالنے کا موقعہ دے دیا۔ آپ ان کو ذلیل ہونے دیتے ان کا جانا کو خلاف مصلحت بھی مگر آپ نفاق کھلنے دیتے۔ ولا اوضحوا اونٹ کا دوڑنا اس میں استعارہ بالکنایہ ہے یہ الف صرف رسم الخط میں آئے گا پڑھا نہیں جائے گا۔

جد بن قیس کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا (اصابہ) جلاد بمعنی قتال کہا جاتا ہے۔ جلدتہ بالسيف والسيوط چنانچہ ایک نسخہ میں جلاد کی بجائے جہاد کا لفظ ہے۔ رومیوں کا جد اعلیٰ روم بن اسحق بن ابراہیم زرد رنگ ہوگا یا چونکہ ان کا کوئی جد اعلیٰ روم بن عیص تھا جس نے کسی حبشی شہزادی سے شادی کر لی تھی جس سے اولاد درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی۔ (مجمع البحار) اور قاموس کی رائے ہے کہ بنو الاصفہر سے مراد صفر بن عیص بن اسحق کی اولاد ہے جو شاہان روم ہوئے یا حبشہ کا لشکر جب روم پر غالب آیا اور ان کی عورتوں سے مباشرت کی تو زرد رنگ کی اولاد پیدا ہوئی۔

النصر والشهادة یہ لفظ حسنین سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

والامر ہنا یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ پہلے قیل سے انفاق کا حکم دیا۔ پھر کہہ دیا گیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے۔ بلا یلقون یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ مال و اولاد تو مسرت کا باعث ہوتا ہے نہ کہ باعث مشقت۔ جواب یہ ہے کہ ان چیزوں کے فراہم کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ مراد ہے یہی بات کے مشقت ہونا تو مومن و منافق دونوں کے لئے ہے پھر منافق کی تخصیص کیسی؟ جواب یہ ہے کہ مومن کے لئے جو اخروی ثواب ہوگا اس کی وجہ سے یہ مشقت ہیچ ہے۔ لیکن منافق کے لئے تو صرف مشقت ہی مشقت ہوگی۔ بلمزک لمز کے معنی تنقیص کے ارادہ سے آنکھ کا اشارہ کرنا اور غمز آنکھ سے مطلق اشارہ کرنے کو کہتے ہیں لمز خاص ہے اور غمز عام ہے۔

ربط آیات: ... بعض منافقین نے جھوٹے بہانے تراش کر آپ ﷺ سے جہاد میں نہ جانے کی رخصت چاہی آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ عفا اللہ الخ سے اظہار ناپسندیدگی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آیت لیا اذوا الح سے ان کے جھوٹے عذروں کا قرینہ بیان کر کے ان کے نہ جانے کی حکمت سے آپ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ اور لقد ابتغوا الفتنة الح میں پچھلے واقعات سے اس کی تائید کی جا رہی ہے۔

آگے آیت ومنہم من يقول الخ سے منافقین کے بعض مخصوص حالات بیان کئے جا رہے ہیں اور آیت قل انفقوا الخ سے ان کی مالی پیش کش کو ٹھکرا دیا گیا ہے اس کے بعد آیت ويحلفون الخ سے ان کے جھوٹے دعویٰ ایمان کا پول کھولا جا رہا ہے۔

شان نزول: آیت عفا اللہ الخ اور ومنہم من يقول الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق نے اشارہ کر دیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ جو منافقین مدینہ میں رہ گئے تھے انہوں نے جھوٹی خبریں اڑانی شروع کیں کہ ان محمداً واصحابہ قد جہدوا فی سفسرہم وھلکوا لیکن جب آنحضرت ﷺ سے پوچھا اور اصحاب کا بخیریت و سلامت واپس ہونا معلوم ہوا تو رنجیدہ ہوئے اس پر آیت ان تصبک حسنة نازل ہوئی۔

جد بن قیس نے بعد میں آنحضرت ﷺ کو خوش کرنے کے لئے کچھ مالی پیش کش کرنا چاہی تو اس پر آیت قل انفقوا الخ نازل ہوئی اور آیت ومنہم من يلزمك الخ کے سلسلہ میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ مال تقسیم فرمایا تو ذوالخویصرہ جس کا نام حرقوم بن زہیر ہے اور جو فرقہ خارجیہ کا راس رئیس ہوا ہے وہ آیا اور اس نے اعتراض کیا کہ یہ تقسیم غیر منصفانہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن ابوسعیدؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب غزوہ حنین کے غنائم تقسیم فرمائے تو ایک شخص نے اعتراض کیا ان هذه القسمة ما اريد بها وجه الله اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ابن جریر نے جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں صدقات آئے تھے آپ ﷺ نے ان کو تقسیم فرمادیا تو پیچھے کھڑے ہوئے انصار کی نے اس کو غیر عادلہ تقسیم کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بہر حال بعض روایات میں مال غنیمت کی تصریح ہے اور بعض میں صدقہ کی تصریح ہے اور بعض میں کچھ تصریح نہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مال غنیمت تھا جس کے پانچویں حصہ کی تقسیم صدقہ کی طرح فرمائی۔

﴿تشریح﴾: معافی کے لفظ سے گناہ کا شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ خلاف اولیٰ پر بھی یہ لفظ بول دیا جاتا ہے اور لم ادنت میں آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی تعلیم ہے۔ پچھلی بات پر عتاب نہیں ہے پس اس سے بھی کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اگر آپ ﷺ اجازت نہ دیتے تو یہ ضرور جاتے۔ یا ان کا جانا مفید یا ضروری تھا بلکہ غشاء یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ بھی روکتے ان کی نیت نہ جانے کی تھی۔ البتہ ان کی رخصت منظور ہونے سے جو انہیں ایک گونہ بے فکری ہو گئی وہ نہ ہوتی اور ان کی خباثت و نفاق کی ذرا قسمی کھل جاتی۔

اور الذین صدقوا کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے سچے مخلصین مسلمانوں سے ان کی حالت ممتاز ہو جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ ان میں بھی کچھ لوگ اچھے ہیں اور چونکہ اس آیت میں بلا نذر اجازت لینے پر انکار کرنا ہے۔

اور سورہ نور کی آیت لم يذہبوا حتی يستأذنوا الخ میں عذر کے ساتھ اجازت کو بیان کیا گیا ہے اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ وفیکم سماعون الخ میں جن جاسوسوں کا ذکر ہے وہ اگرچہ منافق ہی تھے تاہم چونکہ ذی رائے نہیں تھے اس لئے ان کے ساتھ رہنے میں فساد کا اتنا اندیشہ نہیں تھا بلکہ ایک لحاظ سے کچھ مفید ہی تھا کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کا استقلال اور غلبہ اور کفار کے ضعف و اضمحلال کی خبریں دشمنوں کو پہنچیں گی۔ تو ان کی خبروں کا زیادہ اثر ہوگا اور وہ مجلس میں مریں گے اور ان کی ہمتیں ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں گی۔

آیت قل لن یصیبنا الخ میں پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مالکانہ حقوق اور حاکمانہ تصرفات حاصل ہیں۔ اس لئے ان کے ہر فیصلہ پر ہم خوش اور مطمئن ہیں اور دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے ان کی بھیجی ہوئی مصیبت میں بھی یقیناً ہمارے لئے کوئی حکمت و مصلحت ہوگی جس میں ہمارا فائدہ ہی ہے۔ بہر حال ہم ہر طرح کامیاب ہیں خواہ تم دیکھو کہ ہر طرح خسارہ میں ہو۔

دنیا میں جب کبھی کوئی فرد یا جماعت کسی مقصد کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو اس کے سامنے امید بھی ہوتی ہے، مایوسی بھی کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی لیکن قرآن کہتا ہے کہ مومن وہ ہے جس کی جدوجہد میں جو کچھ ہے امید و کامرانی ہے۔ مایوسی و ناکامی کی تو اس پر چھ نہیں نہیں پڑ سکتی۔ کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے اور اس کے لئے یہی بات کامیابی نہیں کہ کسی خاص منزل تک پہنچ جائے۔ بلکہ اس کی راہ میں چلتے رہتا بجائے خود بڑی کامیابی ہے وہ جب اپنا سفر شروع کرتا ہے تو اس لئے نہیں کرتا کہ کسی خاص منزل تک ضرور ہی پہنچ جائے بلکہ صرف اس لئے کہ کسی کی راہ میں چلتا ہے اور یہی اس کے لئے منزل مقصود ہوتی ہے دوسرے اگر جدوجہد کرتے ہوئے مرجائے تو یہ ان کی ناکامیابی ہوتی ہے لیکن مومن اگر مرجائے تو یہ اس کی بڑی سے بڑی فتح مندی ہے ایسی فتح مندی جس سے بڑی فتح مندی کی وہ اپنی ذات کے لئے آرزو ہی نہیں کر سکتا۔

دوسرے اگر لڑکر دشمنوں پر غالب نہ آسکیں تو یہ ان کی ہار ہوتی ہیں لیکن مومن وہ ہے جو ہار کے معنی ہی سے نا آشنا ہوتا ہے وہ اگر کسی میدان میں غالب نہ آئے جب بھی جیت اسی کی ہے کیونکہ اس کی ہارجیت کا معیار میدان جنگ نہیں ہوتا خود اس کی طلب و سعی ہوتی ہے اگر وہ اپنی طلب و سعی میں پورا نکلا تو اس نے میدان مار لیا اگرچہ میدان جنگ میں اس کی لاش ہزاروں لاشوں کے نیچے دبی پڑی ہو یہی وجہ ہے کہ اس راہ میں وہ کبھی مر نہیں سکتا اس کی موت بھی زندگی ہوتی ہے۔

قرآن نے جا بجا زور دیا ہے کہ مومن کا مقصد سعی صرف اللہ اور اس کی سچائی ہے اور مومن کی جدوجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں یہی حقیقت پنہاں ہے کہ وہ ساری منزلوں سے جو دنیا میں پیش آسکتی ہیں بلند کر دیا گیا ہے اب یہاں کوئی منزل اس کی منزل مقصود نہیں ہو سکتی کہ اس تک پہنچ سکتا اس کی کامیابی کا فیصلہ کر دے اس کے لئے منزل مقصود تو صرف یہی ہے کہ حق کی راہ میں چلتا رہے اور رُکے نہیں اس کا ہر وہ قدم جو چلتا رہا فتح مندی ہے اور جو قدم رک گیا نامرادی ہے پھر دو خوبیوں سے مقصود یہی حقیقت ہے یعنی فتح مندی یا شہادت اور شہادت بھی فتح مندی ہے۔

دنیا کی تحصیل میں کیسی کیسی جسمانی اور روحانی تکلیفیں جھیلی پڑتی ہیں اور پھر بھی حاصل نہیں ہوتی اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو اس کے تھمنے میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں ذرا سا کچھ نقصان ہو جائے پھر دیکھئے کہ کیا کیفیت ہوتی ہے اور بالفرض سب باتیں اور حالتیں منشاء کے موافق بھی ہو جائیں تو ہر وقت یہ کھٹکار ہوتا ہے کہ کہیں یہ حالت چھن نہ جائے اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آجائے پھر دنیا چھٹنے پر کس درجہ حسرت اور بلا کا صدمہ ہوتا ہے اس کے علاوہ کافر کے لئے دنیا جتنی بڑھئی گی اس کا کفر دو گنا ہوگا جو آخرت کی زیادہ سے زیادہ تباہی کا باعث ہوگا۔

آیت فان اعطوا الخ پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ منافقین کو بھی صدقات میں سے کچھ ملا کرتا تھا؟ پس اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) ممکن ہے کہ یہ صدقہ نقلی ہو جس کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ (۲) منافق سے مراد اعتقادی منافق نہ ہو بلکہ عملی منافق ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں۔ (۳) البتہ اگر فرضی صدقہ مراد لیا جائے اور منافق بھی اعتقادی ہو تو پھر کہا جائے گا کہ اس وقت ابتدائی حالت تھی اس لئے مسلمانوں کی طرح منافقین کو بھی دیا جاتا ہوگا تمام احکام میں دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لظا کف آیات: ... آیت عفا اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ کاملین مقبولین پر عتاب بھی لطف آمیز ہوتا ہے تاکہ ان کو بالکل وحشت نہ ہو جائے اور اس میں محترم لوگوں سے خطاب کا ادب بھی معلوم ہو گیا۔ آیت الہم اذنت الخ سے معلوم ہوا کہ مریدین کے

اعذار قبول کرنے میں مشائخ کو پوری بیداری سے کام لینا چاہئے کہیں وہ دھوکہ نہ دے جائیں۔

آیت لا یستأذنک الخ سے معلوم ہوا کہ مومن کو خیر کی طرف طبعی رغبت و شوق ہوتا ہے۔

آیت لو ارادوا الخ سے معلوم ہوا کہ سامان و تدابیر کے بغیر محبت و اطاعت کا دعویٰ فضول ہے۔

آیت ومنہم من یقول الخ سے معلوم ہوا کہ نفس بھی انسان کو یہی سمجھاتا ہے کہ فلاں نیکی میں فلاں خطرات ہیں جن کی آفت اس نیکی کی خیریت سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اس نیکی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

آیت وان حہم الخ سے اشارہ اس طرف ہے کہ برے اعمال آخوت میں تار کی شکل و صورت میں ظاہر ہوں گے۔

آیت قل لن یصیبنا الخ میں توکل کا صریح حکم بھی ہے اور اس کو آسان بنادینے کے مراتب کا ذکر بھی ہے۔

آیت ولا یاتون الصلوۃ الخ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ عبادت کی لذت سے محروم اور جمال محبوب کا مشاہدہ سے محجوب ہوتے ہیں۔ بقول محمد بن فضل حکم کی تعمیل میں وہی کسل ٹرے گا جسے حاکم سے بے خبری ہوگی اور جو حاکم کی عظمت سے باخبر ہوگا وہ تعمیل حکم میں کس مندی نہیں دکھائے گا۔

آیت فلا تعجبک الخ سے معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی رونق پر حریفانہ نظر کر کے آخرت سے محروم نہیں ہونا چاہئے بلکہ دنیاوی لحاظ سے اپنے سے کمتر شخص پر نظر رکھنی چاہئے اور اخروی اعتبار سے اپنے سے بالاتر شخص پر نظر دینی چاہئے۔ آیت یرید اللہ لیعذبہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ محجوب ہوتے ہیں وہ راحت کے لئے جن چیزوں کو جمع کرتے ہیں وہ ان کی راحت سے تو محروم رہتے ہیں البتہ سارا وقت مصائب کے جھیلنے کی نذر ہوتا ہے۔ آیت لو انہم رضوا الخ سے معلوم ہوا کہ سچے مریدین اور عارفین کو ان آداب سے آراستہ ہونا چاہئے اور اہل رضا کی پہچان یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصائب پیش آئیں وہ ان پر شاداں فرماں رہیں اور بلاؤں سے لذت اندوز۔

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ الزَّكَاةُ مَضْرُوفَةٌ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَقَعُ مَوْقَعًا مِنْ كِفَايَتِهِمْ وَالْمَسْكِينِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَكْفِيهِمْ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا أَيِ الصَّدَقَاتِ مِنْ حَابٍ وَقَاسِمٍ وَكَاتِبٍ وَحَاشِرٍ وَالْمُؤَفَّةِ قُلُوبُهُمْ لِيُسَلِّمُوا أَوْ يَتَّبِعُوا إِسْلَامَهُمْ أَوْ يَسْلِمُوا نَظَرًا أَوْ هُمْ أَوْ يَذُبُّوا عَنِ الْمُسْلِمِينَ أَقْسَامًا وَالْأَوَّلُ وَالْآخِرُ لَا يُعْطِيَانِ الْيَوْمَ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ لِعِزِّ الْإِسْلَامِ بِخِلَافِ الْآخَرَيْنِ فَيُعْطِيَانِ عَلَى الْأَصَحِّ وَفِي فَتَا الرِّقَابِ أَيِ الْمُكَاتِبِينَ وَالْغَرَمِينَ أَهْلُ الدِّينِ أَنْ اسْتَدَانُوا الْغَيْرَ مَعْصِيَةً أَوْ تَابُوا وَلَيْسَ لَهُمْ وَفَاءٌ أَوْ لِأَصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَلَوْ أَعْنِيَاءَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ أَيِ الْقَائِمِينَ بِالْجِهَادِ مِمَّنْ لَاقَى لَهُمْ وَلَوْ أَعْنِيَاءَ وَابْنُ السَّبِيلِ الْمُنْقَطِعُ فِي سَفَرِهِ فَرِيضَةٌ نَصَبَ لِفَعْلِهِ الْمُقَدَّرُ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ﴿۶۰﴾ فِي صُوعِهِ فَلَا يَحُوزُ صَرْفُهَا لغيرِهِمْ وَلَا مَنَعَ صِنْفٍ مِنْهُمْ إِذَا وَجَدَ فَيَقْسِمُهَا الْإِمَامُ عَلَيْهِمْ عَلَى السَّوَاءِ وَلَهُ تَفْصِيلُ غُصَصِ أَحَادِ الصِّنْفِ عَلَى بَعْضٍ وَأَفَادَتِ اللَّامُ وَجُوبَ اسْتِغْرَاقِ أَفْرَادِهِ لَكِنْ لَا يَجِبُ عَلَى صَاحِبِ الْمَالِ إِذَا قَسَمَ لِعُسْرِهِ بَلْ يَكْفِي إِعْطَاءُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ وَلَا يَكْفِي ذُوْنَهَا كَمَا أَفَادَتْهُ صِيغَةُ الْجَمْعِ وَيَتَّبِعُ الشُّنَّةُ أَنَّ شَرْطَ الْمُعْطَى مِنْهَا الْإِسْلَامُ وَأَنْ لَا يَكُونَ هَاشِمِيًّا وَلَا مُطَّلِيًّا وَمِنْهُمْ أَيِ

الْمُنَافِقِينَ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ بِعَيْهِ وَتَقْلِي حَدِيثِهِ وَيَقُولُونَ إِذَا أُنْهِيَ عَنْ ذَلِكَ لَكُلَّ يَلُغَهُ هُوَ أَذُنٌ أَى
يَسْمَعُ كُلَّ قِيلٍ وَيُقْبِلُهُ فَإِذَا حَلَفْنَا لَهُ إِنَّا لَمَنْ نَقُلْ صَدَقْنَا قُلْ هُوَ أَذُنٌ مُسْتَمِعٌ خَيْرٌ لَكُمْ لَا مُسْتَمِعٌ شَرٌّ يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ يُصَدِّقُ لِلْمُؤْمِنِينَ فِيمَا أَخْبَرُوهُ بِهِ لَا لِيُغَيِّرَهُمُ وَاللَّامُ زَائِدَةٌ لِلْفَرْقِ بَيْنَ إِيْمَانِ التَّسْلِيمِ وَغَيْرِهِ
وَرَحْمَةً بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلَى أَذُنٍ وَالْحَرْ عَطْفًا عَلَى خَيْرٍ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ فِيمَا بَلَّغَكُمْ عَنْهُمْ مِنْ أَدَى الرَّسُولِ أَنَّهُمْ مَا
آتَوْهُ لِيُرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ بِالطَّاعَةِ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۶۲﴾ حَقًّا وَتَوْجِدًا الضَّمِيرُ
لِتَلَاوَمِ الرِّضَائَيْنِ أَوْ خَبَرِ اللَّهِ أَوْ رَسُولِهِ مَحذُوفٌ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ أَى الشَّأْنِ مَنْ يُحَادِدُ يُشَاقِقِ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ يَخَافُ الْمُنْفِقُونَ
أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ آيَةُ الْمُؤْمِنِينَ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ النِّفَاقِ وَهُمْ مَعَ ذَلِكَ يَسْتَهْزِءُونَ قُلْ
اسْتَهْزِءُوا وَأَمْرٌ تَهْدِيدٌ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مظهرٍ مَا تَحْذَرُونَ ﴿۶۴﴾ إِخْرَاجُهُ مِنْ نِفَاقِكُمْ وَلَيْتُنْ لَأَمْ قَسَمَ
سَأَلْتَهُمْ عَنِ اسْتَهْزَائِهِمْ بِكَ وَالْقُرْآنِ وَهُمْ سَائِرُونَ مَعَكَ إِلَى تَبَوُّكَ لِقَوْلِنِ مُعْتَذِرِينَ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ
وَنَلْعَبُ فِي الْحَدِيثِ لِنَقْطَعَ بِهِ الطَّرِيقَ وَلَمْ نَقْصِدْ ذَلِكَ قُلْ لَهُمْ أِبَالٌ وَآيَاتٌ وَرَسُولُهُ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُونَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوا عَنْهُ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ أَى ظَهَرَ كُفْرُكُمْ بَعْدَ إِظْهَارِ الْإِيْمَانِ إِنْ نَعَفُ
بِالْيَأْسِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ وَالنُّونُ مَبْنِيًّا لِلْفَاعِلِ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ بِإِخْلَاصِهَا وَتَوْبَتِهَا كَمَخْشَى بْنِ حَمِيرٍ
نُعَذِّبُ بِالنَّاءِ وَالنُّونُ طَائِفَةٌ بَأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۶۶﴾ مُصِرِّينَ عَلَى النِّفَاقِ وَالْإِسْتِهْزَاءِ

ع

۱۴

ترجمہ:..... صدقہ کامل (زکوٰۃ) تو صرف غریبوں کا ہے (جن کے پاس کچھ نہ ہو، فقیر کہلاتے ہیں) اور محتاجوں کا ہے (جن کے پاس کچھ تھوڑا سا پیسہ ہو) اور ان کارندوں کا ہے جو اس کی وصول یا بی پر مقرر ہوں (یعنی صدقات کی وصول یا بی کرنے والے ہوں خواہ وہ روپیہ پیسہ کو اکٹھا کر کے لائیں یا تقسیم کرنے والے ہوں یا کلرک اور گماشتے ہوں) اور جو دلجوئی کے لائق ہو (تاکہ وہ درۃ اسلام میں داخل ہو جائیں یا اسلام پر جم جائیں یا ان کو دیکھ کر دوسرے کے مسلمان ہونے کی توقع ہو یا مسلمانوں کے کام آتے ہوں۔ یہ مختلف قسمیں ہیں لیکن ان میں سے اوں و آخر کی قسموں کو امام شافعی کے نزدیک اب دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسلام کو عزت حاصل ہوگئی ہے۔ ابستہ اصح قول کے مطابق اور قسموں کو دیا جائے گا) اور (مکاتہوں کی) گردن (چھڑانے) میں اور قرضداروں کے قرضہ میں (جنہوں نے گنہ ہوں کے علاوہ کاموں کے لئے قرضہ لیا ہو یا لیا تھا برے کاموں کے لئے لیکن پھر توبہ کر لی اور ان میں ادائیگی کی سکت نہ ہو یا باہمی اصلاح کے لئے اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں) اور اللہ کی راہ میں (یعنی جہادی مہم پر جانے والے کو جن کے پاس ماں فئے نہ ہو اگرچہ وہ مالدار ہوں) اور مسافروں کے لئے صرف ہونا چاہئے (جو سفری ساتھیوں سے بچھڑ گئے ہوں) یہ حکم (فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے) اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ (اپنی مخلوق کو) بہت جاننے والے اور (اپنی صفت میں) بڑی حکمت والے ہیں (غرضہ ان لوگوں کے

ملا وہ میں وہاں خرچ نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی موجود ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی قسم کو محروم کرنا چاہئے بہر حال امام کو چاہئے کہ ان سب کو برابر تقسیم کر ڈالے۔ البتہ امام کو یہ ضرورت ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکے اور لام استقرانیہ سے معلوم ہوا کہ ان تمام افراد کا بلا استثناء لینا ضروری ہے۔ لیکن مالدار پر اس کی پابندی اس لئے ضروری نہیں کہ اس کی رعایت کرنا بڑا دشوار ہے۔ تاہم ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا کافی ہے اس سے کم کو دینا کافی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ جمع کے صیغہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو زکوٰۃ دیجائے اس کا مسلمان ہونا اور ہاشمی اور مطلبی سید نہ ہونا ضروری ہے (اور ان ہی (منافقین) میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کے نبی کو تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں) ان میں عیب لگا کر یا ان کی باتیں نقل کر کے (اور کہتے ہیں کہ) جب انہیں اس حرکت سے روکا جاتا ہے کہ کہیں آپ کو خبر نہ ہو جائے (آپ کانوں کے کچے ہیں) یعنی ہر بان سن کر مان لیتے ہیں چنانچہ جب ہم حلفیہ کہیں گے کہ ہم نے یہ نہیں کہا تو آپ ہمیں بھی سچا مان لیں گے (آپ فرمادیتے ہیں کہ) (وہ نبی) کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہو (کسی بری بات کو اس طرح نہیں سنتے) وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی بات پر بھی یقین رکھتے ہیں (جس بات کی آپ کو اطلاع دیتے ہیں اس میں انہیں سچا سمجھتے ہیں دوسروں کو ایسا نہیں سمجھتے اور للمؤمنین میں امام زائد ہے جس سے ایمان اعتقاد دی اور ایمان بمعنی تسلیم میں فرق واضح ہو جاتا ہے) اور آپ سراسر رحمت ہیں (یہ لفظ رفع کے ساتھ ہوتا اس کا عطف اذن پر ہوگا اور جر کے ساتھ ہونے کی صورت میں خیر پر عطف ہوگا) ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں (اے مسلمانو! ان کی طرف سے رسول اللہ کو تکلیف پہنچانے کی جو اطلاع تمہیں ملتی ہے ان کی یہ تردید کرتے ہیں) تاکہ تمہیں راضی کر لیں حالانکہ اللہ و رسول اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ ان کی (اطاعت کر کے) خوشنودی حاصل کریں اگر یہ لوگ (واقعی) مومن ہیں (اور ضمیر مفرد لایا تو اس لئے ہے کہ اللہ و رسول کی رضا آپس میں لازم و مزدوم ہو کر ایک ہی ہیں اور یا کہا جائے کہ اللہ یا رسول میں سے کسی ایک کی خبر محذوف ہے) کیا انہیں معلوم نہیں کہ (تحقیق شان یہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت (مقابلہ) کرے گا تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اس کے لئے دوزخ کی آگ اس طرح ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ جلتے گا۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے، منافق اس بات سے ڈرتے (خائف) ہیں کہ ان (مسلمانوں) پر کوئی ایسی صورت ان کے بارے میں نازل نہ ہو جائے کہ جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہے وہ برملا ظاہر کر دے (یعنی ان کا نفاق۔ لیکن اس کے باوجود پھر بھی یہ لوگ استہزاء کرتے ہیں) تم ان سے کہہ دو "اچھا تم تمسخر کرتے رہو (یہ تہدید کی حکم ہے) یقیناً اب اللہ وہ بات نکال (ظاہر) کر کے رہیں گے جس سے تم ڈرتے رہتے ہو (کہ کہیں تمہارا نفاق نہ کھل جائے) کہ ہم نے تو یوں ہی جی بہلنے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور انہی مذاق کر رہے تھے (تاکہ اس طرح باتیں کرتے ہوئے راستہ طے ہو جائے اور یہ مقصد نہیں تھا) آپ (ان سے) کہیئے کہ کیا تم اللہ کے ساتھ، اس کی آیتوں کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ انہی مذاق کرتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ، حقیقت یہ ہے کہ تم نے ایمان کا اقرار کر کے پھر کفر کیا (یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد پھر تم نے کفر ظاہر کر دیا) اگر ہم چھوڑ بھی دیں (اگر یا کے ساتھ ہے تو مجہول ہے اور نون کے ساتھ ہے تو معروف ہے) تم میں سے کچھ لوگوں کو (ان کے خلوص اور توبہ کی وجہ سے جیسے خشعی بن حمیر) تاہم بعض کو تو سزا دینی ہے (تا اور نون کے ساتھ) کیونکہ انہوں نے جرم کیا ہے (نفاق اور تمسخر پر ڈٹے ہوئے ہیں)

تحقیق و ترکیب: انما الصدقات قصر موصوف علی الصفة ہے یعنی صفات صرف ان آٹھ قسموں میں صرف ہونے کے ساتھ متصف ہیں۔ فقیر اور مساکین کی جو تعریف جلال تحقق نے کی ہے اس کے اعتبار سے فقیر اتر ہے یہی رائے امام شافعی کی ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک برعکس ہے۔ اومسکینا ذامترية سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ تاہم یہ اختلاف لفظی ہے۔ حاملین کو ان کے خرابات کے مطابق بطور کام کی اجرت کے دیا جائے گا۔ اگرچہ مالدار ہو۔ صدقہ اور زکوٰۃ کی نیت سے نہیں دیا جائے گا لیکن چونکہ اس میں صدقہ کا شبہ بھی ہے اس لئے اگر ہاشمی عامل ہو تو اسے سید ہونے کی وجہ سے نہیں لینا چاہئے۔ ہاں مالدار ہو تو لینے میں مضائقہ نہیں اس کے حق میں اس شبہ کا

اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جاب اور حاشر میں یہ فرق ہوگا کہ حاشر تو صاحب زکوٰۃ لوگوں کو جمع کرے گا اور جاب کہتے ہیں زکوٰۃ وصول کر کے اپنے پاس جمع کرنے والے کو (مؤلفۃ القلوب) صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانہ میں بالا جماع مصارف زکوٰۃ سے ان کو خارج کر دیا گیا ہے۔ عیینہ بن حصین، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس وغیرہ مؤلفۃ قلوب میں داخل تھے جو اپنے قبائل کے سردار تھے۔ مفسر نے مؤلفۃ القلوب کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ علی الاصح یعنی امام شافعیؒ کے اصح قول پر، لیکن امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، اسحاقؒ، ایک جماعت کے نزدیک ان کا حصہ ساقط ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ الکاتبین ابراہیم نخعیؒ، سعید بن جبیرؒ، زہریؒ، شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ ابوحنیفہؒ وغیرہ اکثر کی رائے یہی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ غلام خرید کر آزا کرنے کو کہتے ہیں اور بعض نے قیدیوں کے بدلہ فدیہ دینے کے معنی لئے ہیں۔

غار میں اصلاح ذات البین کی صورت یہ ہے کہ دو خاندانوں میں کسی مقتول کے بارے میں اگر نزاع ہو اور رفع نزاع کے لئے کوئی دیت کا ذمہ لے کر زکوٰۃ کے روپیہ سے ادائیگی کر دے۔ تاکہ قندوب جائے تو جائز ہے۔ والاغنیاء حدیث میں ہے۔ لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لفاذ فی سبیل اللہ اول غارم او رجل اشترى بعماله او رجل له جار مسکین فتصدق علی المساکین فاهدی المسکین للغنی اول للعامل علیہا (ترجمہ) نہیں حلال ہے صدقہ غنی مالدار کے لئے۔ البتہ پانچ کے لئے جائز ہے۔ (۱) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے (۲) قرض دار کے لئے (۳) یا ایسے شخص کے لئے جو خریدے صدقہ کو اپنے مال سے (۴) یا ایسے شخص کے لئے کہ اس کے پڑوسی مسکین ہوں اور مسکین کو صدقہ دے۔ پس بطور ہدیہ مسکین غنی کو دے یا (۵) جو شخص صدقہ پر کام کر رہا ہو اللہ کے راستے میں بغیر تنخواہ کے۔

فی سبیل اللہ ابو یوسفؒ تو غازیوں سے بچھڑنے والے کے معنی لیتے ہیں اور امام محمدؒ حجاج سے بچھڑنے والے کے معنی لیتے ہیں۔ لیکن اول صورت میں اگر غازی مالدار ہے تو ہمارے نزدیک اس کو نہیں دینا چاہئے۔ امام شافعیؒ اجازت دیتے ہیں اور بعض نے جنگی سامان خریدنا اور سرحدی حفاظت کرنا اور مسافر خانے بنانا بھی اس میں مانا ہے۔ بہر حال یہ مصارف کا بیان ہے اور صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے ان میں سے اخیر کی چار قسموں میں بجائے لام کے فی لانے میں ان کے مزید استحقاق کی طرف اشارہ ہے۔

اس مسئلہ میں شوافع اور احناف کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک تو مؤلفۃ القلوب کے علاوہ سب قسموں کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کسی ایک قسم کو بھی۔ لیکن شوافع کے نزدیک نہ صرف یہ کہ سب قسموں کو دینا ضروری ہے بلکہ ہر قسم میں سے کم از کم تین تین اشخاص کو دینا ضروری ہوگا کیونکہ لام استحقاق کے لئے ہے اور جمع کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جس کا تقاضہ اصلی یہ ہے کہ ان قسموں کے تحت تمام دنیا کے لوگوں کو زکوٰۃ ادا کی جائے گی مگر ناممکن ہونے کی وجہ سے صرف تین تین اشخاص پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اضافت مصارف زکوٰۃ بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ استحقاق کے لئے کیونکہ زکوٰۃ صدقات فی الحقیقت تو اللہ کے پاس پہنچنے والے ہیں ضرورت اور تنگدستی کی وجہ سے ان کو مصارف بنادیا گیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان مواقع کے علاوہ تعمیر مساجد کے لئے یا کفن و غیرہ کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی جائز نہیں ہے۔ رہے جمع کے صیغے تو الف لام کے ذریعہ ان کی جمعیت باطل ہوگئی۔ الف لام جنس کے لئے ہے کیونکہ استغراقیہ لینا محال ہے ہر قسم میں تین تین اشخاص لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جمع کا مقابلہ جمع سے ہونے کی وجہ سے احاد کا انقسام احاد پر ہو رہا ہے اور صدقہ کو ان سب پر تقسیم کرنا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ ہر فقیر کے حصہ میں جو کچھ بھی آئے گا وہ بھی آخر صدقہ ہی ہوگا۔ اس کی بھی تقسیم ہونی چاہئے۔ پھر جتنے فقیروں کے پاس پیسے جائیں گے ان کی بھی تقسیم ہونی چاہئے اس طرح یہ تقسیم کا سلسلہ جاری رہا تو کسی کے پاس بچے گا کیا۔ اس کے علاوہ ایک ایک فرد کو دینے سے بھی جنسیت کے معنی متحقق ہو سکتے ہیں اسی لئے قاضی بیضاویؒ نے شافعیؒ ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کو یہ کہہ کر تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمرؓ، حذیفہؓ، ابن عباسؓ وغیرہ تمام صحابہؓ اور تابعینؓ ساری زکوٰۃ کو ایک ہی قسم کے دینے کو جائز تسلیم کرتے رہے ہیں اور یہی تینوں ائمہ کا مسلک ہے۔

اذن مبالغہ کے لئے کہہ دیا گیا گویا مجسم کان ہیں یہ مجاز مرسل ہے۔ جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے جیسے عین کے معنی جاسوس کے آتے ہیں۔
توحید الضمیر ضمیر اور مرجع میں چونکہ مطابقت نہیں ہے اس لئے مفسر علام اس شبہ کے تین جواب دے رہے ہیں جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔ قاضی بیضاویؒ اللہ کی خبر ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں متبوع ہونے کی وجہ سے اور سیبویہ قریب ہونے کی وجہ سے رسول کی خبر مان رہے ہیں۔ اس صورت میں مبتداء خبر میں فصل بھی لازم نہیں آئے گا۔

نسبہم ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ستر (۷۰) منافقین کی نشان دہی مع ان کے اور ان کے ماں باپ کے نام کے کی تھی لیکن بعد میں ناموں کو حذف کر دیا تاکہ ان کی مسلمان اولاد کی رسوائی کا باعث نہ ہو۔

نحشی بن حمیر یہ بھی ابتداء میں تسخر کرتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تائب ہو گئے اور دعا کی اللہم اجعل وفاتی قتلاً فی سبیلک (اے اللہ! بنا دے میری موت مقتول ہو کر تیرے راستہ میں) چنانچہ دعا قبول ہوئی اور جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ طائفہ کا لفظ ایک شخص پر بولنا باعث اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں دوبارہ صدقات معترضین کا جواب دیا تھا۔ آگے اسی کی تائید کے لئے مصارف اور مستحقین کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ ان مواقع کا لحاظ رکھتے ہیں اس لئے آپؐ پر کسی کی تہمت نہیں آتی۔ صدقات خواہ فرضی ہوں یا نفلی آپؐ سب میں مواقع اور مصالح کی رعایت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد آیت ومنہم الذین الخ سے بھی منافقین کی حرکتوں کا تذکرہ ہے اس کے بعد آیت یحلفون الخ سے منافقین کا مشترکہ حال بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: کچھ منافقین کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ صدقات کا مال خود کھا لیتے ہیں اور اپنے متعلقین پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اس کی تردید میں آیت انما الصدقات الخ نازل ہوئی جس میں مصارف بیان کر دیئے گئے ہیں اسی طرح کچھ منافقین نے آپؐ کی شان میں کچھ گستاخی کے کلمات کہے کسی دوسرے منافق نے منع کیا کہ کہیں آپؐ کو خبر ہوگئی تو ہماری خبر لیں گے۔ جلاس بن سدید بولا کہ آپؐ کانوں کے کچے ہیں۔ اس لئے کوئی فکر کی بات نہیں بعد میں ہم باتیں بنا کر ٹھیک کر لیں گے اور بری ہو جائیں گے اس پر آیت ومنہم الذین الخ نازل ہوئی۔ جلاس بن سدید اور دیر بن ثابت ایک مرتبہ کہنے لگے ان کان ما یقول محمد حقاً فنحن اشر من الحمیر (جو محمدؐ فرماتے ہیں اگر حق ہو تو ہم گدھے سے زیادہ بدتر ہیں)

ان کے پاس عامر بن قیس کھڑے تھے انہوں نے جا کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپؐ نے انہیں بلا کر در یافت کیا تو صاف مکر گئے اور حنفیہ کہنے لگے کہ عامر کذاب ہے اور عامرؓ نے بھی حنفیہ کہا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔ مگر آپؐ نے ان دونوں کی بات کو سچا جانا جس سے عامرؓ دل گیر ہوئے اور انہوں نے دعا کی اللہم صدق الصادق و کذب الکاذب اس پر آیت یحلفون الخ نازل ہوئی۔

آیت ومن یحادد اللہ الخ کے متعلق ابن کیمان کہتے ہیں کہ یہ آیت ان بارہ (۱۲) منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو آنحضرت ﷺ کی تبوک سے واپسی کے وقت ایک گھائی میں چھپ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ آپؐ کو ہلاک کرنے کی نیت سے۔ لیکن جبریلؑ نے آپؐ کو آ کر اطلاع دی اور ان کی مدافعت کا حکم دیا۔ چنانچہ عمار بن یاسرؓ کو جو آپؐ کے اونٹ کی مہار تھا مے ہوئے تھے اور حذیفہؓ کو جو آپؐ کی رکاب تھا مے ہوئے تھے دونوں کو منافقین کی مدافعت کا حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں نے مار کر ہٹا دیا بعد میں جب آپؐ ایک مقام پر فروکش ہوئے تو فرمایا اے حذیفہؓ! تم جانتے ہو یہ کون لوگ تھے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، آپؐ نے ایک ایک کا نام لے کر بتا دیا۔ حذیفہؓ نے عرض کیا پھر ہمیں قتال کی اجازت دیجئے فرمایا نہیں عرب کے لوگ کہیں کے محمدؐ نے کامیابی کے بعد اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بل یکفینا ہم اللہ بالدیلۃ بلکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دہیہ کے اعتبار سے کافی ہیں۔

آیت ولئن سألنہم الخ کا شان نزول یہ ہے کہ تبوک کی واپسی پر کچھ منافقین کہنے لگے ایو جو هذا الرجل ان یفتح لہ

قصور الشام و حصونہا ہیہات ہیہات ”آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے بلا کر مؤاخذہ فرمایا کہنے لگے یا نبی اللہ انما کنا نخوض و نلعب اور کہنے لگے واللہ ما کنا فی شیء من امرک ولا امر اصحابک ولكن کنا فی شیء یحوض فیہ الرکب لیقصر بعضا علی بعض السفر اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک قسم منسوخ ہو گئی: مصارف کی ان آٹھ قسموں میں ایک قسم مؤلفۃ القلوب ہے۔ جو صدیق اکبر کے دور خلافت میں بالاجماع منسوخ اور ساقط ہو گئی ہے اور باقی قسموں کا مسلمان ہونا اور صاحب نصاب نہ ہونا ضروری ہے۔ البتہ زکوٰۃ کی وصول یابی پر جو کارندے مقرر ہیں وہ اس غنی نہ ہونے کی شرط سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو تو غنم کی اجرت اور تنخواہ دی جائے گی خواہ مالدار ہوں یا غریب، پس دوسری قسموں میں صرف فقیر کہہ دینا کافی تھا۔ لیکن دوسرے عنوانات ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ ان کے استحقاق کے اسباب فقر کے علاوہ اور بھی ہیں اس طرح ان سب قسموں میں سید نہ ہونا بھی ضروری ہے۔ فقیر و مسکین کی تعریف میں اگرچہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے وصیت کے احکام میں فرق پڑے گا فقیر کے لئے وصیت کرنے کی صورت میں مسکین کو مال نہیں ملے گا اور مسکین کو وصیت کرنے کی صورت میں فقراء کو مال نہیں دیا جانا چاہئے لیکن اس سے زکوٰۃ کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دونوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

مالدار اگر اتنا مقروض ہو کہ قرضہ کی ادائیگی کے بعد بقدر نصاب اس کے پاس روپیہ نہیں بچتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ان تمام قسموں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جائے ان کو اس قسم کا مالک بنا دیا جائے۔ اس کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ نیز یہ سب شروط زکوٰۃ کے لئے ہیں نفلی صدقات کے لئے یہ قیدیں نہیں ہیں۔

منافقین کی چالاکیوں پر آنحضرت ﷺ کی خاموشی مروت اور حسن اخلاق کی وجہ سے تھی: آیت ومنہم الذین الخ کا یہ منشاء نہیں کہ منافقین کی خن سازی کبھی بھی آپ پر مخفی نہیں رہی۔ بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ ہمیشہ آپ کی خاموشی کی وجہ یہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ آیت ولتعرفنہم فی لحن القول الخ نازل ہونے کے بعد تو پھر ہمیشہ کے لئے ان کا پول کھل گیا تھا اور مومن کی بات کی تصدیق کرنا بلحاظ اس کے ایمان و اخلاص کے مراد ہے جن میں شرائط عدالت بھی آ جاتی ہیں ورنہ ہر مومن کی ہر بات کا یقینی یا سچی ہونا ضروری نہیں ہے۔

رفع تعارض: آیت و یحلفون الخ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانے سے منافقین کا مقصد صرف مسلمانوں کو خوش کرنا تھا آنحضرت ﷺ کی رضا مقصود نہیں تھی۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو خوش رکھنے کے لئے آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا لیا کرتے تھے؟ جواب یہ ہے کہ آپ کے خوش ہونے کے دو پہلو ہیں ایک تو کسی کے درپے نہ ہونا اور دوسرے دل سے راضی ہو جانا۔ پہلی صورت میں آپ کی خوشنودی کو مسلمانوں کی خوشی قرار دیا گیا ہے اور روایت میں یہی مراد ہے اور دوسری صورت میں آپ کی خوشی اللہ کی رضا جیسی ہے اور آیت میں یہی مطلوب ہے۔

دین کے ساتھ جان بوجھ کر استہزاء کرنا بد اعتقادی کے ساتھ ہو یا بد اعتقادی کے بغیر کفر ہے اور اللہ و رسول اور آیتوں کے ساتھ تمسخر کرنا ایک دوسرے کو لازم ہے۔

لطف آیات: آیت ومنہم الذین یؤذون الخ میں آنحضرت ﷺ کی شان کریم کا بیان ہے۔

واذا الکریم اتیتہ بخدیعة
فأعلم بانک لم تخادع جاہلا
فرأیتہ فیما تروم یسارع
ان الکریم لفضله متخادع

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ أَى مُتَشَابِهُونَ فِي الدِّينِ كَابْعَاضِ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ يَأْمُرُونَ
بِالْمُنْكَرِ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ عَنِ الْإِنْفَاقِ
فِي الطَّاعَةِ نَسُوا اللَّهَ تَرَكُوا طَاعَتَهُ فَنَسِيَهُمْ تَرَكَهُمْ مِنْ لُطْفِهِ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۷۷﴾ وَعَدَ
اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَتِ وَالْكَافِرَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ جَزَاءٌ وَعِقَابًا وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ
أَبْعَدَهُمْ عَنْ رَحْمَتِهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۷۸﴾ دَائِمٌ أَنْتُمْ أَيُّهَا الْمُنَافِقُونَ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ
مِنْكُمْ قُوَّةً وَآكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا تَمَتَّعُوا بِخَلَاقِهِمْ نَصِيْبُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ أَيُّهَا
الْمُنَافِقُونَ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ فِي الْبَاطِلِ وَالطُّغْيَانِ فِي
السَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالَّذِي خَاضُوا أَى كَخَوْضِهِمْ أُولَئِكَ خَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۷۹﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ خَيْرِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادُ قَوْمِ
هُودٍ وَثَمُودُ قَوْمِ صَالِحٍ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ قَوْمِ شُعَيْبٍ وَالْمُؤْتَفِكَةُ قُرَى قَوْمِ لُوطٍ أَى
أَهْلِهَا أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ بِالْمُعْجِزَاتِ فَكَذَّبُوهُمْ فَأَهْلِكُوا فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ بَلَّغَ يُعَذِّبُهُمْ
بِغَيْرِ ذَنْبٍ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۸۰﴾ بَارِئُكَابِ الذُّنُوبِ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ عَنْ أَنْجَازِ
وَعْدِهِ وَوَعِيدِهِ حَكِيمٌ ﴿۸۱﴾ لَا يَضَعُ شَيْئًا إِلَّا فِي مَحَلِّهِ وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتِ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّتِ عَدْنٍ إِقَامَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ أَعْظَمُ
مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں (یعنی دین میں سب کا حال یکساں ہے جیسا کہ
ایک چیز کے اجزاء کا حال یکساں ہوتا ہے) کہ برائی (کفر اور گناہ) کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور اچھی بات (ایمان و طاعت) سے روکتے
ہیں اور (بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے سے) اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا (اس کی
فرمانبرداری چھوڑ دی) نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بھی اللہ کے حضور بھلا دیئے گئے (یعنی اپنی مہربانی سے انہوں نے نظر انداز کر دیا) بلاشبہ یہ منافق
بڑے ہی سرکش ہیں۔ منافق مردوں اور منافق عورتوں کے لئے اور کفر کرنے والوں کیلئے اللہ کی طرف سے دوزخ کی آگ کا وعدہ ہے۔
جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے بس کافی ہے (سزا اور عذاب کی رو سے) اللہ نے ان پر نعمت کی (انہیں اپنی رحمت سے دور
کر دیا) اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے (برقرار رہنے والا) تمہاری حالت (اے منافقو!) ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں
جو طاقت و قوت، مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ پس ان کے حصہ میں جو کچھ دنیا کے فوائد آئے وہ برت گئے (کما

گئے) سو تم نے بھی (اے منافقو!) اپنے حصہ کا فائدہ اسی طرح برت لیا جس طرح انہوں نے برتا تھا اور جس طرح وہ کر گئے (برے باتوں میں گھسے تھے) تم نے بھی کر لیں (برائیوں میں اور نبی کریم ﷺ پر طعن کرنے میں گھسے رہے) یہی لوگ تھے جن کے سارے کام دنیا و آخرت میں اکارت گئے اور یہی ہیں گھائے ٹوٹے میں رہنے والے کیا انہیں ان لوگوں کی خبر (اطلاع) نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور قوم ابراہیم اور اہل مدین (قوم شعیب) اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں (یعنی قوم لوط کی بستیاں مراد وہاں کے باشندے ہیں) ان سب کے رسول ان کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ آئے تھے (معجزات لے کر لیکن لوگوں نے جھٹلایا۔ اس لئے تباہ کر دیئے گئے) سو اللہ نے تو ان پر ظلم کیا (کہ انہیں بلا قصور سزا دے دی ہو) بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے (نافرمانیاں کر کے) اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور برے باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کریں گے یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہیں (انہیں ان کے وعدہ یا وعید پورا کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی) اور حکمت رکھنے والے ہیں (کوئی کام بے محل نہیں کرتے) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایسے باغوں کا وعدہ ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں مکانات کا جو ان دائمی باغوں میں ہوں گے (قیام کریں گے) اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر ہے (یعنی ان سب سے زیادہ بڑی نعمت ہے) یہ بڑی کامیابی ہے۔

تحقیق و ترکیب: المنافقون و المنافقات تقریباً تین سو (۳۰۰) مرد اور ایک سو ستر (۱۷۰) عورتیں منافق تھیں۔

من بعض من اتصالیہ ہے۔ نساء نسیان حقیقی پر بندوں کی مذمت جس طرح قابل اشکال ہے اسی طرح حقیقتہ اللہ کی طرف سے اس کی نسبت بھی مشکل ہے اسی لئے دونوں جگہ جلال محقق نے لازمی معنی ترک کے لئے ہیں۔ گویا مجاز مرسل ہے۔ کمالین یہ جار مجرور محذوف کی خبر ہے۔ مفسر نے انتم اسی لئے مقدر مانا ہے المؤمنات انتکاف کے معنی اختلاف کے ہیں۔

وعدہ و وعیدہ ریف و نشر غیر مرتب ہے۔ عدن اس کے معنی دوام کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے مساکن طیبہ جنت عدن کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا قصور من لولوء اور اس ”موتی محل“ میں ستر (۷۰) مکان یا قوت سرخ کے ہوں گے، ہر مکان میں سبز مرد کے ستر کمرے اور ہر کمرے میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر مختلف رنگ کے فرش اور ہر فرش پر حور عین اور دسترخوان نعمت ہوگا۔

رضوان تنوین تقلیل کی ہے۔ روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ جنتیوں سے پوچھیں گے۔ هل رضیتم؟ عرض کیا جائے گا آپ نے ہر چیز عطا کی ہے پھر ہم کیسے راضی نہیں ہوں گے؟ کہا جائے گا کہ انا اعطیکم افضل من ذالک لوگ عرض کریں گے اور ان سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ جواب مرحمت ہو گا احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابداً۔

ربط آیات: منافقین کے برے حالات کا تذکرہ چل رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان کا باہمی گٹھ جوڑ اور پچھلے کفار سے ملے جلے حالات کا ہونا اور پھر ان برائیوں پر وعید اور پچھلے سزا یافتہ لوگوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ آیت وہ المؤمنون الخ میں ان کے بالمقابل مؤمنین کا ذکر ہے۔

﴿تشریح﴾: ان قوموں کی تفصیل آٹھویں پارہ کے اخیر میں گزر چکی ہے۔ البتہ قوم ابراہیم کا واقعہ یہ ہوا کہ نمرود مردود کے دماغ میں ایک چمھر گھس گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اس کے سر پر اگر مار پڑتی رہتی تو قدرے سکون رہتا ورنہ مضطرب رہتا اسی عذاب الہی میں گرفتار رہا۔ اس نے عالی شان عمارت بھی بنائی تھی جس کے اچانک گر جانے سے قوم کے بہت سے لوگ دب کر مر گئے تھے۔

اطلاک آیت آیت رضوان من اللہ اکبر سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی تمام سعادتوں اور کرامتوں اور خود جنت کا اصل سرچشمہ رضا الہی ہی ہے اور عشاق کا انتہائی مقصد بھی یہی رضا باری ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ بِاللِّسَانِ وَالْحِجَّةِ وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ بِالْأَيْتِهَارِ وَالْمَقَاتِ
وَمَا أُولَئِكَ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۷۳﴾ الْمَرْجِعُ هِيَ يَحْلِفُونَ أَيِ الْمُنَافِقُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا مَا بَلَغَكَ
عَنْهُمْ مِنَ السَّبِّ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ أَظْهَرُوا الْكُفْرَ بَعْدَ إِظْهَارِ الْإِسْلَامِ
وَهُمْ أَوْبَاءُ مَا لَمْ يَنَالُوا مِنَ الْفَتْكِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ عِنْدَ عَوْدِهِ مِنْ تَبُوكَ وَهُمْ بِضْعَةِ
عَشَرَ رَحْلاً فَضَرَبَ عَمَارُ بْنُ يَاسِرٍ وَجُوهَ الرِّوَا حِلٍ لِمَا عَشَوْهُ فَرَدُّوا وَمَا نَقَمُوا أَنْكَرُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ بِالْغَنَائِمِ بَعْدَ شِدَّةِ حَاجَتِهِمْ أَلْمَعْنَى لَمْ يَنْلَهُمْ مِنْهُ إِلَّا هَذَا وَلَيْسَ مِمَّا يُنْقَمُ فَإِنْ يَتُوبُوا
عَنِ الْبَيْعِ وَيُؤْمِنُوا بِكَ خَيْرًا لَّهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا عَنِ الْإِيمَانِ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ بِالنَّارِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ يَحْفَظُهُمْ مِنْهُ وَلَا نَصِيرٌ ﴿۷۴﴾ يَمْنَعُهُمْ وَمِنْهُمْ
مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَنْ يَنْصُرَهُمْ لِنَصَدَّقَ فِيهِ إِذْ غَامُ النَّارِ فِي الْأَصْلِ فِي الصَّادِ وَلَنْ كُونَنَّ مِنَ
الصَّالِحِينَ ﴿۷۵﴾ وَهُوَ ثَعْلَبَةُ بْنُ حَاطِبٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُوهُ أَنْ يَرْقَهُ اللَّهُ مَا لَا
يُؤَدِّي مِنْهُ كُلُّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَدَعَا لَهُ فَوُصِّعَ عَلَيْهِ فَانْقَطَعَ عَنِ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمَنْعَ الزَّكَاةَ كَمَا قَالَ
تَعَالَى فَلَمَّا اتَّهَمُوا مِنْ فَضْلِهِ بِخُلُوبِهِ وَتَوَلَّوْا عَنْ طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۷۶﴾ فَأَعْقَبَهُمْ
أَيِ فَصِيرٍ عَاقِبَتُهُمْ نِفَاقًا ثَابِتًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ أَيِ اللَّهِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ
مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿۷۷﴾ فِيهِ فَجَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاتِهِ فَقَالَ
إِنَّ اللَّهَ مَنَعَنِي أَنْ أَقْبَلَ مِنْكَ فَجَعَلَ يَحْثُو التُّرَابَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ إِلَى عُمَرَ
فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ إِلَى عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْبَلْهَا ثُمَّ مَاتَ فِي زَمَانِهِ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَيِ الْمُنَافِقُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ مَا
أَسْرَوْهُ فِي أَنْفُسِهِمْ وَنَجْوَاهُمْ مَا تَنَاجَوْنَهُ بَيْنَهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۷۸﴾ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ وَلَمَّا
نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ جَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ مُرَاءٍ وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوا
إِنَّ اللَّهَ لَعَنِي عَنْ صَدَقَةِ هَذَا فَتَزَلَّ الَّذِينَ مُبْتَدَأُ يَلْمِزُونَ يُعَيِّنُونَ الْمُطَّوِّعِينَ الْمُتَنَفِّلِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي
الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ طَائِفَتُهُمْ فَيَأْتُونَ بِهِ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ وَالْحَبْرُ سَخِرَ اللَّهُ
مِنْهُمْ حَارَاهُمْ عَلَى سُخْرِيَّتِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۹﴾ اسْتَغْفِرُ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ

تَخْيِيرُهُ فِي الْإِسْتِغْفَارِ وَتَرْكِهِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ يَعْنِي الْإِسْتِغْفَارَ زَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ إِنَّ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ قِيلَ الْمُرَادُ بِالسَّبْعِينَ الْمُبَالَغَةُ فِي كَثْرَةِ
الْإِسْتِغْفَارِ وَفِي الْبُخَارِيِّ حَدِيثٌ لَوْ أَعْلَمَ إِنِّي لَوَزِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ غُفِرَ لَزِدْتُ عَلَيْهَا وَقِيلَ الْمُرَادُ الْعَدْدُ
الْمَخْصُوصُ لِحَدِيثِهِ أَيْضًا وَسَازِيدُ عَلَى السَّبْعِينَ فَيَنْ لَهُ حَسْمُ الْمَغْفِرَةِ بِأَيَّةِ سَوَاءٍ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ
أَمْ نَمْ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۹۰﴾

۱۰
۱۶

ترجمہ: اے نبی! کفار سے (تکوار کے ذریعہ) جہاد کیجئے اور منافقین سے (زبان اور دھیل کے ذریعہ) جہاد کیجئے اور ان پر
ختی کیجئے (جھڑکی دے کر اور خفا ہو کر) بلا آخراں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے (وہ ٹھکانہ) یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں (یعنی
منافقین) کہ ہم نے کچھ نہیں کیا (یعنی جو گالی آپ کو ہماری طرف سے پہنچائی گئی ہے) اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ضرور کفر کی بات کہی
ہے اور وہ اسلام قبول کر کے پھر کفر کی چال چلے (اسلام ظاہر کرنے کے بعد کفر ظاہر کرنے لگے) اور ایسی بات کا منصوبہ باندھا جو ان کے
ہاتھ نہ لگی (یعنی تبوک سے واپسی کے وقت عقبہ کی رات۔ آنحضرت ﷺ کے قتل کی اسکیم بنائی یہ لوگ دس سے اوپر تھے جب یہ لوگ
ڈھا میں باندھ کر آپ پر ہجوم کر آئے تو عمار بن یاسرؓ نے رمار کر ان کی ساریوں کے منہ پھیر دیئے اور انہیں ہٹا دیا) اور یہ انہوں نے
صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے رزق خداوندی سے مالا مال کر دیا (مال تقسیم دے کر حال نکلے یہ محتاج
تھے حاصل یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ صلہ ملا ہے حالانکہ یہ انتقام کی بات نہیں تھی) بہر حال اگر یہ لوگ ابھی باز آ جائیں (نفاق سے اور
ایمان لے آئیں) تو ان کے لئے بہتر ہے اور اگر انہوں نے گردن موڑی (ایمان لانے سے) تو پھر یاور کھیں اللہ ضرور انہیں دنیا میں
(قتل کے ذریعہ) اور آخرت میں (جہنم کی آگ کے ذریعہ) دردناک عذاب دیں گے اور روئے زمین پر نہ ان کا کوئی کارساز ہوگا (کہ
وہ ان کی حفاظت کر سکے) اور نہ کوئی مددگار ہوگا (کہ روک سکے) اور ان منافقین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد
کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خوب خیرات کریں گے (در اصل اس میں تا کا صا د میں ادغام ہو رہا ہے)
اور خوب نیک کام کیا کریں گے (اس سے مراد ثعلبہ بن حاطب ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے مال و
دولت کی دعا کر دیں میں اس میں سے اس کے سب حقوق ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی جس کی برکت
سے وہ مالدار ہو گیا لیکن اس کا جمعہ اور جماعت بھی چھوٹ گئے اور زکوٰۃ دینے سے بھی بھاگ گیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں)
پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمادیا تو وہ اس میں کجی کرنے لگے اور اپنے عہد سے پھر گئے (اللہ کی اطاعت کرنے سے)
اور وہ تو اس بد عہدی کے عادی ہیں پس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا (یعنی ان کی سزا میں اللہ نے ایسا کر دیا) دائمی
(جب تک اللہ کے پاس حاضر ہوں قیامت کا دن مراد ہے) اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کیا اور اس
وجہ سے کہ یہ جھوٹ بولتے تھے (اس سلسلہ میں چنانچہ اس کے بعد پھر جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا تو
آپؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے اس کے لینے سے منع فرمادیا ہے پس پھر تو وہ اپنے سر پر دو ہتھوڑا مارتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ کے
دور خلافت میں پھر آیا مگر انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد فاروق اعظمؓ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا انہوں نے
بھی ٹھکرادی، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی آیا مگر انہوں نے بھی رد فرمادیا، پھر ان ہی کے زمانہ میں یہ شخص مر گیا) کیا انہیں
(منافقین کو) پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز (جو کچھ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں) اور ان کی سرگوشی (جو کچھ آپس میں چپکے
چپکے کرتے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں کو خوب جانتے ہیں (جو نگاہوں سے اور جھل ہوں، صدقہ کے سلسلہ میں جب حکم

نازل ہوا تو ایک صحابی بہت سا صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے لیکن منافقین کہنے لگے یہ شخص دیا کار ہے اس کے بعد ایک دوسرے صحابی ایک صاع کھجور صدقہ کی لے کر حاضر خدمت ہوئے تو منافق بولے کہ اللہ کو اتنے صدقہ کی ضرورت نہیں اس پر اگلی آیات نازل ہوئیں (یہ ایسے ہیں (مبتداء ہے) کہ عیب لگاتے ہیں (طعن کرتے ہیں) نقلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر اور ان مومنین پر بھی جنہیں اپنی محنت و مشقت کی کمائی کے سوا اور کچھ میسر نہیں (اسی کو لے کر وہ حاضر ہو جاتے ہیں) چنانچہ ان سے بھی تمسخر کرتے ہیں (آگے مبتداء کی خبر ہے) اللہ تعالیٰ انہیں اس تمسخر کا بدلہ دیں گے (ان کے مذاق کی سزا انہیں ملے گی) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (اے محمد!) آپ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں (آپ کو استغفار کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ چونکہ مجھے اختیار دیا گیا ہے اس لئے میں استغفار کو اختیار کرتا ہوں۔ بخاری) تم ستر دفعہ بھی ان کے لئے مغفرت کی اگر دعا کرو گے جب بھی اللہ انہیں کبھی نہیں بخشے گا (بعض کی رائے میں ستر کے عدد سے مراد کثرت استغفار میں مبالغہ کرنا ہے اور بخاری کی روایت ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے ان کی نجات ہو سکتی تو میں زیادہ بڑھانے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن بعض کے نزدیک خاص یہ عدد ہی مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ کر دوں گا لیکن اللہ نے آیت سواء علیہم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم میں آپ کو ان کی بخشش کا قطعی طریقہ پر نہ ہونا بتلادیا ہے) یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ ایسے سرکش لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں دیا کرتے۔

تحقیق و ترکیب: وماؤنہم یہ واو حالیہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اغلظ علیہم فی حال استحقاقہم جہنم دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ واؤ کا مدخول فعل محذوف ہو۔ ای و اعلم ان ماؤنہم جہنم۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کلام کو معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے کہ قد اجتمع لهم عذاب الدنیا بالجہاد والغلة عذاب الاخرة لیکن ان سب تکلفات سے بہتر یہ ہے کہ جملہ متانفہ قرار دے دیا جائے۔

کلمۃ الکفر چنانچہ عبداللہ بن ابی نے تو یہ الفاظ کہے تھے لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل اور جلاس بن سوید نے کہا تھا ان کان محمد صادقاً فیما یقول فنحن اشر من الحمیر۔ اظہروا یعنی یہ منافق حقیقتہً مومن نہیں ہوئے تھے بلکہ اظہار ایمان مراد لیا۔ لیلۃ العقبۃ تبوک کے راستہ میں گھائی پر جس رات میں یہ واقعہ پیش آیا وہ مراد ہے۔ بضعة عشر بارہ یا چودہ یا پندرہ تھے۔

وما انقموا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ ٹکڑے تک کو محتاج تھے لیکن مال غنیمت سے ان کی کاپاپلٹ گئی تو بجائے اطاعت کے اسلام کی بیخ کنی میں لگ گئے۔ الا ان اغناہم یہ استثناء مفرغ ہے۔ لنصدقن یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط۔ وف ہے اس میں لام جواب قسم کے لئے ہے۔ ثعلبہ ایک شخص کے لئے ضمیر جمع استعمال کرنا اس لئے ہے کہ اس طرح کے سب لوگ اس میں داخل ہو جائیں۔ جب زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ اور جزیہ میں کیا فرق ہے؟

فتصدق بشئ کثیر عبدالرحمن بن عوفؓ مراد ہیں جو آٹھ ہزار روپیہ میں سے چار ہزار کی رقم صدقہ کے لئے لائے۔ فتصدق له الخ ابو عقیل انصاریؓ مراد ہیں جو ایک غریب مزدور تھے دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ استغفر یہ کلام امر کی صورت میں واقع ہو گیا۔ لیکن مراد یہ ہے کہ استغفار ک لهم و علمہ سواء۔ دونوں صورتوں کو یکسانیت میں مبالغہ کے لئے امر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ سبعین مرۃ اس سے تحدید مقصود نہیں ہوتی بلکہ محاورہ میں تکثیر کے لئے ہوتا ہے۔

ربط آیات: پچھلی آیات کی طرح ان آیات یا ایہا النبی الخ میں بھی کفار و منافقین سے سنائی اور لسانی جہاد کا

حکم دیا جا رہا ہے اور اخروی سزا کی اطلاع مزید برآں ہے اس کے بعد آیت یحلفون الخ میں احسان کے بدلہ میں منافقین کی ناشکری کا ذکر ہے۔ پھر اسی کی تائید میں آیت ومنہم من عاہد اللہ الخ سے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر اس کے دو مخلص مسلمان جماعتوں کے ایثار مالی کے واقعات کو اپنی منافقانہ آنکھ سے دیکھ کر ان پر طعن کرنے کا ذکر اور اس کا جواب ہے اور آگے آیت استغفر الخ سے ان کے قصوروں کے ناقابل معافی ہونے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: تبوک کی واپسی پر آپ ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے کہ بارہ (۱۲) یا چودہ (۱۴) منافقین نے مل کر آپ کو کسی کھڈ میں دھکیل کر قتل کر دینے کی سازش کی اور اسلیم کو نمدوئے کار لانے کے لئے ڈھانٹیں باندھ کر اور تیار ہو کر آگے بڑھے۔ آنحضرت ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے تھے اور عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ تمہار اور رکاب تھامے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ انہوں نے خطرے کے کلمات سن کر آپ کو بیدار کیا اور پھر آپ کے ایماء سے حملہ آوروں کو ایسی ڈانٹ بتائی اور آنحضرت ﷺ نے بھی ایسا لکھارا کہ انہیں بھاگتے ہی بن پڑی۔ آنحضرت ﷺ نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ تم نے انہیں پہچانا بھی ہے؟

عرض کیا نہیں فرمایا فلاں فلاں تھے؟ نام بنام سب کو بتلادیا منزل پر پہنچ کر آپ نے بلا کر ان سے مواخذہ فرمایا لیکن سب صاف مکر گئے اور جھوٹی قسمیں کھا بیٹھے کہ نہ ایسا مشورہ ہوا اور نہ ایسا ارادہ ہوا۔ حالانکہ بعض کی مالی اعانت بھی آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ جلاس بن سید کا ایک بڑا قرضہ آپ نے چکایا تھا اور یوں بھی مدینہ طیبہ میں آپ کی تشریف آوری سے قبل اکثر لوگ افلاس کے مارے ہوئے تھے لیکن غنائم کی کثرت سے انہوں نے کپٹلی ہی بدل لی تھی۔ غرض کہ اس سلسلہ میں آیت یحلفون الخ نازل ہوئی جس کے بعد جلاس نے صدق دل سے ایمان قبول کیا تھا۔

آیت ومنہم من عہد اللہ الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق خود اشارہ کر رہے ہیں۔
آیت الذین یسلمون الخ عبدالرحمن بن عوفؓ اور ابو عقیل انصاریؓ کے متعلق منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
اول نے چار ہزار درہم خیرات کیا، تب بھی منافقین نے اعتراض کیا اور دوسرے نے ایک صاع کھجوریں پیش کیں تب بھی ان بے ایمانوں نے معاف نہ کیا۔

﴿تشریح﴾: ایمان سے نورانیت اور کفر سے ظلمت بڑھتی ہے: ومانقموا الخ محاروہ کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسے ہماری بول چال میں کہہ دیا جاتا ہے کہ ”بس مجھ سے یہ خطا ہو گئی کہ وقت پر تمہارے کام آ گیا“ یہ تاکید الٰہی بخلاف کہلاتی ہے اور اعقبہم کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طاعت سے ایمان کی نورانیت بڑھتی ہے اسی طرح گناہوں سے کفر کی ظلمت بڑھ جاتی ہے پس وعدہ خلافی اور جھوٹ سے ان کے کفر میں جس کی طرف ہم معرضون سے اشارہ ہو رہا ہے اضافہ ہو گیا۔ جس کا مبتداء مرتے دم تک کر دیا گیا ہے۔ جس کے لئے جہنم لازم ہے پس اصل سزا گویا دائمی جہنم ہوئی۔

ثعلبہ کا واپلا کرنا توبہ نہیں تھا: پھر بعد میں ثعلبہ کا زکوٰۃ لے کر حاضر ہونا اور قبول نہ کرنے پر واپلا کر نچانا بر بنائے اخلاص نہ تھا بلکہ بدنامی اور عار سے بچنے کے لئے تھا کیونکہ لفظ اعقبہم سے جب اس کے کفر کا دائمی ہونا معلوم ہو رہا ہے پھر احتمال اخلاص کہاں رہا اور بہت ممکن ہے کہ قبول کرنے کو منع کرنے سے آنحضرت کی یہی مراد ہو کہ چونکہ صدقہ قبول کرنے کیلئے ایمان شرط ہے اور نص سے اس شرط کی نفی ہو رہی ہے پھر مشروط کیسے صحیح ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ اللہ یعلموا میں اسی طرف اشارہ ہو کہ کیا اس زکوٰۃ لانے والے کو اس کا پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کا حال جانتے ہیں جب دل میں ایمان نہیں تو صدقہ کیسے قبول کیا جائے۔ باقی اگر اخلاص ہو تو وہ خود بھی مساکین کو صدقہ دے سکتا تھا لیکن اس کا از خود ادا کرنا کہیں منقول نہیں۔ یہ بھی خلوص نہ ہونے کی دلیل ہے اور جب آنحضرت ﷺ

نے اس کی زکوٰۃ کو ٹھکرا دیا تو ظاہر ہے کہ خلفاء کیسے قبول کر سکتے تھے۔

اور لفظ اعقبہم میں ضمیر کی جمع کا تقاضا بظاہر اگرچہ یہ ہے کہ اور منافقین کی زکوٰۃ بھی ٹھکرا دی جاتی لیکن ممکن ہے کہ اوروں کی تعمین نہ ہو یا بانی کار ہونے کی وجہ سے غلبہ کی تخصیص پیش نظر ہو جیسا کہ بعض احکام نصوص بھی ہو جایا کرتے تھے اس لئے دوسروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ کسی کا چھپا ہوا کفر یقینی نہیں اس لئے اب اسلام ظاہر کرنے والے کے ساتھ مسلمان ہی کا سا برتاؤ کیا جائے گا۔

تمسخر سے چونکہ زیادہ دل دکھتا ہے اس لئے اس کے واقع ہونے اور سزائیں دونوں جگہ خصوصیت ہے اس کو ذکر کیا گیا ہے نیز یہاں نقلی صدقہ کی تخصیص واقعہ کے لحاظ سے ہے ورنہ فرضی صدقہ (زکوٰۃ) میں بھی تمسخر کی سزا ہوگی بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ فرض نقل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

لظائف آیات: آیت ومنہم من عاہد اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی حالت بھی اسی طرح ہوتی ہے جن میں ذوق محبت تو ہوتا نہیں لیکن خود کو اونچے مقامات پر سمجھ جاتے ہیں اور جب امتحان کا وقت آتا ہے تو آزمائش میں پورے نہیں اترتے۔ آیت الذین یلمزون الخ سے معلوم ہوا کہ منکرین اولیاء کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے ہر کام اور ہر حال پر نکتہ چینی اور عیب گیری کرتے ہیں۔ خواہ بڑے درجہ کا ہو یا چھوٹے درجہ کا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ عَنْ تَبُوكَ بِمَقْعَدِهِمْ بِمَعُودِهِمْ خِلَافَ اٰی بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْۤا اَنْ يُجَاهِدُوْۤا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْۤا اِیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَا تَنْفِرُوْۤا لَا تَخْرُجُوْۤا اِلَی الْجِهَادِ فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا مِّنْ تَبُوكَ فَالْاَوَّلٰی اَنْ تَقُوْهَا بِتَرْكِ التَّخَلُّفِ لَوْ كَانُوْۤا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ یَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ مَا تَخَلَّفُوْۤا فَلِیُضَحَّکُوْۤا قَلِيْلًا فِی الدُّنْیَا وَلِیُبْکُوْۤا فِی الْاٰخِرَةِ کَثِیْرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوْۤا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ خَبِّرْ عَنْ حَالِهِمْ بِصِیغَةِ الْاَمْرِ فَاِنْ رَّجَعْتَ رَدَّكَ اللّٰهُ مِنْ تَبُوكَ اِلَی طَائِفَةٍ مِنْهُمْ مِّمَّنْ تَخَلَّفَ بِالْمَدِیْنَةِ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ فَاسْتَاذِنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ مَعَكَ اِلَی غَزْوَةٍ اُخْرٰی فَقُلْ لَهُمْ لَنْ تَخْرُجُوْۤا مَعِیْ اَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوْۤا مَعِیْ عَلُوْۤا اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاَقْعُدُوْۤا مَعَ الْخَلِیْفِیْنَ الْمُنَحَلِّفِیْنَ عَنِ الْغَزْوِ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبَّانِ وَغَیْرِہُمْ وَلَمَّا صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَلٰی ابْنِ اَبِی نَزَلٍ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ مَّا تَاَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ لِیَدْفِنَ اَوْ رِبَاْرَہٗ اِنَّہُمْ کَفَرُوْۤا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَا تَوَاوْہُمْ فَمِیْقُوْنَ ﴿۸۳﴾ کَافِرُوْنَ وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُہُمْ وَلَا اَوْلَادُہُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُعَذِّبَہُمْ بِہَا فِی الدُّنْیَا وَتَرْهَقَ تَخْرُجَ اَنْفُسُہُمْ وَہُمْ کَافِرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا اُنْزِلَتْ سُورَةٌ اِی طَائِفَةٌ مِّنَ الْقُرَآنِ اَنْ اِیْ یَاْنَ اٰمِنُوْۤا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْۤا مَعَ رَسُوْلِہٖ اسْتَذِنْکَ اُولُو الطَّلُوْلِ ذُرُوْۤا الْغِنٰی مِنْہُمْ وَقَالُوْۤا ذَرْنَا نَحْنُ مَعَ الْقٰحِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ رَضُوْۤا بِاَنْ یَّکُوْنُوْۤا مَعَ الْخَوَالِفِ جَمْعُ خَالِفَةٍ اِی النِّسَاءِ اَلَّا تَبٰی تَخَلَّفْنَ فِی الْبُیُوْتِ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِہُمْ فَہُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۶﴾ الْخَبِرَ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُوْلٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ بِاِدْعَامِ النَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الدّٰلِ اَيِ الْمُعْذِرُوْنَ بِمَعْنٰى الْمَعْذُوْرِيْنَ ۝ وَقُرِئَ بِهِ مِنَ الْاَغْوَابِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُوْذَنَ لَهُمْ فِي الْقُعُوْدِ لِعُذْرِهِمْ فَاِذَنْ لَهُمْ وَقَعَدَ ۝ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فِى اِدْعَآءِ الْاِيْمَانِ مِنْ مُّنَافِقِي الْاَغْرَابِ عَنِ الْمَجِيْءِ لِلْاِعْتِذَارِ سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلٰى الضَّعَفَاءِ كَالشُّيُوْخِ وَلَا عَلٰى الْمَرْضٰى كَالْعَمٰى وَالزَّمْنٰى وَلَا عَلٰى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يَنْفِقُوْنَ فِي الْجِهَادِ خَرَجَ اَنْتُمْ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهُ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فِى حَالِ قُعُوْدِهِمْ بِعَدَمِ الْاِرْجَافِ وَالتَّشْيِيْطِ وَالطَّاعَةِ مَا عَلٰى الْمُحْسِنِيْنَ بِذٰلِكَ مِنْ سَبِيْلٍ طَرِيْقٍ بِاَلْمَوْاٰخِذَةِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ بِهِمْ فِى التَّوَسُّعَةِ فِي ذٰلِكَ وَلَا عَلٰى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ مَعَكَ اِلَى اَنْغَزَوْا وَهُمْ سَبْعَةً مِنَ الْاَنْصَارِ وَقِيْلَ بَنُو مُقَرِّنٍ قُلْتُ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ حَالٌ تَوَلَّوْا حَوَابٍ اِذَا اٰى اِنْصَرَفُوْا وَاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ تَسِيْلُ مِنَ اللَّيْثَانِ الدَّمْعِ حَزَنًا لِاَجَلٍ اَنْ لَا يَجِدُوْا مَا يَنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فِي الْجِهَادِ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلٰى الَّذِيْنَ يَسْتَاذِنُوْكَ فِي التَّخَلُّفِ وَهُمْ اَغْنِيَاءُ رِضْوَانًا يَكُوْنُوْنَ مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ

ترجمہ: جو منافق (تبوک میں جانے سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے وہ اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ کے رسول کی خواہش کے خلاف (آپ کے تشریف لے جانے کے بعد) اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انہیں یہ بات ناگوار ہوئی کہ اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا تھا (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے) کہ تم ایسی گرمی میں مت نکلو، تم کہو! کہ دوزخ کی آگ کی گرمی تو کہیں زیادہ گرم ہوگی (تبوک کی گرمی سے اس لئے پہلے تو اس سے بچنا چاہئے جہاد میں شریک ہو کر) کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے (اسے جانتے تو پیچھے نہ رہ جاتے) اچھا یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں۔ پھر انہیں (آخرت میں) اپنی ان بد عملیوں کی پاداش میں بہت کچھ رونا ہے جو یہ کہاتے رہے ہیں (امر کے صیغہ سے یہ ان کے حال کی اطلاع ہے) پس اگر اللہ نے آپ کو ان کے کسی گروہ کی طرف (تبوک سے) واپس کر دیا (مدینہ میں رہ جانے والے منافقین کی طرف) اور پھر یہ لوگ (کسی دوسرے غزوہ میں آپ کے ساتھ) چلنے کی اجازت مانگیں تو (ان سے) کہہ دینا تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ کبھی میرے ہمراہ ہو کر دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلے ہی بیٹھے رہنا پسند کیا تو اب بھی ان لوگوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جانے کے لائق ہیں بیٹھے رہو (جو لوگ شریک جہاد نہیں ہوئے عورتیں بچے وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ نے جب عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی) اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جائیے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمانی (کفر) کی حالت میں مرے ہیں اور ان کے مال و اولاد تمہارے لئے باعث تعجب نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ انہیں ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں مبتلائے عذاب رکھا جائے اور ان کا دم کفر ہی کی حالت

میں نکل جائے اور جب کبھی کوئی سورت (قرآن کا کچھ حصہ) اس بارے میں اترتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے (مالدار) آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اجازت دے دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ یہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر خوش ہیں (خوالف خالفتہ کی جمع ہے یعنی گھروں میں بیٹھ رہنے والی مستورات) اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی پس یہ سمجھتے ہی نہیں (بھلائی کو) ہاں مگر اللہ کے رسول نے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا و آخرت میں) خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر دیئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہے بہت بڑی فیروز مندی اور کچھ بہانہ باز لوگ آئے ہیں (در اصل اس لفظ میں تاکا کا اوجام ذال ہو رہا ہے یعنی معتدرون جس کے معنی معذورین کے ہیں۔ بلکہ ایک قرأت میں یہی لفظ آیا ہے) دیہاتیوں میں سے (آنحضرت ﷺ کی خدمت میں) تاکا کہ انہیں اجازت مل جائے (کسی بہانہ سے بیٹھ رہنے کی۔ چنانچہ انہیں اجازت مل گئی) اور جنہوں نے اللہ و رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی گھروں میں بیٹھ رہے (دیہاتی منافقین میں سے جو لوگ دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں وہ جھوٹ سے بھی عذر کرنے نہیں آئے) سو ان میں سے جو کافر بنے رہیں گے انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ناقوانوں پر (جیسے بڑھے لوگ) بیماروں پر (جیسے اندھے اور پاچ لوگ) اور ایسے لوگوں پر جنہیں (جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے کچھ میسر نہیں، کچھ گناہ نہیں ہے (جہاد میں نہ جانے کا کچھ گناہ نہیں) بشرطیکہ اللہ و رسول کی خیر خواہی میں کوشاں رہیں (گھر رہنے کی صورت میں فتنہ پردازی اور شرکت جہاد سے لوگوں کو باز رکھنے میں نہ لگے رہیں۔ بلکہ اطاعت کرتے رہیں) ان نیکوں کا روں پر کسی قسم کا الزام نہیں (اس بارے میں ان کو سہولت و آسانی بہم پہنچی دی) اور ان لوگوں پر بھی کچھ گناہ نہیں ہے کہ جو آپ کے پاس اس لئے آئے کہ آپ انہیں کوئی سواری دے دیں۔ (تاکا کہ وہ آپ کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہو جائیں یہ سات انصاری تھے اور بعض کہتے ہیں بنو مقرن تھے) اور آپ نے فرمادیا کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جو تمہیں سواری کے لئے دے دوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے (اذا کا جواب ہے یعنی لوٹ گئے) کہ ان کی آنکھیں اشک بار ہو رہی تھیں (آنسو بہہ رہے تھے من بیان یہ ہے) اس غم میں (اس لئے) کہ افسوس ہمیں کچھ میسر نہیں کہ اس راہ (جہاد) میں خرچ کر سکیں پس الزام تو دراصل ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہونے کے باوجود (نہ جانے کی) اجازت مانگتے ہیں وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس سے وہ کچھ جانتے بوجھتے ہی نہیں (پہلے بھی اسی طرح کی آیت گزر چکی ہے)

تحقیق و ترکیب:.....المخلفون یہ بارہ شخص تھے۔ خلاف اس کے معنی جلال مفسر نے بعد کے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے اقام زید خلاف الحی یعنی ان کے جانے کے بعد کھڑا ہوا۔ چنانچہ ابو حنیفہ کی قرأت خلف رسول اللہ بھی اس کی تائید کرتی ہے پس یہ منصوب علی الظرفیہ ہوگا۔ انفس اور ابو عبیدہ بھی کہتے ہیں کہ خلاف بمعنی خلف آتا ہے اور زجاج اور طبری کی رائے میں اس کے معنی منفت کے ہیں پس یہ منصوب بنا بر علت کے ہوگا۔

لو کانو یفقهون مفسر علام نے ماتخلفوا کہہ کر اس کی جزاء کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بصیغۃ الامر اس کے وقوع کے قطعی ہونے کے لئے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے من المنافقین یہ قید اس لئے لگائی کہ اس سے مدینہ میں رہنے والے غیر منافقین نکل جائیں۔ ولما صلی عبد اللہ بن ابی کے بیٹے عبد اللہ کی درخواست پر جو ایک مخلص مسلمان تھے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنا پیرا ہن مبارک اس کے کفن کے لئے بھی مرحمت فرمایا۔

ولا تعجل اس سے پہلے کی آیت میں یہ لفظ فا کے ساتھ آیا ہے ماقبل سے تعلق کی وجہ سے برخلاف یہاں کے، اس لئے یہاں واؤ کے ساتھ لایا گیا ہے نیز پہلے لفظ لا لایا گیا ہے اولاد کی مستقل نفی کرنے کیلئے اور یہاں نہیں لایا گیا ہے مال و اولاد کو یکساں قرار دینے

کے لئے نیز وہاں ليعذبہم اور یہاں ان یعذبہم کہا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ لام بمعنی ان ہے لام تعلیلیہ نہیں ہے۔ نیز وہاں لفظ حیوۃ لایا گیا ہے اور یہاں نہیں لایا گیا تاکہ دنیا کی دنائت اور ناقابل ذکر ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے اور یہاں کافرون کہا گیا اور وہاں کارہون بولا گیا ہے تاکہ اشارہ ہو جائے کہ کفر کی وجہ سے انہیں دنیا ہی میں اپنا انجام چونکہ معلوم ہے اس لئے موت سے کراہیت کرتے ہیں برخلاف مومن کے کہ وہ دنیا سے غافل اور آخرت کی طرف راغب ہوتا ہے۔

سورۃ مفسر نے اشارہ کر دیا کہ پوری سورت مراد نہیں ہے بلکہ عام معنی ہیں کم ہو یا زیادہ۔
ان ای بان تقدیر با سے اشارہ کر دیا۔ ان مصدر یہ ہونے کی طرف اور ان مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔
الخیرات بعض نے اس کے معنی حور کے لئے ہیں۔

من الاعراب شہری منافقین کے بعد دیہاتی منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ قبیلہ اسد وغطفان کے آدمی تھے اور بعض نے عامر بن طفیل کے لوگوں کو کہا ہے۔ ولا علی الذین قبیلہ جہینہ اور حذینہ اور بنی عذرہ کے لوگ مراد ہیں۔ بعدم الارجاف بولتے ہیں ارجاف القوم فتنہ اور شرارت کے کام میں قوم کھسی اور تھپیٹ کے معنی میں جہادی مہم سے روکنے کے۔ والطاعة اس کا عطف عدم الارجاف پر ہو رہا ہے۔

ما علی المحسنین من میل صاحب ہدایہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ناصح پر کوئی تاوان اور غم نہیں ہے چنانچہ صاحبین کی رائے یہ ہے کہ اگر محرم کے ہاتھ سے کوئی شکار کا جانور لے کر چھوڑ دے تو اس پر ضمان نہیں آئے گا کیونکہ اس نے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح لہو و لعب کھیل کود کے آلات اگر کسی کے کوئی ضائع کر دے تو صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں آئے گا۔ البتہ امام صاحب مالک ہونے کی وجہ سے ضمان مانتے ہیں۔

وہو سبعة بکاتین معقل بن یسار، صخر بن حنسا، عبداللہ بن کعب، علیہ بن زید، سالم بن عمری، ثعلبہ بن غنم، عبداللہ بن معقل مدنی مراد ہیں اور بعض نے بنو مقرن کو کہا ہے یہ تین بھائی تھے۔ معقل، سوید، نعمان اور بعض نے ابو موسیٰ اور ان کے رفقاء کا نام لیا ہے حال یعنی جملہ قلت لا اجد ما احملکم یہ حال ہے اتولث کے کاف سے اور بعض نے اس کو جواب مانا ہے اور تولو کو جملہ مستانفہ مانا ہے۔ پہلی صورت میں مفسر کی رائے کے مطابق علیہ پر وقف نہیں ہوگا البتہ دوسرے احتمال پر وقف درست ہوگا۔

ربط آیات:..... پہلے سے منافقین کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ ان دونوں رکوع میں بھی زیادہ تر ان ہی کا ذکر ہے۔ آیت ولا تصل الخ میں مرنے کے بعد ان کے ساتھ معاملہ کرنے کا بیان ہے۔

آیت ولا تعجل الخ میں یہ بتلانا ہے کہ ان کے پاس مال و اولاد کا ہونا دلیل مقبولیت نہیں بلکہ یہ بھی ان کی مغضوبیت کا ایک اثر ہے۔ اس کے بعد آیت واذا استاذنک میں ان کی دائمی عادت کا بیان ہے کہ ہمیشہ ایسے موقعوں میں یہ پھسڑی رہتے ہیں لیکن ان کے برعکس مسلمان ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

شہری منافقین کے بعد آیت وجاء المعذرون الخ سے دیہاتی منافقین کی بہانہ بازیوں کا ذکر ہے۔
آگے آیت لیس علی الضعفاء سے واقعی معذرت کرنے والوں کا بیان ہے۔ اسی کی تائید کے لئے مواخذہ کا انحصار جھوٹے بہانہ بازوں کے ساتھ کر کے بتلانا ہے کہ سچے معذور مواخذہ سے بری رہیں گے۔

شان نزول:..... ان تمام آیات کے شان نزول کی طرف جلال محقق اپنے اپنے موقعہ پر اشارات کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... آیت وقالوا لاتنفروا الخ میں یا تو مسلمانوں کو بھی بہکانا مراد ہوگا اگرچہ ان پر اثر نہ ہوتا ہو اور یا اس قسم کی باتیں اپنے ہم مشربوں ہی سے کہتے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہیں بہکانے کی ضرورت نہ ہو۔ وہ پہلے ہی سے ان کے ہم

خیال ہوں۔ لیکن اپنی رائے کے توافق سے خوشی ہوئی ہوگی اور یہی آیت میں مقصود ہے اور فلیصلحکم الخ اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن اس سے خبر مراد ہے اور مجموعہ کا مرتب کرنا مقصود ہے اس لئے یہ شبہ نہیں رہے گا کہ رونے کو تو اعمال کی جزاء کہنا صحیح ہے مگر ہنسنے کے جزائے اعمال ہونے کے کیا معنی؟

ابن ابی کی نماز جناہ پر تو اعتراض کیا گیا مگر کفن میں قیص یا جبہ دینے پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا:.....
آیت ولا تصل الخ کے متعلق بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود عبد اللہ بن ابی نے بیماری کی حالت میں آنحضرت کو بلا کر استغفار کی درخواست کی تھی اور قیص مبارک کے کفن میں شامل کرنے اور نماز جنازہ پڑھانے کی استدعا کی تھی چنانچہ اس کے انتقال کے بعد آپؐ نے قیص مبارک بھجوا دی تھی اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بھی تشریف لے جا رہے تھے کہ نماز پڑھانے سے پہلے آیت نازل ہوئی یا بعد میں نازل ہوئی۔ لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی کے بیٹے عبد اللہ کی درخواست پر آپؐ نے یہ سب کچھ کیا۔ جو ایک مخلص مسلمان تھے۔

اور آیت میں نماز پڑھانے یا قبر پر کھڑے ہونے کے بارے میں تو نکیر کی گئی لیکن جبہ مبارک کے شامل کفن ہونے پر کچھ اعتراض نہیں کیا گیا۔ غالباً ابن ابی کے اس حسن سلوک کی مکافات کرنی ہوگی جو اس نے بدر کے موقع پر حضرت عباسؓ کو لباس دے کر کیا تھا۔
یا آنحضرت ﷺ کی شان کریمی اور بخشش و عطا کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفن دینے کے متعلق تعرض نہیں کیا گیا اور بقول قاضی بیضاوی صلوٰۃ سے مراد یہاں دعاء و استغفار ہے کہ کافر و منافق کے حق میں اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نماز جنازہ پڑھانے پر فاروق اعظمؓ کا اعتراض:..... بہر حال واقعہ کا باقی حصہ یہ ہے کہ آپؐ جب نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے آپؐ کا پلہ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے جب آپؐ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا ہے پھر آپؐ ان کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت استغفرلہم الخ میں مجھے اختیار دیا ہے میں نہیں فرمایا اور ستر مرتبہ استغفار کے بارے میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس سے زیادہ استغفار کروں گا۔ غرض اس کے بعد آپؐ نے نماز پڑھائی۔ اس پر آیت ممانعت لا تصل الخ نازل ہوئی۔ اس لئے پھر کبھی آپؐ نے منافقین کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

پس اس میں یہ شبہ ہے کہ آیت استغفرلہم الخ دو حال سے خالی نہیں۔ اس سے استغفار کی ممانعت معلوم ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر پہلی صورت ہے تو پھر آپؐ نے نماز کیوں پڑھائی؟ جس سے استغفار ہی مقصود ہوتا ہے حالانکہ اس کی ممانعت تھی۔ پھر اس ممانعت کو آپؐ نے اختیار کیسے سمجھا؟ اور دوسری صورت اگر تھی تو پھر حضرت عمرؓ نے اہل زبان ہونے کے باوجود ممانعت کیوں سمجھی اور آپؐ پر اعتراض کیسے کر دیا؟

شبہ کا حل:..... جواب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ صیغہ برابری کے معنی ادا کرنے کے لئے آتا ہے۔ کسی چیز کی ممانعت کرنے یا اختیاری غیر اختیاری طور پر حکم دینے کے لئے نہیں آتا۔ اگر اس قسم کی بات ثابت کرنے کے لئے ہو تو کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے آیت سواء علیہم ءانذر تہم الخ سے ڈرانے اور نہ ڈرانے دونوں کی برابری معلوم ہوئی لیکن دوسری آیت بلغ ما انزل الخ سے ڈرانے کا حکم معلوم ہو رہا ہے جو ایک دوسری دلیل خارجی ہے۔

چنانچہ اس واقعہ میں خارجی دلیل کے بارے میں دو رائے ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے لن یغفر اللہ الخ پر نظر کرتے ہوئے یہ سمجھا کہ آپؐ کا نماز جنازہ وغیرہ پڑھانا فضول ہے جو آنحضرت ﷺ جیسے حکیم الشان عیسائے سعید ہے۔ اس لئے نہساک ربک

کہہ کہ توجہ دلائی لیکن آنحضرت ﷺ کی دُور رس نظر میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں مثلاً آپؐ نے ارشاد فرمایا: مایغنی عنہ قمیصی و اللہ انی لارجوا ان یسلم بہ اکثر من الف بنی الخزرج یعنی میرا کرتہ اگرچہ اس کے لئے کارآمد و مفید نہیں۔ لیکن میرے پیش نظر یہ امید کی جھلک ہے کہ دشمنوں کے ساتھ میرے اس طرز عمل کو دیکھ کر شاید بنی خزرج کے ہزار سے زیادہ لوگ اسلام کے دامن شفقت میں پناہ لیں۔ بہر حال اس طرح کی مصلحتوں کے پیش نظر آپؐ نے اپنے طرز عمل کو فضول نہ سمجھا اور حکم الہی کو اختیار پر محمول کر لیا۔ غرضیکہ اب نہ آنحضرت ﷺ کے فعل و عمل پر اشکال رہا ہے اور نہ حضرت عمرؓ کے طرز عمل کو گستاخی اور بے ادبی کہا جاسکتا ہے۔

ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کرنے سے کیا مراد ہے؟..... رہا آپؐ کا یہ فرمانا کہ میں ستر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا تو کلام عرب میں اس سے معین عدد تو مراد ہوتا نہیں۔ بلکہ کسی چیز کی کیا زیادتی بیان کرنی ہوتی ہے۔ پس آپؐ کا منشاء استغفار کو مشروط طور پر بیان کرنا ہے۔ جس کو آپؐ نے جملہ کی صورت میں بیان فرمایا۔ گویا آپؐ یوں فرمانا چاہتے تھے فلو علم انی ان زدت علی السبعین غفرلہ بزدت علیہا۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کرنا اس کے لئے مفید ہوگا تو میں یہ بھی کر کے دیکھ لیتا اور اپنے اختیار کی حد تک کوئی کمی نہ چھوڑتا۔ مگر چونکہ زیادہ سے زیادہ استغفار کو بھی اس کے لئے بے فائدہ قرار دیا گیا ہے اس لئے زیادہ نہیں کروں گا۔ تاہم بعض اہم مصالح کی بناء پر صرف استغفار پر اکتفاء کروں گا جو نماز جنازہ پڑھنے سے حاصل ہو گیا۔ دوسری بات ہے کہ ان مصالح کے علاوہ بعض مفاسد اور خرابیوں پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعد میں ممانعت کر دی گئی۔ مثلاً آپؐ کے اس طرز عمل سے جہاں ایک طرف آپؐ کے مخلص خدام اور جانثار صحابہؓ کا دل ٹوٹا کہ یہاں تو اچھے برے سب ایک ہی لائن میں لگتے ہیں وہاں مخالفین کو بھی عبرت آموز تنبیہ نہ ہوتی۔ بلکہ ایک طرح ان کی ہمت افزائی ہوتی جس سے ان میں دلیری اور آزار دہی کا خطرہ تھا۔ جس کا سبب باب کرنا ضروری ہوا۔

نماز جنازہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے:..... ان آیات سے جہاں کفار کے جنازہ کی نماز کا اور ان کے لئے استغفار کرنا جائز ہونا معلوم ہوا وہیں مسلمانوں کیلئے نماز جنازہ کا جواز بھی معلوم ہوا کیونکہ ناجائز ہونے کی وجہ کفر پر مرنا ہی تھی۔ البتہ نماز جنازہ کی فرضیت بطور کنایہ یہ سنت مشہورہ سے ثابت ہے کیونکہ قرآن کریم میں نماز جنازہ کے سلسلہ میں اس کے علاوہ دوسری کوئی آیت نہیں ہے۔ رہی آیت وصل علیہم ان صلواتک سکن لہم سوا سے نماز جنازہ مراد نہیں بلکہ زندگی میں دعائے خیر و برکت کرنا مراد ہے۔ کیونکہ اس سے صحابہؓ کی ایک خاص جماعت مراد ہے جس کی طرف آپؐ نے توجہ نہیں فرمائی تھی۔ اور ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی تھی ان کی تالیف قلب کے لئے ان کے حق میں آپؐ کو دعاء استغفار کا حکم ہوا ہے وہاں نماز جنازہ مراد نہیں ہے۔

رہا یہ شبہ کہ آیت لاتصل الخ میں بھی قاضی بیضاویؒ کی رائے کے مطابق دعاء واستغفار ہی کے معنی ہیں اس لئے یہاں سے ہی کفار کے حق میں دعاء واستغفار کا ناجائز ہونا معلوم ہوا نہ کہ نماز جنازہ کی ممانعت؟ جواب یہ ہے کہ ان کے لئے دعاء واستغفار تک کی ممانعت ہے تو نماز جنازہ کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ہوگی کہ اس میں بھی دعاء واستغفار ہی ہوتا ہے اس لئے یہ بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس صورت میں حقیقت عرفیہ اور مجاز کا جمع کرنا لازم آ رہا ہے۔ بلکہ کہا جائے گا کہ استغفار کی ممانعت ہے۔ نماز جنازہ ہی چونکہ اس کے افراد میں سے ہے اس لئے اس کی بھی ممانعت سمجھ میں آگئی۔

بہر حال کافر کے جنازہ کی نماز کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے خواہ اس کا ولی مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کا مسلمان یا کافر ہونا مشتبہ ہو جائے تب بھی اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ کافر کی نماز جنازہ تو کسی حال میں جائز نہیں ہے اور مسلمان کی نماز جنازہ فی الجملہ چھوڑی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر کافر کا ولی کوئی مسلمان ہو تو غسل مسنون اور باقاعدہ کفن و دفن تو

